جلد اوّل

عام فہم

درسِ قرآن

مؤلف

حضرت مولانا غیاث احمد رشادی صاحب



منبر و محراب فاؤنڈیشن انڈیا

مصنف کی جانب سے تحریری اجازت کے بعد اس کتاب کی اشاعت کی جاسکتی ہے۔

نام کتاب	:	**عام فہم درسِ قرآن**
نام مؤلف	:	**مولانا غیاث احمد رشادی**
صفحات	:	......۷۰۳......
تاریخ اشاعت	:	ماہِ جون ۲۰۲۰ء ماہِ شوال ۱۴۴۱ھ
تعداد اشاعت	:	دو ہزار
طابع وناشر	:	منبر ومحراب فاؤنڈیشن انڈیا
جلد	:	(اول)
ٹائٹل وکمپیوٹر کمپوزنگ		محمد عبدالسلام (کمپیوٹر آپریٹر صفا بیت المال)
قیمت	:	-/400 روپئے
پتہ	:	دفتر منبر ومحراب فاؤنڈیشن انڈیا متصل مسجد الفلاح، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد۔500036
فون	:	9989666811
ای میل	:	mmfi.info@gmail.com
ویب سائٹ	:	www.mmfi.info

مولانا غیاث احمد رشادی کی تمام تصنیفات کو اس ویب سائٹ پر دیکھئے:

www.payaamerashadi.org

ملنے کا پتہ

رشادی پبلشرز: مسجد الفلاح، واحد نگر، قدیم ملک پیٹ، حیدرآباد۔500036

ویب سائٹ: **www.payaamerashadi.org**

سیل نمبر: **9989666811**

فہرست



کلماتِ بابرکت

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا صغیر احمد خان رشادی صاحب دامت برکاتہم

امیر شریعت کرناٹک، مہتمم و شیخ الحدیث دار العلوم سبیل الرشاد، بنگلور

Sageer Ahmed Rashadi
Professor
D.U.S.R., Arabic College, Bangalore - 45.
صغیر احمد الرشادی
الاستاذ بدار العلوم سبیل الرشاد الکلیۃ العربیۃ بنجلور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن ھدی للناس ہے، ھدی للمتقین ہے، تبیانا لکل شیء ہے، ان ھٰذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم ، کتب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمت الی النور وغیرہ ایسی بے شمار آیتیں دلالت کرتی ہیں کہ قرآن ایک گنجینۂ رشد وہدایت ہے، مرکز صداقت ہے، منبع الانوار ہے، قرآن معلم بھی ہے، مزکی بھی ہے، اس کی تعلیم بھی ضروری ہے اور اس سے اپنے باطن کا تزکیہ بھی کرنا لازم ہے، لیکن یہ عظیم امور موقوف ہیں قرآن فہمی پر، اور اس کی تفسیر وتاویل پر۔ قرآن کے معانی ومطالب کو سمجھنا انتہائی اہم اور ضروری ہے، اس کی تفسیر اشرف العلوم ہے۔ جیسا کہ امام قاضی بیضاویؒ نے فرمایا'' **فان اعظم العلوم مقدارا وارفعھا شرفا علم التفسیر الذی ھو رئیس العلوم الدینیة واساسھا**، تمام علوم میں قدر ومنزلت کے اعتبار سے اور شرافت کے اعتبار سے سب سے بلند علم تفسیر ہے جو کہ تمام علوم دینیہ کا رئیس اور اصل ہے۔

الحمد للہ، مولانا غیاث احمد صاحب رشادی جو نہایت جید عالم دین ہیں، کئی فنون پر عبور رکھتے ہیں، اللہ نے ان کو ہر فن میں گیرائی وگہرائی عطا فرمائی ہے، تقریر اور تحریر میں ایک خاص ملکہ رکھتے ہیں، ان کی بیسیوں تصنیفات اس پر دلالت کرتی ہیں اور تقریر بھی بہت پر مغز اور تحقیقی ہوتی ہے، بے سند باتوں سے پاک۔ ان کی یہ کتاب ''عام فہم درس قرآن'' جو سلسلہ وار دروسِ قرآن کا مجموعہ ہے، بہت لاجواب ہے، خاص وعام حضرات سے گزارش ہے کہ اس کا یکسوئی سے مطالعہ کریں، اور قرآن کے معانی ومطلب کو صحیح طور پر سمجھ کر اس پر عمل کریں نیز واٹساپ پر ان کی تفسیر کو پابندی سے سماعت فرما کر قرآن فہمی میں مدد حاصل فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو جزاء خیر عطا فرمائے اور ان کی اس 'درس قرآن' اور دیگر تمام تصنیفات کو امت مسلمہ مرحومہ کے لئے خوب فائدہ مند بنائے اور اپنی قبولیت سے نوازے۔ فقط

صغیر احمد

صغیر احمد رشادی عفی عنہ

امیر شریعت کرناٹک

مہتمم دار العلوم سبیل الرشاد بنگلور

۹ ر شعبان ر ۱۴۴۱ھ

کلماتِ تبرک

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ محمد جمال الرحمٰن مفتاحی صاحب دامت برکاتہم

سرپرست منبر ومحراب فاؤنڈیشن انڈیا

قرآن مجید سب سے اعلیٰ وافضل کتاب ہے' سب کے لئے ہے۔ سب سے سیدھے راستہ کی رہنمائی کرتی ہے۔ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور اور روشنی کی طرف لانے کا ذریعہ ہے۔ حقیقی علم و حکمت پر مبنی کتاب ہے۔ علیم وخبیر کی جانب سے نازل کردہ ہے۔ قیامت تک کیلئے تمام انسانوں کے حق میں ناقابلِ تغیر دستورِ زندگی ہے۔ اس لئے اس کا پڑھنا پڑھانا اور سیکھنا سکھانا بہترین مشغولیت ہے۔ اس کام کو باخلاص انجام دینے والے کو بہترین قرار دیا گیا ہے۔

بڑی خوشی اور مسرت کی بات ہے کہ مولانا غیاث احمد رشادی صاحب نے ''عام فہم درسِ قرآن'' کو مرتب فرما کر شائع فرمانے کا ارادہ فرمایا ہے۔ کہیں کہیں سے دیکھا بہت مفید پایا ہے۔ مختصر درس ہونے کے سبب ہر گھر میں اس کے سننے سنانے کا اہتمام ہونا چاہئے۔

سر دست یہ سورۂ فاتحہ، سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران اور سورۂ نساء پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موصوف محترم کو خدمتِ خلق' اشاعتِ اسلام اور تصنیفاتِ دینیہ کا خاص ذوق عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کاوشوں کو قبول فرمائے' دیگر تصنیفات کی طرح اس کو بھی قبولِ عام اور مفید سے مفید تر بنائے۔ آمین

فقط

شاہ جمال الرحمٰن مفتاحی

سرپرست منبر ومحراب فاؤنڈیشن انڈیا

كلماتِ تحسين

خطیبِ بے مثال حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم

ناظم جامعہ اشرف العلوم، حیدرآباد

باسمہٖ تعالیٰ

17-1-391/2/79/A,
Khaja Bagh, Sayeedabad,
Hyderabad-59, A.P. INDIA
Cell: 9848097866, 9949097866

محمد عبد القوی
Mohammad Abdul Qavi

Date: ____________

تاریخ: ۳۰ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ و بہٖ نستعین

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی عظیم کتاب ہے، جس کا ایک ایک لفظ اپنے اندر زبردست تاثیر ہدایت لیا ہوا ہے، سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے انسانیت میں جو بے مثال انقلاب برپا کیا اور انسانیت کو زوال و پستی کی گہرائی سے اٹھا کر رفعت و سربلندی کے اوج تک پہونچایا وہ اسی کتاب کے ذریعہ کیا، آج بھی اللہ تعالیٰ کا یہ کلام بھٹکے ہوؤں کو سیدھی راہ دکھانے اور سنگ دلوں کے دلوں کو بھی پگھلا کر بارگاہِ خداوندی میں لا کھڑا کرنے میں اپنی کوئی نظیر نہیں رکھتا ہے۔

اسی لئے قرآن نے خود بھی اس بات کی دعوت دی ہے اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بار بار تاکید فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس کتاب کو پڑھا اور سمجھا جائے، اور یہ دعوت تمام انسانیت کو دی گئی ہے، لیکن نہایت افسوس کی بات ہے کہ اس دور میں غیر تو غیر خود مسلمان بھی — جو اس کتاب کو اللہ تعالیٰ کی سچی اور برحق کتاب مانتے ہیں — دور اور بہت دور ہوگئے ہیں، سمجھنا تو دور کی بات ہے پڑھنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔

ہمارے دوست مولانا غیاث احمد رشادی زید فضلہٗ ماشاء اللہ اپنی رفاہی اور سماجی خدمات کے وسیع دائرے اور سلسلے کے باوجود تعلیمی و تبلیغی ذمہ داریوں کو بھی نباہتے رہتے ہیں، انہوں نے قرآن مجید سے عوام الناس کے بسہولت استفادہ کرنے کے لئے ایک سلسلہ شروع کیا تھا جسے اب کتابی شکل میں بھی مرتب کر کے مزید سہولت بہم پہونچا دی ہے، میں نے اس تفسیر کو مختصراً ملاحظہ کیا ہے، آسان عام فہم معتبر اور مؤثر پایا، حق تعالیٰ مولانا موصوف کو بہترین اجر اور مسلمانوں کو استفادے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین

والسلام علی النبی الکریم

محمد عبد القوی

مقدمه

حضرت مولانا سید احمد ومیض ندوی صاحب مدظلہ

استاذ دارالعلوم حیدرآباد و خلیفہ حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی صاحب دامت برکاتہم

اس کائنات میں اگر خدائے ذوالجلال کی کوئی سب سے بڑی نعمت ہے تو وہ قرآنِ مجید ہے۔ خود رب ذوالجلال نے نزولِ قرآن پر ستائش کرتے ہوئے فرمایا ہے ’’اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا۔ (الکہف:۱) سب تعریفیں اللہ ہی کو ہے جس نے اپنے محبوب بندے محمد (ﷺ) پر یہ کتاب نازل کی اس میں کسی طرح کی کجی اور پیچیدگی نہ رکھی۔‘‘ یہ وہ عظیم کتاب ہے جس کی عظمت کے اظہار کے لئے خالق کائنات نے اس کی قسم کھائی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے ’’یٰسٓ ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ‘‘۔ قرآنِ مجید نہ صرف گزشتہ تمام کتابوں کی تصدیق کرتی ہے بلکہ ان پر نگراں بھی ہے مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ ۔ (المائدہ) یہ خدا کا وہ عظیم صحیفۂ آسمانی ہے جس کے نازل ہونے پر انبیاءِ کرام علیہم السلام نے خوشخبری دی تھی، فرمانِ خداوندی ہے ’’وَاِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ ‘‘ (الشعراء) بیشک قرآن مجید کا تذکرہ پہلے لوگوں کی کتابوں میں بھی ہے۔ قرآنِ مجید کو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ اشرف الانبیاء ﷺ تک افضل ترین مہینے کی بابرکت رات میں نازل فرمایا، وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ (الزخرف) بیشک یہ قرآن آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی اُمت کے لئے نصیحت ہے۔ یہ کتاب امت محمدیہ کی روح بھی ہے، کیونکہ حقیقی زندگی کا انحصار اس کتاب پر ہے۔ یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ ہے۔ چنانچہ امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو چار کتابیں نازل فرمائیں اور ان سب کے علوم چار کتابوں تورات، انجیل، زبور اور قرآن میں جمع فرمادیئے، پھر مذکورہ تین کتابوں کے علوم قرآن پاک میں محفوظ کردیئے۔ آدمی کا ایمان اس وقت تک صحیح نہیں ہوسکتا جب تک کہ قرآن پر ایمان نہ لائے، فرمانِ خداوندی ہے ’’یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ ‘‘ (النساء:۱۳۶) اے ایمان والو! اللہ اور رسول سمیت اس کتاب پر بھی ایمان لاؤ جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کی ہے۔ یہ واحد آسمانی کتاب ہے جس کے نازل ہونے سے پہلے ہی اللہ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا، ارشاد ہے ’’بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ ۔ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ (البروج:۲۱) یہ قرآن مجید ہے جو لوحِ محفوظ میں محفوظ ہے۔‘‘ قرآن مجید کو اس کے نزول کے وقت بھی شیاطین سے محفوظ رکھا گیا، ارشاد ہے ’’وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّیٰطِیْنُ ۔ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهُمْ وَمَا یَسْتَطِیْعُوْنَ۔‘‘ (الشعراء:۲۱۱) رب کائنات نے انسانوں پر اپنی متعدد نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے سب سے پہلے قرآن کا تذکرہ کیا، ارشاد ہے ’’اَلرَّحْمٰنُ ۔ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (الرحمان:۲) رحمان، اسی نے قرآن سکھایا۔

قرآن مجید افضل ترین کتاب ہے'اَللّٰهُ نَزَّلَ أَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ ۔(الزمر:۲۳)اللہ تعالیٰ نے احسن ترین کلام نازل کیا۔ قرآنِ مجید کوصفتِ عظمت سے متصف کرتے ہوئے اسے قرآنِ عظیم قرار دیا گیاوَلَقَدۡ آتَيۡنَاكَ سَبۡعاً مِّنَ الۡمَثَانِيۡ وَالۡقُرۡآنَ الۡعَظِيۡمَ ۔(الحجر:۸۷)قرآنِ مجید کے الفاظ ومعنی دونوں واضح ہیں۔هٰـذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ (آل عمران:۱۳۸)یہ سارے علوم کا خزینہ ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں''اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے قرآنِ مجید میں سب علوم اور تمام چیزیں بیان کردی ہیں۔''یہ واحد کتاب ہے جو ہر قسم کی تحریف سے محفوظ ہے اور قیامت تک کے لئے اس کی حفاظت کردی گئی ہے'ارشاد ربانی ہے''إِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ''۔(الحجر:۹)قرآنِ مجید کی ایک بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ یہ کتاب ہدایت ہے۔اس کا پہلا سبق ہدایت سے شروع ہوتا ہے اِهۡدِنَــــا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۔یہ کتاب اپنا تعارف بھی کتابِ ہدایت کے طور پر کراتی ہے ذَالِكَ الۡكِتَابُ لاَ رَيۡبَ فِيۡهِ هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ (البقرہ:۲)جگہ جگہ قرآن کا تعارف کتابِ ہدایت کے طور پر کرایا گیا ہے إِنَّ هَـذَا الۡقُرۡآنَ يِهۡدِيۡ لِلَّتِيۡ هِيَ أَقۡوَمُ (بنی اسرائیل:۹)قرآن اس راستہ کی رہنمائی کرتا ہے جو سیدھا ہے۔کتابِ ہدایت سے رہنمائی حاصل کرنے کے لئے اس کے معانی ومطالب کا جاننا ضروری ہے۔شاید اسی وجہ سے قرآنِ مجید کے فہم وتدبر اور اس کی تشریح وتفسیر کے لئے روزِ اول سے اہلِ علم نے غیر معمولی کاوشیں فرمائیں جس کے نتیجہ میں لغات القرآن' اعراب القرآن' قصص القرآن' احکام القرآن' اعیاز القرآن، امثال القرآن' متشابہات القرآن اور خواص القرآن جیسے مختلف علوم وجود میں آئے۔

عربی زبان کے بعد سب سے زیادہ اگر کوئی اسلامی سرمایہ کی حامل زبان کہی جاسکتی ہے تو وہ اُردو زبان ہے۔علومِ اسلامی کا سب سے بڑا ذخیرہ اُردو میں پایا جاتا ہے۔ویسے ہندوستان میں عربی میں بھی تفاسیر لکھی گئیں۔ڈاکٹر محمد سالم قدوائی صاحب نے مختلف تذکروں اور تاریخی کتابوں کی چھان بین کے بعد عربی زبان میں ہندوستان میں لکھی گئیں تفسیروں اور علوم القرآن سے متعلق کتابوں کی تعداد ۱۵۶ بیان کی ہے۔(اُردو تفاسیر بیسویں صدی میں)دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق ہندوستان میں لکھی گئی عربی کی سب سے پہلی تفسیر''غرائب القرآن ورغائب الفرقان''ازمولانا نظام الدین حسن بن محمد بن حسین شامل ہے۔اس تفسیر کو دولت آباد(دکن) میں مکمل کیا گیا۔(دائرہ معارف اسلامیہ مطبوعہ دانش گاہ پنجاب' لاہور۔۱۹۶۲ء) ڈاکٹر سید شاہد علی کی تحقیق کے مطابق اردو زبان میں تراجم وتفاسیر قرآن کی ابتداء سولہویں صدی عیسوی کی آخری دہائی سے شروع ہوتی ہے، جو کچھ سورتوں اور پاروں پر مشتمل ہیں۔دراصل دسویں وگیارہویں صدی ہجری میں تراجم پر تفسیری حاشیے چڑھا کر ان کو تفسیر کہا گیا جو مختلف مخطوطات کی شکل میں مختلف لائبریریوں میں آج بھی موجود ہیں۔یہ زیادہ تر دکن میں لکھے گئے ہیں۔(اردو تفاسیر اقتباسات)ابتدائی تراجم میں قاضی محمد معظم سنبھلی کا ترجمہ جو انہوں نے ۱۱۳۱ء میں لکھا تھا طبع نہ ہوسکا مگر خطی نسخہ موجود ہے جس کو پہلا اردو ترجمہ کہہ سکتے ہیں جو خالص اردو میں تو نہیں ہے بلکہ عربی وفارسی زبان میں تھا۔ بارہویں صدی ہجری کے اواخر میں شمالی ہند میں پہلی مرتبہ باقاعدہ تفسیر نگاری کی بنیاد پڑی، جب شاہ مراداللہ انصاری کفیلی کی پارہ عم کی تفسیر''خدائی نعمت''معروف بہ تفسیر مرادی جو ۱۱۸۴ میں مکمل ہوئی۔تفسیر مرادی کے ۲۰ سال بعد ۱۷۹۰ء میں

شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ کا ترجمہ وحوالہ موضح قرآن وجود میں آیا جو اردو زبان میں پہلی مکمل تفسیر ہے۔اس طرح تیرہویں صدی ہجری سے ہندوستان میں اردو تراجم وتفاسیر کا ایک شاندار عہد شروع ہوتا ہے جو آج تک جاری ہے۔(حوالہ سابق)

اس وقت اردو زبان میں متعدد تفاسیر عوام وخواص میں مقبول ہیں۔حضرت تھانوی کی بیان القرآن، مفتی محمد شفیع صاحب کی معارف القرآن انتہائی مقبول ہیں۔معاصر کے علماء میں مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اور حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی مختصر اور آسان تفاسیر بھی لائق مطالعہ ہیں۔زیرِنظر ''عام فہم درسِ قرآن'' ایک تفسیری مجموعہ ہے جو دراصل ان عامۃ المسلمین کیلئے ترتیب دیا گیا ہے جو مختصر وقت میں آیاتِ قرآنیہ سے ثابت ہونے والی بنیادی باتوں کو جاننا چاہتے ہیں' جن کے پاس نہ ضخیم تفاسیر سے رجوع کرنے کا وقت ہے اور نہ ہی ان کی ذہنی سطح زائد تفسیری نکات کو سمجھنے کی متحمل ہے۔ یہ ایک قابلِ قدر کاوش ہے۔موجودہ مصروف مشینی زندگی کے پیشِ نظر اب علوم اسلامی کی تلخیص واختصار کی شدید ضرورت ہے۔ مولانا غیاث احمد رشادی صاحب نے علمی موشگافیوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے عملی پیغام کو خصوصیت کے ساتھ اجاگر کیا ہے۔ نیز موجودہ حالات میں ہندوستانی مسلمانوں کے لئے قرآن سے کیا رہنمائی حاصل ہوتی ہے واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسلوب سادہ سلیس اور عام فہم ہے۔فی الحال پانچ پاروں پر مشتمل پہلی جلد زیورطباعت سے آراستہ ہورہی ہے۔لیکن مؤلف محترم نے مکمل چھ جلدوں میں اس سلسلے کی تکمیل کا خاکہ بنایا ہے۔ یہ جلد پانچ پاروں پر مشتمل ہوگی۔پہلی جلد میں سورۂ فاتحہ،سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران اور سورۂ نساء کے یومیہ دروس کا انداز اپنایا گیا ہے۔کہیں ایک درس ایک آیت پر اور کہیں متعدد آیتوں پر مشتمل ہے۔ پہلے لفظی ترجمہ کیا گیا ہے۔ترجمہ کے بعد مجموعی طور پر آیتوں سے ثابت ہونے والی باتوں کی نمبروار نشاندہی کی گئی ہے۔ ہماری نظر میں ''عام فہم درسِ قرآن'' کے نام سے مرتب یہ تفسیری مجموعہ مختصر تفاسیر میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔

مؤلف کتاب مولانا غیاث احمد رشادی صاحب محتاجِ تعارف نہیں ہیں۔ان کا کام ان کے نام سے زیادہ لوگوں میں متعارف ہے۔لوگ انہیں ان کی ہمہ جہت خدمات کے حوالہ سے خوب جانتے ہیں۔علمی کام اور انتظامی مصروفیات بہت کم ایک شخصیت میں جمع ہوتی ہیں،لیکن مولانا غیاث احمد رشادی صاحب ان دونوں کا حسین سنگم ہیں۔ایک طرف صفا بیت المال جیسے کل ہند نوعیت کے بافیض ادارہ کے وہ صدر ہیں جس کی خدمات کا دائرہ پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے۔ دوسری جانب وہ ایک کہنہ مشق مؤلف ہیں جنہوں نے تاحال درجنوں علمی واصلاحی کتابیں تحریر کی ہیں۔ انتظامی مصروفیات کے ساتھ وہ علمی کاموں کے لئے بھی خوب وقت نکالتے ہیں۔ہمیں امید ہے کہ جس طرح ان کے ادارے صفا بیت المال نے پورے ملک میں قبولیت حاصل کرلی ہے اسی طرح ان کا یہ تفسیری مجموعہ بھی قبولِ عام حاصل کرے گا۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا محترم کے فیض کو عام وتمام فرمائے اور ان کی اس علمی کاوش کو ذخیرۂ آخرت بنائے۔آمین

سید احمد ومیض ندوی

استاذ دارالعلوم حیدرآباد

خلیفہ حضرت جی مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی صاحب دامت برکاتہم

عرضِ مؤلف

ا لحمدلله الذی نزل الفرقان و الصلوۃ و السلام علی رسوله محمد و آله وصحبه اجمعین .

میرے پیارے اللہ کا کتنا بڑا فضل مجھ پر ہے کہ اس نے مجھے اس کی اپنی آفاقی مقدس کتاب کی آیتوں کی تفسیر وتشریح لکھنے کی توفیق بخشی۔ قرآنِ مجید سے متعلق علمی کام کرتے ہوئے ایک خاص قسم کی لذت وفرحت کا جو احساس ہوتا ہے اس لذت وفرحت کو میرا یہ قلم لکھنے سے قاصر ہے۔ ۲۳ر فروری ۲۰۱۷ء کا دن تھا اور ان دنوں ماہِ قرآن یعنی ماہِ رمضان کے ابتدائی ایام تھے۔ میری چھوٹی بیٹی جو ایم ٹیک کر رہی ہے (اللہ تعالیٰ میری بیٹی کو دنیا اور آخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے' آمین) نے مجھ سے کہا کہ آپ یوٹیوب پر اپنا صفحہ تیار کر سکتے ہیں اور اپنے دینی پیغامات کا سلسلہ جاری رکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ میں نے اسی دن سے یوٹیوب پیج پر درسِ قرآن کا آغاز کیا جو الحمدللہ آج تک جاری ہے اور تقریباً دو سال کے عرصے میں تادمِ تحریر سات سو(۷۰۰) درس مکمل ہو چکے ہیں۔ اس طرح ان دنوں سورۂ اعراف کی تفسیر چل رہی ہے۔ دو یا تین آیتوں پر مشتمل یومیہ درسِ قرآن کی واٹس ایپ کے ذریعے ترسیل کا سلسلہ شروع ہوا۔ عام فہم اور مختصر ہونے کی وجہ سے ہر طرف سے اس مفید سلسلہ کی پذیرائی ہوئی تو حوصلہ مزید بڑھا۔ الحمدللہ' روزانہ فجر کی نماز سے قبل ہی یومیہ درس قرآن ترسیل کیا جارہا ہے۔ احقر کو اس بہانے یہ شرف وسعادت حاصل ہو جاتی ہے کہ روزانہ قبل فجر ہی رب ذوالجلال کی مقدس کتاب کی آیات کو لوگوں تک پہنچانے کا کام ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ کی افادیت کو محسوس کرتے ہوئے ذہن میں یہ بات آئی کہ جو پیغام روزانہ ویڈیو کلپ کی شکل میں بھیجا جارہا ہے اس کو تحریری شکل دی جائے تاکہ یومیہ درسِ قرآن کی شکل میں لوگ اس سے استفادہ کریں۔ چنانچہ اس جانب توجہ دی گئی۔ الحمداللہ، عام فہم درسِ قرآن کے نام سے اس کی پہلی جلد جو سورۂ فاتحہ، سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران، سورۂ نساء پر مشتمل ہے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ درسِ قرآن کے نام سے ہو یا تفسیر کے نام سے متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں تاہم عام فہم درس قرآن کی ضرورت اس لئے محسوس کی گئی کہ آج کے دور میں اردو زبان پڑھنے والوں کی کمی بتدریج کم ہوتی جارہی ہے۔ مزید برآں فصیح وبلیغ اردو سمجھنے والے اب بہت کم رہ گئے ہیں۔ میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ عوام کی سطح کو ملحوظ رکھتے ہوئے عام فہم انداز اور سلیس زبان میں دینی باتیں بتلائی جائیں۔ احقر کی ایمانیات، عبادات، معاشرت، معاملات اور اخلاق پر مشتمل 100 سے زائد چھوٹی بڑی کتابیں منظر عام آ چکی ہیں جو ویب سائٹ **www.payaamerashadi.org** پر دستیاب ہیں۔ ان تمام

کتابوں کا نہج یہی رہا کہ ایک عام آدمی بھی جو اردو زبان سے تھوڑا بہت واقف ہو وہ ان کتابوں کو بہ آسانی پڑھ اور سمجھ سکتا ہے۔ الحمدللہ، ہمارے ملک بھارت اور بیرون ملک کے ہزاروں افراد احقر کی ان کتابوں سے استفادہ کر رہے ہیں۔ عام فہم درسِ قرآن ان شاءاللہ ۶ جلدوں میں مکمل ہوگی۔ درسِ قرآن کی تحریر کے دوران میری اللہ تعالیٰ سے بار بار یہی دعا رہی کہ اس عام فہم درسِ قرآن کی تالیف کی تکمیل کے اسباب اللہ تعالیٰ پیدا کرے۔ میری تمنا اور خواہش ہے کہ میری زندگی میں یہ کام مکمل ہو جائے۔ عام فہم درسِ قرآن کی یہ خصوصیات ہیں:

۱۔ ایک درس میں ایک آیت یا دو آیتیں یا تین آیتیں لی گئی ہیں۔

۲۔ سورۂ فاتحہ سے تسلسل کے ساتھ سورۂ ناس تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

۳۔ ہر آیت میں موجود تمام الفاظ کا لفظی ترجمہ بھی لکھا گیا ہے تاکہ استفادہ کرنے والے کو ہر لفظ کا ترجمہ بھی واضح طور پر معلوم ہو۔

۴۔ لفظی ترجمہ کے بعد ترجمہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۵۔ درس میں جتنی آیتیں لی گئی ہیں ان آیتوں میں کتنی باتیں بتلائی گئی ہیں نمبر وار ان باتوں کو واضح انداز میں تحریر کیا گیا ہے تاکہ استفادہ کرنے والے کو احکامِ الٰہی واضح طور پر معلوم ہو جائیں۔

۶۔ آیتوں کی تشریح عام فہم انداز اور آسان زبان میں کی گئی ہے۔

۷۔ تفسیر و تشریح میں علمی دقائق اور پیچیدہ اختلافی اقوال سے گریز کیا گیا ہے۔ اس دور میں قاری کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ ان تمام اختلافی امور میں غور کرے۔

۸۔ جن آیتوں کی تشریح کی جارہی ہے ان آیات سے متعلقہ موضوع والی آیتیں جو قرآنِ مجید میں دوسری جگہ موجود ہیں عموماً ایک دو آیتوں کو ترجمہ اور حوالہ کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے تاکہ اس آیت کے سمجھنے میں قاری کو آسانی ہو اور مضمون بھی واضح ہو۔

۹۔ ہر درس کے آخر میں یا جہاں مناسب ہو درمیان ہی میں اس آیت سے ملنے والے سبق کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

۱۰۔ بعض ایسی آیتیں جن کا تعلق اقوام و احوال سے ہے وہاں ہمارے ملک بھارت کے مسلمانوں کو کچھ مفید اور اہم باتیں بتلادی گئی ہیں، مطالعہ کے دوران قاری کو اس کا علم و احساس ہوگا۔

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ جمال الرحمٰن مفتاحی صاحب سر پرست منبر و محراب فاؤنڈیشن انڈیا کا میں ممنون و مشکور ہوں کہ حضرت والا نے میری حقیر درخواست پر فوراً ہی تقریظی کلمات تحریر فرما کر حوصلہ بخشا۔ امیر شریعت کرناٹک حضرت مولانا صغیر احمد خان رشادی صاحب شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور

کا میں ممنون ومشکور ہوں کہ حضرت والا نے اپنی دیرینہ مصروفیات کے باوجود اپنے قلمِ مبارک سے تشجیعی کلمات تحریر فرما کر دل کو باغ باغ کر دیا۔ حضرت مولانا سید احمد ومیض ندوی صاحب خلیفہ حضرت پیر ذوالفقار نقشبندی صاحب کا بھی میں ممنون ہوں کہ مولانا نے احقر کی درخواست پر عام فہم درس قرآن پر مفید وموثر مقدمہ تحریر فرمایا۔ حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب ناظم جامعہ اشرف العلوم حیدرآباد کا بھی میں بیحد ممنون ہوں کہ مولانا نے اس تالیف پر حوصلہ افزاء کلمات سے نوازا۔ میرے دیرینہ دوست جو میرے لئے میرے بڑے بھائی کا درجہ رکھتے ہیں محترم ڈاکٹر امجد حسین صاحب ڈائرکٹر حسین اسلامک سنٹر حیدرآباد جن سے میرا تیس سال سے ربط و تعلق ہے اور میرے علمی کاموں میں جن کا ہمیشہ ہی ہمت افزائی کا سلسلہ رہا ہے، عام فہم درس قرآن کی اشاعت میں ان کا کافی تعاون رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے مخلصوں کی کوششوں کو ضائع نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ ان سے ہمیشہ دینِ اسلام کی سربلندی کا کام لیتا رہے۔ میں نے اس مقصد سے ''عام فہم درسِ قرآن'' تحریر کی ہے کہ مسلمان اپنے گھروں میں روزانہ ایک درسِ قرآن کی ترتیب پر اس کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھیں اور ائمہ کرام مساجد میں روزانہ بعد نمازِ فجر یا بعد نمازِ عصر ایک درسِ قرآن پڑھیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے دوران اگر کوئی غلطی اور خامی محسوس ہو تو ضرور مطلع فرمائیں۔ اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ اس میں کوئی خامی نہ رہے۔ مگر انسان غلطیوں اور نسیان کا پتلا ہے باوجود کوشش وخواہش کے غلطیوں اور خامیوں کا صدور ناممکن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مقبولیت اور نافعیت عطا فرمائے۔ آمین

خادمِ قرآن

غیاث احمد رشادی



سورۂ فاتحہ مَکِّیَّةٌ

یہ سورت ایک رکوع اور سات آیات پر مشتمل ہے۔

درس نمبر(۱)

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں

سورۃ الفاتحہ:۱۔۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ O اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِO مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلْحَمْدُ تمام تعریفیں لِلّٰهِ اللہ ہی کے لئے ہیں رَبِّ (جو) پروردگار ہے الْعَالَمِيْنَ سارے جہانوں کا O اَلرَّحْمٰنِ نہایت مہربان اَلرَّحِيْمِ بڑا رحم کرنے والا ہےO مَالِكِ مالک ہے يَوْمِ الدِّيْنِ روزِ جزا کا۔

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے خاص ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ بہت بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ روزِ جزا کا مالک ہے۔

تشریح: ان تین آیات میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ دونوں جہاں کے رب ہی کیلئے تمام تعریفیں ہیں۔

۲۔ جو رب ذوالجلال نہایت ہی مہربان اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

۳۔ وہ روزِ جزا کا مالک ہے۔

جتنی بھی تعریفیں روزِ اول سے لے کر آج تک ہوئی ہیں اور صبحِ قیامت تک جتنی بھی تعریفیں ہوں گی وہ ساری تعریفیں دراصل اس ذاتِ اقدس کیلئے ہیں جو صرف انسانوں اور جنات ہی کا نہیں بلکہ پورے عالموں کا پالنہار ہے۔ انس و جن، چرند و پرند، تمام حیوانات، جمادات و نباتات اور برّی و بحری ساری مخلوقات کا وہ پروردگار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں ایک صفت حمید بھی ہے جس کی تعریف کی گئی ہے جو خوبیوں والا اور تعریف کے قابل ذات ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۳۱ میں ہے وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيّاً حَمِيْداً اللہ تعالیٰ بے نیاز اور تعریف کیا گیا ہے۔ حضرت مقاتل بن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عالَم اَسّی ہزار ہیں، چالیس ہزار عالَم خشکی میں، چالیس ہزار سمندر میں۔ حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عالَموں کی تعداد اٹھارہ ہزار ہے۔ حضرت کعب الاحبار نے یوں فرمایا کہ عالَموں کی تعداد کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ ساری مخلوق کو زندہ کرنے والے بھی اللہ تعالیٰ ہیں اور زندہ رکھنے والے بھی اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۳۱ میں بھی اللہ تعالیٰ کے لئے رب العالمین کا جملہ استعمال ہوا ہے، قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔

اللہ تعالیٰ رحمان ہیں یعنی بہت بڑے مہربان ہیں اتنے بڑے مہربان کہ یہ لفظِ رحمان اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور

کیلئے استعمال کرنا درست نہیں۔سورۂ رحمٰن کا آغاز ہی اَلـرَّحْمَنُ O عَـلَّمَ الْقُرْآنَ سے کیا گیا جس سورت میں رب ذوالجلال کی بیسیوں نعمتوں کا تذکرہ ہے اس سورت کو اس کی عظیم صفت رحمٰن ہی سے شروع کیا گیا۔اللہ تعالیٰ رحیم بھی ہیں یعنی نہایت رحم والے ہیں۔رحیم کا لفظ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی ﷺ کیلئے بھی استعمال فرمایا بِـالْـمُـؤْمِـنِـيْـنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ کہ آپ ﷺ ایمان والوں کے ساتھ نرم دل اور نہایت رحم دل ہیں۔

تیسری بات یہ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی حکومت وسلطنت رہتی دنیا پر قائم ہے اسی طرح اس کی بادشاہت، سلطنت اور اس کا دبدبہ اس دن بھی رہے گا جس دن میزانِ عدل قائم ہوگی اور ہر شخص اپنے عمل کا نتیجہ اور انجام پائے گا۔ جس دن ہر اچھے عمل کی جزاء اور ہر برے عمل کی سزادی جائے گی۔سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۲۶ میں بھی رب ذوالجلال کے لئے مالک کا لفظ استعمال کیا گیا قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ کہہ دیجئے کہ اے تمام جہاں کے مالک۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس دن اپنی حفاظت میں رکھے اور کامیابی وکامرانی عطا فرمائے۔آمین

درس نمبر (۲) جو خالق و مالک ہے وہی معبود و مستعان بھی ہے سورۃ الفاتحہ:۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِيَّاكَ تیری ہی نَعْبُدُ ہم عبادت کرتے ہیں وَإِيَّاكَ اور تجھ ہی سے نَسْتَعِيْنُ مدد مانگتے ہیں

ترجمہ: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ہم سب تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

۲۔اور ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

ایک کمزور بندہ کی جانب سے ایک طاقتور پروردگار کی خدمتِ بابرکت میں یہ ایک جذباتی خطاب ہے کہ اے رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اور اے مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ہمارا قیام تیرے لئے، ہمارا رکوع تیرے لئے، ہمارا قومہ تیرے لئے، ہمارا سجدہ تیرے لئے، ہمارا قعدہ تیرے لئے ہے اور إِيَّاكَ کے ذریعہ صرف اور صرف ایک رب واحد کی عبادت کا اعلان ہو رہا ہے کہ یہ عبادت نہ سورج کی ہے نہ چاند کی، نہ زمین کی ہے نہ آسمان کی، نہ سیاروں کی ہے نہ ستاروں کی، نہ پتھر کی ہے نہ آگ کی بلکہ ہماری عبادت صرف اور صرف اس رب ذوالجلال کیلئے ہے جو معبود برحق ہے۔اگر دنیا کی ساری طاقتیں ہم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے ہٹا کر زمین یا سورج کی عبادت میں لگانا چاہیں تو ہمارے دل کے اندر چھپا ہوا ایمان یہ آواز دے گا کہ ہم مخلوق کی عبادت

کیلئے پیدانہیں کئے گئے، ہم تو بس اپنے خالقِ حقیقی کی عبادت کیلئے پیدا کئے گئے ہیں اور **إِيَّـاكَ نَـعْبُـدُ وَإِيَّـاكَ نَسْتَعِيْـنُ** کے اس جملہ میں بندہ نے یہ نہیں کہا ہے کہ میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں اور میں تجھ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں بلکہ ہم (جمع) کا صیغہ استعمال کیا گیا۔ اس تصور کے ساتھ کہ اے اللہ تیری عبادت میں اکیلا ہی نہیں کر رہا ہوں بلکہ ہم سب تیری عبادت کر رہے ہیں۔ اس جملہ میں وحدانیت کے ساتھ وحدتِ اسلامی بھی ہے کہ ہم سب اے اللہ آپ ہی کی عبادت پر متفق ہیں۔ عبادت کا لفظ صرف اور صرف ذاتِ الٰہی کے لئے مختص ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱ میں یوں کہا گیا **يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ** اے لوگو! تم اپنے رب ہی کی عبادت کرو۔

وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہم آپ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں، اس سے یہ سبق دے دیا گیا ہے کہ جس کی عبادت کی جارہی ہے مدد و نصرت بھی اسی سے طلب کرنا چاہئے اور ساری ہی مخلوق کا مددگار تسلیم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جو لوگ کسی اور سے مدد طلب کرتے ہیں وہ رب ذوالجلال کی اس سرزمین میں باغی کا درجہ رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے باغیوں کو ہرگز معاف نہیں کرے گا۔

درس نمبر (۳) | **اللہ تعالیٰ سے صراطِ مستقیم مانگیے** | سورۃ الفاتحہ: ۵۔۶۔۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِهْدِنَــــا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: **اِهْـدِنَـــا** ہم کو دکھلائیے **الصِّرَاطَ** راستہ **الْمُسْتَقِيْمَ** سیدھا ○ **صِرَاطَ الَّذِيْنَ** ان لوگوں کا راستہ **أَنْـعَـمْـتَ عَلَيْهِمْ** جن پر تیرا انعام ہوا **غَيْـرِ الْـمَـغْـضُوبِ عَلَيْهِمْ** ان کا راستہ نہیں جن پر غضب ہوا **وَلاَ الضَّالِّيْنَ** اور نہ ان لوگوں کا راستہ جو گمراہ ہیں۔

ترجمہ: دکھلا ہمیں سیدھا راستہ، ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا، ان کا راستہ نہیں جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔

تشریح: ان تین آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ آپ ہمیں سیدھا راستہ دکھلائیے

۲۔ ان لوگوں کا راستہ دکھلائیے جن پر آپ کا انعام ہوا

۳۔ ان لوگوں کا راستہ نہ دکھلائیے جن پر غضب ہوا اور جو گمراہ ہو گئے

بندہ نے اپنے رب سے اپنا تعلق جوڑتے ہوئے کہا کہ **إِيَّـاكَ نَـعْبُـدُ وَإِيَّـاكَ نَسْتَعِيْنُ** ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں، اللہ سے مانگنے کی بات جب آئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے

بندہ کی تربیت یوں کی کہ سب سے پہلے جو چیز اپنے رب سے مانگنی چاہئیے وہ صراطِ مستقیم (سیدھا راستہ) ہے اس لئے بندہ نے اللہ تعالیٰ سے یوں دعاء کی اِهْـدِنَـــا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ہمیں سیدھا راستہ دکھلا۔ایک رب کی عبادت کی تعلیم جس راستہ میں دی جاتی ہے وہی صراطِ مستقیم ہے۔سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۵۱ میں فرمایا گیا إِنَّ اللّٰـهَ رَبِّـىْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَـذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ، بیشک میرا اور تمہارا رب اللہ ہی ہے،تم اسی کی عبادت کرو،یہی سیدھی راہ ہے۔اب صراطِ مستقیم کا معیار کیا ہوگا؟اس کی وضاحت یوں کی گئی کہ صِـــرَاطَ الَّـذِيْـنَ أَنعَمتَ عَلَيْهِمْ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا، دنیا میں وہ کونسی جماعت ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا؟ مفسرین نے فرمایا وہ نبیوں کی جماعت ہے۔ہم جب بھی اللہ تعالیٰ سے صراطِ مستقیم کی بھیک مانگیں ہمارے تصور میں انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرتِ مبارکہ ہونی چاہئے۔حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی رحمت ﷺ تک جتنے بھی انبیاء ورسل تشریف لائے وہ سب کے سب صراطِ مستقیم پر قائم رہے۔

اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام سب سے پہلے نبیوں اور رسولوں پر ہوتا ہے۔سورۂ نساء کی آیت نمبر ۶۹ میں فرمایا گیا فَأُوْلَـئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ ۔ غور کریں کہ نعمتوں کی برسات پہلے نبیوں پر ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی وہ مبارک اور پُر امن راستہ عطا فرمادے۔ اسی کے ساتھ ان بدنصیب اور بد بخت افراد کا تصور بھی کیا جائے جو صراطِ مستقیم سے محروم رہے اس لئے غَيْرِ الـمَغضُوبِ عَـلَيْهِـمْ وَلاَ الـضَّـآلِّيْنَ کے ذریعہ وضاحت کی گئی کہ ہمیں ان لوگوں کا راستہ نہیں چاہئے جن پر اے اللہ! تیرا غضب نازل ہوا اور ان گمراہوں کا بھی راستہ نہیں چاہئے جو نبیوں کے طریقہ سے ہٹ گئے۔جو لوگ علم رکھنے کے باوجود محض شرارت سے مخالفت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر ہوتا ہے اور یہ صفت یہودیوں کی تھی جنہوں نے علم رکھنے کے باوجود عمل کو چھوڑ دیا اور نصاریٰ نے عمل کا ارادہ تو کیا مگر بے علمی کی وجہ سے عمل کیلئے غلط طریقہ اختیار کرلیا، نبیوں کی اتباع چھوڑ دی اور گمراہ ہوگئے۔

ہم نماز میں بار بار سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں اور ہر بار یہود ونصاریٰ کے راستے سے دور رہنے کی دعاء کرتے ہیں ۔مگر کیا واقعی ہماری یہ دعاء ہمارے دل سے نکل رہی ہے؟ یہ ایک سوالیہ نشان ہے جو ہماری زندگی کے طور طریقوں سے یہ سوال کرتا ہے کہ ہم اپنی عملی زندگی میں کہیں یہودی طریقہ کی طرف تو نہیں جارہے ہیں،کہیں نصاریٰ کو اپنا قبلہ تو تسلیم نہیں کررہے ہیں؟ ہمیں اپنی زندگی کا محاسبہ کرنا چاہئے اور اپنی شکل وصورت، اپنی رفتار وگفتار، اپنا لباس، اپنی تجارت و معاشرت اور اپنی معیشت کو نبوی طریقہ کے مطابق رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔سورۂ فاتحہ کا ہماری زندگی سے یہی مطالبہ ہے۔سورۂ فاتحہ کو ہر نماز کی ہر رکعت کا وظیفہ بنایا گیا تا کہ ہم ہر وقت اپنی زندگی کا محاسبہ کرتے رہیں کہ ہمارا شمار نیکوکاروں میں ہے یا بدکاروں میں؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین

سورۂ بقرہ مَدَنِیَّۃٌ

یہ سورت چالیس رکوع اور دوسو چھیاسی آیات پر مشتمل ہے۔

درس نمبر(۴) **قرآنِ مجید شک سے بالاتر کتاب ہے** سورۃ البقرۃ:۱۔۲(الف)

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمٓ ○ ذٰلِکَ الْکِتَابُ لاَ رَیْبَ فِیْهِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: الٓمٓ اللہ ہی اس کے مطلب کو جانتے ہیں ○ ذٰلِکَ الْکِتَابُ یہ وہ کتاب ہے کہ لاَ رَیْبَ فِیْهِ جس میں کوئی شک نہیں ہے۔

ترجمہ: الم○ یہ کتاب کہ کوئی شبہ اس میں نہیں۔

تشریح: پہلی آیت میں صرف حروفِ مقطعات الٓـــمٓ ہیں جس کا مطلب اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اور دوسری آیت کے پہلے حصہ میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ قرآنِ مجید شک وشبہ سے بالاتر کتاب ہے۔

قرآنِ مجید روزِ روشن کی طرح ایک واضح کتاب ہے جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں اگر کوئی اس کتاب کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اس میں قرآنِ مجید کا کوئی قصور نہیں بلکہ اس شخص کا قصور ہے جو اس کتاب کو شک کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔ اگر کوئی شخص دن کے اجالے میں نیلے آسمان کے نیچے کھڑے ہوکر یہ دعویٰ کرنے لگ جائے کہ یہ رات ہے دن نہیں تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے؟ قصور تو اس کا ہے جس کی آنکھ کھلی رہنے کے باوجود بند ہے یا جو یرقان کی بیماری سے متاثر ہے کہ اس کو ہر چیز زرد نظر آئے گی، اس کو سفید بھی زرد نظر آئے گا۔ کوئی صحتمند آدمی جس طرح سفید کپڑے کو زرد نہیں کہہ سکتا اسی طرح کوئی عقلمند قرآنِ مجید کو مشکوک نگاہوں سے دیکھ نہیں سکتا۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ کتاب آفاقی وآسمانی کتاب ہے جو لوحِ محفوظ میں محفوظ ہے جس کو رب ذوالجلال نے محمد عربی ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ قرآنِ مجید کا وحی اِلٰہی ہونا برحق ہے۔ عرب کے فصیح وبلیغ ادیبوں اور شاعروں سے چیلنج کیا گیا کہ وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُواْ بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ اگر تم کو اس بات پر شک ہو جس کو ہم نے اپنے بندہ پر نازل کیا ہے تو تم صرف قرآنِ مجید جیسی ایک سورت لے کر آؤ۔ سارے عرب کے شاعر وادیب عاجز آگئے۔ آج تک یہ چیلنج برقرار ہے اور قیامت تک برقرار رہے گا۔ یہ قرآنِ مجید تیئیس (۲۳) سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوتا رہا۔ ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد مکی اور مدنی دور میں یہ قرآنِ مجید نازل ہوا جو تیس پاروں اور ایک سو چودہ سورتوں پر مشتمل ہے جس کا ہر مضمون برحق اور اس کا ہر لفظ سچائی پر مبنی ہے۔ قرآنِ مجید خود ایک عالَم ہے اس عالَمِ قدس کے اندر نہ کسی شک کا گزر ہوسکتا ہے اور نہ ہی تردد کا۔ قرآنِ مجید کی ساری باتیں صاف، سچی اور کھری، بے شبہ اور بے غبار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کتابِ اِلٰہی پر ایمان رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق بخشے اور ہمارا خاتمہ اس حالت

میں ہو کہ اس کے برحق ہونے کا دل میں یقین ہو۔اس کی آیات ہماری زبان پر ہوں،اس کا پیغام ہمارے ذہنوں میں پیوست ہو اور یہ قرآن میدانِ محشر میں ہمارا شفاعتی وحمایتی ہو۔آمین

درس نمبر(۵) — سورۃ البقرۃ:۲(ب)

قرآنِ مجید مثالی ہدایت نامہ ہے

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيْمِ

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: هُدًى ہدایت کا ذریعہ ہے لِّلْمُتَّقِيْنَ متقیوں کیلئے۔

ترجمہ: ہدایت ہے ڈرنے والوں کیلئے۔

تشریح: یہ سورۂ بقرہ کی دوسری آیت کا دوسرا حصہ ہے جس میں ایک ہی بات بتائی گئی ہے کہ یہ قرآنِ مجید متقیوں کیلئے ہدایت ہے۔قرآنِ مجید دنیا کی دیگر تمام کتابوں سے ایک الگ تھلگ کتاب ہے۔ یہ تاریخ کا دفتر بھی نہیں،واقعات کی کتاب بھی نہیں،طبی وریاضی کا انسائیکلوپیڈیا بھی نہیں،جغرافیائی منظرنامہ بھی نہیں اور سلسلہ وار مضامین کا مجموعہ بھی نہیں، بلکہ قرآنِ مجید ایک مثالی کتابِ ہدایت ہے۔دستورِ حیات ہے۔کامل ومکمل نقشۂ زندگی ہے۔اس کتابِ ہدایت سے صرف وہی لوگ فائدہ اٹھاسکیں گے جن کے دل میں خوفِ الٰہی موجود ہو۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۹۷ میں بھی قرآنِ مجید کو ہدایت نامہ قرار دیا گیا ہے هُدًى وَبُشْرَى لِلْمُؤْمِنِيْنَ کہ یہ قرآن ایمان والوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری دینے والا ہے۔اگرچہ کہ یہ کتاب ساری دنیا کیلئے نازل کی گئی ہے جیسا کہ قرآنِ مجید ہی میں دوسری جگہ هُدًى لِّلنَّاسِ (البقرۃ:۱۸۵) کے ذریعہ وضاحت کی گئی ہے۔مگر فائدہ تو انہی کو ہوگا جن کے دل میں تقویٰ کی کیفیت ہوگی۔اسی لئے یہاں هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ کہا گیا کہ وہ متقیوں کیلئے ہدایت ہے۔قرآنِ مجید سرتاپا ہدایت ہی ہدایت ہے۔اس سے جو جتنا قریب ہوگا وہ اسی قدر راہِ ہدایت پر رہے گا۔قرآنِ مجید اس کے ماننے والوں،اس پر عمل کرنے والوں اور اس میں غور وفکر کرنے والوں کو ہدایت کی وہ سیڑھیاں عطا کرے گا جس کے ذریعہ رب ذوالجلال کی خوشنودی حاصل ہوگی اور جس کو ہدایت مل جائے اس کی مغفرت کا سامان نصیب ہوجائے گا۔تقویٰ کے معنی ڈرنے کے ہیں۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا تقویٰ کس کو کہتے ہیں؟ پوچھا کہ کانٹے دار جھاڑیوں میں کس طرح چلا کرتے ہو؟ فرمایا کہ دامن سمیٹ کر کپڑے بچا کر،حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا بس یہی تقویٰ کی صورت ہے اور جس طرح ہدایت کے مراتب مختلف ہیں اسی طرح تقویٰ کے درجات بھی مختلف ہیں۔ جو لوگ دل کی گہرائیوں سے یہ ارادہ رکھتے ہوں کہ وہ قرآنِ مجید سے ہدایت حاصل کریں گے،انہیں سب سے پہلے تقویٰ کے دروازے میں داخل ہوجانا چاہئے،جس دن اللہ کا بندہ اللہ کی نگاہ میں متقی کہلائے گا اس دن وہ ہدایت کی شاہراہ پالے گا۔

درس نمبر(۶)

متقی وہ ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں

سورۃ البقرۃ:۳(الف)

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جو يُؤْمِنُونَ ایمان رکھتے ہیں بِالْغَيْبِ غیب پر

ترجمہ: جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔

تشریح: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۳ میں اللہ تعالیٰ نے متقیوں کے تین اوصاف بیان کئے ہیں۔غیب پر ایمان رکھنا، نماز کا قائم کرنا، راہِ خدا میں مال خرچ کرنا۔آج ایمان بالغیب کے بارے میں چند اہم ترین باتیں پیش کی جارہی ہیں۔جس کو ایمان نصیب ہوجاتا ہے اس کے دل کو اطمینان اور روح کو تسلی نصیب ہوجاتی ہے۔ایک مومن کیلئے سب سے بڑا سہارا اور آسرا اس کا وہ مضبوط ایمان ہے جو وہ اپنے حقیقی رب پر اور اس کے رسولوں، کتابوں، فرشتوں اور آخرت وغیرہ پر رکھتا ہے۔زندگی کی مشکل ترین گھڑیوں میں اور سخت سے سخت حالات میں ایک مومن کیلئے سب سے مضبوط سہارا اس کا ایمان ہوتا ہے۔شک، تردد اور تذبذب سے بالاتر ہوکر وہ اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔ایمان بالغیب کا تعلق محسوسات اور معقولات سے ماوراء ہوتا ہے جس کے بارے میں صرف نبی کے ذریعہ ہی خبریں معلوم ہوسکتی ہیں۔نظر سے چھپی ہوئی اور مشاہدہ اور تجربہ سے باہر کی وہ ساری باتیں جو نبیوں کے ذریعہ ہم تک پہنچتی ہیں ان پر ہمارا جو کامل یقین ہوتا ہے وہی ایمان بالغیب ہے۔انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعہ حشر ونشر کے احوال، حوروں اور فرشتوں کے حالات، قیامت، جنت ودوزخ، پل صراط اور میزان وغیرہ سے متعلق ساری معلومات جو ہم تک پہنچی ہیں ان سب کا تعلق ایمان بالغیب سے ہے۔جن باتوں کا ثبوت قرآنِ مجید اور رسولِ رحمت ﷺ کے ذریعہ ہوجائے ان ساری چیزوں کو پوری طرح مان لینا ایمان بالغیب ہے۔ایمان کے میدان میں اپنی سمجھ، اپنی فکر اور اپنی عقل کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے اقوال کے تابع رکھنا چاہئے۔اسی وقت آدمی مومن کہلاتا ہے۔

درس نمبر(۷)

متقی وہ ہیں جو نماز قائم رکھتے ہیں

سورۃ البقرۃ:۳(ب)

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيْمِ

وَيُقِيْمُونَ الصَّلاةَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَ اور يُقِيْمُونَ قائم کرتے ہیں الصَّلاةَ نماز کو۔

ترجمہ: اور نماز کو قائم رکھتے ہیں۔

تشریح: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۳ میں اللہ تعالیٰ نے متقیوں کے جن تین اوصاف کا ذکر کیا ہے ان میں ایک نماز کا

قائم رکھنا بھی ہے۔اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہ لوگ مومن کہلاتے ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہوں اور نماز قائم رکھتے ہوں اور اللہ کی راہ میں اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ بھی کرتے ہوں۔آج ہم متقیوں کے دوسرے وصف اقـــامـــتِ صلوٰۃ پر چند اہم ترین باتیں بیان کرتے ہیں۔

یُـقِیـمُوْنَ یعنی قائم رکھتے ہیں۔یہ اقامت سے یُـقِیـمُوْنَ ہے اور اقامت کے معنی کسی چیز کو کھڑے کرنے یا اس طرح سیدھے کرنے کے ہیں کہ اس میں کوئی ٹیڑھا پن باقی نہ رہے۔اس طرح یُـقِیـمُوْنَ الـصَّلٰوۃ کا مطلب یہ ہوا کہ جو متقی ہوتے ہیں وہ نماز کو اس کے آداب وشرائط کے ساتھ سنتوں اور مستحبات کی رعایت کرتے ہوئے پورے خشوع وخضوع کے ساتھ اوقات نماز کی رعایت رکھتے ہوئے ادا کرتے ہیں۔اگر صرف یوں ہی نماز پڑھنا مطلوب ہوتا تو اللہ تعالیٰ یَقْرَؤُنَ الصَّلٰوۃ یا یُـصَلُّوْنَ الصَّلٰوۃَ فرماتے لیکن یُقِیمُوْنَ کا لفظ استعمال فرما کر اس جانب توجہ دلائی گئی کہ نماز کو پورے اہتمام کے ساتھ اور پابندی کے ساتھ ادا کرنی چاہئے۔نماز کو قائم کرنے کا حکم قرآنِ مجید میں بیسیوں مرتبہ دیا گیا ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۳ میں یوں ہے وَاَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃ اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۳ اور ۱۱۵ میں اسی طرح کا حکم ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۷ میں نماز کے قائم کرنے کو اصل نیکی قرار دیا گیا ہے وَاَقَـــامَ الـصَّلٰوۃَ وَ اٰتَی الزَّکٰوۃ ۔قرآنِ مجید میں دوسری جگہوں پر نماز کے سلسلہ میں جو ہدایات دی گئی ہیں وہ یہ کہ نماز کے وقت اللہ کی یاد تازہ رہے۔اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ :۱۴) اور نماز میں یکسوئی اور خشوع وخضوع بھی مطلوب ہے جیسا کہ فرمایا اَلَّـذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ (المؤمنون:۲) اور نمازوں کی پابندی بھی مطلوب ہے اَلَّـذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ دَائِمُوْنَ (المعارج:۲۳) نماز اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے جو اللہ کی مرضی کے مطابق ہونی چاہئے۔ہم اگر اپنی مرضی سے نماز پڑھیں اور فجر کی نماز پڑھیں ظہر کی نماز چھوڑ دیں یا عصر کی نماز پڑھیں اور مغرب کی نماز چھوڑ دیں تو یہ ہماری اپنی مرضی والی نماز ہے اور رب کی مرضی والی نماز یہ کہ دن اور رات کی پانچوں نمازوں کا اہتمام کیا جائے۔نماز میں جس طرح جسم شامل رہتا ہے اسی طرح دل ودماغ بھی شامل اور حاضر رہنا چاہئے اور جو کچھ کہ قیام، رکوع، قومہ، سجدہ اور قعدہ میں پڑھا جارہا ہے اس کے معانی پر غور کرنا چاہئے تا کہ خشوع وخضوع میں مدد مل سکے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اقامت الصلوٰۃ سے مراد نماز کے فرائض بجالانا، رکوع، سجدہ، تلاوت میں خشوع اور توجہ کو قائم رکھنا ہے۔حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وقتوں کا خیال رکھنا اور اچھی طرح وضو کرنا اور اچھی طرح رکوع اور سجدہ کرنا مراد ہے۔(ابنِ کثیر)

درس نمبر (۸) — **متقی وہ ہیں جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں** — سورۃ البقرۃ:۳(ج)

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيمِ

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُون

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمِمَّا اور جو کچھ رَزَقْنَاهُمْ ہم نے ان کو دیا ہے يُنفِقُون خرچ کرتے ہیں۔

ترجمہ: اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔

تشریح: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۳ میں متقیوں کے جن تین اوصاف کا ذکر کیا گیا ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مال و دولت عطا کی ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں وہ خرچ کیا جائے۔ متقی جہاں اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتا ہے، نماز کو قائم رکھتا ہے وہیں وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ بھی کرتا ہے۔ متقی کیلئے صرف ایمان اور نماز کافی نہیں ہے بلکہ متقی جہاں ایمان اور نماز کے ذریعہ اللہ کو راضی کرتا ہے وہیں اللہ کی مخلوق پر خرچ کرتے ہوئے بھی اللہ کو راضی کرتا ہے۔ قرآنِ مجید میں عموماً جہاں جہاں نماز کو قائم رکھنے کا حکم دیا گیا وہیں زکوٰۃ ادا کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ وَمِـمَّـا رَزَقْـنَاهُمْ يُنفِقُون میں ساری مالی عبادتیں داخل ہیں چاہے وہ زکوٰۃ ہو یا صدقہ وخیرات ہو۔

اللہ کی راہ میں جو مال خرچ کیا جاتا ہے وہ دراصل اللہ تعالیٰ ہی کا دیا ہوا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمِـمَّا رَزَقْـنَـاهُـمْ يُـنـفِقُون اور ہم نے جو دے رکھا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۲۵۴ میں ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے یہ کہا گیا کہ ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو يَـا أَيُّهَـا الَّـذِيـنَ آمَـنُـوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم ۔ سورۂ منافقون میں یوں کہا گیا وَاَنـفِـقُـوْا مِنْ مَّا رَزَقْنَا كُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَـدَكُمُ الْمَوْتُ تم خرچ کرو جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس سے پہلے پہلے کہ تم کو موت آ جائے۔ اگر خرچ کرنے والا اس تصور سے اللہ کی راہ میں خرچ کرے کہ یہ میرے رب ہی کا مال ہے، اسی کا دیا ہوا ہے تو غرور و گھمنڈ جیسے بدترین گناہ سے وہ بچ سکتا ہے۔ یہاں ایک بات یہ بھی یاد رکھیں کہ خرچ کرنے سے مراد صرف مال و دولت ہی نہیں ہے، اس لئے کہ رزق کا معنی صرف مال و دولت اور کھانے پینے کی اشیاء ہی نہیں بلکہ اس رزق کے دائرہ میں علم و حکمت بھی ہے، فہم سلیم بھی ہے۔ اس طرح اگر کوئی عالم اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کو لوگوں میں پھیلاتا ہے تو وہ بھی اس فہرست میں داخل و شامل ہے جو متقی ہوتے ہیں وہ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جو لوگ اللہ کے دین کی مخالفت اور دیگر گناہوں میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور بیجا اسراف کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہوں میں متقی نہیں بلکہ فاسق ہیں۔ حضرت ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ وَمِـمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُون سے مراد اپنے بال بچوں کو کھلانا ہے۔ (ابنِ کثیر)

عموماً لوگ غریبوں اور یتیموں پر خرچ کرنے اور انہیں کھلانے کو باعثِ اجر وثواب سمجھتے ہیں اور اپنے بال بچوں کو کھلانا نیکی نہیں سمجھتے جبکہ آدمی کے متقی ہونے میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ اپنے بال بچوں پر اپنا مال خرچ کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

درس نمبر(۹) سورۃ البقرۃ:۴(الف)

متقی وہ ہیں جو تمام انبیاء علیہم السلام پر اتری ہوئی باتوں کی تصدیق کرتے ہیں

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو يُؤْمِنُوْنَ ایمان لاتے ہیں بِمَا اس چیز پر جو أُنْزِلَ نازل کی گئی إِلَيْكَ آپ کی طرف وَمَا اور اس چیز پر جو أُنْزِلَ نازل کی گئی مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے۔

ترجمہ: اور جو کتاب اے پیغمبر تم پر نازل ہوئی اور جو کتابیں تم سے پہلے پیغمبروں پر نازل ہوئیں سب پر ایمان لاتے ہیں۔

تشریح: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴ میں متقیوں کی چوتھی علامت یہ بیان کی گئی کہ وہ نبی رحمت ﷺ پر اور آپ ﷺ سے پہلے نبیوں پر اتری ہوئی آسمانی ہدایات پر ایمان رکھتے ہیں یعنی ان آیاتِ الٰہی کی تصدیق کرتے ہیں اور اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ یہ برحق باتیں ہیں جو آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اور آپ ﷺ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل کی گئی ہیں۔ قرآنِ مجید کی تعلیمات کا تقاضا یہ ہے کہ قرآنِ مجید پر بھی ایمان لایا جائے اور ان کتابوں پر بھی ایمان لایا جائے جو اس سے پہلے نازل ہوئیں، تورات، زبور، انجیل اور دیگر صحیفے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۶۲ میں ایسے لوگوں کی تعریف کی گئی جو قرآنِ مجید اور اس سے پہلے نازل شدہ کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں **لٰكِنِ الرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ** لیکن ان میں سے جو کامل اور مضبوط علم والے ہیں اور ایمان والے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف اتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا۔

اس آیت سے اسلام کی وسعتِ ظرفی معلوم و محسوس کی جاسکتی ہے کہ دو اور دو چار کی طرح یہ بات واضح کر دی گئی ہیکہ مومن و مسلمان کیلئے صرف آخری نبی پر اتری ہوئی باتوں کی تصدیق ہی کافی نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ پر اتری ہوئی تمام باتوں کی تصدیق جہاں لازمی ہے وہیں آپ ﷺ سے پہلے جتنے انبیاء و رسل مبعوث کئے گئے اور ان پر آسمانی ہدایات نازل کی گئیں۔ ان ہدایات کی تصدیق بھی لازمی ہے، اسی لئے **بِمَآ أُنْزِلَ اِلَيْكَ** کے ساتھ **وَمَآ أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ** کا اضافہ کر دیا گیا۔ یہ امتِ محمدیہ کے دین کی وسعتِ ظرفی ہے۔ یہ خصوصیت یہود و نصاریٰ میں نہیں پائی جاتی۔ ان کا حال یہ ہیکہ وہ اپنے نبی کی باتوں پر بھی پوری طرح یقین و اعتقاد نہیں رکھتے۔ قرآنِ مجید جو آخری امت کی آخری آفاقی کتاب ہے اس کے احکام پر عمل کیا جائے گا اور اب ان آسمانی کتابوں پر جو قرآنِ مجید سے پہلے نازل ہوئیں ان پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضور ﷺ پر نازل شدہ شریعت پر تفصیلی ایمان ضروری ہے جبکہ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں پر اجمالی ایمان کافی ہے۔ اس آیت سے ایک اہم استدلال یہ کیا گیا ہے

کہ وَمَآ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ سے ختم نبوت کا ثبوت بھی ملتا ہے۔اس لئے کہ اگر حضور ﷺ کے بعد بھی نبوت کا سلسلہ رہتا تو اللہ تعالیٰ وَمَآ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ کے ساتھ مِنۡ بَعۡدِکَ کا ذکر بھی فرماتے مگر قرآنِ مجید میں متعدد جگہوں پر صرف مِنۡ قَبۡلِکَ ہی فرمایا گیا، مِنۡ بَعۡدِکَ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔اس لئے کہ آپ ﷺ آخری پیغمبر ہیں۔آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی رسول اور نہ ہی کوئی کتاب۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقیدۂ ختم نبوت پر قائم رکھے۔آمین

درس نمبر(۱۰) — سورۃ البقرۃ:۴(ب)

متقی وہ ہیں جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَبِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَبِالۡاٰخِرَةِ اور آخرت پر هُمۡ وہ سب يُوۡقِنُوۡنَ یقین رکھتے ہیں۔

ترجمہ: اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔

تشریح: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴ میں متقیوں کی پانچویں علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ جو متقی ہوتے ہیں وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

یہاں اس نکتہ پر بھی غور فرمایئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل شدہ باتوں کیلئے ایمان کا لفظ استعمال کیا گیا اور آخرت کیلئے ایقان کا لفظ استعمال کیا گیا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان اور ایقان میں تھوڑا سا فرق ہے۔ایمان کے معنی تصدیق کرنے اور مان لینے کے ہیں جس کی ضد کفر اور انکار ہے اور ایقان کے معنیٰ یقین کرنے کے ہیں جس کی ضد شک اور گمان ہے۔قیامت کے دن رب ذوالجلال کی ملاقات کیلئے سورۂ رعد کی آیت نمبر ۲ میں یقین کا لفظ استعمال کیا گیا لَعَلَّكُمۡ بِلِقَاءِ رَبِّكُمۡ تُوۡقِنُوۡنَ ۔سورۂ نمل کی آیت نمبر ۳ میں بھی آخرت کیلئے یقین کا لفظ استعمال کیا گیا وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَ اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

آدمی جس چیز پر یقین رکھتا ہے یہ ضروری نہیں کہ اس پر ایمان بھی رکھے، جیسا کہ فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کا یقین تھا لیکن وہ ان پر ایمان نہیں لایا۔اسی طرح کسی چیز پر ایمان رکھنے کیلئے اس پر یقین کرنا بھی شرط نہیں، ہوسکتا ہے کہ اس کا ایمان غالب گمان پر مبنی ہو۔ہوسکتا ہے کہ گمان کی منزل سے نکل کر یقین کی منزل تک پہنچ جائے۔اس طرح ایمان کی تکمیل ہو جائے۔اللہ تعالیٰ نے یہاں پہلے ایمان کا ذکر کیا ہے پھر ایقان کا ذکر کیا ہے تاکہ یہ بات ظاہر کردی جائے کہ جو شخص ان چیزوں پر پہلے ایمان رکھتا ہے وہی شخص آخرت پر یقین بھی رکھتا ہے۔قرآنِ مجید کی یہ آیت ہم سے مطالبہ کرتی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ساری ہی باتوں پر ایمان رکھیں۔اور آخرت کا یقین دل میں پیدا کریں۔عقیدۂ آخرت کی اہمیت اسلام میں بنیاد کی سی ہے، اسی آخرت کے عقیدہ کی بنیاد پر نیکیوں کے حصول کی تمنا اور جنت میں داخل ہونے کی آرزو دلوں میں بسی ہوئی ہوتی ہے۔

اسلامی عقائد میں عقیدۂ آخرت ایک انقلابی عقیدہ ہے جس سے زندگیوں میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔آخرت کا صرف جاننا کافی نہیں بلکہ آخرت کو ماننا اوراس پر پختہ یقین کرنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کوآخرت پریقین رکھنے کی توفیق بخشے۔آمین

درس نمبر(۱۱) ## راہِ ہدایت پرکون ہیں اور کامیاب کون؟ سورۃ البقرۃ:۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أُوْلٰئِکَ عَلَى هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُوْلٰئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أُوْلٰئِکَ یہی وہ لوگ ہیں جو عَلَى هُدًى ہدایت پر ہیں مِّن رَّبِّهِمْ اپنے رب کی طرف سے وَأُوْلٰئِکَ اور یہی وہ ہیں هُمُ الْمُفْلِحُونَ جو کہ کامیاب ہیں۔

ترجمہ: یہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی نجات پانے والے ہیں۔

تشریح: سورۂ بقرہ کی پانچویں آیت میں متقیوں کا حسنِ انجام بتلایا گیا ہے۔ جولوگ تقویٰ کی صفت رکھتے ہیں ان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ نگاہوں سے چھپی ہوئی حقیقتوں کومحض اس بنیاد پرتسلیم کرلیتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی حقیقتیں ہیں۔ وہ جنت ودوزخ پر بھی ایمان رکھتے ہیں، حشر ونشر پر بھی، پل صراط اور میزانِ عدل پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور بعث بعدالموت پر بھی، حساب وکتاب پر بھی یقین رکھتے ہیں اور شفاعت پر بھی۔ یہ متقی ایسے ہیں کہ صرف زبانی جمع خرچ کے متقی نہیں بلکہ ایمان کے تقاضہ کے مطابق بدنی عبادت کے طور پر نماز کو قائم رکھتے ہیں، فرائض، واجبات، سنتوں اور نوافل کا اہتمام کرتے ہیں، مالی عبادت کے طور پر زکوۃ، صدقات واجبہ و نافلہ بھی ادا کرتے ہیں اور جو باتیں قرآن مجید میں ہیں اور انبیاء سابقہ علیہم السلام پر نازل ہوئیں ان پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور آخرت کا یقین بھی رکھتے ہیں۔ یہی وہ سعادت مند متقی ہیں جن کو ان کے رب ذوالجلال کی طرف سے ہدایت کا تحفہ ملا ہے اور یہ سند انہیں دی گئی ہے کہ یہ راہِ ہدایت پر ہیں اور یہ اعلان بھی ان کے حق میں کردیا گیا ہے کہ یہ کامیاب اور نجات یافتہ خوش نصیب ہیں۔ ایک مرتبہ رسولِ رحمت ﷺ سے سوال ہوا کہ اے اللہ کے رسول! قرآنِ پاک کی بعض آیتیں تو ہمیں ڈھارس باندھ دیتی ہیں اور امید قائم کرادیتی ہیں اور بعض آیتیں کمر توڑ دیتی ہیں اور قریب ہوتا ہے کہ ہم ناامید ہوجائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، کیا میں تمہیں جنتی اور جہنمی کی پہچان صاف صاف بتلادوں؟ پھر آپ ﷺ نے الٓمّٓ سے مُفْلِحُوْنَ تک پڑھ کر فرمایا یہ تو جنتی ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم نے خوش ہوکر فرمایا الحمدللہ، ہمیں امید ہے کہ ہم انہی میں سے ہوں، پھر اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے عَظِيْمٌ تک تلاوت کی اور فرمایا یہ جہنمی ہیں۔ انہوں نے کہا ہم ایسے نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں! (ابن ابی حاکم)

اس پُرفتن دور میں راہِ راست سے ہٹ جانے کے اسباب جراثیم کی طرح پھیل چکے ہیں۔ ایسی خطرناک صورتحال میں ہمیں ہمیشہ چوکنا رہنا چاہئے اور ہدایت کی راہ پر جمے رہنے کے لئے کتابِ ہدایت قرآنِ مجید سے چمٹے رہنا چاہئے تاکہ کامیابی سایہ کی طرح ہمارے ساتھ رہے۔ ہمارے ملک کے تشویشناک حالات اور کشیدہ صورتحال سے یہ خدشے پیدا ہوگئے ہیں کہ کہیں ایمان اور معیشت کے اعتبار سے کمزور لوگ ارتداد کا شکار نہ ہوجائیں۔ ایسی صورتحال میں اہلِ علم اور ذمہ دارانہ صلاحیتوں کے حامل افراد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے لوگوں میں ایمان کی مضبوطی کی تدابیر اختیار کریں اور ان میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کی فکر اور کوشش میں لگے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت کے ساتھ زندہ رکھے اور راہِ ہدایت پر رہتے ہوئے اس دنیا سے رختِ سفر باندھنے کی توفیق بخشے۔ دنیا جہاں کے مسلمانوں کے دین و ایمان اور ان کے جان و مال کی حفاظت فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۱۲) سورۃ البقرۃ۔ آیت نمبر: ۶۔۷

حق شناسی کی صلاحیت کھوبیٹھے کافروں کے دلوں پر مہر لگادی گئی ہے

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الَّـذِيْـنَ كَفَرُواْ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لاَ يُؤْمِنُونَ ○ خَتَـمَ اللّٰهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عظِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ الَّذِيْنَ بیشک وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُواْ کفر کیا سَوَاءٌ برابر ہے عَلَيْهِمْ ان پر أَأَنْذَرْتَهُمْ آیا آپ انہیں ڈرائیں أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ یا انہیں نہ ڈرائیں لاَ يُؤْمِنُونَ وہ ایمان نہیں لائیں گے ○ خَتَمَ اللّٰهُ اللہ نے مہر لگادی ہے عَلَى قُلُوبِهِمْ ان کے دلوں پر وَعَلَى سَمْعِهِمْ اور ان کے کانوں پر وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ اور ان کی آنکھوں کے اوپر غِشَاوَةٌ پردہ ہے وَلَهُمْ اور ان کے لئے عَذَابٌ عظِيْمٌ بہت بڑا عذاب ہے۔

ترجمہ: بیشک جو لوگ کفر اختیار کئے ہوئے ہیں ان کے حق میں یکساں ہے خواہ آپ انہیں ڈرائیں یا آپ انہیں نہ ڈرائیں وہ ایمان نہ لائیں گے ○ مہر لگادی ہے اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے بڑا ہی عذاب ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ پیغمبر! کافروں کے حق میں برابر ہے آپ کا ڈرانا اور نہ ڈرانا، وہ تو ایمان نہیں لائیں گے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے۔

۳۔ اور ان کے کانوں اور آنکھوں پر پردہ ہے۔

۴۔ اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے۔

ایسے بدقسمت لوگ جوخالق کائنات کی نعمتوں کے دائرہ میں زندگی بسر کرتے ہیں اس کی نعمتوں کا استعمال کرتے ہیں مگراس کی معرفت سے محروم رہتے ہیں، جوسب کچھ کرنے پر قادر ہے اس کی عبادت کو چھوڑ کر، جو کچھ بھی نہیں کر سکتے ان کی پوجا میں مصروف ہیں۔ کاش! یہ رب ذوالجلال کی دی ہوئی صلاحیت کا استعمال کرتے اور باطل پر جمے رہنے کے بجائے حق کی تلاش میں مصروف ہوجاتے۔ یہ ہمارے رب رحمٰن ورحیم کا ہم پر احسان ہے کہ اس نے ہم کو ایمان کی دولت عطا فرمائی اور کفر کی گندگی سے بچالیا اور اپنی عبادت کی توفیق بخشی اور ہمارے قلوب کو ایمان سے بھر دیا۔ کس قدر بربادی وتباہی ہوتی اگر ہم اس آیت کے مصداق ہوتے جس میں یہ حقیقت بیان کی گئی کہ ان کافروں کے دلوں پر اور ان کی سماعت پر مہر لگادی گئی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کے حق میں یہ فیصلہ بھی سنادیا گیا کہ وقت کا نبی بھی اگر ان کو عذاب الٰہی سے ڈرائے تو یہ ٹس سے مس ہونے والے نہیں ہیں۔ اب ایمان ان کے قریب نہیں آئے گا۔ یہ دورِ رسالت کے وہ کافر تھے جو نبی رحمت ﷺ کی نبوت کے بارے میں سب کچھ جانتے تھے لیکن مانتے نہیں تھے۔ معلوم یہ ہوا کہ صرف جاننا کمال نہیں، اصل تو ماننا کمال ہے۔ جس دل پر اللہ تعالیٰ مہر لگادیں اور جن کانوں اور آنکھوں پر قادر مطلق پردہ ڈال دیں اس کی اس مہر کو کون کھول سکتا ہے اور اس پردہ کو کون ہٹا سکتا ہے؟ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۴۶ میں یہی حقیقت بیان کی گئی کہ **قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلَى قُلُوبِكُم مَّنْ إِلَـهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَأْتِيكُم بِهِ** ۔ آپ کہئے کہ یہ بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری سماعت اور بصارت لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگادے تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون معبود ہے کہ یہ تم کو پھر دے دے؟

درس نمبر (۱۳)

منافق مومن نہیں ہوسکتا

سورۃ البقرۃ: ۸۔۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِيْنَ ○ يُخَادِعُونَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُم وَمَا يَشْعُرُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمِنَ النَّاسِ اور بعض لوگ وہ ہیں مَنْ يَّقُولُ جو کہتے ہیں آمَنَّا ہم ایمان لائے بِاللّٰهِ اللہ پر وَبِالْيَوْمِ الآخِرِ اور یوم آخرت پر وَمَا هُم حالانکہ وہ نہیں ہیں بِمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے ○ يُخَادِعُونَ اللّٰهَ وہ اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں وَالَّذِيْنَ آمَنُوا اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے وَمَا يَخْدَعُونَ اور وہ دھوکہ نہیں دیتے إِلَّا أَنفُسَهُم مگر اپنے آپ ہی کو وَمَا يَشْعُرُونَ اور وہ شعور نہیں رکھتے۔

ترجمہ: اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور روزِ آخرت پر حالانکہ وہ بالکل ہی ایمان والے نہیں ○ دھوکہ دیتے رہے اپنے خیال میں اللہ کو اور ایمان والوں کو حالانکہ دھوکہ کسی کو بھی نہیں دیتے بجز اپنی ذات کے اور اس کا بھی احساس نہیں رکھتے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر۔

۲۔ حالانکہ وہ بالکل ہی ایمان والے نہیں ہیں۔

۳۔ دھوکہ دیتے ہیں اپنے خیال میں اللہ کو اور ایمان والوں کو۔

۴۔ حالاکہ دھوکہ کسی کو نہیں دیتے سوائے اپنی ذات کے۔

۵۔ اور وہ اس کا احساس بھی نہیں رکھتے۔

دل میں کفر بسائے ہوئے زبان سے ایمان کی بولی بولنے کا نام نفاق ہے اور جو ایسی حرکت کرتا ہے اسے منافق کہا جاتا ہے۔ نفاق کی دو قسمیں ہیں، اعتقادی اور عملی، اعتقادی نفاق جس میں سرے سے ایمان ہوتا ہی نہیں جس کی سزا یہ ہے کہ ایسا شخص ہمیشہ کیلئے جہنم رسید ہوگا اور عملی نفاق میں ایمان کا استحضار نہیں ہوتا اور آدمی گناہ پر بے دریغ اور جری ہو جاتا ہے۔ مکی دور میں یا تو مسلمان تھے یا کافر۔ یہ دو ہی قسم کے لوگ تھے۔ جب رسولِ رحمت ﷺ نے ہجرت فرمائی تو اس وقت مدینہ میں دو قبیلے مشہور تھے اوس اور خزرج۔ ان دونوں قبیلوں نے انصار بن کر حضور ﷺ کا ساتھ دیا لیکن یہودی اب تک ایمان کی نعمت سے محروم تھے، ان میں سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے سچے دین کو قبول کیا۔ مدینہ میں یہودیوں کے تین قبیلے تھے، بنوقینقاع، بنونضیر، بنوقریظہ۔ قبیلۂ خزرج کا ایک شخص عبداللہ بن ابی تھا۔ اس کو مدینہ میں سرداری کا مقام حاصل تھا اور اس کو بادشاہ بنانے کا ارادہ ہو ہی رہا تھا کہ رسول رحمت ﷺ کا دینِ حق مدینہ میں پھیلنے لگا۔ ظاہر ہے کہ اسلام کے پھیلاؤ اور اس کی حقانیت کی وجہ سے سارے لوگوں کا رخ نبی رحمت ﷺ کی طرف ہو گیا اور عبداللہ بن ابی کو اپنی سرداری سے محرومی کا خوف ہو گیا۔ اس نے دل ہی دل میں اپنے کفر کو چھپایا اور بظاہر مسلمانی کا لبادہ اوڑھ لیا اور اپنے عقیدتمندوں کو بھی ایسی ہی چال چلنے کی ترغیب دی۔ اس طرح مدینۂ منورہ میں ایک تیسری جماعت تیار ہوئی جو منافقین کی جماعت کہلائی۔ اسی گروہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ، سورۂ نساء، سورۂ منافقون، سورۂ حشر کے علاوہ سورۂ توبہ میں تفصیلات بیان کیں اور ان کی قلعی کھول دی اور ان کا انجام بد بتلایا۔ ان منافقین کی یہ چالبازی تھی کہ جب وہ مسلمانوں سے ملاقات کرتے تو کہتے کہ ہم اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جب کافروں سے ملتے تو کہتے تھے کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی حقیقت کو واضح طور پر بتلا دیا کہ یہ مومن نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اور ایمان والوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ حقیقت میں یہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ ہمیں اپنے آپ کا بار بار محاسبہ کرتے رہنا چاہئے کہ کہیں یہ بیماری ہمارے دلوں میں تو نہیں ہے؟ یہ محاسبہ اور جائزہ ہمارے دلوں میں موجود ممکنہ نفاق کو ختم کرسکتا ہے اور ہمارے ایمان کی تجدید کرسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو نفاق جیسی بیماری سے محفوظ رکھے اور پختہ ایمان نصیب فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۱۴) **نفاق ایک بیماری ہے** سورۃ البقرۃ:۱۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فِيْ قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّهُ مَرَضاً وَلَهُم عَذَابٌ أَلِيْمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فِيْ قُلُوبِهِم ان کے دلوں میں مَّرَضٌ بیماری ہے فَزَادَهُمُ اللّهُ ان کو اللہ نے بڑھا دیا مَرَضاً بیماری میں وَلَهُم اوران کے لئے عَذَابٌ أَلِيْمٌ بڑا دردناک عذاب ہے بِمَا اس سبب سے کہ كَانُوا يَكْذِبُونَ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔

ترجمہ: ان کے دلوں میں بیماری ہے پس اللہ نے ان کی بیماری کو بڑھا دیا اوران کے لئے بڑا دردناک عذاب ہے اس سبب سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

(۱) ان منافقوں کے دل میں روگ ہے (۲) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے روگ میں اوراضافہ کردیا ہے (۳) اوران کے لئے دردناک سزا تیار ہے (۴) کیونکہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔

ان منافقوں کے دلوں میں شک اور نفاق کی بڑی بھاری بیماری ہے۔ اسی بیماری اور روگ نے ان کو روحانی اعتبار سے کمزور بنادیا ہے۔ منافقوں کی اس بیماری میں ان کی بدعقیدگی، بدگمانی، بدزبانی، حسد وغیرہ سب داخل ہیں۔ عموماً لوگ صرف جسمانی بیماری کو بیماری سمجھتے ہیں جبکہ شک، نفاق، حسد، بدگمانی وغیرہ بھی بیماری ہی ہے۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵۲ میں بھی منافقوں کی اس بیماری کا ذکر ہے، فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيْهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى أَن تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ۔ آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ دوڑ دوڑ کر ان میں گھس رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں خطرہ ہے ایسا نہ ہو کہ کوئی حادثہ ہم پر آ پڑے۔

منافقوں کی اس بیماری میں اللہ نے مزید اضافہ کردیا، یعنی جوں جوں آیات قرآنی کا نزول ہوتا ہے اور وہ منافق ان آیتوں کا انکار کرتے جاتے ہیں اس طرح ان کی اس بیماری میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔

اس سلسلہ میں قرآنِ مجید کی یہ آیتیں بھی تائید کرتی ہیں فَأَمَّا الَّذِيْنَ آمَنُواْ فَزَادَتْهُمْ إِيْمَاناً وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ O وَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْساً إِلَى رِجْسِهِمْ (التوبۃ) جولوگ ایمان لائے، ایمان والوں کے ایمان میں زیادتی کرتی ہیں اور وہ خوشیاں مناتے ہیں اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہوتی ہے ان کی اس ناپاکی اور بیماری کو اورزیادہ کرتی ہے۔

ان منافقین کے لئے دردناک عذاب ہوگا اور یہ عذاب اس لئے دیا جائے گا کہ یہ اللہ کو اور اللہ کے رسول کو اوران پر نازل شدہ کتاب قرآنِ مجید کو جھٹلاتے تھے اوران کے اس جھوٹ کی وجہ سے بھی جو وہ پوری دلیری کے ساتھ بولتے

ہیں۔مفسرین نے دونوں معنی لئے ہیں یَکْذِبُونَ جھوٹ بولتے ہیں اور یُکَذِّبُونَ جھٹلاتے ہیں۔منافقوں میں یہ دونوں صفتیں تھیں کہ وہ جھوٹ بھی بولتے تھے اور جھٹلاتے بھی تھے۔

درس نمبر (۱۵)

منافق مصلح نہیں مفسد ہیں

سورۃ البقرۃ:۱۱۔۱۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ لاَ تُفْسِدُواْ فِيْ الْأَرْضِ قَالُواْ إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ O أَلا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَـكِن لَّا يَشْعُرُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذَا اور جب قِيْلَ لَهُمْ کہا جاتا ہے ان سے کہ لاَ تُفْسِدُواْ تم فساد مت کرو فِيْ الْأَرْضِ زمین میں قَالُواْ تو وہ کہتے ہیں إِنَّمَا نَحْنُ ہم تو صرف مُصْلِحُونَ اصلاح کرنے والے ہیں O أَلا خبردار إِنَّهُمْ هُمُ بلاشبہ وہی ہیں الْمُفْسِدُونَ فساد کرنے والے وَلَـكِن اور لیکن لَّا يَشْعُرُونَ وہ شعور نہیں رکھتے۔

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم فساد مت کرو زمین میں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیںO خبردار بلاشبہ وہی ہیں فساد کرنے والے لیکن وہ شعور نہیں رکھتے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم زمین میں فساد نہ مچاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔

۲۔ یادرکھو یہی لوگ فساد پھیلانے والے ہیں لیکن انہیں اس بات کا احساس نہیں ہے۔

جب منافقوں سے یہ بات کہی جاتی تھی کہ تم لوگ زمین میں اپنے نفاق کے ذریعہ اور کفر کے ذریعہ فساد اور بگاڑ مت پیدا کرو تو وہ صاف طور پر اس بات کو جھٹلا دیتے تھے کہ وہ فساد اور بگاڑ پیدا کرنے والے نہیں ہیں بلکہ وہ تو اصلاح پسند لوگ ہیں۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ فساد کے معنی صرف جھگڑا کرنا نہیں ہے بلکہ سب سے بڑا فساد اور بگاڑ تو کفر، نفاق اور اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہے اور زمین میں اصلاح کے معنی صرف یہ نہیں کہ کسی برائی کا خاتمہ ہوجائے بلکہ اصل اصلاح یہ ہے کہ آدمی اپنی زندگی کو رب ذوالجلال کی اطاعت میں لگادے۔منافقوں کا باطل اور جھوٹا دعویٰ یہ تھا کہ وہ فسادی نہیں بلکہ مصلح ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے منافقین کے اس جھوٹے دعویٰ کا جواب دیا کہ سن لو کہ یہی منافقین فساد کرنے والے ہیں لیکن ان کو اپنے فسادی ہونیکا شعور ہی نہیں ہے۔منافق آدمی دوغلا ہوتا ہے اور دوغلے شخص سے ہمیشہ فساد ہی کا اندیشہ ہوتا ہے اور اس سے سوائے فساد و بگاڑ کے کسی اور چیز کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ایمان اور فساد دونوں چیزیں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔جو دنیا میں فساد اور بگاڑ پیدا کرتا ہے وہ کامل مومن نہیں ہوسکتا۔انجام کے اعتبار سے بھی مومن اور مفسد (فساد کرنے والے) کا انجام ایک جیسا نہیں ہوسکتا۔سورۂ ص کی آیت نمبر ۲۸ میں اسی حقیقت کو

ظاہر کیا گیا کہ أَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِيْ الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے برابر کر دیں گے جو ہمیشہ زمین میں فساد مچاتے رہے یا پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے؟

درس نمبر (۱۶)

اصل بیوقوف تو منافق ہیں

سورۃ البقرۃ:۱۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ آمِنُواْ كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُواْ أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَـكِن لاَّ يَعْلَمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذَا اور جب قِيْلَ لَهُمْ کہا جاتا ہے ان سے کہ آمِنُواْ ایمان لے آؤ كَمَا جس طرح آمَنَ النَّاسُ لوگ ایمان لائے قَالُواْ تو وہ کہتے ہیں أَنُؤْمِنُ کیا ہم ایمان لائیں كَمَا جیسے آمَنَ السُّفَهَاءُ بےوقوف ایمان لائے أَلا خبردار إِنَّهُمْ هُمُ بلاشبہ وہی ہیں السُّفَهَاءُ بےوقوف وَلَـكِن لیکن لاَّ يَعْلَمُونَ وہ نہیں جانتے

ترجمہ: اور جب کہا جاتا ہے ان سے کہ ایمان لے آؤ جس طرح لوگ ایمان لائے تو وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم ایمان لائیں جیسے بیوقوف لوگ ایمان لائے؟ خبردار بلاشبہ وہی ہیں بےوقوف لیکن وہ نہیں جانتے۔

تشریح: اِس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ تم بھی اسی طرح ایمان لے آؤ جیسے دوسرے لوگ ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ کیا ہم بھی اسی طرح ایمان لائیں جیسے بیوقوف لوگ ایمان لائے ہیں۔

۲۔ خوب اچھی طرح سن لو کہ یہی لوگ بیوقوف ہیں لیکن وہ یہ بات نہیں جانتے۔

جب ان منافقوں سے یہ بات کہی جاتی ہے کہ جس طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اللہ پر، اس کے رسولوں پر، اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر ایمان لائے اور جس طرح یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مرنے کے بعد جی اٹھنے پر ایمان لائے تم بھی انہی کی طرح ایمان لے آؤ اور جس طرح یہ صحابۂ کرام برائیوں سے رکتے ہوئے زندگی بسر کر رہے ہیں تم بھی انہی کی طرح برائیوں سے بچ جاؤ تو یہ گستاخ اور بدبخت قسم کے منافق یہ کہتے تھے کہ کیا ہم ان بیوقوفوں کی طرح ایمان لائیں؟ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کن حقیقت بتلا دی کہ اصل بیوقوف تو یہی منافقین ہیں جو انجام سے بےخبر کفر، نفاق اور جھوٹ پر مبنی زندگی گزار رہے ہیں لیکن ان کو اس کا علم ہی نہیں ہے۔

اس آیت میں منافقوں کے دو عیب بتلائے گئے ہیں، ایک تو یہ کہ أَلا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ خبردار! یہ بات یاد رکھو کہ یہی منافقین بیوقوف ہیں اور دوسرے یہ کہ یہ جاہل بھی ہیں، علم سے بالکل کورے ہیں وَلَـكِن لاَّ يَعْلَمُونَ لیکن یہ جانتے ہی نہیں ہیں یعنی علم سے بالکل محروم جاہل ہیں۔

درس نمبر(۱۷) سورۃ البقرۃ:۱۴۔۱۵

منافقوں کا دوغلا پن

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شَيَاطِيْنِهِمْ قَالُوْا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُ وْنَ ○ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذَا اور جب لَقُوا وہ ملتے ہیں الَّذِيْنَ آمَنُوْا ان لوگوں سے جو ایمان لائے قَالُوْا کہتے ہیں آمَنَّا ہم ایمان لے آئے وَإِذَا اور جب خَلَوْا تنہا ہوتے ہیں إِلَى شَيَاطِيْنِهِمْ اپنے سرداروں کی طرف قَالُوْا کہتے ہیں إِنَّا مَعَكُمْ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں إِنَّمَا نَحْنُ ہم تو صرف مُسْتَهْزِءُ وْنَ مذاق کر رہے تھے ○ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ اللہ استہزاء کرتا ہے بِهِمْ ان سے وَيَمُدُّهُمْ ان کو بڑھاتا ہے فِيْ طُغْيَانِهِمْ ایمان کی سرکشی میں يَعْمَهُوْنَ وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔

ترجمہ: اور جب وہ ملتے ہیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اور جب تنہا ہوتے ہیں اپنے سرداروں کی طرف تو کہتے ہیں ہم تو تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف مذاق کر رہے تھے۔ اللہ استہزاء کرتا ہے ان سے اور ان کو بڑھاتا ہے ان کی سرکشی میں وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ منافقین جب ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لا چکے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔

۲۔ اور جب یہ منافقین اپنے شیطانوں کے پاس تنہائی میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو مذاق کر رہے تھے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ان سے مذاق کا معاملہ کرتا ہے۔

۴۔ اور انہیں ایسی ڈھیل دیتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

یہ منافقین اس قدر چالباز، شاطر اور دوغلے ہیں کہ جب مومنوں سے ملاقات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو ایمان لے آئے ہم تو مومن ہیں یعنی منافق مسلمانوں کو اس بات کا یقین دلاتے تھے کہ ہم تو دل و جان سے ایمان لے آئے ہیں لیکن جوں ہی کافروں سے ملاقات کرتے یعنی کافروں کے ان سرداروں سے ملاقات کرتے جو شیطانی کردار ادا کرنے میں ماہر تھے تو ان سے کہتے کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں، ان مومنوں اور مسلمانوں سے جو ہم یہ کہہ رہے تھے کہ اٰمَنَّا ہم ایمان لے آئے، ہمارا اپنا اس بات کا اظہار کرنا یہ محض مذاقاً تھا، حقیقت میں تو ہم مومن نہیں ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۷۶ میں بھی منافقوں کے اس دوغلے پن کا اظہار کیا گیا ہے، وَإِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قَالُوْا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ قَالُوْا أَتُحَدِّثُوْنَهُم بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ

لِيُحَآجُّوكُم بِهِ عِندَ رَبِّكُمۡ أَفَلاَ تَعۡقِلُونَ ۔ جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو اپنی ایمانداری ظاہر کرتے ہیں اور جب آپس میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو کیوں وہ باتیں پہنچاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھائی ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے اس قول کا کہ ہم تو مذاق کررہے تھے، جواب دیا کہ اَللّٰهُ يَسۡتَهۡزِئُ بِهِمۡ وَيَمُدُّهُمۡ فِي طُغۡيَانِهِمۡ يَعۡمَهُونَ اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کے ساتھ مذاق کا معاملہ کررہے ہیں یعنی آج تو یہ بڑی آسانی سے کہہ رہے ہیں کہ ہم تو ان سے دل لگی کررہے تھے مگر انہیں اس کا انجام اس وقت معلوم ہوگا جب اللہ تعالیٰ ان کو اس مذاق کی سزا دیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی اس سرکشی اور ضلالت کو اور بڑھا رہے ہیں۔ یہ سرکشی میں بہک رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور بہکنے دے گا اور انجام یہ ہوگا کہ ان پر دردناک عذاب ہوگا۔

درس نمبر (۱۸) | سورۃ البقرۃ:۱۶

ہدایت کے بدلہ ضلالت خرید لی

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيمِ

أُولَـئِكَ الَّذِينَ اشۡتَرَوُا الضَّلاَلَةَ بِالۡهُدَى فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمۡ وَمَا كَانُواۡ مُهۡتَدِينَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أُولَـئِكَ یہ الَّذِينَ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اشۡتَرَوُا خرید لی الضَّلاَلَةَ گمراہی بِالۡهُدٰی ہدایت کے بدلے فَمَا چنانچہ نہ رَبِحَتۡ نفع بخش ہوئی تِّجَارَتُهُمۡ ان کی تجارت وَمَا اور نہ كَانُواۡ ہوئے وہ مُهۡتَدِينَ ہدایت پانے والے۔

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلہ میں مول لے لیا، پس نہ تو ان کی تجارت نے ان کو فائدہ پہنچایا اور نہ یہ ہدایت والے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلہ گمراہی خرید لی ہے۔

۲۔ لہٰذا ان کی تجارت میں بھی نفع نہ ہوا۔

۳۔ اور نہ ہی انہیں سیدھا راستہ نصیب ہوا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے کہ اس نے انسانوں کو ایمان و اسلام کی فطرت پر پیدا کیا۔ انسان کو عقل اور شعور عطا کیا، انسانوں کی نجات وسلامتی اور فلاح و کامرانی کیلئے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، ان پر آسمانی کتابیں نازل کیں، ہدایت کے اسباب پیدا فرمائے۔ اگر ان ساری نعمتوں کے باوجود کوئی بے عقل انسان ہدایت کو چھوڑ کر ضلالت و گمراہی اختیار کرے، حقیقی معبود کی عبادت کو چھوڑ کر کمزور چیزوں کی پوجا کرنے لگ جائے، روشنی کو چھوڑ کر اندھیرے میں جا بیٹھے تو اس میں رب ذوالجلال کا نقصان نہیں ہے، نقصان تو اس شخص کا ہے جس نے ہدایت کے بدلہ گمراہی کو خرید لیا اور اپنا کاروبار ٹھپ کرلیا، نفع حاصل کرنا تو کیا اصل سرمایہ بھی ضائع کرلیا۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۵ میں ان یہودیوں کے بارے میں جو آسمانی کتاب تورات کی تعلیمات کو چھپاتے تھے اسی قسم کی بات کہی گئی، أُولَـٰئِكَ الَّـذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلاَلَةَ بِالْهُدَى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلہ گمراہی کو اور مغفرت کے بدلہ میں عذاب کو خرید لیا۔

یہی حال ان منافقین کا ہے جنہوں نے ہدایت کے بدلہ میں گمراہی کو مول لیا ہے، نہ تو ان کی تجارت نے ان کو فائدہ پہنچایا اور نہ یہ ہدایت والے ہوئے۔ مدینہ کے منافقوں کی حالت اس آیت میں بیان کی جارہی ہے اور ایمان والوں کو نصیحت کی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خوب نفع کی چیز یعنی ایمان تمہیں عطا فرمایا ہے۔ اس نعمت کی حفاظت کرتے رہو، کہیں نفس وشیطان تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دیں اور تم کو ہدایت سے محروم کر کے ضلالت کے گڑھے میں نہ ڈال دیں۔ جس طرح تم کمائے ہوئے فانی اور عارضی مال کی حفاظت کرتے ہو اس سے کئی گنا زیادہ ابدی اور دائمی باقی رہنے والی اور موت کے بعد کام آنے والی ایمان والی نعمت یعنی دین وایمان کی حفاظت کرو۔ کامیاب ہے وہ جو دینِ اسلام پر قائم رہا اور اس کی موت اس دینِ اسلام پر آئی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرما دے۔ آمین

درس نمبر (۱۹) **منافقین اندھے، بہرے اور گونگے ہیں** سورۃ البقرۃ: ۱۷۔۱۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَثَلُهُـمْ كَمَثَلِ الَّذِىْ اسْتَوْقَدَ نَاراً فَلَمَّا أَضَاءَ تْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمَاتٍ لَّا يُبْصِرُونَ ○ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لاَ يَرْجِعُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَثَلُهُمْ ان کی مثال كَمَثَلِ اس شخص کی سی ہے الَّذِىْ جس نے اسْتَوْقَدَ جلائی نَاراً آگ فَلَمَّا پھر جب أَضَاءَ تْ روشن کردیا اس نے مَا حَوْلَهُ جو اس کے اردگرد ہے ذَهَبَ اللّٰهُ تو اللہ لے گیا بِنُورِهِمْ ان کی روشنی وَتَرَكَهُمْ اور ان کو چھوڑ دیا فِىْ ظُلُمَاتٍ اندھیروں میں لَّا يُبْصِرُونَ وہ نہیں دیکھتے ○ صُمٌّ وہ بہرے ہیں بُكْمٌ گونگے ہیں عُمْىٌ اندھے ہیں فَهُمْ لہٰذا وہ لاَ يَرْجِعُونَ نہیں لوٹتے۔

ترجمہ: ان منافقین کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی پھر جب اس آگ نے اس شخص کے آس پاس کو روشن کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی کو ختم کر دیا اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ دیکھ نہیں رہے ہیں ○ یہ لوگ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، پس یہ لوگ رجوع نہ ہوں گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ان منافقوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ایک آگ روشن کی پھر جب اس آگ نے اس کے ماحول کو روشن کر دیا تو اللہ نے ان کا نور سلب کر لیا اور انہیں اندھیریوں میں چھوڑ دیا کہ انہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

۲۔ وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، چنانچہ اب وہ واپس نہیں آئیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ان بد بخت و بدنصیب منافقوں کی بہترین مثال دی ہے جنہوں نے ہدایت کو چھوڑ کر ضلالت کو اختیار کیا۔ ایمان واسلام کو پس پشت ڈال کر کفر وشرک کو پسند کیا کہ ان کی مثال اس شخص کے جیسی ہے جس نے اندھیرے میں آگ جلائی اس آگ سے سارا ماحول روشن ہوگیا، دائیں بائیں آگے پیچھے ساری چیزیں نظر آنے لگیں، ساری چیزوں کی حقیقتیں کھل کر سامنے آگئیں۔ اس آگ کی روشنی کی وجہ سے ساری پریشانیاں دور ہوگئیں۔ اتنے میں اچانک آگ بجھ گئی اور روشنی کی جگہ اندھیرا چھا گیا۔ ایسا گھٹاٹوپ اندھیرا کہ نہ نگاہ کام کررہی ہے اور نہ کسی کی بات سنائی دے رہی ہے اور نہ کسی سے دریافت کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ ایسی صورت میں بھلا اس شخص کو کیسے راستہ مل سکتا ہے وہ کیسے اپنی منزل پاسکتا ہے؟ بالکل یہی مثال مدینہ کے ان منافقین کی دی گئی ہے جنہوں نے ظاہری طور پر اسلام قبول کرلیا اور دل میں ان کے ایمان نہ تھا۔ ظاہری اسلام کی وجہ سے بظاہر لوگوں میں تو مسلمان مشہور ہوگئے جس کا دنیوی فائدہ یہ ملا کہ ان کی جان اور ان کا مال محفوظ ہوگیا لیکن دل کی دنیا میں ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ایسا اندھیرا چھا گیا کہ آخرت تباہ ہوگئی۔ ساری روشنی ختم ہوگئی، آنکھ رکھ کر بھی اندھے، کان رکھ کر بھی بہرے اور زبان رکھ کر بھی گونگے ہوگئے۔ اب ان منافقین کے راہ پانے کی کوئی صورت باقی نہ رہی۔ ایمان ایک روشنی ہے اور کفر ونفاق اندھیرا ہے۔ کامیاب ہے وہ جس کو ایمان واسلام کی روشنی مل گئی وہ اس روشنی کو محفوظ رکھنے کی فکر کرے اور ناکام ہے وہ جو ایمان کی روشنی سے محروم ہوگیا اور کفر کی تاریکی میں پڑ گیا اور اللہ کی نگاہ میں اندھا، بہرا اور گونگا بن گیا۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۱ میں کافروں کیلئے بھی **صُمٌّ** ،**بُكْمٌ** اور **عُمْيٌ** کا خطاب دیا گیا ہے، **صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لاَ يَعْقِلُونَ** یہ بہرے گونگے اور اندھے ہیں یہ سمجھ نہیں سکتے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو کفر ونفاق اور شرک وضلالت سے پاک وصاف رکھے۔ آمین

درس نمبر (۲۰) منافقوں کی بدحالی کی ایک روشن مثال سورۃ البقرۃ:۱۹۔۲۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيْهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِيْ آذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ واللّهُ مُحِيْطٌ بِالْكافِرِيْنَ O يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُم مَّشَوْاْ فِيْهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُواْ وَلَوْ شَاءَ اللّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ إِنَّ اللّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: **أَوْ** یا **كَصَيِّبٍ** زوردار بارش کی سی ہے **مِّنَ السَّمَاءِ** جو آسمان سے آتی ہے **فِيْهِ** اس میں **ظُلُمَاتٌ** اندھیرے ہیں **وَرَعْدٌ** اور گرج ہے **وَبَرْقٌ** اور بجلی ہے **يَجْعَلُونَ** وہ ٹھونستے ہیں **أَصَابِعَهُمْ** اپنی انگلیاں **فِيْ آذَانِهِم** اپنے کانوں میں **مِّنَ الصَّوَاعِقِ** بوجہ کڑکوں کے **حَذَرَ الْمَوْتِ** موت کے ڈر سے **واللّهُ** اور اللہ **مُحِيْطٌ** گھیرنے والا ہے **بِالْكافِرِيْنَ** کافروں کو O **يَكَادُ** قریب ہے **الْبَرْقُ** بجلی **يَخْطَفُ** اچک لے

أَبْـصَارَهُمْ ان کی آنکھیں كُـلَّمَا جب بھی أَضَاءَ لَهُم چمکتی ہےان پر مَّشَوْا وہ چلنے لگتے ہیں فِيهِ اس میں وَإِذَا اورجب أَظْلَمَ اندھیرا ہوتا ہے عَلَيْهِمْ ان پر قَامُوا تو وہ کھڑے ہوجاتے ہیں وَلَـوْ شَـاءَ اللَّهُ اوراگر چاہےاللہ لَذَهَبَ تو لے جائے بِسَمْعِهِمْ ان کے کان وَأَبْصَارِهِمْ اوران کی آنکھیں إِنَّ اللّٰهَ بےشک اللہ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز پر قَدِيْرٌ خوب قادر ہے۔

ترجمہ: یاان کی مثال بارش کی سی ہے کہ آسمان سے برس رہا ہواوراس میں اندھیرے پراندھیرا چھارہا ہواور بادل گرج رہا ہواور بجلی کوندرہی ہوتو یہ کڑک سے ڈرکرموت کےخوف سے کانوں میں انگلیاں دے لیں اوراللہ کافروں کو ہرطرف سے گھیرے ہوئے ہے۔قریب ہے کہ بجلی کی چمک ان کی آنکھوں کی بصارت کوا چک لے جائے جب بجلی چمکتی اوران پرروشنی ڈالتی ہےتو اس میں چل پڑتے ہیں اور جب اندھیرا ہوجاتا ہےتو کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں اوراگراللہ چاہتا توان کے کانوں کی شنوائی اورآنکھوں کی بینائی دونوں کوزائل کردیتا۔بلاشبہ اللہ ہر چیز پرقادر ہے۔

تشریح: اِن دوآیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔یاان منافقوں کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے برستی ایک بارش ہوجس میں اندھیریاں بھی ہوں اورگرج بھی اور چمک بھی ہو۔

۲۔وہ کڑکوں کی آواز پرموت کےخوف سےاپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیتے ہیں۔

۳۔اوراللہ تعالیٰ نے کافروں کوگھیرے میں لے رکھا ہے۔

۴۔ایسا لگتا ہے کہ بجلی ان کی آنکھوں کوا چک لے جائے گی۔

۵۔جب بھی بجلی ان کے لئے روشنی کردیتی ہے وہ اس روشنی میں چل پڑتے ہیں۔

۶۔اور جب وہ ان پراندھیرا کردیتی ہےتو کھڑے رہ جاتے ہیں۔

۷۔اگراللہ چاہتا توان کے سننےاوردیکھنے کی طاقتیں چھین لیتا۔

۸۔بیشک اللہ ہر چیز پرقدرت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مدینہ کےمنافقوں کی بدحالی کی ایک روشن مثال دی ہے۔اس مثال کووہ لوگ بہت آسانی سے سمجھ سکتے ہیں جورات کے سناٹوں میں جنگلوں اور بیابانوں میں بارش اوربجلی کے ماحول میں رہے ہوں۔فرض کیجئے کہ تیز بارش ہورہی ہو، اندھیری چھائی ہوئی ہو، گرج بھی ہو، بجلی بھی چمک رہی ہو، کڑک کی آواز کی وجہ سےلوگ خوف کے عالم میں ہوں اورانہیں اپنی موت کا ڈرلگا ہوا ہواوربجلی کی کڑک کو سننے کی تاب نہ لاکر کانوں میں انگلیاں ڈالے ہوئے ہوں ایسی حیرانی اور پریشانی کے عالم میں جب کبھی بجلی کی چمک کی وجہ سے روشنی پڑرہی ہوتواپنی منزل کی طرف دوقدم بڑھارہے ہوں اور جیسے ہی بجلی کی چمک سے پیدا شدہ روشنی ختم ہوجائے اپنے قدم آگے بڑھانے سے روک رہے ہوں اور حیرانی و

پریشانی کے عالم میں پھنسے ہوئے ہوں۔ بالکل یہی حال ہے ان منافقین کا کہ جب یہ دیکھتے ہیں کہ اسلام غالب آرہا ہے اوراس کا نور پھیل رہا ہے تو اس کی جانب بڑھنے لگتے ہیں پھر جب دنیا کی محبت کا غلبہ ان کے دل پر ہونے لگتا ہے تو ایمان کی طرف آگے بڑھنے سے اپنے قدم روک لیتے ہیں۔ان کی اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا اور ہم مسلمانوں کو اس آیت سے سبق دیا گیا ہے کہ ہمیں ایمان واسلام کی روشنی کے دائرہ میں رہنا چاہئے۔ دنیا کی محبت کے دھوکہ میں کفراور نفاق کے اندھیرے کی طرف اپنے قدم بڑھانا نہیں چاہئے۔ دنیوی زندگی میں ایسے فتنے آتے رہیں گے جو ہمیں اس نوراور روشنی سے دور کرنے کی تدبیریں کریں گے مگر ہماری قوتِ ارادی مضبوط ہونی چاہئے۔ ہماری ایمانی قوت وطاقت اس قدر مضبوط ہونی چاہئے کہ کفر ونفاق کی آندھیاں اور زلزلے اپنی موت مرجائیں۔

جن دنوں احقر اس آیت کی تشریح لکھ رہا ہے ہمارے ملک میں مسلمانوں پر بھی آزمائش کا بادل چھایا ہوا ہے۔ ان حالات میں ہم سب مسلمانوں کو اپنے دین وایمان کی مضبوطی کی فکر کرنی چاہئے اور ان سادہ لوح دیہاتی مسلمانوں کے دین وایمان کی مضبوطی پر بھی محنت کرنی چاہئے جو دینِ اسلام کی اصل روح سے ناواقف ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نفاق جیسی بیماری سے بچائے اور ہماری قوتِ ایمانی میں اضافہ فرمائے۔ آمین

درس نمبر(۲۱) | **حقیقی خالق ہی معبودِ برحق ہے** | سورۃ البقرۃ:۲۱۔۲۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُواْ رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ O الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الأَرْضَ فِرَاشاً وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقاً لَّكُمْ فَلاَ تَجْعَلُواْ لِلّٰهِ أَنْدَاداً وَأَنتُمْ تَعْلَمُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اعْبُدُواْ تم عبادت کرو رَبَّكُمُ اپنے رب کی الَّذِىْ وہ جس نے خَلَقَكُمْ تمہیں پیدا کیا وَالَّذِيْنَ اوران کو جو مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے تھے لَعَلَّكُمْ تاکہ تم تَتَّقُوْنَ متقی بن جاؤ O الَّذِىْ وہ جس نے جَعَلَ بنایا لَكُمُ تمہارے لئے الأَرْضَ زمین کو فِرَاشاً بچھونا وَالسَّمَاءَ اورآسمان کو بِنَاء چھت وَأَنْزَلَ اوراس نے نازل کیا مِنَ السَّمَاءِ آسمان سے مَاءً پانی فَأَخْرَجَ پھر نکالا بِهِ اس سے مِنَ الثَّمَرَاتِ پھلوں میں سے رِزْقاً رزق لَّكُمْ تمہارے لئے فَلاَ تَجْعَلُواْ لہٰذا نہ ٹھہراؤ لِلّٰهِ اللہ کیلئے أَنْدَاداً شریک وَأَنتُمْ حالانکہ تم تَعْلَمُوْنَ جانتے ہو۔

ترجمہ: اے لوگو! عبادت کرو اپنے رب کی جس نے تم کو پیدا فرمایا اوران لوگوں کو بھی پیدا فرمایا جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤO جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھونا اورآسمان کو چھت اوراتارا آسمان سے پانی، پھر نکال دیا اس کے ذریعہ پھلوں سے تمہارے لئے رزق لہٰذا مت بناؤ اللہ کیلئے مقابل حالانکہ تم جانتے ہو۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:
۱۔ اے لوگو! اپنے اس پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور ان لوگوں کو پیدا کیا جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔
۲۔ تا کہ تم متقی بن جاؤ۔
۳۔ وہ پروردگار جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا۔
۴۔ آسمان سے پانی برسایا۔
۵۔ پھر اس کے ذریعہ تمہارے لئے رزق کے طور پر پھل نکالے۔
۶۔ لہٰذا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ جبکہ تم یہ سب باتیں جانتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کے سارے ہی لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ **اُعۡبُدُوۡا رَبَّکُمُ** تم اپنے پروردگار کی عبادت کرو **الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ وَالَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ** جس نے تم کو پیدا کیا اور ان کو بھی جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔ اللہ کے ایک بندہ کو اس حقیقت پر خوب غور کرنا چاہئے کہ جس خالق کائنات نے سورج اور چاند کو پیدا کیا ستاروں اور سیاروں کو پیدا کیا، آسمان و زمین کو پیدا کیا، آسمان سے بارش نازل کی اور زمین سے پھل پھلاریاں، اناج اور ترکاریاں اگائیں اور ہماری روزی روٹی کا انتظام کیا۔ کیا یہ عقلمندی کی بات ہوگی کہ اس حقیقی خالق و مالک کو چھوڑ کر کسی پتھر کی پوجا کی جائے؟ کسی درخت یا زہریلے سانپ اور بچھو کی پوجا کی جائے یا سورج و چاند یا زمین و آسمان کو معبود بنالیا جائے؟ جس رب ذوالجلال نے ان ساری چیزوں کے علاوہ خود ہم کو پیدا کیا اور ہمارے باپ دادا کو پیدا کیا، اسی کی عبادت کرنا ہی دانشمندی ہے اور اس کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت اللہ کی زمین میں اللہ کے ساتھ بغاوت اور سرکشی کے مترادف ہے۔

ایک بیوی اپنے شوہر کے سوا کسی اور کیلئے شوہر کا لفظ استعمال کرتی ہے تو ہنگامہ کھڑا ہو جائے، کوئی اپنے باپ کے بجائے کسی اور کو اپنا باپ یا اپنی ماں کے بجائے کسی اور کو اپنی ماں کہہ دے تو ناانصافی اور ظلم قرار دیا جائے، تو کیا اپنے حقیقی خالق اور مالک کو چھوڑ کر کسی اور کو خالق و مالک اور معبود تسلیم کرلیں تو یہ ناانصافی اور ظلم نہیں ہے؟ پیدا کرنے والا وہی، پالنے والا وہی، رزق دینے والا وہی، ضرورتیں پوری کرنے والا وہی، اسکے باوجود اسکو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کرنا کتنا بڑا بھاری ظلم ہے؟ اسی لئے قرآنِ مجید اعلان کرتا ہے کہ **اِنَّ الشِّرۡکَ لَظُلۡمٌ عَظِیۡمٌ** بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔

اللہ تعالیٰ کی زبردست قدرتوں، اس کی پرزور حکمتوں، اس کی لاثانی رحمتوں اور اس کے بے نظیر انعاموں اور اس کے لازوال احسانوں کا حق یہی ہے کہ اسی کو معبود برحق مانا جائے اور اسی کی عبادت کی جائے اور یہ اعلان کردیا جائے کہ "**إِنَّ صَلاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ** میری نماز، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو عالموں کا پروردگار ہے۔"

سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۵۱ میں کہا گیا **إِنَّ اللّٰهَ رَبِّیۡ وَرَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ** بیشک

اللہ ہی میرا بھی رب ہے تمہارا بھی رب ہے تو اسی کی عبادت کرو یہی سیدھی راہ ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۳۶ میں حکم دیا گیا کہ وَاعْبُدُواْ اللّهَ وَلاَ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئاً اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور کسی چیز کو بھی اس کا شریک نہ ٹھہراؤ

درس نمبر (۲۲) **قرآنِ مجید کا ایک چیلنج** سورۃ البقرۃ: ۲۳-۲۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيْمِ

وَإِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُواْ بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُواْ شُهَدَاءَ كُم مِّنْ دُونِ اللّهِ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِيْنَ ○ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُواْ وَلَنْ تَفْعَلُواْ فَاتَّقُواْ النَّارَ الَّتِيْ وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِنْ كُنْتُمْ اور اگر ہو تم فِيْ رَيْبٍ شک میں مِّمَّا اس سے جو نَزَّلْنَا نازل کیا ہم نے عَلَى عَبْدِنَا اپنے بندے پر فَأْتُواْ تو تم لے آؤ بِسُورَةٍ ایک سورت مِّن مِّثْلِهِ اس جیسی وَادْعُواْ اور تم بلالو شُهَدَاءَكُمْ اپنے مددگاروں کو مِّنْ دُونِ اللّهِ اللہ کے سوا إِنْ كُنْتُمْ اگر ہو تم صَادِقِيْنَ سچے ○ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُواْ پھر اگر تم نہ کرسکو وَلَنْ تَفْعَلُواْ ہرگز تم نہیں کرسکو گے فَاتَّقُواْ النَّارَ لہٰذا بچ جاؤ اس آگ سے الَّتِيْ وہ جو وَقُودُهَا اس کا ایندھن ہیں النَّاسُ لوگ وَالْحِجَارَةُ اور پتھر أُعِدَّتْ وہ تیار کی گئی ہے لِلْكَافِرِيْنَ کافروں کیلئے۔

ترجمہ: اور اگر تم اس کتاب کے بارے میں شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے تو کوئی ایک سورت اس جیسی تم بھی لے آؤ اور اپنے حمایتیوں کو بھی اللہ کے مقابلہ میں بلالو اگر تم سچے ہو○ اور اگر تم یہ نہ کرسکو اور ہرگز نہ کرسکو گے تو پھر اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور وہ کافروں کیلئے تیار کی ہوئی ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اگر تم اس قرآن کے بارے میں ذرا بھی شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے محمد ﷺ پر اتارا ہے تو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنا لاؤ۔

۲۔ اور اگر سچے ہو تو اللہ کے سوا اپنے تمام مددگاروں کو بلالو۔

۳۔ پھر بھی اگر تم یہ کام نہ کرسکو اور یقیناً کبھی نہیں کرسکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

۴۔ وہ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

قرآنِ مجید اللہ کی کتاب اور اللہ کا کلام ہے جو زمین کی پیداوار نہیں بلکہ آسمان سے نازل شدہ ہے۔ یہ کسی مخلوق کا کارنامہ نہیں بلکہ رب ذوالجلال کی طرف سے پوری انسانیت کیلئے بھیجا ہوا پیغام ہے۔ قرآنِ مجید کے کتابِ الٰہی ہونے پر جن کو شک ہے یا انکار ہے قرآنِ مجید ایک چیلنج ببانگ دہل پیش کرتا ہے کہ اگر یہ قرآنِ مجید کسی انسان کا تیار کردہ ہے جیسا کہ تم دعویٰ کرتے ہو تو اس کی ایک سو چودہ سورتیں ہیں ان میں سے صرف قرآنِ مجید جیسی ایک سورت تم اپنی طرف سے بنا کر پیش کردو اور اگر اس میں تمہیں کسی اور کی مدد کی حاجت وضرورت ہو تو تم اپنی حمایت کرنے والے

افراد کو بلالو اور سب مل کر اپنی صلاحیتیں لگالو اور پورا قرآنِ مجید نہیں بلکہ اس جیسی کوئی ایک سورت تم اپنی طرف سے تیار کر کے بتلا دو اور اگر تم ایسا نہیں کر سکو گے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ تم صبح قیامت تک بھی یہ کام کر نہ سکو گے تو پھر تمہارے نجات کی ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ اس قرآنِ مجید کے برحق ہونے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہونے کا یقین کرلو ورنہ وہ دوزخ کی آگ تمہارا استقبال کرے گی جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ جو ان کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے جو اللہ کا' اس کے نبیوں کا' اس کی کتابوں کا اور یومِ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ جہنم میں تو دراصل کافر اور مشرک ہی جائیں گے لیکن اس سزا کی شدت کی ایک صورت یہ بھی ہوگی کہ یہ کافر جن پتھروں کی یعنی جن مورتیوں کی پوجا کرتے تھے ان کو بھی ان کے پہلو میں رکھ دیا جائے گا۔ جیسا کہ سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۹۸ میں کہا گیا کہ **إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنتُمْ لَهَا وَارِدُونَ**۔ اب تم اور جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے رہے ہو جہنم کے ایندھن بنو گے تم لازماً اس میں داخل ہو کر رہو گے۔

قرآنِ مجید ایک فصیح و بلیغ آفاقی کتاب ہے۔ اس فصاحت و بلاغت تک دنیا کے کسی انسان کی پہنچ ناممکن ہے۔ اس کی ترتیب بے مثال ہے۔ اس کا اندازِ خطاب نرالا ہے۔ اس کے احکام واصول ہر زمانہ کے مطابق ہیں، غیب کی دی ہوئی اس کی خبریں اور واقعات حقیقت پر مبنی اور برحق ہیں۔ اس کی دی گئی مثالیں لاجواب ہیں۔ دنیا آج تک ایسی کتاب لانے سے قاصر و عاجز ہے اور صبح قیامت تک بھی عاجز رہے گی۔ کوئی عجمی ادیب تو کیا عرب کا بڑے سے بڑا شاعر بھی قرآنِ مجید کے اسلوب اور طرزِ بیان سے بالکل قاصر و عاجز ہے۔

قرآنِ مجید کے سامنے ہر شاعر اور ادیب کو گھٹنے ٹیکنا ہوگا اور یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں یہ رب العالمین کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کتابِ ہدایت کی حقیقت و عظمت کو دلوں میں بٹھانے کی توفیق بخشے۔ آمین

درس نمبر (۲۳) مومنوں اور نیکو کاروں کا حسنِ انجام سورۃ البقرۃ: ۲۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الأَنْهَارُ كُلَّمَا رُزِقُواْ مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقاً قَالُواْ هَـذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَأُتُواْ بِهِ مُتَشَابِهاً وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَبَشِّرِ اور خوشخبری دیجئے الَّذِينَ ان لوگوں کو جو آمَنُواْ ایمان لائے وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ اور انہوں نے نیک عمل کئے أَنَّ لَهُمْ کہ یقیناً ان کے لئے جَنَّاتٍ باغات ہیں تَجْرِي بہتی ہیں مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے الأَنْهَارُ نہریں كُلَّمَا جب بھی رُزِقُواْ وہ دیئے جائیں گے مِنْهَا ان میں سے مِن ثَمَرَةٍ کوئی پھل رِّزْقاً بطور رزق کے قَالُواْ تو وہ کہیں گے هَـذَا یہ تو الَّذِي وہی ہے جو رُزِقْنَا ہم دیئے گئے تھے مِنْ قَبْلُ اس

سے پہلے وَأُتُوا وہ دیئے جائیں گے بِہٖ اس سے مُتَشَابِهاً ملتا جلتا وَلَهُمْ اوران کے لئے فِيهَا اس میں أَزْوَاجٌ بیویاں ہیں مُّطَهَّرَةٌ پاکیزہ وَهُمْ اوروہ فِيهَا ان میں خَالِدُونَ ہمیشہ رہیں گے۔

ترجمہ: اوران لوگوں کوخوش خبری سنا دیجئے جوایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ ان کے لئے بہشت کے باغ ہیں کہ ان کے نیچے ندیاں بہہ رہی ہوں گی انہیں ان میں سے جب کوئی پھل کھانے کودیا جائے گا تو وہ بول اٹھیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہمیں اس سے قبل مل چکا ہے اورانہیں وہ واقعی دیا ہی جائے گا ملتا جلتا ہوااوران کے لئے اس میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اوروہ ان بہشتوں میں ہمیشہ کیلئے ہوں گے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے نیک عمل کئے ہیں ان کوخوشخبری دے دو کہ ان کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

۲۔ جب کبھی ان کوان باغات میں سے کوئی پھل رزق کے طور پر دیا جائے گا تو وہ کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہمیں پہلے بھی دیا گیا تھا۔

۳۔ اورانہیں وہ رزق ایسا ہی دیا جائے گا جو دیکھنے میں ملتا جلتا ہوگا۔

۴۔ ان کے لئے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی۔

۵۔ اوروہ ان باغات میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵ میں اللہ تعالیٰ نبی رحمت ﷺ کوحکم دے رہے ہیں کہ آپ متقی مومنوں کو جو اللہ پر ایمان لائے اور نیک اعمال اختیار کئے اس بات کی خوشخبری دیجئے کہ ان کے لئے جنت میں ایسے باغات ہیں ایسے محلات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اوراس جنت میں ہر وہ چیز ہوگی جس چیز کا جی چاہے اور ہر وہ نعمت ہوگی جس سے آنکھوں کو لذت حاصل ہو اور ایسی ایسی نعمتیں ہوں گی جن کو کبھی کسی آنکھ نے نہ دیکھا ہوگا اور نہ کسی کان نے ایسی نعمتوں کے بارے میں سنا ہوگا اور نہ کبھی دل میں ایسی نعمتوں کا تصور آیا ہو، ناقابلِ تصور نعمتوں کے درمیان اہلِ ایمان جنت میں ہوں گے۔اس جنت میں ہمیشہ ہمیش کھانے پینے کی وہ ساری نعمتیں ہوں گی، ہر پھل کا مزہ جداگانہ، دیکھنے میں ایک پھل دوسرے کے مماثل ہوگا مگر لذت میں وہ بالکل جداگانہ ہوگا اور جنت میں پاکیزہ صاف ستھری حوریں ہوں گی جو خیموں میں چھپی ہوئی ہوں گی۔ایسی حوریں کہ جن کو نہ کسی انسان کا ہاتھ لگا ہوگا اور نہ کسی جن کا، ہر قسم کی گندگی سے پاک وصاف یہ حوریں ہوں گی، نہ بول و براز، نہ حیض ونفاس، نہ ریٹھ نہ تھوک، نہ پیپ نہ اور کوئی گندگی اور بدبو۔

مفسرین نے یہ نکتہ بھی بیان کیا ہے کہ دنیا کی وہ مومن عورتیں قیامت کے دن ان حوروں سے زیادہ افضل ہوں گی۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول رحمت ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ! دنیا کی عورتیں افضل ہیں یا جنت کی

حوریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، دنیا کی عورتیں جنت کی حوروں سے افضل ہوں گی ۔اے اللہ کے رسول! ان کو یہ فضیلت کس وجہ سے حاصل ہوگی؟ فرمایا، ان کی نمازوں، ان کے روزوں اوران کی عبادت کی وجہ سے انہیں یہ فضیلت حاصل ہوگی۔حضور ﷺ نے فرمایا، جنت میں ہر آدمی کی دو بیویاں ہوں گی ۔علماء کرام نے اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ ایک بیوی تو وہ ہوگی جو دنیا میں تھی اور دوسری جنت کی حور ہوگی۔

آدمی کولطف دریاؤں کے کناروں اور باغوں کی بہاروں میں ملتاہے،اس لئے اللہ تعالیٰ نے جَنَّـاتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَـحۡتِهَا الۡأَنۡهَارُ کی نعمتوں کا ذکر کیاہے۔ جنت کا جونقشہ قرآنِ مجید میں مختلف جگہوں پر کھینچا گیاہے وہ مادی اور روحانی دونوں ہی قسم کی نعمتوں، راحتوں اور لذتوں کا مجموعہ ہے۔ جنت میں بھی جسمانی تقاضوں اور روحانی مطالبات کی پوری رعایت رکھی جائے گی۔ یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ دنیا میں جو کچھ ہم کھاتے پیتے ہیں وہ زندہ رہنے کے لئے کھاتے ہیں جن کا کھانا ضروری ہے، جس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے، مگر جنت میں ضرورت کے لئے نہیں کھائیں گے بلکہ وہاں صرف لذت، راحت وفرحت مقصود ہوگی۔ جنت میں جولذتیں اور مسرتیں فراہم کی جائیں گی وہ دائمی اور ابدی ہوں گی، دنیا کی نعمتوں کوزوال ہے مگر جنت میں داخل ہونے کے بعد کسی بھی نعمت کے زوال کا سوال ہی پیدانہیں ہوگا، جنت کی ہرلذت کودوام اور بقاء ہے۔اللہ تعالیٰ وہ پیاری پیاری جنت ہمیں بھی عطافرمادے اوراس جنت کی تڑپ میں ہمیں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے کی توفیق بخشے۔آمین

درس نمبر(۲۴) قرآنِ مجید میں مکھی کی مثال سورۃ البقرۃ:۲۶

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

إِنَّ اللّٰـهَ لاَ يَسۡتَـحۡيِـيۡ أَنۡ يَّـضۡرِبَ مَثَلاً مَّا بَعُوضَـةً فَمَا فَوۡقَهَا فَأَمَّا الَّذِيۡنَ آمَنُواۡ فَيَعۡلَمُونَ أَنَّهُ الۡحَقُّ مِن رَّبِّهِـمۡ وَأَمَّـا الَّـذِيۡـنَ كَـفَـرُواۡ فَيَـقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِهَـذَا مَثَلاً يُضِلُّ بِهٖ كَثِيۡراً وَيَهۡدِیۡ بِهٖ كَثِيۡراً وَمَا يُضِلُّ بِهٖ إِلَّا الۡفَاسِقِيۡنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ اللّٰـهَ بےشک اللہ لاَ يَسۡتَـحۡيِـيۡ نہیں شرماتا أَنۡ يَّـضۡرِبَ کہ بیان کرے مَثَلاً مثال مَّا بَعُوضَـةً کوئی سی بھی مچھر کی فَمَا اس چیز کی جو فَوۡقَهَا اس سے بڑھ کر ہو فَـأَمَّا الَّذِيۡنَ لیکن وہ لوگ جو آمَنُواۡ ایمان لائے فَيَعۡلَمُونَ تو وہ جانتے ہیں أَنَّهُ الۡحَقُّ بلاشبہ وہ حق ہے مِن رَّبِّهِمۡ ان کے رب کی طرف سے وَأَمَّا الَّذِيۡنَ اورجولوگ كَفَرُواۡ کافر ہوئے فَيَقُولُونَ تو وہ کہتے ہیں مَاذَا کیا أَرَادَ اللّٰهُ ارادہ کیاہے اللہ نے بِهٰذَا مَثَلاً اس مثال سے يُـضِلُّ وہ گمراہ کرتاہے بِـهٖ اس سے كَثِيۡراً بہتوں کو وَيَهۡدِیۡ اور ہدایت دیتاہے بِـهٖ اس سے كَثِيۡراً بہتوں کو وَمَا يُضِلُّ اور وہ گمراہ نہیں کرتا بِهٖ اس سے إِلَّا الۡفَاسِقِيۡنَ مگر فاسقوں ہی کو۔

ترجمہ: اللہ اس سے ذرا نہیں شرماتا کہ مثال بیان کرے مچھر تک کی یا اس سے بھی بڑھ کر کسی اور چیز کی۔ جو

لوگ ایمان لائے وہ تو یہی سمجھیں گے کہ وہ یقیناً حق ہے ان کے پروردگار کی جانب سے البتہ جولوگ کفر اختیار کئے ہوئے ہیں وہ یہی کہتے رہتے ہیں کہ اللہ کا اس مثال سے مطلب کیا تھا؟ گمراہ بھی کرتا ہے بہتوں کو اس سے اور راہ بھی دکھاتا ہے بہتوں کو اسی سے۔ ہاں! وہ گمراہ کسی کو بھی اس سے نہیں کرتا بجز بے حکمی کرنے والوں کو۔

تشریح: اِس آیت میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے نہیں شرماتا کہ وہ کسی بات کو واضح کرنے کے لئے کوئی بھی مثال دے چاہے وہ مچھر جیسی معمولی چیز کی ہو یا کسی ایسی چیز کی جو مچھر سے بھی زیادہ معمولی ہو۔

۲۔ جولوگ مومن ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ مثال ایک حق بات ہے جو ان کے پروردگار کی طرف سے آئی ہے۔

۳۔ جولوگ کافر ہیں وہ یہی کہتے ہیں کہ بھلا اس حقیر مثال سے اللہ کا کیا مطلب ہے؟

۴۔ اللہ تعالیٰ اس مثال سے بہت سے لوگوں کو گمراہی میں مبتلا کرتا ہے۔

۵۔ اور بہت سارے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔

۶۔ مگر وہ گمراہ انہی کو کرتا ہے جو نافرمان ہیں۔

تفسیر ابنِ کثیر کے مطابق حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب قرآنِ مجید میں مکڑی اور مکھی کی مثال بیان ہوئی تو مشرک کہنے لگے بھلا ایسی حقیر چیزوں کے بیان کی قرآن جیسی آفاقی کتاب میں کیا ضرورت ہے؟ اس اعتراض کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور کہا گیا کہ حق کے بیان سے اللہ تعالیٰ نہیں شرماتا خواہ وہ کم ہو یا زیادہ اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مختارِ کل اور قادرِ مطلق ہے ہر چھوٹی بڑی چیز اسی کی ہے اور ان سب پر اس کا کامل اختیار ہے۔ وہ چاہے تو بڑی سے بڑی چیز کی مثال دے اور چاہے تو چھوٹی سی چھوٹی چیز کی مثال دے۔ مومن ومسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ رب کی ہر بات کو حق مان لے اور تسلیم کرلے۔ جس کے دل میں رب ذوالجلال پر ایمان ہوتا ہے وہ کبھی رب کے کسی قول وفعل پر کوئی اعتراض کرنے کی جسارت نہیں کرتا لیکن کافرلوگ جن کے دلوں میں کجی اور شرارت ہوتی ہے وہ اس قسم کے اعتراضات کرتے ہیں اور گمراہی کے دلدل میں پھنس جاتے ہیں اور فاسقوں کی بدنصیبی ہوتی ہے کہ وہ گمراہ ہوجاتے ہیں ورنہ حقیقی مومن گمراہی سے دور رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر ''اٰمنـا و صـدقـنـا ہم ایمان لائے اور ہم نے تصدیق کی'' والی صفت پیدا فرمادے۔ آمین

درس نمبر (۲۵) تین قسم کے لوگ نقصان اور خسارے میں ہیں سورۃ البقرۃ: ۲۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّـذِيْـنَ يَـنْـقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ أَنْ يُّوصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ أُولٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَّـذِيْنَ وہ لوگ جو يَـنْـقُضُوْنَ توڑتے ہیں عَهْـدَ اللّٰـهِ اللہ کا عہد مِـنْ بَعْدِ اس کے بعد مِيْثَاقِهِ اس کے پختہ کر لینے کے وَيَقْطَعُوْنَ وہ کاٹتے ہیں مَـا أَمَرَ اللّٰهُ اس چیز کو جو اللہ نے حکم دیا بِهٖ جس کا أَنْ يُّوْصَلَ اسے ملایا جائے وَيُفْسِدُوْنَ وہ فساد کرتے ہیں فِيْ الْأَرْضِ زمین میں أُولٰـئِكَ یہی لوگ ہیں هُمُ الْخَاسِرُوْنَ خسارہ اٹھانے والے۔

ترجمہ: جو اللہ کے اقرار کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جس چیز یعنی رشتہ قرابت کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اس کو قطع کیے ڈالتے ہیں اور زمین میں خرابی کرتے ہیں یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو پختہ کرنے کے بعد بھی توڑ دیتے ہیں۔

۲۔ اور جن رشتوں کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے انہیں کاٹ ڈالتے ہیں۔

۳۔ اور زمین میں فساد مچاتے ہیں۔

۴۔ ایسے ہی لوگ بڑا نقصان اٹھانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں فاسقوں کی تین صفتوں کا ذکر کیا ہے اور ان تین صفتوں کو اختیار کرنے والوں کا یہ انجام بتلایا ہے کہ وہ خسارے اور نقصان میں ہیں، ان میں ایک وصف عہد کو توڑنا بھی ہے۔ عہد سے عام عہد مراد ہے جس میں اللہ اور بندوں کے درمیان عہد بھی مراد ہے اور انسانوں کے درمیان کے جو معاہدات ہوتے ہیں وہ بھی مراد ہیں۔ عالَم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے صبحِ قیامت تک پیدا ہونے والی تمام روحوں سے یہ عہد لیا تھا کہ ''اَلَسْتُ بِـرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا تھا بلیٰ جی ہاں!'' اس عہد کا تقاضہ یہ تھا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ربوبیت وحدانیت کو دنیا میں تسلیم کرتا اور اسی پر قائم رہتا مگر جو بدنصیب اس کیے ہوئے عہد کا لحاظ نہیں رکھتے اور بدعہدی کرتے ہیں وہ اس فہرست میں داخل ہیں۔ اسی طرح آپسی معاملات میں جو عہد و معاہدہ کیا جاتا ہے جیسے خرید و فروخت، لین دین وغیرہ تو اگر کوئی اس میں بدعہدی کرے تو عہد کے توڑنے میں یہ بھی داخل ہے۔ بہرحال عہد کا توڑنا اخلاقی، شرعی و قانونی جرم ہے۔

سورۂ انفال کی آیت نمبر ۵۶ میں عہد کو توڑنے والوں کو متقیوں کی فہرست سے نکال باہر کر دیا گیا ہے، اَلَّـــذِيْـــنَ عَـاهَـدْتَّ مِـنْهُـمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ۔ آپ نے جن سے معاہدہ کیا پھر وہ ہر مرتبہ اپنا عہد توڑتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتے نہیں ہیں۔ سورۃ الرعد کی آیت نمبر ۲۵ میں مضبوط عہد کو توڑنے والوں اور قطع رحمی کرنے والوں اور زمین میں فساد کرنے والوں کے بارے میں لعنت اور بُرے ٹھکانہ کی خبر دی گئی ہے، وَالَّـذِيْـنَ يَـنْـقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ أَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِيْ الْأَرْضِ أُولٰئِكَ لَهُمُ الـلَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّارِ ۔ اور جو لوگ اللہ سے پختہ عہد کر کے اس کو توڑ ڈالتے ہیں اور جن رشتوں کے جوڑے رکھنے کا اللہ

نے حکم دیا ہے ان کو قطع کر دیتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے ہیں ایسوں پر لعنت ہے اور ان کے لئے بُرا انجام ہے۔

فاسقوں کی دوسری صفت قطع رحمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بار بار صلۂ رحمی یعنی رشتہ داری کا لحاظ رکھنے کا حکم دیا ہے اور نبی رحمت ﷺ نے صلہ رحمی کے فضائل بتلائے ہیں اور جو لوگ رشتہ ناطوں کو توڑتے ہیں ان کے لئے وعیدیں بیان کی گئی ہیں اور تیسری صفت زمین میں فساد پھیلانا ہے یعنی معاشرتی اور اخلاقی بگاڑ پیدا کرنا ہے جو پچھلی دو بدترین صفتوں کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے یعنی جس معاشرہ میں بدعہدی کا مزاج عام ہو جاتا ہے اور صلہ رحمی کے بجائے قطع رحمی یعنی رشتۂ ناطوں کو توڑنے کی عادت عام ہو جاتی ہے اس معاشرہ میں ہر قسم کا فساد و بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے اور اجتماعیت خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح کی زندگیوں میں جہاں جہاں عہد اور رشتہ داری کا لحاظ ہوتا ہے وہاں معاشرہ میں سدھار اور امن وسلامتی کی فضا پائی جاتی ہے اور جہاں ان چیزوں کا لحاظ نہیں ہوتا وہاں فساد و بگاڑ عام ہو جاتا ہے اور لوگ خسارے اور نقصان کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس خسارے اور نقصان سے محفوظ رکھے۔ آمین

درس نمبر (۲۶) اپنی زندگی اور موت پر غور کرنے والا کافر نہیں ہو سکتا سورۃ البقرۃ:۲۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتاً فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: كَيْفَ کیسے تَكْفُرُوْنَ تم کفر کرتے ہو بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ وَكُنْتُمْ اور تھے تم أَمْوَاتاً مردے فَأَحْيَاكُمْ تو اس نے تمہیں زندہ کیا ثُمَّ پھر يُمِيْتُكُمْ تمہیں موت دے گا ثُمَّ پھر يُحْيِيْكُمْ تمہیں زندہ کرے گا ثُمَّ پھر إِلَيْهِ اسی کی طرف تُرْجَعُوْنَ تم لوٹائے جاؤ گے۔

ترجمہ: تم اللہ کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا پھر تمہیں موت دے گا پھر زندہ کرے گا پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کا طرزِ عمل کیسے اختیار کر لیتے ہو؟

۲۔ حالانکہ تم بے جان تھے اسی نے تمہیں زندگی بخشی

۳۔ پھر وہی تمہیں موت دے گا

۴۔ پھر وہی تم کو دوبارہ زندہ کرے گا

۵۔ اور پھر تم اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ نے کفر کرنے والوں سے ایک سوال کیا ہے کہ تم کس طرح کفر کرتے ہو؟ یعنی تمہارے کفر پر تعجب ہے اگر تم صرف اپنے وجود پر غور کر لیتے کہ تم کچھ بھی نہیں تھے، ایک مردہ نطفہ کی شکل میں تھے، اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک خاص

قسم کی شکل دی۔ بہترین انداز میں پیدا کیا، دل ودماغ دیا، ہاتھ پیر دیئے، آنکھوں میں قوتِ بصارت دی، کانوں میں قوتِ سماعت دی، زبان میں قوتِ گویائی دی، جسم کا اندرونی نظام بنایا اس طرح کہ تمہارا جسم خود ایک دنیا ہے۔ پھر اس جسم میں جان ڈالی، تم کو زندہ کیا، پھر تم کو بچپن سے بالتدریج ترقی دی اور تم نے جوانی پر قدم رکھا اور اپنے جیسے ہزاروں لاکھوں انسانوں کا بچپن ان کی جوانی اور ان کا بڑھاپا دیکھا، پھر ان کو دنیا میں آتے جاتے دیکھا، ان کی پیدائش اور ان کی موت دیکھی، ان کو قبروں میں گڑھتے ہوئے دیکھا، پھر ایک دن آئے گا کہ ان سارے ہی انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور ان سب کو رب ذوالجلال کے روبرو کھڑا ہونا پڑے گا، ان ساری حقیقتوں کے بعد بھی کیا تمہارے دل کے دروازے ابھی تک نہیں کھلے؟ رب ذوالجلال کی قدرت وطاقت اور اس کی وحدانیت وربوبیت پر کیا اب بھی کوئی شک باقی رہ گیا ہے؟ یہ عجوبہ ہے تمہاری اس زندگی کا کہ تمہاری عقل کو ابھی تک سیدھی راہ نصیب نہیں ہوئی اور ایمان کی حرارت تمہارے دل میں پیدا نہیں ہوئی۔ تعجب ہے کہ تم کیسے کفر کرتے ہو؟ جب کہ اللہ نے تم کو زندہ کیا تم مردہ تھے کچھ بھی نہیں تھے، پھر ایک دن آئے گا کہ اللہ تعالیٰ تم کو موت دیدے گا، پھر تمکو زندہ کرے گا اور تم سب کو بس اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ سنبھل جاؤ ابھی موقع ہے اپنے رخ کو بدلنے کا اور فیصلہ لینے کا، اگر تم اپنی زندگی اور موت سے سبق لینے کا ہنر نہیں جانتے تو کم از کم زمین وآسمان پر غور کرو، تہہ بہ تہہ ساتوں آسمانوں کو دیکھو جن کو بغیر ستون کے کس طرح اللہ تعالیٰ نے ٹھہرایا ہے؟ اور اس وسیع وعریض زمین کو دیکھو جس پر تم چلتے پھرتے ہو اور اپنے گھر بناتے ہو اور آرام کی زندگی بسر کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ماننے کیلئے بس یہی چیزیں کافی ہیں۔

سورۂ حج کی آیت نمبر ٦٦ میں انسان کے زندہ کئے جانے اور اس کے مرنے اور دوبارہ زندہ کئے جانے کا یوں تذکرہ کیا گیا کہ **وَهُوَ الَّذِیْ أَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ إِنَّ الْإِنسَانَ لَكَفُوْرٌ** ۔اور وہ وہی اللہ ہے جس نے تم کو زندہ کیا پھر وہ تم کو موت دے گا پھر وہ تم کو زندہ کرے گا، بیشک انسان بڑا ناشکرا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کفر وشرک سے بچادے۔ آمین

درس نمبر (٢٧) زمین وآسمان کا خالق کون؟ سورۃ البقرۃ:٢٩

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُم مَّا فِی الْأَرْضِ جَمِيْعاً ثُمَّ اسْتَوٰی إِلَی السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: هُوَ الَّذِیْ وہی ہے جس نے خَلَقَ پیدا کیا لَكُم تمہارے لئے مَّا جو کچھ فِی الْأَرْضِ زمین میں ہے جَمِيْعاً سب کا سب ثُمَّ پھر اسْتَوٰی وہ متوجہ ہوا إِلَی السَّمَآءِ آسمان کی طرف فَسَوَّاهُنَّ چنانچہ انہیں ٹھیک کرکے بنادیا سَبْعَ سَمَاوَاتٍ سات آسمان وَهُوَ اور وہ بِكُلِّ شَیْءٍ ہر چیز کو عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے۔

ترجمہ: وہی ہے اللہ جس نے پیدا کیا تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب پھر وہ متوجہ ہوا آسمان کی طرف، چنانچہ انہیں ٹھیک کر کے بنادیا سات آسمان اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

تشریح: اِس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہی ہے وہ اللہ جس نے زمین میں جو کچھ ہے تمہارے لئے پیدا کیا۔

۲۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا۔

۳۔ چنانچہ ان کو سات آسمانوں کی شکل میں ٹھیک ٹھیک بنادیا۔

۴۔ اور وہ ہر چیز کا پورا پورا علم رکھنے والا ہے۔

وہ انسان عقلمند اور ہوشمند کیسے کہلائے گا جو جس دھرتی میں رہتا، کھاتا پیتا، چلتا پھرتا، سوتا جاگتا اور اٹھتا بیٹھتا ہے اس دھرتی کے خالق و مالک سے بے خبر ہے؟ جس رب ذوالجلال نے انسان کو بلکہ تمام جانوروں کو زندگی بخشی اور جو مالکِ کُل ان سب کو موت کے گھاٹ اتارتا ہے وہی خالق و مالک اور مختار وغنی پروردگار ہے جس نے زمین میں موجود ان ساری چیزوں کو پیدا کیا، یہ بلند و بالا مضبوط پہاڑ جن کو زمین پر گاڑ دیا تاکہ یہ زمین زلزلہ اور بھونچال سے محفوظ رہے، اس زمین میں مخلوقات کے لئے روزی عطا فرمائی، طرح طرح کی ترکاریاں، مختلف اقسام کی پھل پھلاریاں، مختلف قسم کی بری اور بحری نعمتیں عطا کیں، عقلمند انسان وہ ہے جو ان ساری نعمتوں کو استعمال کرتے ہوئے ان نعمتوں کے حقیقی خالق و مالک کو پہچانے اور اس کے حکموں کی قدردانی کرے اور اپنی زندگی اس کی اطاعت وعبادت میں گزارے۔

زمین اور آسمانوں کی پیدائش کے تذکرے قرآنِ مجید میں متعدد مرتبہ ہیں۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر۱ میں فرمایا گیا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّورَ۔ تمام تعریف اس اللہ کے لئے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور روشنی کا وجود بخشا۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر۷۳ میں فرمایا گیا کہ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ۔ اور وہ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک ٹھیک پیدا کیا۔ زمین اور آسمان کے چھ دنوں میں پیدا کئے جانے کی صراحت سورۂ اعراف کی آیت نمبر۵۴ میں یوں ہے، اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ۔ بیشک تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔

جس پروردگار نے زمین اور زمین میں موجود ساری چیزیں پیدا کیں وہ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ آسمان کی جانب متوجہ ہوا۔ اس آیت سے معلوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے زمین پیدا کی پھر ساتوں آسمان پیدا کئے اور آسمانِ دنیا کو ستاروں سے مزین کر دیا۔ ظاہر ہے کہ جب کوئی عمارت تیار کی جاتی ہے تو پہلے نیچے کا حصہ بنایا جاتا ہے پہلے فرش پھر

عرش، اللہ تعالیٰ نے پہلے فرش بنایا اور پھر آسمان کو چھت کے محور پر بنا دیا۔

اکثر آیتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین اور تمام عالم کو چھ دن میں پیدا کیا اور مسلم شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں روز جمعہ کے دن عصر اور مغرب کے درمیان حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔

اس آیت سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ جس رب ذوالجلال نے پہلی مرتبہ زمین وآسمان اور دیگر تمام چیزوں کو پیدا کیا اس رب ذوالجلال کے لئے کیا انہیں دوبارہ پیدا کرنا مشکل ہے؟ ہرگز نہیں، وہ اِنَّ اللّٰـهَ عَـلٰـى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْر بھی ہے اور وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ بھی ہے، اس کے پاس ہر چیز کا علم بھی ہے اور ہر چیز پر قدرت بھی ہے۔

درس نمبر (۲۸) آدم علیہ السلام کی پیدائش پر فرشتوں کا اعتراض سورۃ البقرۃ:۳۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذْ قَـالَ رَبُّكَ لِلْمَلائِكَةِ إِنِّىْ جَاعِلٌ فِىْ الْأَرْضِ خَلِيْفَةً قَالُوْا أَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّىْ أَعْلَمُ مَا لاَ تَعْلَمُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذْ اور جب قَـالَ کہا رَبُّكَ تمہارے رب نے لِلْـمَلائِكَةِ فرشتوں سے إِنِّىْ بیشک میں جَاعِلٌ بنانے والا ہوں فِىْ الْأَرْضِ زمین میں خَلِيْفَةً ایک خلیفہ قَالُوْا انہوں نے کہا أَتَجْعَلُ کیا تو بناتا ہے فِيْهَا اس میں مَن اسے جو يُفْسِدُ فساد کرے گا فِيْهَا اس میں وَيَسْفِكُ اور بہائے گا الدِّمَاءَ خون وَنَحْنُ اور ہم نُسَبِّحُ تسبیح کرتے ہیں بِـحَـمْدِكَ تیری تعریف کے ساتھ وَنُـقَدِّسُ اور ہم پاکیزگی بیان کرتے ہیں لَكَ تیری قَالَ کہا إِنِّىْ أَعْلَمُ بے شک میں جانتا ہوں مَا جو لاَ تَعْلَمُوْنَ تم نہیں جانتے۔

ترجمہ: اور جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو انہوں نے کہا ایسے شخص کو کیوں پیدا کرتے ہو جو زمین میں فساد کرے اور خون بہائے؟ اور ہم آپ کی تسبیح، حمد اور پاکیزگی بیان کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

۲۔ فرشتے کہنے لگے کیا آپ زمین میں ایسی مخلوق پیدا کریں گے جو اس میں فساد مچائے اور خون خرابہ کرے؟

۳۔ حالانکہ ہم آپ کی تسبیح، حمد و تقدیس میں لگے ہوئے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے کہا میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

دنیا کے سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا یہاں ذکر ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزاروں قسم کی مخلوقات کو پیدا کیا مگر کسی مخلوق کی پیدائش سے پہلے اس کی پیدائش کے ذکر کا اہتمام نہیں کیا، ایک

انسان ہی ہے جس کو یہ شرف حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ کا یہ تذکرۂ خاص انسان کی فضیلت کی علامت ہے۔اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز واکرام صرف حضرت انسان کو دیا ہے۔افسوس کہ ہم کو ہمارا مقام معلوم نہیں۔!!

دنیا میں پہلے ہی سے جنات آباد تھے اور فرشتے جنات کی شرارتوں سے بھی واقف تھے۔جب اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کا ذکر فرشتوں سے کیا کہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ اے اللہ! آپ کی تسبیح بیان کرنے اور آپ کی حمد اور بڑائی بیان کرنے کے لئے تو ہم ہیں ہی،کیا آپ ایسے شخص کو پیدا کررہے ہیں جو زمین میں بگاڑ پیدا کرے گا اور خون ریزی کرے گا؟ فرشتوں کی طرف سے یہ اعتراض نہیں تھا بلکہ رب ذوالجلال کے دربار میں فرشتوں کی ایک درخواست تھی۔فرشتوں نے صرف ایک پہلو پر غور کیا اور درخواست کی لیکن اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق علیم وحکیم ہیں،انہیں ہر پہلو اور ہر سمت کا پورا پورا علم ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا میں ان تمام باتوں کو جانتا ہوں جنہیں تم نہیں جانتے۔اس انسان کی پیدائش میں جو حکمتیں اور مصلحتیں ہیں ان سے صرف میں واقف ہوں تم واقف نہیں ہو۔قرآنِ مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کے نام کا تذکرہ تقریباً ۲۵ مرتبہ ہے۔حضرت آدم علیہ السلام کے سلسلہ میں سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۱۶ میں یوں ہے، وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِکَۃِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِیْسَ أَبٰی ۔اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو سب سجدے میں گر پڑے مگر ابلیس نے انکار کیا۔

چلتے چلتے ذرا حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں چند معلومات سن لیجئے۔حضرت آدم علیہ السلام سب سے پہلے انسان ہیں۔یہ ابوالبشر ہیں۔سارے ہی انسانوں کے باپ ہیں اور روئے زمین پر بحیثیت خلیفہ پیدا کئے گئے ہیں۔جنت سے جب حضرت آدم علیہ السلام اتارے گئے تو دجلہ وفرات (عراق) کے دوآبہ میں آباد ہوئے۔توراۃ کی روایت کے اعتبار سے حضرت آدم علیہ السلام کے تین بیٹے ہیں، ہابیل، قابیل اور شیث۔حضرت آدم علیہ السلام نے ۹۳۰ سال کی عمر پائی۔اللہ تعالیٰ ہمارے علم میں اضافہ فرمائے۔آمین

فرشتوں پر انسان کو فوقیت

درس نمبر (۲۹) سورۃ البقرۃ: ۳۱-۳۲-۳۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هٰؤُلَاءِ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِيْنَ ○ قَالُوْا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○ قَالَ يَا آدَمُ أَنبِئْهُم بِأَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّا أَنبَأَهُمْ بِأَسْمَآئِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ إِنِّيْ أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَعَلَّمَ اور اس نے سکھلائے آدَمَ آدم کو الْأَسْمَاءَ نام كُلَّهَا سب کے سب ثُمَّ پھر عَرَضَهُمْ اس

نے انہیں پیش کیا عَلَى الْمَلائِكَةِ فرشتوں پر فَقَالَ پھرکہا أَنبِئُونِيُ مجھے خبردو بِأَسْمَاءِ هَؤُلاءِ ان چیزوں کے ناموں کی إِنْ كُنتُمْ اگر ہوتم صَادِقِيْنَ سچے ○ قَالُواْ انہوں نے کہا سُبْحَانَكَ توپاک ہے لاَ عِلْمَ لَنَا ہم کوعلم نہیں ہے إِلاَّ مَا مگر وہی جو عَلَّمْتَنَا تونے ہمیں دکھایا إِنَّكَ أَنتَ بیشک تو ہی ہے الْعَلِيْمُ خوب جاننے والا الْحَكِيْمُ خوب حکمت والا ○ قَالَ کہا يَا آدَمُ اے آدم أَنبِئْهُم توانہیں بتادے بِأَسْمَآئِهِمْ ان چیزوں کے نام فَلَمَّا أَنبَأَهُمْ پھر جب بتادیئے اس نے انہیں بِأَسْمَآئِهِمْ ان کے نام قَالَ کہا أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا إِنِّيْ أَعْلَمُ بلاشبہ میں جانتا ہوں غَيْبَ السَّمَاوَاتِ آسمانوں کی چھپی باتیں وَالأَرْضِ اور زمین کی وَأَعْلَمُ اور میں جانتا ہوں مَا تُبْدُونَ جو تم ظاہر کرتے ہو وَمَا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ اور جوتم چھپاتے تھے۔

ترجمہ: اور سکھلا دیئے اللہ تعالیٰ نے آدم کو سب چیزوں کے نام پھر انہیں پیش کیا فرشتوں کے سامنے اور فرمایا بتلاؤ مجھ کو ان چیزوں کے نام اگر تمہارا خیال صحیح ہے ○ فرشتوں نے عرض کیا کہ آپ تو پاک ہیں، ہم کو معلوم نہیں مگر جس قدر آپ نے ہم کو سکھلایا، بیشک آپ ہی سب کچھ جاننے والے اور سمجھنے والے ہیں ○ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے آدم تم بتلا دو انکو ان چیزوں کے نام جب بتلا دیئے ان کو آدم نے ان چیزوں کے نام تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ میں جانتا ہوں ساری حقیقتیں آسمانوں اور زمین کی جو تم سے مخفی ہیں اور جانتا ہوں وہ بھی جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم دل میں رکھتے ہو۔

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سارے نام سکھا دیئے۔

۲۔ پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔

۳۔ اور فرشتوں سے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام تو بتلاؤ۔

۴۔ فرشتے بول پڑے آپ ہی کی ذات پاک ہے جو کچھ علم آپ نے ہمیں دیا ہے اس کے سوا ہم کچھ نہیں جانتے، حقیقت میں علم وحکمت کے مالک تو صرف آپ ہیں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے کہا، اے آدم! تم ان کو ان چیزوں کے نام بتا دو۔

۶۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے نام ان کو بتا دیئے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کے بھید جانتا ہوں؟

۸۔ اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ چھپاتے ہو مجھے اس کا علم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی پیدائش کے بعد سب سے پہلی چیز جو عطا فرمائی وہ علم ہے۔ اس سے علم کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے۔ بعض لوگ مال ودولت کے نشہ میں ہوتے ہیں اور مال ودولت ہی کو سب کچھ سمجھتے

ہیں۔اگر مال و دولت ہی سب کچھ ہوتا تو اللہ تعالیٰ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو مال و دولت عطا فرماتے اور اس بنیاد پر فرشتوں پر حضرت آدم علیہ السلام کی فوقیت ظاہر کر دی جاتی۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا علم فرشتوں کے علم سے بڑھ کر ہے۔فرشتوں کے علم کی ایک حد ہے اور انسان کا علم اس حد سے کئی گنا زیادہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو جو علم الاسماء عطا کیا گیا اس سے ساری چیزوں سے متعلق معلومات مراد ہیں۔ چیزوں کے خواص اور ان کے آثار وغیرہ اس علم میں داخل و شامل ہیں۔ان اسماء سے اسماء الٰہی بھی مراد ہیں۔غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جس انسان کو اللہ تعالیٰ نے آسمانی و آفاقی مخلوق فرشتوں سے بھی اونچا درجہ دیا ہو اور دیگر مخلوقات کے مقابلہ میں متعدد خوبیوں سے نوازا ہو، اس قدر اونچے درجہ کا انسان کسی مردہ پتھر کے سامنے جھک جائے، کسی مورتی کی پوجا شروع کر دے جس کو اپنی ناک پر بیٹھی مکھی اُڑانے کی بھی طاقت نہیں، یہ بڑے تعجب کی بات ہے۔ایک اور نکتہ پر بھی غور فرمایئے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو علم عطا کیا گیا تو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ اس علم کو چھپا کر رکھو کسی کے سامنے اس علم کو ظاہر مت کرو بلکہ فوراً یہ حکم دیا گیا کہ اَنۡبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَاءِ هِمۡ ان کے نام انہیں بتلاؤ۔معلوم یہ ہوا کہ علم کا فطری تقاضا یہ ہے کہ اسکو ظاہر کیا جائے اور بتلایا جائے، اس لئے کہ علم دلوں میں محفوظ رکھنے والی نعمت نہیں بلکہ یہ سینہ بہ سینہ قیامت تک کے سینوں تک پہنچانے والی نعمت ہے۔فرشتوں کے علم سے زیادہ انسانوں کا علم اور انسانوں کے علم سے کروڑوں اربوں گنا زیادہ اس رب ذوالجلال کا علم ہے جو آسمان و زمین کی ہر ڈھکی چھپی چیز کا پورا پورا علم رکھتا ہے، جس کے علم کا تقابل دنیا کے کسی انسان سے ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔''اللہ کا علم سمندر تو انسان کا علم قطرہ''

اللہ تعالیٰ ہمیں علم نافع عطا فرمائے۔آمین

درس نمبر (۳۰) حضرت آدم علیہ السلام کے آگے جھکنے کا فرشتوں کو حکم سورۃ البقرۃ:۳۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَإِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلاَئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لآدَمَ فَسَجَدُوۡا إِلاَّ إِبۡلِيۡسَ أَبٰى وَاسۡتَكۡبَرَ وَكَانَ مِنَ الۡكَافِرِيۡنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذۡ اور جب قُلۡنَا ہم نے کہا لِلۡمَلاَئِكَةِ فرشتوں سے کہ اسۡجُدُوۡا سجدہ کرو لآدَمَ آدم کو فَسَجَدُوۡا توانہوں نے سجدہ کیا إِلاَّ سوائے إِبۡلِيۡسَ ابلیس کے أَبٰى اس نے انکار کیا وَاسۡتَكۡبَرَ اور تکبر کیا وَكَانَ اور تھا وہ مِنَ الۡكَافِرِيۡنَ کافروں میں سے۔

ترجمہ: اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے آگے جھکو تو وہ سب جھکے مگر ابلیس نہ جھکا اس نے انکار کیا اور تکبر میں آ گیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

تشریح: اِس آیت میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔اور اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔

۲۔ چنانچہ سب فرشتوں نے سجدہ کیا۔
۳۔ مگر ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور متکبّرانہ رویہ اختیار کیا اور کافروں میں سے ہوگیا۔

مفسرین نے ایک روایت یہ نقل کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا ابھی جسدِ خاکی ہی تیار ہوا تھا اور ابھی روح اس میں نہیں پڑی تھی کہ ادھر سے ابلیس کا گزر فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ ہوا۔ ابلیس نے فرشتوں سے پوچھا کہ یہ نئی مخلوق اگر ہم سب پر حاکم بنادی گئی تو کیا کروگے؟ فرشتوں نے کہا کہ جان ودل سے اس کی اطاعت کریں گے اور کیا کریں گے؟ اس پر ابلیس نے اپنے دل میں کہا کہ مجھ سے تو اطاعت نہ ہوگی میں تو خود ہی اس پر غلبہ حاصل کروں گا۔ ایک قابلِ غور نکتہ یہاں ذہن میں رہے کہ سجدہ سے مراد یہاں وہ سجدۂ اصطلاحی، شرعی وفقہی نہیں ہے بلکہ تواضع وتذلل مراد ہے۔ یہاں سجدہ سے مراد زمین پر پیشانی رکھنا نہیں ہے بلکہ صرف جھکنا مراد ہے اور جن مفسرین نے عمومی سجدہ مراد لیا ہے ان مفسرین نے اس بات کی وضاحت کردی ہے کہ یہ سجدۂ تعظیمی تھا اور سجدۂ تعظیمی پچھلی شریعتوں میں جائز تھا جبکہ شریعت محمدیہ میں اللہ کے علاوہ کسی اور کے آگے سجدہ کرنے کو حرام قرار دیا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام کا سجدہ کرنے سے مقصد ان کا اعزاز واکرام تھا۔ ابلیس جنات میں سے تھا جیسا کہ سورۂ کہف میں موجود ہے **کَـانَ مِـنَ الْـجِـنّ** وہ فرشتوں میں سے نہیں تھا جیسا کہ خود ابلیس نے اس بات کا اعتراف کیا ہے **خَـلَـقْـتَـنِیْ مِنْ نَارٍ** تونے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے، اگر فرشتہ ہوتا تو یوں کہتا کہ تونے مجھے نور سے پیدا کیا ہے، فرشتے چونکہ نور سے پیدا کئے گئے ہیں، اس لئے ان سے نافرمانی کا تصور نہیں کیا جاسکتا، اس لئے فرشتوں نے حکم بجالیا اور آدم کا سجدہ کیا اور ابلیس چونکہ آگ سے پیدا کیا گیا ہے اس لئے اس میں فطری طور پر غرور وگھمنڈ اور سرکشی ونافرمانی کا جذبہ تھا اس لئے اس نے سجدہ نہ کیا۔ ابلیس اگر اپنی حیثیت کو نہ دیکھتا اور رب کے حکم پر نگاہ رکھتا تو آج وہ بارگاہِ الٰہی کا مقرب ومحبوب ہوتا۔ ابلیس کے غرور وگھمنڈ نے اسکو ہمیشہ کے لئے راندۂ بارگاہِ الٰہی بنادیا اور ساری انسانیت کو اس واقعہ سے سبق ملا کہ جو کوئی حکمِ ربانی کے آگے سرِ خم تسلیم کرتا ہے وہ رب ذوالجلال کا محبوب ومقرب بن جاتا ہے اور جو کوئی اس کے سامنے غرور کی چادر اوڑھ لیتا ہے وہ ہمیشہ کے لئے ذلیل وخوار ہوجاتا ہے۔ یہاں ایک طالبعلمانہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا تھا اور ابلیس فرشتوں کی سی مخلوق نہیں ہے تو پھر کیوں ابلیس راندۂ بارگاہِ الٰہی ہوگیا؟ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ چونکہ ابلیس فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا اس لئے وہ اس حکمِ سجدہ میں خود بخود داخل ہوگیا اور دوسرا جواب یہ ہے کہ خود قرآنِ مجید کی اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو بھی سجدہ کا حکم دیا تھا **مَـا مَنَعَکَ اَلَّا تَسْـجُدَاِذْ اَمَرْتُکَ** کس چیز نے تجھ کو سجدہ کرنے سے روکا جبکہ میں نے تجھ کو حکم دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو غرور وگھمنڈ سے دور رکھے۔ آمین

درس نمبر(۳۱) پہلا جوڑا جنت میں سورۃ البقرۃ:۳۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلاَ مِنْهَا رَغَداً حَيْثُ شِئْتُمَا وَلاَ تَقْرَبَا هٰـذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقُلْنَا اورہم نے کہا یَا آدَمُ اے آدم اسْكُنْ ٹھہر أَنتَ تو وَزَوْجُكَ اورتیری بیوی الْجَنَّةَ جنت میں وَكُلاَ اورتم دونوں کھاؤ مِنْهَا اس میں سے رَغَداً بافراغت حَيْثُ جہاں سے شِئْتُمَا تم دونوں چاہو وَلاَ تَقْرَبَا اورمت قریب ہوناتم دونوں هٰـذِهِ الشَّجَرَةَ اس درخت کے فَتَكُونَا ورنہ تم دونوں ہوجاؤ گے مِنَ الظَّالِمِيْنَ ظالموں میں سے۔

ترجمہ: پھرہم نے حکم دیا کہ اے آدم! رہا کروتم اورتمہاری بیوی جنت میں پھرکھاؤ جوچاہو جہاں سے چاہومگر رخ نہ کرنااس درخت کاورنہ تم بھی انہی میں شمارہوجاؤ گے جواپنا نقصان کربیٹھے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ہم نے حکم دیا کہ اے آدم!تم اورتمہاری بیوی جنت میں رہا کرو۔

۲۔پھرکھاؤ جوچاہے جہاں سے چاہے۔

۳۔مگررخ نہ کرنااس درخت کا۔

۴۔ورنہ تم بھی انہی میں شمارہوجاؤ گے جواپنا نقصان کربیٹھے۔

حضرت آدم علیہ السلام پرکس قدراحسانات کی بارش ہے کہ ایک تو یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کودنیا کا سب سے پہلا انسان بنایا گیا،ان کی تخلیق آسمانوں پرہوئی اوران کوزمین پراتارنے سے پہلے جنت میں رکھا گیا۔جنت کی نعمتوں سے مالا مال کیا گیا۔دلجمعی کیلئے انہی کی پسلی سے حضرت حواء کوپیدا کیااوران کا جوڑا باندھااورانہیں خلافت کےاعزاز سےنوازا گیا۔لیکن چونکہ انسان کی زندگی کا مقصد آزمائش اورامتحان ہے،اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کوایک آزمائش میں مبتلا کیااورایک درخت کی نشاندہی کی گئی کہ اس کے قریب بھی مت پھٹکنا،وہ درخت کونسا تھا،انجیر کایاانگور کا،اس سے کوئی بحث نہیں۔بہرحال وہ ایک درخت تھا جس کےقریب جانے سے روکا گیا۔اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کواس جنت کا مالک نہیں بنایا،اگر مالک بنادیاجاتا تو ظاہر ہے کہ وہاں سےنکالے جانے کی گنجائش نہ ہوتی،اسی لئے اسْـكُـنْ کالفظ استعمال کیا گیا کہ یہاں صرف چندروز قیام کرنا ہے، یہاں اشارہ ہے اس بات کا کہ جنت میں دائمی قیام تو اسی وقت ہوگا جب روئے زمین پردنیوی زندگی گزاری جائے اورایمان واعمال صالحہ اختیار کئے جائیں اوراسی ایمان پرموت آئے تو اس جنت میں دائمی قیام کاموقع ملے گا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کووہ جنت عطافرمادے جس جنت کواس نےمتقیوں سے تیار کیا ہے۔

درس نمبر (۳۲) **شیطان نے حضرت آدم اور حواء علیہما السلام کو پھسلا دیا** سورۃ البقرۃ:۳۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلَى حِيْنٍ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَأَزَلَّهُمَا چنانچہ پھسلا دیا ان دونوں کو الشَّيْطَانُ شیطان نے عَنْهَا اس سے فَأَخْرَجَهُمَا اور نکلوا دیا اس نے انہیں مِمَّا كَانَا فِيْهِ جس میں وہ دونوں تھے وَقُلْنَا اور ہم نے کہا اهْبِطُوا اترو بَعْضُكُمْ تمہارا بعض لِبَعْضٍ بعض کا عَدُوٌّ دشمن ہے وَلَكُمْ اور تمہارے لئے فِي الْأَرْضِ زمین میں مُسْتَقَرٌّ ٹھکانہ ہے وَمَتَاعٌ اور فائدہ اٹھانا ہے۔ إِلَى حِيْنٍ ایک وقت تک۔

ترجمہ: آخرکار پھسلا دیا آدم و حوا کو شیطان نے اس درخت کی وجہ سے پس نکلوا کر چھوڑا ان کو اس عیش سے جس میں وہ تھے ہم نے حکم دیا کہ اب تم سب نیچے اترو تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے اور تمہیں زمین میں ٹھہرنا ہے ایک خاص مقدارِ مدت تک۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پھر ہوا یہ کہ شیطان نے حضرت آدم اور حوا دونوں کو وہاں سے ڈگمگا دیا۔

۲۔ اور جس عیش میں وہ تھے اس سے انہیں نکال کر رہا۔

۳۔ ہم نے آدم، حوا اور ابلیس تینوں سے کہا کہ اب تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔

۴۔ تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔

۵۔ اور تمہارے لئے ایک مدت تک زمین میں رہنا ہے اور کسی قدر فائدہ اٹھانا طئے کر دیا گیا ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳۶ میں شیطان ملعون کا تذکرہ کیا گیا ہے جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو پھسلایا۔ یہ وہی شیطان ہے جس کو ابلیس کہا جاتا ہے۔ ابلیس ذاتی نام ہے اور شیطان اس کا صفاتی نام ہے۔ شیطان، انسان کو گناہ کرنے پر مجبور تو نہیں کر سکتا، اس میں اس قدر طاقت نہیں ہے، اسی لئے انسان اپنے گناہوں کی ذمہ داری شیطان پر ڈال نہیں سکتا۔ شیطان میں گناہوں کی ترغیب دینے، حق کو باطل اور باطل کو حق باور کرنے اور دلوں میں وسوسہ ڈالنے کی طاقت ضرور ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے وسوسوں سے بچنے اور اس کی ترغیبات کا شکار ہونے سے اپنے آپ کو بچانے کی قوت اس سے زیادہ انسان میں رکھی ہے۔ اس لئے انسان گناہوں سے بچ سکتا ہے جبکہ اس کے اندر قوتِ ارادی مضبوط ہو۔

روایتوں میں ہے کہ شیطان نے پہلے تو قسم کھا کر آدم و حوا علیہما السلام کو اپنی دوستی کا یقین دلایا۔ جب قسم کھا کر شیطان نے یہ کہا کہ اس درخت کا پھل اگر کھا لو گے تو جنت میں دائمی قیام ہو جائے گا اور دونوں نے اس درخت میں

سے کھالیا جس کو سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۲۱ میں یوں بتلایا گیا، فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا۔ پس ان دونوں نے اس میں سے کھالیا پس ظاہر ہوگیا ان کا ستر ان کے سامنے۔ چنانچہ شیطان اپنے فریب میں کامیاب ہوگیا۔ اس طرح حضرت آدم اور حضرت حوا علیہا السلام دونوں کو حکم دیا گیا کہ اب جنت سے نکلو اور نیچے اتر جاؤ۔ شیطان چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کا سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے مردود ہوا تھا، اس لئے اس کے دل میں حضرت آدم علیہ السلام سے دشمنی تھی اور وہ انتقام کے انتظار اور موقع کی تاک میں تھا۔ اس نے حضرت آدم و حوا علیہا السلام کو پھسلا دیا اور جنت سے باہر کر دیا، اس طرح وہ اپنی انتقامی کارروائی میں کامیاب ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حضرت حوا علیہا السلام کو جب جنت سے نکلنے کا حکم دیا تو ایک جملہ کا اضافہ بھی فرما دیا کہ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔

اس میں اس طرف اشارہ تھا کہ آئندہ تمہاری اولاد میں باہمی دشمنی، عداوت اور ناانصافی رہے گی، چنانچہ قابیل اور ہابیل کے درمیان پہلا اختلاف ہوا اور قابیل نے اپنے سگے بھائی ہابیل کا قتل کر دیا۔

اب رہی یہ بات کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکالے گئے اور زمین پر اتارے گئے تو وہ لوگ آخر کس علاقہ میں اترے؟ بعضوں نے کہا کہ ایران میں اترے، بعضوں نے کہا کہ مصر میں اترے اور اکثر مورخین کا خیال یہ ہے کہ سرزمین ہند کے ایک مقام جس کو سراندیپ کہا جاتا ہے وہاں اترے۔ سری لنکا میں آج بھی بابا آدم پہاڑ موجود ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہاں حضرت آدم علیہ السلام کے قدموں کے نشان موجود ہیں۔ البتہ دونوں کی ملاقات میدان عرفات میں ہوئی اور عرفات کو اسی لئے عرفات کہا جاتا ہے کہ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر اس مقام پر پہچانا اور جدہ (سعودی عرب) کے ایک مقام پر حضرت حوا علیہا السلام کی قبر کا نشان بھی بتلایا جاتا ہے۔ جدہ دراصل جدّہ ہے اور جدہ کے معنی دادی کے ہیں اور حضرت حوا علیہا السلام تو سارے ہی انسانوں کی دادی جان ہیں۔

اللہ تعالیٰ مکہ اور مدینہ کی بار بار زیارت نصیب فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۳۳) حضرت آدم علیہ السلام پر مغفرت ورحمت کی بارش سورۃ البقرۃ: ۳۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَتَلَقَّى پھر سیکھ لئے آدَمُ آدم نے مِنْ رَّبِّهِ اپنے رب سے كَلِمَاتٍ چند کلمے فَتَابَ چنانچہ متوجہ ہوا عَلَيْهِ اس پر إِنَّهُ هُوَ بیشک وہی ہے التَّوَّابُ بہت توبہ قبول کرنے والا الرَّحِيمُ نہایت رحم کرنے والا۔

ترجمہ: پھر آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے اور معافی مانگی تو اس نے ان کا قصور معاف کر دیا بیشک وہ معاف کرنے والا ہے بڑا مہربان ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پھر حضرت آدم نے اپنے پروردگار سے توبہ کے کچھ الفاظ سیکھ لئے جن کے ذریعہ انہوں نے معافی مانگی۔

۲۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔

۳۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے جب لغزش ہوئی اور اس کے نتیجہ میں جنت سے نکل جانے کا حکم ہوا تو حضرت آدم علیہ السلام بہت بے چین ہو گئے اور گڑ گڑانے لگے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے لگے، لیکن چونکہ خوف کا غلبہ تھا، معافی کے کلمات زبان سے نہیں نکل پا رہے تھے اور یہ ڈر بھی ان کے دل پر چھایا رہا کہ پتہ نہیں معافی مانگنے میں بھی کہیں کوئی لغزش نہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ کو حضرت آدم علیہ السلام کی اس کیفیت پر رحم آیا، رحمتِ الٰہی جوش میں آئی، جس رب ذوالجلال کی محبت ہزاروں ماؤں کی محبت پر غالب ہے اور جس کی رحمت اس کے غصہ پر غالب ہے اس رب ذوالجلال نے خود ہی حضرت آدم علیہ السلام کو دعا و التجاء کے یہ الفاظ سکھلائے **رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ** اے ہمارے رب! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور اگر آپ ہمیں نہیں بخشیں گے اور ہم پر رحم نہیں کریں گے تو ہم خسارے میں پڑ جائیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کی بارش سے اس لغزش کے داغ و دھبہ کو دھو دیا۔

یہاں اس نکتہ پر بھی غور کرتے جایئے کہ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کا سجدہ نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور اللہ کی بارگاہ میں مجرم بن گیا۔ ادھر حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی مگر دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ شیطان کے گناہ نے اس کو شرمندہ نہ کیا، گناہ کے بعد وہ اپنے گناہ پر اڑا رہا جس کی وجہ سے ابدی اور دائمی ذلت و رسوائی کے گڑھے میں گر گیا۔ اِدھر حضرت آدم علیہ السلام سے جوں ہی لغزش ہوئی فوراً ہی نادم و شرمندہ ہوئے، رویا، گڑ گڑایا، بلبلایا، اپنے قصور کا اعتراف کیا۔ مغفرت اور رحمت کی بھیک مانگی تو بس اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کر دیا کہ **فَتَابَ عَلَيْهِ** ان کی توبہ کو قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ پسند نہیں جو گناہ کرنے کے بعد بھی اتراتے ہیں، بلکہ وہ لوگ پسند ہیں جن سے گناہ ہو جاتا ہے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھا دیتے ہیں اور مغفرت و رحمت کی بھیک مانگ لیتے ہیں اور اپنی اصلاح کی فکر میں لگ جاتے ہیں۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۰ میں یہی بات کہی گئی کہ **إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَأَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَأُوْلَئِكَ أَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ** ۔ ہاں! وہ لوگ جنہوں نے توبہ کر لی ہو اور اپنی اصلاح کر لی ہو اور چھپائی ہوئی باتوں کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہو تو میں ایسے لوگوں کی توبہ قبول کر لیتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہوں۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کے گناہوں کو معاف فرما دے۔ **رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ** ۔

درس نمبر(۳۴) **ہدایت کی پیروی کا نیک انجام** سورۃ البقرۃ:۳۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيْعاً فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْنَا ہم نے کہا اهْبِطُوا اترو تم مِنْهَا یہاں سے جَمِيْعاً سب فَإِمَّا پھر اگر يَأْتِيَنَّكُم تمہارے پاس آئے مِّنِّىْ میری طرف سے هُدًى کوئی ہدایت فَمَن تو جس نے تَبِعَ پیروی کی هُدَاىَ میری ہدایت کی فَلاَ خَوْفٌ تو نہ کوئی خوف ہوگا عَلَيْهِمْ ان پر وَلاَ هُمْ اور نہ وہ يَحْزَنُوْنَ غمگین ہوں گے۔

ترجمہ: ہم نے کہا تم اترو یہاں سے سب، پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی تو نہ کوئی خوف ہوگا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے کہا اب تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔

۲۔ پھر اگر میری طرف سے کوئی ہدایت تمہیں پہنچے۔

۳۔ جو لوگ میری ہدایت کی پیروی کریں گے ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ کسی غم میں مبتلا ہوں گے۔

اسی سورت کی آیت نمبر ۳۶ میں ”اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اتر جاؤ اس حال میں کہ تم میں سے بعض، بعض کے دشمن ہوں گے“ کہا گیا اور اس آیت میں دوبارہ یہ کہا جا رہا ہے کہ اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيْعاً تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔ پہلی مرتبہ اهْبِطُوا کہہ کر ابنِ آدم کو یہ بتلایا گیا کہ تم جنت سے دنیا کی طرف جاؤ، تم جس دنیا کی طرف جا رہے ہو وہ مصیبت کی جگہ ہوگی، آپس میں دشمنی بھی رہے گی اور اس دنیا میں تمہیں تھوڑے ہی دنوں کیلئے رہنا ہے وغیرہ۔ یہاں دوسری مرتبہ اهْبِطُوا کہہ کر یہ بتلا دیا جا رہا ہے کہ جنت سے نکل کر جس دنیا کی طرف تم جا رہے ہو وہاں تمہارے حقیقی خالق و مالک کی طرف سے تمہیں ہدایات دی جائیں گی۔ اللہ کے رسول تمہارے سامنے آئیں گے، ان پر آسمانی کتابیں نازل ہوں گی۔ اب تمہاری ذمہ داری یہ ہوگی کہ تم اس ایک خالق و مالک کی عبادت کرنا اور تمہاری ہدایت کیلئے جو سامان بھیجا جا رہا ہے تم اس کی اتباع کرنا۔ آسمانی کتابیں تمہاری رہنمائی کریں گی اور ہمارے بھیجے ہوئے رسول تمہیں احکامات سے آگاہ کرتے رہیں گے۔ اگر تم ہماری ہدایت کا اتباع کرو گے تو ہماری طرف سے تمہارے لئے یہ انعام ہوگا کہ جب تم جنت میں ہماری میزبانی میں آؤ گے تو تمہارے لئے خیر ہی خیر ہوگا، نہ تمہیں کوئی خوف لاحق ہوگا اور نہ ہی کوئی رنج ہوگا۔ اگر کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اتباع کو چھوڑ کر شیطان یا نفس کی اتباع کرے گا تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ وہ دوزخ کا ایندھن بنے گا۔ اللہ تعالیٰ

کی ہدایت کو چھوڑ کر خواہشات کی اتباع کرنے والا گمراہی کا شکار ہوگا۔سورۂ قصص کی آیت نمبر ۵۰ میں کہا گیا کہ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ، اوراس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جواللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کے بغیر بس اپنی خواہش کے پیچھے چلے؟

اللہ تعالیٰ ہمیں راہِ ہدایت پر قائم رکھے۔آمین

درس نمبر(۳۵) کفراور تکذیب کا انجام سورۃ البقرۃ:۳۹

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّذِيْنَ كَفَروا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَـئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَالَّذِيْنَ اوروہ لوگ جنہوں نے كَفَروا انکارکیا وَكَذَّبُوا اورجھٹلایا بِآيَاتِنَا ہماری آیتوں کو أُولَـئِكَ یہ لوگ ہیں أَصْحَابُ النَّارِ دوزخ والے هُمْ وہ سب فِيْهَا اس میں خَالِدُونَ ہمیشہ رہیں گے۔

ترجمہ: اور جولوگ کفر کریں گےاور جھٹلائیں گے ہمارے احکام کو یہ لوگ ہوں گے دوزخی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔جولوگ کفر کا ارتکاب کریں گےاور ہماری آیتوں کوجھٹلائیں گے وہ دوزخ والے ہوں گے۔

۲۔اس دوزخ میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے واضح انداز میں اپنا یہ آفاقی فیصلہ سنادیا ہے کہ جولوگ آفاقی شریعت کے ضابطوں کا انکار کردیں گےاور رب ذوالجلال کے اترے ہوئے قوانین،اصول وآداب کوجھٹلادیں گے ان کیلئے یہ قطعی فیصلہ سنادیا جارہا ہے کہ یہ دوزخی ہیں۔دوزخ کی آگ اور لپیٹ ان کا استقبال کرے گی اور یہ دوزخ میں رہنا چندروز کی مہمانی کے طور پر نہیں ہوگا بلکہ اس دوزخ میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے ایمان کا راستہ تجویز کیا ہے۔اگرکوئی بندہ اپنے رب کے تجویز کئے ہوئے راستہ سے ہٹ کرکوئی دوسراراستہ اختیارکرے تو پھراس کی سزاپانے کیلئے بھی اس کوتیاررہنا چاہئے۔جن خوش نصیب بندوں کو ایمان کی راہ پر چلنے کی توفیق ملی ہے انہیں اس نعمت عظمیٰ پر مسروررہنا چاہئے اورتوفیق عطا کرنے والے رب ذوالجلال کا ہمیشہ شکرگزاربھی رہنا چاہئے اور یہ دعا بھی کرتے رہنا چاہئے کہ رب ذوالجلال اس نعمت ایمان پر ہم سب کوموت تک قائم رکھےاور ہماری زبانوں پر یہی کلمۂ ایمان آخری سانس تک جاری رہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌرَّسُوْلُ اللّٰه .

اس آیت میں آیات کا انکاراوران کے جھٹلانے کی بات کہی گئی ہے۔سوال یہ ہے کہ آیات سے کیا مراد ہے؟ قرآنِ مجید میں آیات سے مراددلائل اورنشانیاں بھی ہیں جن کوخالقِ کائنات نے پیدا کیا ہے۔آیات سے اللہ تعالیٰ کی قدرت اوراس کی حکمت بھی مراد ہے۔آیات سے وحدانیت بھی مراد ہے اورآیات سے انبیاء کرام علیہم السلام کے

معجزات بھی مراد ہیں اور خود قرآنِ مجید کی آیتوں کیلئے بھی لفظ آیات استعمال کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے انکار کا انجام سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۴ میں یوں بیان کیا گیا، **إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ** ۔ بیشک جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا ان کے لئے سخت ترین عذاب ہے۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۰ میں کفر اور تکذیب کا انجام یوں بتلایا گیا، **وَالَّذِيْنَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيْمِ**۔ اور جن لوگوں نے کفر اپنایا اور ہماری نشانیوں کو جھٹلایا وہ دوزخی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کفر اور تکذیب جیسے جرائم سے محفوظ رکھے۔ آمین

درس نمبر (۳٦) رب ذوالجلال کی نعمتوں کو یاد رکھئے سورۃ البقرۃ: الف/۴۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِيْ أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: **يَا بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ** اے بنی اسرائیل **اذْكُرُوا** تم یاد کرو **نِعْمَتِيَ** میری نعمت **الَّتِيْ** وہ جو **أَنْعَمْتُ** میں نے انعام کیا **عَلَيْكُمْ** تم پر۔

ترجمہ: اے بنی اسرائیل! میرا وہ انعام یاد کرو جو میں نے تم پر کیا۔

تشریح: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۰ کا یہ پہلا ٹکڑا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اے بنی اسرائیل! تم میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی ہیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۷ اور ۱۲۲ میں بھی بنی اسرائیل کو یہی حکم دیا گیا ہے اس فرق کے ساتھ کہ اس آیت میں دنیا جہاں کے لوگوں پر بنی اسرائیل کی فضیلت کا اظہار کیا گیا ہے کہ **وَأَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِيْنَ**۔

بنی اسرائیل کی تاریخ پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹوں سے دو مشہور نسلیں چلی ہیں۔ بی بی ہاجرہ کے بطن سے جو بیٹے اسماعیل پیدا ہوئے ان کی نسل بنی اسماعیل کہلاتی ہے اور اسی کی ایک شاخ مکہ کے مشہور خاندان قریش سے تعلق رکھتی ہے اور اسی خاندان سے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوئے اور بی بی سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے اور ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی عرفیت اسرائیل ہے اور ان کی اولاد ہی کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کا اصل وطن تو ملک شام ہے۔ قدیم جغرافیہ میں فلسطین کوئی الگ ملک نہ تھا بلکہ ملک شام ہی کا ایک حصہ تھا۔ بنی اسرائیل کا عروج صدیوں تک رہا۔ یہ توحید کی علمبردار قوم تھی۔ انبیاء و رسل بکثرت اس قوم میں آئے۔ بڑے بڑے زاہد و عابد اس قوم میں پیدا ہوئے۔ جب ان کا دنیوی اقتدار ختم ہوا تو ملک شام سے نکل کر ادھر ادھر پھیل گئے۔ اس قوم کے بعض قبیلے حجاز پہنچے۔ بالخصوص مدینۂ منورہ میں بھی آباد ہو گئے۔ مذہبی حیثیت سے بنی اسرائیل یہودی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنی نعمتوں کی بارش

برسائی ہے، جن کا ذکر قرآنِ مجید کی مختلف سورتوں میں موجود ہے۔ انہی نعمتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو متنبہ کیا ہے کہ اے بنی اسرائیل! تم ہماری ان نعمتوں کو یاد کرو جو ہم نے تم پر کی ہیں۔

اس آیت سے ہمیں بھی ایک سبق ملتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی جن نعمتوں کے دائرہ میں جی رہے ہیں حقیقت میں یہ انمول نعمتیں ہیں۔ ان نعمتوں کو ہم استعمال تو کرتے ہیں مگر ان نعمتوں کی قدر نہیں جانتے یا قدردانی نہیں کرتے۔ قرآنِ مجید کی یہ آیت ہم سے مطالبہ کرتی ہے کہ ہم ان نعمتوں کو یاد کریں اور نعمتوں کو یاد کرتے ہوئے اس اصل حقیقت تک پہنچیں جو ان نعمتوں کا دینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان نعمتوں کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور نعمتوں کے دینے والے کا ذکر کرتے رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین

درس نمبر (۳۷) **تم میرا عہد پورا کرو** سورۃ البقرۃ: ب/۴۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَأَوْفُوا اور تم پورا کرو بِعَهْدِي میرا عہد أُوفِ میں پورا کروں گا بِعَهْدِكُمْ تمہارے ساتھ کیا ہوا عہد وَإِيَّايَ اور مجھ ہی سے فَارْهَبُونِ تم ڈرو۔

ترجمہ: اور میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا اور تم مجھ ہی سے ڈرو۔

تشریح: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۴۰ کے دوسرے حصہ میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔

۲۔ اور تم سب مجھ ہی سے ڈرو۔

بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے عہد کو پورا کریں، اگر وہ اللہ کے عہد کو پورا کریں گے یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجالائیں گے اور آسمانی کتاب تورات میں جس آخری نبی کی بشارت دی گئی ہے اس نبی پر ایمان لائیں گے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے عہد کو پورا کرے گا اور اپنے عہد کے مطابق انہیں جنت میں داخل کرے گا اور اپنے انعامات عطا فرمائے گا۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۷۶ میں یوں کہا گیا کہ **بَلٰى مَنْ أَوْفٰى بِعَهْدِهِ وَاتَّقٰى فَإِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ** جو اپنے عہد کو پورا کرے گا اور گناہ سے بچے گا تو اللہ تعالیٰ ایسے پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا مطالبہ بنی اسرائیل سے کیا وہی مطالبہ ہم سے بھی ہے، چنانچہ سورۂ مائدہ میں فرمایا ''**أَوْفُوا بِالْعُقُودِ** عہد و پیمان کو پورا کرو'' اور سورۂ نحل میں فرمایا ''**وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللّٰهِ إِذَا عَاهَدْتُّمْ** جب تم عہد کرو تو اس عہد کو پورا کرو۔'' سورۂ انعام کی آیت نمبر۱۵۲ میں فرمایا **وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا** اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ وفائے عہد

کے مراتب میں بڑی وسعت وکشادگی ہے۔اس وسعت کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہیکہ بندہ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے اس عہد کو پورا کرے کہ وہ کلمۂ شہادت پر قائم رہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ عہد پورا کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کی جان اور اس کے مال کی حفاظت فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایک اور حکم بھی دیا کہ وَإِيَّایَ فَارْهَبُونِ تم صرف مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جن کاموں سے روکا ہے ان کاموں میں پڑنے سے بچتے رہو، تقویٰ کی روش اختیار کرو۔ اپنی ہی جیسی مخلوق سے ڈرنا کمال نہیں ہے، کمال تو یہ ہیکہ اس ذاتِ عالی سے ڈرا جائے جس کے ہاتھ میں ہماری زندگی اور موت ہے اور ہماری زندگی کا پورا نظام ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عہد کو پورا کرنے والا بنائے اور ہم سب کے دلوں میں تقویٰ کی کیفیت پیدا فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۳۸) اے بنی اسرائیل! تورات کی طرح قرآنِ مجید پر بھی ایمان لے آؤ سورۃ البقرۃ: الف/۴۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَآمِنُواْ بِمَا أَنزَلْتُ مُصَدِّقاً لِّمَا مَعَكُمْ وَلاَ تَكُونُواْ أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَآمِنُواْ اور تم ایمان لاؤ بِمَا اس پر جو أَنزَلْتُ میں نے نازل کیا مُصَدِّقاً (جبکہ وہ) تصدیق کرنے والا ہے لِّمَا اس (کتاب) کی جو مَعَكُمْ تمہارے پاس ہے وَلاَ تَكُونُواْ اور نہ بنو تم أَوَّلَ پہلے كَافِرٍ کفر کرنے والے بِهِ اس کے ساتھ۔

ترجمہ: اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو میں نے نازل کی ہے تصدیق کرتی ہوئی اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے اور مت بنو اس کے ساتھ کفر کرنے والوں کے مقتدا۔

تشریح: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۱ کے پہلے حصہ میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو میں نے تمہاری کتابوں کی تصدیق میں نازل فرمائی ہے۔

۲۔ اور اس کے ساتھ تم ہی پہلے کافر نہ ہو۔

یہودی چونکہ تورات پر ایمان رکھتے تھے، جب قرآنِ مجید کا نزول ہوا اور آخری پیغمبر کی بعثت ہوگئی تو یہودیوں پر یہ بھی لازم ہوگیا کہ وہ تورات کے ساتھ قرآنِ مجید پر بھی ایمان لے آئیں، اس لئے کہ قرآنِ مجید نے تورات و انجیل جیسی آسمانی کتابوں کی تصدیق کی۔ یہ اور بات ہے کہ قرآنِ مجید اس تورات اور انجیل کو تسلیم نہیں کرتا جس میں تحریف کی گئی۔ جب قرآنِ مجید نازل ہوا تو یہودیوں نے اس کو تسلیم کرنے سے انکار کیا تو قرآنِ مجید کی اس آیت میں ان کو حکم دیا گیا کہ وَآمِنُواْ بِمَا أَنزَلْتُ کہ اے بنی اسرائیل! تم اس کتاب پر ایمان لے آؤ جس کو میں نے نازل کیا ہے یعنی قرآنِ مجید کو تسلیم کرلو اور مُصَدِّقاً لِّمَا مَعَكُمْ کہہ کر وجہ بھی بتلادی کہ اس قرآنِ مجید کا تمہارے لئے ماننا اس

لئے بھی معقول ہے کہ یہ قرآنِ مجید تمہارے پاس موجود آسمانی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہے۔قرآنِ مجید کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ گزشتہ آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے کہ یہ آسمانی کتابیں یعنی تورات زبور، انجیل وغیرہ سچی کتابیں ہیں۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۹۷ میں بھی یہ بات کہی گئی کہ ''مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ جو اپنے سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کررہا ہے'' اور وَلاَ تَكُونُواْ أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ اور سب سے پہلے تم ہی اس کے منکر مت بن جاؤ '' کہہ کر اس بات کی جانب توجہ دلائی گئی ہے کہ جو لوگ کافر اور مشرک ہیں جن کو آسمانی کتابوں سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے وہ اگر قرآنِ مجید کو تسلیم کررہے ہیں تو پھر تمہیں کیا ہوا اس کتاب کو تسلیم کرلینے میں جبکہ تم پر تو آسمانی کتاب تورات پہلے ہی سے نازل کی گئی ہے اور اگر تم ہی اس قرآنِ مجید کا انکار کروگے تو تمہارا دیکھا دیکھی یہ کفار ومشرکین بھی انکار کردیں گے اور ان کے کفر کا گناہ بھی تم پر آئے گا۔اس لئے قرآنِ مجید کے انکار کرنے میں دوسروں کے مقتدا مت بن جاؤ اور اس کتاب پر ایمان لالو جو تمہارے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآنِ مجید کی حقیقت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

درس نمبر (۳۹) میری آیتوں کو فروخت مت کرو سورۃ البقرۃ:ب/۴۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَلاَ تَشْتَرُواْ بِآيَاتِي ثَمَناً قَلِيلاً وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلاَ تَشْتَرُواْ اور نہ بیچو تم بِآيَاتِي میری آیتوں کو ثَمَناً قَلِيلاً تھوڑی قیمت میں وَإِيَّايَ اور مجھ ہی سے فَاتَّقُونِ تم ڈرو۔

ترجمہ: اور میری آیتوں کو فروخت مت کرڈالو تھوڑی سی قیمت پر اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔

تشریح: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۱ کے دوسرے حصہ میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اور میری آیتوں کو تھوڑی تھوڑی قیمتوں پر فروخت نہ کرو۔

۲۔اور تم سب مجھ ہی سے ڈرو۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۱ کا یہ دوسرا ٹکڑا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میری آیتوں کو تھوڑی سی قیمت پر فروخت مت کرو۔اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ زیادہ قیمت پر فروخت کیا جاسکتا ہے، بلکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ دنیوی وقتی اور حقیر مادی فائدے کی خاطر آخرت کی ابدی اور دائمی قیمتی دولت سے محروم مت ہوجاؤ۔دنیا کی بڑی سے بڑی دولت بھی آخرت کی دولت کے مقابلہ میں بہرصورت قلیل یعنی تھوڑی ہے۔بنی اسرائیل کے جو خواص تھے انہوں نے حضور ﷺ اور قرآنِ مجید سے متعلق تورات میں موجود پیش گوئیوں پر پردے ڈال دیئے تھے اور اس میں تحریف سے کام لیا تھا، اس معاملہ میں وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے تھے۔سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۴۴ میں بھی انہیں اس غلط حرکت سے روکا گیا ہے،

وَلاَ تَشْتَرُواْ بِآيَاتِيْ ثَمَناً قَلِيْلاً۔اورتھوڑی سی قیمت لینے کی خاطر میری آیتوں کا سودا نہ کرو۔سورۂ توبہ کی آیت نمبر۹ میں ان کی اس حرکتِ بد کا تذکرہ کیا گیا ہے،اِشْتَرَوْاْ بِـآيَاتِ الـلّـهِ ثَمَناً قَلِيْلاً انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بدلہ دنیا کی تھوڑی سی قیمت لے لینا پسند کرلیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ صرف اللہ سے ڈریں یعنی مخلوق کا ڈر اپنے دلوں سے نکال دیں۔

مفسرین نے اس آیت کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا ہے کہ میری آیات پر ایمان لاؤ اور میرے تمام رسولوں کی تصدیق کرو اور حقیر دنیا کے چلے جانے کی وجہ سے ایمان سے نہ رُکو،اگر کفر اختیار کیئے رہنے میں کچھ فائدے نظر آتے ہیں تو ان فائدوں کی پرواہ نہ کرو۔بنی اسرائیل کے خاص لوگ اپنی عوام سے رشوت لیا کرتے تھے اور ان کی مرضی کے مطابق تورات میں تحریف کیا کرتے تھے جیسا کہ تفسیر بیضاوی میں مذکور ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآنِ مجید کی تمام آیات پر ایمان رکھتے ہوئے ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

درس نمبر(۴۰) حق کو باطل کے ساتھ مت ملاؤ سورۃ البقرۃ:۴۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلاَ تَلْبِسُواْ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُواْ الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلاَ تَـلْبِسُواْ اورخلط ملط مت کرو الْـحَقَّ حق کو بِـالْبَـاطِلِ باطل کے ساتھ وَتَـكْتُـمُواْ اور (مت)چھپاؤ الْحَقَّ حق کو وَأَنتُمْ جبکہ تم تَعْلَمُونَ جانتے ہو۔

ترجمہ: اور مت ملاؤ حق کو باطل کے ساتھ اور مت چھپاؤ حق کو حالانکہ تم جانتے ہو۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط مت کرو۔

۲۔اور حق بات کو نہ چھپاؤ۔

۳۔تمہیں تو خود اس کا علم ہے۔

بنی اسرائیل میں یہ برائی عام تھی کہ تورات میں تحریف کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کہ تورات میں اتارا تھا وہ ساری باتیں حق تھیں مگر بنی اسرائیل نے اپنی مرضی سے اپنی باتیں اس میں شامل کردیں،اس طرح حق اور باطل میں خلط ملط کیا اور لوگوں کو شک وشبہ میں ڈال دیا یہاں تک کہ بنی اسرائیل نے حق کو چھپا دیا جس حق کا حق یہ تھا کہ اس کو ظاہر کردیا جائے اور انہوں نے باطل کو آشکار کیا جس کا حق تھا کہ اس کو دفن کردیا جائے۔یہ سب کچھ جہالت اور نادانی کی بنیاد پر نہیں تھا بلکہ جان بوجھ کر علم ودانست کے ساتھ ہوا،اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آیت کے آخر میں فرمایا کہ وَأَنتُـمْ تَعْلَمُونَ حالانکہ تم جانتے ہو۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر۷۱ میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب سے استفسار کیا ہے کہ يَـا أَهْـلَ الْـكِتَـابِ لِـمَ تَـلْبِسُـونَ الْحَقَّ بِـالْبَـاطِلِ وَتَـكْتُـمُونَ الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ اے اہلِ کتاب!تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں خلط ملط کرتے ہو اور کیوں جان بوجھ کر حق بات کو چھپاتے ہو؟ حصولِ علم کے بعد آدمی کی ذمہ داری دوگنی ہوجاتی ہے کہ وہ حق کا حق ادا کرے اور اس کو

لوگوں کے سامنے ظاہر و باہر کر دے۔اس آیت سے ہم کو بھی آگاہ کیا گیا ہیکہ ہم بنی اسرائیل کی اس برائی اور بیماری سے چوکنا رہیں اوران کی اس بیماری کا اعادہ امت محمد یہ میں نہ ہو۔قرآنِ مجید کی حقانیت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے حق کو اجاگر کیا جائے اور ''دواور دوچار'' کی طرح یا ''دودھ کا دودھ پانی کا پانی'' کی طرح صاف بتلا دیا جائے کہ یہ حق ہے اور یہ باطل ہے، اپنے مفاد کے لئے اگر کوئی حق کو چھپائے گا تو وہ رب ذوالجلال کی نگاہوں میں مجرم شمار ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق کا حق ادا کرنے کی اور باطل سے دور رہنے کی ہمت،قوت اور توفیق عطا فرمائے۔آمین

درس نمبر(۴۱) قائم کرو نماز اور ادا کرو زکوٰۃ سورۃ البقرۃ:۴۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَأَقِيْمُواْ الصَّلاَةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ وَارْكَعُواْ مَعَ الرَّاكِعِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَأَقِيْمُواْ اورقائم کرو الصَّلاَةَ نماز وَآتُواْ اورتم دو الزَّكَاةَ زکوٰۃ وَارْكَعُواْ اوررکوع کرو مَعَ الرَّاكِعِيْنَ رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔

تشریح:اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اور نمازوں کو قائم کرو۔

۲۔اور زکوٰۃ ادا کرو۔

۳۔اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں نماز کو قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا۔نماز کو قائم کرنے کا حکم قرآنِ مجید میں کئی جگہ دیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۳ اور ۱۱۰،سورۂ نساء کی آیت نمبر ۷۷ اور ۱۰۳،سورۂ انعام کی آیت نمبر ۷۲،سورۂ یونس کی آیت نمبر ۸۷، سورۂ حج کی آیت نمبر ۷۸،سورۂ نور کی آیت نمبر ۵۶،سورۂ روم کی آیت نمبر ۳۱،سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۱۷،سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۳۳،سورۂ مجادلہ کی آیت نمبر ۱۳،سورۂ مزمل کی آیت نمبر ۲۰ اور سورۂ بیّنہ کی آیت نمبر ۵۔ان تمام آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نماز کو قائم کرنے کا حکم مختلف انداز اور الفاظ میں دیا ہے۔اس کے بعد بظاہر ایک عجیب حکم دیا گیا کہ وَارْكَعُواْ مَعَ الرَّاكِعِيْنَ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔سوال یہ ہے کہ اس طرح صرف رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو کا حکم کیوں دیا جارہا ہے ،جبکہ نماز میں رکوع داخل ہے؟اس سلسلہ میں التفسیر المنیر میں وضاحت موجود ہے کہ بنی اسرائیل کی نماز میں رکوع ہی نہیں تھا۔ شریعتِ محمدیہ کی نماز میں رکوع شامل ہے۔ایمان والوں کو حکم دیا جارہا ہیکہ اب تمہیں بنی اسرائیل کی نماز کی طرح نماز قائم نہیں کرنا ہے بلکہ رسولِ رحمت ﷺ کے طریقہ کے مطابق نماز ادا کرنا ہے اور آپ ﷺ نے جو نماز اپنی امت کو سکھلائی ہے اس میں رکوع بھی داخل ہے۔مفسرین نے وَارْكَعُواْ مَعَ الرَّاكِعِيْنَ سے فرض نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے کہ رکوع

کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو یعنی نماز پڑھنے والوں کے ساتھ پنج وقتہ فرض نمازیں ادا کرو یعنی جماعت کے ساتھ نماز پڑھو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بلاشبہ میں نے اپنا وہ زمانہ دیکھا ہے، نماز با جماعت سے صرف وہی شخص پیچھے رہ جاتا تھا جو منافق ہوتا اور اس کا نفاق کھلا ہوا سب کو معلوم ہوتا تھا یا کوئی مریض ہوتا بلکہ مریض کا بھی یہ حال تھا کہ دو آدمیوں کے سہارے چل کر آتا تھا یہاں تک کہ نماز میں حاضر ہو جاتا تھا اور فرمایا کہ بلاشبہ تم کو رسول اللہ ﷺ ہدایت کے طریقے بتلاتے ہیں اور ہدایت کے طریقوں میں سے یہ بھی ہے کہ مسجد میں نماز پڑھی جائے جس میں اذان دی جاتی ہے۔ (مسلم، جلد اول)

اِس آیت میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ نماز اور زکوٰۃ دونوں میں مناسبت یہ ہے کہ نماز سے دلوں کی پاکی وصفائی ہوتی ہے اور زکوٰۃ سے مال کی پاکی وصفائی ہوتی ہے۔ نماز با جماعت سے اتحاد واتفاق پیدا ہوتا ہے اور زکوٰۃ سے مالداروں اور غریبوں کے درمیان حائل دیوار ٹوٹ جاتی ہے اور آپس میں ہمدردی وغم خواری پیدا ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو با جماعت نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۴۲) لوگوں کو بھلائی کا حکم دینے والو! اپنے آپ کو کیوں بھول جاتے ہو؟ سورۃ البقرۃ: ۴۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أَتَأْمُرُوْنَ کیا تم حکم دیتے ہو النَّاسَ لوگوں کو بِالْبِرِّ نیکی کا وَتَنْسَوْنَ اور تم بھول جاتے ہو أَنْفُسَكُمْ اپنے آپ کو وَأَنْتُمْ حالانکہ تم تَتْلُوْنَ پڑھتے ہو الْكِتَابَ کتاب أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا تم عقل نہیں رکھتے

ترجمہ: کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو اور اپنی جانوں کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا سمجھ نہیں رکھتے؟

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کیا تم دوسرے لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو۔

۲۔ اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔

۳۔ حالانکہ تم کتاب کی تلاوت بھی کرتے ہو۔

۴۔ کیا تمہیں اتنی بھی سمجھ نہیں ہے۔

قومِ یہود کے علماء واکابر میں ایسے علماء واکابر بھی تھے جو اپنی قوم کو بڑے زوروں سے حقوق اور فرائض ادا کرنے کی تلقین کرتے تھے، لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ جب کوئی شخص دوسروں کو بھلائی کا راستہ بتلائے تو پہلے اس کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ اس راستہ کو خود اختیار کرلے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ جب معراج میں تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے وہاں ایسے لوگوں کو بھی دیکھا جن کے ہونٹ اور زبان آگ کی قینچیوں سے کترے جارہے تھے۔ آپ ﷺ نے جبرئیل امین علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ دنیا دار واعظ

ہیں جولوگوں کوتو نصیحت کرتے تھے مگر اپنی خبر نہیں لیتے تھے۔ابنِ کثیر نے یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بعض جنتی دوزخیوں سے پوچھیں گے کہ تم یہاں جہنم میں کیسے آ گئے جبکہ ہم تمہارے بتائے ہوئے نیک اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگئے ہیں؟ تو وہ دوزخی جواب دیں گے کہ ہم زبان سے ضرور کہتے تھے لیکن خود عمل نہیں کرتے تھے۔

اس آیت سے یہ غلط مطلب نکالا نہ جائے کہ بے عمل شخص دوسروں کو نصیحت نہیں کرسکتا۔اس لئے کہ خود نیکی نہ کرنا الگ عمل ہے اور دوسروں کو نیکی کی بات بتانا ایک الگ عمل ہے۔کوئی اگر دونوں نیکیاں کرتا ہے تو سبحان اللہ! یعنی خود عامل بھی ہے اور اس کی دعوت بھی دے رہا ہے۔قرآنِ مجید کی ایک اور آیت میں بھی اس طرح کی بات بتلائی گئی **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ** اے ایمان والو! تم کیوں ایسی بات کہتے ہو جو تم خود عمل نہیں کرتے؟ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ بے عمل کو وعظ کرنا جائز ہی نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہیکہ واعظ کو بے عمل نہیں ہونا چاہئے۔اس لئے کہ بے عمل واعظ کے وعظ میں اثر کم ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسنِ نیت اور حسنِ عمل کے ساتھ خیر کی دعوت دینے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

درس نمبر(۴۳) صبر اور نماز کے ذریعہ اللہ کی مدد مانگو سورۃ البقرۃ:۴۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاسْتَعِينُوا اور تم مدد چاہو، بِالصَّبْرِ صبر سے، وَالصَّلَاةِ اور نماز سے وَإِنَّهَا اور بیشک یہ نماز لَكَبِيرَةٌ بہت بھاری ہے إِلَّا مگر عَلَى الْخَاشِعِينَ ڈرنے والوں پر۔

ترجمہ: اور مدد لو صبر اور نماز سے کہ وہ بے شک گراں ہے مگر خشوع رکھنے والوں پر۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔

۲۔نماز بھاری ضرور معلوم ہوتی ہے مگر ان لوگوں کو نہیں جو خشوع یعنی دھیان اور عاجزی سے پڑھتے ہیں۔

ایک مومن اور مسلمان جو صراطِ مستقیم پر چلنے کا عزم مصمم کئے اپنی زندگی گزارتا ہے اس کے سامنے طرح طرح کی مشقتیں اور مختلف قسم کے حالات آتے ہیں جو ایک طرح کی آزمائش ہوتی ہے ان ناخوشگوار اور ناموافق حالات میں کامیابی کے ساتھ منزل تک اپنا سفرِ حیات طئے کرنے کا بہترین فارمولہ یہ ہے کہ آدمی اپنے اندر قوت برداشت پیدا کرے، ہر طرح کے ناموافق حالات میں صبر کا دامن نہ چھوڑے اور نماز پڑھ کر اپنے رب سے مدد مانگے۔یہی وہ کامیاب طریقہ ہے جو خالق کائنات کی طرف سے دیا گیا ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۳ میں بھی صبر اور نماز سے مدد حاصل کرنے کا ایمان والوں کو یوں حکم دیا گیا ہے، **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِينَ**

اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۲۸ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اپنی قوم بنی اسرائیل کو کی گئی نصیحت کا یوں تذکرہ ملتا ہے، قَالَ مُوسَی لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور صبر سے کام لو۔

یہاں ایک اور حقیقت بھی بتلائی گئی ہے کہ نماز پڑھنا کوئی ایسا دشوار کام نہیں ہے جو بھاری پتھر اٹھانے کے مترادف ہو۔نماز صرف انہی لوگوں کو دشوار محسوس ہوتی ہے جن کے دل خشوع وخضوع سے خالی و عاری ہوتے ہیں۔ رہی بات ایسے سعادت مند مومنوں کی جن کے دلوں میں خشوع وخضوع ہوتا ہے ان کیلئے نماز میں لذت ہے، فرحت ہے اور اس میں ان کے دلوں کا سکون ہے، اس لئے کہ نماز میں اللہ کی یاد ہوتی ہے اور اللہ کی یاد میں فطری طور پر سکون رکھا گیا ہے، اَلاَ بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ خبر دار! اللہ کے ذکر سے دلوں میں سکون پیدا ہوتا ہے۔قرآنِ مجید انہی لوگوں کو خاشعین کی فہرست میں شامل کرتا ہے جن کے دلوں میں ہمیشہ یہ احساس زندہ رہتا ہے کہ ہمیں اپنے پروردگار سے ایک دن ملاقات کرنا ہے اور ہم کو اس عارضی زندگی کے بعد اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ بعض مفسرین نے صبر سے مراد روزہ لیا ہے کہ روزہ اور نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی مدد چاہو۔ظاہر ہے کہ روزہ کے ذریعہ برداشت کی قوت پیدا ہوتی ہے اور صبر سے مراد گناہوں سے رک جانا ہے تو اس طرح یہ مطلب بھی نکلتا ہے کہ گناہوں کو چھوڑ کر نماز جیسی عبادت کے ذریعہ اللہ کی مدد حاصل کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صبر کی دو قسمیں ہیں، مصیبت کے وقت صبر کرنا اور گناہوں سے بچنے کیلئے صبر کرنا اور یہ صبر پہلے سے اچھا ہے۔اللہ کے مومن بندوں کو چاہئے کہ جب کبھی کسی مصیبت سے دوچار ہو جائیں صبر سے کام لیں اور نماز کی طرف متوجہ ہو جائیں، پھر دعاء کریں پھر دیکھیں کہ حالات کس طرح پلٹتے ہیں؟

ہمارے ملک پر جو حالات آئے ہیں ان حالات میں مادی اعتبار سے جس قسم کی تیاریوں کی ضرورت ہے ان کے ساتھ ساتھ روحانی اعتبار سے رجوع الی اللہ اور صبر و برداشت والی اسپرٹ پیدا کرنے کی ہر مسلمان مرد و عورت کی دینی وملی ذمہ داری ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر اور نماز سے اس کی مدد حاصل کرنے کی توفیق بخشے اور ہماری تمام مشکلات کو آسان فرمادے۔آمین

درس نمبر (۴۴) اپنے رب سے ملاقات کا یقین سورۃ البقرۃ:۴۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ أَنَّهُم مُّلاَقُوا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جو يَظُنُّوْنَ یقین رکھتے ہیں أَنَّهُم (اس بات کا) کہ بلاشبہ وہ مُّلاَقُوا ملنے والے ہیں رَبِّهِمْ اپنے رب سے وَأَنَّهُمْ اور بلاشبہ وہ إِلَيْهِ اسی کی طرف رَاجِعُوْنَ لوٹنے والے ہیں۔

ترجمہ: وہ لوگ یقین رکھتے ہیں (اس بات کا) کہ بلاشبہ وہ ملنے والے ہیں اپنے رب سے اور بلاشبہ وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں۔

۲۔ اور ان کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

جن لوگوں کے دلوں میں خشوع ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا ڈر رہتا ہے ان کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ بیشک وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں اور انہیں اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ وہ اسی ایک اللہ کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ دل میں خشوع کی کیفیت اس وقت تک ہرگز پیدا نہیں ہوتی جب تک کہ یہ یقین دل میں پیدا نہ ہوجائے کہ یہ زندگی تو فانی ہے، ایک نہ ایک دن ختم ہوجائے گی۔ اس زندگی کا آخری لمحہ جب آئے گا تو موت اپنا پنجہ گاڑ دے گی، پھر اس موت کے بعد دوبارہ ہمیں زندہ کیا جائے گا اور میدانِ قیامت میں ہمیں لا کھڑا کیا جائے گا اور زمین وآسمان کے زبردست اور غالب خالق و مالک رب ذوالجلال کے سامنے ہماری پیشی ہوگی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بار بار اپنے بندوں کو قیامت کے دن کی اس ملاقات سے باخبر کیا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۳ میں یوں ہے، وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوٓا اَنَّكُم مُّلٰقُوۡهُ اور اللہ تعالیٰ ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ تم اس سے جا کر ملنے والے ہو۔ تقویٰ کے ساتھ لقاءِ الٰہی کا تذکرہ خود بتاتا ہے کہ جس کے دل میں تقویٰ ہوگا وہی اللہ سے ملاقات کا خوف اپنے دل میں محسوس کرے گا۔ آخرت کے دن رب ذوالجلال سے ملاقات کی جن کے دلوں میں امید نہیں ہوتی وہ ایسے مجرم ہوتے ہیں کہ ان کے دل دنیا میں مگن رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے وہ غافل رہتے ہیں۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۷ میں یہی حقیقت یوں بیان کی گئی، اِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوۡا بِالۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَاطۡمَاَنُّوۡا بِهَا وَالَّذِيۡنَ هُمۡ عَنۡ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوۡنَ جو لوگ ہم سے آ ملنے کی کوئی توقع ہی نہیں رکھتے اور دنیوی زندگی میں مگن اور اسی پر مطمئن ہوگئے ہیں اور جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس آیت کے ذریعہ اپنے بندوں سے یہ مطالبہ کررہے ہیں کہ وہ اپنے دلوں میں اپنے رب سے ملاقات کا یقین پیدا کریں اور اس کی طرف لوٹ کر جانے کی حقیقت سے غافل نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ وہ یقینِ کامل عطا فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۴۵) **بنی اسرائیل کو فضیلت دی گئی تھی** سورۃ البقرۃ: ۴۷

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يَا بَنِيۡٓ إِسۡرَائِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِيَ الَّتِيۡٓ أَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَأَنِّيۡ فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى الۡعَالَمِيۡنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا بَنِيۡٓ إِسۡرَائِيۡلَ اے بنی اسرائیل! اذۡكُرُوۡا تم یاد کرو نِعۡمَتِيَ میری نعمت الَّتِيۡٓ وہ جو أَنۡعَمۡتُ میں

نے انعام کی عَلَیۡکُمۡ تم پر وَاَنِّیۡ اور یقیناً میں نے فَضَّلۡتُکُمۡ تمہیں فضیلت دی عَلَی الۡعَالَمِیۡنَ تمام جہانوں پر

ترجمہ: اے بنی اسرائیل! تم یاد کرو میری وہ نعمت جو میں نے انعام کی تم پر اور یقیناً میں نے تمہیں فضیلت دی تمام جہانوں پر۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اے بنی اسرائیل! میری وہ نعمت یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی تھی۔

۲۔اور یہ بات بھی یاد کرو کہ میں نے تم کو سارے جہانوں پر فضیلت دی تھی۔

تشریح: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۰ میں بھی بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی ہیں اور اس آیت میں بھی یہی حکم دوبارہ دیا جا رہا ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۱ میں حکم دیا گیا کہ وَاذۡکُـرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَیۡکُمۡ اللہ نے جو نعمت تمہیں دی ہے اس کو یاد کرو۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۰۳ میں بھی اسی طرح کا حکم ہے۔سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۷ اور ۲۰ میں بھی یہی حکم موجود ہے۔سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۷۴ میں یوں حکم دیا گیا، فَاذۡکُرُوۡٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ تم اللہ کی نعمتوں پر دھیان دو۔سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۹ میں ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا، یَآ اَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اذۡکُرُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ عَلَیۡکُمۡ اے ایمان والو! یاد کرو اللہ نے اس وقت تم پر کیسا انعام کیا۔

اس آیت کے اس جزئیہ سے ہم سب کو یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جن نعمتوں کے ساتھ ہم اپنی زندگی گزار رہے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم نعمتوں کے نشہ میں رہ جائیں اور نعمتوں کے دینے والے حقیقی خالق و مالک کو بھول جائیں۔نعمتوں کو یاد کرنے سے مراد نعمتوں کے دینے والے کو یاد کرنا اور اس کا کماحقہ شکر بجالانا ہے۔ نیز اس کی فرمانبرداری کرنا ہے۔ہم صبح سے شام تک اللہ تعالیٰ کی ہزاروں نعمتوں سے استفادہ کرتے ہیں مگر ان نعمتوں پر شکر بہت کم بجالاتے ہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے کمزور انسانوں کی اس کمزوری کو بطور شکایت بیان کیا کہ وَقَلِیۡلٌ مِّنۡ عِبَادِیَ الشَّکُوۡرُ میرے بندوں میں شکر گزار بندے بہت کم ہیں۔

اس آیت میں دوسری اہم بات بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے یہ کہی جا رہی ہے کہ وَاَنِّـیۡ فَـضَّـلۡتُکُمۡ عَـلَی الۡعٰلَمِیۡنَ میں نے تمہیں دنیا جہاں والوں پر فضیلت بخشی ہے۔اس سے مراد بنی اسرائیل کے وہ آباء واجداد ہیں جن میں انبیاء کرام علیہم السلام بھی تھے اور ان میں علماء اور صالح افراد بھی موجود تھے، جن کی خوبی یہ تھی کہ انہوں نے اللہ کے دین کو مضبوطی سے تھاما تھا، جنہوں نے اللہ کے دین میں کسی بھی قسم کی تبدیلی اپنی طرف سے نہیں کی تھی۔وہ حقیقی معنیٰ میں اللہ پر ایمان رکھتے تھے اور نیک اعمال میں ان کی زندگی گزری تھی۔اللہ تعالیٰ نے دنیا جہاں کے لوگوں پر ان کو فضیلت دی تھی کا یہ مطلب ہے کہ اس زمانہ کے تمام لوگوں پر انہیں فضیلت دی گئی تھی۔

اللہ تعالیٰ اپنی دی ہوئی نعمتوں کی قیمت کا احساس ہمارے اندر پیدا فرمائے اور ان نعمتوں کو اور نعمتوں کے دینے والے کو یاد رکھنے کی توفیق بخشے۔آمین

درس نمبر(۴۶) **قیامت کے دن کوئی کسی کو نفع نہ دے سکے گا** سورۃ البقرۃ:۴۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَاتَّقُواْ يَوْماً لاَّ تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئاً وَلاَ يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلاَ يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلاَ هُمْ يُنصَرُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاتَّقُواْ اور ڈرو یَوْماً اس دن سے لاَّ تَجْزِي نہیں بدلہ دے گی نَفْسٌ کوئی جان عَن نَّفْسٍ کسی جان سے شَيْئاً کچھ بھی وَلاَ يُقْبَلُ اور نہیں قبول کی جائے گی مِنْهَا اس سے شَفَاعَةٌ سفارش وَلاَ يُؤْخَذُ اور نہیں لیا جائے گا مِنْهَا اس سے عَدْلٌ عوض وَلاَ هُمْ اور نہ وہ يُنصَرُونَ مدد کئے جائیں گے۔

ترجمہ: اور ڈروتم اس دن سے کہ جس میں نہ تو کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے کوئی مطالبہ ادا کرسکتا ہے اور نہ کسی کی طرف سے کوئی سفارش قبول ہوسکتی ہے اور نہ کسی کی طرف سے کوئی معاوضہ لیا جاسکتا ہے اور نہ ان لوگوں کی طرف داری چل سکے گی۔

تشریح: اِس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص بھی کسی کے کچھ کام نہیں آئے گا

۲۔نہ کسی سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی

۳۔نہ کسی سے کسی قسم کا فدیہ لیا جائے گا

۴۔اور نہ ہی ان کو کوئی مدد پہنچے گی۔

کسی بھی مصیبت سے بچنے کیلئے چار راستے ہوتے ہیں، مطالبہ، معاوضہ، سفارش اور نصرت۔ دنیا میں ان چار راستوں میں سے کوئی ایک راستہ اختیار کرتے ہوئے آدمی مصیبت سے چھٹکارا پالیتا ہے۔ جیسا کہ ہم دنیا میں مصیبت زدہ لوگوں کو مصیبت سے چھٹکارا پانے کیلئے ان میں سے کوئی نہ کوئی صورت اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ مگر آخرت کا دن وہ سنگین دن ہوگا جس دن ایمان سے محروم شخص میدانِ محشر میں کھڑا ہوگا۔ وہاں اس کے مطالبہ کو بھی پورا نہیں کیا جائے گا، ایسا نہیں ہوگا کہ وہ اپنے کسی رشتہ دار یا دوست سے یہ مطالبہ کرے کہ مجھے تمہاری چند نمازیں دیدو تاکہ میں اس مصیبت سے چھٹکارا پالوں۔ دوسرے یہ کہ اس دن معاوضہ بھی نہیں ہوگا کہ کوئی کافر مالدار یہ کہے کہ میرا مال اس قدر لے لو اور مجھے جہنم سے آزاد کردو۔ تیسرے یہ کہ اس دن کوئی شخص کسی کافر کی سفارش کرنے کی جرأت و ہمت بھی نہیں کر پائے گا۔ چوتھے یہ کہ نہ ہی ایسے کافر کی حمایت اور مدد کی جاسکے گی۔ کافر قیامت کے دن چاروں شانے چت ہوجائے گا اور دم بھی نہ مار سکے گا۔ اسی لئے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۸ میں اللہ تعالیٰ نے اس ہولناک دن سے ڈرنے کا حکم دیا ہے اور چاروں قسم کی امکانی مدد کی نفی کردی ہے کہ لاَّ تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئاً کوئی کسی کے حق میں بدل نہ بن سکے گا وَلاَ يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ اور نہ کسی کے حق میں سفارش قبول ہوگی وَلاَ

یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ اورنہ کسی سے معاوضہ قبول کیا جائے گا وَلاَ ھُمْ یُنصَرُوْنَ اور نہ انہیں مدد پہنچ سکے گی۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۳ میں بھی تھوڑے سے فرق کے ساتھ یہی بات کہی گئی ہے۔سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۳۳ میں کہا گیا،یَا أَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّکُمْ وَاخْشَوْا یَوْماً لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَلَدِہِ وَلَا مَوْلُوْدٌ ھُوَ جَازٍ عَنْ وَالِدِہِ شَیْئاً ۔اے لوگو!اپنے پروردگار سے ڈرواور ڈرواس دن سے جب کوئی باپ اپنے بیٹے کے کام نہیں آئے گا اور نہ کسی بیٹے کی مجال ہوگی کہ وہ اپنے باپ کے ذرا بھی کام آجائے۔

اللہ تعالیٰ اس ہولناک دن کی ہولناکی سے بچنے کیلئے ہمیں ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ذریعہ تیاری کرنے کی توفیق بخشے اور اس دن کی ناکامی اور رسوائی سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔آمین۔

درس نمبر (۴۷) موسیٰ علیہ السلام نے ظالم فرعون کے شکنجہ سے مظلوم بنی اسرائیل کو آزاد کیا سورۃ البقرۃ:۴۹

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَإِذْ نَجَّیْنَاکُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ یُذَبِّحُوْنَ أَبْنَاءَ کُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَاءَ کُمْ وَفِیْ ذَٰلِکُم بَلاءٌ مِّن رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذْ اور جب نَجَّیْنَاکُم ہم نے نجات دی تم کو مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ فرعون کے لوگوں سے یَسُوْمُوْنَکُمْ جو سزا دیتے تھے تم کو سُوْءَ الْعَذَابِ بہت ہی بری سزا یُذَبِّحُوْنَ گلے کاٹتے تھے أَبْنَاءَ کُمْ تمہارے لڑکوں کے وَیَسْتَحْیُوْنَ اور زندہ رکھتے تھے نِسَاءَ کُمْ تمہاری عورتوں کو وَفِیْ ذَٰلِکُم اور اس میں بَلاءٌ آزمائش تھی مِّن رَّبِّکُمْ تمہارے رب کی طرف سے عَظِیْمٌ بہت بڑی۔

ترجمہ: اور وہ زمانہ یاد کرو جبکہ رہائی دی ہم نے تم کو فرعون کے آدمیوں سے جو تم پر سخت عذاب کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑتے تھے اور اس میں ایک بڑا بھاری امتحان تھا تمہارے پروردگار کی طرف سے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔جب ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے نجات دی جو تمہیں بڑا عذاب دیتے تھے۔
۲۔تمہارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے تھے۔
۳۔تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔
۴۔اس ساری صورت حال میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارا بڑا امتحان تھا۔

فرعون اور آلِ فرعون جن کو مصر میں اقتدار حاصل تھا، وہ بنی اسرائیل کو سخت تکلیف دیا کرتے تھے۔فرعون کسی خاص شخص کا نام نہیں ہے بلکہ مصر کے بادشاہوں کو فرعون کہا جاتا تھا۔مصر کے بادشاہ فرعون نے ایک خواب دیکھا، جس

کی تعبیر نجومیوں نے فرعون سے یہ بتلائی کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص پیدا ہوگا جو تیرے دین اور تیری حکومت دونوں کو تباہ کردے گا۔اس تعبیر کی بنیاد پر فرعون نے یہ حکم جاری کیا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا بھی پیدا ہو اس کو قتل کردیا جائے اور جو لڑکی پیدا ہو اس کو خدمت کیلئے زندہ رہنے دیا جائے۔ بنی اسرائیل کیلئے یہ ایک بہت بڑی مصیبت اور آزمائش تھی۔اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس مصیبت سے آزاد کیا اور ان کی آزادی ورہائی کیلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو پیغمبر بنایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنی اسرائیل کو مصر سے راتوں رات لے چلے،جس کی تفصیل قرآنِ مجید کی مختلف آیات میں ہم پڑھتے ہیں۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۹ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنا وہ احسان یاددلایا ہے کہ تم اس وقت کو یاد کرو جس وقت آلِ فرعون تم کو سخت اذیتیں پہنچاتے تھے،تمہارے گھر پیدا ہونے والے لڑکوں کو قتل کردیا جاتا تھا اور تمہاری نومولود لڑکیوں کو اس نیت سے زندہ چھوڑ دیا جاتا تھا کہ بڑی ہوکر ان کی خدمت کیلئے کام آئیں گی۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے فرعون سے نجات کی راہیں ہموار کیں اور وقت کے نبی کے ذریعہ اس مظلوم قوم کو ظالم قوم سے نجات دی۔سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۶ میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتائی ہے،وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اذْكُرُواْ نِعْمَةَ اللّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنجَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۔جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اللہ نے تم پر جو انعام کیا ہے اسے یادرکھو کہ اس نے تمہیں فرعون کے لوگوں سے نجات دی جو تمہیں بدترین تکلیفیں پہنچاتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔یہاں ایک خاص نکتہ کی طرف بھی غور کیجئے کہ نبیوں کا کام اور ان کا مشن صرف دعوت دین اور اقامت دین ہی نہیں ہوتا بلکہ ان کا مشن یہ بھی ہوتا ہے کہ کمزور اور مظلوم طبقہ کی حمایت کی جائے اور ان کو ظالموں کے شکنجہ سے آزاد کیا جائے۔انبیاء علیہم السلام کے وارثین یعنی علماء کرام کی یہ ذمہ داری بھی ہوتی ہے کہ وہ اس سنتِ انبیاء پر بھی عمل پیرا ہوں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد والوں کیلئے یہ پیاری سنت چھوڑی ہے کہ وہ ظالم کو ظلم سے روکیں اور مظلوموں کی ظلم سے رہائی کی عملاً کوشش کریں۔

ہمارا ملک ہندوستان ایک صدی قبل انگریزوں کا غلام بنا ہوا تھا۔اس ملک کے مجاہدین نے اپنی جانوں کی قربانی دے کر اس ملک کو انگریزوں سے آزاد کیا۔مگر بدقسمتی کی بات ہے کہ یہ ملک دوبارہ ایک دوسری قوم کی غلامی میں جارہا ہے یا جاچکا ہے۔اس ملک کے برہمنوں نے گزشتہ ساٹھ ستر سال کی محنتوں سے اپنے مقصد کو بہت حد تک پالیا ہے۔اس وقت ان ظالم برہمنوں سے اس ملک کے دوسرے طبقات کو اور مسلمانوں کو بچانا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔اس ملک کے مذہبی قائدین،علماء کرام،ائمۂ کرام وخطباء عظام سنجیدگی سے اس بات پر غور کریں اور اس مسئلہ کے حل کیلئے حکمت بھرا منظّم اور منصوبہ بند اقدام کریں۔ ہوسکتا ہے کہ انگریزوں سے آزادی کیلئے جس طرح لاکھوں جانوں کی قربانی دینی پڑی اس ملک کے ان ظالم فرقہ پرستوں سے آزادی کیلئے بھی جانوں اور مالوں کی قربانی دینی پڑے۔

اللہ تعالیٰ مظلوموں کی مدد کرنے اور ظالموں کو ظلم سے روکنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔آمین

درس نمبر (۴۸) **بنی اسرائیل کیلئے سمندر میں راستے بنا دیئے گئے** سورۃ البقرۃ:۵۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَنجَيْنَاكُمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذْ اور جب فَرَقْنَا پھاڑ دیا ہم نے بِكُمُ تمہاری وجہ سے الْبَحْرَ سمندر کو فَأَنجَيْنَاكُمْ پس نجات دی ہم نے تم کو وَأَغْرَقْنَا اور ہم نے ڈبو دیا آلَ فِرْعَوْنَ فرعون کے آدمیوں کو وَأَنتُمْ اور تم سب تَنظُرُونَ دیکھ رہے تھے۔

ترجمہ: اور جب ہم نے تمہاری وجہ سے دریا پھاڑ دیا پھر ہم نے تم کو بچایا اور فرعون کے لوگوں کو ڈبویا اور تم دیکھ رہے تھے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب ہم نے تمہاری خاطر سمندر کو پھاڑ ڈالا تھا
۲۔ چنانچہ تم سب کو بچالیا تھا
۳۔ اور لوگوں کو سمندر میں غرق کر ڈالا تھا
۴۔ اور تم یہ سارا نظارہ دیکھ رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے متعلق ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے رات کے وقت چھپتے چھپاتے نکلے۔ راستہ میں دریا حائل ہوگیا۔ پیچھے فرعون بھی اپنے لشکر کے ساتھ آ پہنچا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریا پر اپنی لاٹھی ماری جس سے راستے بن گئے اور حضرت موسیٰ اپنی قوم بنی اسرائیل کے سامنے دریا پار کر گئے۔ اِدھر فرعون اپنے لشکر کے ساتھ دریا میں داخل ہوگیا، مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے راستے بند ہوگئے اور فرعون اور اس کا لشکر غرقاب ہوگئے۔

مولانا عبدالماجد دریابادی اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ دریا سے مراد یہاں دریائے نیل نہیں ہے بلکہ بحرقلزم مراد ہے، اس لئے کہ دریائے نیل تو مصر کی مغربی جانب تھا اور بنی اسرائیل کا راستہ شام جانے کیلئے جو تھا وہ مشرقی جانب تھا۔ مصر سے شام کی راہ کے قریب بحرقلزم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سمندر کا پانی سمٹ کر دونوں طرف پہاڑ جیسی دیواروں کی طرح ہوگیا اور درمیان میں خشک راستہ پیدا ہوگیا۔ بنی اسرائیل نے سمندر پار کرلیا۔ بنی اسرائیل کے سمندر کو پار کرنے کا واقعہ قرآنِ مجید میں متعدد جگہ موجود ہے۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۳۸ میں یوں ہے، **وَجَاوَزْنَا بِبَنِيْ إِسْرَائِيْلَ الْبَحْرَ** ۔ اور ہم نے بنی اسرائیل سے سمندر پار کروایا۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۹۰ میں بھی یہی الفاظ ہیں۔ سورۂ شعراء کی آیت نمبر ۶۳ میں یوں بیان کیا گیا، **فَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى أَنِ اضْرِب بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ** ۔ چنانچہ ہم نے موسیٰ کے

پاس وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مارو، پس پھر سمندر پھٹ گیا اور ہر حصہ ایک بڑے پہاڑ کی طرح کھڑا ہو گیا۔قدرت کے یہ مظاہر قرآنِ مجید میں اس لئے بیان کئے جاتے ہیں کہ ان واقعات کو پڑھنے اور سننے والے اپنے ایمان میں تازگی پیدا کریں۔اللہ تعالیٰ کی قدرت وطاقت کا اندازہ لگائیں، اس کی تسبیح وتحمید اور اس کی بڑائی وکبریائی میں رطب اللسان رہیں اور یقین دل میں رکھیں کہ جس کی مدد ونصرت کا اللہ تعالیٰ ارادہ کرلیں دنیا کی کوئی طاقت اسے ہلاک نہیں کرسکتی اور جس کی ہلاکت کا اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمادیں دنیا کی کوئی طاقت اس کی حفاظت نہیں کرسکتی۔

ہمارے ملک کے مسلمانوں کا اہم ترین مسئلہ ان کے ایمان کا مسئلہ ہے۔اس ملک کو خالص مذہبی رنگ دینے اور ایک خاص مشرکانہ مذہب کی چھاپ پیدا کرنے کی جو کوششیں ملک گیر سطح پر ہورہی ہیں مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ آنے والے دنوں کے اس چیلنج کو قبول کرنے کی طاقت، ہمت اور حوصلہ اجتماعی طور پر اپنے دلوں میں پیدا کرلیں اور یہ یقین رکھیں کہ ہمارا توکل اور تقویٰ اگر اعلیٰ سطح کا ہوجائے گا تو ہماری مدد بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی طرح کی جائے گی جس طرح بنی اسرائیل کی مدد ونصرت ہوئی اور ظالم فرقہ پرست طاقتیں اسی طرح ناکام ہوں گی جس طرح آلِ فرعون ناکام ہوئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی قدرت وطاقت پر ایمان ویقین رکھنے کی توفیق بخشے۔ہم مسلمانوں کے جان ومال، عزت وآبرو اور ایمان کی حفاظت فرمائے۔آمین

درس نمبر (۴۹) بچھڑے کی پوجا کرنے والے بنی اسرائیل بڑے ظالم ہیں سورۃ البقرۃ:۵۱۔۵۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَإِذْ وَاعَدْنَا مُوسَىٰ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ O ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذْ اور جب وَاعَدْنَا وعدہ کیا ہم نے مُوسَىٰ موسیٰ سے أَرْبَعِينَ لَيْلَةً چالیس رات کا ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ پھر تم نے بنالیا الْعِجْلَ بچھڑا مِنْ بَعْدِهِ موسیٰ کے بعد وَأَنْتُمْ اور تم ظَالِمُونَ حد سے گزر جانے والے ہو O ثُمَّ پھر عَفَوْنَا درگزر کیا ہم نے عَنْكُمْ تم سے مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد لَعَلَّكُمْ شاید کہ تم تَشْكُرُونَ شکر ادا کرو۔

ترجمہ: اور جبکہ وعدہ کیا تھا ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا، پھر تم لوگوں نے موسیٰ کی عدم موجودگی میں گائے کے بچھڑے کو خدا بنالیا اور تم نے کھلی ناانصافی کی تھی پھر بھی ہم نے درگزر کیا تم سے اتنی بڑی بات ہونے کے باوجود اس توقع پر کہ تم احسان مانو گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

ا۔جب ہم نے موسیٰ سے چالیس راتوں کا وعدہ ٹھہرایا تھا۔

۲۔ پھرتم نے ان کے پیچھے اپنی جانوں پر ظلم کر کے بچھڑے کو معبود بنا لیا تھا۔
۳۔ پھر اس سب کے بعد بھی ہم نے تم کو معاف کر دیا۔
۴۔ تا کہ تم شکر ادا کرو۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ظالم بادشاہ فرعون کے شکنجہ سے آزاد کر کے باہر لے آئے تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ہوا کہ اس قوم کی حیات کیلئے انہیں دستورِ حیات دینا چاہئے، ان کو شریعت کا ایک نظام دینا چاہئے اور ادھر بنی اسرائیل نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ ہمارے لئے کوئی شریعت ہوتی تو بہت اچھا ہوتا تا کہ ہم اس پر عمل کرتے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے جزیرہ نمائے سینا کے ایک پہاڑ کی چوٹی جس کو کوہِ طور کہا جاتا ہے، اس پہاڑ پر تشریف لائے۔ یہاں ایک مہینہ تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے۔ پھر اس میں مزید دس دن کا اضافہ کیا گیا۔ پھر چالیس دن کے بعد آسمانی کتاب تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس کا نام سامری تھا، اس نے سونے چاندی کا ایک بچھڑا تیار کیا اور اس کے اندر ایک قسم کی مٹی ڈال دی جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں کے نیچے سے اس نے اٹھالی تھی۔ اس میں بس جان سی پڑ گئی۔ سامری نے بنی اسرائیل کو پٹی پڑھائی کہ جس رب سے شریعت لانے کیلئے موسیٰ گئے ہیں، وہ رب تو یہی ہے، تم اس کی پرستش کرو، چنانچہ بنی اسرائیل کے جاہلوں نے اس بچھڑے کی پرستش شروع کی۔

بنی اسرائیل کے بچھڑے کو معبود بنانے کے اس جرم کا تذکرہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۹۲ میں یوں ہے، **وَلَقَدْ جَاءَكُمْ مُّوسَى بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِن بَعْدِهِ** ۔اور خود موسیٰ تمہارے پاس روشن نشانیاں لے کر آئے، پھر تم نے ان کے پیٹھ پیچھے یہ ستم ڈھایا کہ گائے کے بچھڑے کو معبود بنالیا۔ بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پوجا کی اور ہمارے ملک کے برہمن زادوں نے اس کی اماں کو پکڑ لیا اور اسی کو معبود بنالیا۔ اس بچھڑے کی پوجا کے اثرات شاید ہمارے ہندوستان پر بھی پڑے ہیں کہ گائے کی پوجا یہاں بھی ہوتی ہے۔ ہائے افسوس! گائے کی محبت میں گائے کے رب کو بھول گئے۔ قرآنِ مجید اسکو شرک قرار دیتا ہے اور ظلم عظیم بھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کی اس گوسالہ پرستی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ **وَأَنتُمْ ظَالِمُونَ** تم بڑے ظالم ہو۔ شرک کو قرآنِ مجید نے ظلمِ عظیم یعنی بھاری ظلم قرار دیا ہے، **إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ** ۔(لقمان:۱۳) یہ اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل پر بڑا احسان ہوا کہ بنی اسرائیل میں سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کی اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا تا کہ وہ شکر گزار بن جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی شرک و کفر سے حفاظت فرمائے۔ آمین

درس نمبر(۵۰) **آسمانی کتابوں کے نزول کا مقصد حصولِ ہدایت ہے** سورۃ البقرۃ:۵۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذْ اور جب آتَيْنَا ہم نے دیا مُوسَى موسیٰ کو الْكِتَابَ کتاب (تورات) وَالْفُرْقَانَ اور فیصلہ کی چیز لَعَلَّكُمْ شاید کہ تم تَهْتَدُونَ راہ پر چلتے رہو۔

ترجمہ: اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) اور فیصلہ کرنے کی چیز دی اس توقع پر کہ تم راہ پر چلتے رہو۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی۔

۲۔اور حق اور باطل میں تمیز کا معیار بخشا۔

۳۔تا کہ تم راہِ راست پر آجاؤ۔

بنی اسرائیل کی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ نے جو کتابِ ہدایت عطا کی وہ تورات ہے جس کا تذکرہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۵۳ میں کیا گیا ہے۔قرآنِ مجید میں الــکـتــاب جہاں بھی بولا گیا ہے وہاں قرآنِ مجید مراد ہے۔مگر قرآنِ مجید کے علاوہ تورات کیلئے بھی الکتاب کا لفظ بولا گیا ہے۔اسی طرح قرآنِ مجید کا ایک اور نام الفرقان ہے اور یہاں تورات کیلئے لفظ الفرقان بھی استعمال کیا گیا ہے۔الفرقان کے معنی فرق کرنے والا، یعنی تورات وہ کتاب ہے جو حق اور باطل کے درمیان، سچ اور جھوٹ کے درمیان، نیک و بد کے درمیان، حلال وحرام کے درمیان فرق کرتی ہے اور یہ صفت قرآنِ مجید کی بھی ہے۔

تورات کے دیئے جانے کی بات جو اس آیت میں کہی گئی ہے اس میں تورات کے نزول کا مقصد بھی بتایا گیا ہے کہ **لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ** تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ آسمانی کتابوں کے نزول کا مقصد حصولِ ہدایت ہے، جس طرح تورات بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے نازل کیا گیا ہے اسی طرح قرآنِ مجید بھی امتِ محمدیہ کی ہدایت کیلئے نازل کیا گیا ہے۔ جو لوگ قرآنِ مجید کو صرف تعویذ گنڈوں کیلئے استعمال کرتے ہیں، صرف سجانے اور دکھانے کیلئے گھروں میں رکھتے ہیں، صرف طاقوں کی زینت بناتے ہیں، صرف جھگڑوں کے وقت قسم کھانے کے لئے استعمال کرتے ہیں، صرف حصولِ برکت کا ذریعہ سمجھ کر کسی مولوی سے اپنے گھروں میں یا دکانوں میں قرآن پڑھواتے ہیں، انہیں یہ جان لینا چاہئے کہ وہ قرآنِ مجید کے مقصدِ نزول سے ناواقف ہیں۔اللہ کی اس مقدس کتاب کی تلاوت اس سیٹھ کو بھی کرنا ہے جو دوکان یا کارخانہ کا مالک بنا بیٹھا ہے۔ ہر امیر اور غریب پر قرآنِ مجید کی تلاوت لازمی ہے۔ ہمیں قرآنِ مجید کی تلاوت بھی کرنی ہے، اس کا مطلب بھی سمجھنا

ہے، اس سے نصیحت بھی حاصل کرنی ہے، اس پر عمل بھی کرنا ہے، اس کو دوسروں تک پہنچانا بھی ہے۔

ہمارے ملک بھارت کی کل آبادی تقریباً ۱۳۵ کروڑ ہے اور مسلمان اس ملک میں تقریباً پچیس کروڑ ہیں۔ اگر بھارت کے دس کروڑ مسلمان بھی اس مقدس کتاب قرآنِ مجید کے پیغام کو باقی غیر مسلم آبادی تک پہنچائیں تو ملک کا نقشہ آج وہ نہ ہوتا جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ ابھی بھی وقت ہے کہ مسلمان قرآنِ مجید کے اس اہم ترین پیغام کو اپنے غیر مسلم بھائیوں تک محبت، ہمدردی، خدمت اور عمدہ اخلاق کے ساتھ پہنچائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآنِ مجید کے حقوق کو جاننے اور ان کے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۵۱) شرک کی سزا بنی اسرائیل کو دنیا ہی میں دی گئی سورۃ البقرۃ:۵۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوبُوا إِلَى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِندَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذْ اور جب قَالَ کہا مُوسَى موسیٰ نے لِقَوْمِهِ اپنی قوم سے يَا قَوْمِ اے میری قوم إِنَّكُمْ بیشک تم ظَلَمْتُمْ تم نے ظلم کیا أَنفُسَكُمْ اپنی جانوں پر بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ یہ بچھڑا تم نے بنا کر فَتُوبُوا پس توبہ کرو تم سب إِلَى بَارِئِكُمْ اپنے پیدا کرنے والے کی طرف فَاقْتُلُوا اور مار ڈالو أَنفُسَكُمْ خود کو ذَٰلِكُمْ یہ خَيْرٌ لَّكُمْ تمہارے لئے بہتر ہے عِندَ بَارِئِكُمْ تمہارے رب کے نزدیک فَتَابَ عَلَيْكُمْ پھر وہ متوجہ ہوا تم پر إِنَّهُ بیشک وہ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ وہ توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

ترجمہ: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! یہ بچھڑا بنا کر تم نے اپنا نقصان کیا، اب اپنے پیدا کرنے والے سے توبہ کرو اور خود کو مار ڈالو تمہارے خالق کے نزدیک تمہارے لئے یہ بہتر ہے پھر اس نے تمہاری توبہ قبول کی بیشک وہی ہے معاف کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے میری قوم! حقیقت میں تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے

۲۔ لہٰذا اب اپنے خالق سے توبہ کرو

۳۔ اپنے آپ کو قتل کرو

۴۔ تمہارے خالق کے نزدیک یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔

بنی اسرائیل سخت مزاج قوم تھی۔ اس قوم میں چوں و چرا کی عادت زیادہ تھی۔ اس لئے اس قوم پر احکامِ الٰہی بھی

سخت ہی تھے، ’’جیسی روح ویسے فرشتے‘‘ والا محاورہ اس قوم پر صادق آتا ہے۔ اس قوم پر اپنے مال پر چالیسواں حصہ بطورِ زکوٰۃ نہیں تھا بلکہ دسواں حصہ زکوٰۃ انہیں ادا کرنا پڑتا تھا، یعنی ڈھائی فیصد نہیں بلکہ دس فیصد دینا ضروری تھا۔ اگر کپڑا ناپاک ہوجائے تو پانی سے دھونا کافی نہیں تھا بلکہ ناپاک حصہ کاٹ ڈالنا ضروری تھا۔ جب بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پوجا کی تو اس جرمِ عظیم کی سزا یہ تجویز کی گئی کہ جنہوں نے یہ جرم کیا انہیں بنی اسرائیل کے ان مجرموں کو وہ لوگ قتل کردیں جنہوں نے یہ جرم نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سخت ترین قانون ظلم نہیں ہے بلکہ عین انصاف ہے۔ اس لئے کہ حکومت بعض جرائم پر پھانسی کی سزا بھی دیتی ہے جب حکومت کو اپنی رعایا کو پھانسی پر چڑھانے کا اختیار ہو تو کیا اللہ تعالیٰ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کی بنائی ہوئی دنیا میں اسی کا بندہ اس کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کرے تو اس کو قتل کی سزا دے؟ جنہوں نے عملاً شرک کیا ان کو تو یہ سزا ملی اور جو صرف خاموش رہے ان کی خطا کو معاف کردیا گیا۔

بنی اسرائیل نے جس بچھڑے کو اپنے دل میں بسا لیا تھا اس کا ذکر سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۹۳ میں یوں ہے، **وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ** ان کے کفر کی نحوست سے ان کے دلوں میں بچھڑا بسا ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے التَّوَّابُ اور الرَّحِيم ہونے کا قرآنِ مجید میں بار بار اعلان کیا ہے۔ بندوں کو چاہئے کہ وہ اپنے گناہوں سے سچی توبہ کریں اور اپنے پروردگار سے معافی مانگیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے گناہوں کو معاف فرمادے۔ آمین

درس نمبر (۵۲) اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ کرنے والے بنی اسرائیل کا انجام سورۃ البقرۃ: ۵۵-۵۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَى لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّى نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ الصَّاعِقَةُ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ ○ ثُمَّ بَعَثْنَاكُم مِّن بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذْ اور جب قُلْتُمْ تم نے کہا يَا مُوسَى اے موسیٰ لَن نُّؤْمِنَ ہرگز ہم یقین نہیں کریں گے لَكَ تیرا حَتَّى یہاں تک کہ نَرَى اللَّهَ اللہ کو ہم دیکھیں جَهْرَةً سامنے فَأَخَذَتْكُمُ پس پکڑ لیا تم سب کو الصَّاعِقَةُ بجلی نے وَأَنتُمْ اور تم سب تَنظُرُونَ دیکھ رہے تھے ○ ثُمَّ پھر بَعَثْنَاكُم زندہ کیا ہم نے تم کو مِّن بَعْدِ مَوْتِكُمْ تمہاری موت کے بعد لَعَلَّكُمْ شاید کہ تم تَشْكُرُونَ شکر کرو۔

ترجمہ: اور جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم ہرگز یقین نہ کریں گے تیرا جب تک نہ دیکھ لیں اللہ کو سامنے پھر پکڑ لیا تم کو بجلی نے اور تم دیکھ رہے تھے پھر مرنے کے بعد ہم نے تم کو زندہ کیا تا کہ تم شکر ادا کرو۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

ا۔ جب تم نے کہا تھا اے موسیٰ! ہم اس وقت تک ہرگز تمہارا یقین نہیں کریں گے جب تک اللہ کو ہم خود کھلی آنکھوں سے دیکھ نہ لیں۔

۲۔نتیجہ یہ ہوا کہ کڑک نے تمہیں اس طرح آ پکڑا کہ تم دیکھتے رہ گئے۔
۳۔پھر ہم نے تمہیں تمہارے مرنے کے بعد دوسری زندگی دی تا کہ تم شکر گزار بنو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہِ طور سے تورات لے کر اپنی قوم کے پاس پہنچے اور ان کے سامنے تورات پیش کی اور کہا کہ یہ اللہ کی کتاب ہے تو بعض گستاخ یوں کہنے لگے، ہم محض تمہارے کہنے سے کیسے مان لیں کہ یہ اللہ کی کتاب ہے جب تک ہم اپنی آنکھوں سے اللہ کو نہ دیکھ لیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنی اسرائیل کے ان معترضین سے کہا کہ اچھا کوہِ طور پر چلو تمہارا یہ مطالبہ پورا ہوگا۔ چنانچہ بنی اسرائیل میں سے ستر آدمی منتخب ہوئے، ان ستر آدمیوں نے کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے گفتگو کرتے ہوئے سنا مگر ان لوگوں نے ایک اور سوال اٹھایا ہم نے اللہ تعالیٰ کی گفتگو تو سنی مگر گفتگو کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو نہیں، اگر دیکھ لیں تو مان لیں۔ ان کی اس گستاخی اور سرکشی پر ان پر بجلی کا ایک کڑکا چمکا اور وہ ہلاک ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے کہنے لگے کہ اے اللہ! اب میری خیر نہیں میں بنی اسرائیل کے اور لوگوں کے پاس جاؤں گا اور ان کو اس کی اطلاع ہوگی کہ یہ ستر آدمی ہلاک ہو گئے تو وہ مجھ پر بدگمانی کریں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس درخواست پر اللہ تعالیٰ نے ان ستر آدمیوں کو دوبارہ زندہ کر دیا جس کا اشارہ ثُمَّ بَعَثْنَاكُم مِّن بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ کو خود دیکھنے کا نامعقول مطالبہ مشرکین نے بھی کیا تھا جس کو سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۲۱ میں یوں بیان کیا گیا ہے، وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَ نَا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلَائِكَةُ جن لوگوں کو یہ توقع ہی نہیں ہے کہ وہ ہم سے آ ملیں گے وہ یوں کہتے ہیں کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے جاتے یا پھر ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ہم خود اپنے پروردگار کو دیکھ لیں؟

اللہ تعالیٰ جسم اور مادی کیفیت سے بالکل پاک ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کو عام مخلوق کی طرح نہیں دیکھا جا سکتا، جمہور اہلِ سنت کا مذہب اس سلسلہ میں یہ ہے کہ جنت میں مومنین اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کے دلوں میں اپنی عظمت پیدا فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۵۳) بنی اسرائیل پر بادل کا سایہ اور من وسلویٰ کا نزول سورۃ البقرۃ:۵۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَى كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَمَا ظَلَمُونَا وَلٰكِنْ كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَظَلَّلْنَا اور سایہ کیا ہم نے عَلَيْكُمْ تم پر الْغَمَامَ بادل کا وَأَنزَلْنَا اور اتارا ہم نے عَلَيْكُمْ تم پر الْمَنَّ وَالسَّلْوَى من اور سلویٰ كُلُوا کھاؤ مِنْ طَيِّبَاتِ پاکیزہ چیزیں مَا رَزَقْنَاكُمْ جو ہم نے تم کو دی ہیں وَمَا ظَلَمُونَا اور انہوں نے ہمارا نقصان نہیں کیا وَلٰكِنْ كَانُوا بلکہ تھے وہ أَنفُسَهُمْ خود پر يَظْلِمُونَ ظلم کرنے والے۔

ترجمہ: اور ہم نے تم پر ابر کا سایہ کیا اور ہم نے تمہارے پاس من وسلویٰ پہنچایا جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں کھاؤ اور انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا بلکہ اپنا ہی نقصان کرتے تھے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ہم نے تم کو بادل کا سایہ عطا کیا

۲۔اور تم پر من وسلویٰ نازل کیا

۳۔اور کہا کہ جو پاکیزہ رزق ہم نے تمہیں بخشا ہے کھاؤ

۴۔انہوں نے ہمارا کچھ نہیں بگاڑا

۵۔ بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔

بنی اسرائیل کا وطنِ اصلی ملک شام ہے۔حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں یہ مصر پہنچے تھے، جس کی تفصیل سورۂ یوسف میں موجود ہے۔ بنی اسرائیل چونکہ مصر میں تھے تو ملکِ شام پر عمالقہ نامی ایک قوم نے شام پر قبضہ جمالیا تھا، جب بنی اسرائیل کو مصر والوں کی غلامی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے آزادی اور نجات مل گئی اور فرعون کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل کو پورا اطمینان بھی حاصل ہوگیا اور بنی اسرائیل کی ہدایت کیلئے تورات بھی نصیب ہوگئی تو اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ اپنے اصل وطن ملک شام چلے جائیں اور اپنے ملک پر قبضہ جمالیں اور عمالقہ سے جہاد کریں۔ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کیلئے ایک سنہری موقع تھا اور ان کے ساتھ خدائی مدد بھی تھی، وقت کے نبی بھی ساتھ تھے، اللہ کی کتاب تورات بھی ان کے ساتھ تھی۔ جب بنی اسرائیل ملکِ شام کے قریب پہنچے تو عمالقہ کی طاقت وقوت سے ڈر گئے اور جہاد کرنے سے انکار کر دیا اور ہمت وجرأت کے بجائے بزدلی اور بے یقینی کی کیفیت دلوں میں پیدا کر لی۔ چنانچہ بنی اسرائیل ایک میدان میں چالیس برس تک حیران وسرگرداں پھرتے رہے۔اس میدان کا نام ہی میدانِ تیہ پڑ گیا اور تیہ کے معنی حیرانی وسرگردانی کے ہیں۔ یہ میدان تیہ بالکل کھلا میدان تھا، نہ کوئی عمارت تھی نہ مکان تھا۔ بنی اسرائیل دھوپ میں تپ رہے تھے۔اللہ تعالیٰ نے جہاں ان کو دوسری کئی نعمتوں سے نوازا وہیں اور دو نعمتوں سے بھی نوازا جن کا ذکر سورۂ بقرہ کی اس آیت میں ہے۔ایک نعمت تو یہ دی کہ ہلکے ہلکے بادل کا سایہ ان پر کر دیا اور ان کی بھوک کو مٹانے کیلئے ان پر من اور سلویٰ دو چیزیں عطا کیں۔من ایک لذیذ قدرتی غذا تھی جو شہد کی طرح جمی ہوئی اور دانہ دار آسمان سے گرنے والی شبنم کی قسم کی چیز تھی اور دوسری چیز سلویٰ عطا کیا گیا، جو ایک قسم کا بٹیر ہے۔ یہ جزیرہ نما سینا کا خاص جانور ہے۔ من کو ترنجبین سے بھی تعبیر کیا گیا ہے، یہ نہایت عمدہ اور میٹھی چیز ہے، جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے بکثرت پیدا کر دی اور سلویٰ نامی پرندے ان کے پاس خود بخود اکٹھے ہو جاتے تھے اور وہ ان کو پکڑ لیتے تھے۔

سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۶۰ میں بھی بنی اسرائیل پر کئے گئے ان دو احسانات کا تذکرہ یوں موجود ہے، **وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَى** اور ہم نے ان کو بادل کا سایہ دیا اور ہم نے ان پر من و

سلویٰ اتارا۔سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۸۰ میں بھی من وسلویٰ کے اتارے جانے کا ذکر موجود ہے۔من وسلویٰ کے بارے میں بنی اسرائیل کو یہ حکم تھا کہ ہر شخص ہر روز ضرورت کے بقدر لے اور دوسرے دن کیلئے جمع نہ کرے، مگر بنی اسرائیل نے اس میں بھی نافرمانی کی اور حرص کے مارے اٹھا کر رکھنے لگے، اس کا انجام یہ ہوا کہ گوشت سڑنے لگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی نعمتوں کو سہی طریقہ سے استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

درس نمبر (۵۴) بنی اسرائیل کی نامعقول حرکتوں پر عذابِ الٰہی سورۃ البقرۃ:۵۸۔۵۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُواْ هَـذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُواْ مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَداً وَادْخُلُواْ الْبَابَ سُجَّداً وَقُولُواْ حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ O فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُواْ قَوْلاً غَيْرَ الَّذِىْ قِيْلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُواْ رِجْزاً مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُواْ يَفْسُقُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذْ اور جب قُلْنَا ہم نے کہا ادْخُلُواْ داخل ہوجاؤ هَـذِهِ الْقَرْيَةَ اس شہر میں فَكُلُواْ پھر کھاؤ مِنْهَا اس میں سے حَيْثُ شِئْتُمْ جہاں سے تم چاہو رَغَداً اچھی طرح وَادْخُلُواْ اور داخل ہوجاؤ الْبَابَ دروازے سے سُجَّداً سجدہ کرتے ہوئے وَقُولُواْ اور کہو حِطَّةٌ توبہ ہے نَّغْفِرْ لَكُمْ ہم معاف کردیں گے خَطَايَاكُمْ تمہاری خطاؤں کو وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ اور ہم زیادہ دیں گے اچھائی کرنے والوں کو O فَبَدَّلَ پس بدل ڈالی الَّذِيْنَ ظَلَمُواْ ان لوگوں نے جنھوں نے ظلم کیا قَوْلاً بات غَيْرَ الَّذِىْ علاوہ اس کے جو قِيْلَ لَهُمْ انہیں کہی گئی تھی فَأَنزَلْنَا پس بھیجا ہم نے عَلَى الَّذِيْنَ ان پر جنہوں نے ظَلَمُواْ ظلم کیا رِجْزاً ایک عذاب مِّنَ السَّمَاءِ آسمان سے بِمَا كَانُواْ اس وجہ سے کہ وہ يَفْسُقُوْنَ گناہ کرتے تھے۔

ترجمہ: اور جب ہم نے کہا کہ اس شہر میں داخل ہوجاؤ اور اس میں سے جہاں سے چاہو بافراغت کھاؤ اور سجدہ کرتے ہوئے دروازے میں داخل ہوجاؤ اور کہتے رہو توبہ ہے ہم تمہاری خطائیں معاف کردیں گے اور اچھائی کرنے والوں کو ہم زیادہ دیں گے پس بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے جس کا ان کو حکم ہوا تھا اس پر ہم نے نازل کی ان ظالموں پر ایک آسمانی آفت اس وجہ سے کہ وہ گناہ کرتے تھے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔جب ہم نے کہا تھا کہ اس بستی میں داخل ہوجاؤ۔

۲۔اس میں جہاں سے چاہو جی بھر کر کھاؤ۔

۳۔بستی کے دروازے میں جھکے سروں کے ساتھ داخل ہوجاؤ۔

۴۔یہ کہتے جاؤ کہ اے اللہ! ہم آپ کی بخشش کے طلبگار ہیں۔

۵۔اس طرح ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے۔
۶۔نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ ثواب بھی دیں گے۔
۷۔جو بات ان سے کہی گئی تھی ظالموں نے اسے بدل کر ایک اور بات بنالی۔
۸۔نتیجہ یہ ہوا کہ جو نافرمانیاں وہ کرتے آرہے تھے ہم نے ان کی سزا میں ان ظالموں پر آسمان سے عذاب نازل کیا۔

گزرے ہوئے واقعات کو قرآنِ مجید اگر امتِ محمدیہ کے سامنے پیش کرتا ہے تو اس کا مقصد صرف تاریخی حقائق بیان کرنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ ان واقعات کے بتلانے کا مقصد ان سے عبرت حاصل کرنا اور سبق حاصل کرنا ہوتا ہے۔ بنی اسرائیل کے واقعات ہمارے سامنے پیش کرنے کا مقصد ہمیں ہماری زندگی میں غور کرنا ہے کہ کہیں ان کی وہ برائیاں اور بیماریاں ہمارے اندر تو سرایت نہیں کر گئی ہیں؟ سورۂ بقرہ کی اس آیت میں بھی ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جب بنی اسرائیل میدانِ تیہ میں پھرتے پھرتے اور من وسلویٰ کھاتے کھاتے تنگ آ گئے اور انہوں نے یہ شکایت کی کہ ہم اس ایک کھانے پر صبر نہیں کر سکتے تو ان کو ایک شہر میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا، ممکن ہے کہ وہ فلسطین کا کوئی شہر ہو۔ ساتھ ہی بطور امتحان یہ حکم بھی دیا گیا کہ اس بستی میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوں اور زبان سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے داخل ہوں کہ یہ لفظ زبان پر رہے کہ حِطَّةٌ حِطَّةٌ توبہ توبہ۔ مگر بنی اسرائیل نے اس بستی میں داخل ہوتے ہوئے حِطَّةٌ کے لفظ کو بدل ڈالا اور حِنطَةٌ کا لفظ استعمال کیا جس کے معنی گیہوں کے ہیں۔ مقصود صرف یہ لفظ نہیں بلکہ انہیں اپنی زبان میں معافی مانگنے کا حکم دیا گیا، مگر بنی اسرائیل نے توبہ اور معافی کے الفاظ کے بجائے تمسخر اور مذاق کے الفاظ زبان پر لائے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی اس نامعقول حرکت کی سزا یہ دی کہ ان پر آسمانی آفت نازل ہوئی اور طاعون پھوٹ پڑا اور اس میں بہت سے آدمی فنا ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ مختارِ کل اور قادرِ مطلق ہیں۔ معافی اور درگزر سے زیادہ کام لیتے ہیں اور گرفت کم کرتے ہیں، حلم و بردباری سے کام لیتے ہیں۔ لیکن جب قومیں حد سے زیادہ گزر جاتی ہیں تو انہیں ایسے عذاب میں گرفتار کیا جاتا ہے جس سے وہ بھاگ نہیں سکتے۔ آج پوری دنیا کورونا وائرس کی زد میں ہے۔ کسی انسان میں یہ طاقت نہیں کہ فضاؤں سے اس وبائی مرض کو دور کر دے۔ بڑی بڑی حکومتیں ہاتھ اٹھا چکی ہیں۔ کورونا وائرس عبرت کا سامان ہے۔

دوسری طرف آج پوری دنیا اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو تہس نہس کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ بین الاقوامی اور قومی دونوں سطحوں پر اللہ کے غالب دین کو مغلوب کرنے کی سازشیں وسیع پیمانہ پر ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بین الاقوامی سطح کی بیماری بھی پیدا کر دی ہے۔ ''کرونا'' نامی بیماری نے کئی ملکوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ یہ بھی ایک آزمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی ان آفتوں سے حفاظت فرمائے۔ آمین

درس نمبر(۵۵) **یہ قدرت کا کرشمہ ہے** سورۃ البقرۃ:۶۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذِ اسْتَسْقَى مُوسَى لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْناً قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ كُلُواْ وَاشْرَبُواْ مِن رِّزْقِ اللَّهِ وَلاَ تَعْثَوْاْ فِي الأَرْضِ مُفْسِدِينَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذِ اور جب اسْتَسْقَى پانی مانگا مُوسَى موسیٰ نے لِقَوْمِهِ اپنی قوم کے لیے فَقُلْنَا تو ہم نے کہا اضْرِب تو مار بِّعَصَاكَ اپنے عصا کو الْحَجَرَ پتھر پر فَانفَجَرَتْ چنانچہ بہہ نکلے مِنْهُ اس (پتھر) سے اثْنَتَا عَشْرَةَ بارہ عَيْناً چشمے قَدْ عَلِمَ تحقیق پہچان لیا كُلُّ أُنَاسٍ تمام لوگوں نے مَّشْرَبَهُمْ اپنا اپنا گھاٹ كُلُواْ کھاؤ وَاشْرَبُواْ اور پیو مِن رِّزْقِ اللَّهِ اللہ کے رزق سے وَلاَ تَعْثَوْاْ اور تم نہ پھرو فِي الأَرْضِ زمین میں مُفْسِدِينَ فساد کرتے ہوئے۔

ترجمہ: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے پانی کی دعاء مانگی ہم نے حکم دیا کہ اپنی اس لاٹھی کو فلاں پتھر سے مارو بس فوراً اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے ہر ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا موقع معلوم کرلیا اور ہم نے حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کے رزق سے کھاؤ اور پیو اور زمین میں فساد مچاتے ہوئے نہ پھرو۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا

۲۔ ہم نے کہا اپنی لاٹھی پتھر پر مارو

۳۔ چنانچہ اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے

۴۔ ہر ایک قبیلہ نے اپنے پانی لینے کی جگہ معلوم کرلی

۵۔ ہم نے کہا اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ

۶۔ زمین میں فساد مچاتے مت پھرو

بنی اسرائیل کے گزرے ہوئے واقعات کو سنتے اور پڑھتے ہوئے رب ذوالجلال کی قدرت وطاقت کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہی وہ بنی اسرائیل ہیں جن کی خاطر اللہ تعالیٰ نے سمندر پھاڑ کر راستے بنادیئے تھے اور یہی وہ بنی اسرائیل ہیں جب وہ وادیِ تیہ میں پیاس کی شدت سے تڑپنے لگے تو رحمتِ الٰہی جوش میں آتی ہے۔ بنی اسرائیل، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے لئے پانی کا انتظام کردیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی کہ بنی اسرائیل کے لئے پانی کا انتظام کیا جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف بنی اسرائیل کی پیاس بجھائی تو دوسری طرف اپنی قدرت کی ایک عظیم جھلک بھی بتلادی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ جو لاٹھی آپ

کے ہاتھ میں ہے اس کو ایک پتھر پر ماریں، جیسے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی پتھر پر ماری اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ بارہ چشمے اس لئے پھوٹ پڑے کہ بنی اسرائیل میں بارہ خاندان تھے اور ہر خاندان کا معاملہ الگ تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے بارہ چشموں کا انتظام کر دیا اور ہر ایک نے اپنے لئے پانی لینے کا موقع پالیا۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۶۰ میں بھی بارہ چشموں کے پھوٹنے کا تذکرہ یوں ہے، وَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى إِذِ اسْتَسْقَاهُ قَوْمُهُ أَنِ اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْناً ۔ اور جب موسیٰ کی قوم نے ان سے پانی مانگا تو ہم نے ان کو وحی کے ذریعہ حکم دیا کہ اپنی لاٹھی فلاں پتھر پر مارو چنانچہ اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔

بنی اسرائیل کے واقعات سنتے اور پڑھتے ہوئے ہمیں بنی اسرائیل میں نہیں کھو جانا ہے بلکہ رب ذوالجلال کی معرفت کے سمندر میں ڈوب جانا چاہئے اور اسکی قدرت وطاقت کا یقین دلوں میں پیدا کرنا چاہئیے۔ ایک پتھر سے بارہ چشموں کا پھوٹ جانا اور اس سے بنی اسرائیل کی پیاس اور دیگر ضرورتوں کو پورا کرنا قدرت کا ایک حیرتناک کرشمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کے ایمان میں اضافہ فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۵۶) ## بنی اسرائیل من وسلویٰ پر اکتفاء نہ کر سکے سورۃ البقرۃ:۶۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَى لَن نَّصْبِرَ عَلَىَ طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنبِتُ الأَرْضُ مِن بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَى بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ اهْبِطُواْ مِصْراً فَإِنَّ لَكُم مَّا سَأَلْتُمْ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآؤُوْاْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُواْ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذَلِكَ بِمَا عَصَواْ وَّكَانُواْ يَعْتَدُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذْ قُلْتُمْ اور جب تم نے کہا يَا مُوسَى اے موسیٰ لَن نَّصْبِرَ ہم ہرگز صبر نہ کریں گے عَلَىَ طَعَامٍ وَاحِدٍ ایک ہی کھانے پر فَادْعُ آپ دعا کیجئے لَنَا ہمارے لئے رَبَّكَ اپنے رب سے يُخْرِجْ لَنَا ہمارے لئے نکالے مِمَّا تُنبِتُ الأَرْضُ ان چیزوں میں سے جو اگاتی ہے زمین مِن بَقْلِهَا اس کا ساگ (ترکاری) وَقِثَّآئِهَا اوراس کی ککڑی وَفُومِهَا اوراس کا گیہوں وَعَدَسِهَا اوراس کی مسور وَبَصَلِهَا اوراس کی پیاز قَالَ کہا أَتَسْتَبْدِلُونَ کیا بدل لیتے ہو الَّذِي هُوَ أَدْنَى اس کو جو وہ حقیر ہے بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ ایسی چیز سے جو عمدہ ہے اهْبِطُواْ تم اترو مِصْراً کسی شہر میں فَإِنَّ تو بیشک لَكُم تمہارے لیے مَّا وہی ہے جس کا سَأَلْتُمْ تم نے سوال کیا وَضُرِبَتْ اور مسلط کردی گئی عَلَيْهِمُ ان پر الذِّلَّةُ ذلت وَالْمَسْكَنَةُ اور محتاجی وَبَآءُوْ اور وہ پھرے بِغَضَبٍ غضب کے ساتھ مِّنَ اللَّهِ اللہ کی طرف سے ذَلِكَ یہ بِأَنَّهُمْ (اس لیے ہوا) کہ بیشک وہ كَانُواْيَكْفُرُونَ کفر کرتے تھے بِآيَاتِ اللَّهِ اللہ کی آیتوں کے ساتھ وَيَقْتُلُونَ اور وہ قتل کرتے تھے النَّبِيِّينَ

نبیوں کو بِـغَیۡرِ الۡحَقِّ ناحق ذَٰلِکَ یہ بِمَا اس سبب سے کہ عَصَوا انہوں نے نافرمانی کی وَّکَانُوا یَعۡتَدُونَ اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے۔

ترجمہ: اور جب تم نے کہا کہ موسیٰ! ہم سے ایک ہی کھانے پر صبر نہیں ہوسکتا آپ اپنے پروردگار سے دعا کیجئے کہ ترکاری اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز وغیرہ جو نباتات زمین سے اگتی ہیں ہمارے لئے پیدا کردے۔ انہوں نے کہا کہ عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے بدلے ناقص چیزیں کیوں چاہتے ہو؟ اگر یہی چیزیں مطلوب ہیں تو کسی شہر میں جا اترو وہاں جو مانگتے ہو مل جائے گا اور آخر کار ذلت، رسوائی اور محتاجی ان سے چمٹا دی گئی اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہوگئے۔ یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے اور اس کے نبیوں کو ناحق قتل کر دیتے تھے یعنی اس لئے کہ نافرمانی کئے جاتے اور حد سے بڑھے جاتے تھے۔

تشریح: اس آیت میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

١۔ جب ہم نے کہا تھا کہ اے موسیٰ! ہم ایک ہی کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔

٢۔ آپ اپنے پروردگار سے مانگئے کہ وہ ہمارے لئے کچھ وہ چیزیں پیدا کرے جو زمین اگایا کرتی ہے یعنی ترکاریاں، گیہوں، دال، پیاز وغیرہ۔

٣۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا جو غذا بہتر تھی کیا تم اس کو ایسی چیزوں سے بدلنا چاہتے ہو جو گھٹیا درجے کی ہیں۔

٤۔ ایک شہر میں جا اترو تو وہاں تمہیں وہ چیزیں مل جائیں گی جو تم نے مانگی ہیں۔

٥۔ اور ان یہودیوں پر ذلت اور بیکسی کا ٹھپہ لگا دیا گیا۔

٦۔ اور وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے

٧۔ یہ سب اس لئے ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

٨۔ پیغمبروں کو ناحق قتل کر دیتے تھے۔

٩۔ یہ اس لئے ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ بے حد زیادتیاں کرتے تھے۔

بنی اسرائیل کو آسمانی غذا من وسلویٰ کی شکل میں بغیر تجارت، زراعت، ملازمت و محنت کے مل رہی تھی۔ سرکش قوم کو یہ نعمتیں اچھی نہیں لگیں اور ان نعمتوں کی قدر نہیں کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے ہم ایک ہی قسم کے کھانے سے اکتا چکے ہیں، ہم اب صبر نہیں کر سکتے، اس لئے اپنے رب سے آپ یہ دعاء کیجئے کہ ہم کو زمین سے اُگنے والی چیزیں عطا کرے، پیاز، ترکاری، گیہوں، مسور، ککڑی وغیرہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ بغیر محنت ومشقت سے آسمانی جو نعمت تم کو مل رہی ہے اس کے بدلے میں کیا وہ چیز مانگتے ہو جو اس سے کم درجے کی ہے؟ جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات نہیں مانی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا گیا کہ اِهۡبِطُوا مِصۡرًا

فَإِنَّ لَكُم مَّا سَأَلْتُمْ کسی شہر میں جا کر اتر جاؤ جوتم مانگتے ہول جائے گا،وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ اور بنی اسرائیل پر ذلت اورمحتاجی ڈال دی گئی۔ذلت یہ ڈالی گئی کہ قیامت تک یہ یہودی کسی نہ کسی کے غلام رہیں گےاور کوئی بھی ان کومنہ نہ لگائے گا اورمحتاجی یہ ڈالی گئی کہ یہودی چاہے جس قدر مالدار ہوں ہمیشہ محتاج نظر آئیں گے، ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُواْ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ یہ ذلت ومحتاجی ان پراس لئے ڈال دی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکارکرتے تھےاور پیغمبروں کا ناحق خون کرتے تھےاور نافرمانی کرتے تھےاور حد سے گزر جاتے تھے۔

درس نمبر(۵۷) ہر شخص کواس کا ایمان اوراس کےاعمالِ صالحہ کام آئیں گے سورۃ البقرۃ:۶۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَالَّذِينَ هَادُواْ وَالنَّصَارَى وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحاً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ الَّذِينَ بیشک جولوگ آمَنُواْ ایمان لائے وَالَّذِينَ اور جولوگ هَادُواْ یہودی ہو گئے وَالنَّصَارَى اورنصاریٰ وَالصَّابِئِينَ اورصابئین مَنْ آمَنَ جوایمان لایا بِاللَّهِ اللہ پر وَالْيَوْمِ الآخِرِ اورقیامت کےدن پر وَعَمِلَ صَالِحاً اورنیک کام کئے فَلَهُمْ پس ان کے لئے ہے أَجْرُهُمْ ان کا ثواب عِندَ رَبِّهِمْ ان کےرب کے پاس وَلاَ خَوْفٌ اورنہیں کچھ خوف ہے عَلَيْهِمْ ان پر وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ اورنہ وہ غمگین ہوں گے۔

ترجمہ: بے شک جولوگ ایمان لائے اور جولوگ یہودی ہو گئے اورنصاریٰ اورصابی لوگ، جوایمان لایاان میں سے اللہ پر اورروزِ قیامت پراورنیک کام کئےتوان کےرب کے پاس ان کا ثواب ہےاوران پرنہ کچھ خوف ہےاورنہ وہ غمگین ہوں گے۔

تشریح: اِس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

ا۔ جولوگ بھی چاہے وہ مسلمان ہوں یا یہودی یا نصرانی یا صابی ہوں اللہ پراورآخرت کے دن پرایمان لائیں گےاورنیک عمل کریں گے وہ اللہ کے پاس اپنے اجر کے مستحق ہوں گے۔

۲۔ان کونہ کوئی خوف ہوگا اورنہ ہی وہ کسی غم میں مبتلا ہوں گے۔

اس آیت میں چارقسم کےلوگوں کا تذکرہ ہے،مومن، یہودی،نصرانی اورصابی۔مومن کے معنی تو صاف واضح ہیں جواللہ پر،اس کےنبیوں اوررسولوں پر، آسمانی کتابوں پر،فرشتوں پر، آخرت پراورتقدیروغیرہ پرایمان رکھتے ہیں اور یہودی وہ ہیں جو یہودیت کے پیروکار ہیں جوتورات پرایمان رکھتے ہیں جن کاتعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھااورنصاریٰ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تعلق رکھتے تھے۔نصاریٰ کونصاریٰ اس لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بستی کا نام ناصرہ تھااوراس بستی میں رہنے والوں کوناصرین کہا جاتا ہےاوراسی وجہ سے نصاریٰ سے معروف ہوگئے۔الصابئین ،جوکوئی اپنے دین کوچھوڑ کردوسرے دین میں آجائے اس کوصابی کہا جاتا ہے۔صابیوں کے نام سےایک مذہبی فرقہ جوعرب کے

شمال ومشرق میں شام وعراق کی سرحد پرآباد تھا ان کی نسبت حضرت یحییٰ علیہ السلام سے تھی۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جیسے محقق مفسر صحابیِ رسول ﷺ نے صابیوں کا شمار اہل کتاب میں کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا ذبیحہ بھی حلال مانا ہے۔قرآنِ مجید کی اس آیت میں ان چاروں قسم کے فرقوں کیلئے ایک بنیادی اصول بیان کیا ہے کہ ان میں سے جو بھی ایمان لائے اور نیک اعمال اختیار کرے گا، پس اس کے لئے ان کے رب کی طرف سے اجر وثواب ملے گا اور روز قیامت ایسے خوش نصیبوں کیلئے نہ کوئی اندیشہ اور خوف ہوگا اور نہ ہی کوئی غم لاحق ہوگا۔ہر عمل کے ساتھ ایمان کی شرط ہے اور ایمان وہی ہے جو حقیقی آسمانی کتابوں کے مطابق اور نبیوں کی تعلیمات کے موافق ہو۔صحیح عقائد اور اعمالِ صالحہ نجات کیلئے شرط ہیں۔

ان چار قسم کے لوگوں کا تذکرہ اور ان کا حسنِ انجام سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۶۹ میں اس طرح موجود ہے، إِنَّ الَّـذِيْـنَ آمَـنُـواْ وَالَّذِيْنَ هَادُواْ وَالصَّابِؤُونَ وَالنَّصَارَى مَنْ آمَنَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وعَمِلَ صَالِحاً فَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُـمْ يَـحْزَنُونَ ۔جو لوگ بھی خواہ وہ مسلمان ہوں یا یہودی یا صابی یا نصرانی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے ان کو نہ کوئی خوف ہوگا نہ ہی وہ کسی غم میں مبتلا ہوں گے۔سورۂ حج کی آیت نمبر ۱۷ میں بھی ان چار قسم کے لوگوں کا ذکر موجود ہے۔اللہ تعالیٰ ہمارے عقائد کو درست فرمادے اور اعمال میں صالحیت کا رنگ چڑھادے۔آمین

درس نمبر (۵۸) بنی اسرائیل کے اوپر کوہِ طور سورۃ البقرۃ:۶۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيْم

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُواْ مَا آتَيْنَاكُم بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُواْ مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُون

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذْ اور جب أَخَذْنَا ہم نے لیا مِيْثَاقَكُمْ تم سے وعدہ وَرَفَعْنَا اور ہم نے بلند کیا فَوْقَكُمْ تم پر الطُّورَ کوہِ طور خُذُواْ پکڑو مَـا آتَيْنَاكُم جو ہم نے تم کو دیا بِقُوَّةٍ زور سے وَاذْكُرُواْ اور یاد رکھو مَـا فِيْهِ جو کچھ اس میں ہے لَعَلَّكُمْ شاید کہ تم تَتَّقُونَ ڈرو۔

ترجمہ: اور جب ہم نے تم سے اقرار لیا اور تمہارے اوپر کوہِ طور بلند کیا کہ پکڑو مضبوطی سے جو کتاب ہم نے تم کو دی اور اس میں جو کچھ ہے یاد رکھو تا کہ تم ڈرو۔

تشریح: اِس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔جب ہم نے تم سے تورات پر عمل کرنے کا عہد لیا تھا۔
۲۔اور کوہِ طور کو تمہارے اوپر اٹھا کھڑا کیا تھا۔
۳۔جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے اس کو مضبوطی سے تھامو۔
۴۔اس میں جو کچھ لکھا ہے اس کو یاد رکھو۔
۵۔تا کہ تمہیں تقویٰ حاصل ہو۔

بنی اسرائیل نے پہلے تو احکام شریعت اور آسمانی کتاب کا مطالبہ کیا اور کتاب تورات نازل کی گئی اور اس پر عمل

کرنے کی تلقین کی گئی تو بنی اسرائیل نے صاف کہہ دیا کہ اس کے احکام بہت سخت ہیں ہم سے اس پر عمل نہیں ہوسکتا۔ بنی اسرائیل کی اس سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ کوہِ طور کا ایک حصہ ان سب کے سروں پر لٹکا دیں اور کہا گیا کہ اگر تورات پر عمل نہیں کرو گے تو یہ پہاڑ تم پر گرا دیا جائے گا۔ جب بنی اسرائیل نے کوہِ طور کو اپنے سروں پر لٹکتے دیکھا تو مارے خوف کے سجدے میں پڑ گئے اور اقرار کرلیا کہ ہم ضرور تورات پر عمل کریں گے۔ چند دنوں کے بعد پھر بنی اسرائیل اپنی عادت کے موافق پھر گئے۔ایسی قوم تو اسی قابل تھی کہ اس قوم کو ہلاک کردیا جاتا مگر اللہ تعالیٰ کا اس قوم پر بڑا فضل رہا، انتہائی مہربانی رہی کہ ان کو زندہ باقی چھوڑا اور دنیا میں توبہ کرنے کا موقع دیا۔

بنی اسرائیل پر کوہِ طور بلند کرنے کا ذکر سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۹۳ میں بھی ہے، **وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ** جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تمہارے اوپر طور پہاڑ کو بلند کردیا۔سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۵۴ میں بھی دوسرے الفاظ میں یوں ذکر ہے، **وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ بِمِيثَاقِهِمْ** اور ہم نے کوہِ طور کو ان پر بلند کرکے ان سے عہد لیا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی بندگی کا تقاضہ یہ ہے کہ راحت اور مصیبت، تنگی اور فراخی، بیماری اور صحت، ہر حال میں اس کی فرمانبرداری کی جائے، صرف مصیبت اور پریشانی کے وقت مجبوری میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرلینا اور اس کی فرمانبرداری کرلینا اور مصیبت کے دور ہوتے ہی نافرمانی اور سرکشی پر اتر آنا، یہ بندگی کے تقاضے کے خلاف ہے۔ بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا گیا کہ جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے اس کو مضبوطی سے پکڑو یعنی سختی سے اس پر عمل کرو۔امتِ محمدیہ کو اس سے سبق دیا جارہا ہے کہ وہ قرآنِ مجید کو مضبوطی سے پکڑیں یعنی اس پر سختی سے اور پابندی سے عمل کریں۔

اللہ تعالیٰ ہر حال میں ہمیں اپنے رب کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کی توفیق بخشے۔آمین

درس نمبر(۵۹) **اقرار سے فرار** سورۃ البقرۃ:۶۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ثُمَّ تَوَلَّيْتُم مِّنْ بَعْدِ ذَالِكَ فَلَوْلاَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُم مِّنَ الْخَاسِرِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ثُمَّ پھر تَوَلَّيْتُم تم پھر گئے مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ اس کے بعد فَلَوْلاَ لہٰذا اگر نہ ہوتا فَضْلُ اللّٰهِ اللہ کا فضل عَلَيْكُمْ تم پر وَرَحْمَتُهُ اور اس کی رحمت لَكُنْتُم (تو) تم ضرور ہوجاتے مِّنَ الْخَاسِرِيْنَ خسارہ پانے والوں میں سے

ترجمہ: پھر تم اس کے بعد پھر گئے لہٰذا اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا تم پر اور اس کی رحمت (تو) تم ضرور ہوجاتے خسارہ پانے والوں میں سے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اس کے باوجودتم دوبارہ راہِ راست سے پھر گئے۔

۲۔اگراللہ کافضل اوررحمت تم پر نہ ہوتی تو تم ضرورسخت نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہوجاتے۔

بنی اسرائیل کی بیماریوں میں سے ایک اہم بیماری اور برائی یہ تھی کہ وہ جب کسی بات کا اقرار لیتے تو فوراً ہی اس اقرار سے راہِ فرار بھی اختیار کر لیتے اور جو عہد و پیمان کیا،اس سے منہ موڑ لیتے تھے۔بنی اسرائیل کوان کے جرائم کی تنبیہ کیلئے ان پر کوہِ طور اٹھادیا گیا تھا اورانہیں حکم دیا گیا تھا کہ انہیں جو کچھ دیا گیا وہ اس کو مضبوطی سے پکڑے رہیں،مگر بنی اسرائیل نے روگردانی کی۔اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کواس آیت کے ذریعہ متنبہ کیا اور یہ بات بھی بتلادی گئی کہ اے بنی اسرائیل!اگرتم پراللہ کافضل اوراس کی رحمت نہ ہوتی تو تم تباہ کاروں میں سے ہوجاتے۔لیکن اللہ نے تمہاری شرارتوں اورنافرمانیوں کے باوجودتم پررحم کیااورفضل کیااورتمہیں اللہ نے توبہ کی توفیق بخشی اورانبیاء کرام علیهم السلام کی آمد کا سلسلہ باقی رکھا جوتمہیں ہدایات دیتے رہے۔اورتمہاری تباہی سے بچنے کا ذریعہ بنے۔

بنی اسرائیل کے منہ موڑنے اورروگردانی کرنے کا ذکرسورۂ بقرہ کی آیت نمبر۸۳ میں بھی ہے،ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيْلاً مِّنكُمْ پھرتم میں سے تھوڑے سے لوگوں کے سواباقی سب منہ موڑ کر پھر گئے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۲۴۶ میں یوں ذکر ہے فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيْلاً مِّنْهُمْ جب ان پر جنگ فرض کی گئی سوائے چندلوگوں کے باقی سب پیٹھ پھیر گئے۔سورۂ توبہ کی آیت نمبر۳ میں امتِ محمدیہ کوتنبیہ کی گئی کہ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ اگرتم نے منہ موڑے رکھا تو یادرکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔

اس آیت سے سبق ملا کہ ربانی ہدایات سے منہ موڑنے سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا چاہئے تا کہ دنیا اور آخرت کی تباہی سے ہم بچ جائیں۔

درس نمبر(۶۰) حد سے تجاوز کرنے والی قوم کوذلیل بندر بن جانے کا حکم سورۃ البقرۃ:۶۵۔۶۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ○ فَجَعَلْنَاهَا نَكَالاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ اورتم جان چکے ہوالَّذِيْنَ اعْتَدَوْا جنھوں نے زیادتی کی مِنكُمْ تم میں سے فِي السَّبْتِ ہفتہ کے دن میں فَقُلْنَا تو ہم نے کہالَهُمْ ان سے كُونُوا ہوجاؤقِرَدَةً بندرخَاسِئِيْنَ ذلیل○ فَجَعَلْنَاهَا پھر بنادیاہم نے اس کو نَكَالاً ایک عبرت لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا ان کے لئے جوسامنے تھےوَمَا خَلْفَهَا اوران کے لئے جو پیچھے تھےوَمَوْعِظَةً اورنصیحت لِّلْمُتَّقِيْنَ ڈرنے والوں کے واسطے۔

ترجمہ: اورتم ان لوگوں کاحال جانتے ہوجنھوں نے تم میں سے ہفتہ کے دن کے بارے میں حد سے تجاوز کیا تھا سو ہم

نے ان کو کہہ دیا تھا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ پھر ہم نے اس واقعہ کو عبرت بنا دیا اور اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے نصیحت بنا دیا۔
ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:
ا۔تم اپنے ان لوگوں کو اچھی طرح جانتے ہو جو ہفتہ کے دن کے معاملہ میں حد سے گزر گئے تھے۔
۲۔ہم نے ان سے کہا تھا کہ تم دھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ۔
۳۔ پھر ہم نے اس واقعہ کو اس زمانے کے اور اس کے بعد کے لوگوں کے لئے عبرت اور ڈرنے والوں کے لئے نصیحت کا سامان بنا دیا۔

تشریح: بنی اسرائیل پر جمعہ کی عزت اور اس کا احترام فرض کیا گیا لیکن بنی اسرائیل نے جمعہ کے دن کو پسند نہ کیا اور ہفتہ کے دن کو پسند کیا۔ بنی اسرائیل سے منسوب ہفتہ کے اس دن کا ذکر سورۂ نساء کی آیت نمبر ۴۷ میں ہے جس میں بنی اسرائیل کو **أَصْحَابَ السَّبْتِ** ہفتہ کے دن والے سے منسوب کیا گیا ہے **أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا أَصْحَابَ السَّبْتِ** یا ان پر ایسی پھٹکار ڈال دیں جیسی پھٹکار ہم نے ہفتہ کے دن والوں پر ڈالی تھی۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۵۴ میں بنی اسرائیل کو دیئے گئے اس حکم کا ذکر موجود ہے **وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُواْ الْبَابَ سُجَّداً وَقُلْنَا لَهُمْ لاَ تَعْدُواْ فِي السَّبْتِ** اور ہم نے ان سے کہا کہ ہفتہ کے دن کے معاملہ میں حد سے نہ گزرنا۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے لئے ہفتہ کے دن کی عزت کے طور پر مچھلیوں کا شکار کرنا حرام کر دیا گیا۔ اللہ کی آزمائش یہ ہوئی کہ ہفتہ کے دن تمام مچھلیاں اوپر آجاتیں اور اچھلتی کودتی تھیں اور دوسرے دنوں میں نظر بھی نہیں آتی تھیں۔ بنی اسرائیل ایک مدت تک خاموش رہے پھر ایک شخص نے یہ حیلہ اختیار کیا کہ ہفتہ کے دن جال بچھائی اور اتوار کے دن مچھلیاں پکڑ لیں، دیکھا دیکھی بہت سے لوگوں نے یہی سلسلہ شروع کیا۔ بنی اسرائیل کی اس حرکت کو سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۶۳ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے **إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعاً وَيَوْمَ لاَ يَسْبِتُونَ لاَ تَأْتِيهِمْ** جب وہ ہفتہ کے معاملہ میں زیادتیاں کرتے تھے جب ان کی مچھلیاں ہفتہ کے دن تو اچھل اچھل کر سامنے آتی تھیں اور جب وہ ہفتہ کا دن نہ منا رہے ہوتے تو وہ نہیں آتی تھیں۔ بنی اسرائیل کی اس حرکت پر ان پر عذاب آیا اور وہ بندر بن گئے۔ وہ سارے انسان بندر بن گئے تھے، ان کی دمیں نکل آئی تھیں، جس میں مرد عورت اور بچے شامل تھے۔ تین دن تک یہ زندہ رہے اس کے بعد ہلاک ہو گئے۔

اس واقعہ کو دیکھ کر باقی دوسرے لوگ کانپ اٹھے۔ یہ واقعہ قیامت تک کے انسانوں کے لئے باعث عبرت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۲۱) **حکمِ الٰہی کے سامنے سر جھکانا ہی ہمارا کام ہے** البقرۃ:۶۷۔۶۸۔۶۹۔۷۰

أَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَإِذْ قَالَ مُوسَی لِقَوْمِہِ إِنَّ اللّہَ یَأْمُرُکُمْ أَنْ تَذْبَحُواْ بَقَرَۃً قَالُواْ أَتَتَّخِذُنَا ھُزُواً قَالَ أَعُوذُ بِاللّہِ أَنْ أَکُونَ مِنَ الْجَاھِلِیْنَ ○ قَالُواْ ادْعُ لَنَا رَبَّکَ یُبَیِّن لّنَا مَا ھِیَ قَالَ إِنَّہُ یَقُولُ إِنَّھَا بَقَرَۃٌ لاَّ فَارِضٌ وَلاَ بِکْرٌ عَوَانٌ بَیْنَ ذَلِکَ فَافْعَلُواْ مَا تُؤْمَرونَ ○ قَالُواْ ادْعُ لَنَا رَبَّکَ یُبَیِّن لَّنَا مَا لَوْنُھَا قَالَ إِنَّہُ یَقُولُ إِنّھَا بَقَرَۃٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُھَا تَسُرُّ النَّاظِرِیْنَ ○ قَالُواْ ادْعُ لَنَا رَبَّکَ یُبَیِّن لَّنَا مَا ھِیَ إِنَّ البَقَرَ تَشَابَہَ عَلَیْنَا وَإِنَّا إِنْ شَآءَ اللَّہُ لَمُھْتَدُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذْ قَالَ اورجب کہامُوسَی موسیٰ نےلِقَوْمِہِ اپنی قوم سےإِنَّ اللّہَ بیشک اللہ یَأْمُرُکُمْ تم کوحکم دیتاہےأَنْ تَذْبَحُواْ بَقَرَۃً کہ تم ذبح کروایک گائےقَالُواْ کہاانہوں نےأَتَتَّخِذُنَا ھُزُواً کیاتوبناتاہےہم کومذاق قَالَ کہاأَعُوذُ بِاللّہِ پناہ مانگتاہوں میں اللہ سےأَنْ أَکُونَ کہ ہوجاؤں میں مِنَ الْجَاھِلِیْنَ جاہلوں میں سے○ قَالُواْ ادْعُ بولےدعاءکرولَنَا ہمارے لئےرَبَّکَ اپنے رب سےیُبَیِّن لّنَا بیان کردےہمارے لئےمَا ھِیَ کہ وہ کیسی ہو؟ قَالَ إِنَّہُ کہابیشک وہیَقُولُ فرماتاہےإِنَّھَا بَقَرَۃٌ بیشک وہ ایک گائے ہےلاَّ فَارِضٌ نہ بوڑھی ہو وَلاَ بِکْرٌ اور نہ بن بیاہیعَوَانٌ بَیْنَ ذَلِکَ بلکہ بچھڑی ان کے درمیان کیفَافْعَلُواْ پس کرڈالومَا تُؤْمَرونَ جس کاتم کوحکم ہورہا ہے○ قَالُواْ ادْعُ بولےدعاءکرولَنَا ہمارے لئےرَبَّکَ اپنے رب سےیُبَیِّن لَّنَا بتادےہم کومَا لَوْنُھَا اس کا رنگ کیساہو؟ قَالَ إِنَّہُ یَقُولُ کہابیشک وہ کہتاہےإِنّھَا بَقَرَۃٌ صَفْرَاءُ ایک گائے ہے زردفَاقِعٌ لَّوْنُھَا خوب گہری ہےاس کی زردیتَسُرُّ النَّاظِرِیْنَ دیکھنےوالوں کواچھی لگتی ہو○ قَالُواْ ادْعُ بولےدعاءکرولَنَا ہمارے لئےرَبَّکَ تمہارے رب سےیُبَیِّن لَّنَا ہم کوبتلادےمَا ھِیَ وہ کس قسم کی ہےإِنَّ البَقَرَ بیشک گائےتَشَابَہَ عَلَیْنَا پیچیدہ ہوگی ہم پروَإِنَّا اور بیشک ہم إِنْ شَآءَ اللَّہُ اگرخداکومنظورہواتولَمُھْتَدُونَ ضرور پالیں گے۔

ترجمہ: اور جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کوحکم دیتے ہیں کہ تم ایک گائے ذبح کرو وہ کہنے لگے کیا آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں؟ فرمایا نعوذ باللہ جو میں ایسے جہالت والوں کا سا کام کروں موسیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ وہ گائے بالکل نہ بوڑھی ہو اور نہ بالکل بچھیا بلکہ درمیان درجہ کی بچھڑی ہو، اب کرڈالو جو کچھ تم کوحکم ملا ہے، بولے آپ درخواست کیجئے اپنے رب سے کہ وہ ہم کو یہ بتلا دیں کہ اس گائے کا رنگ کیسا ہو؟ موسیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک گائے زرد رنگ کی خوب گہرے رنگ والی جو دیکھنے میں بھلی لگتی ہو کہنے لگے کہ ہماری خاطر اپنے پروردگار سے دعاء کیجئے کہ تم کو یہ بتلا دیں کہ وہ گائے کس قسم کی ہے؟ بیشک یہ گائے تو ہمارے لئے پیچیدہ ہوگئی اور ہم ضرور ان شاء اللہ ٹھیک سمجھ جائیں گے۔

تشریح: ان چار آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم ایک گائے ذبح کرو۔

۲۔ وہ بولے کہ کیا آپ ہمارا مذاق بناتے ہیں؟

۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں ایسے نادانوں میں شامل ہو جاؤں جو مذاق میں جھوٹ بولیں۔

۴۔ انہوں نے کہا کہ آپ اپنے رب سے درخواست کیجئے کہ ہمیں صاف صاف بتائے کہ وہ گائے کیسی ہو؟

۵۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہو کہ نہ بہت بوڑھی ہو نہ بالکل بچی بلکہ ان دونوں کے بیچ بیچ میں ہو۔

۶۔ بس اب جو حکم تمہیں دیا گیا ہے اس پر عمل کرلو۔

۷۔ کہنے لگے آپ اپنے رب سے درخواست کیجئے کہ ہمیں صاف صاف بتائے کہ اس کا رنگ کیسا ہو؟

۸۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایسے تیز رنگ کی گائے ہو جو دیکھنے والوں کا دل خوش کردے۔

۹۔ انہوں نے کہا کہ آپ اپنے رب سے درخواست کیجئے کہ ہمیں بتائے کہ وہ گائے کیسی ہو؟ اس گائے نے تو ہمیں شبہ میں ڈال دیا ہے۔

۱۰۔ اللہ نے چاہا تو ہم ضرور اس کا پتہ لگالیں گے۔

بنی اسرائیل میں ایک شخص کا قتل ہو گیا، مگر اس کے قاتل کا پتہ نہ لگ سکا تھا اور بنی اسرائیل اس معمہ میں کافی پریشان تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اپنا معاملہ رکھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ ایک گائے ذبح کی جائے۔ بنی اسرائیل کا کام یہ تھا کہ فوراً اللہ کے حکم کے مطابق ذبح کر لیتے، اس لئے کہ حکمت اور مصلحت سے تو اللہ تعالیٰ ہی واقف ہیں، ہم تو حکم کے بندے ہیں، مگر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ کیا آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں؟ قاتل کی تحقیق اور گائے ذبح کرنے کا حکم کیا تعلق ہے دونوں میں؟ یہ سوال بنی اسرائیل نے کیا، پھر اپنی پرانی روش کے مطابق سوال پر سوال کرنے لگے کہ گائے کس رنگ کی ہو، کس عمر کی ہو؟ وغیرہ۔ اب جیسے جیسے بنی اسرائیل نے سوالات کرنے شروع کئے اللہ تعالیٰ نے گائے کے بارے میں شرائط میں اضافہ کرنا شروع کیا اور بنی اسرائیل پیچیدگی میں پڑ گئے۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل نے کہا ان شاء اللہ ہم ضرور اس کا پتہ لگالیں گے تو پھر وہ مرحلہ سامنے آیا جو اگلی آیات میں بیان کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حکمِ الٰہی پر چوں و چرا اور حجت بازی کرنے سے بچائے اور اس کے احکامات کو مِن وعَن تسلیم کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

درس نمبر (٦٢)

قاتل کا پتہ چل گیا

سورۃ البقرۃ:۷۱-۷۲-۷۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا قَالُوا الْآنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ○ وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْساً فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ ○ فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا كَذَالِكَ يُحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتَى وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ (موسیٰ نے) کہا إِنَّهُ بیشک وہ (اللہ) يَقُولُ فرماتا ہے إِنَّهَا بلاشبہ وہ بَقَرَةٌ ایک گائے ہے لَّا ذَلُولٌ نہ محنت کرنے والی ہو تُثِيرُ (کہ بذریعہ ہل) پھاڑتی ہے الْأَرْضَ زمین کو وَلَا تَسْقِي اور نہ سیراب کرتی ہو الْحَرْثَ کھیتی کو مُسَلَّمَةٌ بے عیب ہو لَّا شِيَةَ نہ ہو کوئی داغ دھبہ فِيهَا اس میں قَالُوا انہوں نے کہا الْآنَ اب جِئْتَ تو لایا ہے بِالْحَقِّ حق کو فَذَبَحُوهَا پھر انہوں نے اسکو ذبح کیا وَمَا كَادُوا اور نہ وہ قریب تھے يَفْعَلُونَ (کہ ذبح) کرتے ○ وَإِذْ اور جب قَتَلْتُمْ تم نے قتل کیا نَفْساً ایک نفس کو فَادَّارَأْتُمْ پھر تم نے جھگڑا کیا فِيهَا اس کی بابت وَاللّٰهُ اور اللہ مُخْرِجٌ ظاہر کرنے والا ہے مَّا اس کو جو كُنتُمْ تَكْتُمُونَ تم چھپاتے تھے ○ فَقُلْنَا پھر ہم نے کہا اضْرِبُوهُ تم اس (مُردے) کو مارو بِبَعْضِهَا ایک ٹکڑا اس (گائے) کا كَذَالِكَ اسی طرح يُحْيِي زندہ کرے گا اللّٰهُ اللہ الْمَوْتَى مُردوں کو وَيُرِيكُمْ اور وہ دکھاتا ہے تمہیں آيَاتِهِ اپنی (قدرت کی) نشانیاں لَعَلَّكُمْ تاکہ تم تَعْقِلُونَ سمجھو۔

ترجمہ: موسیٰ نے کہا کہ اللہ فرماتا ہے کہ وہ گائے کام میں لگی ہوئی نہ ہو۔ نہ تو زمین جوتتی ہو اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہو بے عیب ہو اس میں کسی طرح کا داغ نہ ہو۔ کہنے لگے اب تم نے سب باتیں درست بتادیں غرض بڑی مشکل سے انہوں نے اس گائے کو ذبح کیا جبکہ وہ ایسا کرنے والے لگتے نہ تھے ○ اور جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا تو اس میں باہم جھگڑنے لگے۔ حالانکہ جو بات تم چھپا رہے تھے اللہ اسکو ظاہر کرنے والا تھا ○ چنانچہ ہم نے کہا کہ اس بیل کا کوئی سا ٹکڑا مقتول کو مارو۔ اسطرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تم کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہو جو کام میں جُت کر زمین نہ گاہتی ہو اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہو، پوری طرح صحیح سالم ہو جس میں کوئی داغ نہ ہو۔

۲۔ انہوں نے کہا ہاں! اب آپ ٹھیک ٹھیک پتہ لے کر آئے۔

۳۔ اس کے بعد انہوں نے ذبح کیا جبکہ لگتا نہیں تھا کہ وہ کر پائیں گے۔

۴۔ جب تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا اور اس کے بعد اس کا الزام ایک دوسرے پر ڈال رہے تھے۔

۵۔اور اللہ کو وہ راز نکال باہر کرنا تھا جو تم چھپائے ہوئے تھے۔
۶۔چنانچہ ہم نے کہا کہ اس مقتول کو اس گائے کے ایک حصے سے مارو۔
۷۔اسی طرح اللہ تعالیٰ مُردوں کو زندہ کرتا ہے۔
۸۔اور تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھ سکو۔

جب بنی اسرائیل نے گائے کے ذبح کرنے کے سلسلہ میں متعدد سوالات کئے اور بالآخر یہ کہا کہ گائے کے بارے میں ہمیں تھوڑا سا اشتباہ ہو رہا ہے، اس کی پوری کیفیت بتلا دیں، ان شاء اللہ یعنی اگر اللہ نے چاہا تو ہم ضرور ایسی گائے حاصل کرلیں گے۔ جب بنی اسرائیل نے لفظ ان شاء اللہ کا استعمال کیا اور اللہ کی مشیت اور ارادہ کی جانب متوجہ ہوئے تو اس کی برکت سے انہیں وہ گائے نصیب ہوگئی جس کے ذبح کرنے کا حکم انہیں دیا گیا اور اس گائے کے سلسلہ میں اشتباہ کو دور کرنے کیلئے مزید وضاحت کردی گئی کہ یہ گائے بالکل صحیح سالم ہو، نکمی نہ ہو اور وہ گائے کام کاج میں استعمال کی ہوئی نہ ہو اور نہ اس کو کھیتوں میں ہل چلانے کے لئے استعمال کیا گیا ہو اور نہ ہی آبپاشی کے لئے اسے کنویں سے پانی نکالنے کے لئے استعمال کیا گیا ہو اور کوئی معذوری بھی اس کے جسم میں نہ ہو۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے ان شرائط کے مطابق گائے کو حاصل کیا اور اس کو ذبح کردیا۔ بنی اسرائیل نے اس گائے کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم پر مارا جس کے ذریعہ سے قاتل کا پتہ چل گیا۔ روایتوں میں ہے کہ بنی اسرائیل نے اس گائے کا ایک ٹکڑا لے کر مقتول کے مونڈھوں کے درمیان لگادیا، چنانچہ وہ زندہ ہوگیا۔ اس سے پوچھا کہ تجھے کس نے قتل کیا؟ تو اس نے کہا کہ مجھے میرے بھائی کے بیٹے نے قتل کیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ شخص دوبارہ مرگیا اور بدلہ میں قاتل کو قتل کردیا گیا۔ اس طرح یہ چھپی ہوئی بات ظاہر ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ بھی ظاہر ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ مختارکل ہیں اور مردوں کو زندہ کرنے کی طاقت وقدرت رکھتے ہیں۔

درس نمبر (۶۳) — **دل کی دنیا سخت کیوں ہے؟** — سورۃ البقرۃ:۷۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَالِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ثُمَّ پھر قَسَتْ سخت ہوگئے قُلُوبُكُم تمہارے دل مِّن بَعْدِ ذَلِكَ اس کے بعد فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ وہ ہوگئے جیسے پتھر أَوْ أَشَدُّ یا اس سے زیادہ قَسْوَةً سخت وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ اور بیشک پتھروں میں سے لَمَا يَتَفَجَّرُ ایسے بھی ہیں جو پھوٹتی ہیں مِنْهُ اس سے الْأَنْهَارُ نہریں وَإِنَّ مِنْهَا اور بیشک ان پتھروں میں سے لَمَا يَشَّقَّقُ جو پھٹ جاتے ہیں فَيَخْرُجُ پھر نکلتا ہے مِنْهُ الْمَاء اس سے پانی وَإِنَّ مِنْهَا اور بیشک ان پتھروں میں سے لَمَا يَهْبِطُ جو گرتا ہے مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ اللہ کے خوف سے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ اور اللہ غافل

نہیں ہیں عَمَّا تَعۡمَلُونَ اس سے جو تم کر رہے ہو۔

ترجمہ: پھر تمہارے دل سخت ہی رہے تو وہ پتھر کی طرح ہیں یا اس سے بھی سخت کیونکہ کچھ پتھر تو ایسے بھی ہیں کہ جن سے پھوٹ کر دریا نکلتے ہیں کچھ ایسے بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے خوف کی وجہ سے اوپر سے نیچے لڑھک آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہیں۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس کے بعد تمہارے دل پھر سخت ہو گئے، یہاں تک کہ وہ ایسے ہو گئے جیسے پتھر بلکہ سختی میں کچھ ان سے بھی زیادہ۔

۲۔ کیونکہ پتھروں میں سے کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جن سے نہریں پھوٹ پڑتی ہیں۔

۳۔ اور انہی میں سے کچھ وہ ہوتے ہیں جو خود پھٹ پڑتے ہیں اور ان سے پانی نکل آتا ہے۔

۴۔ انہی میں وہ پتھر بھی ہیں جو اللہ کے خوف سے لڑھک جاتے ہیں۔

۵۔ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے۔

اِس آیت میں بنی اسرائیل کو ان کی سخت دلی کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے کہ تم پر اس قدر واقعات کے گزر جانے کے باوجود بھی کہ تمہاری نافرمانی کی وجہ سے کوہِ طور کو تمہارے سروں پر لا کھڑا کر دیا گیا۔ تمہاری قوم کے افراد کو نافرمانی کی وجہ سے بندر بنا دیا گیا، اس کے باوجود تمہارے دل اس قدر پتھر کی طرح کیوں ہو گئے؟ کیا اب بھی تمہارے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ حق بات کو مان لیں؟ قدرت الٰہی کو تسلیم کر لیں اور اللہ کے فرمانبردار بندے بن جائیں؟ بلکہ پتھروں میں بھی بعض ایسے ہوتے ہیں جن سے نہریں نکلتی ہیں اور بہنے لگتی ہیں۔ بعض پتھر پھٹ جاتے ہیں اور ان سے پانی نکلتا ہے۔ اگرچہ کہ وہ بہنے کے قابل نہ ہوں۔ بعض پتھر خوفِ خداوندی کی وجہ سے گر پڑتے ہیں۔ مگر اے بنی اسرائیل! تم ہو کہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بے جان پتھر سے سبق دے رہے ہیں کہ بے جان پتھر سے پانی بہہ سکتا ہے تو کیا ایک انسان کی آنکھوں سے رب ذوالجلال کی محبت اور اس کے خوف میں آنسو نہیں بہہ سکتے؟

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ترغیب دے رہے ہیں کہ وہ اپنے دلوں میں اپنے حقیقی پروردگار کا خوف پیدا کریں، یہی وہ خوف وخشیت ہے جو اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے۔ سب سے زیادہ اللہ ہی کا حق ہے کہ اس کا ڈر دل میں پیدا کیا جائے۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۳ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنۡ تَخۡشَوۡهُ إِنۡ كُنتُم مُّؤۡمِنِينَ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۴۴ میں فرمایا فَلَا تَخۡشَوُاْ النَّاسَ وَاخۡشَوۡنِ تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔ سورۂ رعد کی آیت نمبر ۲۱ میں عقلمندوں کی یہ صفت بیان کی گئی وَيَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ وَيَخَافُونَ سُوٓءَ ٱلۡحِسَابِ اور وہ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور حساب کے بُرے انجام سے خوف کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو نرم فرما دے۔ آمین

درس نمبر (۶۴) **تحریف کرنے والے بدنصیبوں سے ایمان کی توقع نہیں کی جاسکتی** سورۃ البقرۃ:۷۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أَفَتَطْمَعُونَ کیا تم توقع رکھتے ہو أَنْ يُؤْمِنُوا کہ وہ ایمان لائیں گے لَكُمْ تمہاری وجہ سے وَقَدْ كَانَ اور بے شک تھا فَرِيقٌ ایک فرقہ مِّنْهُمْ ان میں سے يَسْمَعُونَ جو سنتے تھے كَلَامَ اللّٰهِ اللہ کا کلام ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ بدل دیتے تھے اس کو مِن بَعْدِمَا اس کے بعد کہ عَقَلُوهُ اس کو سمجھ لیتے تھے وَهُمْ يَعْلَمُونَ اور وہ جانتے تھے۔

ترجمہ: مومنو! کیا تم امید رکھتے ہو کہ یہ لوگ تمہارے دین کے قائل ہو جائیں گے حالانکہ ان میں سے کچھ لوگ کلام اللہ یعنی تورات کو سنتے پھر اس کے سمجھ لینے کے بعد اسکو جان بوجھ کر بدل دیتے رہے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کیا اب بھی تمہیں یہ لالچ ہے کہ یہ لوگ تمہارے کہنے سے ایمان لے آئیں گے۔

۲۔ حالانکہ ان میں سے ایک گروہ کے لوگ اللہ کا کلام سنتے تھے۔

۳۔ پھر اسکو اچھی طرح سمجھنے کے بعد بھی جانتے بوجھتے اس میں تحریف کر ڈالتے تھے۔

وہ یہودی جو نبی رحمت ﷺ کے زمانہ میں موجود تھے جنہوں نے تورات میں تحریف کی اور تورات کے احکامات کو بدل ڈالا اور اس سنگین جرم کے مرتکب ہو گئے۔ نبی رحمت ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص انصار کے دلوں میں از راہِ ہمدردی یہ خواہش، تمنا اور آرزو تھی کہ یہودی دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں مگر ان کی شرارتوں اور ضد و سرکشی کی وجہ سے اور جان بوجھ کر اللہ کے کلام پر ایمان لانے کے بجائے اللہ کے کلام میں تبدیلی کے مجرم بن گئے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے ایسے یہودیوں سے متعلق امید اور توقع کی رسی کو کاٹ دیا اور صاف کہہ دیا گیا کہ کیا تم اس کی توقع رکھتے ہو کہ وہ لوگ تمہارے کہنے سے ایمان لے آئیں گے، اس حالت میں کہ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ اللہ کا کلام سنتے ہیں پھر اسے کچھ کا کچھ کر دیتے ہیں، اس کے بعد کہ اس کو سمجھ چکے ہوتے ہیں اور وہ اسے خوب جانتے بھی ہیں۔

یہودیوں کے اس جرم کا ذکر قرآنِ مجید کی دوسری آیات میں بھی موجود ہے **مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ** ۔(النساء:۴۶) یہودیوں میں سے کچھ وہ ہیں جو تورات کے الفاظ کو ان کے موقع محل سے ہٹا ڈالتے ہیں۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۳ اور آیت نمبر ۴۱ میں بھی یہودیوں کے اس جرم کا تذکرہ ہے۔

جہالت اور نادانی میں کیا ہوا عمل قابل معافی ہوتا ہے مگر جان بوجھ کر شرارتاً کیا ہوا عمل نا قابل معافی ہوتا ہے۔

مسلمانوں کو چاہئے کہ اللہ کی کتاب قرآنِ مجید کو آیاتِ الٰہی اور احادیث رسول اور آثارِ صحابہ سے سمجھنے کی کوشش کریں۔ اپنے خیالات یا اپنے افکار کے مطابق آیاتِ قرآنی کو ڈھالنے کی کوشش نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ اس کتابِ ہدایت کو ہماری ہدایت کا ذریعہ بنا دے۔ آمین

درس نمبر (۶۵) یہودیوں کی مکّاری سورۃ البقرۃ:۷۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَإِذَا لَقُواْ الَّذِيْنَ آمَنُواْ قَالُواْ آمَنَّا وَإِذَا خَلاَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ قَالُواْ أَتُحَدِّثُونَهُم بِمَا فَتَحَ اللّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوكُم بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ أَفَلاَ تَعْقِلُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذَا اور جب لَقُواْ الَّذِيْنَ ملتے ہیں ان لوگوں سے آمَنُواْ جو ایمان لائے قَالُواْ کہتے ہیں آمَنَّا ہم ایمان لا چکے وَإِذَا خَلاَ اور جب تنہا ہوتے ہیں بَعْضُهُمْ ان میں سے بعض إِلَى بَعْضٍ کچھ دوسروں کے ساتھ قَالُواْ کہتے ہیں أَتُحَدِّثُونَهُم کیا تم بیان کرتے ہو ان سے بِمَا فَتَحَ اللّهُ اس کو جو ظاہر کیا ہے اللہ نے عَلَيْكُمْ تم پر لِيُحَآجُّوكُم تا کہ وہ تم کو حجت میں مغلوب کریں بِهِ اس کے ذریعہ سے عِنْدَ رَبِّكُمْ تمہارے پروردگار کے نزدیک أَفَلاَ تَعْقِلُونَ پس کیا تم نہیں سمجھ رہے ہو؟

ترجمہ: اور جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور جب آپس میں ایک دوسرے کے پاس تنہائی میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ جو کچھ اللہ نے تم پر ظاہر کیا ہے تم مسلمانوں سے کیوں بیان کرتے ہو کہ اس سے وہ تمہیں کو تمہارے پروردگار کے سامنے نیچا دکھائیں کیا تم سمجھ نہیں رہے ہو؟

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب یہ ایک دوسرے کے ساتھ تنہائی میں جاتے ہیں تو آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ کیا تم ان مسلمانوں کو وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولی ہیں۔

۲۔ تا کہ یہ مسلمان تمہارے پروردگار کے پاس جا کر انہیں تمہارے خلاف دلیل کے طور پر پیش کریں۔

۳۔ کیا تمہیں اتنی بھی عقل نہیں؟

یہودیوں کی ایک بڑی جماعت جو مدینہ میں تھی اسلام اور مسلمانوں کی کھلی دشمن تھی، لیکن انہی یہودیوں میں چند ایسے بھی تھے جو مسلمانوں کے سامنے اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرتے تھے اور اندر سے وہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے۔ یہ آستین کے سانپ تھے جو اندر ہی اندر ڈستے تھے۔ یہ یہودی منافق جب آپس میں تنہائیوں میں ملاقات کرتے تھے تو اس طرح کی گفتگو کرتے تھے کہ جو تعلیمات تورات وانجیل میں ہیں جن میں آخری نبی کی اور نبوت کی علامتیں بیان کی گئی ہیں، یہ باتیں تم مسلمانوں کو کیوں بتلاتے ہو؟ اور خواہ مخواہ ان کے ہاتھ میں اپنے خلاف ہتھیار

کیوں دے دیتے ہو؟ اسی کو دلیل بنا کر وہ ہم کو مسلمان بنانے کی تدبیریں کریں گے۔ یہ منافق یہودی یہ سمجھ رہے تھے کہ ان کے بتانے ہی سے مسلمانوں کو معلوم ہوگا ورنہ نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی قلعی کھول دی اور ان کی اندرونی شرارتوں کو باہر کر دیا اور یہ حقیقت بتلا دی کہ کیا یہ منافق یہودی اتنا بھی نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی بھی خبر ہے جسے یہ چھپاتے ہیں اور اس کی بھی خبر ہے جس کو وہ بتلاتے ہیں۔

آدمی کی کمزوری یہ ہے کہ خود کی کمزوری کا اسے کم احساس ہوتا ہے، وہ اس کمزوری میں رب کی قوت کا بھی اندازہ نہیں کر پاتا۔ کمزور سب کو یہاں تک کہ رب کو بھی کمزور سمجھ لیتا ہے۔ نادان اپنی نادانی میں سب کو ہی یہاں تک کہ رب کو بھی نادان سمجھ لیتا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) یہی اس کے نادان ہونے کی واضح علامت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہیں۔ ظاہر وباطن ہیں، اول وآخر ہیں، سمیع وبصیر ہیں اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْر اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نفاق جیسی بیماری اور برائی سے بچائے اور ایمان کامل عطا فرما کر صحتِ جسمانی وروحانی عطا فرمائے۔ آمین

درس نمبر (٦٦) اللہ ظاہر اور باطن کو جانتا ہے سورۃ البقرۃ: ۷۷۔۷۸۔۷۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَوَلاَ يَعْلَمُوْنَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ○ وَمِنْهُمْ أُمِّيُّوْنَ لاَ يَعْلَمُوْنَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّوْنَ ○ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَناً قَلِيْلاً فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أَوَلاَ يَعْلَمُوْنَ کیا وہ نہیں جانتے أَنَّ (کہ) بیشک اللّٰهَ اللہ يَعْلَمُ جانتا ہے مَا جو يُسِرُّوْنَ وہ چھپاتے ہیں وَمَا اور جو يُعْلِنُوْنَ وہ ظاہر کرتے ہیں ○ وَمِنْهُمْ اور کچھ ان میں سے أُمِّيُّوْنَ ان پڑھ ہیں لاَ يَعْلَمُوْنَ وہ نہیں جانتے الْكِتَابَ کتاب کو إِلَّا سوائے أَمَانِيَّ آرزوؤں کے وَإِنْ اور نہیں ہیں هُمْ وہ إِلَّا مگر يَظُنُّوْنَ گمان کرتے ○ فَوَيْلٌ چنانچہ ہلاکت ہے لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے جو يَكْتُبُوْنَ لکھتے ہیں الْكِتَابَ کتاب بِأَيْدِيْهِمْ اپنے ہاتھوں سے ثُمَّ پھر يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں هٰذَا یہ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے ہے لِيَشْتَرُوْا تاکہ لیں بِهٖ اس کے بدلے ثَمَناً مول قَلِيْلاً تھوڑا سا فَوَيْلٌ لَّهُمْ پھر ہلاکت ہے ان کے لیے مِّمَّا بوجہ اس کے جو كَتَبَتْ لکھا أَيْدِيْهِمْ ان کے ہاتھوں نے وَوَيْلٌ اور ہلاکت ہے لَّهُمْ ان کے لیے مِّمَّا بسبب اس کے جو يَكْسِبُوْنَ وہ کماتے ہیں۔

ترجمہ: کیا یہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ جو کچھ یہ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں اللہ کو سب معلوم ہے اور بعض ان میں ان پڑھ ہیں کہ اپنی آرزوؤں کے سوا اللہ کی کتاب سے واقف ہی نہیں اور وہ صرف اٹکل سے کام لیتے ہیں۔

ان لوگوں پر افسوس ہے جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آئی ہے تا کہ اس کے عوض تھوڑی سی قیمت یعنی دنیوی منفعت حاصل کریں، ان پر افسوس ہے اس لئے کہ بے اصل باتیں اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں اور پھر ان پر افسوس ہے اس لئے کہ ایسے کام کرتے ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نو باتیں بتلائی ہیں:

۱۔ کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کو ان ساری باتوں کا خوب علم ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔

۲۔ ان میں سے کچھ لوگ ان پڑھ ہیں جو تورات کا علم تو رکھتے نہیں۔

۳۔ البتہ کچھ آرزوئیں لگائے بیٹھتے ہیں۔

۴۔ ان کا کام بس یہ ہے کہ وہم اور گمان باندھتے رہتے ہیں۔

۵۔ لہٰذا تباہی ہے ان لوگوں کی جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں۔

۶۔ پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

۷۔ تا کہ اس کے ذریعہ تھوڑی آمدنی لیں۔

۸۔ پس تباہی ہے ان لوگوں پر اس تحریر کی وجہ سے بھی جو ان کے ہاتھوں نے لکھی۔

۹۔ اور تباہی ہے ان پر اس آمدنی کی وجہ سے بھی جو وہ کماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے لئے پوشیدہ اور علانیہ دونوں برابر ہیں۔ وہ جس طرح علانیہ اور ظاہری چیز کا علم رکھتے ہیں بالکل اسی طرح پوشیدہ اور باطنی چیز کا بھی بخوبی علم رکھتے ہیں۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۳ اس مضمون کی تائید کرتی ہے **وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ** اور وہی ہے اللہ آسمانوں میں اور زمین میں جو تمہاری پوشیدہ اور علانیہ باتوں کو جانتا ہے۔ سورۂ ہود کی آیت نمبر ۵ میں یوں ہے **يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ** وہ یعنی اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں۔

یہودیوں میں ایسے جاہل اور ان پڑھ قسم کے لوگ ہیں کہ ان کو تورات کا کچھ بھی علم نہیں ہے۔ ان کی زندگی کا خلاصہ صرف جھوٹی آرزوئیں ہیں، جن میں وہ الجھے ہوئے ہیں۔ ان کے دل یقین کی نعمت سے محروم ہیں۔ صرف گمانوں کی بنیاد پر اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ واہیات قسم کے گمانوں کی قید میں مقید ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ دنیا سے سیدھے جنت میں چلے جائیں گے اور اگر دوزخ میں جانا بھی ہوا تو انہیں چند ہی دنوں میں دوزخ سے آزادی کا پروانہ مل جائے گا۔ ان کے یہ باطل اور بے کار کے گمان ہیں کہ ان کی نسبت انبیاء سے ہے اور وہ اللہ کے مقرب اور محبوب ہیں۔ خیالات کی دنیا میں پڑ کر یہ خیالی پلاؤ پکا رہے ہیں جو ان کی گمراہی کے لئے کافی ہے جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

یہودی قوم کے علماء کا حال یہ تھا کہ جب ان کی عوام ان کے پاس مسائل معلوم کرنے کیلئے جاتے تو رشوت لے

کر ان کی مرضی کے مطابق مسئلے بتا دیتے تھے اور تورات میں تحریف کرتے اور اپنے ہاتھوں سے اپنی بنائی ہوئی باتیں لکھ دیتے تھے۔ پھر لوگوں سے یہ کہتے تھے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، ان کا مقصد دنیا حاصل کرنا تھا، دنیا کی محبت نے انہیں اندھا بنا دیا تھا اور وہ اللہ کی کتاب کو اپنی مرضی سے لکھ لیا کرتے تھے۔ ایسے مجرموں کے بارے میں اس آیت میں وعید بیان کی گئی کہ ان کے لئے بڑی ہلاکت ہے، اپنے ہاتھوں سے اور اپنی مرضی سے لکھنے کی وجہ سے اور ان کے کرتوتوں کی وجہ سے جو وہ اپنے ہاتھوں سے انجام دے رہے ہیں۔

ہم سب کو اس سے یہ پیغام ملتا ہے کہ آسمانی کتابوں میں چھیڑ چھاڑ بہت بڑا جرم ہے۔ اس میں تحریف اور ترمیم بہت بڑا گناہ اور جرمِ عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

درس نمبر (٦٧) یہودی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی لاڈلی مخلوق سمجھتے تھے سورۃ البقرۃ: ۸۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالُواْ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلاَّ أَيَّاماً مَّعْدُودَةً قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّهِ عَهْداً فَلَنْ يُخْلِفَ اللّهُ عَهْدَهُ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللّهِ مَا لاَ تَعْلَمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالُواْ اوران لوگوں نے کہا لَنْ تَمَسَّنَا ہرگز ہم کو نہ چھوئے گی النَّارُ آگ إِلاَّ مگر أَيَّاماً مَّعْدُودَةً گنتی کے چند دن قُلْ کہہ دیجئے أَتَّخَذْتُمْ کیا تم لے چکے ہو عِنْدَ اللّهِ اللہ کی طرف سے عَهْداً کوئی عہد فَلَن يُخْلِفَ اللّهُ کہ ہرگز نہ بدلے گا اللہ عَهْدَهُ اپنا عہد أَمْ تَقُولُونَ کیا تم کہتے ہو عَلَى اللّهِ اللہ پر مَا لاَ تَعْلَمُونَ جو تم نہیں جانتے

ترجمہ: اور کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ ہمیں چند روز کے سوا چھو ہی نہیں سکے گی۔ ان سے پوچھو کیا تم نے اللہ سے اقرار لے رکھا ہے کہ اللہ اپنے اقرار کے خلاف نہیں کرے گا یا تم اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہتے ہو جن کا تمہیں مطلق علم نہیں؟

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہودیوں نے کہا کہ ہمیں گنتی کے چند دنوں کے علاوہ آگ ہرگز نہیں چھوئے گی۔

۲۔ آپ ان سے کہئے کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی عہد لے رکھا ہے جس کی بنا پر وہ اپنے عہد کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا۔

۳۔ یا تم اللہ کے ذمہ وہ بات لگا رہے ہو جس کا تمہیں کچھ پتہ نہیں۔

یہودی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی لاڈلی اور دلاری مخلوق سمجھتے تھے اور ان کو خود پر بڑا ناز تھا۔ اسی ناز وغرور کی بنیاد پر وہ کہتے تھے کہ ہم کو تو دوزخ میں ڈالا ہی نہیں جائے گا اور اگر ڈال بھی دیا جائے تو گنتی کے چند دن ہم کو دوزخ میں

رکھا جائے گا پھر نکال لیا جائے گا۔ یہودی کہا کرتے تھے کہ قیامت کے دن ابراہیم دوزخ کے دروازے پر کھڑے ہوں گے اور کسی مختون اسرائیلی کو دوزخ میں گرنے نہیں دیں گے، **نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِکَ** ۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر۲۴ میں بھی ان کے اس باطل دعویٰ کا ذکر موجود ہے **ذَالِکَ بِأَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّاماً مَّعْدُودَاتٍ** یہ سب اس لئے ہے کہ انہوں نے یہ کہا ہوا ہے کہ ہمیں گنتی کے چند دنوں کے سوا آگ ہرگز نہیں چھوئے گی۔

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی اس خوش فہمی کا جواب یوں دیا کہ ’’اے پیارے پیغمبر! آپ ان سے پوچھئے کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے کوئی معاہدہ کیا ہے کہ وہ تم کو دوزخ میں نہیں ڈالے گا اور اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرے گا یا یہ کہ تم ایسی بات کہتے ہو جو تم خود نہیں جانتے؟‘‘ اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان یہودیوں سے اس قسم کا کوئی معاہدہ نہیں کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف اور اس کی قدرت وطاقت کا ان یہودیوں کو علم ہی نہیں ہے۔ اگر علم ہوتا تو ایسی بات نہ کہتے۔ یہودیوں کا یہ کہنا کہ ان کو دوزخ میں چند ہی دن رکھا جائے گا پھر نکال لیا جائے گا، یہ دراصل اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کہی ہوئی بات نہیں ہے بلکہ یہودیوں کی اپنی گھڑی ہوئی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ گمراہی سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

درس نمبر(۶۸) نیکوکاروں اور بدکاروں کے حق میں دوٹوک فیصلہ سورۃ البقرۃ:۸۱۔۸۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَلٰی مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّأَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْئَتُهٗ فَأُولٰئِکَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولٰئِکَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: بَلٰی ہاں! کیوں نہیں مَنْ كَسَبَ جس نے کمایا سَيِّئَةً گناہ وَأَحَاطَتْ اور گھیر لیا بِهٖ اسکو خَطِيْئَتُهٗ اس کے گناہ نے فَأُولٰئِکَ پس وہی لوگ ہیں أَصْحَابُ النَّارِ دوزخ والے هُمْ وہ فِيْهَا اس میں خَالِدُوْنَ ہمیشہ رہنے والے ہیں ○ وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ آمَنُوْا ایمان لائے وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور نیک کام کئے أُولٰئِکَ وہی لوگ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ جنت والے ہیں هُمْ وہ فِيْهَا اس میں خَالِدُوْنَ ہمیشہ رہنے والے ہیں

ترجمہ: ہاں کیوں نہیں! جو برے کام کرے اور اس کے گناہ ہر طرف سے اس کو گھیر لیں تو ایسے لوگ دوزخ میں جانے والے ہیں اور وہ ہمیشہ اس میں جلتے رہیں گے۔ اور جو ایمان لائیں اور نیک کام کریں وہ جنت کے مالک ہوں گے اور ہمیشہ اس میں عیش کرتے رہیں گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ آگ تمہیں کیوں نہیں چھوئے گی جو لوگ بھی بدی کماتے ہیں اور ان کی بدی انہیں گھیر لیتی ہے تو ایسے لوگ دوزخی ہیں۔

۲۔ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔
۳۔ جولوگ ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں تو وہ جنتی ہیں۔
۴۔ وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

کسی کی نجات یا کسی کی گرفت کے سلسلہ میں اصل قانون قرآنِ مجید کی ان دو آیتوں میں بیان ہو رہا ہے، جو شخص قصداً بدی کی راہ اختیار کرتا ہے اس طور پر کہ گناہوں اور معصیتوں میں گھر کر ایمان کیلئے بھی اس کے دل میں کوئی گنجائش باقی نہ رہے اور اس کی موت اسی حالتِ کفر میں آ جائے تو اس کا انجام سوائے دوزخ کے اور کچھ نہیں، ایسے لوگ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ ظاہر ہے ایسی حالت کسی مومن کی نہیں ہوسکتی۔ یہ آیت ان یہودیوں کے سلسلے میں ہے جو حدودِ الٰہی کو توڑ کر رب چاہی زندگی سے بیزاری کے ساتھ من چاہی زندگی گزارتے تھے۔ ان کے بارے میں یہ قطعی فیصلہ کیا جا رہا ہے کہ یہ دوزخی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ مومن ومسلمان چاہے وہ کیسا ہی بدعمل کیوں نہ ہو چونکہ اس کے دل میں ایمان ہے اس لئے وہ اپنی سزا بھگتنے کے بعد دوزخ سے آزاد ہوگا، مگر ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا۔ جولوگ اس دنیا میں گناہ کماتے ہیں ان کو اس گناہ کی سزا ملے گی۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر۱۲۰ میں اسی لئے کہا گیا کہ **وَذَرُواْ ظَاهِرَ الإِثْمِ وَبَاطِنَهُ إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُونَ الإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُواْ يَقْتَرِفُونَ** اورتم ظاہری و باطنی دونوں قسم کے گناہ چھوڑ دو یہ یقینی بات ہے کہ جولوگ گناہ کماتے ہیں انہیں ان تمام جرائم کی جلد ہی سزا ملے گی جن کا وہ ارتکاب کیا کرتے تھے۔ سورۂ یونس کی آیت نمبر۲۷ میں کہا گیا **وَالَّذِيْنَ كَسَبُواْ السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا** جنہوں نے برائیاں کمائی ہیں تو ان کی برائی کا بدلہ اسی جیسا برا ہوگا۔

دوسری آیت میں ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ اختیار کرنے والوں کا نیک انجام بتلایا گیا ہے کہ وہ جنتی ہیں اور اس جنت سے کبھی نکالے نہیں جائیں گے بلکہ وہ اس جنت میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر۵۷ میں یوں کہا گیا **وَأَمَّا الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ** جولوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں ان کو اللہ ان کا پورا پورا ثواب دے گا۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَ نَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ اے اللہ! ہم آپ سے جنت طلب کرتے ہیں اور دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں۔

درس نمبر(۶۹) بنی اسرائیل سے لیا گیا پہلا عہد سورۃ البقرۃ: الف۸۳/

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ لاَ تَعْبُدُوْنَ إِلاَّ اللّٰهَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذْ اور جب أَخَذْنَا ہم نے لیا مِيْثَاقَ وعدہ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ بنی اسرائیل سے لاَ تَعْبُدُوْنَ

تم عبادت نہ کروگے إِلاَّ اللّهَ مگراللہ تعالیٰ کی۔

ترجمہ: اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔

تشریح: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۸۳ کا یہ پہلا حصہ ہے جس کی تشریح کی جارہی ہے۔اللہ تعالیٰ نے جتنی آسمانی کتابیں نازل کی ہیں ان تمام کا پہلا پیغام یہی ہے کہ صرف اور صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور ایک اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے، ہر رسول کو اس بنیادی پیغام کے ساتھ بھیجا گیا۔ چنانچہ سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۲۵ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا"وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيْ إِلَيْهِ أَنَّهُ لا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ہم نے جس کو بھی رسول بنا کر بھیجا اس کی طرف یہ وحی کی گئی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم میری ہی عبادت کرو"اور اللہ تعالیٰ نے جن انبیاءکرام علیہم السلام کو بھی مبعوث فرمایا ہر پیغمبر نے سب سے پہلے اپنی قوم کو یہی آواز دی"وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولاً أَنِ اعْبُدُوا اللّهَ اور ہم نے ہر امت میں رسول کو بھیجا تا کہ وہ اپنی قوم کو یہ آواز دے کہ ایک اللہ کی عبادت کرو۔"

سورۂ بقرہ کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے کئی باتوں کا عہد لیا ہے جس میں سب سے پہلے اس بات کا عہد لیا ہے کہ وہ صرف اور صرف ایک اللہ کی عبادت کریں گے، ایک اللہ کی عبادت اس طور پر ہو کہ اس میں کسی اور کو شریک نہ کیا جائے یہی عقیدۂ توحید ہے اور دنیا کے سارے انسانوں کے مومن ہونے کی یہی پہلی اور مضبوط بنیاد ہے۔توحید، ایمان کا وہ پہلا بنیادی ستون ہے کہ اگر وہ کمزور ہو جائے تو ایمان کی ساری عمارت منہدم پڑ جائے۔

بنی اسرائیل کے ساتھ لئے گئے عہد و پیمان کو قرآنِ مجید میں بیان کیا گیا اور قیامت تک کے لئے اس کا ذکر قرآنِ مجید کے ذریعہ باقی رکھا گیا تا کہ امتِ محمدیہ اس درسِ اولین کو فراموش نہ کرے۔اس پہلے اور بنیادی سبق کو خود بھی یاد رکھے اور اپنی اولاد کو بھی اسی بنیاد پر زندہ رہنے کی تلقین کرتی رہے۔

ہم جس ملک میں زندگی بسر کر رہے ہیں اس ملک کا وہ طبقہ جو اپنے آپ کو اعلیٰ سمجھتا ہے یہ اس ملک کو کفر اور شرک کا مرکز بنانا چاہتا ہے۔اس ملک کے ہر شہری کو کفر وشرک کے دلدل میں پھانسنے کی سازش کر رہا ہے۔اس ملک کے پچیس کروڑ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ توحید کے اس میدان میں خود بھی مضبوط رہیں اور اپنی اولاد اور ماتحتوں کی توحید کو بھی مضبوط رکھنے کا جامع منصوبہ بنائیں۔ہم اس دھرتی میں صرف اور صرف ایک اللہ کی عبادت کرتے رہیں گے۔ دنیا کی کوئی طاقت ہم کو توحید سے برگشتہ نہیں کر سکے گی اور ہم نہ اس زمین کی عبادت کریں گے اور نہ ہی اس چڑھتے سورج کی عبادت کریں گے، نہ ہم وندے ماترم کو تسلیم کریں گے اور نہ ہی سوریہ نمسکار کو مانیں گے۔ہم نے یہ طئے کرلیا ہے کہ ہم ایک ہی اللہ کی عبادت کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ ہماری موت ہمارا استقبال کرے۔

درس نمبر(۷۰) کیا واقعی ہم اپنے ماں باپ کا حق ادا کر رہے ہیں؟ سورۃ البقرۃ: ب۸۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَبِالْوَالِدَيْنِ اور ماں باپ کے ساتھ إِحْسَاناً نیکی کرو وَذِي الْقُرْبَى اور رشتہ داروں وَالْيَتَامَى اور یتیموں وَالْمَسَاكِيْنِ اور مسکینوں کے ساتھ بھی۔

ترجمہ: اور ماں باپ سے رشتہ داروں سے یتیموں سے اور محتاجوں سے بھلائی کرنا۔

تشریح: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۳ کا یہ دوسرا حصہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے لئے گئے عہد و پیمان کا تذکرہ کیا ہے اور اس عہد و پیمان کو یاد کرنے کا حکم دیا ہے کہ اس وقت کو یاد کرو جبکہ تمہارے پروردگار نے بنی اسرائیل سے اس بات کا عہد لیا کہ وہ ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور دوسرا عہد جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے لیا ہے وہ یہ کہ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً اپنے ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔ اس کے ساتھ ساتھ رشتہ داروں، یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ بھی احسان کا معاملہ رکھو۔ ایک اللہ کی عبادت کا عہد لینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے جس چیز کا عہد لیا ہے وہ ماں باپ کے ساتھ احسان ہے۔ یہ خود ماں باپ کی فوقیت و عظمت کیلئے بڑی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کا تذکرہ کیا۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۲۳ میں بھی ایک اللہ کی عبادت کے حکم کے فوری بعد وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانَا کہا گیا کہ تمہارے رب نے حکم دیا ہے کہ تم ایک ہی اللہ کی عبادت کرو اور اپنے ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔ ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ معقول رویہ اختیار کریں، بھلے طریقہ سے پیش آئیں، ان کے ساتھ عاجزی اور انکساری کا برتاؤ رکھیں، ان کے حکموں کو بجالائیں، ان کے لئے ان کے بڑھاپے میں سہارا بن جائیں، ان کی زندگی میں اور ان کی موت کے بعد دونوں صورتوں میں ان کے حق میں دعاء کی جائے اور وہ جن سے محبت و شفقت اور حسن تعلق رکھتے تھے ان کے ساتھ بھی اچھا تعلق قائم رکھیں۔

حضور ﷺ نے نماز کے بعد سب سے افضل عمل ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کو قرار دیا، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا اے اللہ کے رسول! کونسا عمل افضل ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا وقت پر نماز کا ادا کرنا، میں نے پوچھا اس کے بعد کونسا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا، میں نے پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد۔

آج کل الٹی گنگا بہہ رہی ہے، اولاد ایروں غیروں پر مہربانی کر رہی ہے، دوستوں کے ساتھ زندگی کے اکثر اوقات گزار رہی ہے۔ ماں باپ پریشانی کے عالم میں جی رہے ہیں اور اولاد ہے کہ ان کے سروں پر جوں ہی نہیں رینگتی، جنہوں نے ہماری خاطر رات کی نیند حرام کرلی، ہم ان کی خاطر آج ایک رات جاگ نہیں سکتے مگر دوستوں کے ساتھ گپ شپ میں ہماری سینکڑوں راتیں ضائع ہوجاتی ہیں، احسان کا بدلہ احسان ہونا چاہئے تھا مگر آج کی اولاد احسان کے بدلہ میں ایذا رسانی و دل شکنی کا تحفہ دے رہی ہے۔ زندہ رہنے تک ماں باپ کا چہرہ دیکھنے کیلئے تیار نہیں، مرنے کے بعد قبر کی زیارت بڑے اہتمام سے ہوتی ہے۔ یاد رکھیں کہ مرنے کے بعد قبر کی زیارت سے زیادہ فضیلت

ماں باپ کی زندگی میں ان کی تیمارداری کرنا ہے اوران کی خدمت کرتے ہوئے ان کی دعائیں لینا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنی غفلت سے باز آنے کی ہمت بخشے۔آمین

درس نمبر(۷۱) کیا واقعی ہم اپنے رشتہ داروں کا حق ادا کر رہے ہیں؟ سورۃ البقرۃ:ج۸۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَذِیْ الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَبِالْوَالِدَيْنِ اور ماں باپ کے ساتھ إِحْسَاناً نیکی کرو وَذِیْ الْقُرْبَى اور رشتہ داروں وَالْيَتَامَى اور یتیموں وَالْمَسَاكِيْنِ اور مسکینوں محتاجوں کے ساتھ بھی۔

ترجمہ: اور ماں باپ سے رشتہ داروں سے یتیموں سے اورمحتاجوں سے بھلائی کرنا۔

تشریح: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۸۳ میں جہاں بنی اسرائیل سے ایک اللہ کی عبادت اور ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کا عہد لیا گیا وہیں رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی کرنے کا بھی عہد لیا گیا، رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرنا، آپسی تعلقات کو مضبوط کرتا ہے اوراس سے خاندانی نظام میں استحکام پیدا ہوتا ہے اور جب ایک گھر اور ایک خاندان کے افراد آپسی حسنِ سلوک کے ذریعہ متحد و متفق ہو جاتے ہیں تو امت میں اتحاد و اتفاق پیدا ہونے کی راہیں کھل جاتی ہیں۔ ایک خاندان سدھرتا ہے تو ایک امت کے سدھار کا وہ باعث بن جاتا ہے اور ایک خاندان کا بگاڑ ایک امت کی تباہی کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔رشتہ داروں کی ضرورت عام حالات کے مقابلہ مصائب و شدائد میں زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ مسرت کے مواقع میں رشتہ داروں کا اتحاد و اتفاق باغ و بہار پیدا کرتا ہے۔مصیبتوں کے موقع پر رشتہ داروں کا تعاون حوصلہ افزائی کا سبب بن جاتا ہے۔رشتہ داروں میں جو سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہیں ان کا سب سے زیادہ حق ہے،ان کے حقوق کا لحاظ رکھنا چاہئے۔رشتہ داری کو توڑنے والا جنت سے بھی محروم ہو جاتا ہے لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ حضور ﷺ نے فرمایا رشتہ قطع کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا اور رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا نقد فائدہ یہ ہے کہ اس کی عمر میں برکت اور رزق میں وسعت نصیب ہوتی ہے۔

رشتہ داروں کے ساتھ ہمدردی اور غم خواری کرنا چاہئے،ان میں اگر کوئی محتاج و تنگدست ہو تو اس کی مالی امداد کرنا چاہئے۔ضرورت پڑنے پر اپنے رشتہ داروں کو قرض بھی دینا چاہئے اور اگر قرض دیا گیا ہے تو قرض کی ادائیگی کے مطالبہ میں مہلت بھی دینا چاہئے،رشتہ داروں کو ان کا حق ادا کرنے کا قرآنِ مجید نے مستقلاً حکم دیا ہے، وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ اور رشتہ داروں کو ان کا حق دو۔ مالی طور پر فراخی کے باوجود اپنے رشتہ داروں سے صرف میٹھی بات کرنے پر اکتفاء کر لینا اوران پر ضرورت پر خرچ کرنے سے اپنے ہاتھوں کو روک لینا غیر اخلاقی حرکت ہے۔زبانی جمع خرچ سے نہ دنیوی فائدہ

ہے نہ اخروی فائدہ ہے۔سورۂ نساء کی آیت نمبر۸ میں کہا گیا کہ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُوْلُواْ الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُواْ لَهُمْ قَوْلاً مَّعْرُوفاً اور جب وراثت کی تقسیم کے وقت غیر وارث رشتہ دار، یتیم اور مسکین لوگ آ جائیں تو ان کو بھی اس میں سے کچھ دے دو اور ان سے مناسب انداز میں بات کرو۔ اللہ تعالیٰ نے جو مال ہمیں عطا کیا ہے اس میں سے ایک حصہ اپنے ان رشتہ داروں پر بھی خرچ کیا جائے جو محتاج و تنگدست ہیں۔

درس نمبر (۷۲) کیا واقعی ہم یتیموں اور مسکینوں کا حق ادا کر رہے ہیں؟ سورۃ البقرۃ: ۸۳/۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمنِ الرَّحِيمِ

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَبِالْوَالِدَيْنِ اور ماں باپ کے ساتھ إِحْسَاناً نیکی کرو وَذِي الْقُرْبَى اور رشتہ داروں وَالْيَتَامَى اور یتیموں وَالْمَسَاكِينِ اور مسکینوں محتاجوں کے ساتھ بھی۔

ترجمہ: اور ماں باپ سے رشتہ داروں سے یتیموں سے اور محتاجوں سے بھلائی کرنا۔

تشریح: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۸۳ میں جہاں بنی اسرائیل سے ایک اللہ کی عبادت کا، ماں باپ اور رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کا عہد لیا گیا وہیں یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بھلائی کرنے کا عہد بھی لیا گیا ہے۔

یتیم کی جمع یتامیٰ ہے۔ یتیم وہ نابالغ بچے ہوتے ہیں جو اپنے باپ کے سایہ سے محروم ہو جاتے ہیں، چونکہ یتیم اپنے ظاہری سہارے سے محروم ہو جاتے ہیں تو امت کے افراد کے کاندھوں پر ان کے ساتھ احسان اور ان کی کفالت کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ یتیم کی اچھی تربیت کرنا، اس کے حقوق کے ضائع ہو جانے یا تباہ کر دیئے جانے سے بچانا، اس کے مال کی حفاظت کرنا، یہ بھی ذمہ داری میں داخل ہے۔ قرآنِ مجید نے یتیموں کا اکرام کرنے کی ترغیب دی ہے اور یتیموں کی تحقیر کرنے پر تنبیہ بھی کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس قدر قریب ہوں گے، آپ ﷺ نے اشارہ کر کے بتلایا جیسے شہادت کی انگلی اور درمیان کی انگلی اور دونوں کے درمیان میں تھوڑا سا فاصلہ رکھا۔ حضور ﷺ نے یتیم کے سر پر شفقت کے ہاتھ پھیرنے کا ثواب یتیم کے سر کے ہر بال کے عوض ایک نیکی قرار دیا۔

دلوں کی سختی کو دور کرنے کا فارمولہ بھی حضور ﷺ نے یہ دیا کہ یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا جائے اور مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔ جو لوگ یتیموں اور مسکینوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول کی نگاہوں میں حقیر ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے یتیموں کو سہارا دیا، ان کو حوصلہ بخشا، منبرِ رسول پر ان کو اپنے ساتھ بٹھایا، ان کی آنکھوں کے آنسوؤں کو پونچھا۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم ان دونوں کمزور طبقات کا ان کے دکھ درد میں ساتھ دیں، ان کی راحت کے اسباب پیدا کریں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس گھر کو بہترین گھر قرار دیا جس گھر میں یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے

اور اس گھر کو بدترین گھر قرار دیا جس گھر میں یتیم کے ساتھ برا برتاؤ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے مسکینوں کے ساتھ احسان کا حکم بھی دیا ہے۔ مسکین وہ ہیں جو اپنے آپ پر خرچ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے جو انتہائی ضرورت منداور محتاج ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیوہ اور مسکین کیلئے دوڑ دھوپ کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے یا رات بھر اللہ کی عبادت میں کھڑا رہنے والے کی طرح یا ایسے روزہ دار کی طرح ہے جو بغیر افطار کے روزہ رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۷۳) **سارے ہی لوگوں سے اچھی بات کیجئے** سورۃ البقرۃ: ۸۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيمِ

وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسۡناً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقُولُوا اور کہو تم لِلنَّاسِ انسانوں سے حُسۡناً اچھی بات۔

ترجمہ: اور دوسرے لوگوں سے اچھائی کی بات کہو۔

تشریح: لوگوں سے اچھی اور معقول و معروف بات کرنی چاہئے، سخت کلامی، درشت روئی، گالی گلوچ، ڈانٹ ڈپٹ، ترش روئی مذموم حرکتیں ہیں۔ اسلام ان باتوں کو پسند نہیں کرتا۔ قرآنِ مجید ساری انسانیت کیلئے پیامِ ہدایت ہے۔ وہ سارے ہی انسانوں کو اللہ کا کنبہ تصور کرتا ہے اور سارے ہی انسانوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تلقین کرتا ہے۔ نبی رحمت ﷺ کی تعلیمات کا دائرہ وسیع ہے۔ آپ ﷺ نے صرف رشتہ داروں یا صرف مسلمانوں کی نفع رسانی کی تعلیم نہیں دی بلکہ سارے ہی لوگوں کے ساتھ نفع رسانی کا حکم دیا اور فرمایا خَيۡرُ النَّاسِ مَنۡ يَنۡفَعُ النَّاسَ لوگوں میں وہ بہتر ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسۡناً کہا کہ سارے ہی لوگوں سے اچھی بات کہو۔ یہ نہیں فرمایا وَقُولُوا لِلۡمُسۡلِمِيۡن حُسۡناً صرف مسلمانوں سے اچھی بات کہو۔ یہ اسلام کی وسعتِ ظرفی اور رسولِ رحمت ﷺ کی کشادہ دلی کی علامت ہے۔

رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَلۡكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ کسی سے اچھی بات کرنا بھی صدقہ ہے۔ صرف مال و دولت کسی پر خرچ کرنا ہی صدقہ نہیں ہے بلکہ کسی سے اچھی بات کر لینے سے بھی صدقہ کا ثواب مل جاتا ہے۔ قرآنِ مجید نے یہ حقیقت بھی واضح کردی قَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ وَمَغۡفِرَةٌ خَيۡرٌ مِّن صَدَقَةٍ يَتۡبَعُهَا أَذًى ایسے صدقہ کے مقابلہ میں جس صدقہ کے بعد تکلیف دہ بات کہی گئی ہو وہ اچھی بات اچھی ہے جس اچھی بات کے ساتھ عفو و درگزر بھی ہو۔ جو لوگ کچھ بھی نہیں دیتے مگر کسی سے اچھی بات کر لیتے ہیں، وہ اچھے ہیں ان کے مقابلہ میں جو بہت کچھ دینے کے بعد دل شکنی کی کوئی بات کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اچھی بات کہنے کا جو حکم دیا ہے وہ دنیا کے سارے انسانوں کے ساتھ ہے، صرف مسلمان بھائیوں کے ساتھ نہیں، اس لئے کہ یہی اچھی بات دعوتِ دین کے دروازے کھول دیتی ہے۔ اسلام کی اپنی ایک تاریخ

رہی ہے کہ اسلام اخلاق سے پھیلا ہے، تیر وتلوار کو دعوتِ اسلام کا ذریعہ کسی بھی دَور میں نہیں بنایا گیا۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو دنیا کے سارے ہی لوگوں کے ساتھ اچھی بات کرنے اور بہترین سلوک اختیار کرنے کی توفیق عطافرمائے۔آمین

درس نمبر(۴۷) قائم کیجئے نماز اور دیجئے زکوٰۃ سورۃ البقرۃ: ۸۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَأَقِيْمُواْ الصَّلاَةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلاَّ قَلِيْلاً مِّنكُمْ وَأَنْتُمْ مِّعْرِضُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَأَقِيْمُواْ اورقائم کروتم الصَّلاَةَ نماز وَآتُواْ اورادا کروتم الزَّكَاةَ زکوٰۃ ثُمَّ پھر تَوَلَّيْتُمْ تم نے روگردانی کی إِلاَّ قَلِيْلاً مِّنكُمْ مگرتم میں سےتھوڑے وَأَنْتُمْ اورتم مِّعْرِضُوْنَ اعراض کرنے والے ہو

ترجمہ: نماز قائم کرواورزکوٰۃ ادا کرو، پھرتم نے روگردانی کی مگرتم میں سےتھوڑےاورتم اعراض کرنے والے ہو۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔تم سب نماز قائم کرو۔

۲۔زکوٰۃ ادا کرو۔

۳۔پھرتم میں سےتھوڑےلوگوں کےسواباقی سب منہ موڑ کر پھر گئے۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۳ میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے جوعہد لینے کی بات کہی ہے اس میں جہاں حقوق العباد شامل ہیں وہیں حقوق اللہ بھی داخل ہیں۔ایک اللہ کی عبادت کا عہد لیا گیا، ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا عہد لیا گیا اور لوگوں کے ساتھ اچھی بات کرنے کا عہد لیا گیا اور اسی کے ساتھ نماز کو قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا گیا۔نماز بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی عبادت ہے۔نماز اللہ کا حق ہے اور زکوٰۃ بندوں کا حق ہے۔نماز دین اسلام کا اہم ترین اور بنیادی ستون ہے۔نماز کا ترک کرنا گویا دین اسلام کے اہم ترین ستون کو منہدم کردینا ہے اور نماز کو قائم رکھنا گویا دین اسلام کے اہم ترین ستون کو مضبوط بنادینا ہے۔نماز تقویٰ کی راہ ہے۔نماز بندہ اور رب کے درمیان تعلق پیدا کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔نماز انسانیت کی معراج ہے۔نماز حصولِ فضائل کا سبب ہے۔نماز رزائل کو دور کرنیکا ذریعہ ہے۔ لیکن ہاں! اس نماز سے وہی نماز مراد ہے جس نماز میں ظاہری اعتبار سے قیام، رکوع، سجدہ، قومہ، قعدہ بھی برابر ہوں اور باطنی اعتبار سے خشوع وخضوع بھی ہو، اخلاص وللّٰہیت بھی ہو، نماز پڑھتے ہوئے اپنی کمتری کا احساس بھی ہواور رب کی برتری کا شعور بھی ہو۔اللہ تعالیٰ کی عظمتوں اور اس کی بڑائی وکبریائی اور تسبیح وتحمید کے جذبات بھی ہوں اور یوں نماز ادا ہو کہ وہ اپنے رب کو دیکھ رہا ہے اور اس کا رب اپنے اس بندہ کو دیکھ رہا ہے۔رہی بات زکوٰۃ کی، زکوٰۃ اسلام کا اہم ترین فریضہ اور رکن ہے۔زکوٰۃ کا منکر کافر ہے۔زکوٰۃ فرض ہونے کے باوجود ادا نہ کرنے والا فاسق ہے۔زکوٰۃ سے ایک طرف رب ذوالجلال کی خوشنودی و رضامندی نصیب ہوتی ہے تو دوسری طرف غریبوں، محتاجوں تنگدستوں، بیواؤں، پریشان حال مسافروں، فقیروں اور

مقروضوں کی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل ہوتی ہے۔ زکوٰۃ کا مقصد یہ ہے کہ مالداروں اور غریبوں کے درمیان فاصلے ختم ہوں۔ ایک دوسرے سے وہ مربوط رہیں اور غریبوں کی غربت کا علاج بھی ہوجائے۔ زکوٰۃ سے خود صاحبِ مال کا مال پاک وصاف اور محفوظ ہوجاتا ہے اور جو زکوٰۃ نہ دے اس کے مال کی حفاظت کی کوئی ضمانت بھی نہیں ہے۔

قرآنِ مجید میں متعدد مرتبہ نماز کو قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ آیت ۱۱۰، سورۂ نساء آیت ۷۷، سورۂ حج آیت ۷۸، سورۂ نور آیت ۵۶، سورۂ مجادلہ آیت ۱۳ اور سورۂ مزمل آیت ۲۰ میں نماز کو قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نماز کو قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۷۵) خون ریزی نہ کرنے اور بے گھر نہ کرنے کا بنی اسرائیل سے عہد سورۃ البقرۃ:۸۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَ كُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنفُسَكُم مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذْ أَخَذْنَا اور جب ہم نے لیا مِيْثَاقَكُمْ تم سے عہد لَا تَسْفِكُونَ تم نہ بہانا دِمَاءَ كُمْ اپنا خون وَلَا تُخْرِجُونَ اور نہ نکالنا أَنفُسَكُم خود کو مِّنْ دِيَارِكُمْ اپنے گھروں سے ثُمَّ پھر أَقْرَرْتُمْ تم سب نے اقرار کیا وَأَنتُمْ اور تم تَشْهَدُونَ مانتے ہو۔

ترجمہ: اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ آپس میں خون ریزی نہ کرنا ایک دوسرے کو گھر سے بے گھر نہ کرنا پھر تم نے اقرار کرلیا اور اقرار بھی ایسا جسے تم مانتے ہو۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب ہم نے تم سے پکا عہد لیا تھا کہ تم ایک دوسرے کا خون نہیں بہاؤ گے۔
۲۔ اپنے آدمیوں کو اپنے گھروں سے نہیں نکالو گے۔
۳۔ پھر تم نے اقرار کیا تھا اور تم خود اس کے گواہ ہو۔

بنی اسرائیل سے ایک عہد لیا گیا تھا جس کا تذکرہ اس آیت میں ہے کہ وہ ایک دوسرے کا خون نہیں بہائیں گے اور نہ اپنے بھائیوں کو ان کے گھروں سے جلاوطن کرنے کی کوشش کریں گے۔ بنی اسرائیل سے جو عہد رسولِ رحمت ﷺ کے اس دنیا میں تشریف لانے سے پہلے لیا گیا تھا۔ اس عہد کا اقرار رسولِ رحمت ﷺ کے زمانہ کے بنی اسرائیل بھی کرتے تھے کہ یہ عہد ان کے آباء واجداد سے لیا گیا تھا، لیکن اس کے باوجود بنی اسرائیل نے اس عہد کا لحاظ نہ رکھا۔ جس قدر اہتمام کے ساتھ بنی اسرائیل نے یہ عہد لیا تھا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کی خونریزی نہیں کریں گے اور ایک دوسرے کو بے گھر نہیں کریں گے۔ اسی قدر سرگرمی کے ساتھ انہوں نے اپنے عہد کو توڑ دیا۔

کسی کو گھر سے بے گھر کرنا اور زمین میں خونریزی کرنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ ہمارے ملک کے فرقہ پرست بنی اسرائیل کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔شہریت ترمیمی قانون جیسے سیاہ قانون کو نافذ کرتے ہوئے امن و سکون سے رہنے والوں اور اپنے اپنے گھروں میں زندگی بسر کرنے والوں کی زندگی اجیرن کرنے کی ناپاک اور ناکام تدبیریں کررہے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمارے ملک بھارت کے سارے باشندوں کی حفاظت فرمائے۔آمین

درس نمبر(۷۶) **اپنے ہی آدمیوں کا قتل** سورۃ البقرۃ:الف/۸۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيُطَانِ الرَّجِيُم . بِسُمِ اللّٰهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيُم

ثُمَّ أَنْتُمُ هَـؤُلاءِ تَقُتُلُونَ أَنفُسَكُمُ وَتُخُرِجُونَ فَرِيُقاً مِّنكُم مِّنُ دِيَارِهِمُ تَظَاهَرُونَ عَلَيُهِم بِالإِثُمِ وَالُعُدُوَانِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ثُمَّ پھر أَنْتُمُ تم ہی هَـؤُلاءِ وہ ہو(کہ اس کے بعد بھی) تَقُتُلُونَ قتل کرتے ہو أَنفُسَكُمُ اپنے آپ(اپنوں)کو وَتُخُرِجُونَ اور تم نکال دیتے ہو فَرِيُقاً ایک فریق کو مِّنكُم اپنے میں سے مِّن دِيَارِهِمُ ان کے گھروں سے تَظَاهَرُونَ عَلَيُهِم تم مدد کرتے ہو ایک دوسرے کی ان کے خلاف بِالإِثُمِ ساتھ گناہ وَالُعُدُوَانِ اور ظلم کے

ترجمہ: پھر تم وہی ہو کہ اپنوں کو قتل بھی کردیتے ہو اور اپنے میں سے بعض لوگوں پر گناہ اور ظلم سے چڑھائی کرکے انہیں وطن سے نکال بھی دیتے ہو۔

تشریح: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۵ کے پہلے حصہ میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اس کے بعد تم ہی وہ لوگ ہو کہ اپنے ہی آدمیوں کو قتل کرتے ہو۔

۲۔اپنے ہی میں سے کچھ لوگوں کو ان کے گھروں سے نکال دیتے ہو۔

۳۔اور ان کے خلاف گناہ اور زیادتی کا ارتکاب کرکے ان کے دشمنوں کی مدد کرتے ہو۔

مدینہ میں اوس اور خزرج نامی دو قبیلے آباد تھے۔ان میں اکثر جنگ ہوا کرتی تھی۔ یہودیوں کے بھی دو مشہور قبیلے تھے بنونضیر اور بنوقریظہ۔ بنونضیر نے خزرج کو اپنا دوست اور حلیف بنالیا اور بنوقریظہ نے اوس کو اپنا دوست اور حلیف بنالیا۔اس طرح جنگ چلتی تھی تو یہودیوں کے ایک قبیلے کے ہاتھوں دوسرے قبیلہ کے افراد کا قتل ہوتا تھا جو اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کے بالکل خلاف تھا۔اللہ تعالیٰ نے ان کی اسی بدعہدی کا تذکرہ اس آیت میں کیا ہے کہ تم اپنے ہاتھوں سے اپنے لوگوں کا قتل کرتے ہو اور ان کو بے گھر کرتے ہو۔

اس آیت میں أَنفُسَكُمُ کا لفظ استعمال کیا گیا یعنی اپنے آپ کو قتل کرتے ہو۔اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی دوسرے آدمی کا قتل گویا اپنا ہی قتل ہے۔اس لئے کہ ایک قوم کے سارے افراد ایک جسم کے مانند ہوتے ہیں۔

دنیا کا سب سے پہلا ناحق قتل یہ ہے کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کردیا فَطَوَّعَتُ لَهُ نَفُسُهُ قَتُلَ أَخِيُهِ فَقَتَلَهُ

فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۔(المائدۃ:۳۰) آخرکاراس کے نفس نے اس کواپنے بھائی کے قتل پرآمادہ کرلیا، چنانچہ اس نے اپنے بھائی کوقتل کرڈالا اور نامرادوں میں شامل ہوگیا۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ نامراد قاتل ہوتا ہے مقتول نہیں۔

درس نمبر(۷۷) تورات کے بعض حصہ پرایمان اور بعض کاانکار سورۃ البقرۃ:ب۸۵/

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَإِنْ يَّـأْتُـوْكُـمْ أُسَـارٰى تُـفَادُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ أَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَـعْـضٍ فَـمَـا جَزَاءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِيْ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّوْنَ إِلٰى أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِنْ اوراگر يَأْتُوْكُمْ وہ آتے ہیں تمہارے پاس أُسَارٰى قیدی ہوکر تُفَادُوْهُمْ توتم بدلہ دیتے ہو ان کا وَهُوَ اوروہ مُحَرَّمٌ حرام ہے عَلَيْكُمْ تم پر إِخْرَاجُهُمْ ان کا نکالنا أَفَتُؤْمِنُوْنَ کیاتم ایمان لاتے ہو بِبَعْضِ الْكِتَابِ کچھ کتاب کے ساتھ وَتَكْفُرُوْنَ اورکفرکرتے ہو بِبَعْضٍ کچھ کتاب کے ساتھ فَمَا جَزَاء پس کیا سزا ہے مَنْ يَّفْعَلُ جوکرے ذٰلِكَ مِنْكُمْ یہ تم میں سے إِلَّا مگر خِزْيٌ رسوائی فِيْ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا دنیوی زندگی میں وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ اورقیامت کے دن يُرَدُّوْنَ وہ لوٹائے جائیں گے إِلٰى أَشَدِّ الْعَذَابِ سخت عذاب کی طرف وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ اوراللہ غافل نہیں ہیں عَمَّا ان چیزوں سے تَعْمَلُوْنَ جوتم کرتے ہو۔

ترجمہ: اوراگروہ تم تک قیدی ہوکرپہنچ جاتے ہیں توتم فدیہ دے کرچھڑالیتے ہو،حالانکہ ان کاوطن سے نکالنا ہی تم پرحرام تھاتو کیاتم کتاب کے ایک حصہ کو مانتے ہواورایک حصہ سے انکارکرتے ہو؟ پس تم میں سے جوایسا کرے اس کی سزا کیاہے؟ سوائے دنیوی زندگی میں رسوائی کےاورقیامت کے دن یہ سخت عذاب میں ڈالےبھی جائیں گے۔

تشریح: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۵ کے دوسرے حصہ میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اگروہ دشمنوں کےقیدی بن کرتمہارے پاس آجاتے ہیں توتم ان کوفدیہ دے کرچھڑالیتے ہو۔

۲۔حالانکہ ان کوگھر سے نکالنا ہی تمہارے لئے حرام تھا۔

۳۔تو کیاتم تورات کے کچھ حصے پرتو ایمان رکھتے ہواورکچھ کاانکارکرتے ہو۔

۴۔اب بتاؤ کہ جوشخص ایسا کرے اس کی سزا اس کے سوا کیا ہوسکتی ہے کہ دنیوی زندگی میں اس کی رسوائی ہو؟

۵۔اورقیامت کے دن ایسےلوگوں کوسخت ترین عذاب کی طرف بھیج دیاجائے گا۔

۶۔اور جوکچھ تم عمل کرتے ہواللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہے۔

بنی اسرائیل جواپنی ہی برادری کےخلاف ان کے دشمنوں سے سازباز کرتے ہوئے ان کوگھر سے بے گھر کرتے تھےاوران کی خونریزی کرتے تھے،لیکن جب بنی اسرائیل کی برادری کےلوگ دشمنوں کے ہاتھوں میں قیدی ہوکرآتے

تھےتو بنی اسرائیل اپنی جانب سے فدیہ دے کران کو چھڑاتے تھے۔بنی اسرائیل کی ملت پروری اورقوم پرستی کا جذبہ اب جاگ جاتا تھا،اگران بنی اسرائیل سے جب یہ کہا جاتا تھا کہ یہ کیا قصہ ہے کہ تم اپنے ہی ہاتھوں اپنے ہی لوگوں کوقتل بھی کرتے ہو، بے گھر بھی کرتے ہولیکن کوئی قیدی بن کرآئے تواسکو چھڑا بھی دیتے؟ تو وہ کہتے تھے کہ تورات میں ہم کواس کاحکم دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ ان سے سوال یہ کررہے ہیں کہ تم تورات کی بعض باتوں پرایمان رکھتے ہواور بعض باتوں کا انکارکرتے ہو، یہ کیاماجراہے؟ پھرانہیں اس جرم کی سزاسے باخبرکردیا گیاجوکوئی اس قسم کا جرم کرے گاتواس کی نقدسزادنیا میں یہ ہوگی کہ اس کوذلت ورسوائی سے گزرنا ہوگااورقیامت کے دن توسخت ترین عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

آسمانی کتابوں کی تعلیمات کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی ساری باتوں پرایمان رکھا جائے۔اپنی مرضی کے موافق بعض باتوں کومان لینااور بعض باتوں سے مکرجانااورانکارکرنانا قابل معافی جرم ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کوقرآنِ مجید کی تمام باتوں پرایمان ویقین رکھنےاوراس پرعمل کرنے کی توفیق بخشے۔آمین

درس نمبر(۷۸) دنیوی زندگی کوآخرت کے بدلہ خریدا سورۃ البقرۃ:۸۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

أُولٰئِکَ الَّذِيۡنَ اشۡتَرَوُاۡ الۡحَيَاةَ الدُّنۡيَا بِالآخِرَةِ فَلاَ يُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ وَلاَ هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ (البقرة:۸۶)

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أُولٰئِکَ یہ وہ لوگ ہیں الَّذِيۡنَ اشۡتَرَوُاۡ جنہوں نے خرید لی الۡحَيَاةَ الدُّنۡيَا دنیاوی زندگی بِالآخِرَةِ آخرت کے بدلے میں فَلاَ پھرنہ يُخَفَّفُ ہلکا کیا جائے گا عَنۡهُمُ ان سے الۡعَذَابُ عذاب وَلاَ اور نہ هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ وہ مدد ہی کیے جائیں گے۔

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خرید لی۔نہ تو ان سے عذاب ہی ہلکا کیا جائے گااورنہ ان کواورطرح کی مدد ملے گی۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیوی زندگی کوآخرت کے بدلہ خرید لیا ہے۔

۲۔لہٰذا نہ ان کے عذاب میں کوئی تخفیف ہوگی اورنہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔

بنی اسرائیل کی دنیا پرستی اوران کی آخرت سے غفلت کا انجام بتلاتے ہوئے یہ بات کہی جارہی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی نگاہوں میں آخرت کی کوئی قدرو قیمت نہیں ہے۔انہیں تو بس دنیا کی زندگی کا عیش وآرام چاہیئے۔ ان کے سامنے نقد جو چیز ہے اسکی اہمیت انہیں معلوم ہے۔دنیا کی زینت اوررونق اوراس کی چمک نے انہیں اندھا بنا دیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے انمول آخرت کے مقابلہ میں بے قیمت دنیوی زندگی کوخرید لیا اور پسند کرلیا۔ جب انہوں نے دنیا کی زندگی کوخرید ہی لیا ہےاورآخرت سے بے نیازی کا اظہار کرہی دیا ہےتوبس انہیں دنیا کے مزے اور

دنیا کی راحتیں تو مل جائیں گی لیکن جب وہ موت کے بعد ہمارے پاس آئیں گے تو ان کے عذاب میں کسی بھی قسم کی تخفیف اور کمی نہیں کی جائے گی اور نہ ہی مدد کا کوئی ہاتھ ان کی جانب بڑھے گا۔

اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ کو اس آیت کے ذریعہ اس بات کا سبق دیا ہے کہ دنیا کی محبت کے نشہ سے ہمیں بچنا چاہیئے۔ چندروزہ زندگی کی خاطر ہمیشہ کی زندگی یعنی آخرت کی نعمتوں سے محروم نہیں رہنا چاہیئے۔ آخرت کی فکر دامن گیر رہے۔ یہ دنیا تو چندروزہ اور فانی ہے۔

درس نمبر (۷۹) بنی اسرائیل نے نبیوں کو جھٹلایا اور قتل کیا سورۃ البقرۃ:۸۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيُطَانِ الرَّجِيُم . بِسُمِ اللّٰهِ الرَّحُمنِ الرَّحِيُم

وَلَقَدُ آتَيُنَا مُوسَى الُكِتَابَ وَقَفَّيُنَا مِنُ بَعُدِهِ بِالرُّسُلِ وَآتَيُنَا عِيُسَى ابُنَ مَرُيَمَ الُبَيِّنَاتِ وَأَيَّدُنَاهُ بِرُوحِ الُقُدُسِ أَفَكُلَّمَا جَاءَ كُمُ رَسُولٌ بِمَا لا تَهُوَى أَنفُسُكُمُ اسُتَكُبَرُتُمُ فَفَرِيُقاً كَذَّبُتُمُ وَفَرِيُقاً تَقُتُلُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدُ اور بیشک آتَيُنَا ہم نے دی مُوسَى موسیٰ کو الُكِتَابَ کتاب وَقَفَّيُنَا اور ہم نے پے در پے بھیجے مِن بَعُدِهِ اس کے بعد بِالرُّسُلِ بہت سے رسول وَآتَيُنَا اور ہم نے دی عِيُسَى ابُنَ مَرُيَمَ عیسیٰ ابن مریم کو الُبَيِّنَاتِ کھلی نشانیاں وَأَيَّدُنَاهُ اور ہم نے مدد کی ان کی بِرُوحِ الُقُدُسِ روح قدس کے ذریعہ سے أَفَكُلَّمَا اور کیا جب بھی جَاءَ كُمُ آیا تمہارے پاس رَسُولٌ کوئی رسول بِمَا اس چیز کے ساتھ جو لا تَهُوَى پسند نہیں کرتے أَنفُسُكُمُ تمہارے جی اسُتَكُبَرُتُمُ تم نے تکبر کیا فَفَرِيُقاً پس ایک فریق کو كَذَّبُتُمُ تم نے جھٹلایا وَفَرِيُقاً اور ایک فریق کو تَقُتُلُونَ تم قتل کرتے رہے۔

ترجمہ: اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے بعد پے در پے پیغمبر بھیجتے رہے اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو بھی نشانیاں دیں اور ہم نے روح القدس کے ذریعہ ان کی مدد کی کیا جب بھی تمہارے پاس کوئی رسول ایسے احکام لے کر آیا جو تم کو پسند نہ تھے تم نے تکبر کیا؟ پھر تم نے ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک جماعت کو قتل کیا۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی۔

۲۔ اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے۔

۳۔ اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو کھلی کھلی نشانیاں دیں۔

۴۔ اور روح القدس یعنی جبرئیل امین سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تائید کی۔

۵۔ پھر یہ آخر کیا معاملہ ہے کہ جب کبھی کوئی رسول تمہارے پاس کوئی ایسی بات لے کر آیا جو تمہاری نفسانی خواہشات کو پسند نہیں تھی تو تم اکڑ گئے؟

۶۔ چنانچہ بعض نبیوں کو تم نے جھٹلا دیا اور بعض کو قتل کرتے رہے۔

بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہوئی ہیں بلکہ نعمتوں کی بارش رہی ہے۔ بنی اسرائیل کی ہدایت کیلئے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا وہیں ان میں متواتر بہ کثرت انبیاء علیہم السلام آتے رہے جن میں مشہور یہ ہیں، حضرت یوشع، حضرت داؤد، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ علیہم السلام وغیرہ۔ بنی اسرائیل کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آئے۔ اِس قدر بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کے احسانات رہے مگر بنی اسرائیل کی بُری عادت یہ رہی کہ ان کی مرضی کے خلاف کوئی حکم لے آئے تو مکر جاتے تھے، غرور اور گھمنڈ کرتے تھے، یہاں تک کہ ان میں سے بعض نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور اس سے بھی زیادہ حد سے گزرے کہ بعض نے پیغمبروں کو قتل ہی کر دیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے آخری نبی ہیں اور ان کے بعد صرف آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لائے جو بنی اسماعیل سے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بیت المقدس کے ایک گوشہ میں ہوئی۔ حضرت مریم علیہا السلام کے بطن مبارک سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ یہ قدرت کی ایک نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بغیر باپ کے اپنی قدرت سے پیدا کیا۔ سن عیسوی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی سے منسوب ہے جس کو عموماً انگریزی تاریخ کہا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم کا تعلق بنی اسرائیل کے معزز خاندان سے تھا۔ وہ شرم و حیا اور عفت و عصمت کی پیکر تھیں۔ ۴۸ سن عیسوی میں حضرت مریم کا وصال ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جہاں تورات دی گئی وہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دی گئی۔

روح القدس سے مراد جن کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اعانت اور تائید کی گئی، یعنی حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ہیں۔ قدس اللہ تعالیٰ ہیں اور روح القدس جبرئیل علیہ السلام جس کے معنی ہیں اللہ کی روح۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بینات عطا کی گئیں۔ بینات سے معجزات مراد ہیں جیسے مردوں کو زندہ کرنا، نابینا کو بینا کرنا اور بیمار کو صحت مند کر دینا وغیرہ۔

بنی اسرائیل کا نبیوں کے ساتھ متکبرانہ سلوک جو اس آیت میں بتلایا گیا ہے اس کے ذریعہ امتِ محمدیہ کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ نبیوں کی عظمت و محبت دلوں میں رکھیں اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کو اپنا شیوہ بنائیں، اس میں دنیا و آخرت کی فلاح ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۸۰) بنی اسرائیل کے دل محفوظ نہیں بلکہ ان کے دلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے سورۃ البقرۃ: ۸۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالُواْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ بَل لَّعَنَهُمُ اللَّه بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلاً مَّا يُؤْمِنُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالُواْ اور انہوں نے کہا قُلُوبُنَا ہمارے دل غُلْفٌ محفوظ ہیں بَل بلکہ لَّعَنَهُمُ اللَّه لعنت کی اللہ نے بِكُفْرِهِمْ ان کے کفر کی وجہ سے فَقَلِيْلاً مَّا پس بہت ہی کم يُؤْمِنُونَ وہ ایمان لاتے ہیں۔

ترجمہ: وہ کہتے ہیں کہ ہمارے دل تو محفوظ ہیں بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے سو وہ بہت کم ایمان لاتے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں۔

۲۔ بات ایسی نہیں ہے بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت برسائی ہے۔

۳۔ اس لئے وہ کم ہی ایمان لاتے ہیں۔

بنی اسرائیل اپنی ہٹ دھرمی اور جاہلانہ تعصب کو عقیدہ کی مضبوطی سمجھتے تھے اور خود پسندی کے مرض میں مبتلا تھے اور ان کا اپنا خیال یہ تھا کہ ان کے دل محفوظ ہیں۔ یہودی اپنے دلوں کے بارے میں خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ ان کے دل علوم کا خزانہ ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معارف وعلوم سے ان کے دل لبریز ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ ہمیں کسی نئے نبی کی یا نئے نبی کے علوم کی کوئی حاجت نہیں۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۵۵ میں بھی یہودیوں کے اس مغرورانہ قول کا ذکر کیا گیا ہے **وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ** اور ان یہودیوں کا یہ کہنا کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھا ہوا ہے، ان کے دلوں پر غلاف نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ **بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ** بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے غرور کی ہانڈی کو اس جملے کے ذریعہ پھوڑ دیا کہ ان کے دل محفوظ نہیں بلکہ ان کے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے اور ان کی عقلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے، انکے غرور وسرکشی کی وجہ سے اللہ نے ان پر اپنی لعنت برسائی ہے۔ بنی اسرائیل میں بہت کم لوگ ہیں جو ایمان والے ہیں یا ان کا ایمان ہی بہت کم یعنی کمزور ہے۔ بنی اسرائیل کی اس بیماری کا ذکر فرما کر امتِ محمدیہ کو اس بات کا سبق دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کی بڑائی میں زندگی بسر کریں نہ کہ اپنی بڑائی میں۔ وہ بندہ سب سے زیادہ حقیر ہے جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے۔ وہ سب سے زیادہ ناپاک ہے جو اپنے آپ کو پاک و صاف سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود پسندی کے اس مرض سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۸۱) جھوٹے اور مکار یہودی کافروں پر اللہ کی لعنت ہے سورۃ البقرۃ:۸۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَلَمَّا جَآءَ هُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُواْ مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُواْ فَلَمَّا جَآءَ هُم مَّا عَرَفُواْ كَفَرُواْ بِهِ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَمَّا اور جب جَآءَ هُمْ آ گئی ان کے پاس كِتَابٌ کتاب مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے مُصَدِّقٌ (جو) تصدیق کرنے والی ہے لِّمَا اس (کتاب) کی مَعَهُمْ جو ان کے پاس ہے وَكَانُواْ اور تھے وہ

مِن قَبْلُ اس سے پہلے یَسْتَفْتِحُونَ فتح مانگتے عَلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کے خلاف جنہوں نے كَفَرُوا کفر کیا فَلَمَّا پھر جب جَآءَ هُمْ آ گیاان کے پاس وہ مَّا عَرَفُوا جسےانہوں نے پہچان لیا كَفَرُوا (تو)انہوں نے کفر کیا بِهِ اس کے ساتھ فَلَعْنَةُ اللّٰه سواللہ کی لعنت ہے عَلَى الْكَافِرِيْنَ کافروں پر

ترجمہ: جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی کتاب پہنچی جواس کتاب کوسچا بتاتی ہے جوان کے پاس ہےاوروہ پہلے سے کافروں کے مقابلے میں کامیابی طلب کیا کرتے تھےاور جب ان کے پاس وہ چیز آتی ہے جس کو وہ جانتے تھےتو صاف انکار کر بیٹھے پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ایسے انکار کرنے والوں پر۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کتاب یعنی قرآنِ مجید آئی جواس تورات کی تصدیق بھی کرتی ہے جو پہلے سے ان کے پاس ہے۔

۲۔ باوجود یہ کہ یہ خود شروع میں کافروں کے خلاف اللہ تعالیٰ سے فتح کی دعائیں کرتے تھے۔

۳۔ مگر جب وہ چیز آ گئی جسے انہوں نے پہچان بھی لیا تو اس کا انکار کر بیٹھے۔

۴۔ بس لعنت ہے اللہ تعالیٰ کی ایسے کافروں پر۔

یہاں دو آسمانی کتابوں کا تذکرہ ہے، ایک تورات اور دوسرے قرآنِ مجید۔ یہودیوں کے پاس تورات پہلے سے تھی، اس تورات میں نبی رحمت ﷺ کی دنیا میں بعثت کی پیش گوئی موجود تھی اور وہ کافروں سے حضور ﷺ کی بعثت کے بارے میں بتلاتے تھے اور آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ بھی کرتے تھے اور جب کبھی یہودیوں کی مدینہ کے کافروں سے لڑائی ہوجاتی اور کافروں سے شکست کھاجاتے تھے تو یوں دعاء کرتے تھے کہ اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا عَلَيْهِمْ بِالنَّبِيِّ الْمَبْعُوْثِ آخِرَ الزَّمَانِ اے اللہ! مبعوث ہونے والے آخری پیغمبر کے طفیل میں کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔ اس دعاء کی برکت سے کافروں کو شکست ہوگئی۔ پھر جب حضور ﷺ کی بعثت ہوئی تو سرکش یہودیوں نے حضور ﷺ کا صاف انکار کر دیا اور جو کچھ حضور ﷺ کے بارے میں کہا کرتے تھے اس بات سے مکر گئے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ وغیرہ نے ان یہودیوں سے کہا کہ اے یہودیو! اللہ سے ڈرو تم تو ہمارے مقابلہ میں حضور ﷺ کی آمد سے قبل حضور ﷺ کے طفیل میں دعاء کرتے تھے اور اس وقت ہم مشرک تھے اور تم ہم کو خبر کر دیتے تھے کہ آخری نبی آنے والے ہیں اور ان کے اوصاف بھی بیان کرتے تھے تو یہودیوں میں سے ایک نے صاف کہہ دیا کہ ہمارے پاس ایسی کوئی چیز آئی ہی نہیں جس کو ہم جانتے ہوں اور نہ ہم ایسی کسی چیز کا تم سے تذکرہ کرتے تھے۔ جب یہ بات کہی گئی تو قرآنِ مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔ جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی کتاب پہنچی جو اس کتاب کو سچا بتاتی ہے جو پہلے سے ان کے پاس موجود ہے یعنی تورات اور وہ پہلے سے کافروں کے مقابلے میں ان کے

ذریعہ کامیابی طلب کرتے تھے اور جب ان کے پاس وہ چیز آئی جس کو وہ جانتے تھے تو صاف انکار کر بیٹھے کہ ہم اس چیز کو جانتے ہی نہیں۔ ایسے جھوٹے اور مکار کافروں پر تو اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی لعنت اور پھٹکار سے امتِ محمدیہ کی حفاظت فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۸۲) غضب اور عذاب سورۃ البقرۃ:۹۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖ أَنفُسَهُمْ أَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا أَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ فَبَآؤُوْا بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ وَلِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: بِئْسَمَا بری ہے وہ چیز (کہ) اشْتَرَوْا بیچا انہوں نے بِهٖ اس کے بدلے أَنفُسَهُمْ اپنے نفسوں کو أَنْ يَّكْفُرُوْا کہ وہ کفر کرتے ہیں بِمَا اس چیز کے ساتھ جو أَنْزَلَ اللّٰهُ نازل کی اللہ نے بَغْيًا حسد کرتے ہوئے أَنْ يُّنَزِّلُ کہ نازل کرے اللّٰهُ اللہ مِنْ فَضْلِهٖ اپنا فضل عَلٰى اوپر مَنْ جس کے يَّشَاءُ چاہے مِنْ عِبَادِهٖ اپنے بندوں میں سے فَبَآؤُوْا چنانچہ وہ پھرے بِغَضَبٍ غضب کے ساتھ عَلٰى اوپر غَضَبٍ غضب کے وَلِلْكَافِرِيْنَ اور کافروں کیلئے عَذَابٌ عذاب ہے مُّهِيْنٌ رُسوا کن۔

ترجمہ: جس چیز کے بدلے انہوں نے اپنے تئیں بیچ ڈالا وہ بہت بری ہے یعنی اس جلن سے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنی مہربانی سے نازل فرماتا ہے اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب سے کفر کرنے لگے تو وہ اس کے غضب بالائے غضب میں مبتلا ہو گئے اور کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بُری ہے وہ قیمت جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا ہے۔

۲۔ یہ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کا صرف اس جلن کی بنا پر انکار کر رہے ہیں کہ اللہ اپنے فضل کا کوئی حصہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہ رہا ہے کیوں اتار رہا ہے؟

۳۔ چنانچہ یہ اپنی اس جلن کی وجہ سے غضب بالائے غضب لے کر لوٹے ہیں۔

۴۔ اور کافر لوگ ذلت آمیز سزا کے مستحق ہیں۔

جن یہودیوں کو رسولِ رحمت ﷺ کا زمانہ نصیب ہوا انہیں امتِ وسط کا ایک فرد بننے کا سنہری موقع تھا، اگر وہ رسولِ رحمت ﷺ کے نبی ہونے کی تصدیق کر لیتے اور آپ ﷺ کا انکار کرنے کے بجائے آپ ﷺ پر ایمان لا لیتے اور آپ ﷺ کی مخالفت اور دشمنی کے بجائے آپ ﷺ کی مدد و نصرت کر لیتے تو اللہ کے مقبول بندے بن جاتے، لیکن ان بدنصیبوں نے بہترین چیز کے بدلے بدترین چیز اختیار کی اور ان کی اس دشمنی اور انکار کے پیچھے کوئی معقول وجہ بھی نہیں

تھی،صرف ان کے دلوں میں موجود حسد،بغض،غرور اور انانیت تھی جس کی وجہ سے وہ محروم ہو گئے۔ان یہودیوں کو علم اور یقین تھا کہ رسولِ رحمت ﷺ اللہ کے رسول ہیں مگر محض دشمنی،حسد اور غرور نے انہیں آپ ﷺ کو نبی تسلیم کرنے سے محروم کر دیا،انہیں صرف اس بات پر حسد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آخری نبی رسولِ عربی محمد ﷺ کو کیوں بنا دیا؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں اپنا فضل فرما دیں،ان کے ارادہ کو کون ٹال سکتا ہے اور ان کے فیصلہ کو کون رد کر سکتا ہے؟

سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹ میں بھی اہل کتاب کے اس حسد و بغض کا ذکر موجود ہے وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ أُوْتُواْ الْكِتَابَ إِلاَّ مِن بَعْدِ مَا جَاءَ هُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی انہوں نے الگ راستہ لاعلمی میں نہیں بلکہ علم آ جانے کے بعد محض آپس کی ضد کی وجہ سے اختیار کیا۔سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر ۱۴ میں بھی یہ بات بتائی گئی کہ یہودیوں نے جو دین اسلام سے اختلاف کیا تھا اس کی وجہ صرف ضد اور عداوت تھی۔

بہر حال ان یہودیوں کے اس جرم نے ان کو اللہ تعالیٰ کے غضب بالائے غضب کا مستحق بنا دیا۔ایسے کافروں کے لئے تو رسوا کرنے والا عذاب ہی ہوگا۔

درس نمبر (۸۳) آسمانی کتابوں کا انکار سورۃ البقرۃ:۹۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ آمِنُواْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُواْ نُؤْمِنُ بِمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَ ہٗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقاً لِّمَا مَعَهُمْ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنْبِيَاءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ إِنْ كُنْتُم مُّؤْمِنِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذَا اور جب قِيْلَ کہا جاتا ہے لَهُمْ ان سے آمِنُواْ ایمان لاؤ بِمَا اس پر جو أَنْزَلَ نازل کیا اللّٰهُ اللہ نے قَالُواْ (تو) وہ کہتے ہیں نُؤْمِنُ ہم ایمان لاتے ہیں بِمَا اس پر جو أُنْزِلَ نازل کیا گیا عَلَيْنَا ہم پر وَيَكْفُرُونَ جبکہ وہ انکار کرتے ہیں بِمَا اس کا جو وَرَاءَ ہٗ اس کے علاوہ ہے وَهُوَ حالانکہ وہ (قرآن) الْحَقُّ حق ہے مُصَدِّقاً تصدیق کرنے والا لِّمَا اس (کتاب) کی جو مَعَهُمْ ان کے پاس ہے قُلْ کہہ دیجئے فَلِمَ پھر کیوں تَقْتُلُونَ تم قتل کرتے رہے أَنْبِيَاءَ اللّٰهِ اللہ کے انبیاء کو مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے إِنْ كُنْتُم اگر تھے تم مُّؤْمِنِيْنَ مومن۔

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کتاب اللہ نے اب نازل فرمائی ہے اس کو مانو تو کہتے ہیں کہ جو کتاب ہم پر پہلے نازل ہو چکی ہے ہم تو اسی کو مانتے ہیں یعنی اس کے سوا اور کتاب کو نہیں مانتے حالانکہ وہ سراسر سچی ہے اور جو ان کی آسمانی کتاب ہے اس کی بھی تصدیق کرتی ہے ان سے کہہ دو کہ اگر تم صاحبِ ایمان ہوتے تو اللہ کے پیغمبروں کو پہلے ہی کیوں قتل کیا کرتے تھے؟

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کلام اتارا ہے اس پر ایمان لے آ ؤ۔
۲۔تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اسی کلام پر ایمان رکھیں گے جو ہم پر نازل کیا گیا یعنی تورات پر۔
۳۔اور وہ اس کے سوا دوسری آسمانی کتابوں کا انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ بھی حق ہیں۔
۴۔اور جو کتاب ان کے پاس ہے وہ اس کی تصدیق بھی کرتی ہے۔
۵۔اے پیغمبر! آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تم واقعی تورات پر ایمان رکھتے تھے تو اللہ کے نبیوں کو پہلے زمانہ میں کیوں قتل کرتے رہے؟

ان یہودیوں کی بے ایمانی کی حالت یہ ہے کہ جب ان سے آخری کتاب قرآنِ مجید اور آخری نبی رسولِ عربی ﷺ پر ایمان لانے کو کہا جاتا ہے تو وہ بے مروتی کے ساتھ صاف طور پر یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو صرف اس پر ایمان لائیں گے جو ہم پر نازل کیا گیا یعنی ہم تو صرف تورات اور انجیل پر ہی ایمان لاتے ہیں۔ ہمارے لئے تو یہی دو کتابیں کافی ہیں۔ بس ان دو کتابوں کے بعد جو آسمانی کتاب قرآنِ مجید نازل ہوئی، انہوں نے اس کا انکار کر دیا، حالانکہ یہ قرآنِ مجید تو خود ان کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو ان پر نازل ہوئیں یعنی تورات و انجیل۔ اگر وہ قرآنِ مجید کو مان لیتے تو ان کا کچھ نہ بگڑتا بلکہ ان کے لئے یہ فائدہ مند ہی تھا کہ خود ان پر اتری ہوئی کتابوں کے برحق ہونے کی تصدیق اور گواہی انہیں مل جاتی، مگر ان بدقسمت یہودیوں نے آخری آسمانی کتاب قرآنِ مجید کا انکار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ ان یہودیوں سے یہ سوال کر رہے ہیں کہ اچھا اگر تم تورات و انجیل پر ایمان رکھتے ہو تو پھر اس سے قبل تم نے نبیوں کو قتل کیوں کر دیا جبکہ تمہارا دعویٰ ہے کہ تم مومن ہو؟ تمہارا خود اپنے ہاتھوں سے اپنے نبیوں کا قتل کرنا تمہارے بددین ہونے کی علامت ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۲۱ میں نبیوں کو ناحق قتل کرنے والوں کا انجام بتلایا گیا ہے کہ **فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ** انہیں دردناک عذاب کی خبر دیجئے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۱۲ میں بھی ان مجرموں کا ذکر ہے جو نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا محبوب بندہ بنا لے۔ آمین

درس نمبر (۸۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام روشن دلائل لے کر آئے تھے سورۃ البقرۃ:۹۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ جَآءَكُم مُّوسَى بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَنتُمْ ظَالِمُونَ (البقرة:۹۲)

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَ اور لَقَدْ البتہ تحقیق جَآءَ كُم آئے تمہارے پاس مُّوسَى موسیٰ بِالْبَيِّنَاتِ واضح دلیلوں (معجزات) کے ساتھ ثُمَّ پھر اتَّخَذْتُمُ تم نے بنالیا الْعِجْلَ بچھڑے کو (معبود) مِن بَعْدِهِ اس کے بعد وَأَنتُمُ اورتم ظَالِمُونَ ہو ہی ظالم۔

ترجمہ: اور موسیٰ تمہارے پاس کھلے ہوئے معجزات لے کر آئے پھر تم ان کے کوہِ طور پر جانے کے بعد بچھڑے کو

معبود بنا بیٹھے اور تم اپنے ہی حق میں ظلم کرتے تھے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہارے پاس روشن نشانیاں لے کر آئے۔

۲۔ پھر تم نے ان کے پیٹھ پیچھے یہ ستم ڈھایا کہ بچھڑے کو معبود بنالیا۔

اس آیت کے ذریعہ یہودیوں کے اس قول کا جواب دیا جا رہا ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ ہم تو اسی پر ایمان لاتے ہیں جو ہم پر نازل کیا گیا۔ تم کہاں تورات وانجیل پر ایمان رکھتے ہو تم خود تمہارے اوپر نازل کی گئیں کتابوں کی تعلیمات کی خلاف ورزی کرتے ہو؟ تم ہی بتاؤ کہ کیا تورات کی یہ تعلیمات نہیں تھیں کہ تمہیں صرف ایک اللہ کی عبادت کرنا ہے۔ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرنی ہے؟ مگر تم نے تورات کی تعلیم کے خلاف بچھڑے کی پوجا شروع کردی۔ پھر تم اپنے قول میں سچے کہاں ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ تم خود اس کتاب کے منکر ہو جو تم پر نازل کی گئی، حقیقت میں تم ظالم ہو۔ بنی اسرائیل نے جس بچھڑے کو اپنا معبود بنا کر ظلم کیا ان کے اس جرم کا ذکر قرآنِ مجید میں متعدد بار بتلایا گیا ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۵۳ میں فرمایا ثُمَّ اتَّخَذُواْ الْعِجْلَ مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ واضح نشانیوں کے آنے کے بعد بھی انہوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۵۲ میں فرمایا گیا إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُواْ الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا ہے ان پر جلد ہی ان کے رب کا غضب اور دنیوی زندگی ہی میں ذلت آ پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ظلم اور کفر سے محفوظ رکھے۔ آمین

درس نمبر (۸۵) کفر کی نحوست سورۃ البقرۃ: ۹۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيم

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُواْ مَا آتَيْنَاكُم بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُواْ قَالُواْ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَأُشْرِبُواْ فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ قُلْ بِئْسَمَا يَأْمُرُكُم بِهِ إِيمَانُكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذْ اور (یاد کرو) جب أَخَذْنَا ہم نے لیا مِيْثَاقَكُمْ تم سے پختہ وعدہ وَرَفَعْنَا اور بلند کیا ہم نے فَوْقَكُمُ تم پر الطُّورَ طور (پہاڑ) کو خُذُواْ (اور کہا) پکڑو تم مَا آتَيْنَاكُم جو ہم نے تمہیں دیا بِقُوَّةٍ قوت کے ساتھ وَاسْمَعُواْ اور سنو قَالُواْ انہوں نے کہا سَمِعْنَا ہم نے سنا وَعَصَيْنَا اور ہم نے نافرمانی کی وَأُشْرِبُواْ اور وہ پلا دیے گئے فِيْ قُلُوبِهِمُ اپنے دلوں میں الْعِجْلَ بچھڑے کی (محبت) بِكُفْرِهِمْ بسبب اپنے کفر کے قُلْ کہہ دیجئے بِئْسَمَا بُری ہے وہ چیز يَأْمُرُكُمْ (کہ) حکم کرتا ہے تمہیں بِهِ اس کا إِيْمَانُكُمْ تمہارا ایمان إِنْ كُنْتُمْ اگر ہو تم مُّؤْمِنِيْنَ مومن۔

ترجمہ: اور جب ہم نے تم لوگوں سے پختہ عہد لیا اور کوہِ طور کو تم پر اٹھا کھڑا کیا اور حکم دیا کہ جو کتاب ہم نے تم کو

دی ہے اس کو زور سے پکڑ واور جو تمہیں حکم ہوتا ہے اس کو سنوتو وہ جو تمہارے بڑے تھے کہنے لگے کہ ہم نے سن تو لیا لیکن مانتے نہیں اور ان کے کفر کے سبب بچھڑا گویا ان کے دلوں میں رچ بس گیا تھا اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ اگر تم مومن ہو تو تمہارا ایمان تم کو بُری بات بتا تا ہے۔

تشریح: اِس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

ا۔ جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تمہارے اوپر کوہِ طور کو بلند کر دیا۔

۲۔ اور یہ کہا کہ جو کچھ ہمنے تم کو دیا ہے اس کو مضبوطی سے تھامو اور جو کچھ کہا جائے اسے سنو۔

۳۔ کہنے لگے ہم نے پہلے بھی سن لیا تھا مگر عمل نہیں کیا تھا اب بھی ایسا ہی کریں گے

۴۔ دراصل ان کے کفر کی نحوست سے ان کے دلوں میں بچھڑا بسا ہوا تھا۔

۵۔ آپ ان سے کہیئے کہ اگر تم مومن ہو تو کتنی بُری ہیں وہ باتیں جو تمہارا ایمان تمہیں تلقین کر رہا ہے۔

بنی اسرائیل کی سرکشی، نافرمانی، روگردانی، شرارت اور مخالفت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی سرکشی اور نافرمانی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور کو ان کے سروں پر لا کھڑا کر دیا اور یہ الٹی میٹم دیا گیا کہ ہم نے جو تم کو دیا ہے یعنی احکامات وغیرہ اس کو مضبوطی سے تھام لو اور سنو، بنی اسرائیل نے سر پر کھڑے پہاڑ کو دیکھ کر اقرار تو کر لیا لیکن جب وہ پہاڑ ہٹا دیا گیا تو بجائے یہ کہنے کہ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کر لی، انہوں نے پھر شرارت اختیار کی اور اَطَعْنَا کی جگہ عَصَیْنَا کا لفظ جوڑ دیا اور کہا کہ سَمِعْنَا وَ عَصَیْنَا ہم نے سن لیا اور ہم نے نافرمانی کی۔ بنی اسرائیل کی شرارتوں کا اندازہ لگائیے کہ کیسی سرکش قوم تھی۔ اصل بات یہ تھی کہ بچھڑے کی پوجا ان کی گھٹی میں پڑ گئی تھی۔ وہ اس شرک کے دلدل میں بری طرح پھنس گئے تھے۔ ان کے کفر کی وجہ سے اس حقیر و بے قیمت بچھڑے کی محبت ان کے دل میں زیادہ بیٹھ گئی تھی۔ اس رب کی محبت کے مقابلہ میں جو زمین وآسمان کا خالق و مالک ہے۔ آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ان بنی اسرائیل سے یہ کہہ دیجئے کہ تمہارا ایمان تمہیں کوئی اچھا حکم نہیں دے رہا ہے بلکہ بہت ہی برا حکم دے رہا ہے۔ اگر واقعی تم مومن ہو تو اس بات پر تم غور کرو کہ تمہیں کس رخ پر جانا چاہئے تھا اور تم کس رخ کی طرف جا رہے ہو؟ کوہِ طور کو بنی اسرائیل کے سروں پر اٹھا کھڑا کرنے کا تذکرہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۶۳ میں بھی گزر چکا ہے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۵۴ میں بھی یوں تذکرہ کیا گیا ہے وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ بِمِيْثَاقِهِمْ ہم نے کوہِ طور کو ان پر بلند کر کے ان سے عہد لیا تھا۔ اسی طرح بنی اسرائیل کو یہ حکم اس آیت میں دیا گیا ہے کہ تم کو ہم نے جو کتاب دی ہے اس کو زور سے پکڑو۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۶۳ میں بھی یہ حکم دیا گیا ہے۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۷۱ میں بھی یہ حکم دیا گیا کہ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ ہم نے جو کتاب تمہیں دی ہے مضبوطی سے تھامو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کفر وشرک سے محفوظ رکھے۔ آمین

درس نمبر(۸۶) **اے یہودیو! اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کر کے دکھلا دو** سورۃ البقرۃ:۹۴۔۹۵۔۹۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الآخِرَةُ عِندَ اللّهِ خَالِصَةً مِّنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُاْ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ O وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ أَبَداً بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيْهِمْ وَاللّهُ عَلِيْمٌ بِالظَّالِمِيْنَ O وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَى حَيَاةٍ وَمِنَ الَّذِيْنَ أَشْرَكُواْ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ أَن يُعَمَّرَ وَاللّهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ آپ کہہ دیجئے إِنْ كَانَتْ لَكُمُ اگر ہے تمہارے لئے الدَّارُ الآخِرَةُ آخرت کا گھر عِندَ اللّهِ اللہ کے نزدیک خَالِصَةً خالص مِّن دُونِ النَّاسِ انسانوں کے علاوہ فَتَمَنَّوُاْ الْمَوْتَ تو تم تمنا کرو موت کی إِنْ كُنْتُمْ اگر ہو تم صَادِقِيْنَ سچے O وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اور ہرگز اس کی تمنا نہ کریں گے أَبَداً کبھی بِمَا قَدَّمَتْ بوجہ ان چیزوں کے جن کو آگے بڑھایا أَيْدِيْهِمْ ان کے ہاتھوں نے وَاللّهُ اور اللہ عَلِيْمٌ خوب جاننے والے ہیں بِالظَّالِمِيْنَ ظلم کرنے والوں کو وَلَتَجِدَنَّهُمْ اور آپ ضرور پائیں گے ان کو أَحْرَصَ النَّاسِ تمام لوگوں سے زیادہ حریص عَلَى حَيَاةٍ زندگی پر وَمِنَ الَّذِيْنَ أَشْرَكُواْ اور ان لوگوں نے بھی جنہوں نے شرک کیا يَوَدُّ أَحَدُهُمْ چاہتا ہے ان میں سے ہر ایک لَوْ يُعَمَّرُ کاش وہ عمر دیا جائے أَلْفَ سَنَةٍ ایک ہزار برس وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ اور وہ نہیں بچانے والا مِنَ الْعَذَابِ عذاب سے أَن يُعَمَّرَ کہ عمر دیا جائے وَاللّهُ اور اللہ بَصِيْرٌ خوب دیکھنے والے ہیں بِمَا يَعْمَلُونَ اس چیز کو جسے وہ کر رہے ہیں۔

ترجمہ: کہہ دو کہ اگر آخرت کا گھر اور لوگوں یعنی مسلمانوں کیلئے نہیں اور اللہ کے نزدیک تمہارے ہی لئے مخصوص ہے تو اگر سچے ہو تو موت کی آرزو تو کرو۔ اور ان اعمال کی وجہ سے جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں یہ کبھی اس کی آرزو نہیں کریں گے اور اللہ ظالموں سے خوب واقف ہے۔ اور ان کو تم اور لوگوں سے زیادہ زندگی کے حریص دیکھو گے یہاں تک کہ مشرکوں سے بھی بڑھ کر۔ ان میں سے ہر ایک یہی خواہش کرتا ہے کہ کاش وہ ہزار برس جیتا رہے مگر اتنی لمبی عمر اس کو مل بھی جائے تو اسے عذاب سے تو نہیں چھڑا سکتی اور جو کام یہ کرتے ہیں اللہ ان کو دیکھ رہا ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ آپ کہئے کہ اگر اللہ کے نزدیک آخرت کا گھر تمام انسانوں کو چھوڑ کر صرف تمہارے ہی لئے مخصوص ہے جیسا کہ تمہارا کہنا ہے تو تم موت کی تمنا کر کے دکھاؤ اگر تم واقعی سچے ہو۔

۲۔ انہوں نے اپنے جو کرتوت آگے بھیج رکھے ہیں ان کی وجہ سے یہ کبھی ایسی تمنا نہیں کریں گے۔

۳۔اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

۴۔یقیناً تم ان لوگوں کو پاؤ گے کہ انہیں زندہ رہنے کی حرص دوسرے تمام انسانوں سے زیادہ ہے یہاں تک کہ مشرکین سے بھی زیادہ۔

۵۔ان میں کا ایک ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ ایک ہزار سال عمر پائے۔

۶۔حالانکہ کسی کا بڑی عمر پالینا اسے عذاب سے دور نہیں کرسکتا۔

۷۔یہ جو عمل بھی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔

یہودی اپنے آپ کو اللہ کی منتخب، چنندہ اور پسندیدہ جماعت سمجھتے تھے۔اپنے آپ کو اللہ کا بیٹا بھی کہا کرتے تھے، جیسا کہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۸ میں یہود و نصاریٰ کے اس جھوٹے دعویٰ کا ذکر موجود ہے **وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ** یہود و نصاریٰ نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔یہودیوں نے اس قسم کے دعوؤں میں اس قدر ترقی کرلی اور یوں کہنے لگے کہ جنت میں تو صرف یہودی ہی داخل ہوں گے۔جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۱۱ میں ان کا یہ دعویٰ بھی مذکور ہے **وَقَالُواْ لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلاَّ مَن كَانَ هُوداً أَوْ نَصَارَى** کہتے ہیں کہ جنت میں سوائے یہود و نصاریٰ کے کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا۔گویا یوں سمجھتے تھے کہ آخرت ہمارا ہی میدان ہے جیسے چاہیں کھیل لیں اور کود لیں۔اگر یہودی اپنے آپ کو اس طرح مقدس اور پاکیزہ سمجھتے تھے تو یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے ہندوستان کے برہمن اپنے آپ کو پاکیزہ اور اپنے علاوہ دوسری برادریوں کو نیچ، پست اور حقیر سمجھتے ہیں۔ہندوستان کے برہمن بعض طبقات کو جانوروں سے بھی بدتر سمجھتے ہیں۔بہرحال جب یہودی یہ کہتے تھے کہ دارِ آخرت میں تو صرف ہمارا ہی راج رہے گا تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ اگر ایسی بات ہے تو ان سے آپ پوچھئے کہ پھر موت کی تمنا کیوں نہیں کرتے؟ اگر تم سچے ہو اپنے اس دعویٰ میں تو موت کی تمنا کرو اور فوراً جنت میں جا کر عیش و آرام کی زندگی بسر کرو۔پھر اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمادیا کہ یہ ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے، اس لئے کہ انہوں نے جو گناہ کئے ہیں انہیں اس کی سزا کا علم و احساس ہے، ان کا حال تو یہ ہے کہ ان میں کے لوگ اور خود مشرکین بھی زندگی کے حریص ہیں، چاہتے ہیں کہ ہزار برس زندہ رہیں، لیکن انہیں جان لینا چاہئے کہ ان کی لمبی عمر ان کو اللہ کے عذاب سے روک نہیں سکتی۔

درس نمبر (۸۷) یہودی جبرئیل علیہ السلام کے دشمن ہیں اور اللہ ان کا دشمن ہے سورۃ البقرۃ: ۹۷-۹۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوّاً لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللّهِ مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ O مَنْ كَانَ عَدُوّاً لِّلّهِ وَمَلآئِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ آپ کہہ دیجئے مَن کون کَانَ عَدُوّاً دشمن ہے لِّجِبْرِيْلَ جبرئیل کا فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ کیونکہ اس نے اتارا ہے اس کو عَلٰى قَلْبِكَ آپ کے دل پر بِإِذْنِ اللّٰهِ اللہ کے حکم سے مُصَدِّقاً تصدیق کرنے والا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ اس چیز کا جو اس سے پہلے ہے وَهُدًى اور ہدایت ہے وَبُشْرَى اور خوشخبری ہے لِلْمُؤْمِنِيْنَ اہلِ ایمان کے لئے ○ مَن كَانَ جو ہے عَدُوّاً دشمن لِّلّٰهِ اللہ کا وَمَلآئِكَتِهِ اور اس کے فرشتوں کا وَرُسُلِهِ اور اس کے رسولوں کا وَجِبْرِيْلَ اور جبرئیل کا وَمِيْكَالَ اور میکائیل کا فَإِنَّ اللّٰهَ پس بیشک اللہ تعالیٰ عَدُوٌّ دشمن ہے لِّلْكَافِرِيْنَ کافروں کا۔

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے جبرئیل کا دشمن کون ہوسکتا ہے؟ کیونکہ انہوں نے آپ ﷺ کے دل پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے قرآن نازل کیا ہے جو تصدیق کرنے والا ہے پہلی کتابوں کی اور ہدایت وخوشخبری ہے ایمان والوں کیلئے ○ جو دشمن ہے اللہ کا اس کے فرشتوں کا اس کے رسولوں کا جبرئیل کا اور میکائیل کا تو اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کے دشمن ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ آپ کہہ دیجئے پیغمبر! اگر کوئی شخص جبرئیل کا دشمن ہے تو ہوا کرے

۲۔ جبرئیل علیہ السلام نے تو یہ کلام اللہ کی اجازت سے تمہارے دل پر اتارا ہے۔

۳۔ جو کلام کہ اپنے سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کررہا ہے۔

۴۔ اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہے۔

۵۔ اگر کوئی شخص اللہ کا اس کے فرشتوں اور رسولوں کا اور جبرئیل و میکائیل کا دشمن ہے تو وہ سن لے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کا دشمن ہے۔

یہودی حضور ﷺ کے بارے میں یہ کہا کرتے تھے کہ دیگر انبیاء کی طرح یہ محمد ﷺ نبی نہیں ہیں۔ ہاں! صرف ان کے رب کے پاس سے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ وحی لے کر آتا ہے، ان یہودیوں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ بتائیے وہ کونسا فرشتہ ہے جو آپ کے پاس آتا ہے تاکہ ہم آپ کی اتباع کریں؟ حضور ﷺ نے فرمایا وہ حضرت جبرئیل امین ہیں۔ یہودیوں نے کہا یہ تو وہی فرشتہ ہے جو جنگ اور قتال کی باتیں لے کر اترتا ہے۔ وہ تو ہمارا دشمن ہے۔ اگر جبرئیل کے بجائے میکائیل تمہارے پاس آتے تو ہم آپ کی اتباع کرتے، اس لئے کہ میکائیل تو رحمت لے کر آتے ہیں۔ یہودیوں کی اس نامناسب، نازیبا و گستاخانہ گفتگو پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور یہ فیصلہ کردیا گیا کہ جو جبرئیل کا دشمن ہے وہ صرف جبرئیل کا دشمن نہیں بلکہ وہ اللہ کا بھی دشمن ہے اور اللہ ایسے لوگوں کا دشمن ہے جو جبرئیل سے دشمنی رکھتے ہیں۔

ایک اور حقیقت بھی یہاں بتلا دی گئی کہ اے یہودیو! تم کہتے ہو کہ جبرئیل قتل وقتال اور جنگ کی باتیں لے کر آتے ہیں لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ آخری پیغمبر پر وہ کتاب الٰہی لے کر آتے ہیں جو اس کتاب سے پہلی والی آسمانی کتابوں (تورات وانجیل) کی تصدیق کرتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر تم جبرئیل سے دشمنی کرتے ہو تو یہ بالواسطہ

تورات وانجیل کی تکذیب ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے پہلے عام فرشتوں کا تذکرہ کیا، پھر اس کے بعد جبرئیل ومیکائیل کا تذکرہ کیا۔ اس حقیقت کو بتلانے کیلئے کہ جبرئیل ومیکائیل کا عام فرشتوں کے مقابلہ میں خصوصی مقام ومرتبہ ہے۔

اس آیت میں قرآنِ مجید کے تین اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ اپنے سے پہلے نازل شدہ کتابوں کی تصدیق کرنے والی، هُدىً ہدایت کا ذریعہ اور بُشْرىٰ لِلمومنین اور مومنوں کو خوشخبری دینے والا۔ قرآنِ مجید کو اس آیت میں مصدّق کہا گیا ہے کہ یہ کتاب الٰہی اس سے قبل اتری ہوئی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر۳، سورۂ نساء کی آیت نمبر۴۷، سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۴۸، سورۂ انعام کی آیت نمبر۹۲ اور سورۂ فاطر کی آیت نمبر۳۱ میں بھی قرآنِ مجید کے مصدّق (یعنی تصدیق کرنے والی) ہونے کی بات کہی گئی ہے۔ نیز سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۵، سورۂ آل عمران کی آیت نمبر۴ اور ۱۳۸ اور سورۂ اعراف کی آیت نمبر۵۲ وغیرہ میں قرآنِ مجید کے ہدایت نامہ ہونے کی بات کہی گئی ہے۔ اسی طرح سورۂ نحل کی آیت نمبر ۸۹، سورۂ نمل کی آیت نمبر۲ اور سورۂ احقاف کی آیت نمبر۱۲ وغیرہ میں قرآنِ مجید کو خوشخبری دینے والی کتاب بتلایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب ہدایت کی قدردانی نصیب فرمائے۔ آمین

درس نمبر(۸۸) عہد شکنی اور سرکشی یہودیوں کا شیوہ سورۃ البقرۃ:۹۹۔۱۰۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ ○ أَوَكُلَّمَا عَاهَدُوا عَهْداً نَّبَذَهُ فَرِيْقٌ مِّنْهُم بَلْ أَكْثَرُهُمْ لاَ يُؤْمِنُونَ.

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا اور بے شک ہم نے نازل کی إِلَيْكَ آپ کی طرف آيَاتٍ آیتیں بَيِّنَاتٍ روشن وَمَا يَكْفُرُ اور نہیں انکار کرتے بِهَا ان کا إِلَّا مگر الْفَاسِقُونَ نافرمان لوگ ○ أَوَكُلَّمَا کیا جب بھی عَاهَدُوْا انہوں نے عہد باندھا عَهْداً کوئی عہد نَّبَذَهُ پھینک دیا اسکو فَرِيْقٌ مِّنْهُم ایک جماعت نے ان میں سے بَلْ بلکہ أَكْثَرُهُمْ ان میں سے اکثر لاَ يُؤْمِنُونَ یقین نہیں رکھتے۔

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کی جانب روشن آیات نازل کی ہیں اور ان کا انکار صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو نافرمان ہیں کیا ایسا نہیں ہوا کہ جب بھی انہوں نے کوئی معاہدہ کیا تو انہی میں سے ایک فریق نے اٹھا کر پھینک دیا بلکہ ان میں اکثر یقین ہی نہیں رکھتے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بیشک ہم نے آپ پر ایسی آیتیں اتاری ہیں جو حق کو آشکار کرنے والی ہیں۔

۲۔اوران کاانکاروہی لوگ کرتے ہیں جونافرمان ہیں۔

۳۔یہ آخرکیامعاملہ ہے کہ ان لوگوں نے جب کوئی عہد کیاان کے ایک گروہ نے اسے ہمیشہ توڑ پھینکا۔

۴۔بلکہ ان میں سے اکثرلوگ ایمان ہی نہیں لائے۔

قرآنِ مجید میں موجودآیاتِ قرآنی وہ روشن دلائل ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی رحمت ﷺ کی رسالت کا یقین ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے نبی رحمت ﷺ پر وہ روشن دلائل وہ آیاتِ قرآنی نازل کی ہیں جو دنیا کا کوئی انسان اور نہ کوئی جن لاسکتا ہے۔ یہ بشری طاقت کے باہر کی چیز ہے۔پوری دنیا مل کربھی قرآنِ مجید کی جیسی ساری آیتیں تو دور کی بات قرآنِ مجید جیسی بے مثال ایک آیت بھی لانہیں سکتے۔اس حقیقت کے باوجوداگرکوئی قرآنِ مجید کے کتابِ الٰہی ہونے کاانکارکرتاہےتواس کے فاسق ہونے پرکوئی شک بھی نہیں ہے۔رہی بات یہودیوں کی یعنی بنی اسرائیل کی ان کی تواپنی ایک تاریخ رہی ہے کہ ان کی غداری،عہدشکنی،نافرمانی،سرکشی،شرارت،بغاوت اورقساوت جیسے اوصافِ رزائل سے ان کی پوری زندگی لبریز ہے،جن سے خیر کی توقع اورامید کرنا بھی لایعنی اورفضول ہے۔بنی اسرائیل نے جب بھی کوئی عہد کیاان میں سے ایک گروہ نے اس عہد کوتوڑ دیا۔

اِس آیت سے امتِ محمدیہ کو یہ سبق دیا جارہاہے کہ وہ قرآنِ مجید کی حقانیت نبی رحمت ﷺ کی عظمت وصداقت کو اپنے دلوں میں پیوست کرلیں اوراس معاہدہ پرہم قائم رہیں جوہم نے عالم ارواح میں کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بنی اسرائیل کی برائیوں سے محفوظ رکھے۔آمین

درس نمبر(۸۹) اہلِ کتاب کےایک گروہ نے کتابِ الٰہی کوپس پشت ڈال دیا سورۃ البقرۃ:۱۰۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَلَـمَّـا جَـآءَ هُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ أُوتُواْ الْكِتَابَ كِتَابَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لاَ يَعْلَمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَمَّا اورجب جَآءَ هُمْ آیاان کے پاس رَسُولٌ کوئی رسول مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ اللہ کے پاس سے مُصَدِّقٌ تصدیق کرنے والا لِّمَا اس(کتاب) کی جو مَعَهُمْ ان کے پاس ہے نَبَذَ (تو) پھینک دی فَرِيْقٌ ایک فریق نے مِّنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں میں سے جو أُوتُواْ دیئے گئے تھے الْكِتَابَ کتاب كِتَابَ اللّٰهِ اللہ کی کتاب وَرَآءَ پیچھے ظُهُورِهِمْ اپنی پیٹھوں کے كَأَنَّهُمْ گویاکہ وہ لاَ يَعْلَمُونَ نہیں جانتے۔

ترجمہ: اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے پیغمبرآخرالزمان آئے اور وہ ان کی آسمانی کتاب کی تصدیق بھی کرتے ہیں تو جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی ان میں سے ایک جماعت نے اللہ کی کتاب کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا گویا جانتے ہی نہیں۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایک رسول آئے جو اس تورات کی تصدیق کررہے تھے جو ان کے پاس ہے۔

۲۔تو اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب تورات وانجیل کو اس طرح پسِ پشت ڈال دیا گویا وہ کچھ جانتے ہی نہ تھے۔

یہودیوں کی بے ایمانی اور بددینی پر یہ شعر صادق آتا ہے ؎

نہ خدائی ملی نہ وصالِ صنم ۔۔۔ نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

یہودیوں کے سامنے دو چیزیں تھیں، ایک تورات اور دوسرے قرآنِ مجید۔قرآنِ مجید جو آخری کتاب ہے، اس کتاب نے اپنے سے قبل آسمانی کتاب کی تصدیق کی یعنی قرآنِ مجید نے تورات کو سچی آسمانی کتاب قرار دیا۔حق کا تقاضا یہ تھا کہ یہودی اس قرآنِ مجید کو سینے سے لگا لیتے اس لئے کہ اس کتاب نے تو ان کے پاس موجود آسمانی کتاب کی تصدیق کی۔مگر ان بدقسمت یہودیوں نے نہ ہی اپنی کتاب کو پوری طرح تسلیم کیا اور نہ ہی قرآنِ مجید کو حق مانا۔اُدھر تورات میں تحریف کرتے ہوئے مجرم بن گئے اور اِدھر قرآنِ مجید کا انکار کردیا اور قرآنِ مجید جس آخری پیغمبر پر نازل ہوا ان کو بھی جھٹلا دیا اور اللہ کی مقدس کتاب کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا اور اپنی خواہشات نفسانی ہی کو سب کچھ سمجھ لیا۔اس طرح وہ جرم بالائے جرم کے مرتکب ہوگئے۔

ہم سب کو چاہئے کہ یہودیوں کی ان شرارتوں سے سبق حاصل کریں اور اس بدانجامی سے اپنے آپ کو بچائیں جس کا شکار یہ یہودی ہوگئے۔ہمارے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اللہ کی مقدس آسمانی کتاب قرآنِ مجید کے احکامات کو تسلیم کریں۔اس کتاب کا ہر ہر حکم ہماری آخرت کا توشہ ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس آخری کتاب کی عظمت کو سمجھنے کی اور اس کتابِ مقدس کو اپنی عملی زندگی میں لانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

درس نمبر(۹۰) ۔۔۔ سورۃ البقرۃ:الف/۱۰۲

یہودی علمِ الٰہی کے بجائے علمِ شیطانی کی اتباع کرتے ہیں

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَاتَّبَعُواْ مَا تَتْلُواْ الشَّيَاطِيْنُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَـكِنَّ الشَّيْاطِيْنَ كَفَرُواْ يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولاَ إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلاَ تَكْفُرْ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاتَّبَعُواْ اور پیروی کی انہوں نے مَا تَتْلُواْ اس چیز کی جس کو پڑھتے تھے الشَّيَاطِيْنُ شیاطین عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ سلیمان کے زمانہ میں وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ اور سلیمان نے کفر نہیں کیا وَلَـكِنَّ الشَّيْاطِيْنَ لیکن شیاطین نے كَفَرُواْ کفر کیا يُعَلِّمُونَ سکھلاتے تھے النَّاسَ لوگوں کو السِّحْرَ جادو وَمَا أُنزِلَ

اور جو نازل کیا گیا تھا عَلَی الْمَلَکَیْنِ دو فرشتوں پر بِبَابِلَ بابل میں ھَارُوتَ وَمَارُوتَ ہاروت اور ماروت پر وَمَا یُعَلِّمَانِ اور وہ دونوں نہیں سکھلاتے تھے مِنْ أَحَدٍ کسی کو حَتّٰی یہاں تک کہ یَقُولَا کہتے إِنَّمَا نَحْنُ ہم تو صرف فِتْنَةٌ آزمائش ہیں فَلَا تَکْفُرْ پس تو کفر نہ کر۔

ترجمہ: اور (یہودی) اس علم کے پیچھے ہو گئے جس کو سلیمان کے زمانہ میں شیاطین پڑھتے تھے اور سلیمان نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا جو لوگوں کو جادو سکھلاتے تھے اور یہود پیچھے ہو گئے اس علم کے جو شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتارا گیا تھا۔ وہ دونوں فرشتے کسی کو اس وقت تک جادو نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ ظاہر نہ کر دیں کہ ہم تو آزمائش کیلئے ہیں لہٰذا تم کفر میں نہ پڑو۔

تشریح: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۲ کے پہلے حصہ میں چھ باتیں بتلائی گی ہیں:

۱۔ اور یہ بنی اسرائیل ان منتروں کے پیچھے لگ گئے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کے زمانہ میں شیاطین پڑھا کرتے تھے۔

۲۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے کوئی کفر نہیں کیا تھا۔

۳۔ البتہ شیاطین لوگوں کو جادو کی تعلیم دے کر کفر کا ارتکاب کرتے تھے۔

۴۔ نیز یہ بنی اسرائیل اس چیز کے پیچھے لگ گئے جو شہر بابل میں ہاروت و ماروت نامی دو شخصوں پر نازل کی گئی تھی۔

۵۔ یہ دو فرشتے کسی کو اس وقت تک تعلیم نہیں دیتے تھے جب تک اس سے یہ نہ کہہ دیں کہ ہم محض آزمائش کے لئے بھیجے گئے ہیں۔

۶۔ لہٰذا تم جادو کے پیچھے لگ کر کفر اختیار نہ کرنا۔

بنی اسرائیل پر جب اخلاقی زوال آیا اور مادہ پرستی کا غلبہ ہو گیا تو ان کے حوصلے اس قدر پست ہو گئے کہ محنت و مشقت کو چھوڑ کر اپنی ساری توجہ جادو ٹونے، تعویذ گنڈوں اور عملیات کی طرف لگا دی اور اسی کے ہو کر رہ گئے۔ بابل اور اس کے آس پاس کے شہروں میں جادوگری کا بہت زور ہو گیا اور جادوگروں کا ہر طرف بول بالا ہو گیا۔ جادوگری کے اثرات کی وجہ سے بنی اسرائیل کی توجہ شریعت سے ہٹنے لگی، معجزات اور انبیاء علیہم السلام کی قدر ان کی نگاہوں میں گھٹنے لگی اور جادوگروں کی اہمیت ان کی نظر میں بڑھنے لگی اور انہی کی اتباع کرنے لگے اور جادو کو نیک کام سمجھ کر اس پر عمل بھی کرنے لگے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جو اللہ کے نبی تھے اور جنات ان کے تابع تھے، ان کے معجزات کو بھی وہ جادو سمجھنے لگے، یہاں تک کہ یہودی ان کو جادوگر کہنے لگے۔ حضور ﷺ کے زمانہ کے جو یہودی علماء تھے وہ کہنے لگے کہ کیا تم محمد عربی پر تعجب نہیں کرتے، وہ سلیمان کو نبی خیال کرتے ہیں حالانکہ سلیمان تو جادوگر تھے؟ یہودیوں نے مزید یہ بھی کہا کہ محمد کو دیکھو کہ حق کو باطل سے ملا دیتا ہے۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ سلیمان تو جادوگر تھا جو ہواؤں میں اڑتا تھا، نعوذ باللہ من ذالک۔

یہودیوں کی انہی باتوں کے پیشِ نظر قرآنِ مجید کی یہ آیت نازل ہوئی اور دونوں حقیقتوں کا انکشاف کر دیا گیا کہ یہ جو یہودی ہیں، وحی الٰہی کی اتباع نہیں کرتے بلکہ سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں جو شیاطین پڑھتے تھے اس کی اتباع کرتے ہیں، یعنی جادوگری کا فن سیکھتے ہیں اور دوسری بات یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں جو الزام دھرتے ہیں کہ وہ جادوگر تھے۔ اِس آیت میں صاف الفاظ میں اس کی نفی کی گئی کہ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ حضرت سلیمان نے کوئی کفر نہیں کیا۔

درس نمبر (۹۱) اللہ کے ارادہ کے بغیر کوئی کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا سورۃ البقرۃ: ب ۱۰۲/

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيْمِ

فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُم بِضَآرِّيْنَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلاَ يَنفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُواْ لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِيْ الآخِرَةِ مِنْ خَلاَقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْاْ بِهِ أَنفُسَهُمْ لَوْ كَانُواْ يَعْلَمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَيَتَعَلَّمُونَ پھر لوگ سیکھتے تھے مِنْهُمَا ان دونوں سے مَا وہ (جادو) يُفَرِّقُونَ (کہ) وہ جدائی ڈالتے تھے بِهِ اس کے ذریعے سے بَيْنَ درمیان الْمَرْءِ مرد وَزَوْجِهِ اوراس کی بیوی کے وَمَا اور نہیں تھے هُم وہ بِضَآرِّيْنَ نقصان پہنچانے والے بِهِ اس (جادو) کے ساتھ مِنْ أَحَدٍ کسی کو بھی إِلَّا مگر بِإِذْنِ اللّٰهِ اللہ کے حکم سے وَيَتَعَلَّمُونَ اور سیکھتے تھے لوگ مَا وہ (علم) جو يَضُرُّهُمْ انکو نقصان پہنچاتا تھا وَلاَ يَنفَعُهُمْ اور نہیں نفع دیتا تھا انہیں وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق عَلِمُواْ جان لیا انہوں نے لَمَنِ البتہ جس نے اشْتَرَاهُ خریدا اس (جادو) کو مَا نہ ہوگا لَهُ اس کے لیے فِيْ الآخِرَةِ آخرت میں مِنْ کوئی خَلاَقٍ حصہ وَلَبِئْسَ اور البتہ بُری ہے مَا وہ (چیز) کہ شَرَوْاْ بیچا انہوں نے بِهِ اس کے بدلے أَنفُسَهُمْ اپنی جانوں کو لَوْ کاش کہ كَانُواْ ہوتے وہ يَعْلَمُونَ جانتے۔

ترجمہ: غرض لوگ ان سے وہ چیز سیکھتے جس سے میاں بیوی میں جدائی ڈالدیں اور اللہ کے حکم کے سوا وہ اس چیز سے کسی کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے تھے اور کچھ ایسے منتر سیکھتے جو ان کو نقصان ہی پہنچاتے اور فائدہ کچھ نہ دیتے اور وہ جانتے تھے کہ جو شخص ایسی چیزوں یعنی سحر اور منتر وغیرہ کا خریدار ہوگا اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور جس چیز کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا وہ بری تھی۔ کیا اچھا ہوتا جو وہ اس بات کو جانتے؟

تشریح: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۲ کے دوسرے حصہ میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پھر بھی یہ لوگ ان سے وہ چیزیں سیکھتے تھے جن کے ذریعہ مرد اور اس کی بیوی میں جدائی پیدا کر دیں۔

۲۔ وہ اس کے ذریعہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔

۳۔ مگر وہ ایسی باتیں سیکھتے تھے جو ان کے لئے نقصان دہ تھیں اور فائدہ مند نہ تھیں۔

۴۔اور وہ یہ بھی خوب جانتے تھے کہ جو شخص ان چیزوں کا خریدار بنے گا آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔
۵۔حقیقت یہ ہے کہ وہ چیز بہت بُری تھی جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانیں بیچ ڈالیں۔
۶۔کاش کہ ان کو اس بات کا حقیقی علم ہوتا۔

ہاروت اور ماروت نامی ان دو فرشتوں سے جادو کی ایسی چیزیں لوگ سیکھتے تھے جس کے ذریعہ سے میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈال دی جائے۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ جادو کے اثر سے دو محبت والوں کے درمیان بغض پیدا ہوسکتا ہے اور میل محبت سے رہنے والوں میں جادو کی وجہ سے جدائی بھی ہوسکتی ہے۔اس آیت میں صرف میاں بیوی کی محبت کو دور کرنے والے جادو کی بات کہی گئی ہے ورنہ تو اس زمانہ کے لوگ اسکے علاوہ بھی ایسی حرکتیں کرتے تھے اور اس کے ذریعہ لوگوں کو اذیتیں بھی پہنچاتے تھے۔ظاہر ہے کہ ایسی دو شخصیتیں جن کے درمیان محبت ہو اس محبت کو دشمنی میں بدلنا بہت بڑا جرم ہے۔یہ رحمان کو ناراض کرنے والا اور شیطان کو خوش کرنے والا عمل ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے، پھر اپنی جماعتوں کو بھیجتا ہے،اس کی جماعتوں کے افراد لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہیں۔ابلیس کا سب سے بڑا مقرب ان میں سے وہ ہوتا ہے جو فتنہ ڈالنے میں سب سے بڑا ہو۔ان میں سے ایک آ کر کہتا ہے کہ میں نے ایسا ایسا کیا تو ابلیس کہتا ہے کہ تو نے کچھ بھی نہیں کیا، پھر ان میں سے ایک آتا ہے، وہ کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کے پیچھے اتنا لگا کہ اسکے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی کردی۔اسکی یہ بات سن کر ابلیس اسے قریب کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں! تو نے واقعی کام کیا ہے۔

جادو کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ یہ اللہ کے اختیار سے باہر کی چیز ہے۔یہ بات ذہن میں رہے کہ کوئی بھی اس جادو کے ذریعہ اللہ کی اجازت کے بغیر نقصان نہیں پہنچا سکتا۔یہ حقیقت ہے کہ جادو کے زور سے جو کچھ ہوتا ہے وہ بھی اللہ کی مشیت اور ارادہ ہی سے ہوتا ہے۔یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ جن یہودیوں نے اللہ کی کتاب کو چھوڑ کر جادو کو اختیار کیا اور جادو ہی کے پیچھے پڑ گئے ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔یہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کے بدلہ جادو اور کفر کو خرید لیا اور دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے محروم ہوگئے۔

درس نمبر (۹۲) ایمان اور تقویٰ سورۃ البقرۃ:۱۰۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُواْ وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِّنْ عِندِ اللَّه خَيْرٌ لَّوْ كَانُواْ يَعْلَمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَوْ اور اگر أَنَّهُمْ بیشک وہ آمَنُواْ ایمان لاتے وَاتَّقَوْا اور تقویٰ اختیار کرتے لَمَثُوبَةٌ (تو) البتہ ثواب (ملتا) مِّنْ عِندِ اللَّه اللہ کے ہاں سے خَيْرٌ بہت بہتر لَّوْ کاش کہ كَانُواْ ہوتے وہ يَعْلَمُونَ جانتے

ترجمہ: اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیز گاری کرتے تو اللہ کے ہاں سے بہت اچھا صلہ ملتا۔کیا اچھا ہوتا جو وہ

اس سے واقف ہوتے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اگر وہ ایمان اور تقویٰ اختیار کرتے تو اللہ کے پاس سے ملنے والا ثواب یقیناً کہیں زیادہ بہتر ہوتا

۲۔ کاش کہ ان کو اس بات کا بھی حقیقی علم ہوتا؟

قدرت نے یہ دستور بنایا ہے کہ ایمان اور تقویٰ یہ دو چیزیں ہیں کہ جو کوئی اپنی زندگی کو اپنے ایمان سے منور کر لیتا ہے اور اس ایمان کے ساتھ تقویٰ والی روش اختیار کر لیتا ہے تو اللہ کے ہاں اس کا بہتر سے بہتر صلہ ملے گا اور جو شخص چاہے وہ کتنا ہی بڑا ہو کتنا ہی حسین وجمیل اور طاقتور ہو لیکن اگر اس کے دل میں ایمان کی مضبوطی اور تقویٰ کا نور نہ ہو وہ اللہ کے پاس کوئی صلہ نہ پا سکے گا۔

ایمان اور تقویٰ دونوں کی اہمیت ان آیاتِ قرآنی سے بھی محسوس ہوتی ہے جن آیات میں ایمان اور تقویٰ کا ایک ساتھ ذکر موجود ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۷۹ میں فرمایا **وَإِنْ تُؤْمِنُواْ وَتَتَّقُواْ فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيْمٌ** اگر تم ایمان لے آئے اور تقویٰ اختیار کیا تو پھر تم کو اجر عظیم ہے۔ اہلِ کتاب کو بھی یہ دستور دیا گیا تھا کہ **وَلَــوْ أَنَّ أَهْــلَ الْكِتَابِ آمَنُواْ وَاتَّقَوْاْ لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ** (المائدہ:۶۵) اگر یہ اہلِ کتاب ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان کی برائیاں ضرور معاف کر دیتے۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۹۶ میں ایمان اور تقویٰ کی تاثیر یوں بیان کی گئی کہ **وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُواْ وَاتَّقَواْ لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ** اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو ہم ان پر آسمان وزمین کی برکتیں کھول دیتے۔

درس نمبر (۹۳) یہودیوں نے کس طرح رسولِ رحمت ﷺ کی گستاخی کی؟ سورۃ البقرۃ:۱۰۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تَقُولُواْ رَاعِنَا وَقُولُواْ انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ أَلِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو جو آمَنُواْ ایمان لائے لاَ تَقُولُواْ مت کہو رَاعِنَا راعنا وَقُولُواْ انْظُرْنَا اور کہو انظرنا وَاسْمَعُوا اور سنو وَلِلْكَافِرِيْنَ اور کافروں کیلئے عَذَابٌ أَلِيْمٌ دردناک عذاب ہے۔

ترجمہ: اے ایمان والو! تم راعنا مت کہا کرو اور انظرنا کہہ دیا کرو اور سن لو کہ کافروں کو دردناک سزا ہوگی۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! رسولِ رحمت ﷺ سے مخاطب ہو کر رَاعِنَا نہ کہا کرو

۲۔ بلکہ اُنْظُرْنَا کہہ دیا کرو اور سنا کرو۔

۳۔ اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

یہودی، حضور ﷺ کی گستاخی کرتے تھے اور شرارت بھی کیا کرتے تھے، ان کی گستاخیوں اور شرارتوں میں سے ایک شرارت اور گستاخی یہ ہوتی تھی کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں جب آتے اور آپ کو خطاب کرتے تو یوں کہتے کہ رَاعِـنَـا ۔ یہ رَاعِـنَـا کا لفظ اگر عربی زبان میں ہو تو اس کے معنی آتے ہیں ''ہماری طرف توجہ فرمایئے ہماری رعایت کیجیے ۔'' یہی لفظ اگر عبرانی میں ہو تو اس کے معنی بیوقوف اور شیخی باز کے ہوتے ہیں۔ محاورہ مشہور ہے کہ ''ایک زبان کی بولی دوسری زبان کی گالی ۔'' اس کا یہودی فائدہ اٹھاتے تھے اور رَاعِـنَـا کہہ کر آپس میں مراد گالی لیتے تھے اور ظاہری طور پر یوں محسوس ہوتا کہ وہ حضور ﷺ سے گزارش کر رہے ہوں کہ وہ حضور ﷺ کی رعایت کریں اور توجہ فرمائیں اور یہی یہودی کبھی زبان دبا کر رَاعِیـنَـا 'ی' کے اضافہ کے ساتھ بھی پڑھتے تھے جس کے معنی ہمارا چرواہا کے ہیں۔ یہودی اس طرح کی گستاخی کرتے تھے۔ یہودیوں کی دیکھا دیکھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ ﷺ سے یوں کہتے کہ رَاعِـنَـا آپ ہماری رعایت فرمایئے اور ہماری طرف توجہ فرمایئے۔ اس سے صحابہ کا مقصد مخلصانہ تھا۔ انہیں یہودیوں کی اس شرارت کا کوئی علم نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ایمان والوں کو یہودیوں کی اس شرارت سے آگاہ بھی کیا اور حکم دیا کہ آئندہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے رَاعِـنَـا کا لفظ استعمال مت کرو بلکہ اُنْـظُـرْنَـا کا لفظ استعمال کرو یعنی ہماری طرف رخ فرمایئے اور ہماری جانب توجہ فرمایئے۔

سورۂ نساء کی آیت نمبر ۴۶ میں بھی یہودیوں کی اس حرکت کا یوں تذکرہ ہے وَيَقُـولُـونَ سَـمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْـمَعْ غَيْـرَ مُسْـمَـعٍ وَرَاعِـنَا لَيّاً بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْناً فِي الدِّيْنِ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُواْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْـظُـرْنَا لَكَانَ خَيْراً لَّهُمْ وَأَقْوَمَ اور یہ یہودی اپنی زبانوں کو توڑ مروڑ کر اور دین میں طعنہ زنی کرتے ہوئے کہتے ہیں سَـمِـعْـنَـا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ اور رَاعِنَا حالانکہ وہ اگر یہ کہتے کہ سَـمِـعْنَا وَأَطَعْنَا اور وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا تو ان کے لئے بہتر اور راست بازی کا راستہ ہوتا۔

درس نمبر (۹۴) یہودیوں اور مشرکوں کو یہ گوارا نہیں کہ مسلمانوں پر کوئی خیر نازل ہو سورۃ البقرۃ: ۱۰۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَّـا يَـوَدُّ الَّـذِيْـنَ كَـفَـرُواْ مِـنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلاَ الْمُشْرِكِيْنَ أَن يُنَزَّلَ عَلَيْكُم مِّنْ خَيْرٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَّا يَوَدُّ نہیں چاہتے الَّذِيْنَ كَفَرُواْ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ اہل کتاب میں سے وَلاَ الْمُشْرِكِيْنَ اور نہ مشرک أَن يُنَزَّلَ عَلَيْكُم کہ تم پر نازل کی جائے مِّنْ خَيْرٍ مِّن رَّبِّكُمْ تم پر تمہارے رب کی طرف سے بھلائی وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ اور اللہ خاص کر لیتا ہے بِرَحْمَتِهِ اپنی رحمت سے مَنْ يَّشَاءُ جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ اور اللہ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ بڑے فضل والے ہیں۔

ترجمہ: جولوگ کافر ہیں اہلِ کتاب یا مشرک وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم لوگوں پر تمہارے پروردگار کی طرف سے خیر و برکت نازل ہو اور اللہ تو جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

ا۔ کافر لوگ خواہ اہلِ کتاب میں سے ہوں یا مشرکین میں سے یہ پسند نہیں کرتے کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے کوئی بھلائی تم پر نازل ہو۔

۲۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کیلئے مخصوص فرمالیتا ہے۔

۳۔ اور اللہ تعالیٰ فضلِ عظیم کا مالک ہے۔

یہودی، بنی اسرائیل میں سے تھے اور حضور ﷺ کا تعلق بنو اسماعیل سے تھا۔ محض تعصب کی وجہ سے کہ آخری نبی بنی اسرائیل کے خاندان سے مبعوث نہیں ہوئے اور بنی اسماعیل سے ہو گئے تو باوجود اس بات کہ یہودیوں کو حقیقت کا علم تھا اور وہ آخری نبی کے منتظر تھے، مگر محض تعصب کی وجہ سے حضور ﷺ کو نبی تسلیم نہیں کیا۔ اسی طرح مشرکوں نے بھی آپ ﷺ کو اس لئے نبی تسلیم نہیں کیا کہ آپ ﷺ کی تعلیمات ان کی مرضی کے خلاف تھیں۔ مشرکوں کی بنیاد شرک پر تھی اور آپ ﷺ کی بنیاد توحید پر تھی۔ اسی دشمنی کی وجہ سے یہودیوں اور مشرکوں کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ کوئی خیر حضور ﷺ پر اور آپ کی امت پر اترے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان یہودیوں اور مشرکوں کو اس حقیقت سے باخبر کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کو جس کے ساتھ چاہے خاص کرتے ہیں، ان کا کوئی ہاتھ پکڑ نہیں سکتا، وہ جس کو خیر اور بھلائی دیں اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور اللہ تعالیٰ تو بڑے فضل والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سلسلہ میں قرآنِ مجید میں دوسرے مقامات پر بھی اس حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ اس کی رحمت کے دینے میں وہ مختار ہے وہ جس کو چاہے اپنی رحمت عطا کرے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۷۴ میں ہے **يَـخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ** وہ اپنی رحمت کیلئے جس کو چاہتا ہے خاص طور پر منتخب کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ فضلِ عظیم کا مالک ہے۔

خاندانی وجاہت اور نسلی امتیاز کا اللہ کے فضل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق اور مختارِ کل ہے، وہ جس کو چاہے رسالت عطا فرماتا ہے جس کو چاہے اس سے محروم کر دیتا ہے۔

درس نمبر (۹۵) **احکامات کو منسوخ کرنے کا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے** سورۃ البقرۃ:۱۰۶۔۱۰۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا لَكُم مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَا نَنۡسَخۡ جو ہم منسوخ کرتے ہیں مِنۡ آيَةٍ کوئی آیت أَوۡ نُنۡسِهَا یا اسے بھلا دیتے ہیں نَأۡتِ ہم لے آتے ہیں بِخَيۡرٍ مِّنۡهَا اس سے بہتر أَوۡ مِثۡلِهَا یا اس جیسا أَلَمۡ تَعۡلَمۡ کیا تم نہیں جانتے کہ أَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٍ ہر چیز پر قَدِيرٌ قادر ہیںO أَلَمۡ تَعۡلَمۡ کیا تو نہیں جانتا کہ أَنَّ اللّٰهَ (کہ) بے شک اللہ لَهُ ہی کے لئے ہیں مُلۡكُ السَّمَاوَاتِ وَالۡأَرۡضِ آسمان اور زمین کی بادشاہت وَمَا لَكُم اور نہیں ہے تمہارے لئے مِّنۡ دُونِ اللّٰهِ اللہ کے سوا مِنۡ وَّلِيٍّ کوئی حامی وَلَا نَصِيرٍ اور نہ مددگار۔

ترجمہ: ہم کوئی بھی آیت منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر ہی یا اسی کے مانند دوسرا حکم عطا کر دیتے ہیں، کیا تم کو نہیں معلوم کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہیں؟ تم نہیں جانتے کہ اللہ ہی کے لئے آسمان و زمین کی سلطنت ہے؟ اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی نہ دوست ہے اور نہ ہی کوئی مددگار۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم جب بھی کوئی آیت منسوخ کرتے ہیں یا اسے بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اسی جیسی آیت لے آتے ہیں۔
۲۔ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے؟
۳۔ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت تنہا اسی کی ہے؟
۴۔ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی تمہارا رکھوالا ہے نہ ہی مددگار۔

قرآنِ مجید کے بعض احکام منسوخ بھی ہوتے ہیں۔ قرآنِ مجید کی آیتوں پر غور کریں کہ کبھی ایک حکم اللہ نے دیا پھر اس سے منع فرما دیا اور اس کے خلاف حکم دے دیا، کبھی ایک حکم کے بجائے دوسرا حکم نازل فرما دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ مختار ہیں۔ دنیا میں ملکوں کے سربراہ موقع بموقع احکامات بدلتے رہتے ہیں جب ملک کے ایک بادشاہ کو یہ اختیار ہے تو رب ذوالجلال کو کیوں نہیں؟ آیتوں کی منسوخی کے معاملہ کو لے کر مشرکین نے کہا کہ محمد ﷺ آج ایک بات کہتے ہیں اور کل کو اس سے رجوع کر لیتے ہیں۔ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہوتا تو اس میں منسوخ ہونے کی بات کیوں ہوتی؟ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی اس جہالت والی بات کی تردید فرمائی اور فرمایا کہ ہم جس کسی آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اسی جیسی آیت لے آتے ہیں جیسا کہ اسلام کے ابتدائی دنوں میں مسلمان بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے اور یہ حکم منسوخ ہو گیا اور نماز میں ہی کعبۃ اللہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا گیا۔ درمنثور میں حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک رات ایک صحابی تہجد پڑھنے کھڑے ہوئے، انہیں ایک سورت یاد تھی، انہوں نے اسے نماز میں پڑھنا چاہا تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے علاوہ کچھ نہ پڑھ سکے اور اس رات میں دیگر چند صحابہ کے ساتھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ صبح کو جب رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضر ہو کر یہ معاملہ عرض کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورت گزشتہ رات منسوخ ہو گئی جو لوگوں کے سینوں سے اور ہر اس جگہ سے مٹا دی گئی جہاں جہاں لکھی ہوئی تھی۔

یہ اللہ کا کلام ہے اور اللہ کے کلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ جب چاہیں منسوخ کر دیں اور جب چاہیں بھلا دیں اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں۔

درس نمبر (۹۶) بیجا سوالات سے پرہیز کیجئے سورۃ البقرۃ:۱۰۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

أَمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَسْأَلُواْ رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَى مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالإِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أَمْ تُرِيدُونَ کیا تم چاہتے ہو أَن تَسْأَلُواْ کہ سوال کرو رَسُولَكُمْ اپنے رسول سے كَمَا سُئِلَ جیسا کہ سوال کئے گئے مُوسَى مِن قَبْلُ موسیٰ اس سے پہلے وَمَنْ يَتَبَدَّلِ الْكُفْرَ اور جو اختیار کرے کفر بِالإِيْمَانِ ایمان کے بدلے فَقَدْ ضَلَّ سو وہ بھٹک گیا سَوَاءَ السَّبِيلِ سیدھا راستہ۔

ترجمہ: کیا (اے مسلمانو!) تم بھی چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے اسی طرح کے سوال کرو جیسے اس سے پہلے موسیٰ سے کئے گئے تھے اور جو ایمان کے بجائے کفر کو اختیار کرے وہ یقیناً راہِ راست سے دور ہٹ جائے گا۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے اسی قسم کے سوال کرو جیسے موسیٰ سے کئے جا چکے ہیں۔

۲۔ جو شخص ایمان کے بدلے کفر اختیار کرے وہ یقیناً سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔

یہودی، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بے ہودہ سوالات بھی کرتے تھے اور نا مناسب مطالبات بھی اور مدینہ کے یہودی حضور ﷺ کے ساتھ بھی اسی طرح کی حرکتیں کرتے تھے۔ اس خدشہ سے کہ یہودیوں کی اس بدترین اور مضر عادتوں کا کہیں مسلمان شکار نہ ہو جائیں اس لئے کہ بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ بعض سیدھے سادھے مسلمان حضور ﷺ سے بیجا سوالات بھی کرنے لگے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مسلمانوں کو کثرتِ سوالات اور بیجا سوالات کرنے سے منع کر دیا اور مسلمانوں سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا تم بھی یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے اسی قسم کے سوال کرو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان کی قوم نے کیا تھا؟ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۰۱ میں ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے یوں کہا گیا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَسْأَلُواْ عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوالات مت کیا کرو اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں وہ تمہیں ناگوار ہوں۔ اس حقیقت کو ذہن میں رکھا جائے کہ ذہن میں آنے والے ہر سوال کا مفید ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ سوال کرنے سے پہلے اپنے ضمیر سے سوال کر لیا جائے کہ یہ سوال قابلِ سوال ہے یا نہیں؟

آج بھی بعض مسلمان دینِ اسلام کے احکامات پر بیجا اور فضول سوالات علماء سے کرتے ہیں، انہیں اس سے

گریز کرنا چاہئے اور نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، عمرہ، قربانی، وراثت، سود اور دیگر تجارتی حلال وحرام سے متعلق اہم مسائل دریافت کرنا چاہئے جن کا جاننا فرض ہے۔

درس نمبر(۹۷) یہود ونصاریٰ کی سازشوں کے بارے میں مسلمان اپنے کان کھڑے رکھیں البقرۃ:۱۰۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّاراً حَسَداً مِّنْ عِنْدِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فَاعْفُواْ وَاصْفَحُواْ حَتَّى يَأْتِيَ اللّهُ بِأَمْرِهِ إِنَّ اللّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (البقرة:۱۰۹)

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَدَّ كَثِيرٌ چاہا بہت سے مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ اہل کتاب نے لَوْ يَرُدُّونَكُم کاش تمہیں لوٹا دیں مِّنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ تمہارے ایمان لانے کے بعد كُفَّاراً کفر میں حَسَداً حسد کی وجہ سے مِّنْ عِنْدِ أَنفُسِهِم جو کہ خود ان کے دلوں ہی سے ہے مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ حق واضح ہونے کے بعد فَاعْفُواْ پس تم معاف کرو وَاصْفَحُواْ اور درگزر کرو حَتَّى یہاں تک کہ يَأْتِيَ اللّهُ اللہ بھیج دیں بِأَمْرِهِ اپنا حکم إِنَّ اللّهَ بے شک اللہ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز پر قَدِيرٌ قدرت رکھنے والا۔

ترجمہ: بہت سے اہل کتاب اپنے دل کی جلن سے یہ چاہتے ہیں کہ ایمان لا چکنے کے بعد تم کو پھر کافر بنا دیں حالانکہ ان پر حق ظاہر ہو چکا ہے۔ تو تم معاف کردو اور درگزر کرو۔ یہاں تک کہ اللہ اپنا دوسرا حکم بھیجے۔ بیشک اللہ ہر بات پر قادر ہے۔

تشریح: اِس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بہت سے اہلِ کتاب اپنے دلوں کے حسد کی بناء پر یہ چاہتے ہیں کہ تمہارے ایمان لانے کے بعد تمہیں پلٹا کر پھر کافر بنا دیں باوجود یہ کہ حق ان پر واضح ہو چکا ہے۔

۲۔ چنانچہ تم معاف کرو اور درگزر سے کام لو۔

۳۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ خود اپنا فیصلہ بھیج دے۔

۴۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

یہودی ایک زمانہ سے مسلسل اس بات کی کوشش میں ہیں کہ مسلمان اپنے دین سے منحرف ہو جائیں۔ نصاریٰ کا بھی یہی حال ہے کہ مختلف قسم کے لالچ دے کر وہ کمزور اور غریب مسلمانوں کو دینِ اسلام سے پھیر کر اپنے دین کی طرف لے جانے کی سازشیں اور کوششیں کرتے ہیں۔ اس وقت ملک کے حالات کے تناظر میں ارتداد کا مسئلہ مسلمانوں کیلئے ایک چیلنج سے کم نہیں ہے۔ ہمارے بچوں کو انگریزی تعلیم کے بہانے ان کو ان کے دین سے دور کرنے کی جو منظّم کوششیں جاری ہیں وہ یقیناً تشویشناک ہیں۔ یہودی، عیسائی اور مشرکین و کفار کی

سازشوں کے سلسلہ میں اب مسلمانوں کو اپنے کان کھڑے رکھنے ہوں گے اور پوری طرح چوکنا و باخبر بھی رہنا ہوگا۔ مسلمانوں کو اسلام سے منحرف کرنے اور مسلمانوں کے دلوں میں شکوک وشبہات کے کانٹے چبھونے کی یہ خواہش دورِ رسالت سے ہی یہودیوں کی رگ رگ میں پیوست رہی ہے۔ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے دلوں سے اپنے دین کا اعتماد اور اعتبار ختم کردیں۔ اسلام دشمنی میں اور مسلمانوں کو دین سے بیزار اور منحرف کرنے میں ساری قومیں اندرونی طور پر متفق ہو چکی ہیں۔ ہم مسلمانوں کو اب ہوش سنبھالنا ہے اور اسلام کی سربلندی کیلئے مسلکوں کے جزوی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر کمر بستہ ہو جانا ہے۔

ہمارے ملک بھارت میں یہاں کے فرقہ پرست ہندو گھر واپسی کے نام سے مسلمانوں کو انکے مذہب سے دور کرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ گھر واپسی کی تحریک دراصل یہودی تحریک ہے۔اس وقت مسلمان اپنے دین وایمان میں مضبوطی پیدا کریں اور اپنی نسلوں کو اسی دین حق پر قائم رہنے کی تلقین کریں۔

درس نمبر (۹۸) بھلائی کی جزاء اللہ کے ہاں ملے گی سورۃ البقرۃ:۱۱۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَأَقِيمُوا الصَّلاَةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَأَقِيمُوا اور تم قائم کرو الصَّلاَةَ نماز وَآتُوا اور دیتے رہو الزَّكَاةَ زکوٰۃ وَمَا تُقَدِّمُوا اور جو آگے بھیجوگے لِأَنفُسِكُم اپنے لئے مِّنْ خَيْرٍ جو نیک کام بھی تَجِدُوهُ تم اسکو پاؤگے عِندَ اللّٰهِ اللہ کے پاس إِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ بِمَا تَعْمَلُونَ جو کچھ تم کرتے ہو بَصِيرٌ دیکھ رہے ہیں۔

ترجمہ: اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جو نیکی بھی تم اپنے لئے آگے (عالمِ آخرت کے لئے) بھیجوگے اللہ کے پاس اسے موجود پاؤگے، بے شک اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ قائم کرو نماز۔

۲۔ ادا کرو زکوٰۃ۔

۳۔ جو بھلائی کا عمل بھی تم خود اپنے فائدے کے لئے آگے بھیج دوگے اس کو اللہ کے پاس پاؤگے۔

۴۔ بیشک جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔

پچھلی آیت میں یہودیوں کی اس سازش کا تذکرہ تھا کہ یہودی یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو ان کے دین سے پھیر دیں اور کفر کی طرف لوٹا دیں۔ ان کی اس سازش کے تذکرہ کے فوری بعد دو کاموں کے کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تاکہ مسلمان ان کی سازشوں کا شکار نہ ہوں۔ پہلا حکم یہ دیا کہ مسلمان نماز کو قائم کریں اور دوسرا حکم یہ دیا کہ مسلمان

زکوٰۃ دیتے رہیں۔اس کا واضح مطلب یہ کہ اگر مسلمان مجموعی طور پر نماز کے صد فیصد پابند ہو جائیں اور اپنے مال کی زکوٰۃ دینے لگ جائیں تو پھر یہودی کبھی اس سازش میں کامیاب نہیں ہو پائیں گے۔ان دو کاموں کا حکم دینے کے بعداللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کواس بات کی گیارنٹی دے دی کہ جو کچھ بھی وہ بھلے کام اس دنیا میں کر رہے ہیں اس کی جزاءوہ آخرت میں ضرور پائیں گےاوراگرصد فیصد مسلمان حَيَّ عَلَى الصَّلٰوۃ کی ایک آواز پر اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوں اور مسجدوں میں ہر دن پانچ مرتبہ پابندی کے ساتھ جمع ہوں تو مسلمانوں کے اس اجتماعی عمل کا رعب دشمن قوموں پر اس قدر پڑے گا کہ پھر کبھی وہ مسلمانوں کی آنکھ سے آنکھ ملانے کی جرأت نہیں کر پائیں گے۔جھول ہم مسلمانوں میں ہے کہ ہم نے اللہ کی دعوت پر لَبَّیْکَ وَ سَعْدَیْکَ کہنے کے بجائے لاپرواہی کے ساتھ اپنے گھروں میں مست سوتے پڑے ہیں یا کاروبار میں مصروف ومشغول ہیں۔

یہودیوں کی یہ خواہش کہ مسلمان اپنے دین حق سے مڑ جائیں اس خواہش کے تذکرہ کے بعد قرآنِ مجید نے مسلمانوں کو دو کاموں کا حکم دیا کہ وَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ نماز قائم کرواورزکوٰۃ ادا کرو۔ہمارے ملک بھارت کے فرقہ پرست بھی ہم مسلمانوں کے بارے میں یہی خواہش رکھتے ہیں کہ گھر واپسی ہو یعنی ہم اپنا دین چھوڑ کر کفر اختیار کرلیں۔اصل گھر واپسی تو ان کافروں کی ہونی چاہئے اس لئے کہ ہم سب کے باپ اور ماں آدم اور حوا مسلمان تھے۔

درس نمبر (۹۹) **یہود ونصاریٰ کی جھوٹی آرزو جو کبھی پوری نہ ہو سکے گی** سورۃ البقرۃ:۱۱۱۔۱۱۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَقَالُواْ لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلاَّ مَن كَانَ هُوداً أَوْ نَصَارَى تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُواْ بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ○ بَلَى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِندَ رَبِّهِ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالُواْ اور انہوں نے کہا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ ہرگز کوئی نہ داخل ہوگا جنت میں إِلاَّ مگر مَن كَانَ جو ہو هُوداً أَوْ نَصَارَى یہودی یا نصرانی تِلْكَ یہ أَمَانِيُّهُمْ ان کی جھوٹی آرزوئیں ہیں قُلْ آپ کہہ دیجئے هَاتُواْ تم لاؤ بُرْهَانَكُمْ تمہاری اپنی دلیل إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ اگر تم ہو سچے ○ بَلَى کیوں نہیں مَنْ أَسْلَمَ جس نے جھکا دیا وَجْهَهُ اپنا چہرہ لِلّهِ اللہ کے لئے وَهُوَ مُحْسِنٌ اور وہ نیکوکار بھی ہو فَلَهُ پس اس کے لئے أَجْرُهُ اس کا اجر ملے گا عِندَ رَبِّهِ اس کے رب کے پاس وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ ایسے لوگوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ اور نہ وہ غمگین ہوں گے

ترجمہ: اور یہودی اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا کوئی بہشت میں نہیں جائے گا یہ ان لوگوں کے خیالات باطل ہیں اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو○ ہاں! کیوں نہیں جو شخص اللہ کے آگے گردن جھکا دے یعنی ایمان لے آئے اور وہ نیکوکار بھی ہو تو اس کا صلہ اس کے پروردگار کے پاس ہے اور ایسے لوگوں کو قیامت کے دن نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اور یہ یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودیوں اور نصاریٰ کے سوا کوئی بھی ہرگز جنت میں داخل نہ ہوگا۔

۲۔ یہ محض ان کی آرزوئیں ہیں۔

۳۔آپ ان سے کہئے کہ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو اپنی کوئی دلیل لے کر آؤ۔

۴۔ کیوں نہیں؟ قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص بھی اپنا رخ اللہ کے آگے جھکا دے اور وہ نیک عمل کرنے والا ہوا سے اپنا اجر اپنے پروردگار کے پاس ملے گا اور ایسے لوگوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

یہود اور نصاریٰ دونوں کا یہ مشترکہ دعویٰ اور خیال تھا کہ جنت ان کے باپ کی جاگیر ہے۔ وہ دعویٰ کرتے تھے کہ سچائی صرف انہی کے پاس ہے اور نجات پاکر صرف وہی جنت میں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک جھٹکے میں ان کے اس نامعقول دعویٰ کی تردید کردی کہ یہ ان کی جھوٹی آرزوئیں ہیں، اے نبی! یہ جنت کے ان جھوٹے دعویداروں سے کہئے کہ اگر تم سچے ہو کہ تم جنتی ہو تو کوئی دلیل لے کر آؤ۔ طاقتور رب ذوالجلال کی طرف سے دلیل کا مطالبہ خود اس بات کی علامت ہے کہ یہود و نصاریٰ کا دعویٰ کھوکھلا ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

ایک طرف یہود و نصاریٰ نے یہ کہا کہ جنت میں تو صرف وہی دونوں قومیں جائیں گی، دوسرا کوئی جنت میں نہیں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے کھل کر یہ اعلان کر دیا کہ حقیقت یہ ہے کہ جنت میں تو وہ جائے گا جس نے اپنا چہرہ اللہ کے سامنے جھکا دیا ہو اور وہ نیکوکار بھی ہو اور اس صفت کے حامل وہ مسلمان ہیں جو اللہ پر اور اس کے آخری نبی پر ایمان رکھتے ہیں۔ ایسے خوش نصیب مسلمانوں کیلئے ان کے پروردگار کے پاس اجر بھی ہے اور جب یہ جنت میں جائیں گے تو ان پر نہ کوئی خوف کے آثار رہیں گے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ یہود و نصاریٰ نے مسلمانوں سے یہ بھی کہا تھا کہ تم یہودی یا نصرانی بن جاؤ راہِ راست پر آجاؤ گے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۳۵ میں ان کی اس دعوتِ باطلہ کا تذکرہ یوں ہے وَقَالُواْ كُونُواْ هُودًا أَوْ نَصَارَى تَهْتَدُواْ انہوں نے کہا کہ تم یہودی یا نصرانی بن جاؤ راہِ راست پر آجاؤ گے۔

یہ آیت ہمیں اس بات کی ترغیب دیتی ہے کہ ہم اخلاص کے ساتھ اللہ کے سامنے سرِ خم تسلیم کردیں اور اللہ تعالیٰ کی وہ جنت پالیں جس جنت کو اس خوف اور حزن سے بالکل پاک رکھا گیا ہے۔

درس نمبر (۱۰۰) یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کو بے بنیاد سمجھتے تھے سورۃ البقرۃ:۱۱۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَى عَلَىَ شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ لاَ يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُواْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالَتِ الْيَهُودُ اور یہود نے کہا لَيْسَتِ النَّصَارَى عَلَى شَيْءٍ کہ نصاریٰ کسی بنیاد پر نہیں ہیں وَقَالَتِ النَّصَارَى اور نصاریٰ نے کہا لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ یہود کسی بنیاد پر نہیں ہیں وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ حالانکہ وہ سب کتابیں پڑھتے ہیں كَذَٰلِكَ اسی طرح قَالَ الَّذِينَ ان لوگوں نے کہا جو لَا يَعْلَمُونَ علم نہیں رکھتے مِثْلَ قَوْلِهِمْ انہی کا سا قول فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ سو اللہ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ جن میں وہ آپس میں اختلاف کر رہے تھے۔

ترجمہ: اور یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی رستے پر نہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی رستے پر نہیں حالانکہ وہ کتاب الٰہی پڑھتے ہیں۔ اسی طرح بالکل انہی کی سی بات وہ لوگ کہتے ہیں جو کچھ نہیں جانتے یعنی مشرک تو جس بات میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں اللہ قیامت کے دن اس کا ان میں فیصلہ کر دے گا۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہودی کہتے ہیں کہ عیسائیوں کے مذہب کی کوئی بنیاد نہیں۔

۲۔ اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودیوں کے مذہب کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔

۳۔ حالانکہ یہ سب آسمانی کتاب پڑھتے ہیں۔

۴۔ اسی طرح وہ مشرکین جن کے پاس کوئی آسمانی علم ہی سرے سے نہیں ہے انہوں نے بھی ان اہلِ کتاب کی جیسی باتیں کہنی شروع کر دی ہیں۔

۵۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ہی قیامت کے دن ان کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں یہ اختلاف کرتے رہے ہیں۔

یہودی کہنے لگے کہ نصاریٰ کا مذہب کسی بنیاد پر قائم نہیں یعنی نصاریٰ سرے سے غلط ہیں اور اسی طرح نصاریٰ بھی یہی کہنے لگے کہ یہود کا مذہب بے بنیاد ہے۔ یہ لوگ سرے سے غلط ہیں۔ تعجب کی بات یہ ہیکہ یہ دونوں یہودی اور نصاریٰ آسمانی کتابیں ہی پڑھتے پڑھاتے ہیں، یہودی تورات پڑھتے ہیں اور نصاریٰ انجیل پڑھتے ہیں اور دونوں کتابوں میں دونوں رسولوں یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی اور دونوں کتابوں یعنی تورات وانجیل کی تصدیق موجود ہے۔ ان یہودیوں اور نصاریٰ کا دیکھا دیکھی مشرکین کو بھی جوش آیا اور یہ بے علم مشرکین جو جہالت کے دلدل میں پھنسے ہوئے تھے، انہوں نے وہی کہا کہ ان یہود ونصاریٰ دونوں کا دین بے بنیاد ہے، اب حق پر تو بس ہم ہی ہیں۔ دنیا میں تو یہ سب اپنی اپنی ہانک رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان قیامت کے دن عملاً فیصلہ کر دیں گے اور اس حقیقت کو بتلا دیں گے کہ کون حق پر تھے اور کون باطل پر تھے؟

درس نمبر(١٠١) **سب سے بڑا ظالم کون؟** سورۃ البقرۃ:١١٤۔١١٥

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهُ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا أُولٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَّدْخُلُوْهَا إِلَّا خَآئِفِيْنَ لَهُمْ فِيْ الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِيْ الآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ جس نے روکا اللہ کی مسجدوں میں اس بات سے کہ أَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهُ اس میں اس کے نام کا ذکر کیا جائے وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا اور ان کے ویران ہونے میں کوشش کرے أُولٰئِكَ ان لوگوں کو تو مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَّدْخُلُوْهَا قدم بھی نہ رکھنا چاہئے تھا إِلَّا خَآئِفِيْنَ مگر ڈرتے ہوئے لَهُمْ ان لوگوں کو فِيْ الدُّنْيَا خِزْيٌ دنیا میں رسوائی ہے وَلَهُمْ اور ان کے لئے فِيْ الآخِرَةِ آخرت میں عَذَابٌ عَظِيْمٌ بڑا عذاب ہے ○ وَلِلّٰهِ اور اللہ ہی کے لئے ہے الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ مشرق ومغرب فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا سو جس طرف تم منہ کرو فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اُدھر اللہ کا رخ ہے إِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ وسعت والے جاننے والے ہیں۔

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام کا ذکر کئے جانے کو منع کرے اور ان کی ویرانی کیلئے کوشش کرے؟ ان لوگوں کو کچھ حق نہیں کہ مسجدوں میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب ○ اور مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کا ہے۔ جدھر بھی تم رخ کرو ادھر ہی اللہ کی ذات ہے۔ بیشک اللہ صاحب وسعت ہے باخبر ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

١۔ اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں پر اس بات کی بندش لگادے کہ ان میں اللہ کا نام لیا جائے اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے؟

٢۔ ایسے لوگوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان مسجدوں میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے۔

٣۔ ایسے لوگوں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور انہیں آخرت میں زبردست عذاب ہوگا۔

٤۔ اور مشرق ومغرب سب اللہ ہی کی ہیں۔

٥۔ جس طرف بھی تم رخ کروگے وہیں اللہ کا رخ ہے۔

٦۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت وسعت والا بڑا علم رکھنے والا ہے۔

یہودیوں نے تحویلِ قبلہ کے بعد کم سمجھ لوگوں میں شکوک وشبہات پیدا کئے اور مسجد نبوی کی ویرانی کی کوشش کی۔

روم کے بعض سلاطین جن کا تعلق نصاریٰ سے تھا انہوں نے بیت المقدس کی ویرانی کی کوشش کی اور جب ۶ سن ہجری کو رسول اللہ ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کے ارادہ سے مکۂ مکرمہ کے لئے نکلے تو مشرکینِ مکہ نے آپ ﷺ کو اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مسجد الحرام میں داخل ہونے نہ دیا اور ایک معاہدہ کے بعد حدیبیہ سے مدینہ منورہ واپس ہو گئے۔ اس طرح مکہ کے مشرکین نے بیت اللہ میں عبادت سے روکا اور کہنے لگے کہ ہم ایسے لوگوں کو نہیں آنے دیں گے جنہوں نے بدر کے روز ہمارے باپ، چچا اور بھائیوں کو قتل کیا ہے۔ انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ سب سے بڑا بھاری ظلم یہ ہے کہ مسجدوں میں اللہ کا نام لینے سے روکا جائے اور اس کی ویرانی کی کوشش کی جائے اور ایسے لوگوں کے لئے دنیا میں ذلت اور آخرت میں عذابِ عظیم کی وعید سنائی گئی۔ ایسے مسلمان جنہیں مسجد الحرام میں جانے سے روکا گیا انہیں اس موقع پر تسلی دی گئی کہ مسلمان مسجد حرام سے روک دیئے جانے کے سبب رنجیدہ نہ ہوں کیونکہ تمام مشرق و مغرب اللہ ہی کے لئے ہیں جس جگہ بھی اللہ کی عبادت کی جائے اللہ تعالیٰ تو وہیں ہیں اور وہ سب کچھ جاننے والے بھی ہیں۔

درس نمبر (۱۰۲) یہود نصاریٰ اور مشرکین کا ایک غلط عقیدہ سورۃ البقرۃ:۱۱۶۔۱۱۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَداً سُبْحَانَهُ بَل لَّهُ مَا فِيْ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلٌّ لَّهُ قَانِتُوْنَ O بَدِيْعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِذَا قَضَى أَمْراً فَإِنَّمَا يَقُوْلُ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالُوا اورانہوں نے کہا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَداً اللہ نے بنالیا بیٹا یعنی اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے سُبْحَانَهُ اللہ پاک ہے بَل لَّهُ مَا فِيْ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ بلکہ اللہ کے مملوک ہیں جو کچھ بھی آسمانوں میں اور زمین میں ہیں كُلٌّ لَّهُ قَانِتُوْنَ سب اسی کے محکوم ہیں O بَدِيْعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے موجد ہیں وَإِذَا قَضَى أَمْراً اللہ تعالیٰ فیصلہ کرتا ہے کسی کام کا فَإِنَّمَا يَقُوْلُ لَهُ تو بس وہ اس کو فرمادیتے ہیں کہ كُنْ ہو جاؤ فَيَكُوْنُ تو وہ ہو جاتا ہے۔

ترجمہ: اور یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے، نہیں! وہ پاک ہے بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور سب اس کے فرمانبردار ہیں O وہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو ارشاد فرمادیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے کوئی بیٹا بنایا ہوا ہے حالانکہ اس کی ذات پاک ہے۔

۲۔ بلکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے۔

۳۔ سب کے سب اس کے فرمانبردار ہیں۔

۴۔وہ آسمانوں اورزمین کا موجد ہے۔
۵۔جب وہ کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو بس اتنا کہتا ہے کہ ہوجا، چنانچہ وہ ہوجاتی ہے۔

یہودی حضرت عزیز کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے اور عیسائی یعنی نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے اور عرب کے مشرکین فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ان تینوں باطل قوموں کے اس باطل عقیدہ کی اللہ تعالیٰ نے تردید کردی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو ان سب باتوں سے پاک ہے۔وہ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ ہے نہ وہ کسی کا باپ ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا، اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثال ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ اگر اللہ کو اولاد ہونا مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ کہ اس کی مثال ہے اس لئے کہ بیٹا باپ کی مثال ہی تو ہوتا ہے۔دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ خالق اور مالک ہے، کسی کا باپ یا دادا نہیں ہے اور یہ عقلی طور پر نا قابلِ تسلیم بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی جانب اولاد کو منسوب کرنا عقلاً بھی نامناسب ہے۔سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۰۱ میں کہا گیا بَدِیْعُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ أَنَّى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُن لَّهُ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وہ تو آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اس کا کوئی بیٹا کہاں ہوسکتا ہے؟ جب کہ اس کی کوئی بیوی ہی نہیں؟ اسی نے ہر چیز پیدا کی ہے۔سورۂ یونس کی آیت نمبر ۶۸ میں بھی یہ بات کہی گئی کہ قَالُواْ اتَّخَذَ اللّهُ وَلَداً سُبْحَانَهُ هُوَ الْغَنِيُّ کچھ لوگوں نے کہہ دیا کہ اللہ اولاد رکھتا ہے، پاک ہے اس کی ذات اور وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے۔

درس نمبر (۱۰۳) اللہ ہم سے بات کیوں نہیں کرتا؟ سورۃ البقرۃ:۱۱۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَالَ الَّذِيْنَ لاَ يَعْلَمُوْنَ لَوْلاَ يُكَلِّمُنَا اللّهُ أَوْ تَأْتِيْنَا آيَةٌ كَذَالِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِم مِّثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ قَدْ بَيَّنَّا الآيَاتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالَ الَّذِيْنَ اور ان لوگوں نے کہا جو لاَ يَعْلَمُوْنَ علم نہیں رکھتے لَوْلاَ يُكَلِّمُنَا اللّهُ اللہ ہم سے کیوں کلام نہیں کرتا أَوْ تَأْتِيْنَا آيَةٌ یا ہمارے پاس کوئی نشانی ہی آجاتی كَذَالِكَ اسی طرح قَالَ الَّذِيْنَ ان لوگوں نے کہا جو مِن قَبْلِهِم ان سے پہلے ہو گزرے ہیں مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ان ہی کے جیسی بات تَشَابَهَتْ ایک جیسے ہو گئے قُلُوبُهُمْ ان کے دل قَدْ بَيَّنَّا ہم نے واضح کر دیا الآيَاتِ نشانیاں لِقَوْمٍ ان لوگوں کے لئے جو يُّوْقِنُوْنَ یقین رکھتے ہیں۔

ترجمہ: اور جو لوگ کچھ نہیں جانتے یعنی مشرک وہ کہتے ہیں کہ اللہ ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟ اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے تھے وہ بھی انہی کی سی باتیں کیا کرتے تھے ان لوگوں کے دل آپس میں ملتے جلتے ہیں جو لوگ صاحب یقین ہیں ان کے سمجھانے کے لئے ہم نے نشانیاں بیان کر دی ہیں۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

١۔ جولوگ علم نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ اللہ ہم سے براہ راست کیوں بات نہیں کرتا؟
٢۔ یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟
٣۔ جولوگ ان سے پہلے گزرے ہیں وہ بھی اسی طرح کی باتیں کہتے تھے جیسی یہ کہتے ہیں۔
٤۔ ان سب کے دل ایک جیسے ہیں۔
٥۔ حقیقت یہ ہے کہ جولوگ یقین کرنا چاہیں ان کے لئے ہم نشانیاں پہلے ہی واضح کر چکے ہیں۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی امتوں کا عام طور پر طریقہ یہ تھا کہ وہ صریح دلائل اور معجزات کو دیکھنے اور سننے کے باوجود ان کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور اپنی طرف سے نبوت کی دلیلیں طلب کرتے تھے، انہی میں سے ایک مطالبہ ان کا یہ بھی تھا کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے خود بات کیوں نہیں کرتا؟ اگر وہ ہم سے بات کرلے تو ہم ایمان لے آئیں گے اور ان کا یہ بھی مطالبہ تھا کہ ہم جس چیز کا مطالبہ کرتے ہیں وہ معجزہ ہمارے سامنے آنا چاہئے۔

سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر ۵١ میں اس بات کی وضاحت کردی گئی ہے کہ **وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْياً أَوْ مِن وَّرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولاً فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ** اور کسی انسان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے روبرو بات کرے سوائے اس کے کہ وہ وحی کے ذریعہ ہو یا کسی پردے کے پیچھے سے یا پھر وہ کوئی پیغام لانے والا فرشتہ بھیج دے اور وہ اس کے حکم سے جو وہ چاہے وحی کے پیغام پہنچادے یقیناً وہ بہت اونچی شان والا بڑی حکمت کا مالک ہے۔ بعض مفسرین نے کہا کہ یہ یہود و نصاریٰ کا مطالبہ تھا اور بعض مفسرین نے کہا کہ یہ عرب کے مشرکین کا مطالبہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ان سے پہلے جولوگ گزرے ہیں انہوں نے بھی اسی طرح کا مطالبہ کیا تھا، اِن کے اور اُن کے دل ایک ہی جیسے ہیں۔ ہم نے ہمارا کام کردیا ہے کہ یقین رکھنے والوں کو سمجھانے کیلئے ہم نے نشانیاں واضح انداز میں بیان کردیئے ہیں۔

درس نمبر (١٠٤) رسولِ رحمت ﷺ بشیر بھی ہیں اور نذیر بھی سورة البقرة:١١٩

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيراً وَنَذِيراً وَلاَ تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّا بے شک أَرْسَلْنَاكَ ہم نے آپ کو بھیجا بِالْحَقِّ حق کے ساتھ بَشِيراً خوشخبری دینے والا وَنَذِيراً اور ڈرانے والا وَلاَ تُسْأَلُ اور آپ سے پوچھا نہ جائے گا عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ دوزخ والوں کے بارے میں

ترجمہ: اے پیغمبر! ہم نے تم کو سچائی کے ساتھ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اہل دوزخ کے بارے میں تم سے کچھ پوچھا نہ جائے گا۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پیغمبر! بے شک ہم نے تمہیں حق دے کر بھیجا ہے۔

۲۔ تم جنت کی خوشخبری دو اور جہنم سے ڈراؤ۔

۳۔ اور جو لوگ اپنی مرضی سے جہنم کا راستہ اختیار کر چکے ہیں ان کے بارے میں آپ سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ سے متعلق تین باتیں بیان کی ہیں، ایک بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ باطل آپ کے قریب بھی نہیں آ سکتا۔ اس بات کی ایک اور آیت وضاحت کرتی ہے کہ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ وہی وہ اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تو آپ ﷺ کا تعلق سرتاپا حق سے ہے باطل سے نہیں۔ اہلِ جنت بھی جنت میں یہ بات کہیں گے کہ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ہمارے پروردگار کے پیغمبر واقعی ہمارے پاس بالکل سچی بات لے کر آئے تھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا میں بھیجے گئے سارے ہی پیغمبر حق بات اور سچی بات لے کر اس دنیا میں آئے تھے۔

دوسری بات یہ بیان کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بشیر یعنی نیک لوگوں کو بشارت دینے والا بنا کر بھیجا، اسی طرح آپ ﷺ برے لوگوں کو ڈرانے والے بن کر آئے، اس طرح آپ ﷺ بیک وقت اپنی امت کے لئے بشیر بھی ہیں اور نذیر بھی ہیں۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۸۸ میں رسولِ رحمت ﷺ کی زبانی یہ بات کہلوائی گئی کہ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ میں تو بس ایک ہوشیار کرنے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں ان لوگوں کے لئے جو میری بات مانیں۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۰۵ میں آپ ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ہم نے آپ کو صرف خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اپنی اولاد یا اپنے محکوموں کی تربیت کا مفید طریقہ یہی ہے کہ ہم اپنی اولاد اور اپنے محکوموں کو ان کے اچھے اور بھلے کاموں پر خوشخبری دیں اور ان کے برے کاموں پر ان کو ڈرائیں، صرف بشیر بننا یا صرف نذیر بننا حکمت اور طریقۂ دعوت و تربیت کے خلاف ہے۔

تیسری بات یہ بیان کی گئی کہ جو لوگ مسلمان نہیں ہیں اور دوزخ کی راہ پر ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کے بارے میں یوں تسلی دی کہ آپ ان کے بارے میں زیادہ پریشان نہ ہوں آپ اپنا کام کرتے جائیں دعوت دیتے جائیں۔ آپ کا کام پہنچانا ہے اِنْ عَلَیْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ۔ آپ سے ان دوزخیوں کے بارے میں کچھ پوچھا نہیں جائے گا۔

درس نمبر (۱۰۵) یہود و نصاریٰ ہم سے کب خوش ہوں گے؟ سورۃ البقرۃ:۱۲۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَنْ تَرْضٰی عَنْكَ الْیَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَنْ تَرْضَی اور ہرگز راضی نہ ہوں گے عَنْکَ آپ سے الْیَھُودُ یہودی وَلاَ النَّصَارَی اور نہ نصاریٰ حَتَّی جب تک کہ تَتَّبِعَ آپ پیروی (نہ) کریں مِلَّتَھُمْ ان کے دین کی قُلْ آپ کہہ دیجئے اِنَّ ھُدَی اللّٰہِ بیشک اللہ کا راستہ ہی ھُوَ الْھُدَی وہی حقیقت میں راستہ ہے وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَھْوَاءَ ھُم اور اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی بَعْدَ الَّذِیْ جَاءَ کَ مِنَ الْعِلْمِ ان کے غلط خیالات کا علم آ چکنے کے بعد تو مَا لَکَ مِنَ اللّٰہِ اللہ کی طرف سے نہیں ہے آپ کیلئے کوئی مِنْ وَّلِیٍّ نہ کوئی یار وَلاَ نَصِیْرٍ اور نہ کوئی مددگار۔

ترجمہ: اور تم سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہوں گے اور نہ عیسائی یہاں تک کہ تم ان کے مذہب کی پیروی اختیار کرلو ان سے کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت یعنی دین اسلام ہی ہدایت ہے اور اے پیغمبر! اگر تم اپنے پاس علم یعنی وحی الٰہی کے آ جانے پر بھی ان کی خواہشوں پر چلو گے تو تم کو اللہ کی پکڑ سے بچانے والا نہ کوئی دوست ہوگا نہ کوئی مددگار۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہود و نصاریٰ تم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک تم ان کے مذہب کی پیروی نہیں کرو گے۔

۲۔ کہہ دو کہ حقیقی ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے۔

۳۔ اور تمہارے پاس وحی کے ذریعہ جو علم آ گیا ہے اگر کہیں تم نے اس کے بعد بھی ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی کرلی تو تمہیں اللہ سے بچانے کے لئے کوئی نہ حمایتی ملے گا اور نہ ہی کوئی مددگار۔

تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ یہود و نصاریٰ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ پیشکش کی کہ ہم آپس میں صلح کرلیں یعنی بعض چیزوں میں آپ نیچے اتر جائیں اور کچھ ڈھیل دے دیں تو ہم آپ کا دین قبول کرلیں گے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ تفسیر قرطبی میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے دراصل یہ بات کہی ہے کہ یہ جو آپ سے معجزات کا مطالبہ کیا جا رہا ہے اس کا یہ مطلب ہرگز مت سمجھئے کہ اگر آپ یہ معجزات لے آئیں تو یہ آپ سے راضی ہو جائیں گے، ہرگز نہیں، ان کا مقصد تو یہ ہے کہ آپ اپنے دین اسلام کو چھوڑ دیں اور ان کی اتباع کرلیں، جب تک آپ ان کے دین کی اتباع نہ کریں گے یہ کبھی آپ سے راضی نہیں ہوں گے۔

اس کے بعد آپ ﷺ کو اس حقیقت سے بھی باخبر کر دیا گیا کہ اگر آپ ان لوگوں کی خواہشات کی اتباع کریں گے تو یہ بات جان لیجئے کہ ایسی صورت میں نہ آپ کا کوئی یار رہے گا اور نہ کوئی مددگار۔ اس میں ساری امت کے لئے بھی سبق ہے کہ اگر امت کا کوئی فرد دین اسلام کو چھوڑ کر یہود و نصاریٰ کے راستہ پر چلے گا تو اس کا بھی کوئی یار و مددگار نہیں رہے گا۔ اہلِ باطل کی اتباع یعنی یہود و نصاریٰ کی اتباع کا انجام یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مدد و نصرت سے اس شخص کو محروم کر دیں گے اور جو شخص اللہ کی مدد و نصرت اور اس کے سہارے سے محروم ہو جائے وہ ناکامی ہی کا چہرہ دیکھ سکتا ہے۔ اس کے کامیاب و کامران ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ سورۂ بقرہ

کی آیت نمبر۱۴۵ میں بھی اسی قسم کی بات کہی گئی کہ وَلَـئِـنِ اتَّبَـعْـتَ أَهْـوَاءَ هُـم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَ کَ مِنَ الْعِلْـمِ إِنَّکَ إِذاً لَّـمِنَ الظَّالِمِيْنَ اور جو علم آپ کے پاس آچکا ہے اس کے بعد اگر کہیں آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کرلی تو اس صورت میں یقیناً تمہارا شمار ظالموں میں ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسولِ رحمت ﷺ سے ہی اس معاملہ میں یہ بات کہی گئی ہے تو ہمارا کیا شمار ہوگا؟ اس لئے یہود و نصاریٰ کی راہ پر چلنے سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

درس نمبر(۱۰۶) حقِ تلاوت کیا ہے؟ سورۃ البقرۃ:۱۲۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُوْنَهُ حَقَّ تِلاَوَتِهِ أُوْلٰئِکَ يُؤْمِنُوْنَ بِهِ وَمَن يَكْفُرْ بِهِ فَأُوْلَـئِکَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَّذِيْنَ وہ لوگ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ جن کو ہم نے کتاب دی يَتْلُوْنَهُ اس کی وہ تلاوت کرتے ہیں حَقَّ تِلاَوَتِهِ جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے أُوْلٰئِکَ وہی لوگ يُؤْمِنُوْنَ بِهِ ایمان رکھتے ہیں اس پر وَمَن يَكْفُرْ بِهِ اور جو اس کا انکار کریں گے فَأُوْلَـئِکَ ایسے ہی لوگ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ خسارے میں رہیں گے۔

ترجمہ: ان لوگوں کو ہم نے کتاب عنایت کی ہے وہ اس کو ایسا پڑھتے ہیں جیسا اس کے پڑھنے کا حق ہے۔ یہی لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کو نہیں مانتے وہی خسارہ پانے والے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی جبکہ وہ اس کی تلاوت اس طرح کرتے ہوں جیسا اس کی تلاوت کا حق ہے تو وہ لوگ ہی درحقیقت اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

۲۔ اور جو اس کا انکار کرتے ہوں تو ایسے لوگ ہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اس آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ کی کتاب میں جن چیزوں کو حلال قرار دیا گیا ہے ان کو اختیار کیا جائے اور جن چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے ان سے گریز کیا جائے اور قرآنِ مجید کو اس طرح پڑھیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا کہ اس کے کلمات میں نہ تحریف کریں اور نہ اس کے معانی و مطالب میں تبدیلی و ترمیم کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس آیت میں ان لوگوں کا ذکرِ خیر ہے جو تلاوت کرتے وقت کسی رحمت والی آیت پر پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے رحمت کا سوال کرتے ہیں اور جب کسی عذاب والی آیت پر پہنچتے ہیں تو اس سے پناہ مانگتے ہیں۔

حق تلاوت میں تجوید و ترتیل کے ساتھ قرآنِ مجید کا پڑھنا بھی شامل ہے۔ امت کا ایک بڑا طبقہ آج بھی

تلاوت تو کرتا ہے مگرحق تلاوت ادانہیں کرتا۔قرآنِ مجید پڑھتا ضرور ہے مگر تجوید وترتیل کا کوئی پاس ولحاظ نہیں رکھا جاتا۔اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کوبھی تلاوتِ کتاب کاحکم دیا ہے اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ اے پیغمبر!جوکتاب تمہارے پاس وحی کے ذریعہ بھیجی گئی ہے اس کی تلاوت کرو۔سورۂ مزمل کی آیت نمبر۴ میں اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کوحکم دیا کہ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلاً اورقرآن کی تلاوت اطمینان سے صاف صاف کیا کرو۔

درس نمبر(۱۰۷) اللہ کی نعمتوں کو یاد کریں اور قیامت کے دن کی ہولناکیوں سے ڈریں البقرۃ:۱۲۲۔۱۲۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یَا بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ اذْکُرُواْ نِعْمَتِیَ الَّتِیْ أَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَأَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعَالَمِیْنَ O وَاتَّقُواْ یَوْماً لاَّ تَجْزِیْ نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَیْئاً وَلاَ یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلاَ تَنفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَلاَ هُمْ یُنصَرُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: یَا بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ اے بنی اسرائیل اذْکُرُواْ تم یادکرونِعْمَتِیَ الَّتِیْ میری اس نعمت کو جو کہ أَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ میں نے تم پر انعام کیاوَأَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ اور یہ کہ میں نے تمہیں فضیلت دی عَلَی الْعَالَمِیْنَ زمانے والوں پر O وَاتَّقُواْ اورڈرویَوْماً اس دن سے جس میں لاَّ تَجْزِیْ نہ کوئی مطالبہ ادا کرپائے گانَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَیْئاً کوئی شخص کسی شخص سے کچھ وَلاَ یُقْبَلُ اورنہ قبول کیا جائے گامِنْهَا اس سے عَدْلٌ کوئی معاوضہ وَلاَ تَنفَعُهَا اورنہ نفع دے گی اسے شَفَاعَةٌ کوئی سفارش وَلاَ هُمْ یُنصَرُوْنَ اورنہ ان لوگوں کو کوئی بچا سکے گا۔

ترجمہ:اے بنی اسرائیل!میرے وہ احسان یادکرو جو میں نے تم پر کئے اور یہ کہ میں نے تم کو اہل عالم پر فضیلت بخشی۔اوراس دن سے ڈرو جب کوئی شخص کسی شخص کے کچھ کام نہ آئے اورنہ اس سے بدلہ قبول کیا جائے اورنہ اسکوکسی کی سفارش کچھ فائدہ دے اورنہ لوگوں کو کسی اورطرح کی مدد مل سکے۔

تشریح:اس دوآیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اے بنی اسرائیل!میری وہ نعمت یادکرو جو میں نے تم کوعطا کی تھی

۲۔اور یہ بات یادکرو کہ میں نے تم کوسارے جہانوں پرفضیلت دی تھی۔

۳۔اس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص بھی کسی کے کچھ کام نہیں آئے گا۔

۴۔نہ کسی سے کسی قسم کا فدیہ قبول کیا جائے گا۔

۵۔نہ اس کوکوئی سفارش فائدہ دے گی۔

۶۔اورنہ ان کوکوئی مدد پہنچے گی۔

ان دوآیتوں میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے انہیں یہ حکم دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد کریں جواللہ تعالیٰ نے ان پر کی ہیں اور بنی اسرائیل کودوسروں پر دی گئی فضیلت کا ذکر بھی کیا گیا۔

اس آیت میں ہمارے لئے سبق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ملنے پر ہم نعمتوں میں غرق نہ ہو جائیں بلکہ ان نعمتوں کے استعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا کریں اور اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد کرنے کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ دل میں شکر کی کیفیت پیدا ہوگی اور رب ذوالجلال کی عظمت کا احساس بھی پیدا ہوگا۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۴۰ میں بھی بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے یہی بات کہی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو یاد کریں جو اس نے ان پر کی ہیں۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۲۳۱ میں یوں کہا گیا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اور اللہ نے تم پر جو انعام فرمایا ہے اسے یاد کرو۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر۱۰۳ میں بھی یہی بات کہی گئی ہے۔سورۂ مائدہ کی آیت نمبر۱۱ میں ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے یوں کہا گیا يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اے ایمان والو! اللہ نے تم پر جو انعام فرمایا اس کو یاد کرو۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس دن سے ڈرایا ہے جس دن کوئی شخص نہ کسی کے کام آئے گا اور نہ کسی سے اس دن کسی قسم کا معاوضہ قبول کیا جائے گا، جیسا کہ دنیا میں رشوت دے کر یا جرمانہ دے کر آدمی اپنی جان چھڑا لیتا ہے اور نہ کوئی سفارش کام آئے گی اور نہ کوئی مدد کی جائے گی، جیسا کہ بڑی آسانی کے ساتھ دنیا میں لوگ ایک دوسرے کی ناجائز سفارش بھی کرتے ہیں۔

قرآنِ مجید میں متعدد بار یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے دن کوئی بھی شخص کسی بھی شخص کے کام نہیں آئے گا۔اس کے ساتھ یہ بات بھی بارہا بیان کی گئی ہے کہ قیامت کے دن کسی سے کسی قسم کا فدیہ بھی نہیں لیا جائے گا اور نہ کوئی کسی کی اپنی مرضی سے مدد کر پائے گا، جیسا کہ اسی طرح کی بات سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۴۸ میں موجود ہے۔

درس نمبر(۱۰۸) حضرت ابراہیم علیہ السلام کڑی آزمائشوں میں کامیاب سورۃ البقرۃ:۱۲۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيْمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَاماً قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ قَالَ لاَ يَنَالُ عَهْدِيْ الظَّالِمِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذِ ابْتَلَى اور جب آزمایا إِبْرَاهِيْمَ ابراہیم کو رَبُّهُ ان کا رب بِكَلِمَاتٍ چند باتوں سے فَأَتَمَّهُنَّ تو وہ ابراہیم نے پوری کر دیں قَالَ اللہ نے کہا إِنِّيْ جَاعِلُكَ میں تمہیں بنانے والا ہوں لِلنَّاسِ إِمَاماً لوگوں کا امام قَالَ ابراہیم نے کہا وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ اور میری اولاد میں سے قَالَ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لاَ يَنَالُ نہ ملے گا عَهْدِيْ میرا عہد الظَّالِمِيْنَ ظالموں کو۔

ترجمہ: اور جب ابراہیم (علیہ السلام) کی اس کے پروردگار نے چند باتوں میں آزمائش کی تو وہ ان میں پورے اترے۔فرمایا کہ میں تم کو لوگوں کا پیشوا بناؤں گا۔انہوں نے کہا کہ پروردگار! میری اولاد میں سے بھی پیشوا بنائیے فرمایا

کہ میرا قول وقرار ظالموں کے لئے نہیں ہوا کرتا۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہ وقت یاد کرو جب ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کے پروردگار نے کئی باتوں میں آزمایا۔

۲۔ انہوں نے وہ ساری باتیں پوری کیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا میں تمہیں تمام انسانوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔

۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا اور میری اولاد سے؟

۵۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرا یہ عہد ظالموں کو شامل نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق جو لفظ **اَبْتَلٰی** کا استعمال فرمایا (یعنی آزمائش) تو اس لفظ سے خود پتہ چلتا ہے کہ یہ انتہائی تکلیف دہ باتیں ہیں جن پر سے حضرت ابراہیم علیہ السلام صبر و رضاءِ الٰہی کے ساتھ گزر گئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ کہا کہ میں آپ کو لوگوں کا امام بناؤں گا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے **ومن ذریتی** فرمایا کہ میری اولاد میں سے بھی؟ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی اولاد کی بھی اس قدر فکر تھی، اسی لئے فوراً کہا کہ میری اولاد میں سے بھی امام ہونا چاہئے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک جتنے بھی انبیاء اور رسل مبعوث ہوئے وہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان سے ہی تھے اور دنیا کے تینوں آسمانی مذاہب اسلام، یہودیت اور عیسائیت، یہ تینوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظمت پر متفق ہیں، اس طرح اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس جملہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ مومن و مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کی آخرت کی فکر بھی کرے۔

درس نمبر (۱۰۹) مقامِ ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ سورۃ البقرۃ:۱۲۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْناً وَاتَّخِذُواْ مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذْ جَعَلْنَا اور جب بنایا ہم نے الْبَيْتَ خانہ کعبہ کو مَثَابَةً لِّلنَّاسِ لوگوں کے لئے اجتماع کی جگہ وَأَمْناً اور امن کی جگہ وَاتَّخِذُواْ اور تم بناؤ مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مقام ابراہیم کو مُصَلًّى نماز کی جگہ وَعَهِدْنَا اور ہم نے حکم دیا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ ابراہیم اور اسماعیل کو کہ أَنْ طَهِّرَا وہ پاک رکھیں بَيْتِيَ میرے گھر کو لِلطَّائِفِيْنَ طواف کرنے والوں کے لئے وَالْعَاكِفِيْنَ اور اعتکاف کرنے والوں کے لئے وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے

ترجمہ: اور جب ہم نے خانۂ کعبہ کو لوگوں کے لئے جمع ہونے اور امن پانے کی جگہ مقرر کیا اور حکم دیا کہ جس مقام پر ابراہیم کھڑے ہوتے تھے اس کو نماز کی جگہ بنالو اور ابراہیم اور اسمٰعیل کو حکم بھیجا کہ طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے میرے گھر کو پاک صاف رکھا کرو۔

تشریح: اِس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہ وقت یاد کرو جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لئے ایسی جگہ مقرر کی جس کی طرف وہ لوٹ لوٹ کر جائیں اور جو سراپا امن ہو۔

۲۔ اور تم مقامِ ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔

۳۔ اور ہم نے ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کو تاکید کی کہ تم دونوں میرے گھر کو ان لوگوں کے لئے پاک کرو جو یہاں طواف کریں اور اعتکاف میں بیٹھیں اور رکوع اور سجدہ بجالائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ملکِ شام میں مقیم تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام شیر خوار بچے تھے، جس وقت اللہ تعالیٰ کا ان کو یہ حکم ہوا کہ ہم خانۂ کعبہ کی جگہ آپ کو بتلاتے ہیں، آپ اس کو پاک صاف کر کے طواف اور نماز سے آباد رکھیں۔ اس حکم کی تعمیل کیلئے جبرئیل امین براق لے کر حاضر ہوئے اور حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام اور حضرت ہاجرہ کو ساتھ لے کر سفر کا آغاز کیا۔ راستہ میں جب کسی بستی پر نظر پڑتی حضرت ابراہیم علیہ السلام جبرئیل امین سے دریافت کرتے کہ کیا ہمیں یہاں اترنے کا حکم ملا ہے؟ حضرت جبرئیل امین فرماتے کہ نہیں! آپ کی منزل آگے ہے۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ کی جگہ سامنے آ گئی، جس میں کانٹے دار جھاڑیاں اور ببول کے درختوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ اس خطۂ زمین کے آس پاس کچھ لوگ بستے تھے جن کو عمالین کہا جاتا تھا۔ بیت اللہ اس وقت ایک ٹیلہ کی شکل میں تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس جگہ پہنچ کر جبرئیل امین سے دریافت کیا کہ کیا ہماری منزل یہی ہے؟ تو فرمایا کہ ہاں! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی ہاجرہ اور بیٹے اسماعیل کو ایک معمولی چھپر ڈال کر ٹھہرا دیا اور ان کے پاس ایک توشہ داں میں کچھ کھجوریں اور ایک مشکیزہ میں پانی رکھ دیا اور ان کو اللہ کے حوالہ کر کے واپس ہونے لگے۔ جانے کی تیاری دیکھ کر حضرت ہاجرہ نے عرض کیا کہ ہمیں اس لق ودق میدان میں چھوڑ کر آپ کہاں جاتے ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی جواب نہ دیا اور چلنے لگے۔ حضرت ہاجرہ ساتھ اٹھیں اور بار بار یہی سوال دہراتی رہیں، پھر بھی کوئی جواب نہ ملا۔ یہاں تک کہ خود حضرت ہاجرہ نے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمیں یہاں چھوڑ کر جانے کا حکم دیا ہے؟ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں، یہی اللہ کا حکم ہے۔ حضرت ہاجرہ نے فرمایا پھر آپ شوق سے جایئے جس نے آپ کو یہ حکم دیا ہے وہ ہمیں ضائع نہ کرے گا۔ حضرت ابراہیم، اللہ کے حکم سے چل پڑے۔ جب راستہ کے موڑ پر پہنچے جہاں سے حضرت ہاجرہ و اسماعیل کو نہ دیکھ سکیں تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِناً

اے میرے پروردگار اس شہر کو امن والا بنادیجئے۔

اس 'امن' کا ذکر اس آیت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس چھوٹے سے خاندان کے ذریعہ بیت اللہ کو آباد کیا اور یہ مرکزِ خلائق بن گیا اور رکوع، سجدہ اور طواف واعتکاف کرنے والوں کیلئے اس بیت اللہ کو پاک وصاف کرنے کا حکم حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کو دیا گیا۔

درس نمبر (۱۱۰) مکۂ مکرمہ کو پُرامن شہر بنانے کی دعاء سورۃ البقرۃ:۱۲۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيُطَانِ الرَّجِيُم . بِسُمِ اللّٰهِ الرَّحُمٰنِ الرَّحِيُم

وَإِذُ قَالَ إِبُرَاهِيُمُ رَبِّ اجُعَلُ هَـذَا بَلَداً آمِناً وَارُزُقُ أَهُلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنُ آمَنَ مِنُهُم بِاللّٰهِ وَالُيَوُمِ الآخِرِ قَالَ وَمَنُ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيُلاً ثُمَّ أَضُطَرُّهُ إِلَى عَذَابِ النَّارِ وَبِئُسَ الُمَصِيُرُ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذُ قَالَ إِبُرَاهِيُمُ اور جب کہا ابراہیم نے رَبِّ اجُعَلُ اے میرے رب بنادے هَـذَا بَلَداً آمِناً اس شہر کو امن والا وَارُزُقُ أَهُلَهُ اور اس شہر کے رہنے والوں کو روزی دے مِنَ الثَّمَرَاتِ پھلوں میں سے مَنُ آمَنَ مِنُهُم ان کو جو ان میں سے ایمان لے آئیں بِاللّٰهِ وَالُيَوُمِ الآخِرِ اللہ پر اور آخرت کے دن پر قَالَ کہا وَمَنُ كَفَرَ اور جو کفر کرے فَأُمَتِّعُهُ قَلِيُلاً اسے نفع دوں گا تھوڑا ثُمَّ پھر أَضُطَرُّهُ پھر مجبور کروں گا اس کو إِلَى عَذَابِ النَّارِ دوزخ کے عذاب کی طرف وَبِئُسَ الُمَصِيُرُ اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔

ترجمہ: اور جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے پروردگار! اس جگہ کو امن کا شہر بنا اور اس کے رہنے والوں میں سے جو اللہ پر اور روز آخر پر ایمان لائیں ان کے کھانے کو میوے عطا فرما۔ تو اللہ نے فرمایا کہ جو کافر ہوگا میں اس کو بھی کچھ مدت تک سامان زندگی دوں گا مگر پھر اس کو دوزخ کا عذاب بھگتنے کے لئے مجبور کردوں گا اور وہ بری جگہ ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہ وقت یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ اے میرے پروردگار! اس کو ایک پُرامن شہر بنادیجئے۔

۲۔ اس کے باشندوں میں سے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لائیں انہیں قسم قسم کے پھلوں سے رزق عطا فرمایئے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے کہا اور جو کفر اختیار کرے گا اس کو بھی میں کچھ عرصہ کے لئے لطف اٹھانے کا موقع دوں گا۔

۴۔ پھر اسے دوزخ کے عذاب کی طرف کھینچ لے جاؤں گا اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی اور بیٹے اسماعیل کو مکۂ مکرمہ میں ٹھہرادینے کے بعد جو دعاء کی وہ یہ تھی کہ اے میرے رب! آپ اس مکہ کو امن کا شہر بنادیں اور پھر ایسا شہر بنادیں کہ یہاں سکونت اختیار کرنے والے کو وحشت نہ ہو، بلکہ امن نصیب ہو کہ یہ شہر قتل وغارت گری اور کافروں کے تسلط اور آفتوں سے بالکل محفوظ ومامون رہے اور اس شہر کے رہنے والوں کیلئے آسانی بھی میسر ہو کہ ان کیلئے میوے عطا فرمایئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعاء قبول ہوئی اور مکۂ مکرمہ ایک ایسا شہر بن گیا کہ ساری دنیا کے لوگوں کا مرجع بن گیا اور مامون ومحفوظ بھی ہو گیا کہ بیت اللہ کے مخالف کسی قوم اور کسی بادشاہ کا اس شہر پر تسلط نہیں ہوسکا اور ابرہہ نے اس پر حملہ کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہاتھیوں کے لشکر سے اس کو تباہ کر دیا جیسا کہ سورۃ الفیل میں اس کی تفصیل موجود ہے۔مکۂ مکرمہ کو امن کا شہر بنائے جانے کی دعاء کا ذکر سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۳۵ میں بھی ہے **وَإِذْ قَـالَ إِبْـرَاهِيْـمُ رَبِّ اجْـعَـلْ هَـذَا الْبَلَدَ آمِناً** اور یاد کرو وہ وقت جب ابراہیم نے کہا تھا کہ یا رب! اس شہر کو پُر امن بنا دیجئے۔سورہ التین میں اس امن والے شہر کی قسم کھائی گئی ہے **وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُونِ وَطُورِ سِيْنِيْنَ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِيْنِ** قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینا کی اور اس امن والے شہر کی۔ یہ امن کا شہر نہ صرف انسانوں کیلئے بلکہ جانوروں کے لئے بھی امن کا گہوارہ بن گیا کہ اس میں شکار کو ناجائز قرار دیا گیا۔

پھلوں کے رزق سے متعلق جو دعاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی اگر غور کیا جائے تو اس دعاء کی مقبولیت کا احساس ہوگا کہ جس وقت یہ دعاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی اس وقت مکہ میں نہ کوئی باغ تھا نہ کوئی چمن، دور دراز تک پانی کا نام ونشان تک نہیں تھا، دعاء کی مقبولیت اس طرح ہوئی کہ مکہ کے قریب ہی طائف کا ایک ایسا خطہ بنا دیا جس میں ہر طرح کے بہترین پھل بکثرت پیدا ہوتے ہیں اور مکۂ مکرمہ میں فروخت ہوتے ہیں اور اب تو مکۂ مکرمہ میں ہر طرح کے پھل اور ہر علاقہ کے پھل میسر ہوتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رزق کی دعاء کو مسلمانوں کے ساتھ مخصوص فرمایا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں احترام کا تقاضا یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ کے باغیوں اور دشمنوں کے لئے دعاء نہ کی جائے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی شانِ رحمت کے مطابق فیصلہ فرمایا کہ کفار بھی اس چند روزہ دنیا میں اس رزق سے نفع اٹھائیں گے۔ یہاں ان پر بھی روزی کا دروازہ بند نہیں ہوگا، ورنہ دنیا امتحان گاہ کے بجائے جزاء کی جگہ ہو جائے گی البتہ آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہ ہوگا۔

درس نمبر (۱۱۱) سورۃ البقرۃ: ۱۲۷۔۱۲۸۔۱۲۹

جب حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے خانۂ کعبہ کی تعمیر کی

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذْ يَـرْفَـعُ إِبْـرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ رَبَّـنَـا وَابْـعَـثْ فِيْهِـمْ رَسُـولاً مِّـنْهُـمْ يَتْـلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: **وَإِذْ يَـرْفَـعُ إِبْرَاهِيْمُ** اور جب اٹھاتے تھے ابراہیم **الْـقَـوَاعِـدَ مِنَ الْبَيْتِ** خانۂ کعبہ کی بنیادیں

وَإِسْـمَاعِيْلُ اوراسماعیل بھی رَبَّـنَا اے ہمارے رب تَـقَبَّـلْ مِنَّا قبول فرمالے ہم سے إِنَّکَ أَنتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ بیشک آپ سننے والے جاننے والے ہیں O رَبَّنَا اے ہمارے رب وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَکَ اور ہمیں بنالے فرمانبردار اپنا وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ اور ہماری اولاد میں سے فرمانبردار امت وَأَرِنَا مَنَاسِکَنَا اور ہمیں دکھا حج کے طریقے وَتُبْ عَلَيْنَا اور ہماری توبہ قبول فرما إِنَّکَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ بیشک آپ توبہ قبول کرنے والے ہیں رحم کرنے والے ہیں O رَبَّنَا اے ہمارے رب وَابْعَثْ فِيْهِمْ اور بھیج ان میں رَسُولاً مِّنْهُمْ ان میں سے ہی ایک رسول يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِکَ جو پڑھے ان میں تیری آیتیں وَيُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ اور انہیں تعلیم دے کتاب کی وَالْحِکْمَةَ اور حکمت کی وَيُزَکِّيْهِمْ اور انہیں پاک کرے إِنَّکَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَکِيْمُ بیشک آپ غالب ہیں اور حکمت والے ہیں۔

ترجمہ: اور جب ابراہیم اور اسمٰعیل بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کررہے تھے تو دعا کئے جاتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم سے یہ خدمت قبول فرما بیشک تو سننے والا ہے جاننے والا ہے۔اے پروردگار! ہم کو اپنا فرمانبردار بنائے رکھئے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو اپنا حکم بردار بنایئے اور پروردگار! ہمیں ہمارے طریقِ عبادت بتا اور ہمارے حال پر رحم کے ساتھ توجہ فرما۔ بیشک تو ہی توجہ فرمانے والا مہربان ہے۔اے پروردگار! ان لوگوں میں انہیں میں سے ایک پیغمبر مبعوث کیجئے جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور ان کے دلوں کو پاک صاف کیا کرے بیشک تو غالب ہے صاحب حکمت ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادیں اٹھارہے تھے اور اسماعیل علیہ السلام بھی ان کے ساتھ شریک تھے۔

۲۔ دونوں کہتے جاتے تھے اے ہمارے پروردگار! ہم سے یہ خدمت قبول فرمایئے۔

۳۔ بیشک تو ہی ہر ایک کی سننے والا اور ہر ایک کو جاننے والا ہے۔

۴۔ اے ہمارے پروردگار! ہم دونوں کو اپنا مکمل فرمانبردار بنالے۔

۵۔ اور ہماری نسل سے بھی ایسی امت پیدا فرما جو تیری پوری تابعدار ہو۔

۶۔ ہم کو ہماری عبادتوں کے طریقے سکھادے۔

۷۔ ہماری توبہ قبول فرما، بیشک تو اور صرف تو ہی معاف کرنے کا خوگر اور بڑی رحمت کا مالک ہے۔

۸۔ اے ہمارے پروردگار! ان میں ایک ایسا رسول بھی بھیجنا جو انہی میں سے ہو جو ان کے سامنے تیری آیتوں کی تلاوت کرے، انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کو پاکیزہ بنائے۔

۹۔ بیشک تیرا اقتدار بھی کامل ہے اور تیری حکمت بھی کامل ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر میں اپنی پوری توانائی خرچ کی اوراس کام میں اپنے بیٹے کو بھی ساتھ لیا۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی اجتماعی نیک کام جوصدقۂ جاریہ کےطور پر کیا جائے تو اپنی اولاد کو بھی اس کام میں عملاً شریک کرلیا جائے تا کہ اولاد بھی وہ اجروثواب پائے ،اس طرح نسل درنسل نیک کام کرنے کا جذبہ بھی منتقل ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبۃ اللہ کی تعمیر کے موقع پر جو دعاء فرمائی وہ قبولیت سے متعلق ہے۔اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ بندۂ مومن کوکسی نیک کام کے کرتے ہوئے غرور وگھمنڈ یا خود پسندی کو اپنے قریب آنے نہیں دینا چاہئے بلکہ پوری عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی دعاء کرنی چاہئے کہ بندہ کا کام عمل کرنا ہے قبولیت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔بندہ کو چاہئے کہ اپنے بڑے سے بڑے عمل پر ناز نہ کرے بلکہ الحاح وزاری کے ساتھ اس عمل کی مقبولیت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعاء کرے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کے موقع پر کیا اوراسی کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ بھی دعاء کررہے ہیں کہ اے اللہ! ہم دونوں (یعنی ابراہیم واسماعیل) کو اپنا فرمانبردار بنالیجئے اور یہ بھی دعاء فرمائی کہ میری اولاد میں سے ایک جماعت کو پورا فرمانبردار بنا دیجئے اس سے یہ سبق حاصل ہوتاہیکہ ہمیں اپنی اولاد کی جسمانی صحت وراحت ہی کی دعاء پر اکتفاء نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس سے بڑھ کران کی روحانی اوراخروی ترقی کی دعاء بھی کرنی چاہئے۔تجربہ بتلاتا ہے کہ جولوگ قوم میں بڑے مانے جاتے ہیں ان کی اولاد اگران کے راستہ پر قائم رہی تو عوام میں ان کی مقبولیت فطری ہوتی ہے،ان کی صلاحیت عوام کی صلاح وفلاح کا ذریعہ بنتی ہے۔(بحرمحیط) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعاء فرمائی کہ ہمیں حج کے طریقے دکھلا دیجئے۔اس سے حج کے مناسک بھی مراد ہیں اورحج کے مقامات بھی۔چنانچہ حج کے مقامات کوجبرئیل امین علیہ السلام کے ذریعہ دکھلا کرمتعین کر دیا گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک ایسے رسول کی بعثت کی دعاء کی کہ جن کی خصوصیات یہ ہوں کہ وہ اللہ کی آیات کو پڑھ کرسنائیں اورآسمانی کتاب اورحکمت کی باتوں کی تعلیم دیں اورتزکیہ کریں۔رسولِ رحمت ﷺ کی بعثت دعاءِ ابراہیم کی قبولیت کا مظہر ہے۔

درس نمبر(۱۱۲) سورۃ البقرۃ:۱۳۰۔۱۳۱

کوئی بے وقوف اوراحمق ہی ملتِ ابراہیمی سے منہ موڑے گا

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ إِبْرَاهِيْمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِيْنَ O إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَنْ يَّرْغَبُ اورکون منہ موڑے عَنْ مِّلَّةِ إِبْرَاهِيْمَ دینِ ابراہیم سے إِلَّا مَنْ مگروہی جس نے سَفِهَ نَفْسَهُ اپنے آپ کو بیوقوف بنایا وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ اور بیشک ہم نے اسے چن لیا فِي الدُّنْيَا

دنیامیں وَإِنَّهُ فِيْ الآخِرَةِ اوربیشک وہ آخرت میں لَمِنَ الصَّالِحِيْنَ نیکوکاروں میں سے ہے O إِذْ قَالَ لَـهُ رَبُّهُ جب کہااس کے رب نے اس کو أَسْلِمْ سرجھکادے قَالَ اس نے کہا أَسْـلَـمْـتُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ میں نے سرجھکادیا رب العالمین کیلئے

ترجمہ: اورابراہیم کے دین سے کون روگردانی کرسکتا ہے بجز اس کے جونہایت نادان ہواور ہم نے ان کو دنیا میں بھی منتخب کیا تھا اور آخرت میں بھی وہ نیک لوگوں میں ہوں گے۔ جب ان سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ میرے فرمانبردار ہوجاؤتو انہوں نے عرض کیا کہ میں رب العالمین کا فرمانبردار ہو گیا۔

تشریح: ان دوآیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اورکون ہے جوابراہیم کے طریقہ سے انحراف کرے؟

۲۔سوائے اس شخص کے جوخوداپنے آپ کوحماقت میں مبتلا کرچکا ہو۔

۳۔حقیقت تو یہ ہے کہ ہم نے دنیامیں انہیں اپنے لئے چن لیا تھااورآخرت میں ان کا شمار صالحین میں ہوگا۔

۴۔جب ان کے پروردگار نے ان سے کہا کہ سرتسلیم خم کردو

۵۔وہ فوراًبول پڑے میں نے رب العالمین کے ہرحکم کے آگے سرجھکادیا۔

ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ جو بےوقوف اوراحمق ہووہی ملتِ ابراہیمی سے منہ پھیرلیتا ہے۔ یہ اس لئے کہ جس نبی اوررسول (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کواللہ تعالیٰ نے رسالت کے عظیم منصب کیلئے منتخب کیا اور جو رسول اور نبی آخرت میں بڑے لائق لوگوں میں شمار کئے جاتے ہوں، جس نبی اوررسول نے اللہ کے اس حکم پر کہ فرمانبرداری کرلو فوراًبول اٹھے کہ میں نے فرمانبرداری اختیار کرلی اس رب کی جو عالموں کا پروردگار ہے۔اس نبی کی ملت سے منہ موڑنے والا احمق نہیں تو اور کیا ہوگا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول سے کہ أَسْـلَـمْـتُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ میں نے اطاعت اختیار کرلی رب العالمین کی ۔امت محمدیہ کے ہرفرد کوسبق حاصل کرنا چاہئے اوراپنے پروردگار کے تمام احکامات کے سامنے اپنی جبین نیازخم کردینا چاہئے اوراس کے ہرحکم کومن وعن تسلیم کرنا چاہئے۔اللہ کے حکم کے سامنے تاویل، بحث اور حجت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بندے ہیں تو بندوں کے لئے اطاعت،فرمانبرداری اور غلامی ہی بھلی اور پیاری لگتی ہے۔اسلام کی روح اطاعت اور اتباع ہی میں ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۱۱۲ میں ایسے لوگوں کو جو اپنا رخ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکادیتے ہیں اجر کی خوشخبری دی گئی ہے،بَلَـى مَنْ أَسْـلَـمَ وَجْهَـهُ لِلّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِندَ رَبِّهِ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ کیوں نہیں؟ قاعدہ یہ ہے کہ جوشخص اپنا رخ اللہ کے آگے جھکادےاوروہ نیک عمل کرنے والا ہے اسے اپنا اجر اپنے پروردگار کے پاس ملے گااورایسے لوگوں کو نہ کوئی خوف ہوگااور نہ وہ غمگین ہوں گے۔رسولِ رحمت ﷺ کو کہا گیا کہ اگر یہ

لوگ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں نے تو اپنا رخ اللہ کی طرف کرلیا ہے فَإِنْ حَآجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ ۔(آل عمران:۲۰)

درس نمبر(۱۱۳) اپنی اولاد کو دین پر جمے رہنے کی تلقین کیجئے سورۃ البقرۃ:۱۳۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَوَصَّى بِهَا إِبْرَاهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلاَ تَمُوتُنَّ إِلاَّ وَأَنْتُم مُّسْلِمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَوَصَّى بِهَا اور وصیت کی اس کی إِبْرَاهِيْمُ بَنِيْهِ ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو وَيَعْقُوبُ اور یعقوب نے بھی يَا بَنِيَّ اے میرے بیٹو إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَى بیشک اللہ نے چن لیا لَكُمُ الدِّيْنَ تمہارے لئے دین کو فَلاَ تَمُوتُنَّ پس تم کسی حالت پر جان مت دینا إِلاَّ وَأَنْتُم مُّسْلِمُونَ سوائے اسلام کے۔

ترجمہ: اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اسی بات کی وصیت کی اور یعقوب نے بھی اپنے فرزندوں سے یہی کہا کہ اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لئے یہی دین پسند فرمایا ہے تو مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔

تشریح: حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہما السلام، ان دونوں برگزیدہ پیغمبروں نے اپنے بیٹوں کو اس بات کی وصیت کی تھی کہ وہ ملتِ ابراہیمی پر قائم رہیں۔ان دونوں نے اپنے بیٹوں کو صاف طور پر یہ بات بتلادی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ملت ابراہیمی والا یہ دین منتخب کیا، جس دین میں اخلاص ہے فرمانبرداری ہے۔ پیارے بیٹو! مرتے دم تک تم اس دینِ حنیف کو نہ چھوڑنا، زندگی کے آخری لمحات تک تم اس دین کے ساتھ قائم رہو۔

اسلام کی حالت میں زندہ رہنا اور اسلام کی حالت میں مرنا دینِ اسلام کا تقاضہ ہے۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۰۲ میں ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے اسی بات کی تاکید کی گئی، يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلاَ تَمُوتُنَّ إِلاَّ وَأَنْتُم مُّسْلِمُونَ اے ایمان والو! دل میں اللہ تعالیٰ کا ویسا ہی خوف رکھو جیسا خوف رکھنا اس کا حق ہے اور خبردار! تمہیں کسی اور حالت میں موت نہ آئے بلکہ اسی حالت میں آئے کہ تم مسلمان ہو۔

امت کے ہر فرد کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کے دین کی فکر کرے۔ ہر باپ اپنی اولاد کو یہ وصیت کرے کہ وہ دینِ حق پر زندگی کے آخری لمحات تک قائم رہیں۔

درس نمبر(۱۱۴) میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے؟ سورۃ البقرۃ:۱۳۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُواْ نَعْبُدُ إِلٰهَكَ وَإِلٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْمَاعِيْلَ وَإِسْحَاقَ إِلٰهاً وَّاحِداً وَّنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أَمْ كُنتُمْ کیا تم تھے شُهَدَاءَ حاضر إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ جس وقت آئی یعقوب کو موت إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ قَالُوا انہوں نے کہا نَعْبُدُ إِلَـٰهَكَ ہم عبادت کریں گے آپ کے رب کی وَإِلَـٰهَ آبَائِكَ اور آپ کے باپ دادا کے رب کی إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ جو کہ ابراہیم واسماعیل اور اسحاق ہیں إِلَـٰهًا وَاحِدًا ایک ہی معبود کی وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ اور ہم ہیں اسی کے فرمانبردار۔

ترجمہ: جس وقت یعقوب وفات پانے لگے تو کیا تم اس وقت موجود تھے؟ جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبود یکتا ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کیا تم خود اس وقت موجود تھے جب یعقوب کی موت کا وقت آیا تھا؟

۲۔ جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟

۳۔ ان سب نے کہا تھا کہ ہم اسی ایک خدا کی عبادت کریں گے جو آپ کا معبود ہے اور آپ کے باپ داداؤں ابراہیم واسماعیل واسحاق (علیہما السلام) کا معبود ہے۔

۴۔ اور ہم صرف اسی کے فرمانبردار ہیں۔

اس آیت کے سببِ نزول کے سلسلہ میں علامہ واحدی لکھتے ہیں کہ یہودیوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا، کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ یعقوب نے اپنی موت کے وقت اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کی تھی کہ تم یہودیت پر قائم رہنا۔ ان کی اس بات کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی کہ تم لوگ حضرت یعقوب کی طرف یہ بات کیسے منسوب کرتے ہو کہ انہوں نے موت کے وقت یہودیت کی وصیت کی تھی؟ کیا تم ان کی موت کے وقت ان کے پاس موجود تھے، جبکہ ان کی موت کے سینکڑوں سال کے بعد تو حضرت موسیٰ کی بعثت ہوئی جن کے دین کو تم یہودیت سے تعبیر کرتے ہو۔ اصل حقیقت یہ نہیں ہے کہ حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں کو یہودیت کی وصیت کی تھی بلکہ اصل تاریخی حقیقت یہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے یہ پوچھا تھا کہ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو تمام بیٹوں نے ایک ہی جواب دیا کہ ہم اسی پاک ذات کی عبادت کریں گے جو آپ کا بھی معبود ہے اور آپ کے باپ دادا یعنی ابراہیم واسماعیل واسحٰق کا معبود ہے اور معبود تو صرف وہی ایک ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور ہم تو اسی رب ذوالجلال کے فرمانبردار اور اطاعت گزار ہیں۔

اس آیت سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہر باپ کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کی توحید کی فکر کرے اور ان کی آخرت کی فکر کرے۔

باپ کی موت کے وقت باپ کو اپنی مالی وراثت کی تقسیم کی فکر سے زیادہ اپنے دین کی اس وراثت کی فکر کرنی چاہئے اور یہ اطمینان لے کر ہر باپ کو اس دنیا سے رخصت ہونا چاہئے کہ اس کی اولاد اس کے بعد اسی ایک رب کی عبادت کرے گی۔

درس نمبر (۱۱۵) تمہارے لئے وہ جو تم نے کمایا سورۃ البقرۃ:۱۳۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلاَ تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: تِلْكَ أُمَّةٌ یہ ایک امت ہے قَدْ خَلَتْ جو گزر گئی لَهَا مَا كَسَبَتْ اس کے لئے وہ جو اس نے کمایا وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ اور تمہارے لئے وہ جو تم نے کمایا وَلاَ تُسْأَلُونَ اور تم سے نہ پوچھا جائے گا عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ جو وہ کیا کرتے تھے۔

ترجمہ: یہ جماعت گذر چکی ان کو ان کے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تم کو تمہارے اعمال کا اور تم سے نہ پوچھا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہ ایک امت تھی جو گزر گئی۔

۲۔ جو کچھ انہوں نے کمایا وہ ان کا ہے۔

۳۔ جو کچھ تم نے کمایا وہ تمہارا ہے۔

۴۔ اور تم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ کیا عمل کرتے تھے۔

یہودی ہمیشہ اپنے باپ دادا کے مقام اور مرتبہ اور ان کے اعمال ہی کو اپنے لئے کافی سمجھتے تھے اور وہ یوں کہتے تھے کہ ہمارے باپ دادا کے اعمال میں ہم بھی حصہ دار ہیں، گویا یہودیوں کو اس بات پر بہت گھمنڈ اور غرور تھا اور یہ سلسلہ آج بھی ہے اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ ہم نبیوں کی اولاد ہیں اور ان کے نسل اور نسب سے تعلق رکھنے کی وجہ سے ان پر عذاب نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ ان کے غرور کو توڑ دیا اور کہا کہ تمہارے باپ دادا کی جو جماعت تھی وہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی، ان کے لئے وہ ہے جو انہوں نے عمل کیا اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم نے عمل کیا اور تم سے اس چیز کا سوال نہیں ہوگا جو وہ کیا کرتے تھے۔ یہودیوں کے اس طریقہ پر چلنے والا مسلمانوں میں بھی ایک طبقہ ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ اگر ہمارے پیر صاحب کا دامن تھام لیں تو بس ہماری نجات کے لئے کافی ہے، اب ان سے نسبت و تعلق کے بعد ہمیں کوئی محنت و ریاضت اور عبادت کی ضرورت ہی نہیں ہے، بس ان کا دامن پکڑ کر سیدھے جنت میں چلے جائیں گے۔ ایسے بدنصیب لوگوں کو چاہئے کہ وہ اس آیت سے سبق حاصل کریں اور اپنی آخرت کی کامیابی کے لئے خود نیک

کاموں میں لگ جائیں۔اس لئے کہ ہر ایک کو اس کے عمل کی جزاء ملے گی۔

یہ حقیقت ہے کہ ہر ایک کو اس کی کمائی کا حصہ ملتا ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۰۲ میں بھی یہ بات بتلائی گئی ہے کہ أُولَئِکَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُواْ وَاللّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اپنے اعمال کی کمائی کا حصہ ثواب کی صورت میں ملے گا اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔اس سورت کی آیت نمبر ۲۸۱ میں بھی وضاحت کی گئی ہے کہ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لاَ يُظْلَمُونَ پھر ہر نفس کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا اور ظلم نہیں کیا جائے گا۔

درس نمبر (۱۱۶) سورۃ البقرۃ:۱۳۵۔۱۳۶

یہ یہودی کہتے ہیں کہ ہم یہودی یا نصرانی بن جائیں

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَقَالُواْ كُونُواْ هُوداً أَوْ نَصَارَى تَهْتَدُواْ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفاً وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ O قُولُواْ آمَنَّا بِاللّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لاَ نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالُواْ اور انہوں نے کہا كُونُواْ هُوداً أَوْ نَصَارَى تم یہودی ہو جاؤ یا نصرانی تَهْتَدُواْ تو ہدایت پا جاؤ گے قُلْ کہہ دیجئے بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفاً بلکہ دین ابراہیم ایک اللہ کے ہو جانے والے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے O قُولُواْ کہہ دو کہ آمَنَّا بِاللّهِ ہم ایمان لائے اللہ پر وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا اور جو نازل کیا گیا ہماری طرف وَمَا أُنزِلَ اور جو کچھ نازل کیا گیا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالأَسْبَاطِ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولادِ یعقوب پر وَمَا أُوتِيَ اور جو دیا گیا مُوسَى وَعِيسَى موسیٰ اور عیسیٰ کو وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ اور جو دیا گیا نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے لاَ نُفَرِّقُ ہم فرق نہیں کرتے بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ ان میں سے کسی کے درمیان وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ اور ہم ہیں اسی کے فرمانبردار۔

ترجمہ: اور یہودی اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی یا عیسائی ہو جاؤ تو سیدھے رستے پر لگ جاؤ گے، اے پیغمبر! ان سے کہہ دو نہیں! بلکہ ہم دین ابراہیم اختیار کئے ہوئے ہیں جو ایک اللہ کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے O مسلمانو! تم کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر اتری اس پر اور جو صحیفے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوئے ان پر اور جو کتابیں موسیٰ اور عیسیٰ کو عطا ہوئیں ان پر اور جو دوسرے پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے ملیں ان سب پر ایمان لائے۔ہم ان پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اسی معبود واحد کے فرمانبردار ہیں۔

تشریح: اِن دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اور یہ یہودی اور نصاریٰ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم یہودی یا عیسائی ہو جاؤ راہِ راست پر آ جاؤ گے۔
۲۔ کہہ دو کہ نہیں! بلکہ ہم تو ابراہیم کے دین کی پیروی کریں گے جو ٹھیک ٹھیک سیدھی راہ پر تھے۔
۳۔اور وہ ان لوگوں میں سے نہ تھے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں۔
۴۔مسلمانو! کہہ دو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اس کلام پر بھی جو ہم پر اتارا گیا اور اس پر بھی جو ابراہیم، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد پر اتارا گیا اور اس پر بھی جو موسیٰ اور عیسیٰ پر اتارا گیا اور اس پر بھی جو دوسرے پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے عطا ہوا۔
۵۔ہم ان پیغمبروں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے۔
۶۔اور ہم اسی ایک خدا کے تابع فرمان ہیں۔

ابنِ اسحاق اور ابنِ جریر کے حوالہ سے درمنثور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا ہے کہ عبداللہ بن صوریا اعور (یہودی) نے نبی رحمت ﷺ سے کہا کہ ہدایت صرف وہی ہے جس پر ہم ہیں، لہٰذا تم ہماری اتباع کرو ہدایت پا جاؤ گے۔نصاریٰ نے بھی اسی طرح کی بات کہی، ان یہودیوں کے قول کو نقل کرنے کے بعد کہ وَقَالُواْ كُونُواْ هُوداً أَوْ نَصَارَى تَهْتَدُواْ وہ لوگ کہتے ہیں کہ تم یہودی یا نصرانی بن جاؤ ہدایت پا جاؤ گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ اے یہود و نصاریٰ! تم اپنے اپنے دین کو چھوڑ دو اور ابراہیم کے دین کو اختیار کرو جن کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ حنیفاً ہیں یعنی پوری طرح حق ہی کی طرف تھے اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھے۔یہود و نصاریٰ کے اس نامعقول مطالبہ کے جواب میں مسلمانوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ اے مسلمانو! تم ان یہود و نصاریٰ سے کہہ دو کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور جو باتیں حضرت ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب اور اولادِ یعقوب پر اتاری گئی اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور جو موسیٰ اور عیسیٰ پر اتارا گیا اور جو ان کے رب کی طرف سے نبیوں کو دیا گیا، اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ ہی کے فرمانبردار ہیں۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۵ میں بھی لاَ نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ آیا ہے کہ ہم اس کے رسولوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۸۴ میں یوں ہے لاَ نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ کہ ہم ان پیغمبروں میں سے کسی کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے۔

درس نمبر (۱۱۷) اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کیلئے ان کے مقابلہ میں کافی ہے سورۃ البقرۃ:۱۳۷۔۱۳۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

فَإِنْ آمَنُواْ بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَواْ وَّإِن تَوَلَّوْاْ فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ صِبْغَةَ اللّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَإِنْ آمَنُوا پس اگر وہ ایمان لائیں بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ جیسے تم ایمان لائے ہو اس پر فَقَدِ اهْتَدَوا تو وہ ہدایت پا گئے وَّإِنْ تَوَلَّوْا اور اگر انہوں نے منہ پھیرا تو فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ بیشک وہ ہیں ضد میں فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ پس عنقریب آپ کیلئے ان کے مقابلہ میں اللہ کافی ہوگا وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور وہ سننے والا جاننے والا ہے O صِبْغَةَ اللّٰهِ رنگ اللہ کا وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً اور کس کا اچھا ہے رنگ اللہ سے وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُوْنَ اور ہم تو اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔

ترجمہ: پھر اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لے آئے ہو تو وہ ہدایت یاب ہو جائیں اور اگر منہ پھیر لیں اور نہ مانیں تو وہ تمہارے مخالف ہیں اور ان کے مقابلے میں تمہیں اللہ کافی ہے اور وہ سننے والا ہے جاننے والا ہے۔ کہہ دو کہ ہم نے اللہ کا رنگ اختیار کر لیا ہے اور اللہ سے بہتر رنگ کس کا ہو سکتا ہے؟ اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس کے بعد اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لائیں جیسے تم ایمان لے آئے ہو تو یہ راہِ راست پر آ جائیں گے۔

۲۔ اور اگر یہ منہ موڑ لیں تو درحقیقت وہ دشمنی میں پڑ گئے ہیں۔

۳۔ اب اللہ تمہاری حمایت میں عنقریب ان سے نمٹ لے گا۔

۴۔ اور وہ ہر بات سننے والا ہر بات جاننے والا ہے۔

۵۔ اے مسلمانو! کہہ دو کہ ہم پر تو اللہ نے اپنا رنگ چڑھا دیا ہے۔

۶۔ اور کون ہے جو اللہ سے بہتر رنگ چڑھائے؟

۷۔ اور ہم صرف اسی کی عبادت کرتے ہیں۔

اگر یہ یہود و نصاریٰ تم جس طرح ایمان رکھتے ہو اس طرح ایمان لا لیں تو پھر تو وہ ہدایت یافتہ ہیں اور اگر وہ اس قدر حقیقت کے کھل جانے کے باوجود بھی تمہاری طرح ایمان نہ لائیں تو پھر حقیقت یہ ہے کہ یہ ضد میں ہیں۔ اے نبی! اب آپ کو گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ان کے مقابل میں آپ کے لئے اللہ کافی ہے، جب اللہ آپ کے ساتھ ہے اور وہ سب کچھ سن رہا ہے اور جان رہا ہے تو پھر تو آپ کیلئے پریشانی کی کوئی بات ہی نہیں ہے۔

نصاریٰ کا یہ طریقہ تھا کہ جب ان کے ہاں کوئی بچہ سات دن کا ہو جاتا تھا تو اسے پانی میں رنگ دیتے تھے۔ اس رسم کا نام بِپْتَسْمَہ ہے جس کو عربی میں اصطباغ کہتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصد بچہ کو پاک کر دینا ہوتا تھا اور چونکہ نصاریٰ ختنہ نہیں کرتے تھے اس لئے کہتے تھے کہ پانی میں اس طرح رنگ دینا ختنہ کی جگہ ایک عمل ہے۔ جب یہ کام کر لیتے تھے تو سمجھتے تھے کہ اب یہ بچہ پکا نصرانی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عمل کا یہ جواب دیا کہ صِبْغَةَ اللّٰهِ ہم کو

اللہ نے رنگ دیا ہے وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً اور وہ کون ہے جس کا رنگ دینا اللہ تعالیٰ کے رنگ دینے سے اچھا ہو؟ قرآنِ مجید نے نصاریٰ کے اس مصنوعی فضول عمل کی تردید کی ہے کہ پانی میں جسم کو دھونے اور فقط رنگ اختیار کرنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ اصل یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو اللہ کی مرضیات کے رنگ میں رنگ لے اور اس سے بہتر رنگ کوئی اور رنگ نہیں ہوسکتا۔

درس نمبر (۱۱۸) اللہ تعالیٰ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی سورۃ البقرۃ:۱۳۹۔۱۴۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

قُلْ أَتُحَآجُّوْنَنَا فِيْ اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُوْنَ O أَمْ تَقُوْلُوْنَ إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْمَاعِيْلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ وَالأَسْبَاطَ كَانُوْا هُوداً أَوْ نَصَارَى قُلْ أَأَنتُمْ أَعْلَمُ أَمِ اللّٰهُ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللّٰهِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے أَتُحَآجُّوْنَنَا کیا تم ہم سے جھگڑا کرتے ہو فِيْ اللّٰهِ اللہ کے بارے میں وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ حالانکہ وہی ہمارا رب اور تمہارا رب ہے وَلَنَا أَعْمَالُنَا اور ہمارے لئے ہمارا عمل وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ اور تمہارے لئے تمہارا عمل وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُوْنَ اور ہم ہیں اسی کیلئے خالص O أَمْ تَقُوْلُوْنَ کیا تم کہتے ہو إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْمَاعِيْلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ وَالأَسْبَاطَ بیشک ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب كَانُوْا هُوداً أَوْ نَصَارَى یہودی یا نصرانی تھے قُلْ کہہ دیجئے أَأَنتُمْ أَعْلَمُ أَمِ اللّٰهُ کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ وَمَنْ أَظْلَمُ اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً جس نے چھپائی گواہی عِنْدَهُ مِنَ اللّٰهِ اللہ سے اس کے پاس وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ اور اللہ غافل نہیں ہے عَمَّا تَعْمَلُوْنَ اس سے جو تم کرتے ہو۔

ترجمہ: ان سے کہو کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہی ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے؟ اور ہم کو ہمارے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تم کو تمہارے اعمال کا اور ہم خاص اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔ اے یہود و نصاریٰ! کیا تم اس بات کے قائل ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد یہودی یا عیسائی تھے؟ اے پیغمبر! ان سے کہو کہ بھلا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی شہادت کو جو اس کے پاس کتاب میں موجود ہے چھپائے؟ اور جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو اللہ اس سے غافل نہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کہہ دو کہ کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں حجت کرتے ہو؟

۲۔ حالانکہ وہ ہمارا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے۔

۳۔ اور بات یہ ہے کہ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں۔

۴۔ہم نے تو اپنی بندگی اسی کے لئے خالص کی ہے۔
۵۔بھلا کیا تم یہ کہتے ہو کہ ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولادیں یہودی یا نصرانی تھیں؟
۶۔مسلمانو! ان سے کہو کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟
۷۔اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو ایسی شہادت کو چھپائے جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے پہنچی ہو۔
۸۔جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حکم دیا کہ اے نبی! آپ ان یہود و نصاریٰ سے فرما دیجئے کہ کیا تم لوگ اب بھی اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ہم سے حجت کرتے جاتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہم کو قیامت کے دن نہیں بخشے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ تو ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی اور سب کا بھی رب ہے اور یہ بات بھی اے یہودیو! یاد رکھو کہ ہم کو ہمارا کیا ہوا ملے گا اور تم کو تمہارا کیا ہوا ملے گا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم نے صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے اپنے دین کو شرک وغیرہ سے پاک رکھا ہے، تم تو اے یہود و نصاریٰ! شرک میں لُت پت ہو، تم حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بولتے ہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی خدا کا بیٹا بولتے ہو اور یہ جو تم کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد یہ سب یہودی تھے یا نصاریٰ تھے، ہوش سنبھالو اور غور سے سنو کہ یہ سارے انبیاء کیا تھے؟ ان سے تم زیادہ واقف ہو یا اللہ تعالیٰ زیادہ واقف ہے؟ تم کو اپنی آسمانی کتابوں سے سب کچھ معلوم ہو چکا ہے مگر تم ان ساری حقیقتوں کو چھپاتے ہو اور تم سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے؟

درس نمبر (۱۱۹) وہ ایک اُمت تھی جو گزر گئی سورۃ البقرۃ:۱۴۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

تِلْکَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلاَ تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُواْ يَعْمَلُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: تِلْکَ یہ أُمَّةٌ ایک جماعت تھی قَدْ تحقیق خَلَتْ گزر گئی لَهَا اس کیلئے ہے مَا جو كَسَبَتْ اس نے کمایا وَلَكُم اور تمہارے لیے ہے مَّا جو كَسَبْتُمْ تم نے کمایا وَلاَ اور نہیں تُسْأَلُونَ تم سوال کیے جاؤ گے عَمَّا اس کی بابت جو كَانُواْ تھے وہ يَعْمَلُونَ عمل کرتے۔

ترجمہ: یہ انبیاء کی جماعت گزر چکی۔ ان کو وہ ملے گا جو انہوں نے کیا اور تم کو وہ جو تم نے کیا اور جو عمل وہ کرتے تھے ان کی پرسش تم سے نہیں ہوگی۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:
۱۔وہ ایک امت تھی جو گزر گئی۔
۲۔جو کچھ انہوں نے کمایا ان کا ہے۔
۳۔اور جو کچھ تم نے کمایا وہ تمہارا ہے۔

۴۔اورتم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ کیا عمل کرتے تھے؟

یہودیوں کواس بات پر بہت ہی زیادہ غرور وگھمنڈ تھا کہ ہمارا منصب بہت اونچا ہے۔ وہ اپنے باپ داداؤں پر فخر کرتے تھے اوران کا یہ سمجھنا تھا کہ بس ہماری نسبت ہی ہماری نجات کے لئے کافی ہے۔ یہودیوں کو بار باراس غلط فہمی سے آگاہ کیا جارہا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر بتلا دیا کہ تِـلْـکَ اُمَّةٌ قَـدْ خَـلَـتْ وہ ایک جماعت تھی انبیاء واصفیاء کی،وہ تو گزرگئی۔ یادرکھو کہ لَهَـا مَا كَسَبَتْ ان کے لئے وہ ہے جوانہوں نے کیا،ان کے اچھے اعمال کی جزاءان کو ملے گی وَلَـكُـم مَّـا كَسَبْتُمْ اورتم کوتمہارے اعمال کی جزاءوسزا ملے گی۔تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال ضرور ہوگا۔ محض ان سے نسبت کی وجہ سے تم اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمہارے گناہوں کے بارے میں مواخذہ اور محاسبہ سے بچ نہ سکو گے۔اس آیت میں امتِ محمدیہ کو بالواسطہ یہ بات بتلادی گئی ہے کہ تم لوگ یہودیوں کی طرح اپنے آباءواجداد پر فخر ہرگز نہ کرو،ان کی اقتداء ہرگز مت کرواورتم اپنے ذاتی اعمال صالحہ میں لگے رہو،ان اعمال سے اپنا رشتہ ہرگز نہ توڑو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اعمالِ صالحہ اختیار کرنے کی توفیق بخشے۔آمین

درس نمبر(۱۲۰)

قبلہ بدلاتو بے وقوفوں کواعتراض ہوگیا

سورۃ البقرۃ:۱۴۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُل لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: سَيَقُولُ عنقریب کہیں گے السُّفَهَآءُ بےوقوف لوگ مِنَ النَّاسِ لوگوں میں سے بعض مَا کس چیز نے وَلّٰهُمْ ان کوپھیر دیا عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ ان کےاس قبلہ سے كَانُوْا عَلَيْهَا جس پروہ تھے قُل کہہ دیجئے لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ اللہ ہی کے لئے ہے مشرق اور مغرب يَهْدِىْ ہدایت دیتا ہے مَنْ يَّشَآءُ جس کوچاہے إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستہ کی طرف۔

ترجمہ: اب یہ بے وقوف لوگ کہیں گے کہ آخر وہ کیا چیز ہے جس نے ان مسلمانوں کواس قبلہ سے رخ پھیرنے پر آمادہ کردیا جس کی طرف وہ منہ کرتے چلے آرہے تھے؟ آپ کہہ دیجئے کہ مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کے ہیں وہ جس کوچاہتا ہے سیدھی راہ کی ہدایت کردیتا ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اب یہ بیوقوف لوگ کہیں گے کہ آخر وہ کیا چیز ہے جس نے ان مسلمانوں کواس قبلہ سے رخ پھیرنے پر آمادہ کردیا جس کی طرف وہ منہ کرتے چلے آرہے تھے؟

۲۔آپ کہہ دیجئے کہ مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کی ہیں۔

۳۔وہ جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ کی ہدایت کر دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکۂ مکرمہ میں رہے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔ جب آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے ہی نماز ادا کرتے رہے، چنانچہ آپ ﷺ مدینۂ منورہ میں سولہ یا سترہ مہینوں تک اسی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔اس دوران آپ ﷺ کا دل چاہتا تھا کہ بیت اللہ کو قبلہ قرار دیا جائے اور آپ انتظار میں بھی تھے۔آپ ﷺ کی اسی دلی آرزو کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا **قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِکَ فِی السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ**۔اس آیت کے ذریعہ آپ ﷺ کو جبکہ آپ نماز ہی میں تھے حکم دیا گیا کہ آپ اپنا رخ مسجد الحرام کی طرف فرمایئے۔آپ ﷺ نے نماز ہی کی حالت میں اپنا رخ بیت المقدس کی جانب سے پھیر کر بیت اللہ کی طرف کر لیا۔اس کو تحویلِ قبلہ کہا جاتا ہے۔اسلام کے دشمن یہودیوں کو یہ بات ہضم نہیں ہوئی اور ان یہودیوں نے اعتراض کیا کہ مسلمانوں کو کس چیز نے اس بات پر مجبور کیا کہ وہ اپنا رخ بیت اللہ کی طرف کریں؟ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ عنقریب ان میں کے جو بے وقوف ہیں وہ کہیں گے کہ کس چیز نے ان مسلمانوں کو اس قبلہ سے اپنا منہ پھیرنے پر مجبور کیا جس پر کہ وہ اب تک تھے؟ اللہ تعالیٰ نے ان یہودیوں کا جواب ان الفاظ میں دیا کہ پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ مشرق ہو کہ مغرب سارے رخ اللہ ہی کے ہیں۔مشرق ہو یا مغرب،شمال ہو یا جنوب یہ ساری جہتیں اللہ تعالیٰ ہی کی بنائی ہوئی ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے مطابق جب چاہے جس سمت کو چاہے قبلہ قرار دے سکتا ہے۔مومن کا کام یہ ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے آگے اپنا سر جھکا دے۔

یہاں یہ بات بھی جان لینا چاہئے کہ مومن کا رخ ہر عبادت میں صرف ایک اللہ کی طرف ہوتا ہے جو وحدہ لاشریک لہ ہے اور اللہ کی ذات مشرق اور مغرب،شمال اور جنوب کی قیدوں اور سمتوں سے بالکل بالاتر ہے چونکہ سارے ہی مسلمانوں کے عبادت کے وقت ایک ہی جانب رخ کرنے میں ڈسپلن بھی ہے نظم وضبط بھی ہے اس لئے کسی ایک جانب رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔وہ پہلی نماز جو رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیت اللہ کی طرف رخ کر کے ادا فرمائی عصر کی نماز تھی اور جس مسجد میں آپ ﷺ نے نماز پڑھائی وہ مسجد آج بھی مسجد القبلتین کے نام سے موجود ہے جس میں ایک ہی نماز دو قبلوں کی طرف رخ کر کے پڑھی گئی،اسی لئے اس کو مسجد القبلتین کہا جاتا ہے یعنی دو قبلوں والی مسجد۔

درس نمبر(۱۲۱) حضور ﷺ ہم پر گواہ اور ہم ساری انسانیت پر گواہ سورۃ البقرۃ:۱۴۳(الف)

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَكَذٰلِکَ جَعَلْنَاکُمْ أُمَّةً وَّسَطاً لِّتَکُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَی النَّاسِ وَيَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْکُمْ شَهِيْداً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَكَذٰلِکَ اور اسی طرح جَعَلْنَاکُمْ ہم نے تم کو بنا دیا أُمَّةً وَّسَطاً درمیانی امت لِّتَکُوْنُوْا تا کہ تم بن جاؤ شُهَدَاءَ گواہ عَلَی النَّاسِ لوگوں پر وَيَکُوْنَ الرَّسُوْلُ اور ہوں رسول عَلَيْکُمْ تم پر شَهِيْداً گواہ۔

ترجمہ: اور (مسلمانو) اسی طرح تو ہم نے تم کو ایک معتدل امت بنایا ہے تا کہ تم دوسرے لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ بنیں۔

تشریح: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۴۳ کا یہ پہلا حصہ ہے جس کی تفسیر یہاں ہم کر رہے ہیں دوسرے حصہ کی تفسیر اگلے درس میں ہوگی۔

اس آیت کے پہلے حصہ میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ آخری امت جو امتِ محمدیہ ہے یہ امتِ وسط ہے یعنی معتدل امت ہے جو افراط و تفریط سے بالکل پاک ہے۔

۲۔ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کیلئے گواہ بنایا ہے۔

۳۔ رسولِ عربی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس پوری امت کیلئے گواہ ہیں۔

امتِ محمدیہ کو یہاں امت وسط یعنی درمیانی امت کہا گیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ امت ہر اعتبار سے اعتدال پر ہے۔ اس امت کے اخلاق و اعمال میں اعتدال ہے۔ یہ امت افراط و تفریط سے پاک ہے۔ پچھلی قومیں افراط و تفریط کا شکار تھیں۔ پچھلی قوموں میں ایسے راہب تھے جو دنیا کو چھوڑ کر پہاڑوں میں رہتے تھے یا برائی میں ملوث تھے۔ امتِ محمدیہ میں اس طرح اعتدال ہے کہ یہ امت اللہ کی عبادت بھی کرتی ہے اپنے بیوی بچوں کے حقوق بھی ادا کرتی ہے، اس امت میں عورتوں کو نہ سردار بنایا گیا اور نہ ہی ان عورتوں پر ظلم کرنے کی اجازت دی گئی وغیرہ وغیرہ۔ اس امت کو تمام لوگوں کیلئے گواہی دینے والی قرار دیا گیا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز حضرت نوح علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے سوال ہوگا کیا تم نے تبلیغ کی؟ وہ عرض کریں گے یا رب! میں نے واقعتاً تبلیغ کی۔ ان کی امت سے سوال ہوگا کہ بولو! کیا نوح نے تم کو احکام پہنچائے؟ وہ کہیں گے نہیں! ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ تمہارے پاس تمہارے دعویٰ کی تصدیق کے لئے گواہی دینے والا کون ہے؟ وہ جواب دیں گے کہ حضور ﷺ اور ان کے امتی۔ یہاں تک بیان کرنے کے بعد حضور ﷺ نے اپنی امت کو خطاب کر کے فرمایا 'اس کے بعد تم کو لایا جائے گا اور تم گواہی دو گے کہ بے شک حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم میں تبلیغ کی تھی۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: **وَكَذَالِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطاً لِّتَكُونُواْ شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيْداً** (بخاری)

اللہ تعالیٰ کا کس قدر احسان ہے کہ اس نے ہم کو گزرے ہوئے لوگوں کیلئے گواہی دینے والا بنایا۔ اس سے بڑھ کر اس امت کے لئے فضیلت کی چیز کیا ہو سکتی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی مسلمان کے لئے چار آدمی خیر کی گواہی دے دیں اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔ (بخاری) آخری بات جو یہاں بیان کی گئی ہے وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ اس امت کیلئے گواہ ہیں۔ دوسری جگہ موجود ہے: **إِنَّـا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً وَمُبَشِّراً وَنَذِيْراً** ۔ (الاحزاب: ۴۵) ہم نے آپ کو گواہی دینے والا بنا کر بھیجا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی قدر کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

درس نمبر (۱۲۲) **تحویلِ قبلہ ایک امتحان** سورۃ البقرۃ:۱۴۳(ب)

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيْم

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ إِيْمَانَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُ وْفٌ رَّحِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ ہم نے نہیں بنایا قبلہ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَا وہ قبلہ جس پر آپ تھے إِلَّا لِنَعْلَمَ مگر یہ جاننے کیلئے تھا کہ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُولَ کہ کون رسول کی اتباع کرتا ہے مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ اورکون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اوراس میں شک نہیں کہ یہ بات تھی بڑی مشکل إِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ لیکن ان لوگوں کیلئے مشکل نہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی تھی وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ إِيْمَانَكُمْ اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کردے إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر لَرَءُ وْفٌ رَّحِيْمٌ بہت شفقت کرنے والا بڑا مہربان ہے

ترجمہ: اور جس قبلہ پر تم پہلے کاربند تھے اسے ہم نے کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ صرف یہ دیکھنے کیلئے مقرر کیا تھا کہ کون رسول کا حکم مانتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے؟ اور اس میں شک نہیں کہ یہ بات تھی بڑی مشکل لیکن ان لوگوں کے لئے ذرا بھی مشکل نہ ہوگی جن کو اللہ نے ہدایت دے دی تھی اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان کو ضائع کردے درحقیقت اللہ لوگوں پر بہت شفقت کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

تشریح: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۴۳ کے دوسرے حصہ میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جس قبلہ پر تم پہلے کاربند تھے اسے ہم نے کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ صرف یہ دیکھنے کے لئے مقرر کیا تھا کہ کون رسول کا حکم مانتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے؟

۲۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بات تھی بڑی مشکل۔

۳۔ لیکن ان لوگوں کے لئے ذرا بھی مشکل نہ ہوئی جن کو اللہ نے ہدایت دی تھی۔

۴۔ اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ تمہارے ایمان کو ضائع کردے۔

۵۔ درحقیقت اللہ لوگوں پر بہت شفقت کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

پہلے بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے اور پھر بیت اللہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے کا حکم دینا، یہ حکم دراصل ایک امتحان تھا کہ قبلہ کی تبدیلی کے بعد کون رسولِ رحمت ﷺ کی اتباع کرتا ہے اور کون رسول ﷺ کے حکم سے منہ موڑ لیتا ہے؟ اس حکم سے کھرے اور کھوٹے کی اصل پہچان ہوجاتی ہے۔ قبلہ کو ہمیشہ کیلئے مقدس مان کر اللہ کے بجائے اسی کی عبادت شروع کرنے والا کون ہے؟ اور وہ کون ہے جس کے دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی اہمیت اور فوقیت ہے؟ یہ اصل امتحان تھا۔ جن لوگوں نے تحویلِ قبلہ پر اعتراض کیا ان کے نزدیک اللہ اور اسکے رسول ﷺ

کے حکم کی کوئی قیمت نہیں تھی اور جنکے نزدیک اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی کوئی قیمت نہیں ایسے لوگوں کی اللہ اور اس کے رسول کے ہاں بھی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اصل تقدس تو اللہ کے حکم کا تقدس ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ جو نمازیں بیت المقدس کی جانب رخ کر کے پڑھی گئی ہیں ایسا نہیں کہ وہ ضائع ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ اس قدر مہربان ہیں کہ نہ ہی بندوں کے ایمان کو ضائع کرتے ہیں جیسا کہ اس آیت میں بیان کیا گیا اور نہ ہی بندوں کے عمل کو ضائع کرتے ہیں جیسا کہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹۵ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا أَنِّيْ لاَ أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُم مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ مومنوں کے اجر کو بھی ضائع نہیں کریں گے جیسا کہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۷۱ میں فرمایا وَأَنَّ اللّٰهَ لاَ يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۷۰ میں فرمایا إِنَّا لاَ نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ہم ایسے اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۲۰ میں فرمایا إِنَّ اللّٰهَ لاَ يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ بیشک اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ آدمی کے ایمان اور اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان پر ثابت قدم رہنے اور نیک اعمال پر قائم رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین

درس نمبر (۱۲۳) سورۃ البقرۃ:۱۴۴

قبلہ کی تبدیلی کا حکم

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّواْ وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوْتُواْ الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَدْ نَرَى ہم دیکھ رہے ہیں تَقَلُّبَ وَجْهِكَ آپ کے چہرے کو اٹھتے ہوئے فِي السَّمَاءِ آسمان کی طرف فَلَنُوَلِّيَنَّكَ پس ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کا رخ قِبْلَةً تَرْضَاهَا اس قبلہ کی طرف جو آپ کو پسند ہے فَوَلِّ وَجْهَكَ پس آپ اپنا رخ پھیر لیجئے شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام کی سمت وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ اور جہاں کہیں آپ ہوں فَوَلُّواْ پھیر لو وُجُوهَكُمْ اپنے چہروں کو شَطْرَهُ اسی کی طرف وَإِنَّ الَّذِينَ اور وہ لوگ جنہیں أُوْتُواْ الْكِتَابَ کتاب دی گئی ہے لَيَعْلَمُونَ وہ خوب جانتے ہیں کہ أَنَّهُ الْحَقُّ کہ یہی بات حق ہے مِن رَّبِّهِمْ ان کے رب کی طرف سے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ اور اللہ غافل نہیں ہیں عَمَّا يَعْمَلُونَ اس سے جو کچھ یہ کر رہے ہیں۔

ترجمہ: ہم تمہارے چہرے کو آسمان کی طرف اٹھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں چنانچہ ہم تمہارا رخ ضرور اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جو تمہیں پسند ہے پس اب آپ اپنا رخ مسجد حرام کی سمت کر لو اور آئندہ جہاں کہیں تم ہو اپنے چہروں کا رخ نماز پڑھتے ہوئے اسی کی طرف رکھا کرو اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ یہی

بات حق ہے جو ان کے پروردگار کی طرف سے آئی ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اس سے غافل نہیں ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ اس میں حضور ﷺ کے اس اشتیاق اور آرزو کو بتلایا گیا ہے جو قبلہ کے سلسلہ میں تھی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قبلہ کی تحویل کا حکم دے دیا۔

۳۔ قبلہ کی یہ تعیین سب کے لئے ہے اور ہر جگہ کے لئے ہے۔

۴۔ یہود و نصاریٰ کو اس بات کا علم تھا کہ یہ جو حکم قبلہ کی تحویل کا دیا گیا ہے وہ صحیح ہے اور حق بھی ہے اور یہ بھی معلوم تھا کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حکم ہے۔

جب بیت المقدس کو قبلہ بنایا گیا تو حضور ﷺ کو یہ اندازہ تھا کہ یہ حکم عارضی ہے اور چونکہ بیت اللہ بہت زیادہ قدیم ہے بیت المقدس کے مقابلہ میں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بیت اللہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادیں بھی وابستہ تھیں اس لئے حضور ﷺ کی طبعی خواہش بھی یہی تھی کہ بیت اللہ ہی کو قبلہ بنایا جائے اور آپ ﷺ قبلہ کی تبدیلی کے انتظار میں تھے اور اس شوق میں کبھی کبھی آسمان کی طرف منہ اٹھا کر دیکھتے تھے جس کا ذکر اس آیت کی ابتداء میں کیا گیا ہے۔

یہی وہ آیت ہے جس میں حضور ﷺ کو قبلہ کی تبدیلی کا حکم دیا گیا کہ فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ آپ اپنا چہرہ مسجد الحرام کی جانب پھیر لیجئے۔ قبلہ کی تحویل صرف مدینہ والوں کے لئے نہیں بلکہ سفر میں حضر میں مدینہ والوں کے لئے غیر مدینہ والوں کیلئے بلکہ پوری دنیا میں بسنے والے مسلمانوں کے لئے ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں بیت اللہ ہی کی طرف رخ کر کے نماز ادا کریں۔ قبلہ کا تعین خود اللہ تعالیٰ نے کر دیا اگر اللہ تعالیٰ خود متعین نہ کرتے تو پھر بہت سے اختلافات رونما ہو جاتے۔

درس نمبر (۱۲۴) یہود و نصاریٰ خواہشات کے پجاری ہیں سورۃ البقرۃ:۱۴۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُم بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذاً لَّمِنَ الظَّالِمِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَئِنْ أَتَيْتَ اور اگر آپ لے آئیں الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ ان لوگوں کے پاس جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی بِكُلِّ آيَةٍ ہر قسم کی نشانیاں مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ وہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ اور آپ بھی پیروی کرنے والے نہ ہو قِبْلَتَهُمْ ان کے قبلہ کی وَمَا بَعْضُهُم بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ اور نہ یہ ایک دوسرے کے قبلہ کی پیروی کرنے والے ہیں وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اور اگر آپ پیروی کر لیں أَهْوَاءَهُم ان کے خواہشات کی مِّن بَعْدِ مَا اس کے بعد کہ جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ جو علم آپ کے پاس آ چکا ہے۔ إِنَّكَ إِذاً لَّمِنَ الظَّالِمِيْنَ اس صورت میں یقیناً آپ کا شمار ظالموں میں ہوگا۔

ترجمہ: اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی اگر تم ان کے پاس ہر قسم کی نشانیاں لے آؤ تب بھی یہ تمہارے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے اور نہ تم ان کے قبلہ پر عمل کرنے والے ہو اور نہ وہ ایک دوسرے کے قبلہ پر عمل کرنے والے ہیں

اور جو علم تمہارے پاس آ چکا ہے اس کے بعد اگر کہیں تم نے ان کی خواہشات کی پیروی کر لی تو اس صورت میں یقیناً تمہارا شمار ظالموں میں ہوگا۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ یہود و نصاریٰ کسی بھی صورت میں آپ ﷺ کے قبلہ کی اتباع نہیں کریں گے۔

۲۔ آپ ﷺ کو یہ بتلایا گیا کہ آپ کو بھی ان کے قبلہ کی اتباع نہیں کرنی ہے۔

۳۔ اور وہ یہود و نصاریٰ بھی ایک دوسرے کے قبلہ کی اتباع نہیں کرتے۔

۴۔ اگر آپ ان یہود و نصاریٰ کی خواہشات کی اتباع کریں گے تو آپ کا شمار ظالموں میں ہو جائے گا۔

اس آیت میں یہود و نصاریٰ کی ضد اور سرکشی کو واضح انداز میں بتلایا گیا ہے کہ ان سے حق بات قبول کرنے کی کوئی امید ہی نہیں ہے۔ آپ ان کے سامنے دلیلوں پر دلیلیں لا کر رکھ دیں جب بھی یہ اپنی روش سے باز آنے والے نہیں ہیں۔ اب فیصلہ کن بات یہ ہے کہ اب وہ نہ آپ کے قبلہ کی اتباع کرنے والے ہیں اور نہ ہی آپ کو اب ان کے قبلہ کی اتباع کرنا ہے۔ اب آپ کو جس طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے آپ اس پر قائم رہئے اور یہ یہود و نصاریٰ بھی ایک دوسرے کے قبلہ کی اتباع نہیں کرتے۔ یہودی بیت المقدس کو اپنا قبلہ مانتے تھے اور نصاریٰ بیت اللحم کو قبلہ مانتے تھے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہود و نصاریٰ خواہشاتِ نفس پر چلنے والی قومیں ہیں۔ اب آپ ان کی خواہشات کے پیچھے مت چلئے۔ اگر آپ نے بغرضِ محال ان کی خواہشات کی اتباع کر لی تو آپ کا شمار بھی ان لوگوں میں ہوگا جو ظلم کرنے والے اور حق کو چھوڑ کر ناحق کی طرف جانے والے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے گناہ کا صادر ہونا ممکن ہی نہیں ہے اس لئے کہ خواہشات کی اتباع اور گناہوں کا ارتکاب ظالموں کا شیوہ ہے اور انبیاء علیہم السلام اس سے بالکل محفوظ بھی ہیں اور معصوم بھی ہیں۔

درس نمبر (۱۲۵) اہلِ کتاب حضور ﷺ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں سورۃ البقرۃ:۱۴۶۔۱۴۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ أَبْنَاءَ هُمْ وَإِنَّ فَرِيْقاً مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ O اَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلاَ تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَّذِيْنَ وہ لوگ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ جس کو ہم نے کتاب دی ہے يَعْرِفُوْنَهٗ وہ اس کو اتنی اچھی طرح پہچانتے ہیں كَمَا يَعْرِفُوْنَ جیسے وہ پہچانتے ہیں أَبْنَاءَ هُمْ اپنے بیٹوں کو وَإِنَّ فَرِيْقاً مِّنْهُمْ اور بیشک ان میں سے کچھ لوگ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ حق بات کو چھپاتے ہیں وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ جب کہ وہ جانتے ہیں O اَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ اور حق وہی ہے جو تمہارے رب کی طرف سے ہے فَلاَ تَكُوْنَنَّ پس تم ہرگز مت ہو جاؤ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ شک کرنے والوں میں سے۔

ترجمہ: جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو اتنی اچھی طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور یقین جانو کہ ان میں سے کچھ لوگوں نے حق کو جان بوجھ کر چھپا رکھا ہے اور حق وہی ہے جو تمہارے پروردگار کی طرف سے آیا

ہے لہٰذا شک کرنے والوں میں ہرگز شامل نہ ہو جانا۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو اتنی اچھی طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

۲۔ اور یقین جان لو کہ ان میں سے کچھ لوگوں نے حق کو جان بوجھ کر چھپا رکھا ہے۔

۳۔ اور حق وہی ہے جو تمہارے پروردگار کی طرف سے آیا ہے۔

۴۔ لہٰذا شک کرنے والوں میں ہرگز شامل نہ ہو جانا۔

اہلِ کتاب حضور ﷺ کو اسی طرح پہچانتے تھے جس طرح ایک باپ اپنے بیٹے کو پہچان لیتا ہے، جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اسی طرح بغیر کسی شک وشبہ کے یہ اہلِ کتاب حضور ﷺ کو پہچانتے ہیں اس لئے کہ حضور ﷺ کی ذات ان کے لئے اجنبی نہیں ہے۔ حضور ﷺ کی بعثت کی بشارت اور آپ ﷺ کی واضح علامتیں اور نشانیاں جو تورات اور انجیل میں ہیں ان کے ذریعہ یہ حضور ﷺ کو بغیر کسی شک وشبہ کے صاف طور پر پہچانتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو یہود کے علماء میں سے تھے حضور ﷺ کو انہوں نے جب پہلی مرتبہ دیکھا تو پہلی نظر ہی میں پہچان لیا تھا کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور انہوں نے اسلام قبول کیا اور کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کو پہچاننا کہ یہ واقعی اللہ کے رسول ہیں مجھے اپنے بیٹے کے پہچاننے سے زیادہ یقینی ہے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۲۰ میں بھی یہ بات اس طرح کہی گئی ہے **اَلَّذِيْنَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُوْنَهٗ** جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ ان کو یعنی خاتم النبیین ﷺ کو اسی طرح پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

اہلِ کتاب میں ایک گروہ ایسا ہے جو حق کو چھپاتا ہے۔ اہلِ کتاب کو پوری طرح علم ہے کہ یہ حق ہے اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم حق کو چھپا رہے ہیں اور ان کو اس بات کا بھی علم ہے کہ حق بات کے چھپانے کا وبال اور عذاب بہت زیادہ ہے مگر ضد، عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے وہ حق بات کو چھپاتے ہیں۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۷۱ میں اہل کتاب کو اس جرم پر للکارا اور متنبہ بھی کیا گیا ہے **يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ** اے اہلِ کتاب! تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں گڈمڈ کرتے ہو اور کیوں جان بوجھ کر حق بات کو چھپاتے ہو؟

یہ حق ہے آپ کے رب کی طرف سے لہٰذا آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حق اپنی جگہ ثابت ہے اور اس کا حق ہونا ظاہر وباہر ہے۔ اس میں کسی بھی قسم کے شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔

اس آیت سے سبق یہ ملتا ہے کہ ہمیں حق بات کو تسلیم کرنے میں پس وپیش نہیں ہونا چاہئے۔ حق بات کا حق یہ ہے کہ اس کے حق ہونے کا یقین دل میں پیدا کرلیا جائے اور اس کو تسلیم کرلیا جائے۔

درس نمبر (۱۲۶) بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو سورۃ البقرۃ: ۱۴۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعاً إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلِكُلٍّ اور ہر گروہ کی وِجْهَةٌ ایک سمت ہے هُوَ مُوَلِّيهَا جس کی طرف وہ رخ کرتا ہے فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ تم نیک کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو أَيْنَ مَا تَكُونُوا تم جہاں بھی ہو گے يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا تم سب کو اللہ لے آئے گا إِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز پر قَدِيرٌ قادر ہے۔

ترجمہ: اور ہر گروہ کی ایک سمت ہے جس کی طرف وہ رخ کرتا ہے لہٰذا تم نیک کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو تم جہاں بھی ہو گے اللہ تم سب کو اپنے پاس لے آئے گا یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں پیش کی گئی ہیں:

۱۔ ہر گروہ کی ایک سمت ہے جس کی طرف وہ رخ کرتا ہے۔

۲۔ تم نیک کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔

۳۔ تم جہاں بھی ہو گے اللہ تم سب کو اپنے پاس لے آئے گا۔

۴۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا ہر مذہب اور ہر ملت کا عبادتوں میں اپنا رخ الگ ہوتا ہے چاہے وہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہو چاہے لوگوں نے اپنے طور پر کوئی رخ مقرر کر لیا ہو اگر حضور ﷺ اور آپ کی امت کیلئے بیت اللہ کو قبلہ مقرر کیا گیا تو اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ اے مسلمانو! تم ان کاموں کی طرف آگے بڑھو اور پہل کرو جو بھلائی کے ہیں۔ قبلہ کے سلسلہ میں بحث و مباحثہ میں مت پڑو اپنا حقیقی رخ ان نیک اعمال کی طرف رکھو جن میں دنیا اور آخرت کی بھلائی اور کامیابی ہے۔ نیک کاموں میں دوڑ دھوپ کرو، بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھو۔

أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا تم زمین کے جس خطہ اور حصہ میں بھی رہو اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دینے کیلئے تم سب کو ایک جگہ جمع کرے گا نیکی کے کام کرتے ہوئے اس بات کو سامنے رکھو کہ ایک دن تمہیں اپنے رب کے پاس پہنچنا ہے جہاں نیک اعمال کی جزاء ملے گی اور برے کاموں کی سزا ملے گی فرصت کے اوقات کو اب غنیمت جانو اور اس دن کی تیاری کرو جس دن تمہاری زندگی بھر کے اچھے برے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔

إِنَّ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ پختہ یقین رکھو کہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے تم سب کو دوبارہ زندہ کر کے تمہیں ایک ہی میدان میں لا کھڑے کرنے کی بھی قدرت و طاقت اس ذات میں موجود ہے جس کو اللہ کہتے ہیں۔

اس آیت سے ہم سب کو یہ سبق ملتا ہے کہ ہم اپنی توجہ کو ادھر ادھر کی بحثوں اور جھگڑوں میں تقسیم نہ کریں بلکہ ہم اپنی توجہ کو خالص اللہ تعالیٰ کی طرف رکھیں اور آخرت، حشر نشر، قیامت، جنت، دوزخ، شفاعت، حساب، میزان، پل صراط، ان تمام مراحل کے بارے میں زندگی بھر غور کرتے رہیں۔ ہماری زندگی کا اصلی مقصد ایسے کام کرنا ہے جس سے ہمارا رب راضی اور خوش ہو جائے۔

درس نمبر (۱۲۷) **تم جہاں بھی رہو تمہارا قبلہ بیت اللہ ہی ہے** سورۃ البقرۃ:۱۴۹۔۱۵۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ O وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ إِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ اورتم جہاں سے بھی سفر کیلئے نکلو فَوَلِّ وَجْهَكَ اپنا منہ موڑلو شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام کی طرف وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ اور یقیناً یہی بات حق ہے مِنْ رَّبِّكَ تمہارے پروردگار کی طرف سے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ اوراللہ بے خبر نہیں ہے عَمَّا تَعْمَلُوْنَ جو کچھ تم کررہے ہوO وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ اور جہاں سے بھی تم نکلو فَوَلِّ وَجْهَكَ اپنا منہ کرلو شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام کی طرف وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ اورتم جہاں کہیں ہو فَوَلُّوْا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ اپنے چہرے اسی کی طرف رکھو لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ تا کہ لوگوں کو موقع نہ ملے عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ تمہارے خلاف حجت بازی کا إِلَّا الَّذِيْنَ مگر وہ لوگ جنہوں نے ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ان میں سے ظلم کیا (وہ خاموش نہیں ہوں گے) فَلَا تَخْشَوْهُمْ پس تم ان سے مت ڈرو وَاخْشَوْنِيْ اور مجھ سے ڈرو وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ اور تا کہ میں تم پر اپنا انعام مکمل کردوں وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ اور تا کہ تم ہدایت حاصل کرو۔

ترجمہ: اورتم جہاں سے بھی سفر کیلئے نکلو اپنا منہ نماز کے وقت مسجد حرام کی طرف کرو اور یقیناً یہی بات حق ہے جو تمہارے پروردگار کی طرف سے آئی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے اور جہاں سے بھی تم نکلو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اورتم جہاں کہیں ہو اپنے چہرے اس کی طرف رکھو تا کہ لوگوں کو تمہارے خلاف حجت بازی کا موقع نہ ملے البتہ ان میں جو لوگ ظلم کے خوگر ہیں (وہ کبھی خاموش نہ ہوں گے) ان کا کچھ خوف نہ رکھو ہاں! میرا خوف رکھو اور تا کہ میں تم پر اپنا انعام مکمل کردوں اور تا کہ تم ہدایت حاصل کرلو۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔تم جہاں سے بھی سفر کیلئے نکلو اپنا منہ نماز کے وقت مسجد حرام کی طرف کرو۔

۲۔یقیناً یہی بات حق ہے جو تمہارے پروردگار کی طرف سے آئی ہے۔

۳۔جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں ہے۔

۴۔جہاں سے بھی تم نکلو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو۔

۵۔تم جہاں کہیں ہو اپنے چہرے اسی کی طرف رکھو تا کہ لوگوں کو تمہارے خلاف حجت بازی کا موقع نہ ملے۔

۶۔البتہ ان میں جولوگ ظلم کے خوگر ہیں وہ کبھی خاموش نہ ہوں گے۔
۷۔ان کا کچھ خوف نہ رکھو ہاں! میرا خوف رکھو۔
۸۔تا کہ میں تم پر اپنا انعام مکمل کروں اور تا کہ تم ہدایت حاصل کرو۔

ان آیات کوسن کر آپ کو یقیناً محسوس ہورہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں تین مرتبہ اس حکم کو دہرایا ہے کہ تم جہاں کہیں ہو اپنا رخ مسجد حرام کی طرف کرلو۔اس سے حکم کی اہمیت اور اس کی تاکید مقصود ہے۔اگر کوئی اہم بات ہوتو ہم بھی وہ بات دو یا تین مرتبہ ضرور بولتے ہیں۔اس کے علاوہ یہاں یہ بتانا بھی مقصود ہے کہ قبلہ کا رخ کرنا صرف اس حالت میں نہیں ہے جب کوئی بیت اللہ کے سامنے موجود ہو بلکہ جب مکۂ مکرمہ سے نکلا ہوا ہوتب بھی یہی حکم ہے اور کہیں دور چلا جائے تب بھی یہی حکم ہے کہ مسجد حرام کی طرف رخ کر کے ہی نماز پڑھی جائے۔سفر قریب کا ہو یا دور کا،مشرق کا ہو یا مغرب کا،شمال کا ہو جنوب کا ہر حالت میں مسجد حرام ہی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا ہوگا۔

بیت المقدس کے بجائے کعبۃ اللہ کی طرف رخ پھیر دینے میں یہودیوں کی حجت ختم ہوجاتی ہے۔اس لئے کہ ان کا اعتراض یہ تھا کہ تورات میں تو یہ لکھا ہوا ہے کہ آخری نبی کا قبلہ بیت اللہ ہوگا لیکن بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے ہیں لِـئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ کے ذریعہ اس بات کی وضاحت کردی گئی۔فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي اے مسلمانو! تم ان سے نہ ڈرو صرف مجھ سے ڈرو۔جو حکم بیت اللہ کی طرف رخ کرنے کا دیا گیا ہے اسی پر عمل کرو اور اعتراض کرنے والوں اور طعنہ دینے والوں کی طرف اپنا خیال بھی نہ لے جاؤ،ان کے اعتراضات تمہیں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔بیت اللہ کی جانب رخ پھیرنے کا حکم دے کر میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کردی ہے تا کہ تم ہدایت پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہو۔جب حق و باطل کی لڑائی میں دشمن کا خوف چھا جائے تو ایسے موقعوں پر اس قرآنی جملہ کو ذہنوں اور دلوں میں پیوست کر لینا چاہئے کہ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي تم ان سے کچھ خوف مت کھاؤ بلکہ مجھ سے ڈرو یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

ہمارے ملک کے اندر بھی جو ناموافق حالات پیدا ہوئے ہیں اور این آر سی اور این پی آر کے اس مسئلہ کو لے کر بعض لوگ نفسیاتی بیماری کا بھی شکار ہو گئے،انہیں اس خوف کو اپنے دل سے نکال دینا چاہئے۔ان تشویشناک اور کشیدہ حالات میں دشمن کی ہیبت اور اس کا خوف نہیں چھانا چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ کا خوف پیوست ہوجانا چاہئے۔یہی مواقع ہیں جہاں ہمارے ایمان اور توکل کا امتحان لیا جاتا ہے۔ہمارا کام بندگی ہے اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو تسلیم کرنا ہے اور اس راستہ میں صرف اللہ کا خوف دل میں رہے اور دوسروں کا خوف دل سے نکل جائے۔

درس نمبر (۱۲۸) تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا سورۃ البقرۃ:۱۵۱۔۱۵۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلاً مِّنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ O فَاذْكُرُونِيْ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِيْ وَلاَ تَكْفُرُوْنِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: کَمَا جیسے أَرْسَلْنَا ہم نے بھیجا فِیْکُمْ تم میں رَسُوْلاً مِّنْکُمْ ایک رسول جو تم ہی میں ہیں یَتْلُوا عَلَیْکُمْ جو تمہارے سامنے تلاوت کرتے ہیں آیَاتِنَا ہماری آیتیں وَیُزَکِّیْکُمْ اور تمہیں پاکیزہ بناتے ہیں وَیُعَلِّمُکُمُ اور تمہیں تعلیم دیتے ہیں الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ کتاب اور حکمت کی وَیُعَلِّمُکُم اور تمہیں وہ باتیں سکھاتے ہیں مَّا لَمْ تَکُونُوا تَعْلَمُونَ جن کو تم نہیں جانتے تھے O فَاذْکُرُونِیْ پس تم مجھے یاد کرو أَذْکُرْکُمْ میں تمہیں یاد رکھوں گا وَاشْکُرُوا لِیْ اور تم میرا شکرادا کرو وَلاَ تَکْفُرُونِ اور میری ناشکری مت کرو۔

ترجمہ: جیسے ہم نے تمہارے درمیان ایک رسول بھیجا جو تمہارے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں اور تمہیں پاکیزہ بناتے ہیں اور تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور تمہیں وہ باتیں سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے تھے، لہٰذا تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکرادا کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ جیسے ہم نے تمہارے درمیان ایک رسول بھیجا۔

۲۔ جو رسول تمہارے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں۔

۳۔ تمہیں پاکیزہ بناتے ہیں۔

۴۔ تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

۵۔ تمہیں وہ باتیں سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے تھے۔

۶۔ لہٰذا تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔

۷۔ اور میرا شکرادا کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کے بعد ایک دعاء فرمائی تھی ''رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ یَتْلُوا عَلَیْهِمْ آیَاتِکَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَیُزَکِّیْهِمْ (البقرۃ:۱۲۹) اے ہمارے رب! ہماری نسل میں ایک ایسے پیغمبر کو بھیجئے جو انہی میں سے ہو اور وہ ان میں آیات کی تلاوت کریں اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیں اور ان کا تزکیہ کریں۔'' یہی وہ دعاء ہے جس کی قبولیت اس صورت میں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ملکِ عرب کے شہر مکہ میں بنی اسماعیل میں ایک آخری پیغمبر کو مبعوث فرمایا اور جن اوصاف کے ساتھ جس رسول کی بعثت کی دعاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی تھی اللہ تعالیٰ نے انہی اوصاف والے پیغمبر کو محمد عربی ﷺ کی شکل میں مبعوث فرمایا۔ دیکھئے اس آیت میں انہی اوصاف کو بتلایا گیا ہے کہ ہم نے ایک ایسے رسول کو بھیجا جو تمہارے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں، کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور تمہیں پاکیزہ بناتے ہیں۔

فَاذْکُرُونِیْ أَذْکُرْکُمْ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ یہ کتنا پیارا فارمولہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کو دیا ہے۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں یاد رکھے ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو یاد رکھیں۔ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، کاروبار اور ملازمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہیں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ

تعالیٰ بھی ہمیں یاد کرتے رہیں گے اور جب کسی بندہ کو اللہ یاد کرتے رہیں تو اس بندے کی کامیابی پر کوئی شک نہیں کر سکتا۔

وَاشْكُرُواْ لِيْ وَلاَ تَكْفُرُوْنِ تم میرا شکرادا کرو اور میری ناشکری مت کرو۔ ہم اللہ تعالیٰ کی اتنی نعمتوں کے درمیان زندگی بسر کر رہے ہیں جن نعمتوں کا ہم شمار ہی نہیں کر سکتے وَإِنْ تَعُدُّواْ نِعْمَةَ اللّٰهِ لاَ تُحْصُوهَا (ابراہیم:۳۴) اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم شمار نہیں کر سکتے۔ انسان اس قدر ناشکرا ہے کہ ہر لمحہ اللہ کی نعمتوں کو استعمال کرنے کے باوجود اس کا شکرادا نہیں کرتا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ سبا کی آیت نمبر ۱۳ میں فرمایا کہ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ میرے بندوں میں شکر گزار بندے بہت کم ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں چاہئے کہ اللہ کا ذکر بھی کریں اور اس کا شکر بھی ادا کریں۔ ذاکر اور شاکر بندے اللہ کے محبوب اور مقبول بندے شمار ہوتے ہیں۔

درس نمبر (۱۲۹) | سورۃ البقرۃ:۱۵۳۔۱۵۴

اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَـا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اسْتَعِيْنُواْ بِالصَّبْرِ وَالصَّلاَةِ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ O وَلاَ تَقُوْلُواْ لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِن لاَّ تَشْعُرُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَـا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو جو آمَنُواْ ایمان لائے ہو اسْتَعِيْنُواْ مدد حاصل کرو بِالصَّبْرِ صبر سے وَالصَّلاَةِ اور نماز سے إِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ مَعَ الصَّابِرِيْنَ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں O وَلاَ تَقُوْلُواْ اور مت کہو لِمَنْ يُّقْتَلُ جس کو قتل کیا جائے فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں أَمْوَاتٌ مردہ بَلْ بلکہ أَحْيَاءٌ وہ زندہ ہیں وَلَكِنْ لیکن لاَّ تَشْعُرُوْنَ تم ان کی زندگی کا احساس نہیں رکھتے۔

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہوں ان کو مردہ نہ کہو دراصل وہ زندہ ہیں مگر تم کو ان کی زندگی کا احساس نہیں ہوتا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے چار باتیں بیان کی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔

۲۔ بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

۳۔ جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل ہوں ان کو مردہ نہ کہو دراصل وہ زندہ ہیں۔

۴۔ مگر تم کو ان کی زندگی کا احساس نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں دو چیزیں اختیار کرتے ہوئے اللہ کی مدد حاصل کریں ایک ہے صبر اور دوسری ہے نماز۔ صبر کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ کوئی مصیبت آجائے تو برداشت کرلیا جائے بلکہ صبر یہ بھی ہے کہ اپنے آپ کو اللہ کی عبادت اور اطاعت میں لگائے رکھا جائے، اپنے نفس کو گناہوں سے دور رکھا جائے، اپنے اوپر آنے والی

مصیبتوں کو اس طرح برداشت کیا جائے کہ ہم اللہ کے اس فیصلہ پر راضی ہیں جو ایسا صبر اختیار کرتے ہیں ان کے لئے بے حساب اجر کا وعدہ ہے إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ (الزمر:۱۰) کہ صابروں کو پورا پورا اجر بغیر حساب کے دیا جائے گا۔اللہ کی مدد کو پانے کا ایک فارمولہ تو صبر اور برداشت ہے اور دوسرا فارمولہ یہ ہے کہ اپنی زندگی میں ہم نماز کے پابند ہو جائیں۔ جو شخص نماز پابندی سے ادا کرتا ہے اور آنے والے حالات کا صبر سے مقابلہ کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی مدد کا مستحق ہو جاتا ہے۔إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔ایک کمزور اور محتاج بندے کے لئے اس سے بڑھ کر خوشی اور سکون واطمینان کی بات کیا ہوسکتی ہے کہ اس کا رب اس کو یہ طمانیت دے رہا ہے کہ اگر تم صبر والی زندگی گزاروگے تو ہم تمہارے ساتھ ہیں اور جس کے ساتھ اللہ ہو اس کی کامیابی اور نجات کے بارے میں شک ہی نہیں کیا جاسکتا۔

جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کردیئے جائیں ان کے بارے میں یہ حقیقت بیان کی گئی کہ انہیں مردہ مت کہو وہ تو زندہ ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ان کی زندگی کا احساس اور علم و اندازہ تمہیں نہیں ہے۔علامہ واحدی نے اسباب النزول میں لکھا ہے کہ یہ آیت بدر میں شہید ہونے والے مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی۔اس جنگ میں آٹھ انصاری اور چھ مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔شہید ہوجانے والوں کے بارے میں بعض لوگوں نے یوں کہا کہ فلاں مرگیا اور فلاں مرگیا۔دنیا کی لذت اور نعمت اس سے فوت ہوگئی۔لوگوں کی زبانوں سے جب یہ جملے نکلے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کردیئے جائیں تم انہیں مردہ مت کہو۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۶۹ میں بھی اس طرح کی بات کہی گئی ہے وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُواْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ اور ان لوگوں کے بارے میں جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہرگز یہ گمان نہ کرو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں۔

درس نمبر (۱۳۰) **آزمائش کی مختلف صورتیں اور صبر کا صلہ** سورۃ البقرۃ:۱۵۵۔۱۵۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوفْ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الأَمَوَالِ وَالأنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ O الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيْبَةٌ قَالُواْ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ O أُولٰـئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولٰـئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوفْ کسی قدر خوف سے وَالْجُوعِ اور کسی قدر فقر و فاقہ سے وَ نَقْصٍ مِّنَ الأَمَوَالِ اور مالوں کی کمی سے وَالأنفُسِ اور جانوں کی کمی سے وَالثَّمَرَاتِ اور پھلوں کی کمی سے وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ اور آپ ایسے صابرین کو بشارت دیجئے O الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيْبَةٌ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو مصیبت پہنچتی ہے تو قَالُواْ یہ کہتے ہیں إِنَّا لِلّٰهِ ہم سب اللہ ہی کے ہیں وَإِنَّا إِلَيْهِ اور ہم کو اسی کی طرف رَاجِعُونَ لوٹ کر جانا ہے O أُولٰـئِكَ یہ وہ لوگ ہیں عَلَيْهِمْ کہ جن پر صَلَوَاتٌ خصوصی عنایتیں ہیں مِّن رَّبِّهِمْ ان کے رب کی طرف سے وَرَحْمَةٌ اور رحمت ہے وَأُولٰـئِكَ اور یہی لوگ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ہدایت پر ہیں۔

ترجمہ: ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے کچھ خوف سے اور کبھی بھوک سے اور کبھی مال و جان اور پھلوں میں کمی کر کے اور جو لوگ ایسے حالات میں صبر سے کام لیں ان کو خوشخبری سنا دو یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو یہ کہتے ہیں کہ ہم سب اللہ ہی کے ہیں اور ہم کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی طرف سے خصوصی عنایتیں ہیں اور رحمت ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت پر ہیں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) دنیوی زندگی میں کن شکلوں میں آزمائش ہوگی؟

(۲) ان حالات میں صبر کرنے والوں کے لئے بشارت

(۳) صبر کرنے والے مصیبت کے وقت کیا کہتے ہیں؟

(۴) صبر کرنے والوں کو کیا صلہ ملتا ہے؟

اللہ تعالیٰ پہلی بات یہ فرما رہے ہیں کہ ہم تمہاری آزمائش مختلف طریقوں سے کریں گے، کبھی خوف کے ذریعہ، کبھی فقر و فاقہ کے ذریعہ، کبھی مال اور جان اور پھلوں میں کمی کے ذریعہ۔

مسلمانوں سے یہ بات ایک ایسے وقت میں کہی گئی جب کہ مسلمانوں کو اپنے دین پر عمل کرنے اور اس دین کی تبلیغ کرنے میں دشمنوں کی طرف سے مختلف قسم کی رکاوٹیں پیش آرہی تھیں۔ اس زمانے میں جنگوں کا بھی سلسلہ تھا جس کی وجہ سے بہت سی سختیاں برداشت کرنا پڑ رہا تھا، ان جنگوں کے نتیجہ میں مسلمانوں کو یہ منظر بھی دیکھنا پڑ رہا تھا کہ ان کے دوست اور رشتہ دار شہید ہو رہے ہیں۔ ایسے ماحول میں مسلمانوں کو اس حقیقت سے باخبر کیا جا رہا ہے کہ دیکھو! ہم تمہاری مختلف شکلوں میں آزمائش کریں گے۔ خوف کے ماحول میں تمہاری آزمائش ہوگی، بھوک، افلاس اور فقر و فاقہ کی شکل میں تمہاری آزمائش ہوگی، کبھی مال میں کمی، کبھی جان میں کمی اور کبھی پھلوں میں کمی والے حادثات پیش آئیں گے۔ ان تمام حالات میں مسلمانوں کی نجات اور کامیابی کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ صبر کا دامن تھامے رہیں۔

ان دنوں ہمارے ملک بھارت میں بھی مسلمانوں پر این آر سی، این پی آر اور سی اے اے کے نام پر خوف کا ماحول چھایا ہوا ہے۔ یہ خوف بھی ہم بھارتی مسلمانوں پر ایک آزمائش ہے۔ ایسے موقع پر آفاقی فارمولہ یہی پیش کیا جا رہا ہے کہ ہم ایک طرف صبر و برداشت کے ساتھ اس چیلنج کا مقابلہ کریں اور دوسری جانب رجوع الی اللہ کے طور پر نماز کو قائم رکھیں۔ فرض و واجب نمازوں کے علاوہ تہجد، اوابین واشراق جیسی نفل نمازوں کا بھی اہتمام کریں۔

ان لوگوں کو خوشخبری دینے کا حکم اپنے نبی کو اللہ تعالیٰ نے دیا جو آزمائش کی ان گھڑیوں میں صبر سے کام لیتے اور برداشت کرتے ہیں۔ صبر کرنے والوں کی زبانوں پر مصیبت کی ان کٹھن گھڑیوں میں یہ پیارے اور محبوب الفاظ ہوتے ہیں جو دل کی گہرائی سے اپنے رب کی محبت اور تعلق کے ساتھ زبان سے نکلتے ہیں کہ إِنَّـا لِلّٰهِ وَإِنَّـا إِلَيْهِ رَاجِعونَ ہم سب اللہ ہی کے ہیں اور ہم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ صبر و تحمل اور برداشت کا صلہ ان صابرین کو یہ ملے گا کہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایتیں انہیں ملیں گی اور ان پر اللہ کی رحمت بھی ہوگی اور ان کے حق میں خدائی فیصلہ یہ ہے کہ یہ لوگ ہدایت پر بھی ہیں۔

درس نمبر(۱۳۱) | سورۃ البقرۃ:۱۵۸

صفا اور مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ أَن يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْراً فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ بیشک الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ صفا اور مروہ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ پس جو شخص بھی بیت اللہ کا حج کرے اَوِ اعْتَمَرَ یا عمرہ کرے فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِ اس پر کوئی گناہ نہیں ہے أَن يَّطَّوَّفَ بِهِمَا کہ وہ دونوں کے درمیان چکر لگائے وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْراً اور جو شخص خوشی سے کوئی بھلائی کا کام کرے فَإِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ شَاكِرٌ قدر دان ہیں عَلِيْمٌ جاننے والے ہیں۔

ترجمہ: بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں لہٰذا جو شخص بھی بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اس کے لئے اس بات میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ ان کے درمیان چکر لگائے اور جو شخص خوشی سے کوئی بھلائی کا کام کرے تو اللہ تعالیٰ یقیناً قدر والے ہیں اور جاننے والے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین باتیں بتلائی ہیں:

(۱) صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔

(۲) جو حج اور عمرہ کرے اس کے لئے صفا اور مروہ کے چکر لگانے میں کوئی گناہ نہیں۔

(۳) بھلائی کا کام کرنے والوں کے اللہ تعالیٰ قدر دان ہیں۔

صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں یعنی یہ اللہ کے دین کی نشانیاں ہیں۔ صفا اور مروہ مکہ معظّمہ میں بیت اللہ کے قریب دو پہاڑیاں ہیں صفا، بیت اللہ سے مروہ کے مقابلہ میں زیادہ قریب ہے، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو اپنے دودھ پیتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ بیت اللہ کے پاس چھوڑ کر چلے گئے تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا پانی کی تلاش میں ان دو پہاڑیوں یعنی صفا اور مروہ کے درمیان دوڑی تھیں اور سات مرتبہ ایسا ہی کیا تھا۔ ان دو پہاڑیوں کے درمیان سعی کرنا حج اور عمرہ میں واجب قرار دیا گیا۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی حج کے مناسک میں بھی شامل کر دیا گیا۔

صفا اور مروہ کے درمیان حج اور عمرہ کے موقع پر سعی کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا تو واجب ہے مگر یہاں کوئی گناہ نہیں ہے کیوں کہا جا رہا ہے؟ اصل وجہ یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں صفا اور مروہ کے پاس دو بت رکھ دیئے گئے تھے جو اگرچہ کہ بعد میں ہٹا لئے گئے مگر بعض صحابہ کو یہ شک ہوا کہ شاید ان پہاڑیوں کے درمیان دوڑنا جاہلیت کی نشانی ہونے کی وجہ سے گناہ ہو۔ اس آیت کے ذریعہ ان کے اس شک کو دور کر دیا گیا اور کہا گیا کہ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگانے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

تیسری بات یہ بتلائی گئی کہ جو شخص خوشی سے بھلائی کا کوئی کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے کام کے یقیناً قدر دان ہیں۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں سے ایک اہم صفت یہ بھی ہے کہ وہ شکور ہے۔شکور کے معنی قدر دان کے ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی محنت، ریاضت وعبادت کی قدردانی کرتے ہیں۔ایسا ہرگز نہیں ہوتا کہ کوئی بندہ اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ کوئی نیک عمل اس کی رضا کے لئے کرے اور اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو ضائع کردیں۔اِنَّ اللّٰـهَ لَايُضِيـعُ اَجْـرَالْـمُحْسِنِيْنَ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔ہم جو بھی عمل کریں اس امید واحساس کے ساتھ عمل کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس عمل کے اجر کو ہمارے اخلاص کے بقدر بڑھاتے ہیں اور اس کا اپنی شایانِ شان پورا پورا اجر بھی عطا فرماتے ہیں۔

درس نمبر(۱۳۲) **دلیل اور ہدایت کو چھپانے کا انجام** سورۃ البقرۃ:۱۵۹۔۱۶۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الَّـذِيْـنَ يَـكْتُـمُـونَ مَـا أَنْـزَلْـنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِيْ الْكِتَابِ أُولٰئِكَ يَلعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ O إِلاَّ الَّذِيْنَ تَابُواْ وَأَصْلَحُواْ وَبَيَّنُواْ فَأُولٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ الَّذِيْنَ بیشک وہ لوگ جو يَكْتُمُونَ چھپاتے ہیں مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى جو کچھ نازل کیا ہم نے روشن دلیلوں اور ہدایت کو مِـن بَـعْدِ مَـا اس کے باوجود کہ بَيَّـنَّاهُ ہم نے کھول کھول کر بیان کردیا لِلـنَّـاسِ لوگوں کو فِيْ الْكِتَابِ کتاب میں أُولٰئِكَ یہ وہ لوگ ہیں يَـلعَنُهُمُ اللّٰهُ کہ جن پر اللہ بھی لعنت بھیجتا ہے وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ اور دوسرے لعنت کرنے والے بھی لعنت بھیجتے ہیں O إِلاَّ الَّـذِيْـنَ مگر وہ لوگ جنہوں نے تَـابُواْ توبہ کی وَأَصْـلَـحُواْ اور اپنی اصلاح کرلی وَبَيَّنُواْ اور کھول کھول کر بیان کردیا ہو فَـأُولٰـئِكَ تو ایسے لوگوں کی أَتُـوبُ عَلَيْهِمْ توبہ قبول کرلیتا ہوں وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ اور میں توبہ قبول کرنے والا بڑا رحمت والا ہوں۔

ترجمہ: بیشک وہ لوگ جو ہماری نازل کی ہوئی روشن دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم انہیں کتاب میں کھول کھول کر لوگوں کے لئے بیان کرچکے ہیں تو ایسے لوگوں پر اللہ بھی لعنت بھیجتا ہے اور دوسرے لعنت کرنے والے بھی لعنت بھیجتے ہیں ہاں! وہ لوگ جنہوں نے توبہ کرلی ہو اور اپنی اصلاح کرلی ہو اور چھپائی ہوئی باتوں کو کھول کھول کر بیان کردیا ہو تو میں ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرلیتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا اور بڑا رحمت والا ہوں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔اللہ کی نازل کردہ واضح نشانیوں اور ہدایت کو چھپانے والوں کا برا انجام

۲۔توبہ کرنے اور اصلاح کرنے والوں کا اچھا انجام

پہلی بات کی تشریح یہ ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے پچھلی آسمانی کتابوں میں بتلائی گئی ایسی بشارتوں کو چھپایا جو حضور ﷺ کے بارے میں نازل ہوئی تھیں۔تفسیر دُرِّ منثور میں ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور دیگر بعض انصاری

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے یہودیوں کے بعض علماء سے تورات سے متعلق بعض باتیں دریافت کیں تو ان علماء نے ان باتوں کو چھپایا اور بتانے سے صاف انکار کردیا۔اس آیت میں ان یہودیوں کے اس جرم کو بتلایا گیا ہے اور اس کے نتیجہ میں ان پر اللہ کی لعنت اور لعنت کرنے والوں کی لعنت کی وعید بھی بتلا دی گئی ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۴ میں ایسے بدنصیب لوگوں کا انجام یہ بیان کیا گیا إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَناً قَلِيْلاً أُولَـئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِيْ بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّـارَ وَلاَ يُـكَلِّمُهُمُ اللّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کو چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت وصول کرلیتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ کے سوا کچھ نہیں بھر رہے ہیں۔قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے کلام بھی نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

إِلَّا الَّـذِيْنَ تَابُواْ وَأَصْلَحُواْ کے ذریعہ بتلایا گیا کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ واضح نشانیوں اور ہدایت کو بتلانے میں جو کوتاہی کی تھی اس سے توبہ کی اور اپنے آپ کی اصلاح بھی کرلی۔اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کو قبول کرلیں گے اور اللہ تعالیٰ تو توبہ کو قبول کرنے والے ہیں اور اپنے بندوں پر مہربان بھی ہیں۔ یہاں ہمیں اس نتیجہ پر غور کرنا ہے کہ توبہ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر توبہ کے بعد پھر سے گناہ کیا جائے بلکہ توبہ کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے بعد اپنی اصلاح کرلی جائے۔ قرآنِ مجید میں اس کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی توبہ کے بعد اصلاح کی بات کہی گئی ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۰ میں یوں بتلایا گیا إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُواْ وَأَصْلَحُواْ وَبَيَّنُواْ فَأُوْلَـئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ہاں! وہ لوگ جنہوں نے توبہ کرلی اور اپنی اصلاح کرلی اور چھپائی ہوئی باتوں کو کھول کھول کر بیان کردیا ہو تو میں ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا بڑا رحمت والا ہوں۔

خلاصہ یہ ہے کہ حق بات کا حق یہ ہے کہ اس کو صاف صاف بتلا دیا جائے اور اس کو چھپانے سے گریز کیا جائے، اپنے مفاد کیلئے حق بات کو چھپانا اللہ کی نگاہوں میں بڑا بھاری جرم ہے، ایسے مجرموں کیلئے لعنت ہے۔

درس نمبر (۱۳۳) | سورۃ البقرۃ:۱۶۱۔۱۶۳

کفر پر مرنے والوں پر لعنت

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الَّـذِيْـنَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّهِ وَالْمَلآئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ O خَالِدِيْنَ فِيْهَا لاَ يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلاَ هُمْ يُنْظَرُونَ O وَإِلَـهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ لَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيْمُ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوا کفر کیا وَمَاتُوا اور مرگئے وَهُمْ كُفَّارٌ اس حالت میں کہ وہ کافر تھے أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ یہی وہ ہیں کہ جن پر لَعْنَةُ اللّهِ اللہ کی لعنت ہے وَالْمَلآئِكَةِ اور فرشتوں کی وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ اور تمام انسانوں کی O خَالِدِيْنَ فِيْهَا وہ ہمیشہ اسی پھٹکار میں رہیں گے لاَ يُخَفَّفُ ہلکا نہیں کیا جائے گا عَنْهُمُ ان پر سے الْعَذَابُ عذاب وَلاَ هُمْ يُنْظَرُونَ اور نہ ہی ان کو مہلت دی جائے گی O وَإِلَـهُكُمْ اور

تمہارا معبود إِلٰـهٌ وَاحِدٌ ایک ہی معبود ہے لَّا إِلَـهَ إِلَّا هُوَ اس کے سوا کوئی معبود نہیں الـرَّحْـمَنُ الرَّحِيْمُ وہی مہربان نہایت رحم والا ہے۔

ترجمہ: بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور کافر ہونے کی حالت ہی میں مر گئے ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی لعنت ہے۔ وہ ہمیشہ اسی پھٹکار میں رہیں گے نہ ان پر سے عذاب کو ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی، تمہارا اللہ ایک ہی اللہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں جو سب پر مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) کفر پر زندہ رہنے اور اسی کفر پر مرنے والوں کا انجام

(۲) معبود برحق صرف اور صرف وہ ایک ہی اللہ ہے جو مہربان ہے۔

پہلی بات یہاں یہ بیان کی گئی کہ جو لوگ اس دنیا میں کفر کرتے ہیں اور اسی کفر کی حالت ہی میں مر بھی جاتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی بھی لعنت ہے۔ نیز سارے انسانوں کی بھی لعنت ہے اور اس لعنت اور پھٹکار میں یہ کافر ہمیشہ رہیں گے اور ان پر سے نہ عذاب کم ہوگا اور نہ انہیں کسی بھی قسم کی مہلت دی جائے گی۔

یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ ہم ان کافروں پر بھی لعنت کرتے ہیں جو ابھی زندہ ہیں، انہوں نے صرف کفر کیا ہے مگر ابھی کفر پر ان کی موت نہیں ہوئی ہے، عین ممکن ہے کہ ان کو ہدایت مل جائے اور ایمان کی حالت میں ان کی موت ہو۔ اسی لئے امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت سے استنباط کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جس کافر کے کفر کی حالت میں مرنے کا یقین نہ ہو اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے اور چونکہ ہمیں کسی شخص کے خاتمہ کا یقینی علم نہیں ہے اس لئے کسی کافر کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز نہیں اور رسول اللہ ﷺ نے جن کافروں کا نام لے کر ان پر لعنت کی تھی ان کی کفر پر موت کا علم اللہ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو ہو چکا تھا۔ البتہ عام کافروں پر ان کے نام کی تعیین کے بغیر لعنت کرنا درست ہے۔ ہم کافروں پر لعنت کرنے میں سبقت کر لیتے ہیں لیکن ان کو دعوت دینے کی جو ذمہ داری ہے اس جانب توجہ ہی نہیں دیتے ہم امتِ دعوت ہیں۔ ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم ان کافروں کو پہلے دین کی دعوت دیں، لعنت پہلا مرحلہ نہیں ہے وہ آخری مرحلہ ہے۔ دوسری بات جو بیان کی گئی وہ توحید کی بات ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں یکتا ہے۔ اس کا کوئی ہمسر اور برابر نہیں۔ اس کے جیسا کوئی نہیں، لَيْـسَ كَـمِثْـلِهٖ شَيْئٌ۔ اور وہ اللہ اپنے بندوں پر اور اپنی تمام مخلوقات پر نہایت مہربان ہے اور رحم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا توحید پر خاتمہ فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۱۳۴) | **مخلوقات کو دیکھ کر خالق کی پہچان** | سورۃ البقرۃ:۱۶۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْـزَلَ اللّٰـهُ مِنَ السَّمَاءِ مِن مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَتَصْرِيْفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اور رات دن کے لگا تار آنے جانے میں وَالْفُلْكِ الَّتِيْ اور ان کشتیوں میں جو تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ سمندر میں تیرتی ہیں بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ اور جو کچھ کہ اللہ نے اتارا مِنَ السَّمَاءِ آسمان سے مِنْ مَّاءٍ پانی میں سے فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ پس اس کے ذریعہ زمین کو زندہ کیا بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے مردہ ہو جانے کے بعد وَبَثَّ فِيْهَا اور پھیلا دیئے اس میں مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ہر قسم کے جانور وَتَصْرِيْفِ الرِّيَاحِ اور ہواؤں کی گردش میں وَالسَّحَابِ اور بادلوں میں الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ جو زمین اور آسمان کے درمیان تابع دار بن کر کام میں لگے ہوئے ہیں لَآيَاتٍ نشانیاں ہی نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں۔

ترجمہ: بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، رات دن کے لگا تار آنے جانے میں، ان کشتیوں میں جو لوگوں کے فائدے کا سامان لے کر سمندر میں تیرتی ہیں، اس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا اور اس کے ذریعہ زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندگی بخشی اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور ہواؤں کی گردش میں اور ان بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان تابع دار بن کر کام میں لگے ہوئے ہیں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہی نشانیاں ہیں جو اپنی عقل سے کام لیتے ہیں۔

تشریح: اس طویل آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک اہم ترین بات کی طرف اپنے بندوں کو متوجہ کیا ہے۔ یہ بات ایک بندہ کو اپنے حقیقی خالق کی قدرت کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام حقیقتوں کی طرف توجہ دلائی ہے جو ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں چونکہ ہم پیدائش سے لے کر اب تک روزانہ اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو دیکھ رہے ہیں اور ہماری نگاہیں ان ساری چیزوں کو دیکھ دیکھ کر عادی ہو چکی ہیں اس لئے ہمیں ان چیزوں کو دیکھ کر حیرت نہیں ہو رہی ہے۔ ہم سورج اور چاند کو بچپن سے دیکھ رہے ہیں، رات کو دن میں بدلتے اور دن کو رات میں بدلتے بچپن سے دیکھ رہے ہیں، آسمان سے بارش برستے اور بادلوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہوئے بار بار دیکھ رہے ہیں۔ سمندر میں چلتی کشتیوں کو بار بار دیکھ رہے ہیں۔ اس لئے ہمارے لئے اتنی بڑی حقیقتیں حیرت کا ذریعہ نہیں ہیں۔ اس کے مقابلہ میں کوئی چھوٹی بھی چیز جس کو ہم نے پہلی مرتبہ دیکھا اس پر ہم حیرت زدہ ہیں۔ اس کو ایک مثال سے سمجھ سکتے ہیں۔ اگر کسی دن مکمل سورج گہن ہو جائے اور عین دن کے اجالے میں رات کی تاریکی چھا جائے تو سارے لوگ اس منظر کو دیکھ کر تعجب کرتے ہیں جبکہ ہر دن سورج غروب ہوتا ہے اور ہر دن، دن کے اجالے کے بعد رات کی تاریکی چھا جاتی ہے۔ مگر اس منظر کو ہم تعجب سے نہیں دیکھتے اس لئے کہ یہ ہر روز ہی ہوتا ہے۔

زمین کی چوڑائی اور پھیلاؤ پر غور کیجئے کہ اس کو کس نے پیدا کیا؟ یہ بغیر ستون کا بلند و بالا آسمان کس نے پیدا کیا؟ یہ چاند کی چمک اور یہ سورج کی روشنی اور گرمی، اس کو کس نے پیدا کیا؟ ہزاروں ٹنوں سے لدی کشتیاں سمندر میں ڈوبے بغیر ہزاروں میل کا سفر کر رہی ہیں، آخر کون ان کو سمندر کی سطح پر چلا رہا ہے؟ آسمانوں سے برسنے والا یہ موسلا دھار بارش کون برسا رہا ہے

اور پہاڑوں کی شکل کے ان بادلوں کوکون ادھر سے اُدھر منتقل کر رہا ہے؟ صرف ایک ہی جواب ہے، اللہ رب العالمین۔ یہ ساری مخلوقات قدرت کی شاہکار ہیں جو ایک عقلمند کو یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہیں کہ ان سب کا خالق و مالک وہ رب العالمین ہے جس کے ہاتھ میں ہم سب کی جان ہے۔

درس نمبر(۱۳۵) مومن سب سے زیادہ اللہ سے محبت رکھتا ہے سورۃ البقرۃ:۱۶۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَندَاداً يُّحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ آمَنُواْ أَشَدُّ حُبّاً لِّلّٰهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُواْ إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعاً وَأَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمِنَ النَّاسِ اورلوگوں میں کچھ وہ بھی ہیں مَنْ يَّتَّخِذُ جو تجویز کر رکھے ہیں مِنْ دُونِ اللّٰهِ اللہ کے علاوہ أَندَاداً شریک يُحِبُّونَهُمْ کہ یہ لوگ ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں كَحُبِّ اللّٰهِ جیسے اللہ کی محبت رکھنی چاہئے وَالَّذِيْنَ آمَنُواْ اوروہ لوگ جو ایمان لائے أَشَدُّ حُبّاً لِّلّٰهِ وہ اللہ ہی سے سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ اور اگر جان لیں وہ لوگ جنہوں نے ظَلَمُوْا ظلم کیا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ جس وقت عذاب کو دیکھیں گے أَنَّ الْقُوَّةَ بیشک قوت لِلّٰهِ جَمِيْعاً سب کی سب اللہ کی ہے وَأَنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ شَدِيْدُ الْعَذَابِ سخت عذاب والے ہیں

ترجمہ: اوراس کے باوجود لوگوں میں کچھ وہ بھی ہیں جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو اس کی خدائی میں اس طرح شریک قرار دیتے ہیں کہ ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسے اللہ کی محبت رکھنی چاہئے اور جولوگ ایمان لا چکے ہیں وہ اللہ ہی سے سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں اور کاش کہ یہ ظالم لوگ جب دنیا میں کوئی تکلیف دیکھتے ہیں اسی وقت یہ سمجھ لیا کریں کہ تمام تر طاقت اللہ ہی کو حاصل ہے اور یہ کہ اللہ کا عذاب آخرت میں اس وقت بڑا سخت ہوگا۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین باتیں بیان کی ہیں:

۱۔ مشرکین اپنے باطل معبودوں سے اتنی محبت رکھتے ہیں جتنی محبت اللہ سے رکھنی چاہئے۔

۲۔ ایمان والوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی سے سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔

۳۔ یہ مشرک اور ظالم جب اللہ کا عذاب دیکھ لیں گے تو انہیں سمجھ میں آجائے گا کہ ساری قوت اللہ ہی کیلئے ہے۔

جن لوگوں نے توحید سے اپنا منہ موڑ لیا ہے اور شرک کو اختیار کرلیا ہے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسے معبود تجویز کرلئے ہیں کہ جن کو وہ اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھتے ہیں ان باطل معبودوں کی عبادت کرتے ہیں ان کے لئے نذریں مانتے ہیں اور ان کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں اس طرح کہ یہ لوگ ان باطل معبودوں سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ تعالیٰ سے محبت ہونی چاہئے۔ صاحبِ روح المعانی لکھتے ہیں کہ یہاں محبت سے مراد تعظیم اور فرمانبرداری ہے۔ سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۳۰ میں شرک کرنے والوں کا یوں ذکر کیا گیا ہے وَجَعَلُواْ لِلّٰهِ أَندَاداً لِّيُضِلُّواْ عَنْ سَبِيْلِهِ قُلْ تَمَتَّعُواْ فَإِنَّ مَصِيْرَكُمْ إِلَى النَّارِ

اورانہوں نے اللہ کے ساتھ اس کی خدائی میں کچھ شریک بنالئے تاکہ لوگوں کو اس کے راستہ سے گمراہ کریں، ان سے کہو کہ تھوڑے سے مزے اڑالو کیونکہ آخرکار تمہیں دوزخ ہی کی طرف جانا ہے۔

ایمان لانے والوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ان کی اللہ سے جو محبت ہے وہ کبھی کم نہیں ہوتی۔وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں، خوشحالی میں بھی اسی کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور بدحالی میں بھی اسی کو پکارتے ہیں۔وہ اسی رب کی عبادت کرتے ہیں اور اسی سے مدد بھی طلب کرتے ہیں۔

یہ مشرک لوگ جنہوں نے شرک کرکے اپنی جانوں پر ظلم کیا جب وہ اپنے شرک کے بدلے میں ملنے والے عذاب کو دیکھیں گے تو اس وقت ان کو یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ ساری قوت تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور اللہ تعالیٰ کا عذاب بھی سخت ہے۔

درس نمبر (۱۳۶) | **پیشواؤں کا پیروکاروں سے بے تعلقی کا اعلان** | سورۃ البقرۃ:۱۶۶۔۱۶۷

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُواْ مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُواْ وَرَأَوُاْ الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الأَسْبَابُ O وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُواْ لَوْ أَنَّ لَنَا کَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ کَمَا تَبَرَّؤُواْ مِنَّا کَذَالِکَ یُرِیْهِمُ اللّٰهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَیْهِمْ وَمَا هُم بِخَارِجِیْنَ مِنَ النَّار

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِذْ تَبَرَّأَ جب بے تعلقی کا اظہار کریں گے الَّذِیْنَ اتُّبِعُواْ وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُواْ ان لوگوں سے جنہوں نے پیروی کی وَرَأَوُاْ الْعَذَابَ اور یہ سب لوگ عذاب کو دیکھ لیں گے وَتَقَطَّعَتْ اور کٹ کر رہ جائیں گے بِهِمُ الأَسْبَابُ ان کے آپسی سارے رشتے O وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُواْ اور جنہوں نے پیروی کی تھی وہ کہیں گے لَوْ أَنَّ لَنَا کَرَّةً کاش ہمیں ایک مرتبہ پھر سے لوٹنے کا موقع دیا جائے فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ تو ہم بھی ان سے اسی طرح بے تعلقی کا اظہار کریں گے کَمَا تَبَرَّؤُواْ مِنَّا جیسے انہوں نے ہم سے بے تعلقی کا اظہار کیا ہے کَذَالِکَ یُرِیْهِمُ اللّٰهُ اسی طرح اللہ انہیں دکھادے گا أَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال حَسَرَاتٍ عَلَیْهِمْ ان کیلئے حسرت ہی حسرت بن چکے ہیں وَمَا هُم بِخَارِجِیْنَ اب وہ کسی بھی صورت نکلنے والے نہیں ہیں مِنَ النَّار دوزخ سے۔

ترجمہ: جب وہ پیشوا جن کے پیچھے یہ لوگ چلتے رہے ہیں اپنے پیروکاروں سے مکمل بے تعلقی کا اعلان کریں گے اور یہ سب لوگ عذاب کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لیں گے اور ان کے تمام باہمی رشتے کٹ کر رہ جائیں گے اور جنہوں نے ان پیشواؤں کی پیروی کی تھی وہ کہیں گے کہ کاش ہمیں ایک مرتبہ پھر دنیا میں لوٹنے کا موقع دے دیا جائے تو ہم بھی ان پیشواؤں سے اسی طرح بے تعلقی کا اعلان کریں گے جیسے انہوں نے ہم سے بے تعلقی کا اعلان کیا ہے اس طرح اللہ انہیں دکھادے گا کہ ان کے اعمال آج ان کے لئے حسرت ہی حسرت بن چکے ہیں اور اب وہ کسی صورت دوزخ سے نکلنے والے نہیں ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔جب وہ پیشوا جن کے پیچھے یہ لوگ چلتے رہے ہیں اپنے پیروکاروں سے مکمل بے تعلقی کا اعلان کریں گے۔
۲۔اور یہ سب لوگ عذاب کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لیں گے۔
۳۔اوران کے تمام باہمی رشتے کٹ کر رہ جائیں گے۔
۴۔جنہوں نے ان پیشواؤں کی پیروی کی تھی وہ کہیں گے کہ کاش! ہمیں ایک مرتبہ پھر دنیا میں لوٹنے کا موقع دے دیا جائے تو ہم بھی ان پیشواؤں سے اسی طرح بے تعلقی کا اعلان کریں گے جیسے انہوں نے ہم سے بے تعلقی کا اعلان کیا ہے۔
۵۔اس طرح اللہ تعالیٰ انہیں دکھا دے گا کہ ان کے اعمال آج ان کے لئے حسرت ہی حسرت بن چکے ہیں۔
۶۔اوراب وہ کسی صورت میں دوزخ سے نکلنے والے نہیں ہیں۔

دنیا میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک وہ جو اپنے بڑوں کی پیروی کرتے ہیں ایسے لوگ چھوٹے شمار ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ جن کی پیروی کی جاتی ہے وہ لوگ بڑے شمار ہوتے ہیں۔حضور ﷺ کے زمانہ میں ایک طرف وہ لوگ تھے جو قبیلوں اور قوموں کے سردار تھے ان کے پیچھے عام لوگ چلتے تھے اگر وہ شرک وکفر کررہے ہوتے تو یہ بھی شرک کررہے ہوتے گویا یہ چھوٹے لوگ اپنے بڑوں کی پیروی کرتے تھے۔یہ دو قسم کے لوگ کل قیامت کے دن کیا کہیں گے اوران میں کے بڑے اپنے چھوٹوں سے کیا کہیں گے اور چھوٹے اپنے بڑوں سے کیا کہیں گے؟ ان دو آیتوں میں اس کی منظر کشی کی گئی ہے۔سب سے پہلے وہ بڑے لوگ جن کی دنیا میں پیروی کی گئی جن کے نقشِ قدم پر لوگ چلتے تھے، ان چھوٹے لوگوں سے (جو زندگی بھر ان کے نقشِ قدم پر چلتے تھے) صاف طور پر بے تعلقی کا اعلان کردیں گے کہ ہم تم سے بالکل بری ہیں ہمارا تم سے کوئی تعلق نہیں۔ اس طرح ان دونوں کے یعنی بڑوں اور چھوٹوں کے درمیان جو رشتے دنیا میں قائم تھے وہ سارے رشتے کٹ جائیں گے۔اب چھوٹے لوگ کہیں کہ اگر دنیا میں ہم کو ایک بار جانے کا موقع دے دیا جائے تو ہم بھی ان سے اسی طرح بے تعلقی کا اعلان کردیں گے جس طرح انہوں نے ہمارے بارے میں بے تعلقی کا اعلان کیا ہے،جس طرح ان کے یہ تعلقات حسرت اور ندامت کا ذریعہ بن گئے۔اللہ تعالیٰ اسی طرح ان کے اعمال کو بھی حسرت، پچھتاوے اور ندامت کا ذریعہ بنادے گا اوران کو بتائے گا کہ نہ ان کے اعمال ان کے کام آئے اور نہ ہی ان کے یہ تعلقات اور اپنے بڑوں کی پیروی ان کے کام آئی۔

درس نمبر(۱۳۷) — **حلال اور پاکیزہ رزق کھاؤ** — سورۃ البقرۃ:۱۶۸۔۱۶۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَـا أَيُّهَـا الـنَّـاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلالاً طَيِّباً وَلاَ تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ O إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ مَا لاَ تَعْلَمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: **يَا أَيُّهَا النَّاسُ** اے لوگو **كُلُوا** کھاؤ **مِمَّا فِي الْأَرْضِ** زمین کی چیزوں میں سے **حَلالاً طَيِّباً** حلال اور پاکیزہ **وَلاَ تَتَّبِعُوا** اور پیروی نہ کرو **خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ** شیطان کے نقشِ قدم کی **إِنَّهُ لَكُمْ** بیشک وہ تمہارے لئے

عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ کھلا دشمن ہے O إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بیشک وہ تم کو حکم دیتا ہے بِالسُّوءِ برائی کا وَالْفَحْشَاءِ اور بے حیائی کا وَأَنْ تَقُولُوا اور اس بات کا کہ تم وہ باتیں کہو عَلَى اللّٰهِ اللہ کے ذمہ مَا لَا تَعْلَمُونَ جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔حلال اور پاکیزہ رزق کھانے کا حکم۔

۲۔شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلنے کا حکم۔

۳۔شیطان کے کھلے دشمن ہونے کا ذکر۔

۴۔شیطان ہمیں کن کن کاموں کا حکم دیتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ زمین کی چیزوں میں صرف حلال اور پاکیزہ چیزیں ہی کھائیں۔ یہ حکم اس پس منظر میں دیا گیا ہے کہ عرب کے مشرکین کسی آسمانی تعلیم کے بغیر مختلف چیزوں کے بارے میں حلال اور حرام کے فیصلے خود ہی گھڑ لیتے تھے۔ مردار جانور کو وہ جائز قرار دیتے تھے مگر بہت سے حلال جانوروں کو حرام سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس گمراہی کی وجہ سے حکم دیا کہ ہر چیز کے استعمال کرنے سے پہلے آسمانی ہدایات پر غور کرو اور جن چیزوں کو حلال اور پاکیزہ قرار دیا گیا ہے ان کو کھاؤ اور اگر حرام قرار دیا گیا ہے تو ان سے باز آجاؤ۔

شیطان کے نقشِ قدم پر مت چلو، ہم مسلمانوں کے لئے انبیاء ورسل کا طریقہ کافی ہے، بالخصوص آخری پیغمبر ﷺ کی زندگی تو ہمارے لئے نمونہ ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ (الاحزاب:۲۱) تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم حضور ﷺ کی اتباع کریں جو ہمارے لئے محسن ہیں اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلیں۔

شیطان کے نقشِ قدم پر چلنے سے تم کو اس لئے روکا جا رہا ہے کہ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۔ (بقرہ:۱۶۸) وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور ظاہر ہے کہ دشمن کی اتباع کا انجام بھیانک ہوتا ہے۔

چوتھی بات یہ کہی گئی کہ شیطان کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو برائی کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اس بات کا بھی حکم دیتا ہے کہ تم اللہ کے بارے میں ایسی گستاخانہ باتیں کہو جن کا خود تم کو علم نہیں ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ہم اپنی غذاؤں پر غور کریں اور یہ دیکھیں کہ کہیں ہم کوئی حرام چیز تو نہیں کھا رہے ہیں؟ اور شیطان کی پیروی سے بچیں اور شیطان کو اپنا دشمن سمجھیں اور برائیوں اور بے حیائیوں سے گریز کریں اور اللہ تعالیٰ کی مقدس ذات کے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کہیں جو اس کی ناراضگی کا ذریعہ ہو۔ ہم بعض اوقات اپنی زبان سے ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جو بظاہر ہلکی سی محسوس ہوتی ہیں لیکن حقیقت یہ ہوتی ہے کہ وہ باتیں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ذریعہ ہوتی ہیں، بالخصوص لطیفہ گوئی اور کامیڈی اور مزاحیہ مشاعروں میں ایسی باتیں کہہ دی جاتی ہیں جس سے کفر لازم آجاتا ہے۔ ہمیں ایسی باتوں کے کہنے اور سننے سے گریز کرنا چاہئے۔

درس نمبر(۱۳۸)

باپ دادا کی پیروی

سورۃ البقرۃ:۱۷۰۔۱۷۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَإِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُواْ بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لاَ يَعْقِلُونَ شَيْئاً وَلاَ يَهْتَدُونَ O وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لاَ يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لاَ يَعْقِلُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذَا قِيْلَ لَهُمُ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اتَّبِعُوا پیروی کرو مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ اس کلام کی جو اللہ نے اتارا ہے قَالُواْ تو وہ کہتے ہیں کہ بَلْ نہیں بلکہ نَتَّبِعُ ہم پیروی کریں گے مَا أَلْفَيْنَا جن پر ہم نے پایا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا اپنے باپ دادا کو أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ بھلا کیا اس صورت میں بھی کہ ان کے باپ دادا لاَ يَعْقِلُونَ شَيْئاً ذرا بھی سمجھ نہ رکھتے ہوں وَلاَ يَهْتَدُونَ اور نہ کوئی ہدایت حاصل کی ہو O وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ اور ان لوگوں کی مثال جنہوں نے کفر کیا كَمَثَلِ الَّذِيْ اس شخص کی سی ہے جو يَنْعِقُ بِمَا لاَ يَسْمَعُ ان جانوروں کو بلائے جو کچھ نہیں سنتا إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً سوائے ہانک پکار کے صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ یہ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں فَهُمْ لاَ يَعْقِلُونَ کچھ بھی سمجھ نہیں رکھتے۔

ترجمہ: اور جب ان کافروں سے کہا جاتا ہے کہ اس کلام کی پیروی کرو جو اللہ نے اتارا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو ان باتوں کی پیروی کریں گے جن پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے بھلا کیا اس صورت میں بھی جب ان کے باپ دادا ذرا بھی سمجھ نہ رکھتے ہوں اور انہوں نے کوئی آسمانی ہدایت بھی حاصل نہ کی ہو اور جن لوگوں نے کفر کو اپنا لیا ہے انکو حق کی دعوت دینے کی مثال کچھ ایسی ہے جیسے کوئی شخص ان جانوروں کو زور زور سے بلائے جو ہانک پکار کے سوا کچھ نہیں سنتے۔ یہ بہرے گونگے اندھے ہیں لہٰذا کچھ نہیں سمجھتے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ جب کافروں سے کہا جاتا ہے کہ اس کلام کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے۔

۲۔ وہ کہتے ہیں کہ نہیں! ہم تو ان باتوں کی پیروی کریں گے جن پر ہم نے اپنے باپ داداؤں کو پایا ہے۔

۳۔ بھلا کیا اس صورت میں بھی ان کو یہی چاہئے جب ان کے باپ دادا دین کی ذرا بھی سمجھ نہ رکھتے ہوں اور انہوں نے کوئی آسمانی ہدایت بھی حاصل نہ کی ہو۔

۴۔ جن لوگوں نے کفر کو اپنا لیا ہے ان کو حق کی دعوت دینے کی مثال کچھ ایسی ہے جیسے کوئی شخص ان جانوروں کو زور زور سے بلائے جو ہانک پکار کے سوا کچھ نہیں سنتے۔

۵۔ یہ بہرے، گونگے اور اندھے ہیں، لہٰذا کچھ نہیں سمجھتے۔

کافروں کو جب اللہ کی نازل کردہ باتوں کی اتباع کا حکم دیا جاتا ہے تو وہ صاف طور پر کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو ان باتوں کی پیروی کریں گے جن باتوں پر اپنے باپ دادا کو پایا۔ مشرکوں کا یہی طریقہ رہا اور آج بھی ہے کہ وہ اپنے باپ دادا کے طریقہ ہی

کوسب کچھ سمجھتے ہیں۔ان کے باطل طریقہ پرعمل کرنے میں بال برابر کمی نہیں کرتے۔ان کے سامنے حق بات دلائل کے ساتھ بھی رکھی جائے جب بھی وہ اپنے باپ دادا کے طریقہ پر ہی عمل کرتے ہیں اوراسی کی اتباع کرتے ہیں اور وہ کسی بھی قیمت پر اپنے باپ دادا کے طریقہ کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔اللہ تعالیٰ نے ایسے باطل پرست مشرکوں سے یہاں یہ سوال کیا ہے کہ کیا یہ لوگ اپنے باپ دادا کی ایسی صورت میں بھی اتباع کریں گے جبکہ ان کے باپ دادا بے سمجھ ہوں اور ہدایت پر بھی نہ ہوں؟ ایسے سخت دل اور باطل پر اٹل رہنے والے کافروں کو دعوت دینے والے شخص کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص ان جانوروں کے پیچھے چیخ رہا ہو جو جانور صرف پکار اور آواز کو سنتے ہیں،اس کا معنی اور مطلب سمجھ نہیں پاتے۔وہ جانور جس طرح اتنا سمجھتے ہیں کہ ان کو آواز دی جارہی ہے اور اس پکارنے والے نے کیا کہا وہ نہیں سمجھتے۔ان کافروں کی مثال بھی ان جانوروں ہی کی طرح ہے یہ بہرے بھی ہیں گونگے بھی ہیں اوراندھے بھی ہیں کچھ بھی یہ سمجھ ہی نہیں رکھتے۔

ان دو آیتوں سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم ''دیکھا دیکھی چولہا پھونکی'' والا طریقہ اختیار نہ کریں، ہمارے لئے اپنے باپ دادا کا طریقہ حق پر ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ ہمارے لئے اللہ اوراس کے رسول کے احکام ہی دلیل ہیں جس پر چل کر ہم ہدایت پاسکتے ہیں۔آج کل بعض مسلمان بھی یہ کہہ کر اپنی جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ فلاں طریقہ ہمارے باپ دادا سے چلا آرہا ہے بس ہم اس پر عمل کریں گے حالانکہ اللہ کے رسول کا طریقہ ہی ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

درس نمبر(۱۳۹) — **یہ چیزیں حرام ہیں** — سورۃ البقرۃ:۲:۱۷۲۔۱۷۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَـا أَيُّهَـا الَّـذِيْـنَ آمَنُواْ كُلُواْ مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُواْ لِلّٰهِ إِنْ كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ O إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيْرِ وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلاَ عَادٍ فَلا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَـا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اے ایمان والو كُلُواْ کھاؤ مِن طَيِّبَاتِ پاکیزہ چیزیں مَـا رَزَقْنَاكُمْ جو ہم نے تمہیں رزق کے طور پر دیا وَاشْكُرُواْ لِلّٰهِ اور اللہ کا شکر ادا کرو إِنْ كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ اگر تم واقعی صرف اسی کی بندگی کرتے ہوO إِنَّـمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ اس نے تمہارے لئے حرام کردیا ہے الْمَيْتَةَ مردار وَالدَّمَ اور خون وَلَحْمَ الْخِنزِيْرِ اور سور کا گوشت وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو فَمَنِ اضْطُرَّ اگر کوئی شخص انتہائی مجبوری کی حالت میں ہو غَيْـرَ بَـاغٍ جبکہ نہ لذت حاصل کرنا ہو وَلاَ عَـادٍ اور نہ وہ حد سے آگے بڑھے فَلا إِثْمَ عَلَيْهِ تو اس پر کوئی گناہ نہیں إِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ تعالیٰ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے

ترجمہ: اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں رزق کے طور پر عطا کی ہیں ان میں سے جو چاہو کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر واقعی تم صرف اسی کی بندگی کرتے ہو اس نے تو تمہارے لئے بس مردار جانور، خون اور سور حرام کیا ہے نیز وہ

جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو ہاں ! اگر کوئی شخص انتہائی مجبوری کی حالت میں ہو اور ان چیزوں میں سے کچھ کھا لے جبکہ اس کا مقصد نہ لذت حاصل کرنا ہو اور نہ وہ ضرورت کی حد سے آگے بڑھے تو اس پر کوئی گناہ نہیں یقیناً اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ پاکیزہ رزق کھانے کا حکم۔

۲۔ اللہ کا شکر ادا کرنے کا حکم۔

۳۔ مردار، خون اور سور کا گوشت نیز اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور حرام ہے۔

۴۔ انتہائی مجبوری کی حالت میں بحد ضرورت ان حرام چیزوں کے کھانے کی گنجائش۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تم کو دی ہیں۔ پاکیزہ سے مراد حلال چیزیں ایک تو یہ کہ وہ چیز فی نفسہ حلال ہو جیسے گائے بکری، بیل بھینس، ترکاریاں، میوے وغیرہ۔ دوسرے یہ کہ وہ حلال طریقہ سے حاصل کیا گیا ہو، رشوت، خیانت، سود اور دھوکہ کے ذریعہ سے حاصل نہ کیا گیا ہو۔ ایک چیز ایسی ہے جو اس چیز کے مالک کے لئے پاکیزہ اور حلال ہے اگر یہی چیز کوئی دوسرا شخص اس چیز کے مالک کی اجازت اور مرضی کے بغیر حاصل کرے اور کھا لے تو فی نفسہ حلال ہونے کے باوجود وہ چیز اس کے لئے ناجائز ہے جس نے مالک کی مرضی اور اجازت کے بغیر استعمال کیا ہے۔

یہاں یہ بات بھی بیان کی گئی کہ وَاشْكُرُواْ لِلّٰهِ إِنْ كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ اگر تم اسی ایک رب کی عبادت کرتے ہو تو اسی کا شکر بھی ادا کرو۔ جس بندہ کے دل میں نعمتوں پر شکر کا جذبہ ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ہر ہر نعمت کو یاد کرتے ہوئے اس کا شکر بجالاتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے شاکر بندے کی قدردانی فرماتے ہیں اور اس کو مزید نعمتوں سے نوازتے رہتے ہیں، کسی کو نعمتوں پر شکر کی توفیق مل جانا یہ وہ نعمت ہے جو ہزاروں نعمتوں کو کھینچ کر لے آتی ہے۔ اس کا تجربہ خود ہم اپنی ذاتی زندگی میں کر کے دیکھ لیں۔ قادرِ مطلق نے سورۂ رعد کی آیت نمبرے میں اپنا دستور بھی بیان کیا ہے کہ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں ان نعمتوں میں اضافہ کروں گا۔ نعمتوں کے شکر کی ایک عملی شکل یہ بھی ہے کہ نعمتوں کے ملنے پر نیک اعمال میں اضافہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے رسولوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔

درس نمبر (۱۴۰) قیامت کے دن اللہ ان سے کلام نہیں کرے گا — سورۃ البقرۃ: ۱۷۴۔۱۷۵۔۱۷۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَناً قَلِيْلاً أُولٰئِكَ مَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ۝ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُاْ الضَّلَالَةَ

بِالْهُدَى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ O ذَالِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِي الْكِتَابِ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ الَّذِيْنَ بیشک وہ لوگ جو يَكْتُمُونَ چھپاتے ہیں مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتَابِ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کو وَيَشْتَرُونَ بِهٖ اور اس کے بدلے وصول کر لیتے ہیں ثَمَناً قَلِيْلاً تھوڑی سی قیمت أُولٰئِكَ یہ لوگ مَا يَأْكُلُوْنَ نہیں کھا رہے ہیں فِيْ بُطُوْنِهِمْ اپنے پیٹوں میں إِلَّا النَّارَ آگ کے سوا وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ اور اللہ ان سے نہ کلام کرے گا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن وَلَا يُزَكِّيْهِمْ اور نہ ان کو پاک کرے گا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے O أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ گمراہی کو خرید لیا بِالْهُدَى ہدایت کے بدلے میں وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ اور عذاب کو خرید لیا مغفرت کے بدلے میں فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ یہ دوزخ کی آگ سہنے کے لئے کتنے تیار ہیں O ذَلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ اللہ نے حق پر مشتمل کتاب اتاری ہے وَإِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا اور جن لوگوں نے اختلاف کیا فِي الْكِتَابِ کتاب کے بارے میں لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ وہ ضدا ضدی میں بہت دور نکل گئے ہیں۔

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کو چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت وصول کر لیتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ کے سوا کچھ نہیں بھر رہے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ ان سے کلام بھی نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی اور مغفرت کے بدلے عذاب کی خریداری کر لی ہے چنانچہ یہ دوزخ کی آگ سہنے کے لئے کتنے تیار ہیں؟ یہ سب کچھ اس لئے ہوگا کہ اللہ نے حق پر مشتمل کتاب اتاری ہے اور جن لوگوں نے ایسی کتاب کے بارے میں مخالفت کا رویہ اختیار کیا ہے وہ ضدا ضدی میں بہت دور نکل گئے ہیں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کو چھپاتے ہیں اور اس کے بدلہ تھوڑی سی قیمت وصول کر لیتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ کے سوا کچھ نہیں بھر رہے ہیں۔

۲۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے کلام بھی نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا۔

۳۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

۴۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلہ گمراہی اور مغفرت کے بدلہ عذاب کی خریداری کر لی ہے۔

۵۔ چنانچہ اندازہ کرو کہ یہ دوزخ کی آگ سہنے کیلئے کتنے تیار ہیں؟

۶۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے حق پر مشتمل کتاب اتاری ہے۔

۷۔ جن لوگوں نے اس کتاب میں مخالفت کا رویہ اختیار کیا ہے وہ ضدا ضدی میں بہت دور نکل گئے ہیں۔

یہودیوں کے سرداروں اور علماء کی یہ بری عادت تھی کہ وہ اپنے سے نیچے کے لوگوں سے تحفے تحائف قبول کرتے تھے اور جن سے تحفے قبول کرتے تھے ان کی مرضی کے موافق باتیں تورات کی طرف منسوب کر کے بتلاتے تھے اس طرح یہ لوگ اللہ کی کتاب کا سودا کرتے تھے اور حقیر معاوضہ کے عوض اللہ کی کتاب کو فروخت کرتے تھے۔ تورات میں حضور ﷺ سے متعلق جو صفات مذکور تھیں ان کو چھپا دیتے تھے اور دوسری صفات اپنی طرف سے گھڑ کر لوگوں کو بتلا دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی اس حرکت پر یہ ارشاد فرمایا کہ مَا يَأْكُلُونَ فِيْ بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں۔ یہ معاوضہ میں ملنے والی چیزیں جو کھا رہے ہیں حقیقت میں وہ آگ ہے جس کو وہ کھا رہے ہیں۔ ایسے بدبختوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ بات کریں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب بھی ہوگا۔ ان یہودی علماء اور ان کے سرداروں کے کرتوت یہ ہیں کہ انہوں نے حق کو بیچ کر گمراہی کو خرید لیا، مغفرت اور بخشش کو بیچ کر عذاب خرید لیا ہے۔ ان کے اس جرم کے بدلہ جو دوزخ کی آگ ملے گی کیا یہ دوزخ کی آگ سہنے کیلئے تیار ہیں؟ اللہ نے جو کتاب نازل کی ہے وہ حق پر مبنی کتاب ہے باطل کی کوئی آمیزش اس کتاب میں نہیں اور جو لوگ ایسی حق والی کتاب میں اختلاف کا بیج بوتے ہیں وہ بڑی دور کی خلاف ورزی میں ہیں اور اس خلاف ورزی کی وجہ سے سخت سزاؤں کے وہ مستحق بھی ہوں گے۔

درس نمبر (۱۴۱) | سورۃ البقرۃ:۱۷۷

اصل نیکی کیا ہے؟

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَّيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّواْ وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَـكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَالْمَلآئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّيْنَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِيْ الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِيْ الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُواْ وَالصَّابِرِيْنَ فِيْ الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِيْنَ الْبَأْسِ أُولٰـئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوا وَأُولٰـئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَّيْسَ الْبِرَّ نیکی بس یہی تو نہیں ہے کہ أَنْ تُوَلُّواْ تم پھیر لو وُجُوهَكُمْ اپنے چہرے قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ مشرق یا مغرب کی طرف وَلَـكِنَّ الْبِرَّ بلکہ نیکی یہ ہے کہ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ لوگ ایمان لائیں اللہ پر وَالْيَوْمِ الآخِرِ اور آخرت کے دن پر وَالْمَلآئِكَةِ اور فرشتوں پر وَالْكِتَابِ اور کتابوں پر وَالنَّبِيِّيْنَ اور نبیوں پر وَآتَى الْمَالَ اور مال دیں عَلَى حُبِّهِ اللہ کی محبت میں ذَوِيْ الْقُرْبَى رشتہ داروں کو وَالْيَتَامَى اور یتیموں کو وَالْمَسَاكِيْنَ اور مسکینوں کو وَابْنَ السَّبِيْلِ اور مسافروں کو وَالسَّآئِلِيْنَ اور سائلوں کو وَفِيْ الرِّقَابِ اور غلاموں کو آزاد کرانے میں وَأَقَامَ الصَّلاةَ اور نماز قائم کرے وَآتَى الزَّكَاةَ اور زکوٰۃ دے وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ اور اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہوں إِذَا عَاهَدُواْ جب وہ عہد کر لیں وَالصَّابِرِيْنَ اور صبر کے خوگر ہوں فِيْ الْبَأْسَاءِ تنگی میں وَالضَّرَّاءِ اور تکلیف میں وَحِيْنَ الْبَأْسِ اور جنگ کے وقت أُولٰـئِكَ الَّذِيْنَ یہی ہیں وہ لوگ صَدَقُوا جو سچے ہیں وَأُولٰـئِكَ اور یہی لوگ هُمُ الْمُتَّقُونَ متقی ہیں۔

ترجمہ: نیکی بس یہی تو نہیں ہے کہ اپنے چہرے مشرق یا مغرب کی طرف کر لو بلکہ نیکی یہ ہیکہ لوگ اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، اللہ کی کتابوں پر اور اس کے نبیوں پر ایمان لائیں اور اللہ کی محبت میں اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں کو دیں اور غلاموں کو آزاد کرانے میں خرچ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور جب کوئی عہد کرلیں تو اسے پورا کرنے کے عادی ہوں اور تنگی اور تکلیف میں نیز جنگ کے وقت صبر واستقلال کے خوگر ہوں، ایسے لوگ ہیں جو سچے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو متقی ہیں۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ نیکی بس یہی تو نہیں ہے کہ اپنے چہرے کو مشرق یا مغرب کی طرف کرو۔

۲۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ (الف) لوگ اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، اللہ کی کتابوں پر اور اس کے نبیوں پر ایمان لائیں (ب) اور اللہ کی محبت میں اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں کو دیں (ج) اور غلاموں کو آزاد کرنے میں خرچ کریں (د) نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں (ھ) جب کوئی عہد کرلیں تو اسے پورا کرنے کے عادی ہوں (و) تنگی اور تکلیف میں نیز جنگ کے وقت صبر واستقلال کے خوگر ہوں۔

۳۔ ایسے لوگ ہیں جو سچے کہلانے کے مستحق ہیں۔

۴۔ اور یہی لوگ ہیں جو متقی ہیں۔

اس طویل آیت میں ان اہل کتاب کے رخ کو قبلہ کے مسئلہ پر بحث ومباحثہ کرنے سے ہٹا کر ان کی توجہ کو دین کے اصل کاموں کی جانب موڑا گیا ہے۔ چونکہ اہل کتاب قبلہ کی تبدیلی کے مسئلہ کو لے کر اس طرح دھوم مچا رہے تھے کہ دین میں اس سے زیادہ کوئی اہم مسئلہ نہیں ہے۔ اس آیت میں رخ موڑا جا رہا ہے کہ اصل نیکی یہ نہیں ہیکہ تم مشرق اور مغرب کی طرف رخ کرو بلکہ اصل نیکی اپنے ایمان پر محنت ہے کہ اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر، کتابوں پر اور نبیوں پر جس طرح ہمیں ایمان رکھنا چاہئے اس طرح ہم ایمان رکھیں، پھر اس ایمان کے بعد حقوق العباد کی جانب توجہ دیں کہ جو مال اللہ نے ہمیں دیا ہے وہ صرف اپنی ذات پر خرچ کرنے کے بجائے اس مال میں سے اللہ کی محبت میں رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں پر اور غلاموں کو آزاد کرنے میں خرچ کریں۔ پھر اسی کے ساتھ ساتھ ایک جانب نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور جب کوئی عہد کریں تو اس کو پورا کریں اور تنگی اور تکلیف نیز جنگ کے وقت صبر واستقلال سے کام لیں۔ ان اوصاف کے مالک وحامل افراد کیلئے یہ خوشخبری دی گئی کہ یہی لوگ سچے بھی ہیں اور متقی بھی ہیں۔

اس آیت پر غور کریں کہ اصل نیکیوں کی جو فہرست بتلائی گئی اس میں ایمان کے بعد حقوق العباد بتلائے گئے اور حقوق العباد کے بعد نماز اور زکوٰۃ کا ذکر کیا گیا۔ اس سے حقوق العباد یعنی رشتہ داروں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور غلاموں کے حقوق کی اہمیت معلوم ومحسوس ہوتی ہے۔ بعض ایسے لوگ جو اپنے آپ کو زاہد، عابد اور متقی حضرات کی فہرست میں شمار کرتے ہیں ان کا معاملہ حقوق اللہ میں تو سرِ فہرست ہوتا ہے اور وہ حقوق العباد کو کوئی درجہ ہی نہیں دیتے۔ ایسے حضرات اس آیت سے اپنی اصلاح کرلیں اور حقوق العباد کی اہمیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کریں۔

درس نمبر (۱۴۲)

قصاص کی فرضیت

سورۃ البقرۃ:۱۷۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِيْ الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثٰى بِالْأُنْثٰى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَأَدَآءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اے ایمان والو! كُتِبَ عَلَيْكُمُ تم پر فرض کر دیا گیا ہے الْقِصَاصُ قصاص کا حکم فِيْ الْقَتْلٰى ان کے بارے میں جو قتل کر دیئے جائیں الْحُرُّ بِالْحُرِّ آزاد کے بدلے آزاد وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ اور غلام کے بدلے غلام وَالْأُنْثٰى بِالْأُنْثٰى اور عورت کے بدلے عورت فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيْهِ شَيْءٌ پھر اگر قاتل کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے تو فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ تو معروف طریقے کے مطابق مطالبہ کرنا حق ہے وَأَدَآءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ اور اسے خوش اسلوبی سے ادا کرنا فرض ہے ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ یہ ایک آسانی پیدا کی گئی ہے مِّنْ رَّبِّكُمْ تمہارے پروردگار کی طرف سے وَرَحْمَةٌ اور ایک رحمت ہے فَمَنِ اعْتَدٰى پس جو کوئی زیادتی کرے بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد تو فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيْمٌ اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ترجمہ: اے ایمان والو! جو لوگ جان بوجھ کر ناحق قتل کر دیئے جائیں ان کے بارے میں تم پر قصاص کا حکم فرض کر دیا گیا ہے آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت ہی کو قتل کیا جائے پھر اگر قاتل کو اس کے بھائی یعنی مقتول کے وارث کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے تو معروف طریقے کے مطابق خون بہا کا مطالبہ کرنا وارث کا حق ہے اور اسے خوش اسلوبی سے ادا کرنا قاتل کا فرض ہے یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک آسانی پیدا کی گئی ہے اور ایک رحمت ہے اس کے بعد بھی کوئی زیادتی کرے تو وہ دردناک عذاب کا مستحق ہے۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! جو لوگ جان بوجھ کر ناحق قتل کر دیئے جائیں ان کے بارے میں تم پر قصاص کا حکم فرض کر دیا گیا ہے۔

۲۔ آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام، عورت کے بدلے عورت ہی کو قتل کیا جائے گا۔

۳۔ پھر اگر قاتل کو اس کے بھائی یعنی مقتول کے وارث کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے تو معروف طریقہ سے خون بہا کا مطالبہ کرنا وارث کا حق ہے۔

۴۔ اور اسے خوش اسلوبی سے ادا کرنا قاتل کا فرض ہے۔

۵۔ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک آسانی پیدا کی گئی ہے اور ایک رحمت ہے۔

۶۔ اس کے بعد بھی کوئی زیادتی کرے تو وہ دردناک عذاب کا مستحق ہے۔

قصاص کا مطلب ہے برابر کا بدلہ لینا۔اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کو جان بوجھ کر ناحق قتل کر دیا جائے اور قاتل کا جرم ثابت ہو جائے تو مقتول کے وارث کو حق حاصل ہے کہ وہ قاتل سے قصاص کا مطالبہ کرے۔ جاہلیت کے زمانہ میں اگرچہ قصاص تو لیا جاتا تھا لیکن اس میں ناانصافی یہ تھی کہ انہوں نے مختلف انسانوں کے جو درجے اپنے خیال میں مقرر کر رکھے تھے ان کے لحاظ سے اگر نچلے درجے کے کسی شخص نے اونچے درجے کے کسی آدمی کو قتل کر دیا تو ورثاء کا مطالبہ یہ ہوتا تھا کہ قاتل کے بجائے اس کے قبیلہ کے کسی دوسرے آدمی کو قتل کیا جائے جو رتبے میں مقتول کے برابر ہو چنانچہ اگر ایک غلام نے کسی آزاد آدمی کو قتل کر دیا ہو تو مطالبہ یہ ہوتا تھا کہ ہم قاتل غلام کے بجائے کسی آزاد آدمی کو قتل کریں گے۔اسی طرح اگر قاتل عورت ہو اور مقتول مرد تو کہا جاتا تھا کہ قاتل عورت کے بجائے قبیلے کا کوئی مرد قتل کیا جائے۔اس کے برعکس اگر قاتل مقتول سے اوپر کے درجے کا ہو مثلاً قاتل مرد ہو اور مقتول عورت تو قاتل کا قبیلہ کہتا تھا کہ ہماری کسی عورت کو قتل کر دو قاتل مرد سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔اس آیت نے جاہلیت کی اس ظالمانہ رسم کو ختم فرما دیا اور اعلان کیا کہ جان ہر ایک کی برابر ہے اور قصاص بہرصورت قاتل ہی سے لیا جائے گا۔ چاہے وہ مرد ہو یا عورت، غلام ہو یا آزاد۔ بنی اسرائیل کے قانون میں قصاص تو تھا لیکن دیت یا خون بہا کا کوئی تصور نہیں تھا۔اس آیت نے مقتول کے ورثاء کو یہ حق دیا کہ اگر وہ چاہیں تو مقتول کا قصاص معاف کر کے خون بہا کے طور پر کچھ رقم کا مطالبہ کریں۔ایسی صورت میں ان کو چاہئے کہ رقم کی مقدار معقولیت کی حد میں رکھیں اور قاتل کو چاہئے کہ خوش اسلوبی سے اس کی ادائیگی کرے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر خون بہا لے کر وارثوں نے قصاص معاف کر دیا ہو تو ان کے لئے قاتل کی جان لینا جائز نہیں ہے۔اگر وہ ایسا کریں گے تو یہ زیادتی ہوگی جس کی بنا پر وہ دنیا اور آخرت میں سزا کے مستحق ہوں گے۔

درس نمبر (۱۴۳) | سورۃ البقرۃ:۱۷۹

قصاص کے حکم میں زندگی کا سامان ہے

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَكُمْ اور تمہارے لئے فِي الْقِصَاصِ قصاص کے حکم میں حَيَاةٌ زندگی کا سامان ہے يَا أُولِي الْأَلْبَابِ اے عقلمندو! لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ امید ہے کہ تم اس کی خلاف ورزی سے بچو گے۔

ترجمہ: اور اے عقل رکھنے والو! تمہارے لئے قصاص میں زندگی کا سامان ہے۔امید ہے کہ تم اس کی خلاف ورزی سے بچو گے۔

تشریح: اس آیت میں ایک اہم ترین بات بیان کی گئی ہے جو یقیناً غور طلب ہے۔قصاص یعنی جان کے بدلہ جان کا جو قانون اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی آدمی نے جان بوجھ کر ناحق کسی کو قتل کر دیا تو شریعت کا قانون یہ ہیکہ اس

قاتل کو بھی قتل کر دیا جائے۔ بظاہر اس قانون کی وجہ سے یہ بات ذہن میں آتی ہیکہ جب ایک کی جان چلی گئی تو پھر ایک اور جان کیوں جائے؟ بظاہر یہاں قاتل کی بھی موت نظر آ رہی ہے لیکن حقیقت یہ ہیکہ قاتل کو قتل کرنے ہی میں امت کے حق میں زندگی ہے۔ اس لئے کہ جب جان کے بدلہ جان کا قانون نافذ ہوگا تو دوسرے لوگ اس ایک قتل سے سبق حاصل کریں گے اس طرح ایک قاتل کی موت ہزاروں لوگوں کی جانوں کے بچنے کا سبب بن جائے گی۔ ہر قبیلہ اور خاندان کا آدمی اس بات کا فکرمند رہے گا کہ ہمارے خاندان کے کسی فرد کا کوئی قتل نہ ہو۔

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ پانچ یا سات آدمیوں نے کسی ایک شخص کو تنہائی میں پوشیدہ طور پر قتل کر دیا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پانچوں یا ساتوں اشخاص کو ایک شخص کے قصاص میں قتل کر دیا اور فرمایا اگر شہر صنعاء کے سارے آدمی مل کر بھی ایک شخص کو قتل کرتے تو میں ان سب کو قتل کر دیتا۔ (بخاری)

بہرحال قصاص کے قانون پر عمل کرنے سے بہت سی جانیں بچتی ہیں۔ اس قانون پر عمل کرنے سے لوگ ایک دوسرے کو قتل کرنے سے باز رہتے ہیں۔ اسی لئے اس آیت میں قصاص کو حیوۃ یعنی زندگی کا ذریعہ قرار دیا گیا اور اس قانون کی افادیت کو سمجھنے کیلئے عقل کا استعمال کرنیکی اپیل کی گئی اس جملہ کے ذریعہ کہ یَاْ أُولِیُ الأَلْبَابِ اے عقل رکھنے والو۔

بعض جاہل قسم کے لوگ قصاص کے قانون کو ظلم سمجھتے ہیں۔ یہ ان کی جہالت اور بیوقوفی ہے۔ ہمارے ہاں قتل کے بدلہ میں جیل میں ڈال دیا جاتا ہے اور یہ قتل کی روک تھام کیلئے کافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ جو شخص قتل کے بعد جیل کی سزا کاٹتا ہے، سزا کاٹتے کاٹتے اس میں جرأت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ خیال کرنے لگتا ہے چلو ایک اور قتل کر لیتے ہیں جیل کی سزا ہی تو کاٹنا ہے اور سینئر قیدی جو برسوں جیل میں ہوتے ہیں ان کا مقام بعض جیلوں میں جیلر سے بھی بڑھ کر ہو جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سینئر قیدی کا درجہ بعض مرتبہ عملاً جیلر کے برابر ہو جاتا ہے، یہ اور بات ہے کہ وہ قانوناً قیدی ہی رہتا ہے۔

درس نمبر (۱۴۴) — **وصیت کا حکم** — سورۃ البقرۃ: ۱۸۰۔۱۸۱۔۱۸۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْراً الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوفِ حَقّاً عَلَى الْمُتَّقِيْنَ O فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهُ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ O فَمَنْ خَافَ مِن مُّوصٍ جَنَفاً أَوْ إِثْماً فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلاَ إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: كُتِبَ عَلَيْكُمْ تم پر فرض کیا گیا ہے إِذَا حَضَرَ جب قریب آ جائے أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تم میں سے کسی کی موت إِنْ تَرَكَ اگر چھوڑ کر جانے والا ہو خَيْراً مال الْوَصِيَّةُ تو وصیت کرنا لِلْوَالِدَيْنِ اپنے والدین کے حق میں وَالْاَقْرَبِيْنَ اور رشتہ داروں کے حق میں بِالْمَعْرُوفِ دستور کے مطابق حَقّاً ایک لازمی حق ہے عَلَى الْمُتَّقِيْنَ متقیوں کے ذمہ O فَمَنْ بَدَّلَهُ جو شخص اس میں تبدیلی کرے گا بَعْدَ مَا سَمِعَهُ اس وصیت کو سننے کے بعد فَإِنَّمَا إِثْمُهُ

تو اس کا گناہ عَلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں پر ہوگا جو يُبَدِّلُوْنَهُ اس میں تبدیلی کریں گے إِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ بیشک اللہ سنتے ہیں اور جانتے ہیں O فَمَنْ خَافَ ہاں! اگر کسی شخص کو اندیشہ ہو مِن مُّوصٍ وصیت کرنے والے کی طرف سے جَنَفاً بے جا طرفداری کا أَوْ إِثْماً یا کوئی گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ اور وہ ان کے درمیان صلح کرادے فَلاَ إِثْمَ عَلَيْهِ تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے

ترجمہ: تم پر فرض کیا گیا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی اپنے پیچھے مال چھوڑ کر جانے والا ہو تو جب اس کی موت کا وقت قریب آ جائے وہ اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے حق میں دستور کے مطابق وصیت کرے یہ متقی لوگوں کے ذمہ ایک لازمی حق ہے، پھر جو شخص اس وصیت کو سننے کے بعد اس میں کوئی تبدیلی کرے گا تو اس کا گناہ ان لوگوں پر ہوگا جو اس میں تبدیلی کریں گے یقین رکھو کہ اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے ہاں! اگر کسی شخص کو یہ اندیشہ ہو کہ کوئی وصیت کرنے والا بے جا طرفداری یا گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے اور وہ متعلقہ آدمیوں کے درمیان صلح کرادے تو اس پر کوئی گناہ نہیں بیشک اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تم پر فرض کیا گیا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی اپنے پیچھے مال چھوڑ کر جانے والا ہو۔

۲۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آ جائے۔

۳۔ وہ اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے حق میں دستور کے مطابق وصیت کرے۔

۴۔ یہ متقی لوگوں کے ذمہ ایک لازمی حق ہے۔

۵۔ پھر جو شخص اس وصیت کو سننے کے بعد اس میں کوئی تبدیلی کرے گا تو اس کا گناہ ان لوگوں پر ہوگا جو اس میں تبدیلی کریں گے۔

۶۔ یقین رکھو کہ اللہ سب کچھ سنتا ہے اور جانتا ہے۔

۷۔ ہاں! اگر کسی شخص کو اندیشہ ہو کہ کوئی وصیت کرنے والا بے جا طرفداری یا گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے اور وہ متعلقہ آدمیوں کے درمیان صلح کرادے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

۸۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

یہ آیت اس دور میں نازل ہوئی تھی جب مرنے والے کے ترکہ میں وارثوں کے حصے متعین نہیں تھے چنانچہ سارا ترکہ مرنے والے کے لڑکوں کو مل جاتا تھا۔ اس آیت نے یہ فرض قرار دیا کہ ہر انسان مرنے سے پہلے اپنے والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے حق میں وصیت کر کے جائے اور یہ واضح کردے کہ ان میں سے کس کو کتنا حصہ دیا جائے گا؟ یہ حکم اس وقت کیلئے تھا جب کہ شریعت نے وراثت میں ہر ایک کا حصہ مقرر نہیں کیا تھا بعد میں سورۂ نساء میں تفصیل کے ساتھ تمام وارثوں کی تفصیلات اور ان کے حصے بتلا دیئے گئے۔ وراثت کے ان تفصیلی احکام کے بعد وصیت سے متعلق

جو حکم اس آیت میں دیا گیا ہے وہ فرض تو نہیں رہا البتہ اگر کسی شخص کے ذمہ کوئی حق ہو مثلاً اس نے کسی سے قرض لیا ہو یا اس پر کوئی ذمہ داری ہو تو اس سلسلہ میں وصیت کرنا اب بھی فرض رہے گا۔ اس کے علاوہ شرعی اعتبار سے جو وارث نہیں ہیں ان کے لئے اپنے ترکہ کا ایک تہائی حصہ کی حد تک وصیت کرنا اب بھی جائز ہے یعنی آدمی اپنا مال جو چھوڑ کر جا رہا ہے اس میں سے ایک تہائی یعنی تقریباً تینتیس فیصد (33.33%) کے بارے میں اس کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنے وارثین کے علاوہ دوسروں کو دینے کی وصیت کر سکتا ہے یعنی اگر کسی کے پاس ایک لاکھ روپے ہیں تو اس میں سے صرف تینتیس ہزار تین سو تینتیس روپے تقریباً اپنے وارثوں کے علاوہ دوسرے لوگوں کو دینے کی وصیت کر سکتا ہے، اس سے زیادہ مال کی وصیت کرنے کی اجازت نہیں ہے اس لئے کہ وہ وارثوں کا حق ہے۔

درس نمبر (۱۴۵) | **روزہ کی فرضیت** | سورۃ البقرۃ: ۱۸۳۔۱۸۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ O أَيَّاماً مَّعْدُودَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُم مَّرِيْضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْراً فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ وَأَنْ تَصُومُواْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اے ایمان والو! كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ تم پر فرض کئے گئے ہیں روزے كَمَا كُتِبَ جیسے فرض کئے گئے عَلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں پر جو مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے ہو گزرے ہیں لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ تا کہ تم متقی ہو جاؤO أَيَّاماً مَّعْدُودَاتٍ گنتی کے چند دن فَمَنْ كَانَ مِنكُم پس تم میں سے جو ہو مَّرِيْضاً بیمار أَوْ عَلَى سَفَرٍ یا سفر پر ہو تو فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ تو وہ دوسرے دنوں میں اتنی تعداد پوری کرے وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُونَهُ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ تو وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا کر فدیہ ادا کر دیں فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْراً اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے کوئی نیکی کرے تو فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ پس وہ اس کے لئے بہتر ہے وَأَنْ تَصُومُواْ اور یہ کہ تم روزہ رکھو خَيْرٌ لَّكُمْ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے إِنْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ اگر تم جانتے ہو سمجھتے ہو۔

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو گنتی کے چند روزے رکھنے ہیں پھر بھی اگر تم میں سے کوئی شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کر لے اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا کر روزے کا فدیہ ادا کریں اس کے علاوہ اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے کوئی نیکی کا کام کرے تو یہ اس کے حق میں بہتر ہے اور اگر تم کو سمجھ ہو تو روزے رکھنے میں تمہارے لئے زیادہ بہتری ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتائی گئی ہیں:

۱۔روزہ کی فرضیت بتلائی گئی۔
۲۔روزہ کا مقصد بتلایا گیا۔
۳۔روزہ کے ایام گنتی کے چند قرار دیئے گئے۔
۴۔بیمار اور مسافر کیلئے رخصت کہ وہ قضاء کرلے۔
۵۔روزہ کے سلسلہ میں ایک حکم جو منسوخ ہوگیا۔

پہلی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے حکم دیا کہ تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے۔رمضان المبارک کے یہ روزے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں سن ۲ ہجری میں فرض کئے گئے۔ نیز روزے کے بارے میں یہ بات بھی بتلائی گئی کہ یہ روزے کی فرضیت کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ یہ پہلی امتوں پر بھی فرض تھے۔

دوسری بات یہ کہ روزہ سے تقویٰ کی صفت پیدا ہوتی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے **لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ** فرمایا یہ روزے اس لئے فرض کئے گئے تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔

تیسری بات یہ بتلائی گئی کہ یہ روزے جو فرض کئے گئے ہیں وہ گنتی کے چند دن ہی ہیں یعنی ماہِ رمضان المبارک کے انتیس یا تیس روزے ہی ہیں۔سال بھر میں صرف ایک ماہ ہی کے روزے ہیں جو فرض ہیں۔

چوتھی بات یہ بتلائی گئی کہ جو شخص ماہِ رمضان میں بیمار ہوجائے یا سفر پر چلا جائے تو اس کے لئے یہ رخصت ہے کہ وہ بیماری اور سفر کے ان دنوں میں روزہ چھوڑ دے اور بعد میں جتنے دن روزے چھوڑ دیئے ہیں اتنے دن کی قضاء کرلے۔

پانچویں بات یہ بتلائی گئی کہ جو لوگ روزہ کی طاقت رکھتے ہیں ان پر فدیہ ہے کہ وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔یہاں یہ جان لینا ضروری ہے کہ یہ ابتدائی دنوں کا حکم تھا اور یہ آیت اس وقت منسوخ ہوگئی جب یہ آیت نازل ہوگئی کہ **فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ** پس جو شخص یہ ماہِ رمضان کو پالے وہ روزہ رکھے۔اس آیت کے نازل ہونے کے بعد طاقت رکھنے کے باوجود روزہ چھوڑنے کی جو رخصت تھی وہ ختم ہوگئی۔

درس نمبر(۱۴۶) سورۃ البقرۃ:۱۸۵

قرآن ماہِ رمضان میں نازل ہوا

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىَ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلاَ يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُواْ الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُواْ اللّٰهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىَ ماہِ رمضان وہ مہینہ ہے أُنْزِلَ فِيْهِ جس میں اتارا گیا الْقُرْآنُ قرآن هُدًى لِّلنَّاسِ جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى اور ایسی روشن نشانیوں کا حامل ہے جو صحیح راستہ دکھاتی ہیں وَالْفُرْقَانِ اور حق و باطل کے درمیان فیصلہ کردیتی ہیں فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ پس تم میں سے جو بھی پائے الشَّهْرَ یہ مہینہ فَلْيَصُمْهُ پس وہ روزہ

رکھےوَمَنْ كَانَ اورجوہومَرِيْضاً بیمارأَوْ عَلَى سَفَرٍ یاسفر پرہوتوفَعِدَّةٌ تو تعداد پوری کرےمِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ دوسرے دنوں میں يُـرِيْدُ اللّٰهُ اللہ چاہتے ہیں بِكُمُ الْيُسْرَ تمہارے ساتھ آسانی وَلَا يُرِيْدُ اورنہیں چاہتے بِكُمُ الْعُسْرَ تمہارے لئے مشکل پیدا کرناوَلِتُكْمِلُواْ اورتا کہ تم مکمل کرلوالْعِدَّةَ روزوں کی گنتی وَلِتُكَبِّرُواْ اللّٰهَ اورتا کہ تم اللہ کی تکبیر کہوعَلَى مَا هَدَاكُمْ جوراہ اللہ نےتم کودکھائی وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اورتا کہ تم شکرگزار بنو۔

ترجمہ: رمضان کامہینہ وہ مہینہ ہےجس میں قرآن نازل کیا گیا جوسراپاہدایت اورایسی روشن نشانیوں کا حامل ہے جو صحیح راستہ دکھاتی اورحق و باطل کے درمیان دوٹوک فیصلہ کردیتی ہے لہٰذاتم میں سے جوشخص بھی یہ مہینہ پائے وہ اس میں ضرور روزہ رکھےاوراگرتم میں سے کوئی شخص بیمار ہو یا سفر پر ہوتو وہ دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کرلے۔اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنا چاہتا ہےاورتمہارے لئےمشکل پیدا کرنانہیں چاہتا تاکہ گنتی پوری کرلواوراللہ نےتمہیں جوراہ دکھائی اس پراللہ کی تکبیر کہواورتاکہ تم شکرگزار بنو۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نےاس آیت میں چھ باتیں بیان کی ہیں:

۱۔قرآنِ مجید کانزول ماہِ رمضان المبارک میں ہوا۔

۲۔قرآنِ مجیدلوگوں کیلئے ہدایت،صحیح راستہ دکھانے والی روشن نشانی اورحق و باطل کے درمیان فیصلے کرنے والی کتاب ہے۔

۳۔جوماہِ رمضان کوپائے وہ روزہ رکھے۔

۴۔بیماراورمسافرکیلئے قضاء کی گنجائش۔

۵۔اللہ تعالیٰ بندوں سے آسانی چاہتے ہیں مشکل نہیں۔

۶۔اللہ کی کبریائی اوراس کاشکراداکرنے کاحکم

اللہ تعالیٰ نے نزولِ قرآن کیلئے ماہِ رمضان کاانتخاب فرمایا۔قرآنِ مجید ماہِ رمضان المبارک کی ایک رات میں پورا کا پورا لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پرنازل کردیا گیامگرآپ ﷺ پر یہ مکمل قرآنِ مجید تیئیس (۲۳) سال میں رفتہ رفتہ نازل ہوا۔ رمضان کی وہ رات جس میں یہ قرآنِ مجید نازل ہواوہ شبِ قدرہے،جیسا کہ سورۂ قدرمیں اس کی وضاحت ہے۔إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ہم نےقرآنِ مجیدکولیلۃ القدرمیں نازل کیا۔

یہ قرآنِ مجیدلوگوں کیلئے ہدایت ہےاوراس میں ہدایت کے بارے میں واضح بیانات ہیں اور یہ قرآنِ مجید حق اور باطل میں فرق کرنے والابھی ہے۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ کے ذریعہ اس بات کی صراحت کردی گئی کہ ہرعاقل بالغ مسلمان مرداور عورت پررمضان کے روزے فرض ہیں۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۱۸۴میں جوگنجائش دی گئی تھی کہ طاقت رکھنے کے باوجودروزہ چھوڑکرفدیہ دے دیناہے،اس حکم کوفَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ کے ذریعہ منسوخ کردیا گیا۔اب اس کی گنجائش

نہیں ہے کہ کوئی طاقت رکھتے ہوئے روزہ چھوڑ دے۔

بیماراور مسافر دونوں کے لئے یہ گنجائش رکھی گئی کہ یہ دونوں روزہ کی قضاء کرلیں۔ بیماری اور سفر دونوں عذر ہیں، اس لئے بیماری اور سفر کی حالت میں روزہ چھوڑ دے اور بعد میں اس کی قضاء کرلے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے وہ اپنی شریعت کے ایسے احکام نافذ کرتے ہیں جس میں آسانی ہو مشکل نہ ہو۔ اللہ کے بندے اللہ کی کبریائی بیان کریں اور اس کا شکر بجالائیں۔

درس نمبر (۱۴۷) **میں اپنے بندوں سے قریب ہوں** سورۃ البقرۃ:۱۸۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَإِنِّىْ قَرِيْبٌ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذَا اور جب سَأَلَكَ آپ سے پوچھیں عِبَادِىْ میرے بندے عَنِّىْ میرے بارے میں فَإِنِّىْ پس بیشک میں قَرِيْبٌ قریب ہوں أُجِيْبُ قبول کرتا ہوں دَعْوَةَ الدَّاعِ دعا کرنے والے کی دعا کو إِذَا دَعَانِ جب وہ مجھے پکارتا ہے فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ پس وہ بھی میری بات دل سے قبول کریں وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ اور مجھ پر ایمان لائیں لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ تا کہ وہ راہِ راست پر آ جائیں۔

ترجمہ: اور اے پیغمبر! جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں اتنا قریب ہوں کہ جب کوئی مجھے پکارتا ہے تو میں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں لہٰذا وہ بھی میری بات دل سے قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ راہِ راست پر آ جائیں۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے بہت ہی قریب ہیں

(۲) اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی دعاء کو قبول کرتے ہیں جب وہ دعاء کرتا ہے

(۳) بندوں کو بھی چاہئے کہ اللہ کی بات کو دل سے مانیں، قبول کریں اور اللہ پر ایمان رکھیں

ایک شخص رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمارا رب قریب ہے جس سے ہم آہستہ طریقہ پر مناجات کریں یا دور ہے جس سے ہم زور سے پکاریں؟ اس پر حضور ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اسی وقت نازل فرمائی وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَإِنِّىْ قَرِيْبٌ اور جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو آپ فرما دیجئے کہ میں قریب ہوں۔

اللہ کے بندوں کو چاہئے کہ جب وہ اپنے رب سے مانگیں تو اس احساس کے ساتھ مانگیں کہ ان کا رب ان کے بہت ہی قریب ہے۔ ایک جگہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب

ہیں۔‘‘اوراس یقین کے ساتھ دعاء کریں کہ اس کی دعاء ضرور قبول ہوگی اور جب ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری دعاء بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوتو اس آیت میں یہ بہترین فارمولہ دیا گیا ہے، وہ یہ کہ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي ہم خود سب سے پہلے اس اللہ کی بات مانیں، اس کے حکموں پر چلیں اوراس پر ایمان رکھیں جیسا کہ ایمان رکھنے کا حکم اور حق ہے۔اگر ہم اللہ کی بات مانیں گے تو اللہ ضرور ہماری دعاء اور درخواست کو قبول کریں گے۔

درس نمبر(۱۴۸) میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے لباس ہیں سورۃ البقرۃ:۱۸۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ فَالآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُواْ مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُواْ وَاشْرَبُواْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّواْ الصِّيَامَ إِلَى الَّليْلِ وَلاَ تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلاَ تَقْرَبُوهَا كَذَالِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أُحِلَّ لَكُمْ تمہارے لئے حلال کیا گیا ہے لَيْلَةَ الصِّيَامِ روزوں کی رات میں الرَّفَثُ صحبت إِلَى نِسَآئِكُمْ اپنی بیویوں سے هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وہ تمہارے لئے لباس ہیں وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ اورتم ان کے لئے لباس ہو عَلِمَ اللّٰهُ اللہ کو علم تھا أَنَّكُمْ کہ تم كُنتُمْ تَخْتانُونَ خیانت کررہے تھے أَنفُسَكُمْ اپنے آپ سے فَتَابَ عَلَيْكُمْ پس اس نے تم پر عنایت کی وَعَفَا عَنكُمْ اورتمہاری غلطی معاف کردی فَالآنَ بَاشِرُوهُنَّ چنانچہ اب تم ان سے صحبت کرلیا کرو وَابْتَغُواْ اور طلب کرو مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ اللہ نے جو کچھ تمہارے لئے لکھ رکھا ہے وَكُلُواْ اورکھاؤ وَاشْرَبُواْ اور پیو حَتَّى یہاں تک کہ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ تم پر واضح ہوجائے الْخَيْطُ الأَبْيَضُ سفید دھاری مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ کالی دھاری سے ممتاز ہوکر مِنَ الْفَجْرِ صبح کی ثُمَّ پھر أَتِمُّواْ پورے کرو الصِّيَامَ روزے إِلَى الَّليْلِ رات آنے تک وَلاَ تُبَاشِرُوهُنَّ اورمباشرت نہ کرو وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ اس حالت میں کہ تم اعتکاف میں ہو فِي الْمَسَاجِدِ مسجدوں میں تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ یہ ہیں اللہ کے حدود فَلاَ تَقْرَبُوهَا ان کے قریب بھی مت جاؤ كَذَالِكَ اس طرح يُبَيِّنُ اللّٰهُ بیان کرتے ہیں اللہ آيَاتِهِ اپنی نشانیاں لِلنَّاسِ لوگوں کو لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔

ترجمہ: روزوں کی راتوں میں تمہارے لئے اپنی عورتوں کے پاس جانا جائز کردیا گیا ہے وہ تمہاری پوشاک ہیں اورتم ان کی پوشاک ہو۔اللہ کو معلوم ہے کہ تم ان کے پاس جانے سے اپنے حق میں خیانت کرتے تھے سواس نے تم پرمہربانی کی اور تمہاری حرکتوں سے درگزرفرمایا تو اب تم کو اختیار ہے کہ ان سے مباشرت کرواوراللہ نے جو چیز تمہارے لئے لکھ رکھی ہے یعنی اولاد اس کو اللہ سے طلب کرواورکھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری رات کی سیاہ دھاری سے الگ نظرآنے لگے پھر روزہ رکھ کر رات تک پورا کرواور جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھتے ہوتو ان سے مباشرت نہ کرو۔یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے

پاس نہ جانا۔اسی طرح اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے سمجھانے کے لئے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ وہ پرہیز گار بنیں۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے صحبت حلال ہے

(۲) عورتیں تمہارے لئے لباس ہیں اور تم عورتوں کیلئے لباس ہو

(۳) اللہ تعالیٰ کو تمہاری خیانت کا علم تھا مگر معاف کردیا

(۴) جماع کرنے میں یہ نیت رکھو کہ اللہ تعالیٰ اولاد نصیب فرمائے گا

(۵) کالا اور سفید دھاگہ میں امتیاز ظاہر ہونے تک کھاؤ پیو

(۶) اعتکاف کی حالت میں مباشرت نہ کرو

رمضان کے روزے جب فرض کئے گئے تو افطار کے بعد کھانے پینے اور بیویوں کے ساتھ اختلاط کی صرف اس وقت تک اجازت تھی جب تک سو نہ جائیں۔ جب سو جائیں تو پھر نہ کھانے کی اجازت تھی اور نہ ہی بیوی سے صحبت کی اجازت۔ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اس میں مشکلات پیش آئیں، اس آیت کے ذریعہ پہلے جو حکم تھا وہ منسوخ کردیا گیا اور اس آیت میں اس کی گنجائش دی گئی کہ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَآئِكُمْ تم لوگوں کے واسطے روزہ کی شب میں اپنی بیویوں سے مشغول ہونا حلال کیا گیا ہے۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ کے ذریعہ میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا گیا، یعنی شوہر بیوی کیلئے سکون اور دلجمعی کا باعث ہے اور بیوی شوہر کیلئے سکون اور دلجمعی کا باعث ہے اور جس طرح لباس ستر کو چھپاتا ہے اسی طرح دونوں ایک دوسرے کے عیب کو چھپائیں۔ جس طرح لباس کے اور لباس پہنے ہوئے آدمی کے درمیان کوئی آڑ نہیں، بالکل اسی طرح میاں بیوی کے درمیان بھی کوئی آڑ نہیں ہے۔ رمضان کی راتوں میں آنکھ لگنے کے بعد کھانا پینا اور بیوی سے اختلاط منع تھا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اس سے کچھ پریشانی سی لاحق ہورہی تھی، بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سونے کے بعد اپنی بیویوں کے ساتھ اختلاط میں مبتلا ہوکر پریشان ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا کہ اللہ کو علم ہو چکا تھا تمہاری اپنے آپ سے خیانت کا، لیکن اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنی عنایت فرمائی اور تمہیں معاف کردیا۔

وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتلائی کہ جب تم اپنی بیویوں سے اختلاط کرو تو اولاد کے حصول کی نیت کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہی معنیٰ مراد لئے ہیں۔ صاحبِ روح المعانی لکھتے ہیں کہ نکاح کرنے میں نسل بڑھنے کی نیت رکھنی چاہئے، صرف قضائے شہوت مقصود نہ ہو۔

رمضان کی راتوں میں کھانے پینے اور اختلاط وغیرہ کی اجازت اس وقت تک ہے جب تک کہ سفید دھاگہ کالے دھاگے سے ممتاز نظر نہ آئے یعنی صبح صادق تک کھانے پینے اور جماع کی اجازت ہے۔

مسجدوں میں اعتکاف کی حالت میں مباشرت ممنوع ہے، رات ہو یا دن اعتکاف کی حالت میں جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ بیوی کو چھونا جائز نہیں ہے۔

درس نمبر(۱۴۹)

ایک دوسرے کا مال ناحق مت کھاؤ

سورۃ البقرۃ:۱۸۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَلاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُواْ بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُواْ فَرِيقاً مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلاَ تَأْكُلُواْ اور مت کھاؤ أَمْوَالَكُم ایک دوسرے کے مال بَيْنَكُم آپس میں بِالْبَاطِلِ ناحق طریقوں سے وَتُدْلُواْ بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ اور نہ ان کا مقدمہ لے جاؤ حاکموں کے پاس لِتَأْكُلُواْ تاکہ کھائے فَرِيقاً مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ لوگوں کے مالوں کا ایک حصہ بِالإِثْمِ گناہ کے ساتھ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ جبکہ تم جانتے بوجھتے ہو۔

ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقوں سے نہ کھاؤ اور نہ ان کا مقدمہ حاکموں کے پاس اس غرض سے لے جاؤ کہ لوگوں کے مال کا کوئی حصہ جانتے بوجھتے ہڑپ کرنے کا ارادہ کرو۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقوں سے نہ کھاؤ۔

۲۔ اور نہ ہی ان کا مقدمہ حاکموں کے پاس اس غرض سے لے جاؤ کہ لوگوں کے مال کا کوئی حصہ جانتے بوجھتے ہڑپ کرنے کا گناہ کرو۔

مال حاصل کرنے کے کچھ پسندیدہ اور جائز ذرائع ہیں اور کچھ ناپسندیدہ اور ناجائز ذرائع ہیں، مال حاصل کرنے کے جائز ذرائع میں زراعت، تجارت، ملازمت اور مزدوری وغیرہ ہے، جبکہ یہ سب قانونِ الٰہی کے مطابق ہوں۔ ظاہر ہے کہ یہ سب پسندیدہ طریقے ہیں اور جائز بھی ہیں۔ مال حاصل کرنے کا جو دوسرا طریقہ ہے وہ ناجائز اور فطری طور پر ناپسندیدہ بھی ہے۔ مثلاً چوری، ڈاکہ زنی، دھوکہ، فریب، لوٹ مار، رشوت، جوا اور سود وغیرہ کے ذریعہ مال کا حاصل کرنا حرام و ناجائز بھی ہے اور فطری طور پر ناپسندیدہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہی حکم دیا ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقہ سے مت کھاؤ۔ بظاہر یہاں ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ کا مطلب صرف کھانے پینے کی چیزیں ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ کا نہیں ہے بلکہ یہاں ناجائز طور پر مت کھاؤ سے مراد عام ہے جس میں کھانا پینا اور پہننا اوڑھنا و دیگر تمام چیزیں داخل ہیں۔ ہمارے ہاں محاورہ میں یہ بات عام ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کا مال ناجائز طریقہ سے لے لے تو ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ فلاں آدمی فلاں کا مال کھا گیا حالانکہ اس شخص کا وہ سارا مال کھا جانا ضروری نہیں ہوتا اگر وہ اس مال سے کوئی ضرورت کی چیز خرید بھی لے مگر محاورہ میں ''کھا گیا'' کا لفظ ہی بولا جاتا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ یہاں وَلَا تَأْكُلُوْا جو کہہ رہے ہیں اس میں صرف کھانے ہی سے منع نہیں کیا جارہا ہے بلکہ آپس میں ایک دوسرے کا مال کھانے اور استعمال کرنے وغیرہ سے منع کیا گیا ہے۔

یہ آیت ایک خاص واقعہ کے پس منظر میں نازل ہوئی۔ واقعہ یہ ہوا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے دو صحابہ کا آپس میں ایک زمین پر جھگڑا ہو گیا۔ یہ مقدمہ حضور ﷺ کی عدالت میں پیش ہوا جس نے زمین کا دعویٰ کیا اس کے پاس گواہ نہ تھے۔

حضور ﷺ نے شرعی ضابطہ کے مطابق مدمقابل جو شخص تھا اس کو حلف کرنے کا حکم دیا۔ وہ حلف پر آمادہ ہوگیا۔ اس وقت حضور ﷺ نے بطورِ نصیحت ان کو یہ آیت سنائی إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَناً قَلِيْلاً جس میں قسم کھا کر کوئی مال حاصل کرنے پر وعید بتلائی گئی ہے۔ صحابی نے جب یہ آیت سنی تو قسم کھانے کو ترک کر دیا اور وہ زمین اس شخص کے حوالہ کر دی جس نے دعویٰ کیا تھا۔ اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی جس کی یہ تفسیر چل رہی ہے۔

اس آیت کے دوسرے حصہ میں ایک اہم بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے وہ یہ کہ کسی کے مال پر دعویٰ کرنا کہ یہ میرا ہے اور حاکم کو رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلہ کروالینا یا جھوٹی تحریر لکھ کر یا جھوٹے گواہ بنا کر حاکم کے پاس پیش کر کے دوسرے کا مال اور اس کی جائیداد اپنے حق میں کر لینا ناجائز اور حرام ہے۔ اس آیت میں اس سے روکا گیا ہے۔

یہاں ایک بات اور بھی قابل غور و عمل ہے کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف مسلمان سے ناجائز طور پر مال کھانا حرام ہے، غیر مسلم کا مال ناجائز طور پر ہڑپ سکتے ہیں۔ یہ بالکل ظالمانہ خیال ہے۔ قرآنِ مجید نے اس آیت میں لِتَأْكُلُوْا فَرِيْقاً مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ کہا ہے، لوگوں کے مال کا ایک حصہ۔ یہاں المسلمون نہیں کہا گیا بلکہ الناس کہا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی بھی مذہب کے کسی بھی فرد کا مال ناحق طور پر حاصل کرنا ناجائز اور حرام ہے۔

درس نمبر (۱۵۰) | **تقویٰ سے کامیابی کا حصول** | سورۃ البقرۃ:۱۸۹

تقویٰ سے کامیابی کا حصول

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوْا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَى وَأْتُوْا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُوْا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَسْأَلُونَكَ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں عَنِ الأَهِلَّةِ چاند کے بارے میں قُلْ آپ کہہ دیجئے هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ یہ اوقات مقررہ ہیں لوگوں کیلئے وَالْحَجِّ اور حج کیلئے وَلَيْسَ الْبِرُّ اور نیکی نہیں ہے کہ بِأَنْ تَأْتُوْا الْبُيُوتَ تم گھروں میں آؤ مِنْ ظُهُورِهَا پچھواڑوں کی طرف سے وَلَكِنَّ الْبِرَّ لیکن اصل نیکی یہ ہے کہ مَنِ اتَّقَى کہ کوئی تقویٰ اختیار کرے وَأْتُوْا الْبُيُوْتَ تم گھروں میں آؤ مِنْ أَبْوَابِهَا ان کے دروازوں سے وَاتَّقُوْا اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرو لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

ترجمہ: لوگ آپ سے نئے مہینوں کے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ انہیں بتا دیجئے کہ یہ لوگوں کے مختلف معاملات کے علاوہ حج کے اوقات متعین کرنے کیلئے ہیں اور یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ تم گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے داخل ہو بلکہ نیکی یہ ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے اور تم گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہوا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں:

ا۔چاند سے متعلق سوال اوراس کا جواب۔
۲۔گھروں میں داخل ہونیکا مہذب طریقہ۔
۳۔تقویٰ کامیابی کاباعث ہے۔

پہلی بات یہ کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے شروع مہینہ کے چاند کے بارے میں یہ سوال کیا کہ یہ چاند سورج کی طرح نہیں ہے سورج ہمیشہ مکمل ظاہر ہوتا ہے اور چاند کبھی مکمل کبھی آدھا اور کبھی بالکل چھوٹا سا باریک ہلالی شکل میں ہوتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ بڑھتا ہے اور اسی طرح چھوٹا ہوتا جاتا ہے۔اس کی آخر حقیقت کیا ہے؟ یہاں اس سوال کا جواب دیا گیا کہ قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ کہ چاند سے تمہاری مصلحتیں وابستہ ہیں کہ اس کے ذریعہ سے تمہیں اپنے معاملات اور معاہدوں کی میعاد مقرر کرنا ہوتا ہے اور حج کے ایام معلوم کرنا بھی آسان ہوجاتا ہے۔اس لئے یہ چاند کے بڑھنے اور کم ہونے کی مصلحت وحکمت ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ چاند دیکھ کر ہی ہم روزے رکھتے ہیں اور چاند دیکھ کر ہی عید بھی کرتے ہیں اور ہماری قربانی اور حج کی تاریخوں کا اندازہ بھی اس چاند ہی سے ہوتا ہے۔بہرحال چاند کومختلف منزلوں اورمختلف حالات سے گزارنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے سال مہینے اور تاریخوں کا حساب معلوم ہوتا ہے۔تم گھروں کے پچھواڑے سے گھروں میں مت داخل ہو بلکہ گھر کے دروازوں سے گھروں میں آؤ۔حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں عرب کے لوگ جب احرام باندھ لیتے تھے تو احرام کے زمانہ میں گھر کی پشت (پچھواڑے) سے داخل ہوتے تھے اور ایسی حالت میں گھر کے سامنے کے دروازے سے آنے کو برا مانتے تھے اور یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ مدینہ کے انصار جب حج کرکے واپس ہوتے تھے تو اپنے گھروں میں دروازوں سے نہیں بلکہ پچھواڑے کی طرف سے داخل ہوتے تھے۔ایک انصاری جو حج کرکے آئے تو وہ گھر کے دروازے سے داخل ہوگئے۔لوگوں نے ان کو عار دلائی کہ تم نے بہت بُرا کام کیا۔اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ تم گھروں میں ان کی پشت (پچھواڑے) کی طرف سے داخل ہو بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ آدمی تقویٰ اختیار کرے اور تم گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہوا کرو۔

اپنی زندگی کے ہر کام میں اصل چیز تقویٰ ہے۔تم تقویٰ اختیار کرو اور اس تقویٰ کی روش ہی میں کامیابی ہے۔قرآنِ مجید نے کامیابی کا فارمولہ یہ بیان کیا کہ آدمی تقویٰ کی راہ اختیار کرے۔

درس نمبر (۱۵۱)

حد سے تجاوز مت کرو

سورۃ البقرۃ:۱۹۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَاتِلُوا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَاتِلُوا اور جنگ کرو فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں الَّذِيْنَ ان لوگوں سے جو يُقَاتِلُوْنَكُمْ تم سے جنگ کرتے ہیں وَلَا تَعْتَدُوا اور زیادتی نہ کرو إِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ لَا يُحِبُّ پسند نہیں کرتے الْمُعْتَدِيْنَ زیادتی کرنے والوں کو۔

ترجمہ: اور ان لوگوں سے اللہ کے راستے میں جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو یقین جانو کہ اللہ

زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو تم سے جنگ کرتے ہیں تم ان سے جنگ کرو۔

۲۔ ظلم وزیادتی مت کرو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

اس آیت میں سب سے پہلی بات جو بیان کی گئی وہ یہ کہ تم اللہ کی راہ میں جنگ کرو ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ یہ حکم اس پس منظر میں نازل ہوا کہ ہجرت کے چھٹویں سال حضور ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کرنے کے لئے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے جب مکۂ معظّمہ قریب آیا تو حدیبیہ کے مقام پر مکہ کے مشرکین نے آپ ﷺ کو روک دیا اور مکۂ معظّمہ میں داخل ہونے نہ دیا۔ آخر کار مکہ کے مشرکین نے دس سال کیلئے چند شرائط کی بنیاد پر صلح کر لی ان شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ مسلمان اس سال عمرہ نہیں کریں گے۔ آئندہ سال عمرہ کے لئے آئیں گے اور آئندہ سال جب عمرہ کیلئے آئیں گے تو صرف تین دن ہی مکہ میں ٹھہریں گے جس مہینہ میں یہ معاہدہ ہوا وہ ذی قعدہ کا مہینہ تھا، پھر جب اگلے سال ذی قعدہ ہی کے مہینہ میں عمرہ کی قضاء کے لئے آپ ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف لائے۔ اس زمانہ میں چار مہینوں میں یعنی ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب میں قتال اور جنگ کرنا منع تھا جن کو اَشْهُـرِ حُـرُم کہا جاتا ہے۔ ان چار مہینوں میں ایک مہینہ ذی قعدہ بھی ہے۔ ایسی صورت میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو خدشہ ہوا کہ ممکن ہے کہ مکہ کے مشرکین صلح کی شرطوں کی خلاف ورزی کریں اور اس مرتبہ بھی مسجد حرام تک نہ پہنچنے دیں اور جنگ کرنے کیلئے تیار ہو جائیں۔ اگر وہ جنگ کیلئے تیار ہو جائیں تو ہم کو بھی جنگ کرنا پڑے گا اور ذی قعدہ کا مہینہ تو حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے جس میں جنگ کرنا حرام ہے۔ ایسی صورت میں ہم جوابی کاروائی نہ کریں تو ہم ہار جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پس منظر میں یہ آیت نازل فرمائی کہ اگر وہ تم سے جنگ کریں تو تم بھی ان سے جنگ کرو۔ اس آیت کے ذریعہ مسلمانوں کو جوابی کاروائی کے طور پر دفاعی جنگ کی اجازت دی گئی کہ تم خود تو جنگ کا آغاز مت کرو اگر وہ جنگ کریں اور حرمت والے مہینہ کا لحاظ نہ کریں تو تم بھی جوابی کاروائی کرو اور تم بھی قتال کرو۔

قتال کا جواب قتال سے تو ہوگا مگر ظلم وزیادتی ہرگز نہیں ہوگی وَلَا تَـعْـتَـدُوْا کہ ظلم وزیادتی ہرگز مت کرو۔ اسلامی تعلیمات میں ہر چیز کے حدود و آداب ہیں، اصول وضوابط ہیں، ساتھ ہی بلند اخلاق کی تعلیمات بھی ہیں۔ اسلام جنگ وجدال میں بھی اپنے اخلاق کو ملحوظ رکھنے کی تعلیم دیتا ہے اور ظلم وزیادتی سے منع کرتا ہے۔ جنگ کے موقع پر ظلم وزیادتی کی شکلیں عموماً یہ ہوتی ہیں۔ مقتول کے کان ناک کاٹ دینا، اس کی صورت بگاڑ دینا، مالِ غنیمت میں خیانت کرنا، عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو قتل کرنا، درختوں کو جلا دینا اور جانوروں کو قتل کرنا وغیرہ۔ اس قسم کی ظلم وزیادتی سے منع کیا گیا ہے اور یہ بھی بتلا دیا گیا کہ ظلم و زیادتی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے۔

درس نمبر (۱۵۲) **فتنہ قتل سے زیادہ سنگین جرم ہے** سورۃ البقرۃ:۱۹۱۔۱۹۲۔۱۹۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلاَ تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فِيْهِ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَالِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِيْنَ O فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ O وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لاَ تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَإِنِ انْتَهَوا فَلاَ عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاقْتُلُوهُمْ اوران لوگوں کوقتل کروحَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ جہاں تم ان کو پاؤوَأَخْرِجُوهُم اوران کواس جگہ سے نکال باہر کرومِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھاوَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ اورفتنہ قتل سے زیادہ سنگین برائی ہےوَلاَ تُقَاتِلُوهُمْ اورتم ان سے لڑائی نہ کروعِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام کے پاس حَتَّى يُقَاتِلُوكُمْ فِيْهِ جب تک کہ وہ خودتم سے لڑائی شروع نہ کریں فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ ہاں! اگروہ اس میں لڑائی شروع کردیں توفَاقْتُلُوهُمْ توتم ان کوقتل کرسکتے ہوكَذَالِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِيْنَ ایسے ہی کافروں کی سزا ہےO فَإِنِ انْتَهَوْا پھراگروہ بازآ جائیں فَإِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہےO وَقَاتِلُوهُمْ اورتم ان سے لڑتے رہوحَتَّى لاَ تَكُونَ فِتْنَةٌ یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہےوَيَكُونَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ اوردین اللہ کا ہوجائےفَإِنِ انْتَهَوا پھراگروہ بازآ جائیں فَلاَ عُدْوَانَ تشدد نہ ہونا چاہئےإِلَّا عَلَى الظَّالِمِيْنَ سوائے ظالموں کے

ترجمہ: اورتم ان لوگوں کو جہاں پاؤ قتل کرواورانہیں اس جگہ سے نکال باہر کرو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھااور فتنہ قتل سے زیادہ سنگین برائی ہےاورتم ان سے مسجد حرام کے پاس اس وقت تک لڑائی نہ کرو جب تک وہ خود اس میں تم سے لڑائی شروع نہ کریں ہاں! اگر وہ اس میں لڑائی شروع کردیں تو تم ان کو قتل کرسکتے ہوایسے کافروں کی سزا یہی ہے پھراگر وہ باز آجائیں تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہےاورتم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہےاوردین اللہ کا ہوجائے پھراگروہ باز آجائیں توسمجھ لوکہ تشدد سوائے ظالموں کے کسی پر نہیں ہونا چاہئے۔

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

(۱) اورتم ان لوگوں کو جہاں پاؤ قتل کرو

(۲) اورانہیں اس جگہ سے نکال باہر کرو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا

(۳) فتنہ قتل سے زیادہ سنگین برائی ہے

(۴) مسلمان مسجد حرام کے پاس اس وقت تک لڑائی نہ کریں جب تک ان سے لڑائی نہ کی جائے

(۵) اگر وہ قتال سے باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے

(۶) تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کا ہو جائے

(۷) پھر اگر وہ باز آ جائیں تو ظالموں کے سوا دوسروں پر تشدد نہیں ہونا چاہئے

تم ان لوگوں کو جہاں پاؤ قتل کرو، یہ حکم اس وقت کیلئے تھا جب ۷ سن ہجری کو عمرہ کی قضاء کیلئے حضور ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مکۂ مکرمہ گئے ہوئے تھے اور حرمت کا مہینہ ذی قعدہ کا زمانہ تھا۔ پچھلی آیت میں اس کی اجازت دی گئی کہ اگر وہ مشرکین تم سے قتال کریں تو تم بھی ان سے قتال کرو چونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں حرم کا تقدس تھا اور فکر یہ تھی کہ اگر حرم میں قتال ہو تو پھر ہم کیسے قتال کریں؟ تو جنگ کی اس صورتحال میں مسلمانوں کو کھلی اجازت دی گئی کہ اگر وہ قتال کا آغاز کریں تو پھر تمہیں خاموش بیٹھنا نہیں ہے۔ تمہیں بھی قتال کرنا ہے صرف ظلم وزیادتی سے بچنا ہے اور اب جبکہ وہ قتال کے لئے کمر بستہ ہو جائیں تو حکم دیا جارہا ہے کہ تم جہاں کہیں ان کو پاؤ قتل کرو۔ یہ حکم ایک مدت تک صبر وتحمل اور ایک طرفہ عفوودرگزر کے بعد دیا گیا تھا۔

تم ان مشرکینِ مکہ کو جو تم سے قتال کر رہے ہیں ایسے ہی ان کو اس جگہ سے نکال باہر کرو جس طرح انہوں نے تم کو اس جگہ سے باہر نکالا، یہاں وہ منظر ذہنوں میں رکھئے کہ کتنی اذیتیں دے دے کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو مکہ کے مشرکین نے مکۂ مکرمہ سے نکالا تھا اور ہجرت پر مجبور کیا تھا۔

اپنے وطن سے نکالنے اور بے وطن کرنے اور اپنے وطن کو چھوڑ کر دوسرے علاقہ کی طرف ہجرت کرنے کا یہ معاملہ دورِ رسالت میں بھی گزر چکا ہے۔ اگر بھارت کے مسلمانوں کے ساتھ یہاں کے فرقہ پرست اگر اس ملک سے باہر کرنے اور اس ملک کو چھوڑنے کی سازشیں کریں گے تو اس ملک کے مسلمانوں کی ذمہ داری یہ ہوگی کہ وہ دیگر طبقات اور مذاہب سے مل کر اس فرقہ پرستی کا مقابلہ کریں۔ ظاہر ہے کہ یہ جنگ بڑی قربانی چاہتی ہے۔

فتنہ قتل سے زیادہ سنگین ہوتا ہے۔ یہاں یہ بات بتلائی جارہی ہے کہ یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ کسی کو قتل کرنا سخت بُرا کام ہے مگر مکہ کے کافروں کا اپنے کفر وشرک پر جما رہنا اور مسلمانوں کو حج وعمرہ کی ادائیگی سے روکنا اس سے زیادہ سخت ہے۔ اس سے بچنے کیلئے ان کو قتل کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے یہاں فتنہ سے مراد کافروں کا مسلمانوں کو عبادت کی ادائیگی سے روکنا ہے۔

مسجد حرام کے پاس مشرکین سے اس وقت تک مسلمان قتال نہ کریں جب تک کہ وہ خود قتال نہ کریں۔ اس سے واضح طور پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اسلام بہرصورت امن چاہتا ہے خود سے لڑائی، جھگڑا، قتل وقتال کو پسند نہیں کرتا۔ اسلام اس وقت قتال کی اجازت دیتا ہے جب سامنے والا قتال کیلئے ہتھیار اٹھالے فَإِن قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ کا حکم دیا گیا ہے اگر وہ خود ہی لڑیں تو تم ان کو قتل کرو اور یہی کافروں کی سزا ہے۔ اگر مشرکین کفر اور شرک سے باز آ جائیں اور اسلام قبول کرلیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ وہ سب کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

ان کافروں سے یہاں تک لڑو کہ فتنہ باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کے لئے ہو جائے۔ظاہر ہے کہ کفر اور شرک بدترین گناہ ہے۔اپنے حقیقی خالق و مالک سے بغاوت ہے۔اسلام صرف اس لئے مدِ مقابل سے جنگ کی اجازت دیتا ہے کہ اسلام کی سربلندی ہو اور فتنہ کرنے والوں کا فتنہ ختم ہو جائے۔اس قتل و قتال میں نیت یہی ہو کہ دنیا سے اللہ کے باغی ختم ہوں اور دین کا بول بالا ہو۔

اگر کافر اور مشرک اپنے کفر سے باز آ جائیں اور اسلام قبول کرلیں تو پھر ان سے قتال نہیں کیا جائے گا۔اگر ان کافروں کے مسلمان ہونے کے بعد ان سے قتال کرو گے تو پھر تم ہی ظالم ہو جاؤ گے اور جب تم ہی ظالم ہو جاؤ گے تو اللہ کی گرفت میں آ جاؤ گے۔سختی تو صرف ان کافروں اور مشرکوں کے ساتھ ہے جو اپنے کفر پر مصر ہیں اور مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہیں۔ہمارے ملک بھارت میں سارے غیر مسلم بھائی مسلمانوں کے دشمن نہیں ہیں۔ایک بڑا طبقہ مسلمانوں سے ہمدردی اور اسلام سے عقیدت رکھتا ہے۔ایسی صورتِ حال میں بھارت کے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ سیکولر، امن پسند اور انصاف پسند غیر مسلموں سے اپنے روابط بڑھائیں، ان کی غلط فہمیوں کو دور کریں اور ایسی راہیں ہموار کریں کہ ان تک اسلام کا پیارا اور سچا پیغام پہنچا سکیں۔

ملک کے موجودہ حالات میں اگر محلّہ واری سطح پر جمعہ کے دن محلّہ کے سنجیدہ غیر مسلموں کو مسجد آنے کی دعوت دی جائے اور ان کا بطور مہمان نوازی اعزاز کیا جائے، ان کی شال پوشی کی جائے اور ان کے لئے دوپہر کے کھانے کا انتظام کیا جائے اور جمعہ کے موقع پر جو تقریر ہوتی ہے وہ انہیں سنائی جائے اور علاقائی زبان میں اس تقریر کا خلاصہ پیش کیا جائے تو ظاہر ہے کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان روابط بڑھیں گے اور غلط فہمیاں دور ہوں گی۔

درس نمبر (۱۵۳) اتنی ہی زیادتی کی اجازت جتنی زیادتی دشمن کرے سورۃ البقرۃ:۱۹۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ حرمت والا مہینہ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ حرمت والے مہینہ کا بدلہ ہے وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ اور حرمتوں پر بھی بدلے کے احکام جاری ہوتے ہیں فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ اگر کوئی شخص تم پر زیادتی کرے فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ تو تم بھی ویسی ہی زیادتی اس پر کرو بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ جیسی زیادتی اس نے تم پر کی ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرو وَاعْلَمُوْا اور یہ بات جان لو کہ أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ کہ بیشک اللہ متقیوں کے ساتھ ہیں۔

ترجمہ: حرمت والے مہینہ کا بدلہ حرمت والا مہینہ ہے اور حرمتوں پر بھی بدلہ کے احکام جاری ہوتے ہیں چنانچہ اگر کوئی شخص تم پر کوئی زیادتی کرے تو تم بھی ویسی ہی زیادتی اس پر کرو جیسی زیادتی اس نے تم پر کی ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اچھی

طرح سمجھ لو کہ اللہ انہی کا ساتھی ہے جو اس کا خوف دل میں رکھتے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔حرمت والے مہینہ کا بدلہ حرمت والا مہینہ ہے۔

۲۔اور حرمتوں پر بھی بدلے کے احکام جاری ہوتے ہیں۔

۳۔اگر کوئی شخص تم پر زیادتی کرے تو تم بھی ویسی ہی زیادتی اس پر کرو جیسی زیادتی اس نے تم پر کی ہے۔

۴۔اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بیشک اللہ انہی کا ساتھی ہے جو اس کا خوف دل میں رکھتے ہیں۔

۷/سن ہجری کو جب رسولِ رحمت ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کی قضاء کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو وہ ذی قعدہ کا مہینہ تھا اور یہ مہینہ حرمت والا مہینہ تھا۔مسلمانوں کو مکہ کے مشرکین سے خطرہ تھا کہ کہیں یہ لوگ حملہ نہ کردیں اور اگر حملہ کردیں گے تو ایک تو حرم جیسے امن کی جگہ میں قتال ہوگا اور دوسرے حرمت والے مہینہ میں بھی قتال ہوگا۔پچھلی آیت میں ایک مسئلہ کا حل پیش کیا گیا کہ اگر حرم میں وہ لوگ قتال کریں تو تم بھی قتال کرو اور اس آیت میں حرمت والے مہینوں میں اگر وہ لوگ قتال کریں تو تم بھی اس کے بدلے میں قتال کرو کی اجازت دی گئی ہے۔پھر اس پر مزید وضاحت بھی کردی گئی کہ اگر کوئی شخص تم پر زیادتی کرے تو تم بھی ویسی ہی زیادتی اس پر کرو جیسی زیادتی تم پر کی گئی ہے۔اس صورتحال میں مسلمانوں کو انتقام کی حد تک اجازت دی گئی ہے۔جس قدر وہ حد سے تجاوز کریں تم بھی کرو اور اس صورت میں بھی اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا کہ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اللہ سے ڈرو اور یہ بات یاد رکھو کہ اللہ سے ڈرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتے ہیں اگر تم جنگ کی اس صورت میں تقویٰ کی روش چھوڑ دو گے تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی مدد و معیت سے دور ہو جاؤ گے۔حرمت والے ان چار مہینوں کے سلسلہ میں اسی سورت میں چند آیتوں کے بعد یہ آیت پڑھیں گے کہ یَسْـأَلُونَکَ عَنِ الشَّھْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْہِ جس میں حرمت والے مہینہ میں قتال کو بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے۔

درس نمبر (۱۵۴)

اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو

سورۃ البقرۃ:۱۹۵

أَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمنِ الرَّحِیْمِ

وَأَنفِقُواْ فِیْ سَبِیْلِ اللّہِ وَلاَ تُلْقُواْ بِأَیْدِیْکُمْ إِلَی التَّھْلُکَۃِ وَأَحْسِنُوَاْ إِنَّ اللّہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَأَنفِقُواْ اورخرچ کرو فِیْ سَبِیْلِ اللّہِ اللہ کی راہ میں وَلاَ تُلْقُواْ اور نہ ڈالو بِأَیْدِیْکُمْ اپنے ہاتھوں کو إِلَی التَّھْلُکَۃِ ہلاکت میں وَأَحْسِنُوَاْ اور خوبی کے ساتھ کام کیا کرو إِنَّ اللّہَ بیشک اللہ یُحِبُّ پسند فرماتے ہیں الْمُحْسِنِیْنَ خوبی کے ساتھ کام کرنے والوں کو۔

ترجمہ: اور اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرو اور اپنے آپ کو خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی اختیار کرو بیشک

اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

۲۔اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو۔

۳۔اچھی طرح کام کرو۔

۴۔اللہ اچھی طرح کام کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔

یہاں مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا جو حکم دیا جارہا ہے اس پس منظر میں ہے کہ یہ وقت جہاد کا ہے اور جہاد کے لئے بقدرِ ضرورت اپنا مال بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی دوسرے حقوق فرض ہیں جن کے لئے نصاب تو مقرر نہیں ہے لیکن جب اور جتنی ضرورت ہو اس کا انتظام کرنا اور اس کے لئے اپنا مال خرچ کرنا مسلمانوں کی ذمہ داری اور ان کا فریضہ ہے۔

وَلاَ تُلْقُواْ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ کے ذریعہ مسلمانوں کو کس بات کا حکم دیا گیا ہے؟ اس سلسلہ میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت ہمارے ہی بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ہم اس کی تفسیر بخوبی جانتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا تو ہم میں یہ گفتگو ہوئی کہ اب جہاد کی کیا ضرورت ہے؟ ہم اپنے وطن میں ٹھہر کر اپنے مال و جائیداد کی اب خبر گیری کریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس آیت نے یہ بتلایا کہ ہلاکت سے مراد اس جگہ جہاد کو ترک کر دینا ہے وَلاَ تُلْقُواْ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ کے ذریعہ یہ بتلا دیا گیا کہ جہاد کو ترک کر دینا مسلمانوں کی ہلاکت و بربادی کا سبب ہے۔

حضرت ابن عباس، حضرت حذیفہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم وغیرہ نے بھی اس آیت سے یہی مراد لیا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گناہوں کی وجہ سے اللہ کی رحمت اور مغفرت سے مایوس ہو جانا اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ڈالنا ہے، اس لئے کہ مغفرت سے مایوس ہونا بھی حرام ہے۔

بعض حضرات نے یہ معنی بھی لیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں حد سے تجاوز کرنا کہ بیوی بچوں کے حقوق ضائع ہو جائیں، یہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، اس لئے قرآنِ مجید نے اعتدال کے ساتھ خرچ کرنے کی تعلیم دی ہے وَلاَ تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِكَ وَلاَ تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوماً مَّحْسُوراً (الاسراء: ۲۹) اور اپنے ہاتھ کو نہ تو گردن سے بندھا ہوا یعنی بہت تنگ کر لو کہ کسی کو کچھ دو ہی نہیں اور نہ بالکل کھول ہی دو کہ سبھی کچھ دے ڈالو اور انجام یہ ہو کہ ملامت زدہ اور حسرت زدہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔

ہر کام کو اچھی طرح کرنے کا حکم دیا گیا ہے چاہے وہ نماز ہو، روزہ ہو یا زکوٰۃ ہو یا حج، ہر عبادت کو اچھے انداز میں انجام دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کسی بھی کام کو اچھے طور پر انجام دینے کو پسند فرماتے ہیں۔

درس نمبر (۱۵۵)

حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا پورا کرو

سورۃ البقرۃ:۱۹۶/۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَأَتِمُّواْ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّهِ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلاَ تَحْلِقُواْ رُؤُوسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ فَمَنْ كَانَ مِنكُم مَّرِيضاً أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَأَتِمُّواْ اور پورا پورا ادا کرو الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ حج اور عمرہ لِلّهِ اللہ کے لئے فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ پس اگر تمہیں روک دیا جائے فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ تو جو قربانی میسر ہے وہی پیش کر دو وَلاَ تَحْلِقُواْ اور نہ منڈاو رُؤُوسَكُمْ اپنے سروں کو حَتَّى یہاں تک کہ يَبْلُغَ پہنچ جائے الْهَدْيُ قربانی مَحِلَّهُ اپنی جگہ فَمَن كَانَ پس جو کوئی ہو مِنكُم مَّرِيضاً تم میں سے بیمار أَوْ بِهِ أَذًى یا کوئی تکلیف ہو مِّن رَّأْسِهِ اس کے سر میں فَفِدْيَةٌ تو فدیہ دے دے مِّن صِيَامٍ روزوں کا أَوْ صَدَقَةٍ یا صدقہ کا أَوْ نُسُكٍ یا قربانی کا۔

ترجمہ: اور حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا پورا ادا کرو ہاں! اگر تمہیں روک دیا جائے تو جو قربانی میسر ہو اللہ کے حضور پیش کر دو اور اپنے سر اس وقت تک نہ منڈاو جب تک قربانی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے ہاں! اگر تم میں سے کوئی شخص بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو روزوں یا صدقے یا قربانی کا فدیہ دو۔

تشریح: یہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۹۶ کا پہلا حصہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے تین باتیں بتلائی ہیں:

۱۔ حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا پورا ادا کرو

۲۔ اگر حج اور عمرہ سے روک دیا جائے تو جو قربانی میسر ہو اللہ کے حضور پیش کر دو

۳۔ اپنے سر اس وقت تک نہ منڈاو جب تک قربانی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے

جب حج یا عمرہ کرنا ہو تو اس حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے پورا پورا ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ حج اور عمرہ کے دوران نیت بھی خالص ثواب کی ہونی چاہئے اور اعمال بھی درست انجام دیئے جائیں اور آداب کی بھی پوری پوری رعایت رکھی جائے۔ حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ زندگی میں ایک مرتبہ حج اس شخص پر فرض ہے جو وہاں تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو۔ مخصوص ایام میں مخصوص ارکان کی ادائیگی کا نام حج ہے۔ ماہِ ذی الحجہ میں حج کا فریضہ ادا کیا جاتا ہے۔ ان دنوں کے علاوہ دوسرے دنوں میں حج کا فریضہ ادا نہیں کیا جا سکتا۔ عمرہ البتہ حج کے ایام کے علاوہ باقی تمام دنوں میں کیا جا سکتا ہے۔

احرام باندھنے کے بعد مکۂ مکرمہ تک پہنچنا ممکن ہی نہ رہے تو ایسی صورت میں قربانی کر کے احرام کھولا جا سکتا ہے۔ یہ صورت خود حضور ﷺ کے ساتھ پیش آئی جبکہ آپ ﷺ نے سن ۶ ہجری میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرے کے ارادہ سے سفر کیا اور حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو مشرکین مکہ نے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک میں یہ قربانی حدودِ حرم میں ہونی چاہئے اور ایسی صورت میں اس عمرہ کی قضاء بھی ضروری ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے سن ۷ ہجری میں

اس عمرہ کی قضاء فرمائی۔احرام کی حالت میں سر منڈانا جائز نہیں ہوتا لیکن اگر کسی شخص کو بیماری یا کسی تکلیف کی وجہ سے سر منڈانا پڑ جائے تو اس کو یہ فدیہ دینا ہوگا، تین روزے رکھنا یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا یا ایک بکری قربان کرنا۔

جو شخص احرام کی حالت میں ہو اور کسی بیماری یا دشمن کی وجہ سے آگے بڑھنے سے روک دیا گیا ہو کہ وہ نہ عرفات جا سکتا ہو اور نہ طواف کر سکتا ہو تو اس طرح کی صورت کو احصار کہتے ہیں جس کو فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ کے الفاظ سے بتلایا گیا ہے اور جس شخص کو احرام کی حالت میں حج یا عمرہ سے روک دیا جائے اس کو محصَر کہتے ہیں اور جو احرام کی حالت میں ہو اس کو مُحرِم کہتے ہیں۔اگر ایسی صورت پیش آجائے تو حدودِ حرم میں ایک سال کی بکری کو محرِم ذبح کردے اور احرام سے باہر نکل جائے اب اس پر احرام کی پابندیاں ختم ہوجاتی ہیں۔اگر حدودِ حرم میں خود موجود نہیں ہے تو جس جگہ بھی ہے وہاں سے ایک بکری کی قیمت اس شخص تک بھیج دے جو حدودِ حرم میں ہے اور جب وہ بکری ذبح کردے تو وہ اپنا احرام کھول لے۔بہتر یہی ہے کہ ان مسائل کے سلسلہ میں مفتیانِ کرام سے رجوع ہوں۔

درس نمبر (۱۵۶) سورۃ البقرۃ:۲/۱۹۶

حج کی قسمیں

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَإِذَا أَمِنتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذَلِكَ لِمَن لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَإِذَا أَمِنتُمْ پھر جب تم امن حاصل کرلو فَمَن تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ تو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ کا فائدہ بھی اٹھائے فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وہ جو قربانی میسر ہو پیش کرے فَمَن لَّمْ يَجِدْ ہاں اگر کسی کے پاس اس کی طاقت نہ ہو تو فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ حج کے دنوں میں تین روزے رکھے وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ اور سات روزے اس وقت جب تم لوٹ جاؤ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ اس طرح یہ کُل دس روزے ہوں گے ذَلِكَ لِمَن لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ یہ حکم ان لوگوں کیلئے ہے جن کے گھر والے نہ رہتے ہوں حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام کے پاس وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرو وَاعْلَمُوا اور جان رکھو کہ أَنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ شَدِيْدُ الْعِقَابِ سخت عذاب والے ہیں

ترجمہ: پھر جب تم امن حاصل کرلو تو جو شخص حج کے ساتھ عمرے کا فائدہ بھی اٹھائے وہ جو قربانی میسر ہو اللہ کے حضور پیش کرے۔ہاں! اگر کسی کے پاس اس کی طاقت نہ ہو تو وہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھے اور سات روزے اس وقت جب تم گھروں کو لوٹ جاؤ۔اس طرح یہ کُل دس روزے ہوں گے۔یہ حکم ان لوگوں کیلئے ہے جن کے گھر والے مسجدِ حرام کے پاس نہ رہتے ہوں اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

تشریح: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۹۶ کے دوسرے حصہ میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پھر جب تم امن حاصل کرلو تو جو شخص حج کے ساتھ عمرہ کا فائدہ بھی اٹھائے وہ جو قربانی میسر ہو اللہ کے حضور پیش کرے۔
۲۔ ہاں! اگر کسی کے پاس اس کی طاقت نہ ہو تو وہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھے۔
۳۔ اور سات روزے اس وقت جب تم گھروں کو لوٹ جاؤ۔
۴۔ اس طرح یہ کل دس روزے ہوں گے۔
۵۔ یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے جن کے گھر والے مسجدِ حرام کے پاس نہ رہتے ہوں۔
۶۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔
۷۔ یہ جان رکھو کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

حج کی تین قسمیں ہیں: (۱) پہلی قسم اِفراد ہے جس میں حج کرنے والا صرف حج کا احرام باندھتا ہے اور حج سے پہلے کوئی عمرہ نہیں کرتا۔ اس حج کو حجِ اِفراد کہا جاتا ہے (۲) حج کی دوسری قسم حجِ تمتع ہے جس میں حاجی میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کرے اور سر مونڈھ کر یا قصر کر کے احرام سے نکل جائے اور حج کے ایام کا انتظار کرے۔ پھر ذی الحجہ کی ۸ تاریخ کو مکۂ معظّمہ ہی سے حج کا احرام باندھ کر حج ادا کرے اور سر منڈھا کر یا قصر کر کے احرام سے نکل جائے اس حج کو حجِ تمتع کہتے ہیں۔ تمتع کے معنی فائدہ اٹھانا، چونکہ اس صورت میں حاجی عمرہ کے بعد حلال ہو کر فائدہ اٹھاتا ہے پھر حج کرتا ہے اس لئے اس حج کو حجِ تمتع کہتے ہیں (۳) حج کی تیسری صورت حجِ قِران ہے جس میں حاجی میقات سے حج اور عمرہ دونوں کا ایک ہی وقت احرام باندھتا ہے اور عمرہ ادا کرتا ہے اور قصر یا سر مونڈھے بغیر اسی احرام سے حج کے ایام میں حج بھی کرتا ہے تو اس کو حجِ قِران کہتے ہیں۔ قِران کے معنی ملانے کے ہیں، چونکہ حاجی نے یہاں حج اور عمرہ دونوں کو ملایا ہے اس لئے اس کو حجِ قِران کہا جاتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حجِ تمتع یا حجِ قِران کرنے والوں کیلئے قربانی کی استطاعت نہ رکھنے کی صورت میں یہ گنجائش دی ہے کہ وہ قربانی کے بدلے دس روزے رکھ سکتا ہے جن میں سے تین روزے عرفہ کے دن تک پورے ہو جانے چاہئیں اور سات روزے حج سے فارغ ہونے کے بعد رکھنے ہوں گے اور ایک بات یہاں یہ بھی بتائی گئی ہے کہ حجِ تمتع صرف ان لوگوں کیلئے جائز ہے جو باہر سے حج کیلئے آئے ہوں، جو لوگ حدودِ حرم میں ہوں وہ حجِ تمتع یا حجِ قِران نہیں کر سکتے۔

درس نمبر (۱۵۷) — حج کے دوران فحش گناہ اور جھگڑا نہ کریں — سورۃ البقرۃ:۱۹۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِيْ الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُواْ مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُواْ فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى وَاتَّقُونِ يَا أُوْلِيْ الأَلْبَابِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ حج کے چند متعین مہینے ہیں فَمَنْ فَرَضَ پس جو لازم کرے فِيهِنَّ ان مہینوں میں الْحَجَّ حج کو توفَلاَ رَفَثَ تو نہ کوئی فحش بات کرے وَلاَ فُسُوقَ اور نہ کوئی گناہ کا کام کرے وَلاَ جِدَالَ اور نہ جھگڑا کرے فِي الْحَجِّ حج میں وَمَا تَفْعَلُواْ اور جو کوئی کام تم کرتے ہو مِنْ خَيْرٍ نیکی کا يَعْلَمْهُ اللّهُ اللہ اسے جان لے گا وَتَزَوَّدُواْ اور زادِراہ ساتھ لے جایا کرو فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ کیونکہ بہترین زادِراہ التَّقْوَى پرہیزگاری ہے وَاتَّقُونِ اور تم مجھ سے ڈرو يَا أُوْلِي الأَلْبَابِ اے عقلمندو۔

ترجمہ: حج کے چند مہینے متعین ہیں چنانچہ جو شخص ان مہینوں میں احرام باندھ کر اپنے اوپر حج لازم کرلے تو حج کے دوران نہ وہ کوئی فحش بات کرے نہ کوئی گناہ کرے اور نہ کوئی جھگڑا اور تم جو کوئی نیک کام کرو گے اللہ اسے جان لے گا اور حج کے سفر میں زادِراہ ساتھ لے جایا کرو کیونکہ بہترین زادِراہ تقویٰ ہے اور اے عقلمندو! میری نافرمانی سے ڈرتے رہو۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حج کے چند مہینے مخصوص ہیں۔

۲۔ حج کے دوران فحش بات، گناہ کا کام اور جھگڑا نہ کریں۔

۳۔ سفر سے پہلے زادِراہ لے لیا کریں۔

۴۔ اصل زادِراہ تو تقویٰ ہے۔

حج کے چند مہینے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں جو معروف ہیں۔ ماہِ شوال، ماہِ ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے شروع کے دس بارہ ایام ہیں۔ یوں تو حج کے افعال ۸ ذی الحجہ سے شروع ہوتے ہیں لیکن شوال اور ذی قعدہ کو بھی حج کے مہینوں میں اس لئے شمار کیا گیا کہ ان میں اگر کوئی شخص عمرہ کرے اور اس کے بعد اسی سال حج کرے تو وہ عمرہ مل کر حجِ تمتع ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے قربانی واجب ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص شوال سے پہلے عمرہ کرے تو اس سال حج کرنے والے کا حج، حج تمتع نہیں ہوگا۔ حج کے دوران یعنی حالتِ احرام میں میاں بیوی کے درمیان وہ چیزیں نہیں ہوں گی جو زوجیت کی بنیاد پر ہوتی ہیں اور نہ ہی فسق و فجور کا کوئی کام ہوگا اور نہ ہی جھگڑا ہوگا۔ یہاں اس بات کی تاکید بھی کی گئی کہ سفرِ حج میں جانے سے پہلے زادِراہ لے لیا جائے کہ سفر کے دوران جس قدر روپے پیسے کی ضرورت پڑتی ہے وہ لے لیا جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی سے مانگنے اور سوال کرنے کی نوبت آ جائے۔ بہترین زادِراہ تقویٰ ہے۔ یہاں مراد بالخصوص حج کے سفر میں لوگوں سے سوال کرنے سے بچنا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یمن کے لوگ حج کو آتے تھے لیکن سفر کے لئے انتظام کر کے نہیں چلتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم توکّل والے ہیں لیکن جب مکۂ معظّمہ پہنچ جاتے تھے تو لوگوں سے سوال کرتے تھے۔

درس نمبر (۱۵۸)

سفر حج کے دوران تجارت کی اجازت

سورۃ البقرۃ:۱۹۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُواْ فَضْلاً مِّن رَّبِّكُمْ فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُواْ اللّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَيْسَ عَلَيْكُمْ تم پر نہیں ہے جُنَاحٌ کوئی گناہ أَن تَبْتَغُواْ کہ تم تلاش کرو فَضْلاً مِّن رَّبِّكُمْ تمہارے پروردگار کا فضل فَإِذَا أَفَضْتُم پھر جب تم روانہ ہو جاؤ مِّنْ عَرَفَاتٍ عرفات سے تو فَاذْكُرُواْ اللّهَ اللہ کا ذکر کرو عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ مشعر حرام کے پاس وَاذْكُرُوهُ اور اس کا ذکر اس طرح کرو كَمَا هَدَاكُمْ جس طرح اس نے تم کو ہدایت کی ہے وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ جبکہ اس سے پہلے تم تھے لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ بالکل ناواقف۔

ترجمہ: تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ معاش تلاش کرو جو تمہارے رب کی طرف سے ہے پھر جب تم عرفات سے واپس ہو تو اللہ کو یاد کرو مشعر حرام کے پاس اور اس کو یاد کرو جیسا کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے اور حقیقت میں بات یہ ہے کہ تم اس سے پہلے محض ناواقف تھے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ حج کے موقع پر کسبِ معاش کی اجازت دی گئی۔

۲۔ عرفات سے واپسی کے بعد مزدلفہ میں اللہ کا ذکر کرنے کا حکم دیا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا ہے کہ عکاظ، مجنّہ اور ذوالمجاز یہ تینوں زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی تجارت گاہیں تھیں۔ جب اسلام کا زمانہ آیا تو مسلمانوں نے ان تجارت گاہوں میں تجارت کرنے کو گناہ سمجھا تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ موسمِ حج میں تجارت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جب حج کے دنوں میں وقوفِ عرفہ کے بعد عرفات سے واپس ہوں اور مشعر الحرام یعنی مزدلفہ پہنچیں تو اللہ کا ذکر بطور خاص کیا کریں۔ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ کہہ کر مزید یہ بات بتلائی گئی کہ جس طرح اللہ نے تم کو اپنی ہدایت سے نوازا اور حق کے راستہ پر ڈالا ہے تم بھی اللہ کو اسی طرح اچھی طرح یاد کرو بعض مفسرین نے اس کا مطلب یہ بھی بیان کیا ہے کہ اللہ کا ذکر اسی طریقے پر کرو جس طریقہ پر ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

درس نمبر (۱۵۹)

حج سے فراغت پر ذکر کرنے کا حکم

سورۃ البقرۃ:۱۹۹۔۲۰۰۔۲۰۱۔۲۰۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ثُمَّ أَفِيضُواْ مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُواْ اللّهَ إِنَّ اللّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُواْ اللّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْراً فَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الآخِرَةِ

مِنْ خَلاَقٍ O وِمِنْهُم مَّنْ يَّقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِيْ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ O أُولٰئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوا وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ثُمَّ پھر أَفِيْضُوا روانہ ہوجاؤمِنْ حَيْثُ جہاں سے أَفَاضَ النَّاسُ عام لوگ روانہ ہوتے ہیں وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اوراللہ سے مغفرت مانگوإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ بیشک اللہ بہت بخشنے والا بڑامہربان ہےO فَإِذَا قَضَيْتُم پھر جب تم پورے کرچکومَّنَاسِكَكُمْ اپنے حج کے سارے کام فَاذْكُرُوا اللّٰهَ پس اللہ کاذکر کروکَذِكْرِكُمْ آبَاءَ كُمْ جیسے تم اپنے باپ داداؤں کاذکر کیا کرتے ہوأَوْ أَشَدَّ ذِكْراً بلکہ اس سے بھی زیادہ ذکر کروفَمِنَ النَّاسِ بعض لوگ تووہ ہیں مَنْ يَّقُولُ جو کہتے ہیں رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار آتِنَا ہمیں عطافرمایئےفِيْ الدُّنْيَا دنیامیں وَمَا لَهُ نہیں ہےاس کے لئے فِي الْآخِرَةِ آخرت میں مِنْ خَلاَقٍ کوئی حصہ O وِمِنْهُم مَّنْ يَّقُولُ اورانہی میں سے وہ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار آتِنَا ہمیں عطافرمایئے فِيْ الدُّنْيَا دنیامیں حَسَنَةً بھلائی وَفِيْ الآخِرَةِ اورآخرت میں بھی حَسَنَةً بھلائی وَقِنَا اورہمیں بچایئے عَذَابَ النَّارِ دوزخ کےعذاب سےO أُولٰئِكَ یہ وہ لوگ ہیں لَهُمْ ان کے لئے نَصِيْبٌ حصہ ہے مِّمَّا كَسَبُوا اپنے اعمال کی کمائی کا وَاللّٰهُ اوراللہ سَرِيْعُ الْحِسَابِ جلد حساب لینے والا ہے۔

ترجمہ: تم اسی جگہ سے روانہ ہو جہاں سے عام لوگ روانہ ہوتے ہیں اوراللہ سے مغفرت مانگو بیشک اللہ بہت بخشنے والا بڑامہربان ہے پھر جب تم اپنے حج کے کام پورے کر چکوتو اللہ کا اس طرح ذکر کروجیسے تم اپنے باپ داداؤں کا ذکر کیا کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ ذکر کرواب بعض لوگ تو وہ ہیں جو دعاء میں بس یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرمااورآخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوتا اورانہی میں سے وہ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! اس دنیا میں بھی بھلائی عطا فرمااورآخرت میں بھی بھلائی اورہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اپنے اعمال کی کمائی کا حصہ ملے گااوراللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

تشریح: ان چارآیتوں میں اللہ تعالیٰ نے چار باتیں بیان کی ہیں۔

۱۔تم اسی جگہ سے واپس آؤجہاں سے دوسرے لوگ واپس آئیں۔

۲۔اللہ سے مغفرت طلب کرنے کاحکم دیا گیا ہے۔

۳۔حج کی ادائیگی کے بعد ذکرِ الٰہی کاحکم دیا گیا ہے۔

۴۔اللہ تعالیٰ سے دنیااورآخرت دونوں کی بھلائی مانگنے والوں کی تحسین کی گئی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ قریش اوروہ لوگ جوان کے دین پر تھے یہ سب زمانۂ جاہلیت میں جب حج کرتے تھے تو عرفات کے میدان میں نہیں جاتے تھے بلکہ مزدلفہ ہی میں ٹھہر جاتے تھےاوروہیں سے واپس بھی

ہوجاتے تھے۔ جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ عرفات میں جا کر وقوف کریں پھر وہاں سے واپس آئیں یہی حکم یہاں دیا گیا کہ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ پھر تم اسی جگہ سے واپس آؤ جہاں سے دوسرے لوگ واپس آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگنے کا حکم دیا ہے۔ حج بہت بڑی عبادت ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس میں کچھ کوتاہی ہوئی ہو اس لئے حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعاء کی جائے۔ جب اپنا حج پورا کرلو یعنی جب حج کے سارے مناسک ادا ہوجائیں تو اب ذکر کرو اور وہ ذکر بھی یونہی معمولی طور پر نہیں بلکہ جس طرح تم اپنے باپ داداؤں کا ذکر کرتے ہو اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اللہ کا ذکر کرو۔ ہم اس رب کو کیسے بھول جائیں جس کی نعمتوں کے حسین بادلوں میں ہم اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ہر ہر نعمت کو دیکھتے جانا اور اس نعمت کے دینے والے کو یاد کرتے جانا یہ بندہ کی وفاداری کا وہ حسین منظر ہے جو اس رب ذوالجلال کو پسندیدہ اور محبوب ہے۔

دنیا میں لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو وہ ہیں جن کو صرف دنیا مطلوب ہوتی ہے ان کی زندگی کا ہدف اور نشانہ صرف دنیا ہے ایسے لوگ صرف دنیا کی اچھائیاں اور بھلائیاں ہی مانگتے ہیں انہیں مرنے کے بعد والی زندگی سے کوئی سروکار نہیں ہوتا اور اللہ کا فیصلہ بھی ایسے بدبخت لوگوں کے بارے میں یہ ہے کہ ان کا آخرت میں کوئی حصہ بھی نہیں اور دوسرے وہ خوش نصیب لوگ ہیں جو ایک طرف دنیا کی بھلائیاں مانگتے ہیں اور دوسری طرف آخرت کی بھی اچھائیاں مانگتے ہیں اور اس کے ساتھ دوزخ کے عذاب سے پناہ بھی مانگتے ہیں۔ ایسے خوش نصیب لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا کہ أُولٰـئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کیلئے بڑا حصہ ہے۔ ان کے اعمال کی وجہ سے اور اللہ جلدی حساب لینے والا ہے۔

درس نمبر (۱۶۰)

حج سے متعلق چند احکام

سورۃ البقرۃ:۲۰۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَى وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاذْكُرُوا اللّٰهَ اور اللہ کا ذکر کرتے رہو فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ گنتی کے ان چند دنوں میں فَمَنْ تَعَجَّلَ پس جو جلدی چلا جائے فِي يَوْمَيْنِ دو ہی دن میں فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ اس پر کوئی گناہ نہیں ہے وَمَنْ تَأَخَّرَ اور جو شخص بعد میں جائے فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے لِمَنِ اتَّقَى اس کے لئے جو تقویٰ اختیار کرے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرو وَاعْلَمُوا اور جان لو کہ أَنَّكُمْ بیشک تم إِلَيْهِ اس کی طرف تُحْشَرُونَ جمع کئے جاؤ گے۔

ترجمہ: اور اللہ کا ذکر کرو گنتی کے ان چند دنوں میں پھر جو شخص دو ہی دن میں جلدی چلا جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے اور جو شخص ایک دن بعد میں جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔ یہ تفصیل اس کے لئے ہے جو تقویٰ اختیار

کرے اور تم سب تقویٰ اختیار کرو اور یقین رکھو کہ تم سب کو اس کی طرف لے جا کر جمع کیا جائے گا۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اور اللہ تعالیٰ کو گنتی کے ان چند دنوں میں جب تم منیٰ میں مقیم ہو یاد کرتے رہو۔

۲۔ پھر جو شخص دو ہی دن میں جلدی چلا جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔

۳۔ جو شخص ایک دن بعد میں جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔

۴۔ یہ تفصیل اس کے لئے ہے جو تقویٰ اختیار کرے۔

۵۔ تم سب تقویٰ اختیار کرو۔

۶۔ یقین رکھو کہ تم سب کو اسی کی طرف لے جا کر جمع کیا جائے گا۔

حج کے جو ایام ہیں وہ بالکل مختصر ہیں۔ ۸ ذی الحجہ سے ۱۲ یا ۱۳ ذی الحجہ کے یہ پانچ یا چھ دن ہیں۔ ان دنوں میں بطور خاص اللہ کا ذکر کرنے کی تلقین کی گئی ہے کہ تم گنتی کے ان چند دنوں میں اللہ کا ذکر کرو۔ ذکر الٰہی کی فی نفسہ بڑی اہمیت ہے اور خاص ایام اور خاص اوقات میں اللہ کے ذکر کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ ذکر کی مختلف شکلیں ہیں۔ نماز بھی ذکر ہے۔ تلاوت بھی ذکر ہے۔ مناسکِ حج بھی ذکر ہیں۔ ان تمام اوقات میں ہمارا دل اور ہماری زبان دونوں اللہ کے ذکر میں مصروف رہیں۔ گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کی رمی جمار کے بعد اگر کوئی شخص چاہے کہ منیٰ سے چلا جائے اور تیرہویں ذی الحجہ کی رمی جمار نہ کرے تو اس کی اجازت ہے۔ اس مسئلہ کو اس جملہ میں بیان کیا گیا کہ **فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلاَ إِثْمَ عَلَیْهِ** اسی طرح اگر کوئی شخص گیارہ اور بارہ کی رمی کر کے چلے جانے کی اجازت کے باوجود منیٰ میں ٹھہرا رہے اور تیرہویں کی رمی کر کے جائے تو اس کی بھی گنجائش دی گئی اس جملہ میں کہ **وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلا إِثْمَ عَلَیْهِ** اور جو شخص تاخیر کرے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔ اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا اور اس بات سے خبردار کیا گیا کہ تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

درس نمبر (۱۶۱) زمین میں فساد کرنے والا شخص سورۃ البقرۃ: ۲۰۴۔۲۰۵۔۲۰۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُکَ قَوْلُهُ فِی الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلَى مَا فِیْ قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ O وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِی الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لاَ يُحِبُّ الفَسَادَ O وَإِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں ایک وہ شخص بھی ہے مَنْ يُّعْجِبُکَ قَوْلُهُ جس کی باتیں بڑی اچھی لگتی ہیں فِی الْحَيَاةِ الدُّنْيَا دنیوی زندگی کے بارے میں وَيُشْهِدُ اللّٰهَ وہ اللہ کو گواہ بھی بناتا ہے عَلَى مَا اس بات پر کہ فِیْ قَلْبِهِ

جو کچھ اس کے دل میں ہے وَھُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ حالانکہ وہ دشمنوں میں سب سے زیادہ کٹر ہے O وَإِذَا تَوَلّٰى اور جب وہ اٹھ کر جاتا ہے سَعٰى فِى الْأَرْضِ اس کی دوڑ دھوپ زمین میں یہ ہوتی ہے کہ لِيُفْسِدَ فِيهَا وہ اس میں فساد مچائے وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ اور فصلوں اور نسلوں کو تباہ کردے وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا O وَإِذَا قِيْلَ لَهُ اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اتَّقِ اللّٰهَ اللہ سے ڈرو أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ اس کا غرور اس کو اور آمادہ کرتا ہے بِالْإِثْمِ گناہ پر فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ پس ایسے شخص کیلئے تو جہنم ہی کافی ہے وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ اور وہ بہت بُرا بچھونا ہے

ترجمہ: اور کوئی شخص تو ایسا ہے جس کی گفتگو دنیا کی زندگی میں تم کو دلکش معلوم ہوتی ہو اور وہ اپنے مافی الضمیر پر یعنی اس بات پر جو اس کے دل میں ہے اللہ کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے O اور جب پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے تو زمین میں دوڑتا پھرتا ہے تاکہ اس میں فتنہ انگیزی کرے اور کھیتی کو برباد اور انسانوں اور حیوانوں کی نسل کو نابود کردے اور اللہ فتنہ انگیزی کو پسند نہیں کرتا O اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے خوف کر تو غرور اس کو گناہ میں پھنسا دیتا ہے، اس کو جہنم کافی ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ لوگوں میں ایک شخص وہ بھی ہے کہ دنیوی زندگی کے بارے میں اس کی باتیں تمہیں بڑی اچھی لگتی ہیں۔

۲۔ جو کچھ اس کے دل میں ہے اس پر وہ اللہ کو گواہ بھی بناتا ہے حالانکہ وہ تمہارے دشمنوں میں سب سے زیادہ کٹر ہے۔

۳۔ جب وہ اٹھ کر جاتا ہے تو زمین میں اس کی دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ وہ اس میں فساد مچائے اور فصلیں اور نسلیں تباہ کرے۔

۴۔ حالانکہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

۵۔ جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کا خوف کر تو تکبر اس کو گناہ پر اور آمادہ کر دیتا ہے۔

۶۔ اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

۷۔ یقین کرو کہ وہ بہت بُرا بچھونا ہے۔

یہ آیت اخنس بن شریق کے بارے میں نازل ہوئی جو میٹھی میٹھی باتیں کرتا تھا اور دیکھنے میں بھی اچھا لگتا تھا۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آتا تھا اور آپ ﷺ کے پاس بیٹھ کر آپ ﷺ سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کرتا تھا اور قسمیں کھا کھا کر کہتا تھا کہ میں آپ ﷺ سے محبت رکھتا ہوں حالانکہ وہ اندر سے منافق تھا۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ یہ آیت اخنس بن شریق کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا۔ آپ ﷺ کو اس کی باتیں پسند آئیں۔ پھر وہ آپ ﷺ کے پاس سے چلا گیا اور مسلمانوں کی کھیتیوں پر سے گزرا جہاں گدھے بھی چر رہے تھے۔ اس نے کھیتیوں کو آگ لگا دی اور گدھوں کے پاؤں کاٹ کر چلا گیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ قتادہؒ مجاہد اور علماء کی ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ آیت ہر ایسے

شخص کے بارے میں نازل ہوئی جو کفر کو چھپائے ہوئے ہو۔نفاق اور جھوٹ کو اپنائے ہوئے اپنی زبان سے اپنے دل کے خلاف بات ظاہر کرتا ہو۔میٹھی میٹھی باتیں کرنا اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنا اور دل میں جو کچھ ہے اس کے خلاف ظاہر کرنا آج کی دنیا میں لوگ اس کو بڑی ہوشیاری سمجھتے ہیں بلکہ موجودہ سیاست میں اس کو ایک فن کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔ترمذی کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ نکلیں گے جو دین کے ذریعہ دنیا حاصل کریں گے اور تواضع ظاہر کرنے کے لئے بھیڑوں کی کھالوں کے کپڑے پہنیں گے ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی اور ان کے دل بھیڑیوں کی طرح ہوں گے۔ایک ایسے شخص کا ذکر ہے کہ جس کو جب یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو اس کا غرور اس کو گناہ پر آمادہ کرتا ہے۔اس آیت سے یہ سبق دیا گیا ہے کہ اگر کوئی ہمیں نصیحت کرے تو ہمارے اندر غرور پیدا نہیں ہونا چاہئے بلکہ ایسے وقت عاجزی وانکساری سے اس نصیحت کو قبول کر لینا چاہئے۔

درس نمبر(۱۶۲) | سورۃ البقرۃ:۲۰۷

نفع بخش سودا

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ جو اپنی جان کا سودا کر لیتا ہے ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ اللہ کی خوشنودی کی خاطر وَاللّٰهُ اور اللہ رَءُوْفٌ بڑا مہربان ہے بِالْعِبَادِ بندوں پر۔

ترجمہ: اور لوگوں میں وہ شخص بھی ہے جو اللہ کی خوشنودی کی خاطر اپنی جان کا سودا کر لیتا ہے اور اللہ ایسے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔لوگوں میں دوسری طرف وہ شخص بھی ہے جو اللہ کی خوشنودی کی خاطر اپنی جان کا سودا کر لیتا ہے۔

۲۔اللہ تعالیٰ ایسے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے ارادہ سے مکۂ مکرمہ سے نکلے تو قریش کے چند افراد ان کے پیچھے لگ گئے تا کہ ان کو ہجرت سے روکیں۔مکہ کے لوگوں نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جب تم مکہ آئے تھے تو تمہارے پاس کچھ بھی نہیں تھا اور اب تم یہاں کا کمایا ہوا مال اپنے ساتھ لے جا رہے ہو۔حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ اپنی سواری سے اترے اور اپنے ترکش سے تیر نکالے اور ان سے کہا کہ اے قریش کے لوگو! تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سے بڑھ کر تیر انداز ہوں اور خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ میں اپنے سارے تیر تمہاری طرف نہ پھینک دوں جو میرے ترکش میں بھرے ہوئے ہیں۔اس کے بعد میں اپنی تلوار سے لڑوں گا جب تک میرے ہاتھ میں سکت رہے گی۔اب تم جو چاہو کر لو ہاں! ایک صورت یہ

ہے کہ میرا مال جو مکہ میں رکھا ہوا ہے، میں تمہیں اس کا پتہ بتا دیتا ہوں تم اس کو لے لو اور میرا راستہ چھوڑ دو۔ وہ کہنے لگے ہاں! یہ ٹھیک ہے ہم اس پر راضی ہیں۔ وہ لوگ تو ادھر چلے گئے اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا رَبِحَ الْبَیْعُ اَبَا یَحْییٰ اے ابو یحییٰ یہ بیع نفع والی ہے یعنی تم نے تھوڑی سی دنیا خرچ کر کے اپنی جان اور اپنا ایمان بچالیا یہ نفع کا سودا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دیدی تھی۔ (مستدرک حاکم)

بعض مفسرین نے یہاں یَشْرِیْ نَفْسَہ کا ترجمہ یَبِیْعُ نَفْسَہٗ سے کیا ہے کہ بعض آدمی ایسے ہیں کہ اللہ کی رضا تلاش کرنے کیلئے اپنے نفس کو بیچ دیتے ہیں۔

اس آیت سے ہمیں اس بات کا سبق ملتا ہے کہ اگر ہماری زندگی میں کبھی ایسے حالات آ جائیں کہ اپنے دین و ایمان کو بچانے کیلئے ہمیں دنیا کی دولت چھوڑنی پڑے تو ہمیں اپنی دولت کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ اس دولت کو قربان کر دینا اور اپنے دین و ایمان کو بچانا چاہئے۔ اسی طرح اپنی جان بچانے کا بھی معاملہ ہے۔ بعض بے وقوف قسم کے لوگ تھوڑی سی دولت کیلئے اپنی جان کھو بیٹھتے ہیں، حالانکہ اگر جان باقی رہے تو پھر سے وہ دولت حاصل کر سکتے ہیں۔

ہمارے ملک بھارت میں بھی کبھی کبھی مسلمانوں پر ایسے ہی حالات پیش آ جاتے ہیں جہاں وہی کردار پیش کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جو کردار حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے پیش کیا۔ اس واقعہ سے یہ بات بھی سمجھ میں آئی کہ حفاظت خود اختیاری کی بھی اہمیت ہے، جس طرح حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے اپنی حفاظت کیلئے پہلے ہی سے تیر و تلوار رکھے تھے۔ موجودہ دور کے اعتبار سے ملکی قانون کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی حفاظت کا بھی کچھ سامان رکھنا چاہئے۔ یہ بھی رسولِ رحمت ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔ کم از کم کچھ ایسا ہنر تو آدمی میں ہونا چاہئے جس کے ذریعہ سے وہ ظالم سے مقابلہ کر سکے اور اپنی جان بچا سکے۔ اس وقت ملک کے حالات بتا رہے ہیں کہ یہ حادثہ کبھی بھی اور کسی بھی شخص کے ساتھ کسی بھی ریاست، شہر یا دیہات میں پیش آ سکتا ہے۔ حملہ آوروں کے سامنے بغیر کسی مقابلہ کے پہلے مرحلہ ہی میں ہتھیار ڈال دینا اور ہار مان لینا بزدلی ہے۔

درس نمبر (۱۶۳) اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ سورۃ البقرۃ: ۲۰۸۔۲۰۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَـا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ ادْخُلُواْ فِيْ السِّلْمِ كَآفَّةً وَلاَ تَتَّبِعُواْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ O فَإِنْ زَلَلْتُم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَ تْكُمُ الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَـا أَيُّهَـا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو جو آمَنُواْ ایمان لائے ہو ادْخُلُواْ داخل ہو جاؤ فِـيْ السِّلْمِ اسلام میں كَآفَّةً پورے کے پورے وَلاَ تَتَّبِعُواْ اور پیچھے نہ چلو خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ شیطان کے قدموں کے إِنَّهُ بیشک وہ لَكُمْ تمہارا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ

کھلا دشمن ہے O فَإِنْ پس اگر زَلَلْتُمْ تم لغزش کھا جاؤ مِّن بَعْدِ مَا اس کے بعد کہ جَاءَ تْكُمُ تمہارے پاس آ چکی ہیں الْبَيِّنَاتُ کھلی دلیلیں فَاعْلَمُوا پس جان لو کہ أَنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ عَزِيزٌ حَكِيمٌ زبردست ہے حکمت والا ہے

ترجمہ: اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے سو اگر تم لغزش کھا جاؤ اس کے بعد کہ تمہارے پاس واضح دلیلیں آ چکی ہیں تو جان لو کہ بلاشبہ اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے چار باتیں بتلائی ہیں:

۱۔ ایمان والوں کو اسلام میں پورے پورے داخل ہونے کا حکم دیا گیا۔

۲۔ شیطان کے نقشِ قدم پر چلنے سے روکا گیا۔

۳۔ بیشک شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

۴۔ واضح دلیلوں کے آ جانے کے باوجود لغزش کھانے والوں کو اس حقیقت سے باخبر کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ زبردست بھی ہے اور حکمت والا بھی ہے۔

ایمان والوں کو اسلام میں پورے پورے داخل ہونے کا حکم دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جو پہلے یہودی تھے انہوں نے ہفتہ کے دن کی تعظیم کو باقی رکھنا چاہا، اس لئے کہ یہودیوں کے پاس ہفتہ کا دن تعظیم کا دن ہے اور اونٹ کے گوشت سے پرہیز کرنا بھی چاہا، اس لئے کہ یہودی اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے تھے اور انہوں نے رسولِ رحمت ﷺ سے یہ بھی عرض کیا کہ تورات بھی چونکہ اللہ کی کتاب ہے ہم قرآنِ مجید کی طرح اس کی بھی تلاوت تہجد کی نماز میں کر لیں گے۔ ان تمام باتوں کے پس منظر میں یہ حکم دیا گیا کہ اے ایمان والو! تم اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ ''آدھے تیتر آدھے بٹیر'' مت بنے رہو۔ آخری امت کے لئے آخری نبی آ چکے ہیں۔ آخری کتاب نازل ہو چکی ہے۔ اب اسی رسول کی اتباع کرو اور اسی کتاب پر عمل کرو۔

شیطان کے نقشِ قدم پر مت چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے چونکہ پہلے یہ بات کہی گئی کہ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ، ظاہر ہے کہ صدفی صد اسلام میں داخل ہونے کیلئے جو چیز سب سے زیادہ رکاوٹ کا باعث ہے وہ شیطانی طاقت ہے۔ شیطان یہی چاہتا ہے کہ مسلمانوں کو ادھورا اور ناقص رکھے۔ وہ نہیں چاہتا کہ مسلمان اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جائیں۔ اس لئے اس کے فوری بعد کہا گیا کہ شیطان کے نقشِ قدم پر مت چلو وہ تمہیں صدفی صد مسلمان ہونے نہیں دے گا۔ اس کے مقابلہ میں اگر تم نبی رحمت ﷺ کے نقشِ قدم پر چلو گے تو پھر تم صدفی صد اسلام میں داخل ہونے والوں کی فہرست میں شامل ہو جاؤ گے۔ شیطان سے متعلق یہ عجیب فلسفہ ہماری زندگی میں ہے کہ ہم شیطان کے بارے میں تبصرے بھی کرتے ہیں کہ وہ ہمارا کھلا دشمن ہے اور شیطان کو بُرا بھلا بھی کہتے ہیں بلکہ بعض مرتبہ اپنی غلطی اور اپنے جھول کو فوراً شیطان پر ڈال دیتے ہیں اور اس پر لعنت بھی بھیجتے ہیں مگر اسی کے طریقہ پر عمل بھی کرتے ہیں۔ یہ ہمارا عجیب فلسفہ اور طریقہ ہے۔

اگر تم لغزش کھا جاؤ واضح دلائل کے پہنچ جانے کے بعد بھی تو یاد رکھو کہ اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے

کہ واضح دلائل کے آ جانے کے بعد پھر بھی اسلام میں داخل نہ ہوئے تو اس کو معمولی بات مت سمجھو یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغاوت ہے اور اللہ غالب اور زبردست ہے وہ انتقام لینا بھی جانتا ہے وہ حکیم بھی ہے اپنی حکمت کے موافق سزا دینے میں وہ اگر جلدی نہ کرے تو اس کا یہ مطلب مت سمجھو کہ وہ قادر نہیں ہے بلکہ وہ گرفت بھی کرسکتا ہے اور سزا بھی دے سکتا ہے۔

درس نمبر (۱۶۴) **سارے معاملات اللہ کی طرف لوٹ کر رہیں گے** سورۃ البقرۃ:۲۱۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن يَأْتِيَهُمُ اللّهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلآئِكَةُ وَقُضِيَ الأَمْرُ وَإِلَى اللّهِ تُرْجَعُ الأمُورُ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: هَلْ يَنظُرُونَ کیا وہ اسی کی راہ دیکھ رہے ہیں إِلَّا أَن يَأْتِيَهُمُ اللّهُ کہ آئے اللہ ان کے پاس فِي ظُلَلٍ سائبانوں میں مِّنَ الْغَمَامِ ابر کے وَالْمَلآئِكَةُ اور فرشتے وَقُضِيَ الأَمْرُ اور طئے ہوجائے قصہ وَإِلَى اللّهِ اور اللہ ہی کی طرف تُرْجَعُ الأمُورُ لوٹیں گے سارے کام۔

ترجمہ: یہ کفار ایمان لانے کے لئے اس کے سوا کس بات کا انتظار کررہے ہیں کہ اللہ خود بادل کے سائبانوں میں ان کے سامنے آ موجود ہو اور فرشتے بھی اس کے ساتھ ہوں اور سارا معاملہ ابھی چکا دیا جائے؟ حالانکہ آخر سارے معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹ کر رہیں گے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ یہ کفار ایمان لانے والوں کے لئے اس کے سوا کس بات کا انتظار کررہے ہیں کہ اللہ خود بادل کے سائبانوں میں ان کے ساتھ آ موجود ہو اور فرشتے بھی؟

۲۔ سارا معاملہ ابھی چکا دیا جائے۔

۳۔ حالانکہ آخر کار سارے ہی معاملات اللہ کی طرف لوٹ کر رہیں گے۔

جو لوگ اس قدر واضح دلائل کے باوجود کہ ان کے سامنے نبی موجود ہیں اللہ کی اتری ہوئی کتاب قرآنِ مجید موجود ہے اس کے باوجود دینِ اسلام میں یہ لوگ داخل نہیں ہوتے تو بطور عتاب سوال کیا جارہا ہے کہ کیا انہیں انتظار ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے بادلوں کے سائبانوں میں آ جائیں اور ان کو ان کے کفر کی سزا مل جائے اور سارا فیصلہ ہوجائے پھر آگے اسلام قبول کرنے کا موقع ہی نہ رہے؟ یہ بات کفار کیلئے بطور تنبیہ کہی گئی ہے۔ کفار اور یہود اس قسم کے مطالبات کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ براہِ راست ہمیں نظر آ کر ہمیں ایمان لانے کا حکم کیوں نہیں دیتا؟ اس پس منظر میں انہیں یہ جواب دیا گیا ہے۔

دوسری بات یہ کہی گئی کہ تمام امور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ دنیا میں یہ کفار اپنی مرضی اور اپنی خواہشاتِ نفسانی میں جی رہے ہیں۔ جس دن قیامت قائم ہوگی تو اس دن فیصلہ صرف اللہ کے ہاتھ میں رہے گا۔

سارے امور اس ایک اللہ کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ وہی جزاء کا بھی مالک اور سزا کا بھی مالک، وہی جنت کے فیصلہ کا بھی مالک اور دوزخ کے فیصلہ کا بھی مالک، سارے انسانوں کے سارے اختیارات ختم ہو جائیں گے، صرف اور صرف ایک زبردست خالق و مالک کا اختیار و اقتدار باقی رہ جائے گا۔

درس نمبر (۱۶۵) سورۃ البقرۃ:۲۱۱

بنی اسرائیل کو واضح نشانیاں دی گئی تھیں

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَلْ بَنِىْٓ إِسْرَائِيْلَ كَمْ آتَيْنَاهُم مِّنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: سَلْ بَنِىْٓ إِسْرَائِيْلَ بنی اسرائیل سے پوچھئے کہ كَمْ آتَيْنَاهُم ہم نے ان کو کتنی دی تھیں مِّنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ کھلی نشانیاں وَمَنْ يُّبَدِّلْ جو کوئی بدل ڈالے نِعْمَةَ اللّٰهِ اللہ کی نعمت کو مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ اس نعمت کے اس کے پاس آ چکنے کے بعد فَإِنَّ اللّٰهَ پس بیشک اللہ شَدِيْدُ الْعِقَابِ سخت عذاب والا ہے۔

ترجمہ: بنی اسرائیل سے پوچھو کہ ہم نے ان کو کتنی ساری کھلی نشانیاں دی تھیں اور جس شخص کے پاس اللہ کی نعمت آ چکی ہو پھر وہ اس کو بدل ڈالے تو اسے یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بنی اسرائیل سے پوچھئے ہم نے ان کو کتنی ساری کھلی نشانیاں دی تھیں؟

۲۔ جس شخص کے پاس اللہ کی نعمت آ چکی ہو پھر وہ اس کو بدل ڈالے تو اسے یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بنی اسرائیل پر سینکڑوں احسانات و انعامات ہوئے، مگر ان تمام احسانات و انعامات کا جواب بنی اسرائیل نے سرکشی اور نافرمانی سے دیا۔ حق کو قبول کرنے کیلئے انہیں کھلی دلیلیں دیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ وہ ہدایت حاصل کرتے مگر بنی اسرائیل نے گمراہی پر کمر باندھی اور اس کی سزا بھی ان کو ملتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کیلئے آسمانی کتاب تورات عطا فرمائی۔ بنی اسرائیل نے اس کا انکار کیا۔ اللہ کا کلام سنا مگر اس میں شبہات نکالے۔ بجلی سے ہلاک کئے گئے۔ دریا میں راستے بنا کر ان کی نجات کا سامان پیدا کیا گیا۔ اس احسان عظیم پر شکر بجا لانے کے بجائے گوسالہ پرستی اختیار کی اور حقیر بچھڑے کی پوجا شروع کر دی جس پر قتل کی سزا دی گئی۔ من و سلویٰ اتارا گیا۔ اس نعمت کا تقاضا تھا کہ شکر بجا لاتے، اس سے نفرت کا اظہار کیا تو وہ سلسلہ موقوف ہو گیا اور کھیتی کی محنت و مشقت کا بوجھ سر پر آ پڑا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ ان نعمتوں پر شکر ادا کیا جائے اور نعمتوں کے دینے والے کی فرمانبرداری کی جائے۔ بنی اسرائیل نے ناشکری اور نافرمانی کے ذریعہ اپنے ہاتھوں ان نعمتوں کو بدل ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے اس لئے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ اے پیارے پیغمبر! آپ بنی اسرائیل سے یعنی ان کے ذمہ دار علماء سے ذرا پوچھئے تو سہی کہ ہم نے ان کو کتنی واضح دلیلیں دی تھیں مگر ان لوگوں نے اس سے ہدایت حاصل کرنے کے بجائے الٹی گمراہی کو اختیار کیا اور اس کی سزائیں بھگتیں۔

یہاں قدرت کا یہ دستور بتلایا گیا ہے کہ جو اللہ کی نعمتوں کے آنے کے بعد اس کو بدل دیتا ہے وہ اللہ کے عذاب کا شکار ہو جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کے سامنے آخری نبی کی بعثت سے متعلق واضح دلائل موجود تھے مگر انہوں نے محض تعصب، عناد اور دشمنی کی وجہ سے آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کو تسلیم نہیں کیا۔ آخر کار اللہ کے غضب، اس کی لعنت اور پھٹکار کے شکار ہو گئے۔

درس نمبر (۱۶۶) **کافروں کو دنیوی زندگی بڑی دلکش لگتی ہے** سورۃ البقرۃ:۲۱۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: زُيِّنَ دلکش بنادی گئی لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں کیلئے جنہوں نے کفر کیا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا دنیوی زندگی وَيَسْخَرُوْنَ اور وہ مذاق اڑاتے ہیں مِنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا ان لوگوں کا جو ایمان لائے وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا وہ لوگ جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے فَوْقَهُمْ ان سے کہیں بلند ہوں گے يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن وَاللّٰهُ اور اللہ يَرْزُقُ رزق دیتا ہے مَنْ يَّشَاءُ جس کو چاہتا ہے بِغَيْرِ حِسَابٍ بے حساب۔

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے ان کے لئے دنیوی زندگی بڑی دلکش بنادی گئی ہے اور وہ اہلِ ایمان کا مذاق اڑاتے ہیں حالانکہ جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے وہ قیامت کے دن ان سے کہیں بلند ہوں گے اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار باتیں بتلائی ہیں:

۱۔ جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے ان کے لئے دنیوی زندگی بڑی دلکش بنادی گئی ہے۔

۲۔ اور وہ اہل ایمان کا مذاق اڑاتے ہیں۔

۳۔ جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا وہ قیامت کے دن ان سے کہیں زیادہ بلند ہوں گے۔

۴۔ اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

دنیا کی یہ چند روزہ عارضی زندگی کافروں کیلئے بڑی دلکش بنادی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کافروں کے اپنے کفر پر جمے رہنے کا یہ سبب بتلا دیا گیا ہے کہ یہ دنیاوی زندگی اور اس زندگی کے مال و متاع، آرائش و زیبائش اور اس زندگی کی رنگینی اور چمک دمک سے اس قدر مرعوب ہو گئے ہیں کہ اس کے مقابلہ میں آخرت، اعمالِ صالحہ، دینداری اور ایمان انہیں بالکل ہیچ معلوم ہو رہے ہیں۔ اسی لئے یہ کافر کفر ہی کو اختیار کئے ہوئے ہیں اور وہ دنیا کے ساز و سامان اور یہاں کی رونق کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں۔

اس دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ لینے اور اسی کی اہمیت اور قیمت کو سمجھ بیٹھنے کی وجہ سے یہ ایمان والوں کا تمسخر بھی کرتے ہیں اور مذاق بھی اڑاتے ہیں۔ انہیں یہ بات معلوم نہیں ہے کہ کافروں کیلئے دنیا کی چند روزہ زندگی جنت کی طرح ہے پھر موت کے

بعدعذاب ہی عذاب ہے۔

جولوگ اس دنیوی زندگی میں ایمان اورتقویٰ والی زندگی بسر کررہے ہیں بظاہر آج انہیں حقیر نگاہوں سے دیکھا جارہا ہے ،ان کا مذاق اڑایا جارہا ہے لیکن جب قیامت قائم ہوگی تو ''دودھ کا دودھ پانی کا پانی'' کردیا جائے گا اور کافروں کو اسفل سافلین میں اور مومنوں اور متقیوں کو اعلیٰ علیین میں داخل کردیا جائے گا۔کافر دوزخ کی دہکتی آگ میں ہوں گے اور مومن و مسلمان جنت کے بالا خانوں میں ہوں گے اوراس دن مسلمان کافروں پر ہنسیں گے جیسا کہ سورۂ مطففین میں فرمایا گیا کہ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ آمَنُواْ مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ O عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ آج ایمان والے کافروں پر ہنسیں گے مسہریوں پر بیٹھے ان کافروں کو جلتا بھنتا دیکھ رہے ہوں گے۔

وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔مفسرین نے اس کے کئی معنی بیان کئے ہیں۔ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جسے چاہے دنیا میں بغیر کسی محنت اور تکلیف کے جس قدر چاہے عطا فرمادے اور دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو جتنا چاہے دے کم دے یا زیادہ دے،اسے کوئی روکنے والا نہیں اور نہ اس سے کوئی حساب لینے والا ہے اور ایک معنی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بے حساب خرچ کرتا ہے۔

درس نمبر(۱۶۷) | سارے انسان ایک ہی دین پر تھے | سورۃ البقرۃ:۲۱۳

سارے انسان ایک ہی دین پر تھے

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّيْنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُواْ فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ إِلَّا الَّذِيْنَ أُوتُوهُ مِن بَعْدِ مَا جَاءَ تْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُواْ لِمَا اخْتَلَفُواْ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: كَانَ النَّاسُ لوگ تھے أُمَّةً وَّاحِدَةً ایک ہی جماعت فَبَعَثَ اللّٰهُ پس اللہ نے بھیجا النَّبِيِّيْنَ نبیوں کو مُبَشِّرِيْنَ جوخوشخبری سناتے وَمُنْذِرِيْنَ اور ڈراتے تھے وَأَنْزَلَ اوراتارا مَعَهُمُ ان کے ساتھ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ حق پر مشتمل کتاب لِيَحْكُمَ تاکہ وہ فیصلہ کرے بَيْنَ النَّاسِ لوگوں کے درمیان فِيْمَا اخْتَلَفُواْ فِيْهِ ان باتوں کا جن میں ان کا اختلاف تھا وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اور یہ اختلاف کسی اور نے نہیں کیا إِلَّا الَّذِيْنَ مگر ان لوگوں نے أُوتُوهُ جن کو وہ کتاب دی گئی تھی مِن بَعْدِ مَا اس کے بعد کہ جَاءَ تْهُمُ الْبَيِّنَاتُ ان کے پاس روشن دلائل آچکے تھے بَغْيًا بَيْنَهُمْ صرف باہمی ضد کی وجہ سے فَهَدَى اللّٰهُ پھر اللہ نے راہِ راست تک پہنچایا الَّذِيْنَ آمَنُواْ ان لوگوں کو جو ایمان لائے لِمَا اخْتَلَفُواْ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ جس میں وہ اختلاف کرتے تھے اس امر حق کی اپنے حکم سے وَاللّٰهُ يَهْدِىْ اور اللہ ہدایت دیتا ہے مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہے إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستہ کی طرف

ترجمہ: سارے انسان ایک ہی دین کے پیرو تھے پھر جب ان میں اختلاف ہوا تو اللہ نے نبی بھیجے جوحق والوں کو

خوشخبری سناتے اور باطل والوں کوڈراتے تھے اوران کے ساتھ حق پر مشتمل کتاب نازل کی تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے جن میں ان کا اختلاف تھا اورافسوس کی بات یہ ہے کہ کسی اور نے نہیں بلکہ خودانہوں نے جن کووہ کتاب دی گئی تھی روشن دلائل آجانے کے بعدبھی صرف باہمی ضد کی وجہ سے اس کتاب میں اختلاف نکال لیا پھر جولوگ ایمان لائے اللہ نے انہیں اپنے حکم سے راہِ راست تک پہنچایا اوراللہ جسے چاہتا ہے راہِ راست تک پہنچادیتا ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پانچ باتیں بیان کی ہیں:

۱۔شروع میں سارے ہی انسان ایک ہی دین کی پیروی کرنے والے تھے۔

۲۔جب ان میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے نبی بھیجے جوحق والوں کوخوشخبری سناتے اور باطل والوں کوڈراتے تھے۔

۳۔ان کے ساتھ حق پر مشتمل کتاب نازل کی تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے جن میں ان کا اختلاف تھا۔

۴۔افسوس کی بات کہ کسی اور نے نہیں بلکہ خودانہوں نے جن کووہ کتاب دی گئی تھی روشن دلائل آجانے کے بعد بھی صرف باہمی ضد کی وجہ سے اسی کتاب میں اختلاف نکال لیا۔

۵۔اللہ جسے چاہتا ہے راہِ راست تک پہنچادیتا ہے۔

سارے انسان امتِ واحدہ تھے ایک ہی جماعت تھے۔درِّ منثور میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان جولوگ گزرے وہ سب ہدایت پر اورحق شریعت پر تھے۔ان میں آپس میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔پھرلوگوں نے جب اختلاف کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا۔امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ امت واحدہ سے وہ مسلمان مراد ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں تھے۔اس وقت دنیا میں صرف یہی لوگ ایمان والے تھے۔دوسرا کوئی نہ مذہب تھا اور نہ اس مذہب کے ماننے والے تھے۔حضرت نوح علیہ السلام کی وفات کے بعد لوگوں میں اختلاف ہوگیا اور ایمان والوں کے مقابلہ میں مشرکوں اور کافروں کی جماعتیں پیدا ہوگئیں۔ بہرحال تمام انسان پہلے ایک ہی مذہب ایک ہی ملت اور ایک ہی عقیدہ پر تھے، پھر لوگوں میں بہت سے فرقے پیدا ہوگئے۔ اگراللہ تعالیٰ چاہتے تو سارے ہی انسانوں کو ایک ہی امت بنا کر رکھتے،لیکن آزمائشی مرحلے اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ یہ اختلاف ہو۔چنانچہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۴۸ میں فرمایا وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلٰكِن لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُم اگراللہ چاہتا تو تم سب کو ایک امت بنادیتا،لیکن الگ الگ شریعتیں اس لئے دیں تاکہ جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس میں تمہیں آزمائے۔

ان باطل دینوں کی اصلاح کے لئے اور کفروشرک کے خاتمہ کیلئے اللہ تعالیٰ نے انبیاءِ کرام علیہم السلام کو اس دنیا میں بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو راہِ حق بتلائیں اور وہ انبیاء ایسے تھے کہ نیک لوگوں کو جنت کی بشارت دیتے تھے اور باطل پرستوں کو دوزخ سے ڈراتے تھے۔ان نبیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کتابیں بھی اتاریں تاکہ لوگوں کے درمیان وہ فیصلہ کن بات رکھ سکیں ان امور کے بارے میں جن میں وہ باہم اختلاف کررہے ہیں۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ یہ اختلاف انہی لوگوں نے کیا جن کووہ کتاب دی گئی تھی اورانہوں نے یہ اختلاف روشن

دلائل کے آ جانے کے بعد کیا اوران کا یہ آپسی اختلاف محض باہمی ضد کی وجہ سے تھا۔

جن لوگوں نے ایمان کو قبول کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں راہِ راست تک پہنچا دیا۔ اللہ کا دستور یہ ہے کہ جو کوئی اس پر ایمان لانے کے لئے اپنا قدم بڑھاتا ہے اور مقدور بھر کوشش کرتا ہے کہ اس کا ایمان مضبوط ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے حکم سے راہ راست تک پہنچا ہی دیتے ہیں اور اللہ جس کو چاہے ہدایت دیتے ہیں سیدھے راستہ کی۔ یہ ہدایت اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے۔ اللہ کے علاوہ ہدایت دینے کی طاقت کسی اور میں ہرگز نہیں ہے۔

درس نمبر (۱۶۸) **اللہ کی مدد قریب ہے** سورۃ البقرۃ:۲۱۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُواْ الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْاْ مِنْ قَبْلِكُم مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُواْ حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِيْنَ آمَنُواْ مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللّٰهِ أَلا إِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أَمْ حَسِبْتُمْ کیا تم نے خیال کیا ہے کہ أَنْ تَدْخُلُواْ الْجَنَّةَ جنت میں داخل ہو جاؤ گے وَلَمَّا يَأْتِكُم حالانکہ ابھی پیش نہیں آئے تمہیں مَّثَلُ الَّذِيْنَ ان لوگوں جیسے واقعات خَلَوْاْ مِنْ قَبْلِكُم جو تم سے پہلے گزرے ہیں مَّسَّتْهُمُ ان کو پہنچی الْبَأْسَاءُ سختی وَالضَّرَّاءُ اور تکلیف وَزُلْزِلُواْ اور وہ لوگ جھنجوڑ دیئے گئے حَتَّى یہاں تک کہ يَقُولَ الرَّسُولُ رسول کہتے تھے وَالَّذِيْنَ آمَنُواْ مَعَهُ اور وہ لوگ کہتے تھے جو ان کے ساتھ ایمان لائے مَتَى نَصْرُ اللّٰهِ اللہ کی مدد کب ہوگی أَلا خبردار إِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ بیشک اللہ کی مدد قَرِيْبٌ قریب ہے۔

ترجمہ: مسلمانو! کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم جنت میں یونہی داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تمہیں اس جیسے حالات پیش نہیں آئے جیسے ان لوگوں کو پیش آئے تھے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں ان پر سختیاں اور تکلیفیں آئیں اور انہیں ہلا ڈالا گیا یہاں تک کہ رسول اور ان کے ایمان والے ساتھی بول اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ یاد رکھو اللہ کی مدد نزدیک ہے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم جنت میں یونہی داخل ہو جاؤ گے۔

۲۔ حالانکہ ابھی تمہیں اس جیسے حالات پیش نہیں آئے جیسے ان لوگوں کو پیش آئے تھے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔

۳۔ ان پر سختیاں اور تکلیفیں آئیں اور انہیں ہلا ڈالا گیا۔

۴۔ یہاں تک کہ رسول اور ان کے ایمان والے ساتھی بول پڑے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟

۵۔ یاد رکھو کہ اللہ کی مدد نزدیک ہے۔

بات یہ ہے کہ بغیر محنت و مشقت اٹھائے کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہی سوال کیا کہ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم جنت میں یوں ہی داخل ہو جاؤ گے؟ جبکہ تمہارے اوپر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔

تم سے پہلے لوگوں پر سختی آئی تکلیفیں آئیں اور وہ جھنجوڑے بھی گئے اور اس قدر جھنجوڑے گئے کہ اس وقت کے رسول اور ان کے ساتھ جو ایمان لائے سب نے یہ کہا کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ جب وقت کے رسول اور ان کے ساتھ کے مسلمانوں نے اللہ کی طرف پورے دل کی توجہ کے ساتھ رجوع کیا اور اس اضطرار و پریشانی کی کیفیت میں اپنے رب کو پکارا تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آیا اور جواب دیا گیا کہ أَلا إِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ کہ خبردار! اللہ کی مدد قریب ہے۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۴۲ میں بھی جنت کے داخلہ کے سلسلہ میں اسی طرح کی بات کہی گئی کہ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُواْ الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُواْ مِنكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِيْنَ بھلا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یونہی جنت میں پہنچ جاؤ گے حالانکہ ابھی تک اللہ نے تم میں سے ان کو نہیں جانچا جو جہاد کریں اور نہ ان کو جو ثابت قدم رہنے والے ہوں

اس آیت سے ہم مسلمانوں کو ایک اہم ترین سبق دیا گیا ہے، وہ یہ کہ زندگی میں اپنے ایمان پر باقی رہنے کے لئے مختلف حالات بھی آسکتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ آج ہم امن وسکون اور موافق حالات میں ہیں تو ہمیشہ بھی ہم انہی خوشگوار حالات میں رہیں گے، تِلْکَ الأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ لوگوں کے درمیان حالات پلٹ کھاتے رہتے ہیں۔ اس لئے اجتماعی طور پر مسلمانوں کو اس بات کے لئے ذہنی طور پر تیار رہنا ہے کہ جس قسم کے بھی حالات آئیں گے ہم حلم و بردباری، ہمت وجرأت، شجاعت وحمیت کے ساتھ ان حالات کا مقابلہ کریں گے۔ پچھلی قوموں پر ان کے دین وایمان پر باقی رہنے کیلئے مختلف حالات آئے، ان پر سختیاں ومصائب، تکلیفیں اور مظالم ہوئے اور وہ بری طرح جھنجوڑے بھی گئے۔ مگر ایسے وقت میں مومنوں اور مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے مذہبی قائد کے ساتھ مل کر اللہ کی طرف رجوع ہوں اور الحاح وزاری کے ساتھ اور پوری تڑپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکاریں۔ جب بندے ان ناموافق اور پریشان کن حالات میں دل کی پوری توجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں گے تو اللہ تعالیٰ بڑے مہربان ہیں۔ وہ اپنی مدد ضرور اتاریں گے جب کہ اس آیت میں بتلایا گیا کہ أَلا إِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ کہ خبردار اللہ کی مدد قریب ہے۔

ہمارے ملک بھارت میں جو ناموافق حالات آئے ہیں وہ بھی ہمارے اپنے ایمان کا امتحان ہیں۔ جب اس قسم کے حالات آجائیں تو بزدلی اور واویلا مچانے کے بجائے دشمن کے ساتھ مقابلہ کے لئے تیار بھی رہیں اور اپنے دفاع اور اسلام کی سربلندی کے لئے ہر وقت تیار رہیں اور اللہ تعالیٰ سے مدد بھی مانگتے رہیں۔

درس نمبر (۱۶۹) | کس کس پر خرچ کریں؟ | سورۃ البقرۃ:۲۱۵

کس کس پر خرچ کریں؟

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَسْأَلُونَکَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلْ مَا أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِيْنَ وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُواْ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهِ عَلِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَسْأَلُونَکَ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ مَاذَا يُنْفِقُونَ وہ کیا خرچ کریں قُلْ کہہ دیجئے کہ مَا أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ جو مال بھی تم خرچ کرو وہ فَلِلْوَالِدَيْنِ ماں باپ کیلئے وَالأَقْرَبِيْنَ رشتہ داروں کیلئے وَالْيَتَامَى

یتیموں کیلئےوَالْمَسَاکِیْنِ اورمسکینوں کیلئےوَابْنِ السَّبِیْلِ اورمسافروں کیلئے ہےوَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَیْرٍ اورتم بھلائی کا جوکام بھی کروفَاِنَّ اللّٰہَ پس بیشک اللہ بِہٖ عَلِیْمٌ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

ترجمہ:لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ اللہ کی خوشنودی کے لئے کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے کہ جو مال بھی تم خرچ کرو وہ والدین،قریبی رشتہ داروں،یتیموں،مسکینوں اورمسافروں کے لئے ہونا چاہئے اورتم بھلائی کا جوکام بھی کرواللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

تشریح:اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ اللہ کی خوشنودی کے لئے کیا خرچ کریں؟

۲۔آپ کہہ دیجئے کہ جو مال بھی تم خرچ کرو وہ والدین،قریبی رشتہ داروں،یتیموں،مسکینوں اورمسافروں کے لئے ہونا چاہئے۔

۳۔بھلائی کا جوکام بھی تم کروگے اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسولِ رحمت ﷺ سے جوسوالات کئے ان میں سے تقریباً سترہ سوالات ایسے ہیں جن کا ذکرقرآنِ مجید میں ہے۔یہ گویاایک استفتاء ہے جورسولِ رحمت ﷺ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے کیا گیااوراللہ تعالیٰ نے گویافتویٰ دیا ہے۔لفظ فتویٰ کا استعمال اللہ تعالیٰ کی طرف بھی منسوب ہوا ہے۔سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۷۶ میں ہے یَسْتَفْتُوْنَکَ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ لوگ آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے اللہ انہیں فتویٰ دیتا ہے۔

ان سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی ہے جواس آیت میں مذکور ہےیَسْأَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ کیا چیزخرچ کریں؟ تین آیتوں کے بعد دوبارہ اسی قسم کا سوال اگلی آیات میں موجود ہے مگرایک قسم کے دوسوالوں کے جوابات الگ الگ انداز میں ہیں۔اس میں حکمت بھی ہے کہ جوابات الگ الگ انداز میں دیئے گئے۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ عمروبن جموح رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا تھامَا نُنْفِقُ مِنْ اَمْوَالِنَا وَ اَیْنَ نَضَعُھَا کہ ہم اپنے مالوں میں سے کیاخرچ کریں اورکہاں خرچ کریں؟ابنِ جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عام مسلمانوں کا بھی یہ سوال تھا۔چونکہ سوال کرنے میں دوجز تھے کیااورکتنا خرچ کریں اوراس کا مصرف کیا ہو یعنی کہاں پرخرچ ہو؟ یہاں کس پرخرچ کریں کا جواب دیا گیا اورتین آیتوں کے بعد جوسوال ہے اس میں کیا خرچ کریں کا جواب دیا گیاہے۔اس آیت میں مال خرچ کرنے کے مصارف بتائے گئے ہیں کہ ہمیں اپنامال کن کن پر خرچ کرنا ہے؟اس کی تفصیل یہ ہے کہ جوکچھ مال خرچ کرو وہ ماں باپ پر،رشتہ داروں پر،یتیموں پر،مسکینوں پر اورمسافروں پرخرچ کریں۔یہاں سب سے پہلے ماں باپ اوررشتہ داروں کے الفاظ لائے گئے اوراہمیت بتلائی گئی کہ سب سے پہلے وہ افراد جوہماری ذمہ داری اورکفالت میں ہیں یعنی ماں باپ اوررشتہ داروں پرخرچ کریں

اور پھر یتیموں مسکینوں اور مسافروں پر بھی خرچ کریں اور وَمَا تَفۡعَلُواْ مِنۡ خَيۡرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهِ عَلِيۡمٌ کہہ کر یہ اشارہ بھی دے دیا گیا کہ اللہ کو تمہارے خرچ کرنے کا علم ہے تم پر کوئی پابندی نہیں ہے کہ نفلی صدقات میں مال کی اتنی ہی مقدار خرچ کرو، تم جو بھی خرچ کرو گے اس کا اجر تمہیں ملے گا۔

درس نمبر (۱۷۰) جس کو تم ناپسند کرتے ہو وہ تمہارے لئے بہتر بھی ہوسکتی ہے سورۃ البقرۃ:۲۱۶

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِتَالُ وَهُوَ كُرۡهٌ لَّكُمۡ وَعَسَى أَنۡ تَكۡرَهُواۡ شَيۡئاً وَهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ وَعَسَى أَنۡ تُحِبُّواۡ شَيۡئاً وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمۡ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَأَنۡتُمۡ لاَ تَعۡلَمُوۡنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: كُتِبَ فرض کیا گیا ہے عَلَيۡكُمُ تم پر الۡقِتَالُ جنگ کرنا وَهُوَ كُرۡهٌ لَّكُمۡ اور وہ تم پر گراں ہے وَعَسَى اور یہ عین ممکن ہے کہ أَنۡ تَكۡرَهُواۡ شَيۡئاً کہ تم کسی چیز کو بُرا سمجھو وَهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو وَعَسَى اور یہ بھی ممکن ہے کہ أَنۡ تُحِبُّواۡ شَيۡئاً کہ تم کسی ایک چیز کو پسند کرو وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمۡ حالانکہ وہ تمہارے حق میں بُری ہو وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ اور اللہ جانتا ہے وَأَنۡتُمۡ لاَ تَعۡلَمُوۡنَ اور تم نہیں جانتے۔

ترجمہ: تم پر دشمنوں سے جنگ کرنا فرض کیا گیا ہے اور وہ تم پر گراں ہے اور یہ عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو بُرا سمجھو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بُری ہو اور اصل حقیقت تو اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تم پر دشمنوں سے جنگ کرنا فرض کیا گیا ہے۔
۲۔ اور وہ جنگ تم پر گراں ہے۔
۳۔ عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو بُرا سمجھو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔
۴۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بُری ہو۔
۵۔ اصل حقیقت تو اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب مسلمانوں پر جہاد و قتال فرض کیا گیا تو مسلمانوں کو یہ حکم شاق گزرا اور انہیں یہ بات ناگوار لگی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ تم پر قتال فرض کیا گیا ہے لیکن اس حقیقت کو ذہن میں رکھو کہ یہ عین ممکن ہے کہ جس کو تم ناپسند کرتے ہو وہ تمہارے لئے بہتر ہو، تم جہاد کو ناپسند کر رہے ہو عین ممکن ہے کہ یہی جہاد تمہارے لئے بہتر ہو اور یہ بھی یاد رکھو کہ جس چیز کو تم پسند کرو وہ تمہارے لئے باعثِ شر ہو، کسی بھی چیز کے خیر اور شر ہونے کی حقیقت سے اللہ تعالیٰ واقف ہیں اس سے تم واقف نہیں ہو۔

بنی اسرائیل کے ایک گروہ نے اپنے ایک نبی سے کہا تھا کہ ہمارا ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے تاکہ ہم اللہ کے راستہ میں

جنگ کرسکیں۔اس وقت نبی نے کہا کہ کیا تم لوگوں سے یہ بات کچھ بعید ہے کہ جب تم پر جنگ فرض کی جائے تو تم نہ لڑو؟ انہوں نے کہا کہ بھلا ہمیں کیا ہو جائے گا جو ہم اللہ کی راہ میں جنگ نہ کریں؟ پھر جب ان پر جنگ فرض کی گئی تو تھوڑے لوگوں کے سوا باقی سب پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۴۶ میں یہ تفصیل بیان کی گئی ہے۔

درس نمبر (۱۷۱) فتنہ قتل سے بڑا جرم ہے سورۃ البقرۃ:۲۱۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيمِ

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلاَ يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُواْ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُوْلٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَأُوْلٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَسْأَلُونَكَ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ حرمت والے مہینہ کے بارے میں قِتَالٍ فِيهِ کہ اس میں جنگ کرنا کیسا ہے قُلْ کہہ دیجئے آپ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ اس میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے وَصَدٌّ اور روکنا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ اللہ کے راستے سے وَكُفْرٌ بِهِ اور اس کے خلاف کفر کی روش اختیار کرنا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور مسجد حرام پر بندش لگانا وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ اور وہاں کے رہنے والوں کو نکال باہر کرنا أَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک زیادہ بڑا گناہ ہے وَالْفِتْنَةُ اور فتنہ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ قتل سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے وَلاَ يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ اور یہ کافر لوگ تم سے برابر جنگ کرتے رہیں گے حَتَّى یہاں تک کہ يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ تمہیں تمہارے دین سے پلٹا دیں إِنِ اسْتَطَاعُواْ اگر ان کے بس میں ہو تو وَمَنْ يَّرْتَدِدْ اور جو پلٹ جائے گا مِنكُمْ تم میں سے عَنْ دِينِهِ اپنے دین سے فَيَمُتْ اور اسی حالت میں مر بھی جائے گا وَهُوَ كَافِرٌ کافر ہونے کی حالت میں فَأُوْلٰئِكَ تو ایسے لوگ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ان کے اعمال اکارت ہو جائیں گے فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ دنیا اور آخرت میں وَأُوْلٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ اور یہ لوگ دوزخی ہیں هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

ترجمہ: اے پیغمبر! لوگ تم سے عزت والے مہینوں میں لڑائی کرنے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔کہہ دو کہ ان میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس سے کفر کرنا اور مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ میں جانے سے بند کرنا اور اہلِ مسجد کو اس میں سے نکال دینا جو یہ کفار کرتے ہیں اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ گناہ ہے اور فتنہ انگیزی خونریزی سے بھی بڑھ کر ہے اور یہ لوگ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ اگر مقدور رکھیں تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر کر کافر ہو جائے گا اور کافر ہی مرے گا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہو جائیں گے اور یہی لوگ دوزخ میں جانے والے ہیں جس میں ہمیشہ رہیں گے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتائی گئی ہیں:

۱۔ حرمت والے مہینوں میں قتال بڑا گناہ ہے۔

۲۔ اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکنا اور مسجد حرام میں عبادت سے روکنا اور وہاں کے لوگوں کو نکال باہر کرنا اس سے بڑا گناہ ہے۔

۳۔ فتنہ، قتل سے بڑا جرم ہے۔

۴۔ یہ کافر تم سے اس وقت تک لڑتے رہیں گے جب تک کہ تم ان کے دین کی طرف پلٹ نہ جاؤ۔

۵۔ جو کوئی اپنے دین سے پلٹ جائے گا اور اس کفر کی حالت میں مر جائے گا تو اس کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت ہو جائیں گے۔

حرمت والے مہینوں میں قتال بڑا گناہ ہے، یہ بات ایک واقعہ کے پس منظر میں بتلائی گئی ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی امارت میں چند مہاجرین سے فرمایا کہ مقامِ بطن نخلہ میں پہنچ کر قریش کے قافلہ کا انتظار کرنا، ممکن ہے کوئی خیر کی خبر لے آؤ۔ بطن نخلہ، مکہ اور طائف کے درمیان ہے۔ یہ حضرات وہاں پہنچے تو قریش کا قافلہ گزرتا ہوا نظر آیا جو طائف سے سامانِ تجارت کشمش وغیرہ لے کر آ رہا تھا۔ یہ قافلہ عمرو بن الحضرمی اور حکم بن کیسان اور عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ اور نوفل بن عبداللہ پر مشتمل تھا۔ ان لوگوں نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا تو ڈر گئے۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ لوگ خوف زدہ ہو گئے لہٰذا ان پر حملہ کر دینا چاہئے، جب مشورہ سے یہ بات طئے ہو گئی تو واقد بن عبداللہ تمیمی رضی اللہ عنہ نے عمرو بن الحضرمی کو تیر مار کر قتل کر دیا۔ یہ پہلا مشرک تھا جو مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ نیز حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حکم بن کیسان اور عثمان بن عبداللہ کو قید کر لیا۔ یہ دونوں سب سے پہلے قیدی تھے جنہیں مسلمانوں نے قید کیا۔ قافلہ کا ایک فرد نوفل بن عبداللہ قابو میں نہ آیا اور فرار ہو گیا۔ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اس قافلہ کے سامان کو اور دونوں قیدیوں کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ واقعہ جمادی الأخریٰ کی انتیس (۲۹) تاریخ گزرنے کے بعد آنے والے دن میں پیش آیا۔ اس کے بارے میں یہ طئے نہ کر سکے کہ یہ جمادی الاخریٰ کی تیس (۳۰) تاریخ ہے یا ماہِ رجب کی پہلی ہے۔

رجب کا مہینہ ان چار مہینوں میں شمار ہوتا تھا جن میں جنگ کرنا ممنوع تھا (زمانۂ جاہلیت میں ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب میں قتال نہیں کرتے تھے اور ابتدائے اسلام میں بھی ان میں قتال کرنے کی ممانعت تھی۔) حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو یہ حملہ کر دیا تھا اس میں رجب کا شروع ہونا متحقق نہیں تھا لیکن قریشِ مکہ نے اس کو اپنے اعتراض کا نشانہ بنالیا اور کہنے لگے کہ محمد (ﷺ) نے اس مہینہ میں قتال حلال کر لیا جو شہر حرام ہے۔ اس مہینہ میں لوگ امن کے ساتھ چلتے پھرتے ہیں اور اپنی روزیوں کے لئے منتشر ہو جاتے ہیں اور انہوں نے اس ماہ کی بے حرمتی کی ہے۔ اس

اعتراض کوانہوں نے بہت اہمیت دی۔ مسلمانوں کی جس جماعت نے حملہ کیا تھا ان کو قریش مکہ نے عار دلائی۔ رسول اللہ ﷺ کو بھی ان کا حملہ آور ہونا پسند نہ آیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تو تمہیں شہر حرام میں قتال کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ آپ ﷺ نے یہ سامان اور دونوں قیدیوں کا معاملہ موقوف رکھا اور اس مال میں سے کچھ بھی نہیں لیا، جس جماعت نے یہ کارروائی کی تھی انہیں بڑی ندامت ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جس دن ہم نے عمرو بن حضرمی کو قتل کیا ہے اس دن شام کو جو چاند نظر آیا تو اس کے اعتبار سے ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں کہ یہ قتل ہم سے جمادی الاخریٰ میں ہوا یا رجب میں؟ اس پر اللہ جل شانہ نے آیت بالا نازل فرمائی۔ نزولِ آیت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے قافلہ کا سامان لے لیا اور اس میں سے خُمس علیحدہ کر لیا جو مالِ غنیمت کا اصول ہے اور باقی مال اسی جماعت پر تقسیم کر دیا جنہوں نے قافلہ سے مال چھین لیا تھا جو دو قیدی مسلمانوں نے پکڑ لئے تھے مال دے کر ان کو مکہ والوں نے چھڑا لیا، پھر ان دونوں میں سے حکم بن کیسان تو مسلمان ہو گئے اور مدینہ منورہ میں رہے اور بیر معونہ کے غزوہ میں شہید ہوئے اور دوسرا قیدی عثمان بن عبداللہ نامی مکہ معظّمہ واپس جا کر حالت کفر میں مر گیا۔ (اسباب النزول: ص ۶۲ تا ۶۴، روح المعانی ص ۱۰۶)
مشرکین نے جو اعتراض کیا تھا۔ اس کے جواب میں اللہ جل شانہ نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ آپ فرما دیجئے شہر حرام میں قتال کرنا بڑا گناہ ہے۔

یہ مشرکین مکہ جو حرکتیں اور شرارتیں کر رہے ہیں کہ ایک تو اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان ہوتا ہے تو اس پر ظلم کرتے ہیں اور مسجد حرام میں اللہ کی عبادت کرنے پر بندش لگاتے ہیں اور ایمان لانے والوں کو ان کے وطن عزیز سے نکال باہر کرتے ہیں۔ ان کے یہ اعمال زیادہ بڑے گناہ ہیں۔ اس گناہ کے مقابلہ میں جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے صادر ہوا کہ انہوں نے حرمت والے مہینہ میں قتال کیا۔ یہ کفارِ مکہ اسی طرح لڑتے رہیں گے، یہاں تک کہ اگر ان کے بس میں ہو تو وہ تم کو اپنے دین سے پلٹا دیں یعنی یہ پوری توانائی لگا دیں گے اس کام میں کہ اسلام قبول کرنے والوں کو مرتد بنا دیں۔ ان مشرکین کے ورغلانے پر جو کوئی اپنے دین سے پلٹ جائے گا اسے اپنا انجام معلوم ہونا چاہئے کہ اس کے سارے اعمال اکارت ہو جائیں گے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور وہ دوزخی ہوگا اور وہ ہمیشہ اس دوزخ کا ایندھن بنا رہے گا۔ یہ مشرکین جو فتنہ اور فساد مچا رہے ہیں دنیا میں جو بگاڑ کا کام کر رہے ہیں اور اللہ کی زمین میں اللہ کے ساتھ جو بغاوت کر رہے ہیں۔ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی پوجا کر رہے ہیں۔ یہ وہ فتنہ ہے جو قتال پر بھی بھاری ہے۔

درس نمبر (۱۷۲) — سورۃ البقرۃ: ۲۱۸

ایمان، ہجرت اور جہاد کی فضیلت

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أُوْلٰئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ الَّذِيۡنَ بیشک وہ لوگ جو آمَنُوا ایمان لائے وَالَّذِيۡنَ اور وہ لوگ جنہوں نے هَاجَرُوا ہجرت کی وَجَاهَدُوا اور جہاد کیا فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں أُولٰـئِکَ تو وہ يَرۡجُونَ امیدوار ہیں رَحۡمَتَ اللّٰهِ اللہ کی رحمت کے وَاللّٰهُ اور اللہ غَفُورٌ بخشنے والے رَّحِيۡمٌ رحم کرنے والے ہیں۔

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا تو وہ بیشک اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

(۱) جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا تو وہ بیشک اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں (۲) اور اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

پچھلی آیت کی تشریح میں جو واقعہ گزرا کہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کافروں کے قافلہ پر حملہ کیا تھا جس میں ایک کافر کا قتل ہوا اور اس پر اعتراض بھی ہوا، جس کی تفصیل پچھلی آیت کی روشنی میں گزر چکی ہے۔ ابنِ کثیر لکھتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن جحش اور ان کے ساتھیوں کا مسئلہ حل ہو گیا تو انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا ہم اس بات کی امید کریں کہ جو کچھ ہم نے کیا یہ ہمارے لئے شرعی جہاد میں شمار ہوگا اور اس میں ہمیں اجر ملے گا جو مجاہد کو ملتا ہے؟ اس سوال پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد بھی کیا یہ اللہ کی رحمت کے امیدوار بھی ہیں تو انہیں یہ بات جان لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے اور رحم کرنے والا ہے۔

درس نمبر (۱۷۳) شراب اور جوئے کی مذمت سورۃ البقرۃ: ۲۱۹-۲۲۰

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

يَسۡأَلُونَکَ عَنِ الۡخَمۡرِ وَالۡمَيۡسِرِ قُلۡ فِيۡهِمَا إِثۡمٌ کَبِيۡرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثۡمُهُمَا أَکۡبَرُ مِنۡ نَّفۡعِهِمَا وَيَسۡأَلُونَکَ مَاذَا يُنۡفِقُونَ قُلِ الۡعَفۡوَ کَذَالِکَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَکُمُ الۡآيَاتِ لَعَلَّکُمۡ تَتَفَکَّرُونَ ○ فِيۡ الدُّنۡيَا وَالۡآخِرَةِ وَيَسۡأَلُونَکَ عَنِ الۡيَتَامٰى قُلۡ إِصۡلَاحٌ لَّهُمۡ خَيۡرٌ وَإِنۡ تُخَالِطُوهُمۡ فَإِخۡوَانُکُمۡ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ الۡمُفۡسِدَ مِنَ الۡمُصۡلِحِ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعۡنَتَکُمۡ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَکِيۡمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَسۡأَلُونَکَ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں عَنِ الۡخَمۡرِ شراب کے بارے میں وَالۡمَيۡسِرِ اور جوئے کے بارے میں قُلۡ کہہ دیجئے فِيۡهِمَا ان دونوں میں إِثۡمٌ کَبِيۡرٌ بڑا گناہ بھی ہے وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں وَإِثۡمُهُمَا اور ان دونوں کا گناہ أَکۡبَرُ زیادہ بڑھا ہوا ہے مِنۡ نَّفۡعِهِمَا ان کے فائدے سے وَيَسۡأَلُونَکَ اور لوگ آپ سے پوچھتے ہیں مَاذَا يُنۡفِقُونَ کہ وہ کیا خرچ کریں قُلِ الۡعَفۡوَ آپ کہہ دیجئے کہ جو تمہاری ضرورت سے زائد ہو کَذَالِکَ اسی طرح يُبَيِّنُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں لَکُمۡ تمہارے لئے الۡآيَاتِ احکام لَعَلَّکُمۡ تا کہ تم تَتَفَکَّرُونَ غور

وفکر کروO فِیْ الدُّنْیَا وَالآخِرَةِ دنیا کے بارے میں بھی اور آخرت کے بارے میں بھی وَیَسْأَلُونَکَ اور لوگ آپ سے پوچھتے ہیں عَنِ الْیَتَامَی یتیموں کے بارے میں قُلْ کہہ دیجئے إِصْلاَحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ ان کی بھلائی چاہنا نیک کام ہے وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُکُمْ اور اگر تم ان کے ساتھ مل جل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں وَاللّٰهُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ اور اللہ خوب جانتا ہے کون معاملات بگاڑنے والا ہے اور کون سنوارنے والا ہے وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ چاہتا تو لَاَعْنَتَکُمْ تمہیں مشکل میں ڈال دیتا إِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ غالب حکمت والا ہے۔

ترجمہ: لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ بھی ہے اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے زیادہ بڑھا ہوا ہے اور لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے کہ جو تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو، اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے تا کہ تم غور وفکر سے کام لو دنیا کے بارے میں بھی اور آخرت کے بارے میں بھی اور لوگ آپ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ ان کی بھلائی چاہنا نیک کام ہے اور اگر تم ان کے ساتھ مل جل کر رہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ وہ تمہارے بھائی ہی تو ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کون معاملات بگاڑنے والا ہے اور کون سنوارنے والا؟ اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مشکل میں ڈال دیتا یقیناً اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چودہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ لوگ آپ سے شراب اور جوّے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔
۲۔ آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ بھی ہے۔
۳۔ اور لوگوں کے لئے کچھ فائدے بھی ہیں۔
۴۔ ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بڑھا ہوا ہے۔
۵۔ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟
۶۔ آپ کہہ دیجئے کہ جو تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو۔
۷۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے تا کہ تم غور وفکر سے کام لو۔
۸۔ دنیا کے بارے میں اور آخرت کے بارے میں۔
۹۔ آپ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔
۱۰۔ آپ کہہ دیجئے کہ ان کی بھلائی چاہنا نیک کام ہے۔
۱۱۔ اگر تم ان کے ساتھ مل جل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی ہی تو ہیں۔
۱۲۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ کون معاملات بگاڑنے والا اور کون سنوارنے والا ہے؟
۱۳۔ اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مشکل میں ڈال دیتا۔

۱۴۔اللہ کا اقتدار بھی کامل اور حکمت بھی کامل ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ والوں میں بھی شراب اور جوئے کا رواج تھا۔شراب اور جوئے کے ظاہری فائدوں کو دیکھ کر عام لوگ ان دونوں چیزوں پر فریفتہ تھے اوران کے اندر کی خرابیوں کی طرف ان کی نظر نہ تھی جو چیز بعد میں چل کر حرام ہونے والی تھی حضور ﷺ کی طبیعت میں اس چیز سے پہلے ہی سے نفرت تھی چنانچہ آپ ﷺ نے نہ کبھی شراب پی اور نہ کبھی جوا کھیلا۔صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی کچھ ایسے حضرات تھے جنہوں نے شراب کے حلال ہونے کے دنوں میں بھی کبھی شراب کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ،حضرت معاذ بن جبل اور دیگر انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم نے شراب اور جوئے کے نقصانات کے احساس کی وجہ سے حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر ان دونوں کے بارے میں دریافت کیا۔ ان کے اس سوال کا جواب دیا گیا کہ لوگ آپ سے اے پیغمبر! شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔آپ کہہ دیجئے کہ شراب اور جوئے میں اگر چہ کہ لوگوں کے کچھ ظاہری فائدے ہیں لیکن ان دونوں میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں پیدا ہوجاتی ہیں۔ان کا نفع کم ہے اوران کا نقصان اس سے زیادہ ہے۔شراب سے ہوسکتا ہے کہ وقتی طاقت مل جائے لیکن اس سے بڑی خرابی یہ ہے کہ آدمی کی عقل اور ہوش زائل ہوجاتے ہیں۔جوئے میں وقتی نفع سمجھ میں آرہا ہے مگر اس میں زندگیوں کی تباہی بھی ہے۔ عقلمند آدمی تھوڑے سے نفع کے لئے زیادہ نقصان کا دروازہ کھلا نہیں رکھ سکتا۔

اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں اور کتنا خرچ کریں؟ کہہ دیا گیا کہ تمہاری ضرورت کے بعد جو چیز بچ جائے بس وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جب اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم ہوا تو چند صحابہ رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم نہیں جانتے کہ ہمارے مالوں میں جو مقرر فرمایا گیا ہے وہ کس قدر ہے؟ ہم اس میں کتنا خرچ کریں؟ اس سوال کا جواب دیا گیا کہ جو مال اپنی ضروریات سے زائد ہو وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہیکہ انہوں نے صدقہ کا ثواب اوراس کی فضیلت سن کر اپنی ساری پونجی صدقہ کردی یہاں تک کہ اپنے اوراپنے اہل وعیال کے لئے کچھ نہ چھوڑا اور گھر والے بھوکے رہ گے۔اس آیت میں بتلایا گیا کہ صدقہ وہی درست ہے جو اپنی اوراپنے گھر والوں کی ضرورت پوری کرنے کے بعد کیا جائے۔

یتیموں کے ساتھ سلوک کے معاملہ میں بنیادی بات یہ کہ ان کی بھلائی چاہنا نیکی ہے۔اصل کام تو ان کے ساتھ بھلائی کرنا ہے۔اگر ان یتیموں کے ساتھ مل جل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ کون بری نیت رکھنے والا اور بگاڑنے والا ہے اور کون اچھی نیت رکھنے والا اور معاملہ کو سنوارنے والا ہے؟

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب سورۂ نساء کی آیات میں یتیموں کے مال کھانے کے سلسلہ میں سخت وعید آئی تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم جن کی سرپرستی میں کچھ یتیم تھے اتنی احتیاط کرنے لگے کہ ان یتیموں کا کھانا الگ پکواتے اور انہیں الگ ہی کھلاتے یہاں تک کہ اگر ان کا کچھ کھانا بچ جاتا تو سڑ جاتا تھا۔ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں تکلیف بھی تھی اور نقصان بھی تھا۔ اس آیت میں اس کا حل بتلایا گیا کہ اصل حقیقت یتیموں کی مصلحت اور بھلائی کا پورا پورا خیال کرنا ہے۔اس کا مقصد یتیموں

کے سرپرستوں کو مشقت میں ڈالنا نہیں ہے۔ اگر غیر ارادی طور پر کچھ کمی بیشی ہو تو وہ معاف ہے، جان بوجھ کر یتیموں کے مال کا نقصان نہیں ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی نیتوں کا علم ہے کہ کون ان کے ساتھ بگاڑ کر رہا ہے اور کون ان کے ساتھ درست کام کر رہا ہے؟

درس نمبر (۱۷۴) **مومن غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے** سورۃ البقرۃ:۲۲۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلاَ تَنْكِحُواْ الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ وَلأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلاَ تُنكِحُواْ الْمُشِرِكِيْنَ حَتَّى يُؤْمِنُواْ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ أُوْلٰئِكَ يَدْعُوْنَ إِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوْا إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلاَ تَنكِحُواْ اور نکاح مت کرو الْمُشْرِكَاتِ مشرک عورتوں سے حَتَّى يُؤْمِنَّ جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں وَلأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ اور مسلمان لونڈی خَيْرٌ بہتر ہے مِّن مُّشْرِكَةٍ مشرکہ عورت سے وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ اگر چہ وہ تم کو بھلی لگے وَلاَ تُنكِحُواْ اور نکاح نہ کر دو الْمُشِرِكِيْنَ مشرکین سے حَتَّى يُؤْمِنُواْ جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آویں وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ اور البتہ غلام مسلمان خَيْرٌ بہتر ہے مِّن مُّشْرِكٍ مشرک سے وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ اگر چہ وہ تم کو بھلا لگے أُوْلٰئِكَ وہ لوگ يَدْعُوْنَ بلاتے ہیں إِلَى النَّارِ دوزخ کی طرف وَاللّٰهُ اور اللہ يَدْعُوْا بلاتا ہے إِلَى الْجَنَّةِ جنت کی طرف وَالْمَغْفِرَةِ اور بخشش کی طرف بِإِذْنِهِ اپنے حکم سے وَيُبَيِّنُ اور بتلاتا ہے آيَاتِهِ اپنے حکم لِلنَّاسِ لوگوں کو لَعَلَّهُمْ تا کہ وہ يَتَذَكَّرُوْنَ نصیحت قبول کریں۔

ترجمہ: اور نکاح مت کرو کافر عورتوں کے ساتھ جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور مسلمان لونڈی بہتر ہے کافر عورت سے اگر چہ وہ تم کو اچھی معلوم ہو اور عورتوں کو کافر مردوں کے نکاح میں مت دو جب تک وہ مسلمان نہ ہوا گر چہ وہ تم کو اچھا ہی معلوم ہو۔ یہ لوگ دوزخ کی تحریک دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جنت اور مغفرت کی تحریک دیتے ہیں اپنے حکم سے اور اللہ اس واسطے اپنے احکام بتلا دیتے ہیں تا کہ وہ لوگ نصیحت پر عمل کریں۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔
۲۔ یقیناً ایک مومن باندی کسی بھی مشرک عورت سے بہتر ہے خواہ وہ مشرک عورت تمہیں پسند آ رہی ہو۔
۳۔ اپنی عورتوں کا نکاح مشرک مردوں سے نہ کراؤ جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔
۴۔ یقیناً ایک مومن غلام کسی بھی مشرک مرد سے بہتر ہے خواہ وہ مشرک مرد تمہیں پسند آ رہا ہو۔
۵۔ یہ سب دوزخ کی طرف بلاتے ہیں جبکہ اللہ اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے۔
۶۔ اپنے احکام لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کرتا ہے تا کہ وہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں، یقیناً ایک مومن باندی کسی بھی مشرک عورت سے بہتر ہے خواہ وہ مشرک عورت تمہیں پسند آ رہی ہو۔ اس آیت میں مردوں سے خطاب ہے کہ وہ مشرک عورتوں سے نکاح نہ کریں ہاں! اگر وہ مشرکہ عورت اسلام قبول کر لے تو پھر اس سے نکاح کیا جا سکتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی بتادی گئی کہ مشرکہ عورت بعض مرتبہ حسن و جمال یا مال و دولت کے اعتبار سے اچھی معلوم ہوتی ہے اور اس سے نکاح کی خواہش بھی ہو جاتی ہے مگر اس کے باوجود اس کے شرک کی خباثت اور گندگی اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اس سے نکاح کیا جائے۔ اگر ایمان والی باندی ہی مل جائے اس سے نکاح کرلو یہ بہتر ہے اس کے مقابلہ میں کہ تم کسی مشرکہ عورت سے نکاح کرلو۔ تم اپنی مومن عورتوں کا نکاح کافر مردوں کے ساتھ مت کرو اگر تم کو ایک غلام مومن مل جائے اس سے نکاح کرلو یہ بہتر ہے مگر ایک مشرک کافر کے ساتھ اپنی عورتوں کے نکاح مت کرو بھلے وہ کتنے ہی بھلے لگیں۔ ہاں! اگر کوئی مشرک یا کافر مرد اسلام قبول کر لے تو پھر تو وہ تمہارا بھائی ہے اس سے نکاح کی اجازت ہے۔

جو حکم دیا جا رہا ہے کہ مشرکہ عورت سے نکاح مت کرو یا مشرک مرد سے نکاح مت کرو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی مرد مشرکہ عورت سے نکاح کرے گا تو وہ اپنے شوہر کو کفر تک لے جائے گی۔ دونوں کی آپسی محبت کی وجہ سے امکان قوی ہے کہ عورت کے کفر کی وجہ سے مرد کے دل میں بھی کفر کی محبت قائم ہو جائے۔ اسی طرح اگر کافر مشرک کے ساتھ مومنہ عورت کا نکاح کر دیا جائے تو اس مومنہ عورت کا ایمان خطرہ میں پڑ جائے گا اور وہ اپنے شوہر کی وجہ سے کفر کی طرف مائل ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو بتلایا کہ ان دونوں صورتوں میں دونوں ایک دوسرے کو دوزخ کی طرف لے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ ان کو جنت اور مغفرت کی طرف بلائے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کو حق بات کھول کھول کر بیان اس لئے کرتے ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

درس نمبر (۱۷۵) حیض کے احکام سورۃ البقرۃ:۲۲۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَيَسْأَلُوْنَكَ اور آپ سے لوگ سوال کرتے ہیں عَنِ الْمَحِيْضِ حیض کے بارے میں قُلْ آپ کہہ دیجئے هُوَ أَذًى کہ وہ گندگی ہے فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ پس تم عورتوں سے الگ رہو فِي الْمَحِيْضِ حیض کی حالت میں وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ اور ان سے قربت نہ کرو حَتّٰى يَطْهُرْنَ جب تک کہ پاک نہ ہو جائیں فَإِذَا تَطَهَّرْنَ ہاں جب وہ پاک ہو جائیں تو فَأْتُوْهُنَّ تو ان کے پاس جاؤ مِنْ حَيْثُ اس طریقے سے أَمَرَكُمُ اللّٰهُ جس طریقہ سے اللہ نے تم کو حکم دیا إِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ اور ان سے بھی محبت کرتا ہے جو خوب پاک صاف رہیں

ترجمہ: اور لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ وہ گندگی ہے لہٰذا حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان سے قربت یعنی جماع نہ کرو۔ ہاں! جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس اسی طریقے سے جاؤ جس طرح اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی طرف کثرت سے رجوع کریں اور ان سے محبت کرتا ہے جو خوب پاک صاف رہیں۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

۲۔ آپ کہہ دیجئے کہ وہ گندگی ہے۔

۳۔ حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو۔

۴۔ جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان سے قربت نہ کرو۔

۵۔ ہاں! جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس اسی طریقہ سے جاؤ جس طرح اللہ نے تم کو حکم دیا۔

۶۔ بیشک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی طرف کثرت سے رجوع ہوتے ہیں اور ان سے محبت کرتا ہے جو خوب پاک صاف رہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حیض سے متعلق احکام بتلائے ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ یہودیوں کا یہ طریقہ تھا کہ جب عورت کو حیض آ جاتا تھا تو اس کے ساتھ نہ تو کھاتے پیتے تھے اور نہ گھروں میں ان کے ساتھ رہتے سہتے تھے۔ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ سے اس سلسلہ میں دریافت کیا کہ حیض کے دنوں میں ہمیں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی **وَيَسْــأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ** لوگ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ جماع کے سوا سب کچھ کرو یعنی اپنی عورتوں کے ساتھ ان دنوں میں کھانے پینے، رہنے سہنے، اٹھنے بیٹھنے اور لیٹنے کی اجازت ہے۔ یہودیوں کو جب اس بات کی اطلاع ہوئی تو کہنے لگے کہ یہ شخص تو ہر چیز میں ہماری مخالفت کرنے کا ارادہ کئے ہوئے ہے۔ ان کی یہ بات سن کر حضرت اُسَید بن حُضیر اور عباد بن بشیر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! یہودی ایسی باتیں کہتے ہیں تو کیا ہم ایسا نہ کریں کہ حیض والی عورتوں کے ساتھ رہنا چھوڑ دیں؟ یہ سن کر حضور ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔

قرآنِ مجید نے حیض کے سلسلہ میں یہ بات بتلا دی کہ یہ گندگی ہے۔ پاکی کا تقاضا یہ ہے کہ ان دنوں میں عورتوں سے علحدگی اختیار کی جائے۔ علحدگی کا مطلب یہ ہے کہ ان دنوں میں ان سے مباشرت نہ کی جائے جب تک کہ وہ پاک نہ ہوں۔ جب پاک ہو جائیں تو اللہ نے جس طرح قربت کا حکم دیا ہے اس طرح عورت کے پاس جائیں۔

بنیادی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو اور خوب پاک صاف رہنے والوں کو بے حد پسند فرماتے ہیں۔ یہ بات ذہن میں رکھی جائے کہ بہت سی باطل قوموں نے عورت پر اس معاملہ میں ظلم کیا ہے۔ حیض کے دنوں میں عورت کو بے گھر کر دینا، جانوروں جیسا اس کے ساتھ سلوک کرنا وغیرہ۔

اسلام اعتدال، انصاف واحسان پر مبنی مذہب ہے۔وہ انسانیت کی عظمت کی تعلیم وتلقین کرتا ہے۔اس سلسلہ میں حضور ﷺ کا عمل خود بہترین نمونہ ہے۔صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ وہ حیض کے زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کے مبارک سر میں کنگھی کردیا کرتی تھیں۔وہ فرماتی ہیں کہ حیض کے زمانہ میں رسول اللہ ﷺ میری گود میں تکیہ لگا کر قرآنِ شریف کی تلاوت کیا کرتے تھے۔صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ زمانۂ حیض میں پانی پی کر میں نبی کریم ﷺ کو برتن دے دیتی تھی۔آپ ﷺ میرے منہ کی جگہ منہ لگا کر پانی پی لیتے تھے اور میں اپنے دانتوں سے ہڈی کا گوشت چھڑا کر کھالیتی تھی پھر آپ کو دے دیتی تھی تو آپ میرے منہ کی جگہ منہ لگا کر کھالیا کرتے تھے۔

درس نمبر (۱۷۶) تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں سورۃ البقرۃ:۲۲۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُواْ حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ وَقَدِّمُواْ لأَنفُسِكُمْ وَاتَّقُواْ اللّٰهَ وَاعْلَمُواْ أَنَّكُم مُّلاَقُوهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ

نِسَآؤُكُمْ تمہاری بیویاں حَرْثٌ لَّكُمْ تمہارے لئے کھیتیاں ہیں فَأْتُواْ حَرْثَكُمْ تم اپنی کھیتی میں جاؤ أَنَّى شِئْتُمْ جہاں سے چاہو وَقَدِّمُواْ لأَنفُسِكُمْ اور اپنے لئے آگے بھیجو وَاتَّقُواْ اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرو وَاعْلَمُواْ اور جان رکھو کہ أَنَّكُم مُّلاَقُوهُ تم اس سے جا کر ملنے والے ہو وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنوں کو خوشخبری سناؤ

ترجمہ: تمہاری بیویاں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں لہٰذا اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو آؤ اور اپنے لئے اچھے عمل آگے بھیجو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ تم اس سے جا کر ملنے والے ہو اور مومنوں کو خوشخبری سنادو

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔تمہاری بیویاں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں۔

۲۔لہٰذا اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو جاؤ۔

۳۔اپنے لئے اچھے عمل آگے بھیجو۔

۴۔اللہ سے ڈرتے رہو۔

۵۔یقین رکھو کہ تم اس سے جا کر ملنے والے ہو۔

۶۔اور مومنوں کو خوشخبری سنادو۔

تمہاری بیویاں تمہارے لئے کھیتی ہیں۔ یہ بات اس پس منظر میں کہی گئی کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہودی یوں کہتے تھے کہ جو کوئی مرد، عورت کی سامنے کی شرمگاہ میں پیچھے کی جانب سے جماع کرے تو بچہ بھینگا پیدا ہوگا۔

یہودیوں کے اس خیال کی تردید میں یہ بات کہی گئی کہ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں لہٰذا تم اپنی کھیتی میں آ ؤ جیسے چاہو۔اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنی کھیتیوں میں آ جاؤ جس طرف سے ہو کر چاہو آ جاؤ۔اس میں یہ بتادیا کہ عورت کے پاس مرد کے آنے کا راستہ صرف ایک ہی ہے یعنی وہ راستہ جسے اختیار کرنے سے اولاد پیدا ہوتی ہے۔اس طرح وطی فی الدُّبُر سے منع کر دیا گیا ہے کیونکہ وہ راستہ گندگی کا راستہ ہے۔فَأْتُواْ حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ تم اپنی کھیتی میں آ ؤ جیسا چاہو،اس کا مطلب یہ ہے کہ کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے سامنے سے پیچھے سے اپنی بیویوں سے لذت حاصل کرو بشرطیکہ کھیتی کی جگہ پر آ ؤ۔

وَقَدِّمُواْ لأَنفُسِكُمْ اپنی جانوں کے لئے خیر آ گے بھیج دو یعنی اللہ نے تمہیں جو قیمتی زندگی دی ہے اس زندگی کو غنیمت جانو اور نماز روزہ، زکوٰۃ، حج، قربانی، جہاد، صدقہ وخیرات، تلاوت و تسبیح، ذکر واذکار، ہمدردی وغم خواری، عدل وانصاف، احسان وایثار جیسے کام انجام دو اور اپنی موت کے بعد والی زندگی کے لئے ان کے اجر وثواب کو اپنے جانے سے پہلے بھیج دو تا کہ یہی اعمال تمہاری موت کے بعد والی زندگی میں کام آ سکیں۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۱۰ میں کہا گیا کہ وَمَا تُقَدِّمُواْ لأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللّهِ جو بھلائی کا عمل بھی تم خود اپنے فائدہ کے لئے بھیج دو گے اس کو اللہ کے پاس پاؤ گے۔

وَاتَّقُواْ اللّهَ اللہ سے ڈرو یعنی میاں بیوی اپنی ازدواجی زندگی کے دوران اپنی خواہشات کی تکمیل جائز حدود میں انجام دیں اور اللہ سے ڈریں کہ کہیں خواہشات نفسانی کے چکر میں اللہ تعالیٰ کے حدود پامال نہ ہوں۔شیطان ایسے موقعوں پر پھسلا دیتا ہے اور آدمی حدود کو پار کر لیتا ہے۔

وَاعْلَمُواْ أَنَّكُم مُّلاَقُوهُ یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھو کہ تم سب اس اللہ سے ملاقات کرنے والے ہو جس نے تم کو پیدا کیا اس کو چہرہ دکھانا ہے۔اس لئے اس دن کی ملاقات کے وقت شرمندگی اور حسرت کا شکار ہونے سے اپنے آپ کو بچاؤ یہاں ایمان والوں کو بشارت دینے کا حکم بھی دیا گیا اس لئے کہ جو اس دنیا میں ایمان والی زندگی بسر کرتا ہے اس کے لئے ہر اعتبار سے خوشخبری ہی خوشخبری ہے۔

درس نمبر (۱۷۷) قَسَم محرومی کا ذریعہ نہ بنے سورۃ البقرۃ:۲۲۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَلاَ تَجْعَلُواْ اللّهَ عُرْضَةً لِّأَيْمَانِكُمْ أَن تَبَرُّواْ وَتَتَّقُواْ وَتُصْلِحُواْ بَيْنَ النَّاسِ وَاللّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلاَ تَجْعَلُواْ اللّهَ اور مت بناؤ اللہ کو عُرْضَةً لِّأَيْمَانِكُمْ اپنی قسمیں کھانے کیلئے نشانہ أَن تَبَرُّواْ سلوک کرنے سے وَتَتَّقُواْ اور پرہیزگاری سے وَتُصْلِحُواْ بَيْنَ النَّاسِ اور لوگوں میں صلح کرانے سے وَاللّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے۔

ترجمہ: اور اللہ کے نام کو اپنی قسموں میں اس غرض سے استعمال نہ کرو کہ اس کے ذریعہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں اور لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرانے سے بچ سکو اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اللہ کو اپنی ایسی قسموں کا ہدف نہ بناؤ کہ احسان نہ کرو گے یا حدود الٰہی کا احترام نہ کرو گے یا لوگوں کے درمیان صلح نہ کراؤ گے۔

۲۔اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ دراصل ان کے بہنوئی اور بہن کے درمیان کچھ ناراضگی ہوگئی تھی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ ان کے پاس کبھی بھی نہیں جائیں گے اور نہ ان سے بات کریں گے اور نہ ان دونوں میاں بیوی کے درمیان صلح کرائیں گے۔ جب قسم کھالی تو وہ کہتے تھے کہ میں نے تو قسم کھا رکھی ہے اب میں اس کی خلاف ورزی کیسے کروں؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بعض مرتبہ کوئی شخص قسم کھالیتا تھا کہ فلاں نیکی اور تقویٰ کا کام نہیں کروں گا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی قسم کھانے سے منع فرمایا۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی قسم کھائے تو خیر کی قسم کھائے یعنی کسی بھی نیک کام کرنے میں تائیداور مضبوطی پیدا کرنے کے لئے تو قسم کھائی جاسکتی ہے لیکن کسی بھی نیکی کے نہ کرنے کی قسم کھانا یا گناہ کے کرنے پر قسم کھانا شرعاً منع ہے۔اسی لئے اس آیت میں یہ بات کہی جارہی ہے کہ اپنی قسموں کے ذریعہ نیکی کرنے اور تقویٰ اختیار کرنے اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کے لئے اللہ کو آڑ نہ بناؤ۔

درس نمبر (۱۷۸) دل کے ارادہ سے کھائی گئی قسم قابلِ گرفت سورۃ البقرۃ:۲۲۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَّا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيَ أَيْمَانِكُمْ وَلَكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَّا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ نہیں پکڑتا تم کو اللہ بِاللَّغْوِ فِيَ أَيْمَانِكُمْ تمہاری بیہودہ قسموں پر وَلَكِن لیکن يُؤَاخِذُكُم پکڑتا ہے تم کو بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُم ان قسموں پر جن کا قصد کیا ہو تمہارے دلوں نے وَاللّٰهُ اور اللہ غَفُورٌ بخشنے والا حَلِيمٌ تحمل کرنے والا ہے۔

ترجمہ: اللہ تمہاری لغو قسموں پر تمہاری گرفت نہیں کرے گا البتہ جو قسمیں تم نے اپنے دلوں کے ارادے سے کھائی ہوں گی ان پر گرفت کرے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بڑا ابردبار ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر تمہاری گرفت نہیں کرے گا۔

۲۔البتہ جو قسمیں تم نے اپنے دلوں کے ارادے سے کھائی ہوں گی ان پر گرفت کرے گا۔

۳۔اللہ بہت بخشنے والا بڑا ابردبار ہے۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ بعض لوگ باتوں باتوں میں قسم کی نیت کے بغیر قسم کے الفاظ کہہ دیتے ہیں، لا واللہ یا بلی واللہ یا صرف واللہ واللہ۔ اس قسم کی قسم کو لغو کہا جاتا ہے۔ اس قسم کے سلسلہ میں اس آیت میں یہ بات کہی گئی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر تمہاری گرفت نہیں کرتا۔ بعض لوگ بغیر کسی ضرورت کے خواہ مخواہ واللہ کا لفظ یا قسم سے بول رہا ہوں یا اور کسی انداز سے باتوں باتوں میں اس طرح کہہ دیتے ہیں۔ اس سے حقیقت میں قسم واقع نہیں ہوتی۔ اہلِ عرب اس طرح واللہ کا لفظ بکثرت استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح کی قسم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے لیکن جو لوگ باقاعدہ پورے اہتمام کے ساتھ قسم کھاتے ہیں یعنی قسم کی نیت سے دل کے ارادہ کے ساتھ قسم کھاتے ہیں اگر ایسی قسم توڑ دی جاتی ہے تو پھر تو اللہ تعالیٰ اس پر مواخذہ فرماتے ہیں یعنی اس طرح پورے دل کے ارادہ کے ساتھ قسم کھانا اور توڑ دینا قابل مواخذہ ہوگا اور اس پر کفارہ بھی ہوگا۔ قسم کے کفارہ کے سلسلہ میں آگے بات آئے گی۔

سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۸۹ میں بھی یہ بات کہی گئی کہ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْ أَيْمَانِكُمْ اس کے بعد قسم کو توڑنے کا کفارہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے جس کی تفصیل وہاں بیان ہوگی۔

درس نمبر (۱۷۹) | **ایلاء کا حکم** | سورۃ البقرۃ:۲۲۶۔۲۲۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِّلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَآؤُوْا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لئے جو يُؤْلُوْنَ قسم کھاتے ہیں مِنْ نِّسَآئِهِمْ اپنی عورتوں کے پاس جانے سے تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ ان کے لئے مہلت ہے چار مہینے کی فَإِنْ فَآؤُوْا پھر باہم مل گئے تو فَإِنَّ اللّٰهَ پس بیشک اللہ غَفُوْرٌ بخشنے والا رَّحِيْمٌ مہربان ہے ۝ وَإِنْ عَزَمُوْا اور اگر پختہ ارادہ کرلیا الطَّلَاقَ طلاق کا فَإِنَّ اللّٰهَ پس بیشک اللہ سَمِيْعٌ سننے والا عَلِيْمٌ جاننے والا ہے۔

ترجمہ: جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس جانے کے بارے میں قسم کھالیتے ہیں ان کیلئے چار مہینہ کا انتظار ہے، پھر اگر رجوع کرلیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر وہ طلاق کا پختہ ارادہ کرلیں تو بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں یعنی ان کے پاس نہ جانے کی قسم کھاتے ہیں ان کے لئے چار مہینہ کی مہلت ہے۔

۲۔ چنانچہ اگر وہ قسم توڑ کر رجوع کرلیں تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

۳۔ اور اگر انہوں نے طلاق ہی کی ٹھان لی ہو تو اللہ سننے جاننے والا ہے۔

مدت مقرر کئے بغیر شوہر کا اپنی بیوی سے یہ کہنا کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں تجھ سے جماع نہیں کروں گا یا قسم کھا کر یوں کہے کہ میں چار ماہ تک تجھ سے جماع نہیں کروں گا یا چار ماہ سے زیادہ کی کسی مدت کا ذکر کر کے قسم کھائی کہ میں تجھ سے جماع نہیں کروں گا، ان تمام صورتوں کو فقہ کی اصطلاح میں ایلاء کہتے ہیں۔ان تینوں صورتوں میں اگر چار مہینے گزر گئے اور اس نے قسم نہیں توڑی یعنی اس مدت میں بیوی سے جماع نہیں کیا تو ایسی صورت میں طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور طلاق بائن کا حکم یہ ہے کہ اب وہ شخص بغیر نکاح ثانی کے اس سے رجوع نہیں ہوسکتا۔دونوں کی آپسی رضامندی سے دوبارہ نکاح ان دونوں کے درمیان ہوسکتا ہے اور اگر ان تمام صورتوں میں چار ماہ کے اندر اس سے جماع کرلیا تو قسم ٹوٹ جائے گی صرف قسم کا کفارہ ادا کرے گا، وہ اس کی بیوی رہے گی نکاح سے نہیں نکلے گی۔

اب رہ گئی چوتھی صورت جس میں چار مہینہ سے کم کی مدت مقرر کر کے بیوی سے جماع نہ کرنے کی قسم کھائی تو ایسی صورت میں اگر اس نے چار مہینہ سے کم جتنی مدت مقرر کی تھی اس مقررہ مدت کے اندر جماع کرلیا تو قسم توڑنے کا کفارہ واجب ہوگا اور بیوی نکاح سے نہیں نکلے گی اور چار مہینہ سے کم کی جو مدت مقرر کی تھی اس مقررہ مدت کو پورا کرلیا تو اس کی قسم پوری ہوگئی، اس پر کوئی کفارہ بھی نہیں اور نکاح بھی اپنی حالت پر باقی رہے گا۔حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ جو ایلاء کرتے تھے اس میں سال دو سال یا اس سے زیادہ مدت بھی ہوتی تھی۔اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ اس کی مدت کو محدود کر دیا اور چار مہینہ کی میعاد مقرر فرما دی۔

آج کل ایلاء کا رواج زیادہ نہیں ہے تاہم اگر کہیں ایسی صورتِ حال پیش آجائے تو مقامی مفتیانِ کرام سے رجوع ہوں اور ان سے اس سلسلہ میں مسائل دریافت کرلیں۔بعض اوقات مختلف شکلیں اور صورتیں اس میدان میں پیدا ہو جاتی ہیں اور شکلوں اور صورتوں کی نزاکت اور باریکی سے احکامات میں بھی فرق آجاتا ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ ایسی صورت میں مفتیانِ کرام سے رجوع ہوں۔

درس نمبر (۱۸۰) مطلقہ عورت کی عدت سورۃ البقرۃ:۲۲۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلاثَةَ قُرُوْءٍ وَلاَ يَحِلُّ لَهُنَّ أَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْ أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَبُعُوْلَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذَلِكَ إِنْ أَرَادُواْ إِصْلاَحاً وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكُيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَالْمُطَلَّقَاتُ اور مطلقہ عورتیں يَتَرَبَّصْنَ روکے رکھیں بِأَنفُسِهِنَّ اپنی جانوں کو ثَلاثَةَ قُرُوْءٍ تین حیض آنے تک وَلاَ يَحِلُّ لَهُنَّ اور ان کے لئے یہ بات حلال نہیں ہے کہ أَن يَكْتُمْنَ کہ چھپائے رکھیں مَا خَلَقَ اللّٰهُ جو کچھ اللہ نے پیدا فرمایا ہے فِيْ أَرْحَامِهِنَّ ان کے رحموں میں إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ اگر وہ ایمان رکھتی ہوں اللہ پر

وَالْيَوْمِ الآخِرِ اورآخرت کےدن پر وَبُعُولَتُهُنَّ اوران کےشوہر أَحَقُّ زیادہ حقدار ہیں بِرَدِّهِنَّ ان کےلوٹانے کے فِيْ ذٰلِكَ اس مدت کےاندر إِنْ أَرَادُوا اگروہ ارادہ کریں إِصْلاَحاً اصلاح کا وَلَهُنَّ اورعورتوں کیلئے مِثْلُ الَّذِيْ اس جیسا حق ہے عَلَيْهِنَّ جوان کےاوپر ہے بِالْمَعْرُوفِ اچھےطریقہ پر وَلِلرِّجَالِ اورمردوں کو عَلَيْهِنَّ ان عورتوں کےمقابلہ میں دَرَجَةٌ ایک درجہ بڑھاہوا ہے وَاللّٰهُ اوراللہ عَزِيْزٌ زبردست ہیں حَكِيْمٌ حکمت والے ہیں۔

ترجمہ: اورجن عورتوں کوطلاق دے دی گئی ہو وہ تین مرتبہ حیض آنے تک اپنے آپ کوانتظار میں رکھیں اوراگروہ اللہ پراورآخرت کے دن پرایمان رکھتی ہوں توان کے لئے حلال نہیں ہے کہ اللہ نے ان کے رحم میں جوکچھ (حمل یا حیض) پیدا کیا ہے اسے چھپائیں اوراس مدت میں اگران کےشوہر حالات بہتر بنانا چاہیں توان کوحق ہے کہ وہ ان عورتوں کواپنی زوجیت میں واپس لے لیں اوران عورتوں کومعروف طریقہ کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے مردوں کوان پرحاصل ہیں ہاں! مردوں کوان پرایک درجہ فوقیت ہےاوراللہ غالب اورحکمت والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔جن عورتوں کوطلاق دے دی گئی ہو وہ تین مرتبہ حیض آنے تک اپنے آپ کوانتظار میں رکھیں۔

۲۔اوراگروہ اللہ پراورآخرت کے دن پرایمان رکھتی ہوں توان کے لئے حلال نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے رحم میں جوکچھ حمل یا حیض پیدا کیا ہے اسے چھپائیں۔

۳۔اس مدت میں اگران کےشوہر حالات بہتر بنانا چاہیں توان کوحق ہے کہ وہ ان عورتوں کواپنی زوجیت میں واپس لے لیں۔

۴۔ان عورتوں کومعروف طریقہ کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے مردوں کوان پرحاصل ہیں۔

۵۔ہاں! مردوں کوان عورتوں پرایک درجہ فوقیت ہے۔

۶۔اللہ غالب اورحکمت والا ہے۔

میاں بیوی کی آپسی زندگی کا نام ازدواجی زندگی ہے جس کا آغاز نکاح سے ہوتا ہے۔ازدواجی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ دونوں سکون واطمینان اورمحبت وہمدردی کے ساتھ خوشگواراورکامیاب زندگی گزاریں اوراس زندگی کے اختلاط سےاولاد پیدا ہو اوراس کے ذریعہ نسل کا سلسلہ جاری رہے۔میاں بیوی دونوں ہی اس بات کی کوشش کریں کہ یہ زندگی خوشگوار رہے۔ایک دوسرے کی ناگوار باتوں پرصبر وتحمل اورعفو ودرگزر سے کام لیں،بعض اوقات دونوں کے درمیان طبیعت اورمزاج میں جوڑ نہ ہونے کی وجہ سے زندگی اجیرن سی محسوس ہونے لگتی ہے،جب ایسی صورتحال پیدا ہوجائے کہ دونوں باوجودکوشش کےاس رشتہ کے ساتھ رہنے نہ پائیں توآخری صورت میں دونوں ایک دوسرے سے معقول طریقہ سے جدا ہوسکتے ہیں اوراس جدائیگی کی دو صورتیں ہیں،طلاق یاخلع۔مردطلاق دیتاہےاورعورت خلع لیتی ہے۔اسلام میں طلاق اورخلع کےبھی کچھ احکام ہیں۔اس آیت میں طلاق سے متعلقہ کچھ اہم باتیں بتلائی گئی ہیں۔

اس سلسلہ میں اس آیت میں یہ بات بیان کی گئی کہ جس عورت کو طلاق دی گئی ہو وہ مطلقہ عورت اپنے آپ کو دوسرے نکاح سے روکے رکھے تین حیض ختم ہونے تک، اس مدت کو مطلقہ کی عدت کہا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس عورت کو طلاق دی گئی ہو وہ تین حیض ختم ہونے تک دوسرا نکاح نہیں کرے گی۔ جب عورت کو طلاق دے دی جائے تو اس کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ وہ اس کے رحم میں کیا ہے اس کو چھپائے، ہوسکتا ہے کہ جس شوہر نے طلاق دی ہے اس کی طرف سے اس کے رحم میں حمل ہو، مطلقہ عورت کو چاہئے کہ وہ صاف بتلادے کہ اس کے رحم میں حمل ہے یا نہیں ہے، اس لئے کہ اگر حمل ہے تو مطلقہ کیلئے وضع حمل تک یعنی بچہ کی پیدائش تک دوسرا نکاح نہیں کرنا ہے۔ اگر مطلقہ عورت اس چیز کو چھپائے گی تو عدت کا حساب غلط ہوجائے گا۔ اگر شوہر نے اپنی بیوی کو صرف ایک طلاق یعنی طلاق رجعی دی ہو تو پھر شوہر کو حق ہوگا کہ وہ بغیر تجدید نکاح کے اپنی بیوی کو اس عدت کے اندر لوٹا لے۔ جبکہ دوبارہ درست انداز میں زندگی گزارنے کا ارادہ ہو، اس ارادہ سے نہ ہو کہ دوبارہ اس کی زندگی کو تنگ کرے اور تکلیف پہنچائے۔

جس طرح مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں، اسی طرح مردوں پر بھی عورتوں کے حقوق ہیں۔ یہاں یہ ذہن سازی کی گئی ہے کہ عورت صرف ایک خادمہ یا ایک نوکرانی کی حیثیت نہیں رکھتی کہ صرف اس پر ہی سارے حقوق کی ذمہ داری ہے بلکہ مرد پر بھی کچھ حقوق ہیں اپنی بیوی کے سلسلہ میں جن کا ادا کرنا مرد پر بھی ضروری ہوتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ **وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ** لیکن مردوں کو عورتوں پر ایک طرح کی برتری اور فضیلت حاصل ہے۔ سورۂ نساء میں اس کی مزید وضاحت کی گئی کہ **الـرِّجَـالُ قَوَّامُـونَ عَلَـى النِّسَاءِ** مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ حاکم کا مطلب ظالم کا نہیں ہے بلکہ ذمہ دار کا ہے کہ اس پر جو نان ونفقہ کی ذمہ داری ہے وہ ادا کرے۔ **وَاللّٰـهُ عَزِيزٌ حَكِيْمٌ** کہہ کر یہ بتلایا گیا کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اس نے اپنی حکمت بھری جو باتیں بیان کی ہیں اور حکمت بھرا جو نظام ازدواجی زندگی کا بتلایا ہے اسی میں سکون، عافیت اور سلامتی ہے۔

درس نمبر (١٨١) مطلقہ کو معلّق نہ رکھیں سورۃ البقرۃ:٢٢٩

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَلـطَّلاَقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ وَلاَ يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُواْ مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئاً إِلاَّ أَنْ يَّخَافَا أَلاَّ يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلاَ تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَأُولٰـئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: الطَّلاَقُ مَرَّتَانِ طلاق دوبار ہونی چاہئے فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ یا تو قاعدے کے موافق روکے رکھے أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ یا خوش اسلوبی سے چھوڑ دے وَلاَ يَحِلُّ لَكُمْ اور تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ أَنْ تَأْخُذُواْ کہ ان سے واپس لے لو مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئاً جو کچھ ان کو تم نے دیا ہو إِلاَّ أَنْ يَّخَافَا الا یہ کہ دونوں کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ أَلاَّ يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ وہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے فَإِنْ خِفْتُمْ چنانچہ اگر تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ أَلاَّ يُقِيمَا قائم نہ رکھ سکیں گے حُدُودَ اللّٰهِ اللہ کے حدود تو فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا توان دونوں کے لئے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے

فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ اس بات میں کہ عورت مالی معاوضہ دے کر علیحدگی حاصل کر لے تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰهِ یہ ہیں اللہ کے مقرر کئے ہوئے حدود فَلَا تَعْتَدُوْهَا لہٰذا تم ان سے تجاوز نہ کرو وَمَنْ یَّتَعَدَّ اور جو کوئی تجاوز کرے گا حُدُوْدَ اللّٰهِ اللہ کے حدود کو فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ وہ بڑے ظالم لوگ ہیں۔

ترجمہ: طلاق دو بار ہونی چاہئے، اس کے بعد یا تو قاعدے کے مطابق بیوی کو روک رکھے یا خوش اسلوبی سے چھوڑ دے اور تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ تم نے ان کو جو کچھ دیا ہو وہ ان سے واپس لو الا یہ کہ دونوں کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے چنانچہ اگر تمہیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ دونوں اللہ کے حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان دونوں کے لئے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ عورت مالی معاوضہ دے کر علیحدگی حاصل کر لے یہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے حدود ہیں لہٰذا ان سے تجاوز نہ کرو اور جو لوگ اللہ کے حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہ بڑے ظالم لوگ ہیں۔

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ طلاق زیادہ سے زیادہ دو بار ہونی چاہئے۔

۲۔ اس کے بعد شوہر کے لئے دو ہی راستے ہیں یا تو قاعدے کے مطابق بیوی کو روک رکھے یا خوش اسلوبی سے چھوڑ دے۔

۳۔ اے شوہرو! تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ تم نے ان بیویوں کو جو کچھ دیا ہو وہ طلاق کے بدلہ ان سے واپس لو۔

۴۔ اِلا یہ کہ دونوں کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ نکاح باقی رہنے کی صورت میں اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے۔

۵۔ چنانچہ اگر تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ کے حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان دونوں کے لئے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ عورت مالی معاوضہ دے کر علحدگی حاصل کر لے۔

۶۔ یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں لہٰذا ان سے تجاوز نہ کرو

۷۔ جو لوگ اللہ کے حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہ بڑے ظالم لوگ ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے طلاق کی تفصیلات بھی بتلائی ہیں اور اس کے بعد خلع کی شکل وصورت بھی واضح کردی ہے۔ اگر کوئی شخص طلاق دینے کی ضرورت محسوس کرے تو احسن طریقہ یہ ہے کہ کسی ایسے طہر میں (یعنی پاکی کے زمانے میں) ایک طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو، پھر عورت کو اپنی حالت پر چھوڑ دے۔ قانون شرعی کے مطابق یہ طلاق رجعی ہوگی۔ جب پاکی کے زمانہ میں طلاق رجعی دے دی اور عورت کو اپنے حال پر چھوڑ دیا حتیٰ کہ عدت گزر گئی تو یہی رجعی طلاق بائن طلاق ہوجائے گی۔ عدت سے پہلے رجوع کرنیکا حق تھا۔ جب طلاق بائن بن گئی تو اب رجوع کا حق ختم ہوگیا۔ اگر عدت کے اندر ایک طلاق اور دے دی تو یہ بھی طلاق رجعی ہوگی اور اس کے بعد بھی عدت ختم ہونے تک رجوع کا اختیار رہے گا۔ عدت ختم ہوجانے پر دونوں طلاقیں بائن ہوجائیں گی اور رجوع کا حق ختم ہوجائے گا۔ طلاق بائن کے بعد آپس کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے، اگر شوہر نے عدت کے اندر تیسری طلاق بھی دے دی تو اب یہ طلاق مغلظہ ہوگئی جس کی تفسیر اگلی آیت کے ضمن میں موجود ہے۔

اس کے بعد اس آیت میں خلع کی شکل بتلائی جارہی ہے۔میاں بیوی دونوں جہاں تک ممکن ہوآپس میں نباہ کی کوشش کریں لیکن اگر دونوں کواس بات کا ڈر ہو کہ اللہ کے حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو اس میں کچھ حرج نہیں کہ عورت مال دے کراپنی جان چھڑالے اوراگر عورت کی طرف سے زیادتی اور نافرمانی ہوتب بھی مرد اتنا ہی لے جتنا مہر اسے دے چکا ہے،اس سے زیادہ نہ لے اوراگر زیادہ لے لیا تو قضاءً جائز تو ہوگا لیکن مکروہ ہوگا۔حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی آنحضرت سرور عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے ثابت بن قیس کی عادت اور خصلت اور دینداری کے بارے میں کوئی ناراضگی نہیں ہے لیکن میں مسلمان ہوتے ہوئے ناشکری کو پسند نہیں کرتی (میرا ان سے دل نہیں ملتا لہٰذا علیحدگی کی کوئی صورت ہوجائے)۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم ان کا باغیچہ واپس کردوگی؟ (جو مہر میں دیا تھا)۔عرض کیا ہاں! میں واپس کردوں گی۔آپ ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس سے فرمایا کہ اپنا باغیچہ قبول کرلو اوراس کو طلاق دیدو۔(رواہ البخاری،ص ۷۹۴،ج ۲)اس حدیث سے خلع کا جواز معلوم ہوا اورآیت شریفہ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ کے سیاق سے معلوم ہوا کہ نباہ کی صورت نہ رہے اورحدود اللہ قائم نہ کرسکیں تو خلع کر لینے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔خواہ مخواہ بلاوجہ خلع لینا اچھی بات نہیں ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چھوٹ چھٹاؤ کا مطالبہ کرنے والی اور خلع چاہنے والی عورتیں نفاق والی عورتیں ہیں۔(رواہ النسائی ص ۱۰۷ ج ۲،الترمذی ص ۱۹۱ ج ۱)

درس نمبر (۱۸۲) تیسری طلاق کے بعد کا حکم سورۃ البقرۃ:۲۳۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَّتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُّقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَإِن طَلَّقَهَا پھراگراس کوطلاق دے دی تو فَلاَ تَحِلُّ لَهُ اس کے لئے حلال نہ ہوگی مِن بَعْدُ اس کے بعد حَتَّىٰ تَنكِحَ یہاں تک کہ نکاح کرلے زَوْجاً غَيْرَهُ کسی دوسرے شوہر سے فَإِنْ طَلَّقَهَا پس اگراس نے طلاق دے دی تو فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا تو ان دونوں پرکوئی گناہ نہیں کہ أَنْ يَّتَرَاجَعَا پھرآپس میں رجوع ہوجائیں إِن ظَنَّا اگر ان دونوں کواس بات کا گمان ہو کہ أَنْ يُّقِيمَا کہ وہ قائم رکھیں گے حُدُودَ اللّٰهِ اللہ کے حدود وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ اور یہ اللہ کی حد بندیاں ہیں يُبَيِّنُهَا جس کو وہ بیان کرتا ہے لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں۔

ترجمہ: پھراگراس کوطلاق دے دی تو اس کے لئے اس کے بعد حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ اس شوہر کے بعد کسی دوسرے شوہر سے نکاح کرلے۔سواگراس نے طلاق دے دی تو ان دونوں پرکوئی گناہ نہیں کہ پھرآپس میں رجوع ہوجائیں اگر دونوں کواس بات کا گمان ہو کہ اللہ کے حدود قائم رکھیں گے اور یہ اللہ کی حد بندیاں ہیں وہ انہیں بیان فرماتا ہے ان لوگوں

کے لئے جو جانتے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پھر اگر شوہر تیسری طلاق دے تو وہ مطلقہ عورت اس کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور شخص سے نکاح نہ کرے۔

۲۔ ہاں! اگر وہ دوسرا شوہر بھی اسے طلاق دے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ ایک دوسرے کے پاس نیا نکاح کر کے دوبارہ واپس آجائیں۔

۳۔ بشرطیکہ انہیں یہ غالب گمان ہو کہ اب وہ اللہ کے حدود قائم رکھیں گے۔

۴۔ اور یہ سب اللہ کے حدود ہیں جو وہ ان لوگوں کو واضح کر رہا ہے جو سمجھ رکھتے ہیں۔

طلاق کے سلسلہ میں اس آیت میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ طلاق بائن کے بعد اگر میاں بیوی دونوں چاہیں تو دوبارہ از سرِ نو نکاح کر سکتے ہیں لیکن اگر طلاق بائن کے بعد عدت گزرنے سے پہلے ہی تیسری طلاق بھی دے دی تو اب یہ طلاق بائن، طلاقِ مغلظہ ہو جائے گی اور طلاق مغلظہ کا حکم یہ ہے کہ اب وہ دونوں آپسی رضامندی سے بھی آپس میں نکاح نہیں کر سکتے۔ طلاق بائن اور طلاق مغلظہ دونوں کے درمیان فرق کو سمجھ جایئے کہ طلاق بائن جب واقع ہو جاتی ہے تو اب دونوں آپسی رضامندی سے دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں لیکن طلاق مغلظہ میں دونوں دوبارہ نکاح نہیں کر سکتے۔ اب ان دونوں کے دوبارہ آپس میں نکاح ہونے کی ایک ہی صورت ہو سکتی ہے کہ اس عورت کا نکاح کسی دوسرے مرد سے ہو پھر وہ دوسرا مرد اس سے جماع کرے پھر طلاق دے یا یہ کہ یہ دوسرا مرد وفات پا جائے اور پھر اس کی عدت گزر جائے تو ایسی صورت میں اب یہ دونوں دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے طلاق سے متعلق یہ حدود مقرر کئے ہیں جن پر عمل کرنا ہر اس شخص پر ضروری ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو۔

درس نمبر (۱۸۳) اللہ کی آیتوں کو مذاق کی چیز مت بناؤ سورۃ البقرۃ:۲۳۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلاَ تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَاراً لِّتَعْتَدُواْ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذَالِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلاَ تَتَّخِذُوٓاْ آيَاتِ اللّٰهِ هُزُواً وَاذْكُرُواْ نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُم بِهِ وَاتَّقُواْ اللّٰهَ وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذَا اور جب طَلَّقْتُمُ تم طلاق دو النِّسَاءَ عورتوں کو فَبَلَغْنَ پھر وہ پہنچ جائیں أَجَلَهُنَّ اپنی عدت کی مدت تک فَأَمْسِكُوهُنَّ تو ان کو روک لو بِمَعْرُوفٍ بھلائی کے ساتھ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ یا ان کو چھوڑ دو بِمَعْرُوفٍ خوبی کے ساتھ وَلاَ تُمْسِكُوهُنَّ اور انہیں روک کر مت رکھو ضِرَاراً ضرر پہنچانے کے لئے لِّتَعْتَدُواْ

تاکہ تم زیادتی کرو وَمَنْ يَّفعَلْ ذٰلِکَ اور جوشخص ایسا کرے گا فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ اس نے اپنی جان پر ظلم کیا وَلاَ تَتَّخِذُوٓا اور مت بناؤ آيَاتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتوں کو هُزُواً مذاق کی چیز وَاذْكُرُوا اور یاد کرو نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ان نعمتوں کو جو تم پر ہیں وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ اور جو کچھ نازل کیا تم پر مِّنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ کتاب اور حکمت يَعِظُكُم بِهِ اس کے ذریعہ سے اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرو وَاعْلَمُوٓا اور جان رکھو کہ أَنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ بِكُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کو عَلِيْمٌ جاننے والا ہے۔

ترجمہ: اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو پھر وہ اپنی عدت گزر جانے کے قریب پہنچ جائیں تو ان کو روک لو بھلائی کے ساتھ یا ان کو چھوڑ دو خوبی کے ساتھ اور ضرر پہنچانے کے لئے انہیں روک کر نہ رکھو تا کہ تم زیادتی کرو اور جو شخص ایسا کرے گا اس نے اپنی جان پر ظلم کیا اور مت بناؤ اللہ کی آیتوں کو مذاق کی چیز اور یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو جو تم پر ہیں اور جو کچھ اللہ نے تم پر نازل فرمایا ہے کتاب اور حکمت اس کو بھی یاد کرو اور اللہ اس کے ذریعہ تم کو نصیحت کرتا ہے اور ڈرو اللہ سے اور جان لو کہ اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ جب تم نے عورتوں کو طلاق دی ہو اور وہ اپنی عدت کے قریب پہنچ جائیں تو یا تو ان کو بھلائی کے ساتھ اپنی زوجیت میں رکھو یا انہیں بھلائی کے ساتھ چھوڑ دو۔

۲۔ اور انہیں ستانے کی خاطر اس لئے روک کر نہ رکھو کہ ان پر ظلم کرسکو۔

۳۔ جو شخص ایسا کرے گا وہ خود اپنی جان پر ظلم کرے گا۔

۴۔ اللہ کی آیتوں کو مذاق مت بناؤ

۵۔ اللہ نے تم پر جو انعام فرمایا ہے اسے اور تم پر جو کتاب اور حکمت کی باتیں تمہیں نصیحت کرنے کے لئے نازل کی ہیں انہیں یاد رکھو۔

۶۔ اللہ سے ڈرتے رہو۔

۷۔ جان رکھو کہ اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

جو لوگ اپنی عورتوں کو طلاق دے دیں اگر انہیں ان سے رغبت نہیں ہے اور ایسی صورت میں بیوی بنا کر رکھنا گوارا بھی نہیں ہے تو خوش اسلوبی کے ساتھ اسے چھوڑ دیں، دو ہی صورتیں ہیں یا تو اس عورت کے ساتھ بھلے طریقہ سے زندگی گزارو اور اپنے پاس ہی رکھو رجوع کر کے یا یہ کہ خوش اسلوبی کے ساتھ ان کو چھوڑ دو تا کہ وہ عدت کے بعد وہ کسی اور سے نکاح کر لے۔ ان عورتوں کو لٹکائے مت رکھو، ان کو تکلیف پہنچانے کی نیت سے اور دکھ دینے کے ارادہ سے انہیں روکے اور ٹکائے مت رکھو، جیسا کہ بعض ظالم شوہر آج بھی ایسی حرکتیں کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مَلْعُوْنٌ مَنْ ضَارَّ مُؤْمِناً اَوْمَكَرَبِهِ وہ

شخص ملعون ہے جو کسی مومن کو نقصان پہنچائے یا اس کے ساتھ مکر وفریب کرے۔ جو کوئی ایسی حرکت کرے گا اس نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ کہ اس نے اپنی عورت کو نقصان پہنچا کر اور ظلم کر کے اپنی جان کو آخرت کے عذاب کیلئے پیش کر دیا ہے، وہ بظاہر دوسرے پر ظلم کر رہا ہے مگر حقیقت میں خود اپنے آپ پر ظلم کر رہا ہے۔ اللہ کے حکموں کو مذاق کی چیز مت بناؤ اس کا مطلب یہ ہیکہ جی چاہا تو اللہ کے حکموں پر عمل کر لیا اور جی چاہا تو خلاف ورزی کی۔ عبادت کو اپنی مرضی پر نہیں رب کی مرضی پر انجام دو۔ اللہ کے حکموں پر پوری پابندی کے ساتھ عمل کرو اور عزم وہمت کے ساتھ اللہ کے حکموں پر عمل پیرا رہو۔

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کو ایک شخص کے بارے میں خبر دی گئی کہ اس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی ہیں۔ آپ ﷺ غصہ میں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل کیا جائے گا حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں؟ آپ ﷺ کا غصہ دیکھ کر ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا میں اس شخص کو قتل کر دوں؟ (مشکوٰۃ) اس سے معلوم یہ ہوا کہ ایک ہی وقت میں تین طلاق دینا بری بات ہے بہت مذموم اور بری حرکت ہے۔ موطا مالک میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دیں۔ اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تیری بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو گئیں اور ستانوے طلاقوں کے ذریعہ تو نے اللہ کی آیات کا مذاق بنایا ہے۔

اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو۔ نعمتوں کو یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان نعمتوں کا شکر ادا کرو اور ان نعمتوں کے ذریعہ اللہ کی نافرمانی مت کرو، اللہ نے جو کچھ نازل کیا ہے اس کے ذریعہ وہ تم کو نصیحت کرتا ہے، تم اللہ سے ڈرو اور اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے زندگی گزارو کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا پورا پورا علم ہے۔

درس نمبر (۱۸۴) بیوہ عورت کو دوسرے نکاح سے نہ روکیں سورۃ البقرۃ:۲۳۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلاَ تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْاْ بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ ذَلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكُمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَطْهَرُ وَاللّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذَا اور جب طَلَّقْتُمُ تم طلاق دو النِّسَاءَ عورتوں کو فَبَلَغْنَ پھر وہ پہنچ جائیں أَجَلَهُنَّ اپنی عدت کو فَلاَ تَعْضُلُوهُنَّ تو ان کو اس بات سے نہ روکو کہ أَنْ يَّنكِحْنَ وہ نکاح کریں أَزْوَاجَهُنَّ اپنے شوہروں سے إِذَا تَرَاضَوْاْ بَيْنَهُم جبکہ آپس میں رضامند ہو جائیں بِالْمَعْرُوفِ خوبی کے ساتھ ذَالِكَ يُوعَظُ بِهِ اس کے ذریعہ سے نصیحت کی جاتی ہے مَنْ كَانَ مِنكُمْ اس شخص کو جو تم میں سے يُؤْمِنُ بِاللّهِ اللہ پر ایمان لاتا ہے وَالْيَوْمِ الآخِرِ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے ذَلِكُمْ أَزْكَى لَكُمْ یہ تمہارے لئے زیادہ صفائی وَأَطْهَرُ اور

زیادہ پاکیزگی کی بات ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اوراللہ جانتا ہے وَأَنْتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ اورتم نہیں جانتے۔

ترجمہ: اور جب تم طلاق دوعورتوں کو پھر وہ پہنچ جائیں اپنی عدت کو تو ان کو اس سے نہ روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے نکاح کرلیں جبکہ آپس میں خوبی کے ساتھ رضامند ہوجائیں اس کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے اس شخص کو جو تم میں سے اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے یہ تمہارے لئے زیادہ صفائی اور زیادہ پاکی کی بات ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب تم نے عورتوں کو طلاق دے دی ہو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو اے میکے والو! انہیں اس بات سے منع نہ کرو کہ وہ اپنے پہلے شوہروں سے دوبارہ نکاح کریں۔

۲۔ بشرطیکہ وہ بھلائی کے ساتھ ایک دوسرے سے راضی ہوگئے ہوں۔

۳۔ ان باتوں کی نصیحت تم میں سے ان لوگوں کو کی جارہی ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں۔

۴۔ یہی تمہارے لئے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ طریقہ ہے۔

۵۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اس آیت میں عورت کے ماں باپ یا بھائی یا سرپرست وغیرہ کو ایک نصیحت کی گئی ہے، اس نصیحت سے پہلے ایک مسئلہ ذہن میں رکھ لیں کہ جب کوئی شخص کسی عورت کو ایک طلاق دے اور اس کی عدت گزر جائے تو یہ طلاق بائن ہوجاتی ہے۔ طلاق بائن کے بعد اگر میاں بیوی دوبارہ ایک دوسرے کے ساتھ میاں بیوی کی حیثیت سے رہنا چاہتے ہوں تو دوبارہ ان کے درمیان نکاح ہوسکتا ہے، عموماً ایسی صورت جب پیش آتی ہے تو عورت کے سرپرست اس نکاح میں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ کبھی باپ رکاوٹ ڈالتا ہے تو کبھی بھائی وغیرہ، جب خود میاں بیوی دوبارہ نکاح کرنے پر آمادہ ہوں تو دوسروں کو رکاوٹ ڈالنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس آیت میں عورت کے سرپرستوں کو ہی نصیحت کی گئی ہے کہ جب میاں بیوی دونوں خوبی کے ساتھ دوبارہ زندگی بسر کرنے کے لئے راضی ہوں تو تم ان کو نکاح سے مت روکو۔

یہ آیت دراصل دورِ رسالت میں پیش آئے ایک واقعہ کے پس منظر میں نازل ہوئی۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی۔ میں نے اپنی ایک بہن کا ایک شخص سے نکاح کردیا تھا پھر اس نے اس کو طلاق دے دی۔ جب عدت گزر گئی تو پھر وہ اس سے نکاح کرنے کے لئے پیغام لے کر آیا۔ میں نے کہا کہ میں نے تجھ سے اس کا نکاح کردیا تھا، پھر تو نے اس کو طلاق دے دی، اللہ کی قسم! میری بہن تیرے پاس کبھی بھی نہ جائے گی، حالانکہ آدمی مناسب تھا اور وہ عورت چاہتی تھی کہ وہ واپس دوبارہ اپنے شوہر کے پاس چلی جائے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض

کیا کہ میں اب ضرور وہی کروں گا جس کا حکم مجھے دیا گیا ہے، چنانچہ انہوں نے اپنی قسم توڑ دی اور اس کا کفارہ ادا کیا اور اس شخص سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا۔ یہاں ایک بات یہ بھی یاد رکھیں کہ اگر طلاق بائن کے بعد یہ عورت کسی دوسرے مرد سے بھی نکاح کرنا چاہتی ہے تو اس میں بھی رکاوٹ نہ بنیں۔ بعض مرتبہ ایسی صورتیں بھی پیش آتی ہیں۔ مطلقہ عورت کو اس کی اپنی مرضی سے کسی اور مناسب مرد سے نکاح کرنے میں بھی رکاوٹ نہیں ڈالنی چاہئے۔ ایسی صورتوں میں اللہ کے اس حکم کو ماننے ہی میں صفائی اور پاکیزگی ہے ورنہ فساد و بگاڑ کا امکان قوی ہے۔

درس نمبر(۱۸۵) دودھ پلانے سے متعلق اہم مسائل سورۃ البقرۃ:۲۳۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلاَدَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لاَ تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلاَّ وُسْعَهَا لاَ تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلاَ مَوْلُودٌ لَّهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالاً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ أَرَدتُّمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُواْ أَوْلاَدَكُمْ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُم مَّا آتَيْتُم بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُواْ اللّهَ وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيْرٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَالْوَالِدَاتُ اور مائیں يُرْضِعْنَ دودھ پلائیں أَوْلاَدَهُنَّ اپنی اولاد کو حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ دوسال پورے لِمَنْ أَرَادَ اس کے لئے جو چاہے أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا وَعلَى الْمَوْلُودِ لَهُ اور جس کی اولاد ہے اس کے ذمہ رِزْقُهُنَّ ماؤں کا کھانا وَكِسْوَتُهُنَّ اوران کا کپڑا ہے بِالْمَعْرُوفِ قاعدہ کے مطابق لاَ تُكَلَّفُ نَفْسٌ کسی جان کو تکلیف نہیں دی جاتی إِلاَّ وُسْعَهَا مگر اس کی برداشت کے مطابق لاَ تُضَآرَّ وَالِدَةٌ تکلیف نہ دی جائے والدہ کو بِوَلَدِهَا اس کے بچہ کی وجہ سے وَلاَ مَوْلُودٌ لَّهُ اور نہ اس کو تکلیف دی جائے جس کا بچہ ہے بِوَلَدِهِ اس کے بچہ کی وجہ سے وَعَلَى الْوَارِثِ اور وارث کے ذمہ مِثْلُ ذَلِكَ اس طرح سے لازم ہے فَإِنْ أَرَادَا پس اگر دونوں ارادہ کرلیں فِصَالاً دودھ چھڑانے کا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا آپس کی رضامندی سے وَتَشَاوُرٍ اور مشورہ سے فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا پس ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے دودھ چھڑانے میں وَإِنْ أَرَدتُّمْ اور اگر تم چاہو کہ أَنْ تَسْتَرْضِعُواْ دودھ پلوانا أَوْلاَدَكُمْ اپنی اولاد کو فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے إِذَا سَلَّمْتُم جبکہ تم سپرد کردو مَّا آتَيْتُم جو کچھ ان کو دینا طئے کیا ہے بِالْمَعْرُوفِ قاعدہ کے موافق وَاتَّقُواْ اللّهَ اور اللہ سے ڈرو وَاعْلَمُواْ اور جان لو کہ أَنَّ اللّهَ بیشک اللہ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيْرٌ جو کچھ تم کرتے ہو اسکو دیکھ رہا ہے۔

ترجمہ: اور مائیں دودھ پلائیں اپنی اولاد کو دوسال پورے اس کے لئے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے اور جس کی اولاد ہے اس کے ذمہ ماؤں کا کھانا اور کپڑا ہے قاعدہ کے موافق کسی جان کو تکلیف نہیں دی جاتی مگر اس کی برداشت

کے مطابق، نہ تکلیف دی جائے والدہ کو اس کے بچہ کی وجہ سے اور نہ اس کو تکلیف دی جائے جس کا بچہ ہے اس کے بچہ کی وجہ سے اور وارث کے ذمہ اسی طرح سے لازم ہے۔ اگر دونوں آپس کی رضا مندی اور باہم مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے اور اگر تم اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہو تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے جبکہ تم سپرد کر دو جو کچھ ان کو دینا طئے کیا ہے قاعدہ کے مطابق اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بلاشبہ ان کاموں کو دیکھتا ہے اللہ جنہیں تم کرتے ہو۔

تشریح: اس آیت میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں۔

۲۔ یہ مدت ان کے لئے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہیں۔

۳۔ جس باپ کا وہ بچہ ہے اس پر واجب ہے کہ وہ معروف طریقہ پر ان ماؤں کے کھانے اور لباس کا خرچ اٹھائے۔

۴۔ کسی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔

۵۔ نہ تو ماں کو اپنے بچہ کی وجہ سے ستایا جائے اور نہ باپ کو اپنے بچہ کی وجہ سے

۶۔ اس طرح کی ذمہ داری وارث پر بھی ہے۔

۷۔ پھر اگر وہ دونوں والدین آپس کی رضا مندی اور باہمی مشورے سے (دو سال گزرنے سے پہلے ہی) دودھ چھڑانا چاہیں تو اس میں بھی ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

۸۔ اور اگر تم یہ چاہو کہ اپنے بچوں کو کسی انّا سے دودھ پلواؤ تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جبکہ تم نے جو اجرت ٹھہرائی تھی وہ دودھ پلانے والی انّا کو دے دو۔

۹۔ اللہ سے ڈرتے رہو

۱۰۔ جان رکھو کہ اللہ تمہارے سارے کاموں کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔

ماں اپنے بچہ کو دو سال تک دودھ پلائے گی۔ دودھ پلانے کی ذمہ داری ماں پر ہے، بغیر کسی عذر کے ناراضگی یا ضد کی وجہ سے اگر ماں اپنے بچہ کو دودھ نہیں پلائے گی تو وہ گنہگار ہوگی اور جب تک شوہر کے نکاح میں ہے عورت اپنے بچہ کو دودھ پلانے کے لئے اجرت و معاوضہ بھی نہیں لے سکتی اور کوئی خاص عذر نہ ہو تو دو سال کی مدت دودھ پلانے کی پوری کی جائے، دودھ پلانے کی آخری مدت ڈھائی سال ہے، لیکن ڈھائی سال پورے ہونے کے بعد بچہ کو ماں کا دودھ پلانا حرام ہے۔ باپ کے ذمہ بچہ کی ماں یعنی بیوی کے کھانے اور کپڑے کی ذمہ داری ہے معروف طریقہ کے مطابق یعنی عرف میں جو کھانا پینا اور کپڑا پہنا جاتا ہے اس قدر کھانے کپڑے کی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ایسا ہی حکم دیتے ہیں جس کو وہ برداشت کر سکیں۔

لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَّهُ بِوَلَدِهِ اگر ایسے وقت میں میاں بیوی کے درمیان طلاق ہو جائے کہ ان سے بچہ پیدا ہوا اور وہ دودھ پینے کی عمر کا ہو تو ایسی صورت میں ماں کو اس کے بچہ کی وجہ سے اور کسی باپ کو اس کے بچہ کی وجہ سے تکلیف

نہیں پہنچائی جائے گی، مثلاً طلاق ہوگئی تو بچہ کے ماں باپ ایک دوسرے کو تکلیف پہنچانے سے گریز کریں۔ اگر بچہ کی ماں دودھ پلانے سے معذور ہو یا پرورش کے حق سے دستبردار ہو جائے اور یوں کہہ دے کہ کسی اور سے دودھ پلوالو تو ایسی صورت میں اس کا باپ زبردستی نہیں کرے گا کہ تجھے ہی پلانا ہوگا اور مفت پلانا ہوگا یا اگر ماں اجرت لے کر دودھ پلانے پر راضی ہو تو باپ یہ نہ کہے کہ میں تجھ سے دودھ نہیں پلواتا، میں دوسری عورت کو زیادہ اجرت دوں گا لیکن تجھے ایک کوڑی بھی نہیں دوں گا۔ یہ طریقہ اعتدال سے ہٹا ہوا طریقہ ہے۔ دونوں کو انصاف واحسان کے ساتھ ایسی صورت میں معاملہ کرنا چاہئے۔

اگر بچہ کا باپ نہ ہو تو ایسی صورت میں جو اس کا وارث ہوگا اس پر بھی یہی مسئلہ ہوگا کہ اگر بچہ کا باپ وفات پا جائے تو ایسی صورت میں بچہ کی وراثت میں جو مال ملا ہے اس میں سے اس بچہ کے دودھ پلانے کا انتظام کرے۔

اگر دو سال سے پہلے ہی مثلاً چھ ماہ یا ایک سال کی مدت میں ہی اگر میاں بیوی دونوں اپنی رضامندی اور باہمی مشورے سے بچہ کا دودھ چھڑا دینا چاہیں تو اس میں کوئی گناہ بھی نہیں ہے، البتہ دونوں کو چاہئے کہ مشورہ اور فیصلہ میں بچہ کی مصلحت اور افادیت کو ذہن میں رکھیں اور فیصلہ کریں۔ ایسی صورت میں جبکہ بچہ ماں کے دودھ کے علاوہ اوپر کا دودھ نہیں پیتا اور ایسی صورت میں دودھ چھڑا دیا گیا تو ظاہر ہے کہ بچہ کی صحت پر اثر پڑے گا۔ اگر تم بچوں کو ماں کے علاوہ کسی دوسری عورت کا دودھ پلوانا چاہو تو اس میں کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔ شریعت میں اس بات کی گنجائش ہے کہ ماں کے زندہ رہتے ہوئے بچہ کی مصلحت کے پیش نظر کسی اور مناسب عورت سے دودھ پلوایا جائے۔ اس میں ایک بات یہ بھی بتلا دی گئی کہ جب کسی عورت کو دودھ پلانے پر مقرر کریں تو اس کی اجرت اچھی طرح سے طئے کر لیں، ایسا نہ کریں کہ اجرت طئے کر کے اسے بالکل ہی نہ دیں یا جو اجرت طئے ہوئی تھی اس سے کم دیں اور ٹال مٹول سے کام لیں۔

ان امور میں جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے ان حقوق کی ادائیگی میں اللہ سے ڈریں اور یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔

درس نمبر (۱۸۶) بیوہ عورت کی عدت کی مدت سورۃ البقرۃ: ۲۳۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيْم

وَالَّـذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجاً يَّتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْراً فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْ أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيْرٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ يُتَـوَفَّوْنَ مِنكُمْ تم میں سے وفات پا جائیں وَيَذَرُونَ اور چھوڑ جائیں أَزْوَاجاً بیویاں يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ روکے رکھیں اپنی جانوں کو أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْراً چار مہینے دس دن فَإِذَا بَلَغْنَ پھر جب وہ پہنچ جائیں أَجَلَهُنَّ اپنی میعاد کو فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ پس تم پر کوئی گناہ نہیں فِيْمَا فَعَلْنَ اس بات میں کہ وہ فیصلہ کرلیں فِيْ أَنْفُسِهِنَّ اپنی جانوں کے بارے میں بِالْمَعْرُوفِ خوبی کے ساتھ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے

ہواس سے خَبِیْرٌ باخبر ہے۔

ترجمہ: اورتم میں سے جولوگ وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو یہ بیویاں اپنی جانوں کو روکے رکھیں چار مہینے دس دن پھر جب وہ پہنچ جائیں اپنی میعاد کو تو تم پر کوئی گناہ نہیں اس بات میں کہ وہ عورتیں اپنی جانوں کے بارے میں خوبی کے ساتھ کوئی فیصلہ کرلیں اور جو تم کرتے ہو اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

ا۔تم میں سے جولوگ وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ کر جائیں تو وہ بیویاں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن تک انتظار میں رکھیں گی۔

۲۔پھر جب وہ اپنی عدت کی میعاد کو پہنچ جائیں تو وہ اپنے بارے میں جو کارروائی مثلاً دوسرا نکاح قاعدے کے مطابق کریں تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔

۳۔جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

ایک تو بیوہ کی عدت کی مدت بیان کی گئی ہے کہ جب کسی عورت کا شوہر انتقال کر جائے تو ایسی صورت میں وہ عورت انتقال کے فوری بعد دوسرے کسی شخص سے نکاح نہیں کرسکتی بلکہ اس پر لازم ہیکہ وہ اپنے آپ کو چار مہینہ دس دن تک نکاح سے روکے رکھے۔چار مہینہ دس دن کی اس مدت کو عدت کہا جاتا ہے۔عدت کے دوران عورت سوگ میں رہے،خوشبو،مہندی وغیرہ نہ لگائے اور بن ٹھن کر نہ رہے۔یہ چار مہینے دس دن کی عدت اس کے لئے ہے جس کو حمل نہ ہو۔اگر شوہر کے انتقال کے وقت عورت حاملہ تھی تو اس کے وضعِ حمل تک اس کی عدت ہے۔سورۂ طلاق میں یہ حکم موجود ہے۔جب بچہ پیدا ہوگا تو پھر اس کے بعد وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے گی۔

جب عدت گزر جائے تو اس بیوہ عورت کو اختیار ہے کہ خوبی کے ساتھ شرعی قواعد کے مطابق جس سے چاہے نکاح کرلے۔ایسی صورت میں کسی کو رکاوٹ ڈالنے کا کوئی اختیار نہیں ہے، بلکہ عورت عدت کی مدت ختم ہونے کے بعد اپنے بارے میں خودمختار ہے۔بعض سسرالی رشتہ دار یا خود عورت کے اپنے رشتہ دار یا سرپرست بیوہ عورت کو عدت کے بعد نکاح کرنے میں رکاوٹ ڈالتے ہیں جبکہ یہ اس پر ظلم ہے۔جب اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں عورت کو اجازت دی ہے کہ وہ اپنے اختیار سے نکاح کرے تو پھر ہمیں کیا اختیار ہے کہ ہم اس کو نکاح سے روکیں؟ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اختیار پر روک لگانا بہت بڑا جرم ہے۔اس کے مضر اثرات بھی سماج پر پڑتے ہیں۔اگر سرپرستوں کی طرف سے اس عورت کو نکاح سے روکا گیا اور جائز صورت سے اپنی خواہشات کی تکمیل سے اس کو محروم کردیا گیا اور وہ کسی حرام کاری میں مبتلا ہوگئی تو اس خرابی اور حرام کاری کے ذمہ دار تو وہی ہیں جنہوں نے اس کو نکاح سے روکا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کے حکموں کو سامنے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

درس نمبر (۱۸۷) سورۃ البقرۃ: ۲۳۵

بیوہ عورت اور پیغامِ نکاح

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَـٰكِن لاَّ تُوَاعِدُوهُنَّ سِرّاً إِلاَّ أَن تَقُولُواْ قَوْلاً مَّعْرُوفاً وَلاَ تَعْزِمُواْ عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ تم پر کوئی گناہ نہیں فِيمَا اس بات میں کہ عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ نکاح کا پیغام دینے میں کوئی بات اشارۃً کہہ دو أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ یا پوشیدہ رکھو تم اپنے دل میں عَلِمَ اللّٰهُ البتہ اللہ کو معلوم ہے کہ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ تم ان عورتوں کا ذکر کرو گے وَلَـٰكِن لاَّ تُوَاعِدُوهُنَّ سِرّاً لیکن ان سے نکاح کا خفیہ طور پر وعدہ نہ کر لینا إِلاَّ أَن تَقُولُواْ مگر یہ کہ ان سے ایسی بات کہو جو قَوْلاً مَّعْرُوفاً قاعدہ کے موافق ہو وَلاَ تَعْزِمُواْ عُقْدَةَ النِّكَاحِ اور تم نکاح کرنے کا ارادہ مت کرو حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ یہاں تک کہ عدت قانون کے مطابق ختم ہو جائے وَاعْلَمُواْ اور جان رکھو کہ أَنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ يَعْلَمُ جانتا ہے مَا فِي أَنفُسِكُمْ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے فَاحْذَرُوهُ پس تم اسی سے ڈرو وَاعْلَمُواْ اور یہ بات بھی جان لو کہ أَنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ غَفُورٌ حَلِيمٌ بخشنے والا بردبار ہے۔

ترجمہ: اور تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ ان عورتوں کو اشارۃً نکاح کا پیغام دے دو یا اپنے دلوں میں پوشیدہ رکھو اللہ کو معلوم ہے کہ بے شک تم ان عورتوں کا ذکر کرو گے لیکن ان سے نکاح کا خفیہ طور پر وعدہ نہ کر لینا مگر یہ کہ ان سے ایسی بات کہو جو قاعدہ کے موافق ہو اور تم نکاح کرنے کا ارادہ مت کرو یہاں تک کہ عدت قانون کے مطابق ختم ہو جائے اور تم جان لو کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اور تم اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے اور بردبار ہے۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ عدت کے دوران اگر تم نے ان عورتوں کو اشارے کنائے میں نکاح کا پیغام دیا یا ان سے نکاح کا ارادہ دل میں چھپائے رکھا تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

۲۔ اللہ جانتا ہے کہ تم ان سے نکاح کا ارادہ دل میں لاؤ گے لیکن ان سے نکاح کا دو طرفہ وعدہ مت کرنا۔

۳۔ اِلّا یہ کہ مناسب طریقہ سے کوئی بات کہہ دو۔

۴۔ نکاح کا عقد پکا کرنے کا اس وقت تک ارادہ بھی مت کرنا جب تک عدت کی مقررہ مدت اپنی میعاد کو نہ پہنچ جائے۔

۵۔ یاد رکھو کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ اسے خوب جانتا ہے لہٰذا اس سے ڈرتے رہو۔

۶۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بڑا بردبار ہے۔

جو بیوہ عورت عدت گزار رہی ہے اس عورت کے بارے میں یہ حکم دیا گیا کہ جو عورتیں عدت گزار رہی ہیں ان کی عدت کے دوران ان کو صاف صریح الفاظ میں نکاح کا پیغام نہ دیا جائے ہاں! اگر اشارہ اور کنایہ میں ذکر کردیا جائے اور مثال کے طور پر بیوہ عورت سے یہ کہہ دیا جائے کہ فکر مت کرو اللہ مددگار ہے ان شاء اللہ تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی یا اس کے علاوہ کوئی اور بات جس میں وضاحت کئے بغیر صرف اشارہ ہو تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے اور اس بات میں بھی کوئی گناہ نہیں کہ کسی بیوہ عورت کے بارے میں اس کی عدت کے دنوں میں صرف دل میں یہ خیال کرلیا جائے کہ اس کی عدت گزر جائے گی تو اس سے نکاح کرلوں گا۔

عدت والی عورت اور پیغام دینے والا مرد آپس میں خفیہ طریقہ پر نکاح کرنے کا آپس میں وعدہ نہ کرلیں اور اس کی بھی اجازت نہیں کہ عدت ختم ہونے سے پہلے نکاح کرلیں اور آیت کے اختتام میں یہ بات صاف بتلادی گئی کہ دلوں کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اس لئے اللہ سے ڈرو جو علیم وخبیر ہے، اس کے حکموں کی خلاف ورزی کرکے گنہگار مت بن جاؤ اور اگر کبھی کوئی خطا ہو جائے تو فوری توبہ کرلو، اللہ تعالیٰ بخشنے والا بھی ہے اور حلیم وبردبار بھی ہے۔

درس نمبر (۱۸۸) نکاح کے فوری بعد طلاق کے احکام سورۃ البقرۃ:۲۳۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَّا جُنَـاحَ عَـلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيْضَةً وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعاً بِالْمَعْرُوفِ حَقّاً عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَّا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ کوئی گناہ نہیں تم پر إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ جب تم عورتوں کو طلاق دو مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ جبکہ تم نے ان کو چھوا نہ ہو أَوْ تَـفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيْضَةً اور نہ ان کے لئے مہر مقرر کیا ہو وَمَتِّعُوهُنَّ اور ان کو کچھ خرچ دے دو عَلَى الْمُوسِعِ گنجائش رکھنے والے پر قَدَرُهُ اس کی حیثیت کے بقدر ہے وَعَلَى الْمُقْتِرِ اور تنگدست پر قَدَرُهُ اس کی حیثیت کے بقدر ہے مَتَـاعـاً بِـالْمَعْرُوفِ یہ فائدہ پہنچانا عمدہ طریقہ پر ہو حَـقّـاً عَـلَى الْمُحْسِنِيْنَ یہ واجب ہے اچھا سلوک کرنے والوں پر۔

ترجمہ: کوئی گناہ نہیں تم پر اگر طلاق دے دو عورتوں کو جبکہ تم نے اس کو چھوا نہ ہو اور نہ مہر مقرر کیا ہو اور ان کو متعہ دے دو گنجائش رکھنے والے پر گنجائش کے بقدر ہے اور تنگدست پر اس کی حیثیت کے موافق ہے، یہ فائدہ پہنچانا عمدہ طریقہ پر ہو واجب ہے اچھا سلوک کرنے والوں پر۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تم پر اس میں بھی کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم عورتوں کو ایسے وقت طلاق دو جبکہ ابھی تم نے ان کو چھوا بھی نہ ہو اور نہ کوئی مہر مقرر کیا ہو کہ ایسی صورت میں ان کو کوئی تحفہ دو۔

۲۔خوشحال شخص اپنی حیثیت کے مطابق اور غریب آدمی اپنی حیثیت کے مطابق بھلے طریقہ سے یہ تحفہ دے۔

۳۔یہ نیک آدمیوں پر ایک لازمی حق ہے۔

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو صرف نکاح کر کے طلاق دے ایسی صورت میں کہ نہ اسے ہاتھ لگایا ہو یعنی نہ جماع کیا ہو اور نہ اس کے ساتھ خلوت صحیحہ ہوئی ہو اور ابھی مہر بھی مقرر نہیں کیا ہو تو ایسی صورت میں شوہر پر مہر دینا واجب نہیں ہے۔البتہ دلداری اور احسان کے طور پر کچھ دیدے چاہے وہ ایک جوڑا کپڑے ہی کی صورت میں ہو۔یہ جو کچھ نفقہ دینے کی بات کہی گئی ہے وہ مرد کی حیثیت کے مطابق ہوگا۔اگر مالدار ہے تو اپنی حیثیت سے کچھ زیادہ ہی دیدے اور اگر تنگدست ہے تو اپنی حیثیت کے مطابق کچھ دیدے۔بس یہ جو مرد عورت کو نفع پہنچا رہا ہے شرعی قاعدہ کے مطابق ہو اور یہ محسنین پر واجب ہے،احسان کے درجہ میں اس کو معروف اور بھلے طریقہ سے دیدے۔یہ جو بات کہی جارہی ہے یہ نکاح وہ نکاح ہے جو حضور ﷺ،صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے زمانہ میں یکدم سادگی کے ساتھ انجام دیئے جاتے تھے اور کوئی اہتمام نہ لڑکے والوں کی طرف سے ہوتا تھا اور نہ لڑکی والوں کی طرف سے ہوتا تھا۔اس قسم کے جو نکاح ہوتے ہیں ایسی صورت میں اگر نکاح کے بعد صحبت ہونے سے قبل اور مہر کے متعین ہونے سے قبل طلاق دی جاتی ہے تو یہ کوئی بڑا مسئلہ بھی نہیں ہوتا۔مسائل تو جب پیدا ہوتے ہیں جب نکاح کے لئے جوڑا جہیز اور اس کے لئے دعوتیں اور شادی خانے اور لاکھوں روپئے خرچ ہوں اور نکاح ہو اور نکاح کے فوری بعد خلوت سے پہلے طلاق دیدے تو ظاہر ہیکہ ایسی صورت میں ہنگامہ کھڑا ہو جائے گا۔اس آیت کو دورِ رسالت ﷺ اور دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نکاح کی کیفیت اور نوعیت کو سامنے رکھ کر اگر سمجھا جائے تو کوئی اعتراض ذہن میں نہیں آئے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں احکامِ الٰہی کو ماننے کی توفیق بخشے۔آمین

درس نمبر(۱۸۹) طلاق اور مہر سے متعلق مسائل سورۃ البقرۃ:۲۳۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّآ أَنْ يَّعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِىْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَأَنْ تَعْفُوٓا أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ اور اگر تم ان کو طلاق دے دو مِنْ قَبْلِ اس سے پہلے کہ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ تم نے ان کو چھوا نہیں وَقَدْ فَرَضْتُمْ حالانکہ تم مقرر کر چکے لَهُنَّ فَرِيْضَةً ان کے لئے مہر فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ تو جتنا تم نے مقرر کیا اس کا آدھا ہے إِلَّآ أَنْ يَّعْفُونَ مگر یہ کہ وہ اگر معاف کردیں أَوْ يَعْفُوَ الَّذِىْ یا وہ شخص معاف کردے بِيَدِهٖ جس کے ہاتھ میں ہے عُقْدَةُ النِّكَاحِ نکاح کی گرہ وَأَنْ تَعْفُوٓا اور اگر تم معاف کردو أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى تقویٰ کے زیادہ قریب ہے وَلَا تَنْسَوُا اور مت بھولو الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ آپس میں احسان کرنے کو إِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ جو تم کررہے ہو اسے دیکھ رہا ہے

ترجمہ: اور اگر تم ان کو اس سے پہلے طلاق دے دو کہ ان کو چھوا ہو حالانکہ ان کے لئے مہر مقرر کر چکے ہو تو اس صورت میں اس کا آدھا ہے جتنا تم نے مقرر کیا ہے مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں یا وہ شخص بیان کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور یہ بات کہ تم معاف کر دو زیادہ قریب ہے تقویٰ سے اور نہ بھولو آپس میں احسان کرنے کو بیشک اللہ اس کو دیکھنے والا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اگر تم نے انہیں چھونے سے پہلے ہی اس حالت میں طلاق دی ہو جبکہ ان کے لئے نکاح کے وقت کوئی مہر مقرر کر لیا تھا تو جتنا مہر مقرر کیا تھا اس کا آدھا دینا واجب ہے۔

۲۔ اِلّا یہ کہ وہ عورتیں رعایت کر دیں اور آدھے مہر کا بھی مطالبہ نہ کریں۔

۳۔ یا وہ شوہر جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے رعایت کرے اور پورا مہر دیدے۔

۴۔ اگر تم رعایت کرو تو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

۵۔ آپس میں فراخ دلی کا برتاؤ کرنا مت بھولو۔

۶۔ جو بھی عمل تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ یقیناً اسے دیکھ رہا ہے۔

پچھلی آیت میں جو صورت بیان کی گئی تھی اس میں مہر بھی مقرر نہیں تھا اور خلوت بھی نہیں ہوئی تھی تو ایسی صورت میں مہر دینا شوہر پر لازم نہیں تھا۔

یہ دوسری صورت ہے جو اس آیت میں بیان کی جا رہی ہے وہ یہ کہ اگر خلوت سے پہلے طلاق دے دی اور مہر بھی مقرر کر دیا گیا تھا تو ایسی صورت میں آدھا مہر دینا لازم ہوگا۔ البتہ اگر عورت خود سے وہ آدھا مہر بھی معاف کر دے یا عورت کا ولی جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ اور کنجی ہے وہ خود ہی معاف کر دے تو وہ آدھا مہر بھی لازم نہیں ہوگا۔

اپنے حق کے معاملہ میں درگزر کر دینے ہی کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے قریب قرار دیا ہے اور یہ نصیحت بھی اللہ تعالیٰ نے کی ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے پر احسان کرنے کو مت بھولو ہمیشہ ایک دوسرے پر احسان والا معاملہ کرتے رہو اللہ تعالیٰ تمہارے معاف کرنے اور تمہارے ایک دوسرے پر احسان کرنے والے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور جب دیکھ رہا ہے تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اس کی جزاء بھی اپنی شانِ رحیمی سے خوب سے خوب تر شکل میں عطا فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر حال میں اس کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۱۹۰) نماز کی پابندی کا حکم سورۃ البقرۃ:۲۳۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلاَةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: حَافِظُوا پابندی کرو عَلَى الصَّلَوَاتِ نمازوں کی وَالصَّلاَةِ الْوُسْطَى اور درمیان والی نماز کی وَقُومُوا اور کھڑے ہو جاؤ لِلّٰهِ اللہ کے لئے قَانِتِيْنَ اس حال میں کہ عاجزی اختیار کئے ہوئے ہو۔

ترجمہ: پابندی کرو نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی اور کھڑے ہو جاؤ اللہ کے لئے اس حال میں کہ عاجزی اختیار کئے ہوئے ہو۔

تشریح: اِس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔تمام نمازوں کا پورا پورا خیال رکھو۔

۲۔خاص طور پر بیچ کی نماز کا۔

۳۔اللہ کے سامنے باادب فرمانبردار بن کر کھڑے ہوا کرو۔

نمازوں کی پابندی کرو یعنی پانچ وقت کی وہ نمازیں جو دن اور رات میں فرض کی گئی ہیں، فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء ان پانچوں نمازوں کو پابندی کے ساتھ بلا ناغہ ادا کرو، ایسا نہیں کہ فجر پڑھ لی اور ظہر چھوڑ دی، مغرب پڑھ لی اور عصر چھوڑ دی بلکہ ان پانچوں نمازوں کو پوری پابندی کے ساتھ ادا کرو۔ فجر کے وقت تم گہری نیند میں ہو جب بھی اس نماز کے لئے اٹھ جاؤ اور نمازِ فجر ادا کرو۔ ظہر اور عصر کے وقت تم ملازمت اور کاروبار میں یقیناً مصروف رہو گے یا کھانے پینے اور قیلولہ کرنے میں مگن رہو گے۔ مگر یاد رکھو کہ اس ملازمت سے بہتر نماز ہے۔ کاروبار اور ملازمت کے بہانے تم نماز سے غافل مت رہو، پابندی کے ساتھ نماز پڑھو۔

مغرب کے وقت تم کاروبار میں مصروف رہو گے، لیکن یاد رکھو جو کاروبار تم کر رہے ہو اس کاروبار کا نفع اس اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کی عبادت کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے، چھوڑ و اپنی دوکانیں اور چلو نماز کی طرف، نفع اور کامیابی تو اسی نماز میں ہے۔ عشاء کے وقت تم تھک ہار کر گھر میں بیٹھے رہو گے مگر موذن کی آواز تمہارے کانوں پر پڑ رہی ہے 'حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح آؤ نماز کی طرف اور آؤ کامیابی کی طرف' تو اٹھ جاؤ سستی کو بھگا دو اور کہہ دو کہ غفلت سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں اور نماز کیلئے چل پڑو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات بھی بتلائی کہ درمیان والی نماز کی پابندی کرو۔ احادیث صحیحہ میں صلوٰۃ وسطیٰ یعنی درمیان والی نماز سے مراد عصر کی نماز ہے۔ اس نماز کا بطور خاص حکم اس لئے دیا گیا کہ یہ وقت عموماً کاروبار کا ہوتا ہے۔ اور کاروبار کے وقت کاروبار چھوڑ کر نماز کی ادائیگی کیلئے جانا بعض مرتبہ گراں محسوس ہوتا ہے اس لئے اس نماز کی پابندی کا بطور خاص حکم دیا گیا۔

وَقُومُوا لِلّٰہِ قَانِتِیۡنَ اللہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ اس حال میں کہ عاجزی اختیار کئے ہوئے ہو۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں نماز کے اندر باتیں کر لیا کرتے تھے، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی، پھر ہمیں نماز میں خاموشی کا حکم دیا گیا اور آپس میں بات کرنے سے روک دیا گیا۔ (بخاری)

درس نمبر(۱۹۱) # ہر حال میں نماز کی پابندی سورۃ البقرۃ:۲۳۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالاً أَوْ رُكْبَاناً فَإِذَا أَمِنتُمْ فَاذْكُرُواْ اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُواْ تَعْلَمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَإِنْ خِفْتُمْ پھر اگر تم کو خوف ہو تو فَرِجَالاً تو کھڑے ہوئے أَوْ رُكْبَاناً یا سواری پر بیٹھے ہوئے (نماز پڑھ لیا کرو) فَإِذَا أَمِنتُمْ پھر جب تم کو امن حاصل ہو جائے تو فَاذْكُرُواْ اللّٰهَ پس اللہ کو یاد کرو كَمَا عَلَّمَكُم جیسا کہ اس نے تمہیں سکھایا مَّا لَمْ تَكُونُواْ تَعْلَمُونَ جو تم نہیں جانتے تھے۔

ترجمہ: پھر اگر تم کو خوف ہو تو کھڑے ہوئے یا سواری پر بیٹھے ہوئے نماز پڑھ لیا کرو پھر جب تم کو امن حاصل ہو جائے تو اللہ کو یاد کرو جیسا کہ اس نے تمہیں سکھایا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اگر تمہیں دشمن کا خوف لاحق ہو تو کھڑے کھڑے یا سوار ہونے کی حالت ہی میں نماز پڑھ لو

۲۔ پھر جب تم امن کی حالت میں آ جاؤ تو اللہ کا ذکر اس طریقہ سے کرو جو اس نے تم کو سکھایا ہے جس سے تم پہلے ناواقف تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خوف اور امن دونوں صورتوں میں نماز کی ادائیگی کی تلقین فرمائی ہے۔ بعض اوقات ایسی صورتِ حال پیش آ جاتی ہے کہ دشمنوں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے، اس موقع پر ایسا بھی ہوتا ہے کہ باقاعدہ رکوع اور سجدہ کے ساتھ نماز پڑھنا ممکن نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں یا تو کھڑے کھڑے اشارہ ہی سے نماز پڑھ لیا کریں، ظاہر ہے کہ رکوع اور سجدہ کا فائدہ اٹھا کر دشمن حملہ نہ کر دے اور گر ایسی صورتِ حال ہے کہ زمین پر اترنے کا بھی موقع نہیں ہے تو پھر دوسری صورت یہ ہے کہ سواری پر ہی نماز پڑھ لیں، پھر جب امن ہو جائے اور دشمن کا خوف اور حملہ کا خدشہ ختم ہو جائے تو پھر اسی طرح نماز ادا کرے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہم کو سکھلایا ہے یعنی عام حالت میں جس طرح رکوع اور سجدہ کے اہتمام کے ساتھ نماز پڑھی جاتی ہے اسی طرح نماز پڑھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگِ خندق کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کفارِ مکہ کو برا کہنے لگے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! میں نماز نہیں پڑھ سکا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کی قسم میں نے بھی عصر نہیں پڑھی، پھر وادی بطحان کی طرف توجہ فرمائی اور آپ ﷺ نے وضو کیا اور ہم نے بھی وضو کیا، اس کے بعد آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی جبکہ سورج غروب ہو چکا تھا۔ اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

اِس آیت سے نماز کی کس قدر اہمیت معلوم و محسوس ہوتی ہے کہ اس قدر مشکل ترین حالات میں بھی جبکہ دشمن

گھات میں لگا ہوا ہے،خوف کا ماحول چھایا ہوا ہے،ایسی صورت میں بھی نماز چھوڑنے کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ جس قدر آسانی اور ممکن ہو نماز پڑھنے کی تلقین کی گئی کہ کھڑے کھڑے اشارہ سے ہی نماز ادا کرلو یا سواری پر بیٹھے بیٹھے ہی پڑھ لو مگر نماز مت چھوڑو۔جو لوگ خواہ مخواہ نماز چھوڑ دیتے ہیں اور غفلت کرتے ہیں ان کیلئے اس آیت میں بہت بڑا سبق ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر حالت میں نماز کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

درس نمبر (۱۹۲) بیوہ عورت کے لئے وصیت کا حکم سورۃ البقرۃ:۲۴۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّـذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجاً وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِم مَّتَاعاً إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيَ أَنفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوفٍ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَالَّـذِيْنَ اور جو لوگ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ تم میں سے وفات پا جائیں وَيَذَرُوْنَ اور چھوڑ جائیں أَزْوَاجاً بیویوں کو وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِم وصیت کر دیں اپنی بیویوں کیلئے مَّتَاعاً متمتع ہونے کی إِلَى الْحَوْلِ ایک سال تک غَيْرَ إِخْرَاجٍ اس طور پر کہ وہ گھر سے نہ نکالی جائیں فَإِنْ خَرَجْنَ پس اگر وہ خود نکل جائیں تو فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ تم پر کوئی گناہ نہیں ہے فِيْ مَا فَعَلْنَ اس بات میں کہ وہ اختیار کرلیں فِيَ أَنفُسِهِنَّ اپنی جانوں کے لئے مِنْ مَّعْرُوفٍ قاعدہ کے مطابق وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اور اللہ عزت والا حکمت والا ہے۔

ترجمہ: اور تم میں سے جو وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنی بیویوں کے حق میں یہ وصیت کر جایا کریں کہ ایک سال تک وہ (ترکے سے نفقہ وصول کرنے کا) فائدہ اٹھائیں گی اور ان کو شوہر کے گھر سے نکالا نہیں جائے گا۔ہاں! اگر وہ خود نکل جائیں تو اپنے حق میں قاعدے کے مطابق وہ جو کچھ بھی کریں اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا اور اللہ صاحبِ اقتدار بھی ہے صاحبِ حکمت بھی۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنی بیویوں کے حق میں یہ وصیت کر جائیں۔

۲۔ایک سال تک وہ ترکہ سے نفقہ وصول کرنے کا فائدہ اٹھائیں گی۔(نوٹ: یہ حکم منسوخ ہے)

۳۔ان کو شوہر کے گھر سے نکالا نہیں جائے گا۔

۴۔ہاں! اگر وہ خود ہی نکل جائیں تو اپنے حق میں قاعدے کے مطابق وہ جو کچھ بھی کریں اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

۵۔اللہ صاحبِ اقتدار بھی ہے صاحبِ حکمت بھی ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی عورت بیوہ ہوجاتی تھی تو اس کی عدت ایک سال تھی۔اس کو ایک سال تک کے لئے ایک کوٹھڑی میں رکھا جاتا تھا اور ایک سال کے بعد اس کو اس کوٹھڑی سے باہر نکالتے تھے اور اس کی گود میں اونٹ کی مینگنیاں بھر دیتے تھے پھر اسے باہر گلی کوچے میں نکالتے تھے۔وہ اس وقت لوگوں پر مینگنیاں پھینکتی جاتی تھی۔اس طرح لوگ سمجھ جاتے تھے کہ اس کی عدت ختم ہوگئی۔(بخاری ومسلم) اس قسم کی جاہلیت کو سننے کے بعد اسلام کی بے مثال ثقافت،تہذیب و پاکیزگی کا احساس ہوتا ہے۔اسلام نے کس قدر جاہلیت کی رسموں کو ختم کیا اور لوگوں نے از خود اپنے کاندھوں پر جو طوق ڈال لیا تھا اسلام نے اس طوق سے انہیں آزاد کردیا۔ظاہر ہے کہ ایک بیوہ عورت کی کس قدر ہتک اور بے عزتی اس طریقہ میں ہے جو زمانۂ جاہلیت میں تھی،اسلام نے ان ساری فرسودہ اور غیر مہذب رسومات کو ختم کردیا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ زمانۂ جاہلیت میں بیوہ کی عدت ایک سال تھی اسلام نے دھیرے دھیرے ان خرافات کو ختم کیا۔ابتداءِ اسلام میں بھی بیوہ عورت کی عدت کی مدت ایک سال ہی تھی اور بیوہ سے متعلق وراثت کا حکم آنے سے پہلے یہی حکم تھا جو اس آیت میں بیان کیا گیا کہ مرد اپنی وفات کے وقت وصیت کریں گے کہ ایک سال کا نفقہ اس بیوہ عورت کو اس کے مال میں سے دے اور ایک سال تک وہ اپنے شوہر کے گھر ہی میں رہے لیکن جب سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۴ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجاً يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْراً نازل ہوئی اور بیوہ کی عدت کی مدت چار مہینے دس دن قرار دی گئی تو اس آیت پر عمل کرنا منسوخ ہوگیا اور بیوہ عورت کا وراثت میں حصہ بھی جب بیان کردیا گیا تو ایک سال کے نفقہ کی بات بھی ختم ہوگئی۔اب شوہر کے انتقال کے بعد شوہر کے وراثت کے مال میں سے جو حصہ شریعت نے مقرر کیا ہے وہ دے دیا جائے گا اور ایک سال کا نفقہ نہیں دیا جائے گا۔ظاہر ہے کہ اس حکم میں عورت پر احسان ہے،اس لئے کہ ایسی صورت میں وراثت میں وہ باقاعدہ وارث بن گئی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان مسائل کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

درس نمبر (۱۹۳) مطلقہ عورت کے ساتھ احسان سورۃ البقرۃ:۲۴۱۔۲۴۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقّاً عَلَى الْمُتَّقِيْنَ O كَذَالِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلِلْمُطَلَّقَاتِ اور طلاق دی ہوئی عورتوں کے لئے مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ فائدہ پہنچانا ہے اچھے طریقہ سے حَقّاً عَلَى الْمُتَّقِيْنَ یہ ضروری قرار دیا گیا ہے متقیوں پر O كَذَالِكَ اسی طرح يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ تمہیں اللہ بیان فرماتا ہے آيَاتِهِ اپنی آیات لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم سمجھو۔

ترجمہ: اور طلاق دی ہوئی عورتوں کے لئے فائدہ پہنچانا ہے اچھے طریقہ پر،یہ ضروری قرار دیا گیا ہے متقیوں پر اسی

طرح اللہ بیان فرماتا ہے اپنی آیات تاکہ تم سمجھو۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ مطلقہ عورتوں کو قاعدے کے مطابق فائدہ پہنچانا متقیوں پر ان کا حق ہے۔

۲۔ اللہ اپنے احکام اسی طرح وضاحت سے تمہارے سامنے بیان کرتا ہے۔

۳۔ تاکہ تم سمجھداری سے کام لو۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۶ میں مطلقہ عورتوں کو کچھ خرچ دے دینے کا حکم دیا گیا تھا اور اپنی حیثیت کے مطابق دینے کی بات بھی بتلا دی گئی، ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا کہ حَقّاً عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ یہ واجب ہے اچھا سلوک کرنے والوں کیلئے یعنی احسان کرنے والوں کیلئے۔ جب حَقّاً عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ کی بات کہی گئی تو ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ یہ تو احسان اور سلوک کی بات ہے یعنی نفلی کام ہے چاہے عمل کروں یا عمل نہ کروں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس آیت میں بجائے حَقّاً عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ کے حَقّاً عَلَى الْمُتَّقِيْنَ کہا گیا کہ یہ ضروری قرار دیا گیا ہے متقیوں پر۔ اس جملہ کے ذریعہ یہ واضح کیا گیا کہ جو شخص اس پر عمل نہیں کرے گا وہ گنہگار ہوگا۔ بعض مفسرین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس آیت میں مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ جو کہا گیا ہے اس سے مراد عدت کے زمانہ کا نان ونفقہ ہوسکتا ہے کیونکہ وہ بھی نفع پہنچانے میں شامل ہے۔

درس نمبر (۱۹۴) سورۃ البقرۃ: ۲۴۳۔۲۴۴

موت سے کوئی بھاگ نہیں سکتا

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُواْ مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوتُواْ ثُمَّ أَحْيَاهُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَـكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لاَ يَشْكُرُوْنَ O وَقَاتِلُواْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہیں دیکھا إِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو خَرَجُواْ نکلے مِنْ دِيَارِهِمْ اپنے گھروں سے وَهُمْ أُلُوفٌ اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے حَذَرَ الْمَوْتِ موت کے ڈر سے فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ پس اللہ نے ان سے کہا کہ مُوتُواْ تم مرجاؤ ثُمَّ أَحْيَاهُمْ پھر ان کو زندہ فرما دیا إِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ لَذُو فَضْلٍ فضل والے ہیں عَلَى النَّاسِ لوگوں پر وَلَـكِنَّ لیکن أَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ لاَ يَشْكُرُوْنَ شکر نہیں کرتے O وَقَاتِلُواْ اور قتال کرو فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں وَاعْلَمُواْ اور جان لو کہ أَنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ سننے والا جاننے والا ہے۔

ترجمہ: کیا تم نے ایسے لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے اور وہ تعداد میں ہزاروں تھے، پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ مرجاؤ پھر ان کو زندہ فرمایا بے شک اللہ ضرور فضل والا ہے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے اور قتال کرو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

ا۔کیا تمہیں ان لوگوں کا حال معلوم نہیں ہوا جو موت سے بچنے کے لئے اپنے گھروں سے نکل آئے تھے اور ہزاروں کی تعداد میں تھے؟

۲۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا مر جاؤ پھر انہیں زندہ کیا۔

۳۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر بہت فضل فرمانے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔

۴۔اللہ کے راستہ میں جنگ کرو۔

۵۔یقین رکھو کہ اللہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

اس سلسلہ میں تفسیر ابنِ کثیر میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے حوالہ سے اس واقعہ کی تشریح یوں بیان کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل کی کوئی جماعت ایک شہر میں بستی تھی اور وہاں کوئی سخت وبا طاعون وغیرہ پھیل گیا، یہ لوگ جو تقریباً دس ہزار کی تعداد میں تھے گھبرا اٹھے اور موت کے خوف سے اس شہر کو چھوڑ کر دو پہاڑوں کے درمیان ایک وسیع میدان میں جا کر مقیم ہو گئے۔ ان لوگوں پر اور دوسرے لوگوں پر یہ واضح کرنے کیلئے کہ موت سے کوئی شخص بھاگ کر جان نہیں چھڑا سکتا دو فرشتے بھیج دیئے جو میدان کے دونوں سروں پر آ کھڑے ہوئے اور کوئی ایسی آواز دی جس سے سب کے سب بیک وقت مر گئے، ایک شخص بھی زندہ نہ رہا۔ آس پاس کے لوگوں کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو یہاں پہنچے۔ دس ہزار انسانوں کے کفن دفن کا انتظام آسان کام نہ تھا اس لئے ان کے گرد ایک احاطہ کھینچ کر چھوڑ دیا ان کی نعشیں حسبِ دستور گل سڑ گئیں، ہڈیاں پڑی رہ گئیں۔ ایک لمبے عرصہ کے بعد بنی اسرائیل کے ایک پیغمبر جن کا نام حزقیل بتلایا گیا ہے اس مقام سے گزرے۔ انسانی ہڈیوں کے ان ڈھانچوں کو دیکھ کر حیرت میں رہ گئے۔ وحی کے ذریعہ انہیں ان کا پورا واقعہ بتلایا گیا۔ حضرت حزقیل علیہ السلام نے دعاء کی یا اللہ ان لوگوں کو پھر سے زندہ فرما دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاء قبول فرمائی اور انہیں حکم دیا گیا کہ آپ ان ہڈیوں کو اس طرح خطاب فرمائیں۔

اَیَّتُھَا الْعِظَامُ الْبَالِیَہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکِ اَنْ تَجْتَمِعِیْ اے پرانی ہڈیاں! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ہر جوڑ کی ہڈی اپنی جگہ جمع ہو جائے۔ بہر حال ایک آواز پر ہر ایک کی ہڈیاں اپنی اپنی جگہ جمع ہو کر لگ گئیں۔ پھر حکم ہوا کہ انہیں یہ آواز دیں اَیَّتُھَا الْعِظَامُ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکِ اَنْ تَکْتَسِیْ لَحْماً وَّعَصْباً وَّجِلْداً اے ہڈیو! اپنا گوشت پہن لو اور پٹھے اور کھال درست کرلو۔ یہ کہنا تھا کہ ہڈیوں کا ہر ڈھانچہ ایک مکمل نعش کی شکل اختیار کر گیا۔ پھر ان کی روحوں کو خطاب ہوا اَیَّتُھَا الْاَرْوَاح اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکِ اَنْ تَرْجِعَ کُلُّ رُوْحٍ اِلَی الْجَسَدِالَّذِیْ کَانَتْ تَعْمُرُہٗ اے ارواح! تمہیں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اپنے اپنے بدنوں میں لوٹ آئیں۔ جن کی تعمیر وحیات ان سے وابستہ تھی۔ یہ آواز دیتے ہی ان کے سامنے ساری نعشیں زندہ ہو کر کھڑی ہو گئیں اور حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگے۔ سب کی زبانوں پر یہ جملہ تھا سُبْحَانَکَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ۔ اس آیت کے ذریعہ ایک سبق یہ دیا گیا کہ موت سے بھاگنے والا موت سے بچ نہیں سکتا اور دوسرا سبق یہ کہ قیامت کا ایک منظر بتلا کر ایمان والوں کے قلوب میں قیامت کا یقین پیدا کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں مرنے کے بعد جی اٹھنے پر یقین کامل رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۱۹۵) **کون ہے جو اللہ کو قرض دے؟** سورۃ البقرۃ: ۲۴۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

مَّنْ ذَا الَّذِىْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضاً حَسَناً فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافاً كَثِيْرَةً وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَّنْ ذَا الَّذِىْ کون ہے جو يُقْرِضُ اللّٰهَ اللہ کو قرض دے قَرْضاً حَسَناً اچھے طریقہ پر قرض فَيُضَاعِفَهُ لَهُ تا کہ وہ اس کے مفاد میں اتنا بڑھائے أَضْعَافاً كَثِيْرَةً کہ وہ کئی درجے زیادہ ہو وَاللّٰهُ اور اللہ ہی يَقْبِضُ تنگی پیدا کرتا ہے وَيَبْسُطُ اور وہی وسعت دیتا ہے وَإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم سب کو لوٹا یا جائے گا

ترجمہ: کون ہے جو اللہ کو اچھے طریقے پر قرض دے تا کہ وہ اسے اس کے مفاد میں اتنا بڑھائے چڑھائے کہ وہ بدر جہا زیادہ ہو جائے؟ اور اللہ ہی تنگی پیدا کرتا ہے اور وہی وسعت دیتا ہے اور اسی کی طرف تم سب کو لوٹا یا جائے گا۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھے طریقہ پر قرض دے۔

۲۔تا کہ وہ اسے اس کے مفاد میں اتنا بڑھائے چڑھائے کہ وہ بدر جہا زیادہ ہو جائے۔

۳۔اللہ تعالیٰ ہی تنگی پیدا کرتا ہے اور وہی وسعت والا ہے۔

۴۔اسی کی طرف تم سب کو لوٹا یا جائے گا۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے۔جس کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ جب وہ آیت نازل ہوئی جس میں یہ کہا گیا کہ مَّثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِىْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّئَةُ حَبَّةٍ جس میں ایک کے بدلہ سات سو گنا اضافہ کی بات کہی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ رَبِّ زِدْ أُمَّتِىْ میرے رب! میری امت کو اور زیادہ عطا فرما تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔اس آیت میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو قرضۂ حسنہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے مراد غریبوں کی امداد بھی ہے اور اسلام کی سربلندی میں خرچ کرنا بھی ہے۔ اس خرچ کرنے کو قرض مجازاً کہا گیا ہے کیونکہ اس کا بدلہ ثواب کی صورت میں دیا جائیگا۔قرضۂ حسنہ یعنی اچھے طریقہ کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے اخلاص کے ساتھ اور اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے خرچ کیا جائے۔خرچ کرتے ہوئے دکھاوا یعنی ریا کاری بھی نہ ہو اور نہ ہی دنیا میں بدلہ لینا مقصود ہو اور اسی طرح اگر کسی کی مدد کے طور پر قرض دیا جائے تو اس قرض میں کسی سود کا مطالبہ بھی نہ ہو۔

وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو جتنا چاہے دے اور وہ کسی کو زیادہ دے تو اس کے ہاتھ کو دینے سے کوئی روک نہیں سکتا اور اگر وہ کسی کی روزی کو تنگ کر دے تو اس کو کوئی اس سے روک بھی نہیں سکتا۔دولت اور غربت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔سورۂ بنی اسرائیل میں اس کی وضاحت کی گئی ہے إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ تمہارا پروردگار جس کو

چاہتا ہے زیادہ رزق عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگی فرما دیتا ہے۔

وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ دنیا کی دھن دولت میں بس کر یہ مت سمجھو کہ تم اس دولت کے ساتھ ہمیشہ چپکے رہو گے تم سب کو یہ ساری دولتیں چھوڑ کر اپنے پروردگار کی طرف جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں کشادہ روزی عطا فرمائے۔ مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹائے جانے کا یقین کامل عطا فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۱۹۶) بنی اسرائیل کا ایک مطالبہ سورۃ البقرۃ:۲۴۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ مِن بَعْدِ مُوسَى إِذْ قَالُواْ لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكاً نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُواْ قَالُواْ وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَآئِنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْاْ إِلَّا قَلِيْلاً مِّنْهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظَّالِمِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أَلَمْ تَرَ کیا تم نے نہیں دیکھا إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ بنی اسرائیل کے گروہ کا قصہ مِن بَعْدِ مُوسَى جو حضرت موسیٰ کے بعد پیش آیا إِذْ قَالُواْ جبکہ کہا انہوں نے لِنَبِيٍّ لَّهُمُ اپنے ایک نبی سے ابْعَثْ لَنَا مَلِكاً ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کہ ہم اللہ کے راستہ میں جنگ کر سکیں قَالَ نبی نے کہا هَلْ عَسَيْتُمْ کہ تم نہ کر سکو گے إِنْ كُتِبَ اگر فرض کیا جائے عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ تم پر قتال أَلَّا تُقَاتِلُواْ کہ تم قتال نہ کر سکو قَالُواْ انہوں نے کہا وَمَا لَنَا ہمیں کیا ہوا کہ أَلَّا نُقَاتِلَ ہم قتال نہ کریں فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں وَقَدْ أُخْرِجْنَا جبکہ ہمیں نکال باہر کیا گیا مِنْ دِيَارِنَا ہمارے گھروں سے وَأَبْنَآئِنَا اور اپنے بچوں کے پاس سے فَلَمَّا پھر جب كُتِبَ فرض کیا گیا عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ ان پر قتال کرنا تَوَلَّوْاْ تو پھر گئے إِلَّا قَلِيْلاً مِّنْهُمْ سوائے ان میں سے تھوڑے لوگوں کے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ اور اللہ خوب جانتے ہیں بِالظَّالِمِيْنَ ظالموں کو۔

ترجمہ: کیا تمہیں بنی اسرائیل کے گروہ کے اس واقعہ کا علم نہیں ہوا جب انہوں نے اپنے ایک نبی سے کہا تھا کہ ہمارا ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے تا کہ ہم اللہ کے راستہ میں جنگ کر سکیں؟ نبی نے کہا کیا تم لوگوں سے یہ بات کچھ بعید ہے کہ جب تم پر جنگ فرض کی جائے تو تم نہ لڑو؟ انہوں نے کہا بھلا ہمیں کیا ہو جائے گا جو ہم اللہ کے راستہ میں جنگ نہ کریں گے حالانکہ ہمیں اپنے گھروں اور اپنے بچوں کے پاس سے نکال باہر کیا گیا ہے؟ پھر جب ان پر جنگ فرض کی گئی تو ان میں سے تھوڑے لوگوں کو چھوڑ کر باقی سب پیٹھ پھیر گئے اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کیا تمہیں بنی اسرائیل کے گروہ کے اس واقعہ کا علم نہیں ہوا جب انہوں نے اپنے ایک نبی سے کہا تھا؟

۲۔ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کردیجئے تاکہ اس کے جھنڈے تلے ہم اللہ کے راستہ میں جنگ کرسکیں۔
۳۔ نبی نے کہا کیا تم لوگوں سے یہ بات کچھ بعید ہے کہ جب تم پر جنگ فرض کی جائے تو تم نہ لڑو؟
۴۔انہوں نے کہا بھلا ہمیں کیا ہوجائے گا جو ہم اللہ کے راستہ میں جنگ نہ کریں گے؟
۵۔حالانکہ ہمیں اپنے گھروں اوراپنے بچوں کے پاس سے نکال باہر کیا گیا ہے۔
۶۔ پھر ہوا یہی کہ جب ان پر جنگ فرض کی گئی تو ان میں سے تھوڑے لوگوں کو چھوڑ کر باقی سب پیٹھ پھیر گئے۔
۷۔اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۴۶ سے ۲۵۲ تک کی آیتوں میں بنی اسرائیل کی ایک جماعت کا قصہ مذکور ہے۔اس آیت کی روشنی میں صرف اس آیت سے متعلق واقعہ کا حصہ ہم بیان کریں گے۔ ہوا یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعدانہی کی قوم میں سے انبیاء کرام علیہم السلام ایک کے بعد ایک آئے گئے، جیسے حضرت یوشع ، شمعون، شمویل، حزقیل علیہم السلام وغیرہ، یہ انبیاء کرام علیھم السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت ہی کی تبلیغ کرتے تھے اور لوگوں کے سامنے تورات کے مضامین سناتے تھے۔ بنی اسرائیل میں رفتہ رفتہ بے دینی آتی گئی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کوان پر مسلط کردیا جو جالوت کی قوم میں سے تھے جن کا تعلق عمالقہ سے تھا جو بحرروم کے ساحل پر مصر اور فلسطین کے درمیان رہتے تھے۔ یہ لوگ بنی اسرائیل پر غالب آگئے اور بنی اسرائیل کی زمین انہوں نے چھین لی اور بنی اسرائیل کی اولاد کو قید کرلیا اوران پر جزیہ بھی لگا دیا۔ بنی اسرائیل اس موقع پر بہت زیادہ مصیبت اور سختی میں مبتلا ہوگئے اور ایسی صورتِ حال میں ان کا نہ کوئی حکمران تھا اور نہ کوئی قائد تھا۔ جب بہت زیادہ دکھ اور تکلیف میں مبتلا ہوگئے تو اس زمانہ میں جو ان کے نبی تھے ان کی خدمت میں بنی اسرائیل نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر فرمادیں تاکہ ہم اس بادشاہ کے ساتھ مل کر دشمنوں سے مقابلہ کریں اوران کو اپنے علاقوں سے نکال دیں۔ جب ان لوگوں نے نبی سے کسی کو بادشاہ بنانے کا سوال کیا اور دشمنوں سے جہاد کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو ان کے نبی نے اس بات کا خطرہ ظاہر کیا اور فرمایا کہ تم سے تو یہ امید نہیں ہے کہ قتال کے فرض ہونے کے بعد تم قتال کرسکو گے، تم سے یہ امید ضرور ہے کہ تم جان چھڑا کر بھاگ جاؤ گے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں جنگ نہ کریں جبکہ دشمن ہم پر مسلط ہے اور ہم کو اپنے گھروں سے نکال دیا گیا ہے اور ہم سے ہماری اولاد کو دور کردیا گیا ہے؟ یہ لوگ باتیں تو بہت بڑھ چڑھ کر کررہے تھے لیکن جب قتال فرض کردیا گیا تو وہی خطرہ سامنے آگیا جس کا خدشہ نبی نے ظاہر کیا تھا۔ ان لوگوں میں سے اکثر پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے اور تھوڑے ہی لوگ اس پر جمے رہے۔ اس کے بعد کیا صورتحال پیش آئی اسکو اگلی آیت میں سماعت فرمائیں۔

درس نمبر (۱۹۷) طالوت بادشاہ کا انتخاب سورۃ البقرۃ:۲۴۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكاً قَالُوٓا أَنّٰى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اوران کے نبی نے ان سے کہا کہ إِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ نے قَدْ بَعَثَ لَكُمْ تمہارے لئے بھیجا ہے طَالُوتَ مَلِكاً طالوت کو بادشاہ بنا کر قَالُوٓا وہ کہنے لگے أَنّٰى يَكُونُ لَهُ کیسے ہوگا ان کو الْمُلْكُ عَلَيْنَا بادشاہت کا حق ہم پر وَنَحْنُ أَحَقُّ اور ہم زیادہ حقدار ہیں بِالْمُلْكِ مِنْهُ اس کے مقابلہ میں بادشاہت کے وَلَمْ يُؤْتَ اور اس کو نہیں دی گئی ہے سَعَةً مِّنَ الْمَالِ مال کی وسعت قَالَ نبی نے کہا إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاهُ بیشک اللہ نے ان کو چنا ہے عَلَيْكُمْ تمہارے مقابلہ میں وَزَادَهُ اور زیادہ دیا ہے ان کو بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ علم اور جسم میں فراخی وَاللّٰهُ يُؤْتِي اور اللہ دیتا ہے مُلْكَهُ اپنا ملک مَن يَشَاءُ جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ اور اللہ بڑی وسعت والا اور بڑا علم والا ہے۔

ترجمہ: اوران کے نبی نے ان سے کہا کہ اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ بنا کر بھیجا ہے کہنے لگے بھلا اس کو بادشاہت کا حق کہاں سے آ گیا؟ ہم اس کے مقابلہ میں بادشاہت کے زیادہ مستحق ہیں اور اس کو تو مالی وسعت بھی حاصل نہیں۔ نبی نے کہا اللہ نے ان کو تم پر فضیلت دے کر چنا ہے اور انہیں علم اور جسم میں تم سے زیادہ وسعت عطا کی ہے اور اللہ اپنا ملک جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت اور بڑا علم رکھنے والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں آ ٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔

۲۔ وہ کہنے لگے بھلا اس کو بادشاہت کا حق کہاں سے آ گیا؟

۳۔ ہم اس کے مقابلہ میں بادشاہت کے زیادہ مستحق ہیں۔

۴۔ اس کو تو مالی وسعت بھی حاصل نہیں۔

۵۔ نبی نے کہا، اللہ تعالیٰ نے ان کو تم پر فضیلت دے کر چنا ہے۔

۶۔ اور انہیں علم اور جسم میں تم سے زیادہ وسعت عطا کی ہے۔

۷۔ اللہ اپنا ملک جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

۸۔ اللہ بڑی وسعت والے، بڑا علم رکھنے والے ہیں۔

پچھلی آیت میں اس بات کا تذکرہ موجود ہے کہ بنی اسرائیل نے اپنے وقت کے نبی سے ایک بادشاہ کے مقرر کئے جانے کا مطالبہ کیا تھا اورانہوں نے اس بادشاہ کے ساتھ ملکر دشمن سے مقابلہ کا وعدہ بھی کیا تھا مگر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت طالوت کو بادشاہ بنادیا اوران کے نبی اور بادشاہ ہونے کا اعلان بھی کردیا۔بعض مفسرین کے قول کے مطابق وہ نبی حضرت شمعون علیہ السلام تھے۔مگر بنی اسرائیل کی گھٹی میں یہ بات تھی کہ وہ ہمیشہ ٹیڑھی راہ اختیار کرتے تھے۔وقت کا تقاضہ اوراللہ کے حکم کی فرمانبرداری کا بھی تقاضہ یہ تھا کہ وہ اس نبی کی رہبری میں طالوت بادشاہ کے ساتھ مل کر دشمن کا مقابلہ کرتے مگر وہی اپنی پرانی چال چلنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ شخص ہمارا بادشاہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کے پاس پیسہ ہے نہ کوڑی، اس سے زیادہ تو ہم حقدار ہیں کہ بادشاہ بن جائیں۔ بنی اسرائیل نے اپنی ضد، انانیت اور جہالت سے اللہ کے فیصلہ پر عمل کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ ہی کو مشورہ دینے لگے، یہ ایک المیہ ہے کہ انسان پیسہ والے ہی کو بڑا آدمی سمجھتا ہے، خواہ وہ کتنا ہی نا سمجھ، بے علم، جاہل اور بخیل ہو۔اس وقت کے نبی نے ان کو سمجھایا کہ حضرت طالوت کو ایک تو اللہ نے منتخب کیا ہے اوران کو علم کی تدبیر بھی خصوصی طور پر دی گئی ہے اور جسمانی قوت کے بھی وہ حامل ہیں۔ظاہر ہیکہ جسمانی قوت اورعلم وتجربہ کی تدبیر سے حوصلے بلند ہوتے ہیں اور دشمن پر غالب آنا آسان ہوتا ہے اور ویسے بھی اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ وہ جس کو چاہے سلطنت عطا کرے اور وہ بڑی وسعت والا بھی ہے اورعلم بھی رکھتا ہے۔اس کو معلوم ہے کہ کس کے ذریعہ فتح و کامیابی نصیب ہوتی ہے؟ روایتوں میں یہ بھی ہیکہ بنی اسرائیل نے بالآخر اپنے نبی سے یہ مطالبہ کیا کہ چلو اگر طالوت اللہ کی طرف سے بادشاہ ہیں تو پھر اس کی نشانی بتلاؤ تو اگلی آیت میں حضرت طالوت کے بادشاہ ہونے کی نشانی بتلائی جارہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہِ راست پر رکھے۔آمین

درس نمبر (۱۹۸) تابوتِ سکینہ کی حقیقت سورۃ البقرۃ:۲۴۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَّأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلآئِكَةُ إِنَّ فِيْ ذَلِكَ لآيَةً لَّكُمْ إِنْ كُنْتُم مُّؤْمِنِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اوران کے نبی نے ان سے کہا کہ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ طالوت کے بادشاہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ أَنْ يَّأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے گا فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ جس میں تمہارے رب کی طرف سے سکینت کا سامان ہے وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى وَآلُ هَارُوْنَ اور جس میں وہ اشیاء تھیں جو موسیٰ اور ہارون نے باقی ماندہ چیزیں چھوڑی تھیں تَحْمِلُهُ الْمَلآئِكَةُ جس کو فرشتے اٹھائے ہوئے لائیں گے إِنَّ فِيْ ذَلِكَ لَآيَةً بیشک اس میں ہے بڑی نشانی لَّكُمْ تمہارے لئے إِنْ كُنْتُم مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم مومن ہو۔

ترجمہ: اوران سے ان کے نبی نے یہ بھی کہا کہ طالوت کے بادشاہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ

صندوق واپس آ جائے گا جس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے سکینت کا سامان ہے اور موسیٰ اور ہارون نے جو چیزیں چھوڑی تھیں ان میں سے کچھ باقی ماندہ چیزیں اس میں ہیں اسے فرشتے اٹھائے ہوئے لائیں گے۔ اگر تم مومن ہو تو تمہارے لئے اس میں بڑی نشانی ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئیں ہیں:

۱۔ ان سے ان کے نبی نے کہا، طالوت کی بادشاہت کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق واپس آ جائے گا جس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے سکینت کا سامان ہے۔

۲۔ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے جو اشیاء چھوڑی تھیں ان میں سے کچھ باقی ماندہ چیزیں ہیں۔

۳۔ اسے فرشتے اٹھائے ہوئے لائیں گے۔

۴۔ اگر تم مومن ہو تو تمہارے لئے اس میں بڑی نشانی ہے۔

اس آیت کو سمجھنے کے لئے بنیادی طور پر ایک بات ذہن میں رہنا چاہئے کہ اشدودی قوم جو بنی اسرائیل کی دشمن تھی۔ اس قوم نے بنی اسرائیل کا جو متبرک صندوق تھا وہ اٹھالے گئی تھی۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس صندوق میں (جس کو تابوتِ سکینہ کہا جاتا ہے) تورات شریف کی دو تختیاں تھیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ عصا بھی تھا جس کا ذکر قرآنِ مجید میں ہے (**قال ھی عصای**) حضرت ہارون علیہ السلام کی پگڑی تھی اور وہ من بھی کسی قدر تھا جو سلویٰ کے ساتھ بنی اسرائیل پر نازل ہوا کرتا تھا۔ اس تابوت سکینہ کے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے منسوب ہونے کی وجہ سے بنی اسرائیل کو اس سے بڑی عقیدت تھی، مگر اشدودی قوم وہ صندوق ان سے چھین کر لے گئی تھی۔ جب بنی اسرائیل نے نبی سے حضرت طالوت کے بادشاہ بنائے جانے کی نشانی طلب کی تو انہیں وہ بات کہی گئی جو اس آیت میں ہے کہ ان کے نبی نے انہیں یہ خوشخبری دی کہ حضرت طالوت کے اللہ کی جانب سے نبی ہونے کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ تابوت جس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے سکینہ ہے اور جس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی باقی ماندہ چیزیں ہیں، اس تابوتِ سکینہ کو فرشتے لے کر آئیں گے، چنانچہ فرشتے وہ تابوت بنی اسرائیل کے پاس لے آئے اور حضرت طالوت کے سامنے رکھ دیا۔ مگر بنی اسرائیل نے اپنے ٹیڑھے پن کی وجہ سے اس پر بھی اعتراض کیا تو اس آیت کے آخر میں یہ کہا گیا کہ اگر تم مومن ہو تو اس تابوتِ سکینہ میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے۔

درس نمبر (۱۹۹) بنی اسرائیل کی ایک کڑی آزمائش سورۃ البقرۃ:۲۴۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُم بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّيْ إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُواْ مِنْهُ إِلَّا قَلِيْلاً مِّنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِيْنَ آمَنُواْ مَعَهُ قَالُواْ لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنودِهِ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلاَقُوا اللّٰهِ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَلَمَّا پس جب فَصَلَ روانہ ہوا طَالُوتُ بِالْجُنُودِ طالوت لشکر کے ساتھ قَالَ تو اس نے کہا إِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ مُبْتَلِيكُم تمہارا امتحان لینے والا ہے بِنَهَرٍ ایک دریا کے ذریعہ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ پس جو کوئی اس دریا سے پانی پیئے گا فَلَيْسَ مِنِّى وہ میرا آدمی نہیں ہوگا وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ اور جو اسے نہیں چکھے گا فَإِنَّهُ مِنِّى پس وہ میرا آدمی ہوگا إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ الا یہ کہ کوئی اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے فَشَرِبُوا مِنْهُ پس سب نے اس دریا سے پی لیا إِلَّا قَلِيلاً مِّنْهُمْ سوائے ان میں سے چند لوگوں کے فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ چنانچہ جب وہ اس دریا کو پار کیا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ اور ان لوگوں نے جو ان کے ساتھ ایمان لائے قَالُوا کہنے لگے لَا طَاقَةَ لَنَا ہمارے پاس بالکل طاقت نہیں ہے الْيَوْمَ آج بِجَالُوتَ وَجُنودِهِ جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلہ کرنے کی قَالَ الَّذِينَ ان لوگوں نے کہا جو يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلاقُوا اللّٰهِ یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ سے جا ملنے والے ہیں كَمْ مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ کتنی ہی ایسی جماعتیں ہیں جو چھوٹی ہیں غَلَبَتْ غالب آتی ہیں فِئَةً كَثِيرَةً بڑی جماعتوں پر بِإِذْنِ اللّٰهِ اللہ کے حکم سے وَاللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِينَ اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

ترجمہ: جب طالوت فوجیں لے کر روانہ ہوا تو اس نے ان سے کہا کہ اللہ ایک نہر سے تمہاری آزمائش کرنے والا ہے جو شخص اس میں سے پانی پی لے گا اس کی نسبت تصور کیا جائے گا کہ وہ میرا نہیں اور جو نہ پیئے گا وہ سمجھا جائے گا کہ میرا ہے۔ ہاں! اگر کوئی ہاتھ سے چلو بھر پانی لے تو کوئی حرج نہیں، خیر جب وہ لوگ نہر پر پہنچے تو چند آدمیوں کے سوا سب نے پانی پی لیا۔ پھر جب طالوت اور مومن لوگ جو اس کے ساتھ تھے نہر کے پار ہو گئے تو کہنے لگے کہ آج ہم میں جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں جو لوگ یقین رکھتے تھے کہ ان کو اللہ کے روبرو حاضر ہونا ہے وہ کہنے لگے کہ بسا اوقات تھوڑی سی جماعت نے اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر فتح حاصل کی ہے اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے۔

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ جب طالوت لشکر کے ساتھ روانہ ہوا تو اس نے لشکر والوں سے کہا کہ اللہ ایک دریا کے ذریعہ تمہارا امتحان لینے والا ہے۔

۲۔ جو شخص اس دریا سے پانی پیئے گا وہ میرا آدمی نہیں ہوگا اور جو اسے نہیں چکھے گا وہ میرا آدمی ہوگا۔

۳۔ اِلّا یہ کہ کوئی اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے تو کچھ حرج نہیں ہے۔

۴۔ پھر ہوا یہ کہ تھوڑے آدمیوں کے سوا باقی سب نے اس دریا سے خوب پانی پیا۔

۵۔ چنانچہ جب وہ یعنی طالوت اور اس کے ساتھ ایمان والے دریا کے پار اترے تو یہ لوگ جنہوں نے طالوت کا حکم نہیں مانا تھا کہنے لگے کہ آج جالوت اور اس کے لشکر کا مقابلہ کرنے کی ہم میں بالکل طاقت نہیں ہے۔

۶۔ جن لوگوں کا ایمان تھا کہ وہ اللہ سے جا ملنے والے ہیں انہوں نے کہا کہ نجانے کتنی چھوٹی جماعتیں ہیں جو اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آئی ہیں؟

۷۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ساتھی ہے جو صبر سے کام لیتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت طالوت کو بنی اسرائیل کا بادشاہ مقرر کردیا گیا تو اب بنی اسرائیل کیلئے کوئی مجبوری باقی نہیں رہی اور انہیں دشمن سے جہاد کے لئے نکلنا پڑا۔ جب حضرت طالوت، بنی اسرائیل کو لے کر دشمن سے جنگ کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت طالوت نے اپنے لشکر والوں سے کہا کہ اب تم لوگوں کا ایک امتحان ہونے والا ہے، اللہ تعالیٰ تم کو اس میں مبتلا فرمائے گا اور تمہاری آزمائش ہوگی اور وہ امتحان پانی کی ایک نہر کے ذریعہ ہوگا۔ بنی اسرائیل اس وقت سخت گرمی میں تھے اور پیاس سے بے چین و بے تاب ہو رہے تھے اور آزمائش یہ تھی کہ جس دریا سے وہ گزریں گے اس میں سے کوئی بھی آدمی پانی نہیں پیئے گا۔ ہاں! اس قدر گنجائش دی گئی کہ چلو بھر پانی لے لیا تو اس قدر گنجائش ہے، باقاعدہ پانی پینے کی اجازت نہیں اور یہ بھی فرمادیا کہ جو اس دریا سے گزرتے ہوئے اس سے پانی پیئے گا وہ مجھ میں سے نہیں ہوگا اور جو نہیں پیئے گا وہ مجھ میں سے ہوگا۔ روایتوں میں ہے کہ یہ اردن کا دریا تھا۔ اس امتحان کا مقصد یہ تھا کہ انہیں آزمایا جائے کہ ان میں کون اپنے بادشاہ کی اطاعت کرنے والے ہیں اور کون نہیں ہیں؟ بعض مفسرین نے اس نہر کو فلسطین کی نہر بھی قرار دیا ہے۔

اس امتحان میں اکثر لوگ ناکام ہوگئے اس لئے کہ اکثر نے پانی پی لیا تھا اور بہت کم لوگوں نے پانی نہیں پیا تھا۔ جن لوگوں نے پانی پی لیا ان کے حوصلے پست ہوگئے اور ہمت ہار بیٹھے، جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ انہوں نے صاف طور پر کہہ دیا کہ ہم سے اب ہمارے دشمن جالوت اور اسکے لشکر سے جنگ کرنے کی ہمت اور طاقت نہیں ہے، اب جو لوگ حضرت طالوت کے ساتھ تھے وہ ان کے ساتھ آگے بڑھے، وہ تعداد میں بہت کم تھے مگر ان کی ہمت، جرأت و شجاعت اس قدر تھی کہ انہوں نے صاف طور پر کہہ دیا کہ بہت سی کم تعداد والی جماعتیں بڑی تعداد والی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آجاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ وہ صبر و ثابت قدمی کے ساتھ رہنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کی مدد ان کی رفیق ہوجاتی ہے۔

اس آیت میں ہم بھارتی مسلمانوں کو بہت بڑا سبق ملتا ہے۔ ایک سبق تو یہ کہ دشمن سے مقابلہ کرنے کے لئے قیادت اور قیادت کی اطاعت کی ضرورت ہوتی ہے۔ طالوت بادشاہ کی قیادت کو بنی اسرائیل نے تسلیم نہ کیا اور اس کی اطاعت نہ کی، جس کے نتیجہ میں وہ ذلیل و خوار ہوئے۔ آج ہمارے ملک بھارت کے مسلمانوں کے لئے کامل قیادت کی ضرورت ہے جو بظاہر نظر نہیں آرہی ہے۔ دوسرے یہ کہ مسلمان اقلیت کی وجہ سے مایوس نہ ہوں۔ بعض مرتبہ اقلیت بھی اکثریت پر غالب آجاتی ہے۔ ویسے ہم اقلیت میں بھی نہیں ہیں بلکہ اس ملک کی دوسری بڑی اکثریت ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اندر بھی ایسا یقین پیدا فرمادے۔ آمین

درس نمبر(۲۰۰)

جالوت کا قتل

سورۃ البقرۃ:۲۵۰-۲۵۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَمَّا بَرَزُواْ لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُواْ رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْراً وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ O فَهَزَمُوهُم بِإِذْنِ اللّهِ وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ وَلَوْلاَ دَفْعُ اللّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الأَرْضُ وَلَكِنَّ اللّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ O تِلْكَ آيَاتُ اللّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَمَّا بَرَزُواْ اور جب آمنے سامنے ہوئے لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ جالوت بادشاہ اور اسکے لشکر کے قَالُواْ کہنے لگے رَبَّنَا اے ہمارے رب أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْراً ہم پر صبر و استقلال انڈیل دے وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا اور ہمیں ثابت قدمی بخش دے وَانصُرْنَا اور ہماری مدد فرما عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ کافر قوم کے مقابلہ میں O فَهَزَمُوهُم پس انہوں نے ان کو شکست دے دی بِإِذْنِ اللّهِ اللہ کے حکم سے وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ اور داود نے جالوت کو قتل کر دیا وَآتَاهُ اللّهُ الْمُلْكَ اور اللہ نے ان کو حکومت دی وَالْحِكْمَةَ اور حکمت دی وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ اور جو علم چاہا انہیں عطا فرمایا وَلَوْلاَ دَفْعُ اللّهِ النَّاسَ اور اگر اللہ لوگوں کا دفاع نہ کرتے بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ایک دوسرے کے ذریعہ لَّفَسَدَتِ الأَرْضُ تو زمین میں فساد پھیل جاتا وَلَكِنَّ اللّهَ لیکن اللہ ذُو فَضْلٍ فضل والے ہیں عَلَى الْعَالَمِينَ تمام جہانوں پر O تِلْكَ آيَاتُ اللّهِ یہ اللہ کی نشانیاں ہیں نَتْلُوهَا جن کو ہم پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں عَلَيْكَ بِالْحَقِّ آپ پر حق کے ساتھ وَإِنَّكَ اور بیشک آپ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ان پیغمبروں میں سے ہیں جو بھیجے گئے۔

ترجمہ: اور جب وہ لوگ جالوت اور اس کے لشکر کے مقابل میں آئے تو اللہ سے دعا کی کہ اے پروردگار! ہم پر صبر کے دہانے کھول دے اور ہمیں لڑائی میں ثابت قدم رکھ اور لشکر کفار پر فتحیاب کر۔ تو طالوت کی فوج نے اللہ کے حکم سے ان کو شکست دے دی اور داؤد نے جالوت کو قتل کر ڈالا اور اللہ نے ان کو بادشاہی اور دانائی بخشی اور جو کچھ چاہا سکھایا اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے پر چڑھائی اور حملہ کرنے سے نہ ہٹاتا رہتا تو کرہ ارض تباہ ہو جاتا لیکن اللہ اہل عالم پر بڑا مہربان ہے۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تم کو سچائی کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہیں اور اے محمد (ﷺ) تم بلاشبہ پیغمبروں میں سے ہو۔

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب یہ لوگ جالوت کے آمنے سامنے ہوئے تو انہوں نے کہا، اے ہمارے پروردگار! صبر و استقلال کی صفت ہم میں انڈیل دے، ہمیں ثابت قدمی بخش دے اور ہمیں اس کافر قوم کے مقابلہ میں فتح و نصرت عطا فرما دے۔

۲۔ چنانچہ انہوں نے اللہ کے حکم سے جالوت کے ساتھیوں کو شکست دی۔

۳۔اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا۔
۴۔اللہ نے اس کو سلطنت اور دانائی عطا کی جو علم چاہا اس کو عطا کیا۔
۵۔اگر اللہ لوگوں کا ایک دوسرے کے ذریعہ دفاع نہ کرے تو زمین میں فساد پھیل جائے۔
۶۔اللہ تمام جہانوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے۔
۷۔یہ اللہ کی آیات ہیں جو ہم آپ کے سامنے ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سناتے ہیں۔
۸۔ آپ بیشک ان پیغمبروں میں سے ہیں جو رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

اِس آیت میں طالوت اور جالوت کے درمیان مقابلہ کی منظر کشی کی گئی ہے۔طالوت کے ساتھ ان کا لشکر تھا جو بنی اسرائیل میں سے تھے اور جالوت، بنی اسرائیل کا دشمن تھا جس کے ساتھ مضبوط فوج تھی۔ جب طالوت اور جالوت دونوں بادشاہوں اوران کی فوجوں کے درمیان مقابلہ آرائی ہوئی اور دونوں آمنے سامنے ہو گئے تو دشمن کی فوج کا بادشاہ جالوت جو زبردست پہلوان تھا وہ کئی دن تک طالوت اور بنی اسرائیل کو چیلنج کرتا رہا کہ کوئی اس کے مقابلہ کے لئے آگے آئے مگر کسی کو اس سے دو بدو لڑنے کی ہمت نہ ہوئی۔اس زمانہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کم عمر تھے۔ان کے تین بھائی اسی جنگ میں طالوت کے ساتھ تھے مگر وہ چونکہ سب سے چھوٹے تھے اس لئے اپنے بوڑھے باپ کی خدمت میں رہ گئے تھے۔ان کے والد نے انہیں بھیجا کہ جاؤ کہ جنگ کی خبر لے کر آؤ اور اپنے بھائیوں کی خیر خیریت بھی لے آؤ تو حضرت داؤد علیہ السلام جو بالکل نوعمر تھے لشکر کے پاس آئے، دیکھا کہ جالوت جیسے زبردست بادشاہ اور اس کی فوج سے دو بدو لڑنے کیلئے کوئی تیار نہیں تو انہوں نے طالوت بادشاہ سے اجازت مانگی، جب اس نے اجازت دی تو جالوت کے سامنے جا کر حضرت داود علیہ السلام نے اللہ کا نام لیا اور ایک پتھر اس کی پیشانی پر مارا جو اس کے سر میں گھس گیا اور وہ زمین پر گر پڑا۔حضرت داؤد علیہ السلام اس کے پاس گئے اور خود اس کی تلوار ہی سے اس کا سر اس کے تن سے جدا کر دیا۔حضرت داؤد علیہ السلام کے اس کارنامہ نے انہیں ایسی مقبولیت عطا کی کہ بعد میں وہ بنی اسرائیل کے بادشاہ بن گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت سے بھی سرفراز فرمایا۔حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے علم وحکمت بھی عطا فرمایا۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک اہم بات یہ بتلائی کہ اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ وہ بعض لوگوں کو بعضوں کے ذریعہ وقتاً فوقتاً دفع کرتے رہا کرتے ہیں یعنی جو لوگ اس دنیا میں فساد اور بگاڑ کرتے رہتے ہیں ان کو مصلحین اور امن وسلامتی اور درستگی کرنے والوں کے ذریعہ شکست دیتے رہتے ہیں۔اگر ایسا نہ کیا گیا تو پھر تو یہ زمین فساد اور بگاڑ اور ظلم و بربریت اور افراط وتفریط سے بھر جاتی۔اللہ تعالیٰ انسانوں پر فضل فرماتے ہیں اور ظالموں اور مفسدوں کی طاقت کو توڑتے ہیں اور اچھے لوگوں کو حوصلہ بخشتے ہیں۔

اس جزئیہ سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ ظالم کی حکمرانی ہمیشہ باقی نہیں رہتی۔جب ظلم و بربریت بڑھ جاتی ہے تو اس

کے دفاع کے لئے اللہ تعالیٰ اسباب پیدا کردیتے ہیں۔ ہمارے ملک بھارت میں اگر ان دنوں فرقہ پرست ظالموں کی ظلم وبربریت چل رہی ہے تو یہ نہ سمجھا جائے کہ ظلم وبربریت، فساد و بگاڑ اور افراط و تفریط کا یہ سلسلہ ہمیشہ باقی رہے گا، نہیں! ہرگز نہیں! ایک دن اس ملک پر ایسا آئے گا کہ جو ظالم ہیں وہ نادم ہوں گے اور جو مظلوم طبقہ ہے اس کو ان ظالموں سے نجات ملے گی اور وہ دن شاید کہ دور نہیں! ''دشمنوں کی تدبیریں قطرہ تو رب ذوالجلال کی تدبیریں سمندر''

آخر میں یہاں یہ بات بتائی جارہی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جن کو پڑھ پڑھ کر ہم سناتے ہیں، سینکڑوں ہزاروں سال کے واقعات نبی رحمت ﷺ کو ایسے بتلائے جارہے ہیں جیسے وہ کوئی کل کا واقعہ ہو اور اس آیت میں رسولِ رحمت ﷺ کے پیغمبر ہونے کی گواہی بھی دی گئی کہ وَإِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ آپ بیشک ہمارے رسولوں میں سے ہیں۔

درس نمبر (۲۰۱) — **بعض انبیاء کو بعض انبیاء پر فضیلت** — سورۃ البقرۃ: ۲۵۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيْم

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِّنْهُم مَّنْ كَلَّمَ اللّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ وَلَوْ شَاءَ اللّهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِم مِّن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَلَكِنِ اخْتَلَفُوا فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ وَمِنْهُم مَّنْ كَفَرَ وَلَوْ شَاءَ اللّهُ مَا اقْتَتَلُوا وَلَكِنَّ اللّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: تِلْکَ الرُّسُلُ یہ پیغمبر وہ ہیں فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ جن کو ہم نے ایک دوسرے پر فضیلت عطا کی ہے مِّنْهُم مَّنْ ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے كَلَّمَ اللّهُ اللہ نے کلام فرمایا وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ اور ان میں سے بعض کو اس نے بدرجہا بلندی عطا کی وَآتَيْنَا اور ہم نے دیا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ عیسیٰ بن مریم کو الْبَيِّنَاتِ کھلی نشانیاں وَأَيَّدْنَاهُ اور ہم نے ان کی مدد فرمائی بِرُوحِ الْقُدُسِ روح القدس سے وَلَوْ شَاءَ اللّهُ اور اگر اللہ چاہتا تو مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ نہ لڑتے آپس میں مِنْ بَعْدِهِم ان کے بعد والے لوگ مِّن بَعْدِ مَا اس کے بعد کہ جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ ان کے پاس روشن دلیل آجائیں وَلَكِنِ اخْتَلَفُوا لیکن انہوں نے خود اختلاف کیا فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ پس ان میں سے کچھ وہ تھے جو ایمان لائے وَمِنْهُم مَّن كَفَرَ اور کچھ وہ جنہوں نے کفر کیا وَلَوْ شَاءَ اللّهُ اور اگر اللہ چاہتا تو مَا اقْتَتَلُوا وہ آپس میں نہ لڑتے وَلَكِنَّ اللّهَ لیکن اللہ يَفْعَلُ وہی کرتا ہے مَا يُرِيْدُ جو چاہتا ہے۔

ترجمہ: یہ پیغمبر جو ہم نے بھیجے ہیں ان کو ہم نے ایک دوسرے پر فضیلت عطا کی ہے ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام فرمایا اور ان میں سے بعض کو اس نے بدرجہا بلندی عطا کی اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو کھلی نشانیاں دیں اور روح القدس سے ان کی مدد فرمائی اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے بعد والے لوگ اپنے پاس روشن دلائل آجانے کے بعد آپس میں نہ لڑتے لیکن انہوں نے خود اختلاف کیا چنانچہ ان میں سے کچھ وہ تھے جو ایمان لائے اور کچھ وہ جنہوں نے کفر اپنایا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں نہ لڑتے لیکن اللہ وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔

تشریح: اس آیت میں آٹھ باتیں بیان کی گئی ہیں:

ا۔ یہ پیغمبر جو ہم نے مخلوق کی اصلاح کے لئے بھیجے ہیں ان کو ہم نے ایک دوسرے پر فضیلت عطا کی ہے۔

۲۔ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام فرمایا۔

۳۔اوران میں سے بعض کو بدرجہا بلندی عطا کی۔

۴۔ہم نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو کھلی نشانیاں دیں اور روح القدس سے ان کی تائید کی۔

۵۔اگر اللہ چاہتا توان کے بعد والے لوگ اپنے پاس روشن دلائل آ جانے کے بعد آپس میں نہ لڑتے۔

۶۔لیکن انہوں نے خود اختلاف کیا۔

۷۔ان میں سے کچھ وہ تھے جو ایمان لائے اور کچھ وہ جنہوں نے کفر کیا۔

۸۔اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں نہ لڑتے۔

۹۔لیکن اللہ وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔

دنیا میں جتنے نبی اور رسول آئے،ان میں بعض کو بعض پر فضیلت دی گئی تھی۔حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ﷺ تک جتنے بھی نبی اور رسول تشریف لائے ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے باغ کے پھول، پھول تو پھول ہوتا ہے مگر ہر پھول کی رنگت،اس کی خوشنمائی اور خوشبو جدا جدا ہوتی ہے اور جس طرح بعض پھولوں کی قیمت اور اہمیت بعض پھولوں سے زیادہ ہوتی ہے اسی طرح باغِ نبوت کے ان پھولوں کا بھی معاملہ ہے جس کو اس آیت میں بیان کیا گیا کہ **تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ** یہ وہ پیغمبر ہیں جن کو ہم نے بھیجا ہے ہم نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ان رسولوں میں سے بعض کو یہ مقام بلند نصیب ہوا کہ ان سے بالراست اللہ نے کلام کیا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا **وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسىٰ تَكْلِيماً** اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔صاحبِ روح المعانی لکھتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام ان پیغمبروں میں شامل ہیں،جن سے اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ کلام فرمایا۔سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۵۵ میں بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت والی بات کہی گئی **وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَى بَعْضٍ** اور ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ اور بعض کو درجات کے اعتبار سے بلند فرمایا یعنی بعض انبیاء کے درجات کو دوسرے بعض انبیاء کے مقابلہ میں زیادہ بلند فرمایا۔سورۂ انعام کی آیت نمبر ۸۳ میں بھی اس کی تائید ملتی ہے **نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ** ہم جس کو چاہتے ہیں درجے پر درجے بلند کرتے ہیں۔

صاحبِ روح المعانی لکھتے ہیں کہ یہاں **بَعْضَهُمْ** سے حضور ﷺ مراد ہیں۔اس لئے کہ آپ ﷺ کو دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں وہ خصوصیات عطا کی گئیں جن کا شمار کرنا بندوں کے بس کی بات نہیں ہے۔آپ ﷺ کو وہ محفوظ آسمانی کتاب عطا کی گئی جو آج تک محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گی۔آپ ﷺ کو وہ معجزات دیئے گئے جو ان تمام معجزات سے بھاری ہیں جو دیگر انبیاء کو دیئے گئے۔آپ ﷺ کو مقامِ محمود عطا کیا گیا۔آپ ﷺ کو شفاعتِ عظمیٰ عطا کی گئی۔آپ ﷺ کو کوثر عطا کی گئی

إِنَّآ أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ اور آپ ﷺ کیلئے قرآنِ مجید میں وہ جملہ کہا گیا کہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کردیا، وغیرہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کھلی نشانیاں دی گئیں یعنی یہ اہم ترین معجزات عطا کئے گئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا گیا، گہوارہ میں زمانۂ شیر خوارگی میں بولنے کی طاقت بخشی گئی، اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرنے والا معجزہ عطا کیا گیا، مادرزاد نابینا افراد پر ہاتھ پھیرتے ہی بینائی آجانے والا محیر العقول معجزہ عطا کیا گیا اور آسمان پر انہیں اٹھالیا گیا اور روح القدس یعنی جبرئیل امین کے ذریعہ ان کی تائید کی گئی۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ہر نبی کی قوم آپس میں اختلاف کرتی تھی اور ان قوموں کے درمیان لڑائیاں ہوتی تھیں حالانکہ ان سب کے پاس کھلے دلائل موجود تھے۔ نبیوں کا طریقہ ان کے سامنے تھا، اگر یہ قومیں ان کھلے دلائل کو اپنے سامنے رکھتیں اور احکامِ الٰہی کی پابندی کرتیں تو نہ ان میں اختلاف ہوتا اور نہ لڑائیاں ہوتیں۔ ان قوموں میں سے بعض لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نبیوں کی اتباع کی اور بہت سے لوگوں نے کفر کیا اور اللہ اگر چاہتے تو ان کا آپس میں قتل وقتال نہ ہوتا لیکن اللہ قادر مطلق ہے اور مختار کل ہے، وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔

درس نمبر (۲۰۲) | سورۃ البقرۃ: ۲۵۴

جو ہم نے دیا اس میں سے خرچ کرو

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اے ایمان والو! أَنفِقُوا خرچ کرلو مِمَّا رَزَقْنَاكُم جو رزق ہم نے تم کو دیا ہے مِّن قَبْلِ اس سے پہلے کہ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ کہ آئے وہ دن لَّا بَيْعٌ فِيهِ جس میں نہ کوئی سودا ہوگا وَلَا خُلَّةٌ اور نہ کوئی دوستی ہوگی وَلَا شَفَاعَةٌ اور نہ کوئی سفارش ہوگی وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ اور ظالم وہ لوگ ہیں جو کفر اختیار کئے ہوئے ہیں۔

ترجمہ: اے ایمان والو! جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے وہ دن آنے سے پہلے اللہ کے راستہ میں خرچ کرلو جس دن نہ کوئی سودا ہوگا نہ کوئی دوستی کام آئے گی اور نہ کوئی سفارش ہوسکے گی اور ظالم وہ لوگ ہیں جو کفر اختیار کئے ہوئے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے وہ دن آنے سے پہلے اللہ کے راستہ میں خرچ کرلو۔

۲۔ جس دن نہ کوئی سودا ہوگا نہ کوئی دوستی کام آئے گی اور نہ کوئی سفارش ہوسکے گی۔

۳۔ ظالم وہ لوگ ہیں جو کفر اختیار کئے ہوئے ہیں۔

ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے یہ کہا گیا کہ ہم نے جو کچھ تم کو رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔ اس آیت میں یہ ترغیب دی گئی ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے۔ انسان کیلئے تمام اعمال میں زیادہ دشوار جان اور مال کا خرچ کرنا ہوتا

ہے۔ یہاں مال خرچ کرنیکی ترغیب دی جارہی ہے اور مِمَّا رَزَقْنَاکُم کہہ کر یہ بتادیا گیا کہ یہ مال ہمارا دیا ہوا ہے اور جب ہم نے تم کو دیا ہے تو ہم کو پورا پورا حق ہے کہ ہم اس مال کو خرچ کرنے کا تمہیں حکم دیں۔ قرآنِ مجید میں بیسیوں مرتبہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۹۵ میں کہا گیا وَأَنفِقُوا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلاَ تُلْقُواْ بِأَيْدِيْكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو تباہی میں نہ جھونکو۔ معلوم یہ ہوا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے نقصان نہیں ہوتا بلکہ نقصان تو اس وقت ہے جب بندہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اپنے دونوں ہاتھ روک لے۔ سورۂ منافقون کی آیت نمبر۱۰ میں فرمایا گیا وَأَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ ہم نے جو کچھ تمہیں بخشا ہے اس میں سے خرچ کرو اس سے پہلے کہ آ دھمکے تم میں سے کسی پر موت۔

اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کرو جس دن نہ خرید وفروخت رہے گی اور نہ دوستی رہے گی اور نہ سفارش، دنیا کی اس مختصر سی زندگی میں اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرو تاکہ یہ مال اس بھیانک دن کام آئے جس کو قیامت کہتے ہیں اس دن تمہارا یہ صدقہ و خیرات کرنا کام آئے گا۔ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ جو کافر ہیں وہ ظلم کرنے والے ہیں۔ اس سے بڑا ظلم کیا ہوسکتا ہے کہ آدمی اپنے حقیقی خالق اور مالک سے منہ موڑے اور اس کے حکموں سے انحراف کرے اور پھر اس کے علاوہ دوسروں کی عبادت کرے اور اپنے حقیقی رب سے غداری اور بے وفائی کرے؟ یہی تو سب سے بڑا ظلم ہے۔

ہمارے ملک بھارت میں بھی یہ فرقہ پرست کافر ایک طرف شرک کے ذریعہ بھاری ظلم کررہے ہیں تو دوسری طرف اس ملک کے معصوم باشندوں پر بے تحاشہ ظلم ڈھا رہے ہیں۔ وہ دن دور نہیں جس دن یہ ظالم اپنے کئے پر شرمندہ ہوں گے اور کفِ افسوس ملیں گے۔

درس نمبر (۲۰۳) | **آیت الکرسی کا پیغام** | سورۃ البقرۃ:۲۵۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُ لَاإِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلاَ نَوْمٌ لَّهُ مَا فِيْ السَّمَاوَاتِ وَمَا فِيْ الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلاَ يُحِيْطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلاَ يَؤُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَللّٰهُ لَاإِلٰهَ إِلَّا هُوَ اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اَلْحَيُّ الْقَيُّومُ وہ زندہ ہے قائم رکھنے والا ہے لاَ تَأْخُذُهُ اس کو نہیں پکڑتی سِنَةٌ وَلاَ نَوْمٌ نہ اونگھ اور نہ نیند لَّهُ مَا فِيْ السَّمَاوَاتِ وَمَا فِيْ الْأَرْضِ اسی کیلئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے مَنْ ذَا الَّذِيْ کون ہے جو يَشْفَعُ عِنْدَهُ اس کے پاس سفارش کرے إِلَّا بِإِذْنِهِ مگر اس کی اجازت کے ساتھ يَعْلَمُ مَا وہ جانتا ہے جو بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ ان کے سامنے ہے وَمَا خَلْفَهُمْ اور جو ان کے پیچھے ہے وَلاَ يُحِيْطُونَ اور وہ احاطہ نہیں کرتے بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا إِلَّا بِمَا شَآءَ مگر جو وہ

چاہے وَسِعَ كُرْسِيُّهُ گنجائش ہےاس کی کرسی میں السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ آسمانوں کی اورزمین کی وَلا يَؤُودُهُ اور اسے بھاری نہیں ہے حِفْظُهُمَا ان دونوں کی حفاظت وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ اوروہ برتر ہےعظمت والا ہے۔

ترجمہ: اللہ ایسا ہے کہ کوئی معبود نہیں ہے مگر وہی، وہ زندہ ہے قائم رکھنے والا ہے اس کو نہیں پکڑتی اونگھ اور نہ نیند، اسی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، کون ہے جو سفارش کرے اس کے پاس مگر اس کی اجازت کے ساتھ؟ وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ احاطہ نہیں کرتے اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا مگر جو وہ چاہے، گنجائش ہے اس کی کرسی میں آسمانوں کی اور زمین کی اور اسے بھاری نہیں ہے ان دونوں کی حفاظت اور وہ برتر ہے عظمت والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۲۔جو سدا ہے جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے۔

۳۔جس کو نہ کبھی اونگھ لگتی ہے نہ نیند۔

۴۔آسمانوں میں جو کچھ ہے وہ بھی اور زمین میں جو کچھ ہے وہ بھی سب اسی کا ہے۔

۵۔کون ہے جو اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کر سکے۔

۶۔وہ سارے بندوں کے تمام آگے پیچھے کے حالات کو خوب جانتا ہے۔

۷۔وہ لوگ اس کے علم کی کوئی بات اپنے علم کے دائرے میں نہیں لا سکتے سوائے اس کے جسے وہ خود چاہے۔

۸۔اس کی کرسی نے سارے آسمانوں اور زمین کو گھیرا ہوا ہے۔

۹۔ان دونوں کی نگہبانی سے اسے ذرا بھی بوجھ نہیں ہوتا۔

۱۰۔وہ بڑا عالی مقام صاحبِ عظمت ہے۔

جس آیت کی تلاوت کی گئی اس کو آیت الکرسی کہا جاتا ہے۔ مسلم کی روایت ہے، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوالمنذر کیا تم جانتے ہو اللہ کی کتاب میں وہ کونسی آیت تمہارے پاس ہے جو سب سے بڑی عظمت والی ہے۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے پھر وہی سوال فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ وہ آیت اَللّٰہُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ہے۔ آپ ﷺ نے میرے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ اے ابوالمنذر تمہیں علم مبارک ہو۔ سبحان اللہ!

اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی کسی سوال کا سہی جواب دے تو اس جواب دینے والے کی تحسین کی جائے اور اس کو مبارکباد دی جائے، جیسا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو مبارکباد دی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ میں ایک آیت ہے جو قرآنِ مجید کی

تمام آیتوں کی سردار ہے وہ جس گھر میں پڑھی جائے شیطان اس گھر سے نکل جاتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اوراس کے صفات کا خاص انداز میں بیان ہے۔اللہ تعالیٰ کا وجود، اس کا زندۂ جاوید ہونا، صاحبِ عظمت وجلال ہونا، ہر قسم کے عیب سے پاک ہونا، اس کا خالق ومالک ہونا، اس کا علیم وخبیر ہونا، اس کا قادر و مقتدر ہونا، وغیرہ۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل اہم باتیں بتلائی گئی ہیں۔

حقیقی معبود صرف ایک اللہ ہی ہے جو زندہ ہے ایسا زندہ جس کو کبھی بھی زوال نہیں، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، وہ خود سے قائم ہے کسی کے قائم کرنے سے قائم نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ پر نہ نیند غلبہ پاسکتی ہے اور نہ اونگھ۔ظاہر ہے کہ نینداوراونگھ کی وجہ سے ہوش وحواس ختم ہوجاتے ہیں اور جس میں ہوش وحواس ہی نہ ہو وہ زمین وآسمان کا نظام کیسے قائم رکھ سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ان سارے عیبوں سے بالکل پاک ہے۔ مخلوق کمزور ہے، اسے اپنی تھکن دور کرنے کیلئے نیند یا اونگھ کی ضرورت ہوتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ ایسے خالق ہیں کہ تھکن ان کے قریب ہی نہیں آسکتی، اونگھ اور نیند سے وہ بالکل پاک ہیں۔مسلم شریف میں ہے، اِنَّ اللّٰـهَ لَا يَنَـامُ وَلَا يَنۡبَغِىۡ لَهٗ اَنۡ يَّنَامَ اللہ تعالیٰ نہیں سوتا اور نہ یہ اس کی ذات کے شایانِ شان ہے کہ وہ سوئے۔

جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب اسی ایک اللہ کے لئے ہے۔زمین اور آسمان اور اس میں موجود ساری مخلوقات اسی ایک اللہ کی ملکیت میں ہیں، وہ ان ساری چیزوں کو اپنی مرضی اور ارادہ سے جیسے چاہے تصرف کرسکتا ہے، اس کا ہاتھ روکنے والا کوئی نہیں۔ مَنۡ ذَا الَّـذِىۡ يَشۡـفَـعُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا بِـاِذۡنِـهٖ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی بارگاہ میں کسی کی سفارش کرے؟ کسی میں یہ طاقت نہیں کہ اس کی اجازت کے بغیر اللہ کی بارگاہ میں سفارش کرسکے۔

بخاری اور مسلم میں اس بات کی وضاحت ہے کہ قیامت کے دن لوگ مختلف نبیوں کی خدمت میں حاضر ہوں گے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ان کی سفارش کرسکیں۔مگر سارے ہی انبیاء علیہم السلام عاجزی ظاہر کریں گے، پھر سارے لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ آپ ہماری سفارش فرمائیں۔آپ ﷺ نے فرمایا میں روانہ ہوجاؤں گا اور عرش کے نیچے آکر اپنے رب کے لئے سجدہ میں پڑ جاؤں گا پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر وہ تعریفیں اور بہترین ثناء منکشف فرمائیں گے جو مجھ سے پہلے کسی پر منکشف نہ فرمائی تھی، پھر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا کہ اے محمد! سر اٹھاؤ اور مانگو تمہارا سوال پورا کیا جائے گا، سفارش کرو تمہاری سفارش پوری کی جائے گی، اس کے بعد آپ ﷺ سفارش فرمائیں گے۔

وَلَا يُـحِيۡـطُوۡنَ بِشَىۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ بندوں کو اللہ تعالیٰ کے علم کا صرف اسی قدر حصہ ملا ہے جتنا کہ اس نے چاہا اور دنیا کی تمام مخلوقات کو جتنا بھی علم ملا ہے وہ اسی اللہ کے عطا فرمانے سے ملا ہے۔اللہ تعالیٰ کا علم وہ سمندر ہے جس کا کنارہ نہیں اور اس کے بندوں کا علم اس کا ایک قطرہ ہے بلکہ اس سے بھی کچھ کم۔

وَسِعَ كُرۡسِيُّـهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ اللہ کی کرسی میں آسمانوں اور زمینوں کی گنجائش ہے۔یہاں اس کرسی کی وسعت وکشادگی بتلائی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے یعنی اس کی کرسی میں سارے آسمان اور ساری زمینیں سب سما سکتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا ہے کہ اگر ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو الگ الگ پھیلا دیا جائے تو اس کرسی کے مقابلہ میں سب مل کر ایسی ہوں گی جیسے جنگل میں کوئی چھوٹی سی گول چیز پڑی ہو۔صاحبِ روح المعانی لکھتے ہیں کہ یہ کرسی عرش کے سامنے اتنی چھوٹی ہے جیسے کوئی چھوٹی سی گول چیز میدان میں پڑی ہو۔

وَلا یَـؤُودُہٗ حِـفْـظُہُمَا وَہُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ اللہ تعالیٰ کو آسمان وزمین کی حفاظت بھاری نہیں ہے۔ان دونوں کی نگرانی ونگہبانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو کوئی بوجھ نہیں ہوتا۔انسان تھوڑے سے بوجھ اور کچھ زائد ذمہ داریوں سے بوجھل ہوجاتا ہے۔اللہ تعالیٰ اتنے طاقتور اور قدرت والے ہیں کہ یہ ساری چیزیں اللہ کی نگاہوں میں ہیچ ہیں اور اللہ تعالیٰ بلند وبرتر ہیں اور عظمت والے ہیں۔

درس نمبر(۲۰۴) | **دین میں زبردستی نہیں ہے** | سورۃ البقرۃ:۲۵۶

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا إِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَد تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقَیٰ لَا انْفِصَامَ لَہَا وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَا إِکْرَاہَ کوئی زبردستی نہیں ہے فِی الدِّیْنِ دین کے معاملہ میں قَد تَّبَیَّنَ واضح ہوچکا ہے الرُّشْدُ ہدایت کا راستہ مِنَ الْغَیِّ گمراہی سے فَمَنْ یَّکْفُرْ جوشخص انکار کرے بِالطَّاغُوتِ گمراہ کرنے والوں کا وَیُؤْمِن بِاللّٰہِ اور اللہ پر ایمان لائے فَقَدِ اسْتَمْسَکَ تو اس نے پکڑلیا بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقَیٰ مضبوط حلقہ لَا انْفِصَامَ لَہَا جو ٹوٹنے والا نہیں وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے۔

ترجمہ: دین کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں ہے، ہدایت کا راستہ گمراہی سے ممتاز ہوکر واضح ہوچکا ہے،اس کے بعد جوشخص گمراہی کرنے والوں کا انکار کرکے اللہ پر ایمان لے آئے گا اس نے ایک مضبوط حلقہ تھام لیا جس کے ٹوٹنے کا کوئی امکان نہیں اور اللہ خوب سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔دینِ اسلام میں زبردستی نہیں ہے۔

۲۔گمراہی کے مقابلہ میں ہدایت یعنی کفر کے مقابلہ میں توحیداسلام کی شکل میں واضح ہوچکا ہے۔

۳۔جوشخص گمراہی سے اپنا منہ موڑلے اور اللہ پر ایمان لالے تو یہ وہ شخص ہے جس نے مضبوط کنڈا یعنی حلقہ تھام لیا ہے۔

۴۔یہ مضبوط حلقہ ٹوٹنے والا بھی نہیں ہے۔

۵۔اللہ تعالیٰ سننے اور جاننے والا ہے۔

ان پانچ باتوں کو سمجھ لینے کے بعد اب اس بات کی طرف آئیے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ باتیں کس پس منظر میں بتلائی ہیں؟ اس سلسلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا ہے کہ زمانۂ اسلام سے پہلے جس عورت کا بچہ مرجاتا تھا وہ یہ منت مان

لیتی تھی کہ اگر میرا بچہ زندہ رہا تو میں اسے یہودی بنادوں گی۔ جب یہودیوں کا قبیلہ بنونضیر مدینہ منورہ سے جلاوطن کیا گیا تو ان میں انصار کے قبیلوں کے وہ لڑکے بھی تھے جو دین یہودیت پر تھے۔ یہودی جب مدینہ منورہ سے جانے لگے تو ان لڑکوں کے خاندان والوں نے کہا کہ ہم ان لڑکوں کو تمہارے ساتھ جانے نہیں دیں گے۔اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ **لاَ إِکْـرَاهَ فِـیْ الدِّیْنِ** دین کے معاملہ میں زبردستی نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی منقول ہیکہ یہ آیت ایک انصاری صحابی کے بارے میں نازل ہوئی۔انصاری صحابی کے دو بیٹے نصرانی تھے جبکہ یہ انصاری مسلمان تھے۔انہوں نے رسولِ رحمت ﷺ سے عرض کیا یہ دونوں نصرانیت چھوڑ نے کو تیار نہیں ہیں، کیا میں ان پر زبردستی نہ کروں؟ ان کے اس سوال پر یہ آیت نازل ہوئی کہ دین کے معاملہ میں زبردستی نہیں ہے۔

اسلام ایک پُرامن مذہب ہے جس میں انصاف اور احسان تو ہے مگر ظلم کی کوئی آمیزش نہیں ہے، جو اسلام قبول کرے گا اس کا استقبال کیا جائے گا لیکن جو کفر پر قائم رہے گا اس پر کسی بھی قسم کی زبردستی نہیں کی جائے گی۔دعوتِ دین میں ترغیب کا پہلو غالب رہتا ہے، زبردستی کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ایک طرف اسلام ایسا منصفانہ فیصلہ کرتا ہے کہ دین کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔دوسری طرف ہمارے ملک بھارت کا معاملہ دیکھئے کہ اس ملک کے فرقہ پرست ظالم اس ملک کے مسلمانوں کو مجبور کرنے پر تلے ہوئے ہیں کہ یہ مسلمان اپنا پیارا اور مقدس دین چھوڑ کر ان فرقہ پرستوں کا مشرکانہ مذہب قبول کرلیں۔ گھر واپسی کے نام سے جو سازشیں ہورہی ہیں اور زبردستی کی جو شکلیں اختیار کی جارہی ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہیں۔

درس نمبر(۲۰۵) | سورۃ البقرۃ:۲۵۷

اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰـهُ وَلِـیُّ الَّـذِیْـنَ آمَـنُـواْ یُـخْـرِجُـهُـم مِّـنَ الظُّلُمَاتِ إِلَی النُّوُرِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُواْ أَوْلِیَآؤُهُمُ الطَّاغُوتُ یُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَی الظُّلُمَاتِ أُوْلَـئِکَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خَالِدُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: **اَللّٰـهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ** اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو **آمَنُواْ** ایمان لے آئے **یُخْرِجُهُم** وہ انہیں نکالتا ہے **مِّنَ الظُّلُمَاتِ** اندھیرے سے **إِلَی النُّوُرِ** روشنی کی طرف **وَالَّذِیْنَ کَفَرُواْ** اور جنہوں نے کفر کیا **أَوْلِیَآؤُهُمُ** ان کے دوست **الطَّاغُوتُ** وہ شیطان ہیں **یُخْرِجُونَهُم** جو انہیں نکال لے جاتے ہیں **مِّنَ النُّورِ** روشنی سے **إِلَی الظُّلُمَاتِ** اندھیریوں میں **أُوْلَـئِکَ أَصْحَابُ النَّارِ** وہ دوزخی ہیں **هُمْ فِیْهَا خَالِدُونَ** جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

ترجمہ: اللہ ایمان والوں کا رکھوالا ہے وہ انہیں اندھیریوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے ان کے رکھوالے وہ شیطان ہیں جو انہیں روشنی سے نکال کر اندھیریوں میں لے جاتے ہیں وہ سب دوزخ والے ہیں وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا رکھوالا ہے۔

۲۔وہ انہیں اندھیریوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔

۳۔جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے ان کے رکھوالے وہ شیطان ہیں جو انہیں روشنی سے نکال کر اندھیریوں میں لے جاتے ہیں۔

۵۔یہ سب دوزخی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی، مددگار، کارساز اور دوست ہے۔وہ مومنوں کی مدد بھی کرتا ہے اور ان کے کاموں کو بناتا ہے اور ان کو نیک انجامی تک پہنچاتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم پر اس قدر مہربان ہیں کہ خاموش انداز میں ہماری بگڑی بنادیتے ہیں، ہماری آرزوؤں کی تکمیل فرمادیتے ہیں، ہمارے مسائل کو حل کردیتے ہیں، ہماری مشکلات کو آسان کردیتے ہیں، مگر ہم ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اس مدد ونصرت سے بالکل غافل رہتے ہیں، ہمارے کاموں کو بنانے والے سے ہم غافل ہوجاتے ہیں، مگر ہمارا پروردگار ہمارے کام برابر بناتے رہتا ہے۔سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۶۸ میں بھی یہ حقیقت بتلائی گئی ہے کہ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ اور اللہ ایمان والوں کا ساتھی ہے۔سورۂ نساء کی آیت نمبر ۴۵ میں فرمایا گیا وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيّاً اور اللہ کافی ہے حمایت کے لئے۔

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو کفر اور شرک کی اندھیریوں سے نکالتا ہے اور انہیں اسلام وایمان کی ابدی روشنی میں لے آتا ہے۔دنیا میں ہزاروں لوگ ایسے تھے جو کفر کی تاریکی میں پھنسے ہوئے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ان کو ایمان کی روشنی عطا فرمائی اور آج وہ دینِ اسلام کی نعمت کے ساتھ زندگی بسر کررہے ہیں۔جو کافر ہوتے ہیں ان کے دوست شیطان ہوتے ہیں اور شیطان ان کافروں کو ایمان کے نور سے نکال کر کفر وشرک کی تاریکیوں اور اندھیروں میں ڈال دیتا ہے اور پھر ان کافروں کا انجام بتلایا گیا کہ یہ دوزخی ہیں اور اس دوزخ میں یہ چند دن تک نہیں، محدود زمانہ تک نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

اس آیت سے ہمیں یہ سبق حاصل کرنا چاہئے کہ اگر ہم مومن ومسلمان ہیں تو پھر تو ہمارا ولی، کارساز اور مددگار اللہ ہے اور جب اللہ ہمارا مددگار اور کارساز ہے تو پھر ہمیں مایوسی سے بہت دور رہنا ہے اور امید اور یقین سے بہت قریب رہنا ہے۔

اس وقت ہمارے ملک بھارت میں جب سے شہریت ترمیمی بل کی آواز گشت کررہی ہے امتِ مسلمہ کا ایک بڑا طبقہ اپنے آپ کو بے سہارا محسوس کررہا ہے۔مسلمانوں کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ ایمان والوں کے کام بنانے والا ملک کا وزیر اعظم نہیں ہوتا بلکہ وہ رب ہوتا ہے جو زمین وآسمان کا خالق ومالک ہے۔

درس نمبر(۲۰۶) ## نمرود لا جواب ہو گیا سورۃ البقرۃ:۲۵۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِىْ حَآجَّ إِبْرَاهِيْمَ فِىْ رِبِّهٖ أَنْ آتَاهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْيِىْ وَيُمِيْتُ قَالَ أَنَا أُحْيِىْ وَأُمِيْتُ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ فَإِنَّ اللّٰهَ يَأْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِىْ الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا إِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اس کو جس نے حجت بازی کی إِبْرَاهِيْمَ ابراہیم سے فِىْ رِبِّهٖ ان کے رب کے بارے میں أَنْ آتَاهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اس وجہ سے کہ اللہ نے اس کو حکومت دی تھی إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ جب کہ ابراہیم نے کہا رَبِّىَ الَّذِىْ میرا رب وہ ہے جو يُحْيِىْ وَيُمِيْتُ زندہ فرماتا ہے اور موت دیتا ہے قَالَ اس نے کہا أَنَا أُحْيِىْ وَأُمِيْتُ میں بھی زندہ کرتا ہوں اور موت دیتا ہوں قَالَ إِبْرَاهِيْمُ ابراہیم نے کہا فَإِنَّ اللّٰهَ پس بیشک اللہ يَأْتِىْ بِالشَّمْسِ سورج کو لاتا ہے مِنَ الْمَشْرِقِ مشرق سے فَأْتِ بِهَا تو اس کو لے آ مِنَ الْمَغْرِبِ مغرب سے فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ پس حیرانی میں پڑ گیا وہ شخص جو کفر اختیار کئے ہوئے تھا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِىْ اور اللہ ہدایت نہیں دیتا الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ ظالم قوم کو۔

ترجمہ: کیا تم نے اس شخص کے حال پر غور نہیں کیا جس کو اللہ نے سلطنت کیا دے دی تھی کہ وہ اپنے پروردگار کے وجود ہی کے بارے میں ابراہیم سے بحث کرنے لگا، جب ابراہیم نے کہا میرا پروردگار وہ ہے جو زندگی بھی دیتا ہے اور موت بھی تو وہ کہنے لگا کہ میں بھی زندگی دیتا ہوں اور موت دیتا ہوں، ابراہیم نے کہا اچھا اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو ذرا اسے مغرب سے تو نکال کر لا؟ اس پر وہ کافر مبہوت ہو کر رہ گیا اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ کیا تم نے اس شخص کے حال پر غور کیا جس کو اللہ نے سلطنت کیا دے دی تھی کہ وہ اپنے پروردگار کے وجود ہی کے بارے میں ابراہیم سے بحث کرنے لگا۔

۲۔ جب ابراہیم نے کہا کہ میرا پروردگار وہ ہے جو زندگی بھی دیتا ہے اور موت بھی۔

۳۔ وہ کہنے لگا کہ میں بھی زندگی دیتا ہوں اور موت دیتا ہوں۔

۴۔ ابراہیم نے کہا اچھا اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، تم ذرا اسے مغرب سے تو نکال کر لاؤ۔

۵۔ اس پر وہ کافر مبہوت ہو گیا۔

۶۔ اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیدائشی وطن بابل ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام لوگوں کو شرک سے بچا رہے تھے

اور توحید کی دعوت دے رہے تھے۔اس زمانہ میں سارا ماحول مشر کانہ تھا۔خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ بت ساز، بت فروش اور بت پرست تھے اور اس زمانہ کا جو بادشاہ نمرود تھا وہ خود اس بات کا دعویدار تھا کہ وہ صاحبِ اختیار خدا ہے۔وہ اس دھوکہ میں تھا کہ جس کی زندگی خود اس کے ہاتھ میں نہیں وہ خود کیسے خدا ہوسکتا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب توحید کی دعوت دی تو سب کو برا لگا اور نمرود کو بھی یہ بات بری لگی۔نمرود سے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بات ہوئی تو نمرود حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حجت کرنے لگا۔نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس بات کی دلیل مانگی کہ تم جس رب کی دعوت دے رہے ہو اس کے وجود کی تمہارے پاس دلیل کیا ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے یہ دلیل دی کہ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ میرا رب وہ ہے جو زندہ بھی کرتا ہے اور موت بھی دیتا ہے۔ چونکہ نمرود صاحبِ اختیار بادشاہ تھا، اس نے ایسے دو آدمیوں کو بلایا جن پر پہلے ہی سے قتل کا حکم تھا اور ان میں سے ایک کو قتل کردیا اور دوسرے کو آزاد کردیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہنے لگا کہ دیکھو! میں نے ایک ایسے شخص کو جس کے سامنے موت تھی آزاد کرکے اس کو زندگی بخش دی اور جو زندہ تھا میں نے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ زندگی اور موت تو میرے ہاتھ میں ہے۔اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک ایسا لا جواب سوال اس کے سامنے ڈال دیا جس سے وہ ہیبت زدہ ہوگیا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا فَاِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِھَا مِنَ الْمَغْرِبِ کہ اللہ تعالیٰ روزانہ سورج کو مشرق سے نکالتے ہیں اگر تو معبود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو چل ذرا سورج کو آج مغرب سے نکال دے؟ یہ ایک ایسا سوال تھا جس کا کوئی جواب نمرود جیسے طاقتور بادشاہ کے پاس نہیں تھا تو وہ مبہوت ہوگیا اور کوئی جواب بن نہیں پڑا۔مگر اس نے طاقت کے نشہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دشمنی کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قید کردیا پھر ان کو آگ میں ڈالنے کا حکم دیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس دہکتی آگ پر اپنا حکم جاری کردیا اور آگ نے جلانے کے بجائے سلامتی اور ٹھنڈک کا کام کیا۔

دینِ حق پر قائم رہنے والوں کو ہمیشہ ہی سے اہلِ باطل سے مقابلہ رہا ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون جیسے ظالم و گھمنڈی بادشاہ سے مقابلہ رہا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود جیسے بادشاہ سے مقابلہ رہا۔مگر تاریخ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ باطل کو اہلِ حق کے سامنے رسوا و ذلیل کیا، ناکام و نامراد کردیا۔آج ہمارے بھارت میں پچیس کروڑ مسلمانوں کو ان ظالموں سے مقابلہ ہے جو اس ملک سے اسلام اور مسلمانوں کو مٹا دینے کی کوشش میں ہیں۔لیکن یہ بات یاد رہے کہ اگر حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام جیسا ایمان و توکّل اور رسولِ رحمت ﷺ جیسا ایمان و توکل ہم بھارتی مسلمانوں میں پیدا ہوجائے تو وہ دن دور نہیں کہ ان پچیس کروڑ مسلمانوں کی مدد کیلئے رب ذوالجلال کی جانب سے کوئی فیصلہ کن حقیقت ظاہر ہوجائے جس سے اسلام کو سربلندی اور مسلمانوں کو ہی فتح و کامرانی نصیب ہو۔

آج بھی ہو ابراہیم سا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

درس نمبر(۲۰۷)

ایک سبق آموز واقعہ

سورۃ البقرۃ:۲۵۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيُطَانِ الرَّجِيُمِ . بِسُمِ اللّٰهِ الرَّحُمٰنِ الرَّحِيُمِ

أَوُ كَـالَّـذِىُ مَرَّ عَلَى قَرُيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوُشِهَا قَالَ أَنَّى يُحُيِـىُ هَـذِهِ اللّهُ بَعُدَ مَوُتِهَا فَأَمَاتَهُ اللّهُ مِـئَةَ عَـامٍ ثُـمَّ بَـعَثَـهُ قَـالَ كَـمُ لَبِثُـتَ قَـالَ لَبِثُـتُ يَـوُماً أَوُ بَعُضَ يَوُمٍ قَالَ بَل لَّبِثُتَ مِئَةَ عَامٍ فَانُظُرُ إِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمُ يَتَسَنَّهُ وَانُظُرُ إِلَى حِمَارِكَ وَلِنَجُعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ وَانُظُرُ إِلَى العِظَامِ كَيُفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكُسُوُهَا لَحُماً فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ قَالَ أَعُلَمُ أَنَّ اللّهَ عَلَى كُلِّ شَىُءٍ قَدِيُرٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أَوُ كَـالَّذِىُ یا اس شخص کی طرح جو مَـرَّ عَـلَى قَرُيَةٍ گزرا ایک بستی پر وَهِـىَ خَاوِيَةٌ اور وہ اس حال میں تھا کہ گری پڑی تھیں دیواریں عَـلَى عُرُوشِهَا اس کی چھتوں پر قَالَ یہ شخص کہنے لگا أَنَّـى يُحُيِـىُ کیسے زندہ کرے گا هَـذِهِ اللّهُ اس بستی کو اللہ بَعُدَ مَوُتِهَا اس کی موت کے بعد فَأَمَاتَهُ اللّهُ پس اللہ نے اس کو مردہ رکھا مِئَةَ عَامٍ سو سال تک ثُمَّ بَعَثَهُ پھر اسے اٹھا دیا قَالَ كَمُ لَبِثُتَ پوچھا کتنے عرصہ تک ٹھہرے رہا؟ قَالَ اس نے کہا لَبِثُتُ يَوُماً میں ایک دن ٹھہرا رہا أَوُ بَعُضَ يَوُمٍ یا ایک دن سے بھی کم قَالَ کہا اللہ نے بَل لَّبِثُتَ بلکہ تو ٹھہرا رہا مِـئَةَ عَامٍ سو سال فَـانُـظُرُ پس تو دیکھ إِلَـى طَـعَامِكَ اپنے کھانے کو وَشَـرَابِكَ اور اپنے پینے کی چیز کو لَمُ يَتَسَنَّهُ کہ وہ سڑی گلی نہیں ہے وَانُظُرُ اور دیکھ تو إِلَى حِمَارِكَ تیرے گدھے کو وَلِنَجُعَلَكَ اور تا کہ ہم تجھے بنا دیں آيَةً لِّلنَّاسِ لوگوں کے لئے نشانی وَانُظُرُ إِلَى العِظَامِ اور دیکھ تو ہڈیوں کی طرف كَيُفَ نُنشِزُهَا کہ کیسے ہم ان کو جوڑ دیتے ہیں ثُـمَّ نَكُسُوهَا پھر ان پر پہنا دیتے ہیں لَـحُماً گوشت فَـلَمَّا پس جب تَبَيَّنَ لَهُ اس پر ظاہر ہو گیا تو قَـالَ اس نے کہا أَعُـلَمُ میں جانتا ہوں کہ أَنَّ الـلّهَ بیشک اللہ عَـلَـى كُـلِّ شَـىُءٍ قَدِيُرٌ ہر چیز پر قادر (قدرت رکھنے والے) ہیں۔

ترجمہ: یا تم نے اس جیسے شخص کے واقعہ پر غور کیا جس کا ایک بستی پر ایسے وقت گزر ہوا جب وہ بستی چھتوں کے بل گر پڑی تھی۔ اس نے کہا کہ اللہ اس بستی کو اس کے مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟ پھر اللہ نے اس شخص کو سو سال تک کے لئے موت دی اور اس کے بعد زندہ کر دیا اور پھر پوچھا کہ تم کتنے عرصہ تک اس حالت میں رہے ہو؟ اس نے کہا ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ، اللہ نے کہا نہیں! بلکہ تم سو سال اسی طرح رہے ہو، اب اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ وہ ذرا نہیں سڑیں اور دوسری طرف اپنے گدھے کو دیکھو اور یہ ہم نے اس لئے کیا تا کہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے اپنی قدرت کا ایک نشان بنا دیں اور تم ان ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم کس طرح انہیں اٹھاتے ہیں پھر ان کو گوشت کا لباس پہناتے ہیں؟ چنانچہ جب حقیقت کھل کر اس کے سامنے آ گئی تو وہ بول اٹھا کہ مجھے یقین ہے اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

تشریح: اس آیت میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یاتم نے اس جیسے شخص کے واقعہ پرغور کیا جس کا ایک بستی پر سے ایسے وقت گزر ہوا جب وہ چھتوں کے بَل گر پڑی تھی۔
۲۔ اس نے کہا کہ اللہ اس بستی کو اس کے مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟
۳۔ پھر اللہ نے اس شخص کو سو سال تک کے لئے موت دی اور اس کے بعد زندہ کر دیا۔
۴۔ پوچھا کہ تم کتنے عرصہ تک اس حالت میں رہے ہو؟
۵۔ اس نے کہا ایک دن یا ایک دن کا کچھ حصہ۔
۶۔ اللہ نے کہا بلکہ تم سو سال اسی طرح رہے ہو۔
۷۔ اب اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ وہ ذرا نہیں سڑیں اور دوسری طرف اپنے گدھے کو دیکھو کہ گل سڑ کر اس کا کیا حال ہو گیا ہے؟
۸۔ یہ ہم نے اس لئے کیا ہے تا کہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے قدرت کا ایک نشان بنا دیں۔
۹۔ اب اپنے گدھے کی ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم کس طرح انہیں اٹھاتے ہیں؟ پھر ان کو گوشت کا لباس پہناتے ہیں۔
۱۰۔ چنانچہ جب حقیقت کھل کر سامنے آ گئی تو وہ بول اٹھا کہ مجھے یقین ہے اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

اس آیت میں جس شخص کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک حضرت عُزیر بن شرخیا تھے۔ واقعہ یہ ہوا کہ حضرت عزیر علیہ السلام کا ایک بستی پر سے گزر ہوا، جس بستی کی ساری آبادی ختم ہو چکی تھی اور اس بستی کے سارے در و دیوار گر چکے تھے، سارے گھروں کی چھتیں بھی گر چکی تھیں، اس حال کو دیکھ کر ان کی زبان سے یہ جملہ نکلا کہ أَنّٰى يُحۡيِىۡ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعۡدَ مَوۡتِهَا اللہ اس بستی کو اس کی موت کے بعد کیسے زندہ فرمائے گا؟ ان کا یہ سوال انکار کے طور پر نہیں بلکہ تعجب کے طور پر تھا، تو اللہ تعالیٰ نے سوال کرنے والے ہی کو موت دے دی اور سو سال تک انہیں اسی طرح رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرما کر اٹھا دیا اور انہی سے سوال کیا کہ تم اس حالت میں کتنی مدت تک ٹھہرے رہے؟ انہوں نے کہا کہ ایک دن یا اس سے بھی کچھ کم۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ تمہارا یہ کہنا صحیح نہیں ہے، تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ تم اس حالت میں ایک سو سال تک ٹھہرے رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بتلایا کہ دیکھو! تمہارے کھانے پینے کی جو چیزیں ہیں وہ ذرا بھی گلی سڑی نہیں جس طرح یہ کھانا اپنی حالت میں سو سال تک باقی رہ گیا اسی طرح بغیر روح کے تیرا جسم بھی صحیح سالم تر و تازہ رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے ان کے مردہ گدھے کو زندہ کر کے دکھایا اور فرمایا کہ تم اپنے گدھے کو دیکھو اور اس کی ہڈیوں پر نظر ڈالو، گدھے کی ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں، اب دیکھو کہ ہم کس طرح اس گدھے پر گوشت چڑھاتے ہیں؟ چنانچہ انہی کے سامنے گدھے کی ہڈیاں ترتیب کے ساتھ جمع ہوئیں، پھر ان پر گوشت چڑھا اور گدھا زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا، جب یہ سب کچھ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو بے اختیار بول اٹھے کہ میں جانتا ہوں کہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

درس نمبر(۲۰۸) **حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے ایک سوال** سورۃ البقرۃ:۲۶۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتٰى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِيْنَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (البقرة: ٢٦٠)

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ اور جب کہا ابراہیم نے رَبِّ اے میرے رب أَرِنِي مجھے دکھایئے كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتٰى آپ کیسے مردوں کو زندہ کرتے ہیں؟ قَالَ اللہ نے کہا أَوَلَمْ تُؤْمِنْ کیا تمہیں یقین نہیں ہے؟ قَالَ کہا بَلٰى یقین کیوں نہ ہوتا وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي لیکن میرے دل کو پورا اطمینان حاصل ہو جائے قَالَ اللہ نے کہا فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ تو چار پرندے لے لو فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ پھر انہیں اپنے سے مانوس کرلو ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ پھر ہر پہاڑ پر رکھ دو مِّنْهُنَّ جُزْءًا ان میں کا ایک حصہ ثُمَّ ادْعُهُنَّ پھر ان کو بلاؤ يَأْتِيْنَكَ سَعْيًا وہ تمہارے پاس دوڑے چلے آئیں گے وَاعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ اور جان لو کہ بیشک اللہ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ غالب حکمت والا ہے

ترجمہ: اور جب ابراہیم نے کہا کہ میرے پروردگار! مجھے دکھایئے کہ آپ مُردوں کو کیسے زندہ کرتے ہیں؟ اللہ نے کہا کیا تمہیں یقین نہیں؟ کہنے لگے یقین کیوں نہ ہوتا؟ مگر یہ خواہش اس لئے کی تاکہ میرے دل کو پورا اطمینان حاصل ہو جائے۔ اللہ نے کہا اچھا تو چار پرندے لو اور انہیں اپنے سے مانوس کرلو پھر ان کو ذبح کر کے ان کا ایک حصہ ہر پہاڑ پر رکھ دو پھر ان کو بلاؤ وہ چاروں تمہارے پاس دوڑے چلے آئیں گے اور جان رکھو کہ اللہ پوری طرح صاحبِ اقتدار بھی ہے اعلیٰ درجے کی حکمت والا بھی۔

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیم نے کہا تھا کہ میرے پروردگار! مجھے دکھایئے کہ آپ مُردوں کو کیسے زندہ کرتے ہیں؟

۲۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کیا تمہیں یقین نہیں؟

۳۔ ابراہیم کہنے لگے یقین کیوں نہیں ہوتا؟ مگر یہ خواہش اس لئے ہے تاکہ میرے دل کو اطمینان حاصل ہو جائے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے کہا اچھا! تو چار پرندے لے لو اور انہیں اپنے پاس سے مانوس کرلو۔

۵۔ پھر ان کا ایک ایک حصہ ہر پہاڑ پر رکھ دو۔

۶۔ پھر ان کو بلاؤ وہ چاروں پرندے تمہارے پاس دوڑے چلے آئیں گے۔

۷۔ اور جان رکھو کہ اللہ پوری طرح صاحبِ اقتدار بھی ہے، اعلیٰ درجہ کی حکمت والا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے محبوب اور دوست تھے جنہیں تاریخ خلیل اللہ کے لقب سے یاد کرتی ہے۔ اس

آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے بالراست ایک سوال اور پھر عملی طور پر اللہ تعالیٰ کا ایک جواب بتلایا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام موحّد اعظم تھے۔ موت، حشر اور نشر پر کامل یقین رکھتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا تاکہ وہ اپنی نظروں سے دیکھ سکیں کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کیسے کرتے ہیں کہ رَبِّ أَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی میرے اللہ! آپ مجھے بتایئے کہ آپ مردوں کو کس طرح زندہ کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دینے سے پہلے ایک سوال اپنے خلیل سے کرلیا کہ کیا تم کو اس بات کا یقین نہیں ہے کہ میں مردوں کو زندہ کروں گا؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ یقین ضرور ہے لیکن یہ سوال میرے دل کی طمانیت کیلئے ہے۔

علم الیقین تو ہے ہی اب عین الیقین بھی ہو جائے، طبعی طور پر انسان کو دیکھنے کے بعد جو اطمینان ہوتا ہے وہ بغیر دیکھے ہوئے سے زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ تم چار پرندے لے لو اور پہلے ان کو اپنے پاس رکھو اور مانوس کرلو اور پھر ان کو پاس رکھ کر ہلالیں کہ وہ ایسے ہل جائیں کہ آپ کے بلانے سے آجایا کریں اور ان کی شناخت بھی ہو جائے تاکہ شبہ نہ ہو کہ کوئی دوسرا پرندہ آ گیا ہو۔ پھر ان چاروں کو ذبح کرکے اور ہڈیوں اور پروں سمیت ان کا خوب قیمہ کرکے اس کے کئی حصے کردیں اور پھر اپنی تجویز سے مختلف پہاڑوں پر اس کا ایک ایک حصہ رکھ لیں، پھر ان کو بلائیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زندہ ہوکر دوڑے دوڑے آپ کے پاس آجائیں گے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا ہی کیا، پھر ان کو پکارا تو فوری ہڈی سے ہڈی، پر سے پر، خون سے خون اور گوشت سے گوشت مل ملا کر سب اپنی اپنی اصل شکل میں زندہ ہوکر دوڑے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آگئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ابراہیم! قیامت کے دن ہم اسی طرح پورے انسانوں کے سارے جسموں کو جمع کرکے ایک دم سے ان میں جان ڈال دیں گے۔ یہ ایک سبق آموز واقعہ ہے اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے کہ قیامت کے دن سارے انسانوں کو زندہ کرکے ایک جگہ جمع کیا جائے گا۔

درس نمبر (۲۰۹) اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ایک بہترین مثال سورۃ البقرۃ: ۲۶۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَّثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّئَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَّثَلُ الَّذِيْنَ ان لوگوں کی مثال جو يُنْفِقُوْنَ خرچ کرتے ہیں أَمْوَالَهُمْ اپنے مال کو فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں كَمَثَلِ حَبَّةٍ اس دانے کی سی ہے جو أَنْبَتَتْ اگائے سَبْعَ سَنَابِلَ سات بالیں فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ ہر بالی میں ہوں مِّئَةُ حَبَّةٍ سو دانے وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ اور اللہ کئی گنا اضافہ کردیتا ہے لِمَنْ يَّشَاءُ جس کے لئے چاہتا ہے وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ بہت وسعت والا اور بڑے علم والا ہے۔

ترجمہ: جولوگ اللہ کے راستے میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ سات بالیں اگائے ہر بال میں سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے کئی گنا اضافہ کردیتا ہے۔ اللہ بہت وسعت والا بڑے علم والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جولوگ اللہ کے راستہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ سات بالیں اگائے اور ہر بال میں سو دانے ہوں۔

۲۔ اللہ جس کے لئے چاہتا ہے ثواب میں کئی گنا اضافہ کردیتا ہے۔

۳۔ اللہ بہت وسعت والا اور بڑے علم والا ہے۔

اس آیت میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت بتائی گئی ہے۔ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۶۰ میں ایک بات یہ بتائی گئی کہ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا جوشخص ایک نیکی کرے اس کے لئے اس کا دس گنا ہے۔ یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی کا کم ازکم درجہ ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں، وہ اپنے بندے کے ایک عمل کو جس قدر بڑھا چڑھا کر صلہ دے وہ اس کے اختیار میں ہے۔ یہاں ایک مثال سے اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے کہ جس طرح زمین پر کسی بھی پھل کا ایک بیج گر جاتا ہے تو اس ایک بیج کا مستقبل یہ ہوتا ہے کہ اس سے ایک درخت بنتا ہے، اس درخت میں سات شاخیں ہوتی ہیں اور ہر شاخ میں سو دانے ہوتے ہیں۔ اس مثال سے چاہے وہ کھیتی کی بالی ہو یا درخت کی شاخ ہو اللہ تعالیٰ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ایک دانہ کے بدلے سات سو دانے کے اس قدرتی نظام سے اللہ تعالیٰ کی وسعت کا اندازہ کریں کہ وہ خدا اس شخص کو بھی سات سو گنا اجر عطا کریں گے جو اس کی راہ میں اخلاص کے ساتھ ایک روپیہ بھی خرچ کرتا ہے بلکہ اس کی شان تو یہ ہے کہ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَّشَاءُ وہ جس کو چاہتا ہے اس سے کئی گنا مزید اضافہ کردیتا ہے جس کی کوئی حد نہیں، چاہے وہ ایک کے بدلہ ایک لاکھ دیدے، اسکو کوئی روکنے والا نہیں ہے اور اس کی شان ہی یہ ہے کہ وہ وسعت والا ہے، اس کے نظام میں تنگی نہیں، وسعت ہی وسعت ہے اور اس کی ذات میں جہل نہیں بلکہ علم ہی علم ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۴۵ میں ہے کہ فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافاً كَثِيْرَةً اللہ اس کو اس کے لئے کئی گنا بڑھادے۔ اس میں تو کوئی حد ہی نہیں ہے، وہ اپنے بندوں کو ایک کے بدلہ بے حساب دینے کا دستور بھی اپنے پاس رکھتا ہے۔

درس نمبر (۲۱۰) سورۃ البقرۃ: ۲۶۲-۲۶۳

خرچ کریں مگر احسان نہ جتائیں

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لاَ يُتْبِعُوْنَ مَا أَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلاَ أَذًى لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُوْنَ O قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَا أَذًى وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جو يُنْفِقُوْنَ خرچ کرتے ہیں أَمْوَالَهُمْ اپنے مال فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں ثُمَّ پھر لاَ يُتْبِعُوْنَ خرچ کرنے کے بعد نہیں کرتے مَا أَنْفَقُوْا جو کچھ کہ خرچ کیا اس پر مَنًّا احسان جتلانا وَلاَ أَذًى اور نہ کوئی تکلیف پہنچاتے ہیں لَّهُمْ ان کے لئے أَجْرُهُمْ ان کا اجر ملے گا عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے پاس

وَلاَ خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ اورنہ ان پر کوئی خوف لاحق ہوگا وَلاَ هُمۡ يَحۡزَنُونَ اورنہ وہ غمگین ہوں گےO قَوۡلٌ مَّعۡرُوفٌ بھلی بات کہہ دینا وَمَغۡفِرَةٌ اوردرگزرکردینا خَيۡرٌ بہتر ہے مِّنۡ صَدَقَةٍ ایسےصدقہ سے يَتۡبَعُهَا أَذًى جس کے بعدکوئی تکلیف پہنچائی جائے وَاللّهُ اوراللہ غَنِيٌّ بے نیاز ہے حَلِيمٌ بردبار ہے۔

ترجمہ: جولوگ اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ کوئی تکلیف پہنچاتے ہیں وہ اپنے پروردگار کے پاس اپنا ثواب پائیں گے، نہ ان کو کوئی خوف لاحق ہوگا اور نہ کوئی غم پہنچے گا، بھلی بات کہہ دینا اور درگزر کرنا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد کوئی تکلیف پہنچائی جائے اور اللہ بڑا بے نیاز بہت بردبار ہے۔

تشریح: اِن دو آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ جولوگ اپنے مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ کوئی تکلیف پہنچاتے ہیں وہ اپنے پروردگار کے پاس اپنا ثواب پائیں گے۔

۲۔ نہ ان کو کوئی خوف لاحق ہوگا اور نہ کوئی غم پہنچے گا۔

۳۔ بھلی بات کہہ دینا اور درگزر کرنا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد کوئی تکلیف پہنچائی جائے۔

۴۔ اللہ بڑا بے نیاز بہت بردبار ہے۔

جولوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کیلئے رب ذوالجلال کے پاس اجر وثواب کی بشارت دی گئی ہے اور یہ بات بھی بتائی گئی کہ نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر اجر وثواب دیئے جانے اور خوف اور حزن سے محفوظ رہنے کی جو بشارت ہے اس کے لئے دو شرطیں ہیں، پہلی شرط یہ کہ خرچ کرنے والا جس پر اپنا مال خرچ کیا ہے اس پر احسان نہ جتائے اور دوسری شرط یہ کہ اذیت پہنچانے والی کوئی بات بھی نہ کرے۔ جب کوئی شخص اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور خرچ کرنے کے بعد احسان جتلاتا ہے یا ایذاء پہنچاتا ہے تو اس کا یہ خرچ کرنا بالکل باطل ہوجاتا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ بعض لوگ جن پر اپنا روپیہ پیسہ خرچ کرتے ہیں ان کو حقیر سمجھتے ہیں۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ عین ممکن ہے کہ جن پر ہم خرچ کررہے ہیں وہ اللہ کی نگاہ میں ہم سے زیادہ محبوب ہوں۔ بعض لوگ کچھ ایسے طنزیہ جملے کہہ دیتے ہیں جس سے اس کا دل ٹوٹ جاتا ہے ،انہیں چاہئے کہ ایسی باتوں سے گریز کریں۔ اگر کوئی ہم سے سوال کرے اور ہمارے پاس اس کو دینے کی گنجائش نہ ہوتو ایسی صورت میں سائل کے جواب میں معقول اور مناسب عذر پیش کردینا اور اگر سائل بدتمیزی سے غصہ دلادے تو اس سے درگزر کرنا بہتر ہے ایسی خیرات دینے سے جس خیرات کے بعد اس کو ایذاء پہنچائی جائے، چاہے وہ ایذاء جسمانی طور پر ہو یا ذہنی طور پر۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والا یہ بات ذہن میں رکھے کہ میں جو خرچ کررہا ہوں اپنے نفع کے لئے خرچ کررہا ہوں، میرا کسی پر احسان نہیں ہے۔

درس نمبر(۲۱۱)

اپنے صدقات کو ضائع مت کرو

سورۃ البقرۃ:۲۶۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيُطَانِ الرَّجِيُمِ . بِسُمِ اللّٰهِ الرَّحُمٰنِ الرَّحِيُمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِيُنَ آمَنُواْ لاَ تُبُطِلُواْ صَدَقَاتِكُم بِالُمَنِّ وَالأذَى كَالَّذِي يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلاَ يُؤُمِنُ بِاللّٰهِ وَالُيَوُمِ الآخِرِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفُوَانٍ عَلَيُهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلُداً لاَّ يَقُدِرُونَ عَلَى شَيُءٍ مِّمَّا كَسَبُواْ وَاللّٰهُ لاَ يَهُدِي الُقَوُمَ الُكَافِرِيُنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيُنَ آمَنُواْ اے ایمان والو! لاَ تُبُطِلُواْ ضائع مت کرو صَدَقَاتِكُم اپنے صدقات کو بِالُمَنِّ احسان جتلا کر وَالأذَى اور تکلیف پہنچا کر كَالَّذِي اس شخص کی طرح جو يُنفِقُ خرچ کرتا ہے مَالَهُ اپنا مال رِئَاءَ النَّاسِ لوگوں کو دکھانے کے لئے وَلاَ يُؤُمِنُ اور ایمان نہیں رکھتا بِاللّٰهِ اللہ پر وَالُيَوُمِ الآخِرِ اور آخرت کے دن پر فَمَثَلُهُ پس اس شخص کی مثال كَمَثَلِ صَفُوَانٍ جیسے ایک چکنی چٹان ہو عَلَيُهِ تُرَابٌ اس پر مٹی جمی ہو فَأَصَابَهُ پھر اس پر پڑے وَابِلٌ زوردار بارش فَتَرَكَهُ پس وہ اس کو چھوڑ دے صَلُداً چکنی بنا کر لاَّ يَقُدِرُونَ عَلَى شَيُءٍ ان کے کچھ ہاتھ نہیں لگتا مِّمَّا كَسَبُواْ اس میں سے جو کچھ کہ انہوں نے کمایا وَاللّٰهُ اور اللہ لاَ يَهُدِي ہدایت تک نہیں پہنچاتا الُقَوُمَ الُكَافِرِيُنَ کافر قوم کو۔

ترجمہ: اے ایمان والو! ایسے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر اس شخص کی طرح ضائع مت کرو جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا چنانچہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چکنی چٹان پر مٹی جمع ہو پھر اس پر زور کی بارش پڑے اور اس مٹی کو بہا کر چٹان کو دوبارہ چکنی بنا کر چھوڑ دے ایسے لوگوں نے جو کمائی کی ہوئی ہے وہ ذرا بھی ان کے ہاتھ نہیں لگتی اور اللہ ایسے کافروں کو ہدایت تک نہیں پہنچاتا۔

تشریح: اِس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر اس شخص کی طرح ضائع مت کرو جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔

۲۔اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چکنی چٹان پر مٹی جمی ہو پھر اس پر زور کی بارش پڑے اور اس مٹی کو بہا کر دوبارہ چکنی بنا چھوڑے۔

۳۔ایسے لوگوں نے جو کمائی کی ہوتی ہے وہ ذرا بھی ان کے ہاتھ نہیں لگتی۔

۴۔اللہ ایسے کافروں کو ہدایت تک نہیں پہنچاتا۔

اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور ایذاء پہنچا کر بے کار مت کرو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو کوئی شخص صدقہ وخیرات کرتا ہے پھر اس کے بعد اس شخص پر احسان جتلاتا ہے جس پر اس نے صدقہ کا مال خرچ کیا اور اس کو کسی تکلیف دہ بات اور عمل سے

ایذاء پہنچا تا ہے تو اسے یہ جان لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس صدقہ کے بدلہ میں کچھ اجر وثواب دینے والے نہیں۔ یہ سب باطل اور ضائع ہو جائے گا۔ احسان جتلا کر اور ایذاء پہنچا کر صدقہ کرنا ایسے ہی ہے جیسے ریا کاری اور دکھاوے کے ساتھ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی مقبولیت کیلئے اللہ اور آخرت پر ایمان شرط ہے اور اخلاص وللّٰہیت بھی شرط ہے اور یہ بھی کہ نہ احسان جتلائے اور نہ ہی اپنے قول وعمل سے اس کو ایذاء پہنچائے۔

جو شخص احسان جتلاتے ہوئے اور ایذاء پہنچاتے ہوئے اپنا مال خرچ کرتا ہے اس کی مثال اس چکنے پتھر کی سی ہے جس پر ذراسی مٹی ہو پھر اس پر زوردار بارش ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اس موسلا دھار بارش کی وجہ سے چکنے پتھر پر کی مٹی بھی بہہ جائے گی اور پتھر بھی صاف ہو جائے گا اور کچھ باقی ہی نہیں رہے گا صرف چکنا پتھر رہ جائے گا۔ بالکل اسی طرح ایمان کے بغیر اور ریا کاری کے ساتھ اور احسان جتلاتے ہوئے ایذاء دیتے ہوئے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کے پاس بھی کچھ اجر وثواب باقی نہیں رہے گا بالکل اس چکنے پتھر کی طرح جس پر چکنے پن کے سوا کچھ باقی ہی نہیں رہا۔

درس نمبر (۲۱۲) خرچ کرتے ہوئے اللہ کی رضا طلب کریں سورۃ البقرۃ:۲۶۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتاً مِّنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَثَلُ الَّذِيْنَ اوران لوگوں کی مثال جو يُنْفِقُوْنَ خرچ کرتے ہیں أَمْوَالَهُمُ اپنے مال ابْتِغَاءَ طلب کرنے کیلئے مَرْضَاتِ اللّٰهِ اللہ کی رضامندی وَتَثْبِيْتاً اور پختگی پیدا کرنے کیلئے مِّنْ أَنْفُسِهِمْ اپنے آپ میں كَمَثَلِ ان کی مثال ایسی ہے جیسے جَنَّةٍ ایک باغ ہو بِرَبْوَةٍ کسی ٹیلے پر أَصَابَهَا اس پر برسے وَابِلٌ زور کی بارش فَاٰتَتْ پس لے آئے أُكُلَهَا اس کا پھل ضِعْفَيْنِ دوگنا فَإِنْ لَّمْ يُصِبْهَا اور اگر نہ برسے وَابِلٌ زور کی بارش تو فَطَلٌّ ہلکی پھلوار ہی وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اور اللہ جو کچھ تم کر رہے ہو دیکھ رہا ہے

ترجمہ: اور جو لوگ اپنے مال اللہ کی خوشنودی طلب کرنے کے لئے اور اپنے آپ میں پختگی پیدا کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک باغ کسی ٹیلے پر واقع ہو، اس پر زور کی بارش برسے تو وہ دگنا پھل لے کر آئے اور اگر اس پر زور کی بارش نہ بھی برسے تو ہلکی پھوار بھی اس کے لئے کافی ہے اور تم جو عمل بھی کرتے ہو اللہ اسے خوب اچھی طرح دیکھتا ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو لوگ اپنے مال اللہ کی خوشنودی طلب کرنے کیلئے اور اپنے آپ میں پختگی پیدا کرنے کیلئے خرچ کرتے ہیں

۲۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک باغ کسی ٹیلے پر واقع ہو، اس پر زور کی بارش برسے تو وہ دگنا پھل لے کر آئے۔

۳۔ اگر اس پر زور کی بارش نہ بھی برسے تو ہلکی پھوار بھی اس کے لئے کافی ہے۔
۴۔ تم جو عمل بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب اچھی طرح دیکھتا ہے۔

اِس آیت میں مخلص اور صالح نیکوکار مومنوں کے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ایک بہترین مثال بیان کی گئی ہے اور اس مثال کے ذریعہ ان خرچ کرنے والوں کے اجر وثواب کی کثرت اور اللہ کے نزدیک ان کی مقبولیت کی وضاحت کی گئی ہے۔ جو لوگ اللہ کو راضی کرنے کی غرض سے اپنے مال خرچ کرتے ہیں اور ان کی نیت یہ بھی ہوتی ہے کہ ان کے نفس اس نیکی کے کام کرنے میں پختہ بھی ہو جائیں اور ثابت قدمی کی کیفیت پیدا ہو جائے اور نفس خرچ کرنے کا عادی بن جائے اور دل سے کنجوسی اور بخل کی بری عادت نکل جائے۔ جو نیک بخت ان اوصاف کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے خرچ کرنے کی مثال ایسی ہے جیسے کسی ٹیلہ پر ایک باغیچہ ہو پھر اوپر سے زوردار بارش بھی ہو جائے تو زمین کو اور زیادہ قوت و طاقت پہنچ جائے جس کی وجہ سے دوگنی تعداد میں پھل آ جائیں چونکہ یہ باغیچہ اونچے ٹیلہ پر ہے اسی لئے زوردار بارش نہ ہو تو ہلکی سی بارش بھی اس کے لئے کافی ہو جاتی ہے جس طرح ایسے ٹیلہ والے باغیچہ میں پھل زیادہ تعداد میں آتے ہیں بالکل اسی طرح ایمان والے جب اخلاص اور اللہ کی رضامندی کی جستجو کے ساتھ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو انہیں ثواب بھی بہت زیادہ ملے گا۔

اِس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ مطلوب ہے کہ بندہ اللہ کی راہ میں جب مال خرچ کرے تو اللہ کی رضامندی کو نشانہ بنالے اور ہر کام ثابت قدمی کے ساتھ کرے۔ اس آیت میں ایک خاص نکتہ بتلایا گیا کہ وہ باغ جو سطح زمین پر ہوتا ہے اس کے لئے زوردار بارش کی ضرورت ہوتی ہے لیکن جو باغ ٹیلہ پر یعنی اونچائی پر ہو، اس کے لئے ہلکی سی بارش بھی کافی ہو جاتی ہے، ہاں! اگر زوردار بارش ہو تو اس باغ کے پھل اور زیادہ ہوں گے۔

درس نمبر (۲۱۳) — **اپنے اعمال کو ضائع نہ ہونے دیں** — سورۃ البقرۃ:۲۶۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ لَهُ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذَالِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أَيَوَدُّ کیا پسند کرتا ہے أَحَدُكُمْ تمہارا ایک أَنْ تَكُونَ لَهُ کہ ہو اس کے لیے جَنَّةٌ ایک باغ مِّن نَّخِيلٍ کھجوروں کا وَأَعْنَابٍ اور انگوروں کا تَجْرِيْ بہتی ہوں مِنْ تَحْتِهَا اس کے نیچے الْأَنْهَارُ نہریں لَهُ اس (شخص) کے لیے فِيْهَا اس (باغ) میں مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ہر قسم کے پھل ہوں وَأَصَابَهُ اور آ پہنچا ہو اُسے الْكِبَرُ بڑھاپا وَلَهُ اور اس کے واسطے ذُرِّيَّةٌ اولاد ہو ضُعَفَاءُ کمزور فَأَصَابَهَا پھر (ناگہاں) آ پڑے اس (باغ) پر

إِعْصَارٌ ایک ایسی آندھی فِيهِ جس میں نَارٌ آگ ہو فَاحْتَرَقَتْ تو جل جائے وہ (باغ) كَذَٰلِكَ اسی طرح يُبَيِّنُ اللّٰهُ (کھول کر) بیان کرتا ہے اللہ لَكُمُ تمہارے لیے الآيَاتِ آیتیں لَعَلَّكُمْ تاکہ تم تَتَفَكَّرُونَ غور وفکر کرو

ترجمہ: کیا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا ایک باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا اس کے نیچے جاری ہوں نہریں اس میں اس کے لئے ہر طرح کے پھل ہوں اور اس کو بڑھاپا آ جائے اور اس کی ضعیف آل واولاد ہو پھر پہنچ گئی اس کو سخت تیز آندھی جس میں آگ ہو سو وہ باغ جل جائے ایسے ہی اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے تمہارے لئے آیات تاکہ تم غور کرو۔

تشریح: اس آیت میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو۔

۲۔ جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں۔

۳۔ اس کو اس باغ میں اور بھی ہر طرح کے پھل حاصل ہوں۔

۴۔ بڑھاپے نے اسے آ پکڑا ہو۔

۵۔ اس کے بچے ابھی کمزور ہوں۔

۶۔ اتنے میں ایک آگ سے بھرا بگولا آ کر اس کو اپنی زد میں لے لے۔

۷۔ اور پورا باغ جل کر رہ جائے۔

۸۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور کرو۔

اس آیت میں ایک مثال کے ذریعہ اس حقیقت سے آگاہ کیا گیا ہے کہ ہم جو نیک اعمال کرتے ہیں ان نیک اعمال کے ضائع کر دینے کے کچھ اسباب بھی ہوتے ہیں اگر انسان ان نیک اعمال کے ساتھ اعمال کو ضائع کرنے والے اسباب اختیار کر لیتا ہے تو پھر یہ اعمال جس وقت ہمیں کام دینے چاہئیں اس وقت کام نہیں دیں گے بلکہ وہ اکارت اور ضائع ہو جائیں گے، وہ کیا اسباب ہیں جن کی وجہ سے اعمال اکارت ہو جاتے ہیں؟ ریاکاری یعنی لوگوں کے دکھاوے کیلئے نماز پڑھنا یا روزہ رکھنا یا جہاد کرنا یا زکوٰۃ دینا وغیرہ۔ اسی طرح اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے احسان جتلانا اور ایذاء پہنچانے والی باتیں کرنا یا ایسا رویہ اختیار کرنا جس سے اس کو تکلیف ہو وغیرہ۔ اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے اس مثال سے سمجھایا ہے۔ تصور کرو کہ ایک شخص ہے کہ اس کا ایک باغ ہے۔ اس میں کھجوریں ہیں اور انگور بھی، اس کے نیچے نہریں بھی جاری ہیں۔ اتنا بہترین، اعلیٰ ترین اور خوشنما باغ ہے اور اس باغ میں ہر طرح کے پھل بھی ہیں۔ اس باغ کے مالک کو بڑھاپا آ گیا اور اس کی آل اولاد بھی ضعیف اور کمزور ہے۔ اتنے میں اس باغ میں سخت تیز ایسی آندھی آئی جس میں آگ بھی تھی اور وہ باغ اس آگ والی آندھی کی وجہ سے جل گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ باغ اس مالک کے کچھ کام نہ آیا جبکہ وہاں سب کچھ تھا۔ اس مثال سے یہ سمجھا جائے کہ یہ باغ، کھجور، انگور، بہترین نہریں اور پھل، یہ نیک اعمال ہیں اور یہ بڑھاپا زندگی کا اختتام ہے۔ جس چیز نے اپنی ریاکاری، احسان جتلانے

اورایذاء پہنچانے کے ذریعہ اپنے تمام اعمال پر پانی پھیر دیا وہ آگ ہے۔اب اس کے پاس آخرت میں کچھ نہیں رہے گا۔اس کے سارے اعمال اسی طرح اکارت جائیں گے جیسے یہ باغ اکارت ہوگیا۔

درس نمبر (۲۱۴) | **اللہ کی راہ میں اچھی چیز خرچ کرو** | سورۃ البقرۃ:۲۶۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ أَنفِقُواْ مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الأَرْضِ وَلاَ تَيَمَّمُواْ الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنفِقُوْنَ وَلَسْتُم بِآخِذِيْهِ إِلاَّ أَنْ تُغْمِضُواْ فِيْهِ وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو جو آمَنُواْ ایمان لائے ہو! أَنفِقُواْ تم خرچ کرو مِنْ طَيِّبَاتِ ان پاکیزہ چیزوں میں سے مَا كَسَبْتُمْ جو تم کماؤ وَمِمَّا اور ان میں سے (بھی) جو أَخْرَجْنَا ہم نے نکالیں لَكُم تمہارے لیے مِّنَ الأَرْضِ زمین سے وَلاَ تَيَمَّمُواْ اور تم ارادہ نہ کرو الْخَبِيْثَ خراب چیز کا مِنْهُ تُنفِقُوْنَ کہ اس میں سے خرچ کرو وَلَسْتُم بِآخِذِيْهِ اور تم خود اس کے لینے والے نہ ہو إِلاَّ أَنْ تُغْمِضُواْ فِيْهِ مگر اس صورت میں کہ چشم پوشی کرجاؤ وَاعْلَمُواْ اور جان رکھو کہ أَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ بیشک اللہ بے نیاز ہے اور ہر قسم کی تعریف اسی کے لئے ہے

ترجمہ: اے ایمان والو! خرچ کرو اپنی کمائی میں سے پاکیزہ چیزوں کو اور اس میں سے جو ہم نے نکالا تمہارے لئے زمین میں سے اور مت ارادہ کرو ردی چیز کا کہ اس میں سے خرچ کرو اور تم خود اس کے لینے والے نہیں ہو مگر اس صورت میں کہ چشم پوشی کرجاؤ اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ غنی ہے اور ہر قسم کی تعریف اسی کے لئے ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔اے ایمان والو! جو کچھ تم نے کمایا ہو اور جو پیداوار ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالی ہو اس کی اچھی چیزوں کا ایک حصہ اللہ کے راستہ میں خرچ کیا کرو۔

۲۔ یہ نیت نہ رکھو کہ بس ایسی خراب چیزیں اللہ کے نام پر دیا کرو گے۔

۳۔ اگر کوئی دوسرا تمہیں دے تو نفرت کے مارے تم اسے آنکھیں میچے بغیر نہ لے سکو۔

۴۔ یاد رکھو کہ اللہ ایسا بے نیاز ہے کہ ہر قسم کی تعریف اسی کی طرف لوٹتی ہے۔

طیب سے مراد عمدہ بھی ہے اور حلال بھی ہے۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ کی راہ میں جب ہم کوئی چیز خرچ کریں تو پہلے یہ دیکھیں کہ یہ عمدہ اور حلال ہے یا گھٹیا اور حرام ہے؟ اگر گھٹیا اور حرام ہے تو اس کو اللہ کی راہ میں خرچ مت کرو۔سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر۹۲ میں بھی اس جانب اشارہ ہے کہ لَنْ تَنَالُواْ الْبِرَّ حَتَّى تُنفِقُواْ مِمَّا تُحِبُّوْنَ تم نیکی کے مقام تک اس وقت تک ہرگز نہیں پہنچو گے جب تک ان چیزوں میں سے اللہ کے لئے خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہیں۔اللہ تعالیٰ اس آیت سے یہ مطالبہ کررہے ہیں کہ تم ہماری راہ میں دے رہے ہو اس لئے ہمارے نام پر

اعلیٰ، عمدہ، اچھی اور حلال و پاکیزہ چیز دو۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی جب فصل پر کھجور کاٹتے تھے تو کھجوروں کے خوشے مسجد نبوی میں ستونوں کے درمیان بندھی ہوئی رسی پر لاکر ٹانگ دیتے تھے جس میں سے فقراء، مہاجرین کھالیتے تھے، ان میں سوکھے ہوئے خوشے بھی ہوتے تھے۔

وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ اور جو کچھ ہم نے زمین سے تمہارے لئے نکالا یعنی نباتات میں سے پھلوں اور غلہ وغیرہ میں سے جو بھی فصل آئے اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ اس میں آمدنی کے جو دو اہم ذرائع ہیں، ایک تو یہ کاروبار وملازمت کے ذریعہ جو حاصل کیا جاتا ہے جس کو مَا كَسَبْتُمْ کے ذریعہ بتلایا گیا اور دوسرے زراعت کے ذریعہ جس کو مِمَّا أَخْرَجْنَا کے ذریعہ بتلایا گیا جو حاصل ہوتا ہے ان دونوں میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا۔ زراعت، تجارت اور ملازمت جو بھی ہو اس میں سے آدمی کو چاہئے کہ اللہ کی راہ میں ضرور خرچ کرے۔

تم ردی چیز یعنی گھٹیا چیز کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے صدقۃ الفطر ادا کرنے کا حکم فرمایا کہ کھجور کا ایک صاع صدقہ میں دیا جائے۔ اس پر ایک شخص ردی کھجور لے آیا۔ اس شخص کے بارے میں یہ کہا گیا کہ جس چیز کو تم خود لینے کے لئے تیار نہیں ہوتے اس کو تم اللہ کے راستہ میں خرچ مت کرو۔

درس نمبر (۲۱۵) **شیطان مفلسی سے ڈراتا ہے** سورۃ البقرۃ: ۲۶۸۔۲۶۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ وَاللّٰهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلاً وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْراً كَثِيْراً وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُوْلُوا الْأَلْبَابِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلشَّيْطَانُ شیطان يَعِدُكُمُ تمہیں ڈراتا ہے الْفَقْرَ تنگ دستی سے وَيَأْمُرُكُم اور تمہیں حکم دیتا ہے بِالْفَحْشَاءِ بے حیائی کا وَاللّٰهُ اور اللہ يَعِدُكُم تم سے وعدہ کرتا ہے مَّغْفِرَةً مِّنْهُ اپنی مغفرت کا وَفَضْلاً اور فضل کا وَاللّٰهُ اور اللہ وَاسِعٌ نہایت وسعت والا عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے ۝ يُؤْتِي (اللہ) دیتا ہے الْحِكْمَةَ حکمت مَنْ يَّشَاءُ جسے چاہتا ہے وَمَنْ يُؤْتَ اور جس شخص کو دیا جائے الْحِكْمَةَ حکمت فَقَدْ تو تحقیق أُوتِيَ وہ دیا گیا خَيْراً بھلائی كَثِيْراً بہت وَمَا يَذَّكَّرُ اور نہیں نصیحت حاصل کرتے إِلَّا مگر أُوْلُوا الْأَلْبَابِ اصحاب عقل ہی

ترجمہ: شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تم سے اپنی مغفرت اور فضل کا وعدہ کرتا ہے، اللہ بڑی وسعت والا ہر بات جاننے والا ہے، وہ جس کو چاہتا ہے دانائی عطا کرتا ہے اور جسے دانائی عطا ہوگئی اسے وافر مقدار میں بھلائی مل گئی اور نصیحت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو سمجھ کے مالک ہیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے۔
۲۔تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔
۳۔اللہ تم سے اپنی مغفرت اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔
۴۔اللہ بڑی وسعت والا ہے ہر بات جاننے والا ہے۔
۵۔وہ جس کو چاہتا ہے دانائی عطا کرتا ہے۔
۶۔جسے دانائی عطا ہوگی اسے وافر مقدار میں بھلائی مل گئی۔
۷۔نصیحت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو سمجھ کے مالک ہیں۔

شیطان تمہارے دلوں میں اس بات کے وسوسے ڈالتا ہے کہ اگر تم صدقہ دو گے تو مال کم ہو جائے گا تم تنگدست ہو جاؤ گے، اس لئے مال بچا کر رکھو، بچوں کے کام آئے گا اور اگر آدمی خرچ کرنے کا ارادہ ہی کرے تو پھر یہ وسوسہ ڈالے گا کہ ردی اور گھٹیا مال خرچ کرو، عمدہ اور اچھا تم اپنے پاس ہی رکھو، تمہارے کام آئے گا۔ اسی کے ساتھ شیطان تمہیں بے حیائی کے کاموں کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں میں پیسہ خرچ کرنے کے وقت تم کو بھڑکائے گا۔ یہ شیطان کی چال ہے، اس کی چال میں مت آؤ۔

شیطان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے مغفرت اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔ شیطان تمہیں ڈراتا ہے اور اللہ تم سے وعدہ کرتا ہے۔ اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ تمہارا دوست کون ہے اور تمہارا دشمن کون ہے؟

مسلمان اس حقیقت سے باخبر رہیں کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے آدمی غریب اور محتاج نہیں بنتا بلکہ اس کے مال میں وسعت اور کشادگی ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں، ایک تو یہ کہ صدقہ کرنے سے کسی بندہ کا مال کم نہ ہوگا اور دوسری بات یہ کہ جس کسی بندہ پر بھی ظلم کیا جائے وہ اس پر صبر کرے گا تو اللہ اس کی وجہ سے اس کو ضرور عزت عطا فرمائے گا اور تیسری بات یہ کہ جو کوئی شخص بندوں سے مانگنے کا دروازہ کھولے گا تو اس کے لئے ضرور تنگدستی کا دروازہ کھل جائے گا۔ (ترمذی)

اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے حکمت یعنی علم، دانائی اور سمجھ عطا فرماتا ہے۔ آدمی جب کسی مالدار کو دیکھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ اس کو بہت زیادہ بھلائی مل گئی۔ اصل بھلائی تو وہ حکمت و دانائی اور علم و سمجھ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے۔ یہی خیرِ کثیر ہے۔ یہی سب سے بڑی بھلائی ہے۔ حکمت کا لفظ قرآنِ مجید میں کئی جگہ آیا ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حکمت سے مراد قرآنِ مجید کی فہم اور فقہ ہے۔ جس نے قرآنِ مجید کو سہی طور پر سمجھ لیا، سمجھو کہ اس کو حکمت کی یہ نعمت مل گئی ہے اور خیرِ کثیر سے وہ مالا مال ہو گیا ہے۔

عقلمند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں، جو عقل سے محروم ہے وہ نصیحت سے بھی محروم ہے۔

درس نمبر (۲۱۶) سورۃ البقرۃ:۲۷۰۔۲۷۱

صدقہ علانیہ بھی درست ہے

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡم . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

وَمَـا أَنۡفَـقۡتُـم مِّنۡ نَّفَـقَةٍ أَوۡ نَـذَرۡتُـم مِّـنۡ نَّـذۡرٍ فَـإِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُهُ وَمَا لِلظَّالِمِيۡنَ مِنۡ أَنصَارٍ O إِنۡ تُبۡدُواۡ الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنۡ تُخۡفُوهَا وَتُؤۡتُوهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيۡرٌ لُّكُمۡ وَيُكَفِّرُ عَنۡكُم مِّنۡ سَيِّئَاتِكُمۡ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُونَ خَبِيۡرٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَـا أَنفَقۡتُم اورجوتم خرچ کرو مِّـن نَّفَقَةٍ کسی قسم کا خرچ أَوۡ نَذَرۡتُم یاتم نذر مانو مِّن نَّذۡرٍ کوئی بھی نذر فَـإِنَّ اللّٰهَ تو بیشک اللہ يَـعۡلَمُهُ جانتاہےاسے وَمَـا لِلظَّالِمِيۡنَ اورنہیں ہےظالموں کے لئے مِنۡ أَنصَارٍ کوئی مددگار O إِنۡ تُبۡدُواۡ اگرتم ظاہرکرو الصَّدَقَاتِ خیرات فَنِعِمَّاهِيَ تواچھی بات ہے یہ وَإِنۡ اوراگر تُخۡفُوهَاتم اسے چھپاؤ وَتُـؤۡتُوهَا اوراسےدو الۡـفُقَرَآءَ فقیروں کو فَهُوَ تووہ خَيۡرٌ بہت ہی بہتر ہے لُّكُمۡ تمہارے لئے وَيُـكَفِّرُ اور(اللہ)دورکردے گا عَنكُم تم سے مِّـنۡ سَيِّئَاتِكُمۡ تمہارے(کچھ)گناہ وَاللّٰهُ اوراللہ بِمَا ساتھ اس کے جو تَعۡمَلُونَ تم عمل کرتے ہو خَبِيۡرٌ خوب خبردار ہے

ترجمہ: اورتم اللہ کی راہ میں جس طرح کا خرچ کرو یا کوئی نذر مانو۔اللہ اس کو جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔اگرتم خیرات ظاہر کر کے دوتو وہ بھی خوب ہے اور اگر پوشیدہ دواور دو بھی ضرورتمندوں کوتو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اس طرح کا دینا تمہارے گناہوں کو بھی دور کرے گا اور اللہ کوتمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔

تشریح: ان دوآیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔تم جو کچھ خرچ کرو یا کوئی منت مانو اللہ اسے جانتا ہے۔

۲۔ظالموں کو کسی طرح کے مددگار میسر نہیں آئیں گے۔

۳۔اگرتم صدقات ظاہر کر کے دو تب ہی اچھا ہے۔

۴۔اگران کو چھپا کر فقراء کو دوتو یہ تمہارے حق میں کہیں بہتر ہے۔

۵۔اللہ تمہاری برائیوں کا کفارہ کر دے گا۔

۶۔اللہ تمہارے تمام کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔

تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو چھوٹی چیز یا بڑی چیز اور جو بھی تم نذر مانتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے۔اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم نے کس قسم کی منت مانی اور کس قدر اللہ کی راہ میں خرچ کیا؟ اور جب اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے تو وہ اس کا برابر اجر و ثواب دے گا اور ذرہ برابر اجر وثواب میں کمی نہیں کی جائے گی۔

لوگ عموماً نذر مانتے ہیں جس کو منت ماننا بھی کہتے ہیں۔نذر ماننے کے سلسلہ میں یہ بات ملحوظ رہے کہ وہ گناہ سے

متعلق نہ ہو۔ مثلاً اگر یہ کام ہوگیا تو میں جھوٹ بولوں گا یا وعدہ خلافی کروں گا۔ ظاہر ہے کہ ایسی منت اور نذر کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ بہرصورت گناہ کی نذر نہ مانے۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے متعلق عموماً لوگ نذر مانتے ہیں لیکن یہ لوگوں کا عمل ہے۔ شریعت میں اس قسم کی نذر مطلوب نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اگر نذر مان لے تو اس کو پورا کرنا چاہئے جیسا کہ سورۂ حج کی آیت نمبر ۲۹ میں مذکور ہے کہ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ اپنی نذروں کو پورا کرو، لیکن اس کے باوجود نذر ماننا کوئی پسندیدہ چیز نہیں ہے۔ بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نذر ماننے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ وہ کسی چیز کو رفع نہیں کرسکتی اور ہوتا یہ ہے کہ اس کے ذریعۂ بخیل سے کوئی چیز نکال لی جاتی ہے۔ (بخاری، جلد اول: ۹۹۰) اگر آدمی بیمار ہو تو اس کا صدقہ کرنا تو بہتر ہے، اس لئے کہ صدقہ بلاؤں کو ٹال دیتا ہے، لیکن اللہ کی راہ میں صدقہ کیلئے نذر ماننا ضروری نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ کی اطاعت کی نذر مانے وہ اللہ کی اطاعت کرے اور جو شخص گناہ کی نذر مان لے وہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے۔ (بخاری)

اللہ کی راہ میں جو صدقہ کیا جاتا ہے اس کی دو صورتیں ہیں۔ صدقہ کا علانیہ دینا یعنی ظاہر کرکے خرچ کرنا اور دوسری صورت چھپا کر دینا کہ کسی کو معلوم ہی نہ ہو۔ اس آیت میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ اگر تم صدقات کو ظاہر کرکے دو تو یہ اچھی بات ہے اور اگر تم ان صدقات کو چھپا کر دو تو وہ زیادہ بہتر ہے۔

یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ظاہر کرکے صدقہ کرتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ ریا کار ہے۔ بعض اوقات ترغیب کی نیت سے بھی ظاہر کرکے دیا جاتا ہے، اس کی شریعت میں گنجائش ہے۔ اس لئے وہ شخص جو چھپا کر دیتا ہے وہ اس شخص پر ریاکاری کا الزام نہ لگائے جو ظاہر کرکے دے۔ البتہ اس آیت کے الفاظ پر غور کریں تو یہ بات محسوس و معلوم ہوتی ہے کہ چھپا کر دینا زیادہ بہتر ہے۔ ایک اور بات جو ترغیب کے طور پر بتلائی گئی کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو مٹادے گا، گویا یہ صدقہ گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے۔

درس نمبر (۲۱۷) | ## ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے | سورۃ البقرۃ: ۲۷۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَّيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَاءُ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنفُسِكُمْ وَمَا تُنفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَمَا تُنفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ (البقرۃ: ۲۷۲)

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَّيْسَ عَلَيْكَ نہیں ہے آپ پر هُدَاهُمْ ان کو ہدایت دینا وَلَكِنَّ اللّٰهَ لیکن اللہ يَهْدِىْ ہدایت دیتا ہے مَنْ يَّشَاءُ جسے چاہتا ہے وَمَا تُنفِقُوا اور جو کچھ تم خرچ کرو مِنْ خَيْرٍ مال سے فَلِأَنفُسِكُمْ تو وہ تمہارے نفسوں ہی کے (فائدے کے) لیے ہے وَمَا تُنفِقُونَ اور تم خرچ نہیں کرتے ہو إِلَّا مگر ابْتِغَاءَ تلاش کرنے کے لیے وَجْهِ اللّٰهِ اللہ کی رضامندی وَمَا تُنفِقُوا اور جو تم خرچ کروگے مِنْ خَيْرٍ مال سے يُّوَفَّ وہ پورا پورا دیا جائے گا

إِلَيْكُمْ تمہیں وَأَنتُمْ اورتم لاَ تُظْلَمُونَ ظلم نہیں کیے جاؤ گے

ترجمہ: ان کافروں کوراہِ راست پر لے آنا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے،لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے راہِ راست پر لے آتا ہےاور جو مال بھی تم خرچ کرتے ہو وہ خودتمہارے فائدے کے لئے ہوتا ہے جبکہ تم اللہ کی خوشنودی طلب کرنے کے سوا کسی اورغرض سے خرچ نہیں کرتے اور جو مال بھی تم خرچ کروگے تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اورتم پر ذرا بھی ظلم نہیں ہوگا۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ان کافروں کوراہِ راست پر لے آنا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔

۲۔لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے راہِ راست پر لے آتا ہے۔

۳۔جو مال بھی تم خرچ کرتے ہو وہ خودتمہارے فائدے کے لئے ہوتا ہے۔

۴۔جبکہ اللہ کی خوشنودی طلب کرنے کے سوا کسی اورغرض سے خرچ نہیں کرتے۔

۵۔جو مال بھی تم خرچ کروگے تمہیں پورا پورا دیا جائے گا۔

۶۔تم پر ذرا بھی ظلم نہیں ہوگا۔

رسولِ رحمت ﷺ نے کافروں اور مشرکوں کوحق کی دعوت دی،توحید کی طرف بلایا،جن لوگوں نے قبول کیا وہ تو صحابہ کہلائے،مگرایک بڑا طبقہ وہ تھا جس طبقہ نے انکار کیا۔ان کافروں کے انکاراور دعوتِ حق کوقبول نہ کرنے کی وجہ سے رسولِ رحمت ﷺ کو دکھ ہوتا تھااور آپ ﷺ بے چین رہتے تھے۔طبعی طور پر جو رنج آپ ﷺ کو ہوتا تھااس رنج کو دور کرنے کیلئے آپ ﷺ کوموقع بموقع تسلی دی جاتی تھی۔اس آیت میں بھی تسلی دی گئی ہے کہ پیغمبر! آپ کے ذمہ ان کی ہدایت نہیں ہے، ہدایت تو بس اللہ دیتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے۔جو کچھ تم اچھا مال خرچ کرتے ہوتو وہ تمہارے ہی فائدہ کے لئے ہے۔تم خرچ کرتے ہوئے یہ تصور مت کرو کہ اس میں صرف غریب اور محتاج ہی کا فائدہ ہے بلکہ تمہارا اللہ کی راہ میں خرچ خودتمہارے لئے بھی نفع بخش ہے جبکہ تم اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے اپنا مال خرچ کرو۔

ایسے موقع پر جب کہ آپ ﷺ کو یہ بات کہی جارہی ہے کہ آپ کے ذمہ ان کی ہدایت نہیں ہے، ہدایت تو اللہ دیتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہاں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی بات کیوں کہی جاری ہے؟اس سلسلہ میں صاحبِ روح المعانی نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے سببِ نزول میں یہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ ہم صرف مسلمانوں پر اپنا مال خرچ کریں۔اس لئے یہ آیت نازل ہوئی۔نیز حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی منقول ہے کہ انصار کی رشتہ داریاں تھیں جن میں بعض لوگ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے،وہ حضرات ان کوصدقہ دینے سے گریز کرتے تھےاور چاہتے تھے کہ وہ اسلام قبول کرلیں۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔اس اعتبار سے اس کا مطلب مفسرین نے یہ بیان کیا کہ ہدایت پرلانا آپ ﷺ کا کام نہیں ہے کہ صدقہ دینے کوروک کرلوگوں کواسلام پرلانے کی صورت پیدا کی جائے۔صدقہ دیناتمہارا کام ہے۔اسلام قبول کرنا نہ کرنا ان کا کام ہےاور ہدایت دینا نہ دینا اللہ کا کام ہے۔جو مال بھی تم نیک کاموں میں خرچ کروگے اس کا نفع تم کو ہوگا اوراللہ تعالیٰ تو پورا پورا بدلہ دینے والے ہیں۔ایسا نہیں کہ بدلہ دینے میں کمی کر کے اللہ تعالیٰ تم پرظلم کرے۔یادرکھو کہ تم ظلم نہیں کئے جاؤ گے۔

درس نمبر (۲۱۸)

خرچ کرنے سے پہلے مستحق کو پہچانیں

سورۃ البقرۃ:۲۷۳۔۲۷۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ أُحصِرُواْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لاَ يَسْتَطِيْعُونَ ضَرْباً فِيْ الأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيْمَاهُمْ لاَ يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافاً وَمَا تُنفِقُواْ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهِ عَلِيْمٌ O اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرّاً وَعَلاَنِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ (یہ صدقہ) ان ضرورت مندوں کے لیے ہے جو أُحصِرُواْ روک دیئے گئے ہیں فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں لاَ يَسْتَطِيْعُونَ وہ استطاعت نہیں رکھتے ضَرْباً چلنے پھرنے کی فِيْ الأَرْضِ زمین میں يَحْسَبُهُمُ گمان کرتا ہے ان کو الْجَاهِلُ ناواقف أَغْنِيَاءَ مالدار مِنَ التَّعَفُّفِ ان کے عدم سوال کی وجہ سے تَعْرِفُهُم آپ پہچان لیں گے انہیں بِسِيْمَاهُمْ ان کے چہرے کی علامات سے لاَ يَسْأَلُونَ نہیں وہ سوال کرتے النَّاسَ لوگوں سے إِلْحَافاً چمٹ کر وَمَا اور جو تُنفِقُواْ تم خرچ کرو مِنْ خَيْرٍ مال سے فَإِنَّ تو بلاشبہ اللّٰهَ اللہ بِهِ اس کو عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے O اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جو يُنْفِقُونَ خرچ کرتے ہیں أَمْوَالَهُم اپنے مال بِاللَّيْلِ رات میں وَالنَّهَارِ اور دن میں سِرّاً پوشیدہ وَعَلاَنِيَةً ظاہر فَلَهُمْ تو ان کے لئے أَجْرُهُمْ ان کا اجر ہے عِندَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے ہاں وَلاَ خَوْفٌ اور نہ کوئی خوف ہوگا عَلَيْهِمْ ان پر وَلاَ هُمْ اور نہ وہ يَحْزَنُونَ غمگین ہوں گے

ترجمہ: (مالی امداد کے بطور خاص) مستحق وہ فقراء ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں اس طرح مقید کر رکھا ہے کہ وہ معاش کی تلاش کے لئے زمین میں چل پھر نہیں سکتے، چونکہ وہ ایسے پاک دامن ہیں کہ کسی سے سوال نہیں کرتے اس لئے ناواقف آدمی انہیں مالدار سمجھتا ہے۔ تم ان کے چہرے کی علامتوں سے ان کی اندرونی حالت کو پہچان سکتے ہو، مگر وہ لوگوں سے لگ لپٹ کر سوال نہیں کرتے اور تم جو مال بھی خرچ کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے جو لوگ اپنے مال دن رات خاموشی سے بھی اور علانیہ بھی خرچ کرتے ہیں وہ اپنے پروردگار کے پاس اپنا ثواب پائیں گے اور نہ انہیں کوئی خوف لاحق ہوگا نہ کوئی غم پہنچے گا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ مالی امداد کے بطور خاص مستحق وہ فقراء ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں اس قدر مقید کر رکھا ہے کہ وہ معاش کی تلاش کے لئے زمین پر چل پھر نہیں سکتے۔

۲۔ چونکہ وہ اتنے پاک دامن ہیں کہ کسی سے سوال نہیں کرتے۔

۳۔ اس لئے ناواقف آدمی انہیں مالدار سمجھتا ہے۔

۴۔ تم ان کے چہرے کی علامتوں سے ان کی اندرونی حالت کو پہچان سکتے ہو۔

۵۔ مگر وہ لوگوں سے لگ لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔

۶۔اور تم جو مال بھی خرچ کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

۷۔جو لوگ اپنے مال دن رات خاموشی سے بھی اور علانیہ بھی خرچ کرتے ہیں وہ اپنے پروردگار کے پاس اپنا ثواب پائیں گے۔

۸۔نہ انہیں کوئی خوف لاحق ہوگا نہ کوئی غم پہنچے گا۔

رسولِ رحمت ﷺ کے زمانہ میں مدینۂ منورہ میں ایسے غریب وفقیر مہاجر صحابہ بھی تھے جنہوں نے اپنی زندگی علم نبوت حاصل کرنے کے لئے وقف کر رکھی تھی۔وہ مسجد نبوی کے چبوترے پر رہتے تھے جس پر چھپر پڑا ہوا تھا۔یہ عام حالات میں رسول اللہ ﷺ سے بالراست علم حاصل کرتے تھے اور جنگ کے دنوں میں جہاد میں مصروف رہتے تھے۔انہیں اصحابِ صفہ بھی کہا جاتا ہے۔عموماً یہ مفلوک الحال غریب اور فقیر تھے۔یہ دور دراز کا تجارتی سفر کرنے کی بھی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔بس مسجد نبوی کے دامن ہی میں ان کا گزر بسر ہوتا تھا۔پاکدامنی کی وجہ سے یہ کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتے تھے۔ناواقف لوگ ان کی اس حالت کو دیکھ کر یہ سمجھتے تھے کہ یہ ضرورتمند نہیں ہیں، حالانکہ اگر ان کے چہروں کو بغور دیکھتے اور ان کی غربت کی علامتوں کو دیکھتے تو ضرور پہچان سکتے تھے اور یہ خوددار بھی تھے کہ کسی سے لگ لپٹ کر نہیں مانگتے تھے جیسا کہ عام پیشہ ور فقیر کسی کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور لینے تک نہیں چھوڑتے، ایسی کوئی بات ان میں نہیں تھی۔اللہ تعالیٰ ایسے ضرورتمند فقراء پر اپنا مال خرچ کرنے کا اس آیت میں حکم دے رہے ہیں۔حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان سے وہ مراد ہیں جن کو جہاد میں زخم آ گئے تھے اور وہ معذور ہو گئے تھے۔

اس آیت کے اس زمانہ میں وہ لوگ بھی مصداق ہیں یعنی آج کے دور میں وہ لوگ بھی صدقہ وخیرات کے حقدار ہیں (کہ جن پر ہم اپنا مال خرچ کریں) جو دینی کاموں میں اس قدر مشغول ومصروف رہتے ہیں کہ ان کی اس مصروفیت و مشغولیت کی وجہ سے وہ ادھر اُدھر کہیں آ جا نہیں سکتے اور اس دینی مصروفیت کی وجہ سے باوجود صلاحیت وقابلیت کے تجارت نہیں کر سکتے۔مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ ایسے دیندار افراد پر بھی اپنا مال خرچ کریں۔مثلاً وہ علماء کرام جو لوگوں کی اصلاح میں ہمہ تن مصروف ہیں جن کی باقاعدہ کوئی آمدنی نہیں ہے۔لوگوں کا ان کے پاس ہر وقت اصلاح کے لئے آنا جانا، جس کی وجہ سے ان کا اپنی جگہ سے ہٹ نہ پانا، صبح وشام کی ان کی یہ اصلاحی خدمات انہیں نہ کاروبار کی اجازت دیتی ہیں اور نہ ملازمت کی، تو ایسی صورت میں مسلمانوں کو چاہئے کہ ان کے گزر بسر کا خیال رکھیں۔صرف سوکھی عقیدت جس میں کوڑی بھی خرچ نہ ہو، ایسی خشک عقیدت کہ ''چمڑی جائے دمڑی نہ جائے'' کے مصداق ہونا مناسب نہیں ہے، اس میں کچھ لچک ہونی چاہئے۔اسی طرح دینی تعلیم وتربیت میں مصروف اشخاص جو مدارس یا مکاتب کی خدمات میں مصروف ہوں جن کے لئے ان کی ذاتی زندگی گزارنے میں مشکلات ہوں، وسائل کی قلت ہو تو ان پر بھی لوگ اپنا مال خرچ کریں۔ہم اس حقیقت کو محسوس کر سکتے ہیں کہ دینی مدارس کے مدرسین کی قلیل تنخواہوں کی وجہ سے معاشی اعتبار سے ان پر کیا گزرتی ہے؟ اسی طرح قوم کی رہنمائی کیلئے جو علماء تصنیف وتالیف میں مصروف ہوں، دین کی اشاعت میں لگے ہوں ان کا بھی خیال رکھا جائے، ان کے گھریلو اخراجات کے لئے ان پر اپنا مال خرچ کیا جائے۔اسی طرح جو لوگ دین کی دعوت وتبلیغ میں ہمہ تن مصروف ہوں، ان

کی مصروفیت کی وجہ سے ان کا باہر نکلنا ناممکن ہو تو ان پر بھی اپنا مال خرچ کیا جائے۔ اسی طرح دین کے دوسرے مختلف شعبہ جات میں جو بھی افراد مصروف ہیں ان پر اپنا مال خرچ کریں۔

جو اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں، دن رات یعنی ہمیشہ اور علانیہ اور پوشیدہ ہر طرح خرچ کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے ان کے پروردگار کے پاس اجر بھی ہے اور انہیں نہ کسی کا خوف ہے اور نہ کسی رنج کا اندیشہ۔ ان کی زندگی پُر بہار ہوگی جو راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔

درس نمبر (۲۱۹) | سورۃ البقرۃ:۲۷۵

سودخوری کا انجام

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ الرِّبَا لاَ يَقُوْمُوْنَ إِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوْا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ فَأُوْلَـئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ (البقرۃ:۲۷۵)

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جو يَأْكُلُوْنَ کھاتے ہیں الرِّبَا سود لاَ يَقُوْمُوْنَ وہ نہیں اٹھیں گے إِلَّا مگر كَمَا اس شخص کی طرح يَقُوْمُ الَّذِىْ جو اٹھیں گے يَتَخَبَّطُهُ جس کو پاگل بنادیا ہو الشَّيْطَانُ شیطان نے مِنَ الْمَسِّ چھوکر ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ یہ اس لئے ہوگا کہ قَالُوْا انہوں نے کہا إِنَّمَا الْبَيْعُ بیشک بیع تو مِثْلُ الرِّبَا سود کی طرح ہی ہے وَأَحَلَّ اللّٰهُ حالانکہ اللہ نے حلال کیا ہے الْبَيْعَ بیع کو وَحَرَّمَ الرِّبَا اور حرام کیا ہے سود کو فَمَنْ جَاءَهُ پس جس کے پاس آئے مَوْعِظَةٌ نصیحت مِّن رَّبِّهِ اس کے پروردگار کی طرف سے فَانْتَهَى اور وہ باز آ گیا فَلَهُ مَا سَلَفَ تو ماضی میں جو کچھ ہوا وہ اسی کا ہے وَأَمْرُهُ إِلَى اللّٰهِ اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے وَمَنْ عَادَ اور جو شخص لوٹ کر وہی دوبارہ کرے گا تو فَأُوْلَـئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ایسے لوگ دوزخی ہیں هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے

ترجمہ: جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت میں اٹھیں گے تو اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے چھوکر پاگل بنادیا ہو، یہ اس لئے ہوگا کہ انہوں نے کہا تھا کہ بیع بھی تو سود ہی کی طرح ہوتی ہے حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے، لہٰذا اس شخص کے پاس اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت آ گئی اور وہ (سودی معاملات) سے باز آ گیا تو ماضی میں جو کچھ ہوا وہ اسی کا ہے اور اس (کی باطنی کیفیت) کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جس شخص نے لوٹ کر پھر وہی کام کیا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں، وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت میں اٹھیں گے تو اس شخص کی طرح اٹھیں گے جسے شیطان نے چھوکر پاگل بنادیا ہو۔

۲۔ یہ اس لئے ہوگا کہ انہوں نے کہا تھا کہ بیع تو سود ہی کی طرح ہے۔

۳۔حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

۴۔لہٰذا جس شخص کے پاس اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت آ گئی ہو اور وہ باز آ گیا تو ماضی میں جو کچھ ہوا وہ اسی کا ہے۔

۵۔اوراس کی باطنی کیفیت کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔

۶۔جس شخص نے لوٹ کر بھی وہی کام کیا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

یہاں سے مسلسل چھ آیتوں میں سود سے متعلق متعدد احکام موجود ہیں، جن چھ آیتوں میں سے یہ پہلی آیت ہے جس میں سود کا انجام اور اس کی حرمت بھی بیان کی گئی ہے۔ جولوگ سود کھاتے ہیں ان کا قیامت کے دن انجام یہ ہوگا کہ جب یہ قبروں سے نکل کر کھڑے ہوں تو ایسے کھڑے ہوں گے جیسے کہ وہ شخص جس کو شیطان نے لپٹ کر خبطی اور مدہوش بنادیا ہو وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں ہوگا کہ اس کے ہوش خطا ہو جائیں گے، وہ مبہوت ہو کر رہ جائے گا، اس کا دل، دماغ کچھ کام نہیں کرے گا اور بہکی بہکی باتیں کرے گا جیسے کوئی پاگل آدمی بات کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں ایسے لوگوں پر گزرا جن کے پیٹ گھروں کی طرح سے تھے، ان میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو ان کے پیٹوں کے باہر سے نظر آ رہے تھے۔ میں نے کہا اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ جواب دیا کہ یہ سود کھانے والے ہیں۔(مشکوٰۃ) سود کے بارے میں مشرکین یہ کہتے تھے کہ جس طرح ہم کوئی سامان فروخت کر کے نفع کماتے ہیں، اسی طرح اگر قرض دے کر کوئی نفع کمائیں تو کیا حرج ہے؟ قرآنِ مجید نے ان کے اس اعتراض کا یہاں جواب دیا ہے کہ سامانِ تجارت کا تو مقصد ہی یہ ہے کہ اسے بیچ کر نفع کمایا جائے، لیکن نقدی (پیسہ) اس کام کے لئے نہیں بنائی گئی ہے کہ اسے سامانِ تجارت بنا کر اس سے نفع کمایا جائے۔ نقدی تو تبادلے کا ایک ذریعہ ہے تاکہ اس کے ذریعہ اشیاءِ ضرور یہ خریدے اور بیچے جاسکیں۔ نقدی کا نقدی سے تبادلہ کر کے اسے بذاتِ خود نفع کمانا یہی سود ہے اور قرآنِ مجید نے فیصلہ کر دیا کہ تجارت حلال ہے اور سود حرام ہے۔

اس آیت میں یہ بات بھی بتلائی گئی کہ چونکہ اسلام کی ابتداء میں سود حرام نہیں تھا، جس کی وجہ سے سود کھانے کا سلسلہ جاری تھا اور یہ معاملات چل رہے تھے، لیکن جب وَحَـرَّمَ الـرِّبَـا کے ذریعہ سود کو حرام قرار دے دیا گیا تو اب ایک سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ اب تک جو معاملات ہو گئے اور سود کے ذریعہ سے جو رقم مل گئی اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس کی وضاحت کی گئی کہ جو معاملات اب تک ہو گئے وہ ہو گئے، ان رقموں کو واپس کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اب حرام ہو گیا ہے اس کے بعد کوئی سودی لین دین ہرگز نہیں ہوگا۔ پھر جب یہ بات بھی بتلا دی گئی کہ سود کے حرام ہونے کے باوجود جولوگ اس کی حرمت کو تسلیم نہیں کریں گے اور سود خوری کے اس سلسلہ کو جاری رکھیں گے، ان کے لئے یہ وعید ہے کہ وہ دوزخی ہیں اور وہ اس دوزخ میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

درس نمبر(٢٢٠) **اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے** سورۃ البقرۃ:٢٧٦

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيْمٍ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَمْحَقُ اللّٰهُ اللہ مٹاتا ہے الرِّبَا سود کو وَيُرْبِي اور بڑھاتا ہے الصَّدَقَاتِ صدقات کو وَاللّٰهُ اور اللہ لَا يُحِبُّ ناپسند کرتا ہے كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيْمٍ جو ناشکرا گنہگار ہو

ترجمہ: اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ ہر اس شخص کو ناپسند کرتا ہے جو ناشکرا گنہگار رہو۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

١۔ اللہ سود کو مٹاتا ہے۔

٢۔ صدقات کو بڑھاتا ہے۔

٣۔ اللہ ہر اس شخص کو ناپسند کرتا ہے جو ناشکرا گنہگار رہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک طرف سود کی بے برکتی اور نقصان کی نشاندہی کی ہے تو دوسری طرف صدقہ کی برکت و افادیت کا ذکر کیا ہے۔ فرمایا کہ سود کا آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے مال گھٹتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ سود اگرچہ بہت ہوجائے اس کا انجام کمی کی طرف ہوجائے گا۔ (ابن ماجہ) اگر ہم سودی نظام اور رواج پر غور کریں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ سود خور ہمیشہ ایک کو دس بنانے کی چکر میں اس قدر مصروف ہوجاتا ہے کہ اس کے دل سے مجبور کی مجبوری کا احساس ہی ختم ہوجاتا ہے۔ اس کے دل میں بے رحمی پیدا ہوجاتی ہے۔ اس کو دوسروں کے کنگھال ہونے سے کچھ لینا دینا نہیں ہوتا۔ اس کو صرف ایک کے دس اور دس کے سو اور سو کے ہزار بنانے کی فکر ہوتی ہے۔ ایسے شخص کی زندگی میں راحت کے اسباب تو خوب نظر آئیں گے مگر وہ حقیقی راحت اور سکون سے محروم رہے گا۔ اس کے پاس معیشت کے اسباب تو جمع ہوجائیں گے لیکن وہ سکون، عافیت اور اطمینان سے محروم رہے گا۔ ایسے سود خوروں کا مال تباہ ہوجاتا ہے اور اگر مال تباہ نہ بھی ہوا تو آخرت کے نقصان اور وہاں کا وبال تو ہے ہی۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں دو حقیقتیں بیان کی ہیں جن کو ہم عقل کی روشنی میں سمجھیں گے تو سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ جب کوئی بات ہمارے سامنے آتی ہے تو ہم عقل کی بنیاد پر فیصلہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ ایک مومن کے سامنے کسی بھی بات کے آنے پر اس کو ایمان کی بنیاد پر فیصلہ کرنا چاہئے۔ عقل کہتی ہے کہ سود سے مال بڑھتا ہے اور صدقہ سے مال گھٹتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر ہمارے پاس ایک ہزار روپئے ہوں اور ہم اس میں سے آٹھ سو روپئے کسی پر خرچ کریں تو ظاہر ہے کہ ظاہری شکل کے اعتبار سے ہمارے مال میں کمی آ گئی، یہ عقل کی بنیاد پر سوچنے کی وجہ سے نتیجہ ملا، لیکن اگر ہم اللہ کی ذات پر بھروسہ اور یقین رکھیں اور اس یقین کی بنیاد پر فیصلہ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ اللہ صدقات کو بڑھاتا ہے تو ہمارا ایمان کی بنیاد پر یہی فیصلہ ہے کہ صدقہ کی برکت سے ہمارے مال میں اضافہ ہوتا ہے۔ سود کے بارے میں عقل یہ کہتی ہے کہ ایک

کے بدلہ دس مل رہے ہیں تو عقل کی بنیاد پر یہی فیصلہ کرتے ہیں کہ سود سے تو پیسے بڑھ رہے ہیں مگر ایمان کی بنیاد پر فیصلہ کریں کہ سود سے مال بڑھتا نہیں بلکہ گھٹتا ہے۔اس کی نحوست سے وہ برکت ختم ہو جاتی ہے جس برکت میں اللہ کی مدد و نصرت ہے،تو اب بات سمجھ میں آ جائے گی کہ سود کی نحوست سے کیا ہوتا ہے؟اور صدقہ کی برکت سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

آخر میں یہ بات کہی گئی کہ اللہ تعالیٰ گنہگار یعنی سودخود اور ناشکرے انسان کو کبھی پسند نہیں فرماتے۔اللہ کے محبوب بننے کے لئے سودی کاروبار سے بچنا چاہئے اور تجارت جیسی پاکیزہ ذریعہ معاش کو اختیار کرنا چاہئے۔

درس نمبر(۲۲۱) **انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم** سورۃ البقرۃ:۲۷۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُواْ الصَّلاَةَ وَآتَوُاْ الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ الَّذِيْنَ بیشک وہ لوگ جو آمَنُواْ ایمان لائیں وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ اور نیک عمل کریں وَأَقَامُواْ الصَّلاَةَ اور نماز قائم کریں وَآتَوُاْ الزَّكَاةَ اور زکوٰۃ ادا کریں لَهُمْ أَجْرُهُمْ ان کے لئے ان کا اجر ہے عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے پروردگار کے پاس وَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ ان پر نہ کوئی خوف لاحق ہوگا وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ اور نہ وہ غمگین ہوں گے

ترجمہ: بیشک وہ لوگ جو ایمان لائیں، نیک عمل کریں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں وہ اپنے رب کے پاس اپنے اجر کے مستحق ہوں گے نہ انہیں کوئی خوف لاحق ہوگا اور نہ کوئی غم پہنچے گا۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔وہ لوگ جو ایمان لائیں، نیک عمل کریں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں وہ اپنے رب کے پاس اجر کے مستحق ہیں
۲۔نہ انہیں کوئی خوف لاحق ہوگا۔
۳۔نہ کوئی غم پہنچے گا۔

اس آیت میں ایمان، اعمالِ صالحہ اور بالخصوص نماز کے قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی فضیلت بیان کی گئی کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور اپنی زندگی میں نیک اعمال اختیار کرتے ہیں اور نیک اعمال میں بالخصوص نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ بھی باقاعدہ ادا کرتے ہیں، ایسے خوش نصیب اور نیک بخت افراد کیلئے ان کے رب کی طرف سے خصوصی انعام یہ ہوگا کہ انہیں ان کے ان اعمال کا صلہ بھی اجر و ثواب کی شکل میں ملے گا اور ساتھ ہی انہیں نہ کوئی خوف لاحق ہوگا اور نہ ہی غم ان کے قریب آئے گا گو یا عافیت، امن اور سکون والی کیفیت اور ماحول ان کے نصیبہ میں ہوگا۔ آیئے! ہم اس آیت کی روشنی میں اس بات کا جائزہ لیں کہ کیا ہمارا ایمان مضبوط ہے؟ کہیں ہمارے ایمان میں نقص اور

جھول تو نہیں ہے؟ ہم اپنے اعمال کے اعتبار سے کس قدر مضبوط ہیں؟ ہماری زندگی کے صبح وشام کیا نیک اعمال میں گزر رہے ہیں؟ کیا ہم پنجوقتہ نمازوں کی پابندی کر رہے ہیں اور ہر سال اپنے مال کی پوری پوری زکوٰۃ دے رہے ہیں؟ ہمارا یہ محاسبہ ہماری اگلی زندگی میں نکھار پیدا کرے گا اور یہ محاسبہ ہماری فلاح وکامرانی کا باعث بھی بنے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر غور کرنے اور اپنی عملی زندگی میں تبدیلی لانے کی توفیق بخشے۔ آمین

درس نمبر (۲۲۲) **سود خوروں سے اعلانِ جنگ** سورۃ البقرۃ:۲۷۸۔۲۷۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيْم

يَـا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنتُم مُّؤْمِنِيْنَ O فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُواْ فَأْذَنُواْ بِحَرْبٍ مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُوسُ أَمْوَالِكُمْ لاَ تَظْلِمُونَ وَلاَ تُظْلَمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہو اتَّقُواْ اللّهَ اللہ سے ڈرو وَذَرُوْا اور چھوڑ دو مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا سود میں سے جو کچھ باقی رہ گیا ہے إِنْ كُنتُم مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم ایمان والے ہو O فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُواْ پس اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو فَأْذَنُواْ اعلان سن لو بِحَرْبٍ جنگ کا مِّنَ اللّهِ اللہ کی طرف سے وَرَسُولِهِ اور اس کے رسول کی طرف سے وَإِنْ تُبْتُمْ اور اگر تم توبہ کر لو تو فَلَكُمْ پس تمہارے لئے رُؤُوسُ أَمْوَالِكُمْ اصل مال ہیں لاَ تَظْلِمُونَ نہ تم ظلم کرو گے وَلاَ تُظْلَمُونَ اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم واقعی مومن ہو تو سود کا جو حصہ بھی کسی کے ذمہ باقی رہ گیا ہو اسے چھوڑ دو پھر بھی اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو اور اگر تم سود سے توبہ کرو تو تمہارا اصل سرمایہ تمہارا حق ہے نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔

۲۔ اگر تم واقعی مومن ہو تو سود کا جو حصہ بھی کسی کے ذمہ باقی رہ گیا ہو اسے چھوڑ دو۔

۳۔ پھر بھی اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔

۴۔ اگر تم سود سے توبہ کر لو تو تمہارا اصل سرمایہ تمہارا حق ہے۔

۵۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ ہی تم پر ظلم کیا جائے۔

مفسرین نے اس آیت کا شانِ نزول یہ بیان کیا ہے کہ قبیلۂ بنی ثقیف کے چار آدمی جو آپس میں بھائی بھائی تھے، بنی مغیرہ سے سود کا معاملہ کرتے تھے یعنی بنی مغیرہ کو سود پر قرض دیتے تھے۔ جب طائف پر رسول اللہ ﷺ کا غلبہ ہو گیا تو یہ چاروں بھائی بھی مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے بنی مغیرہ سے اپنا سود طلب کیا تو بنی مغیرہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم اسلام قبول کرنے کے بعد

سود نہیں دیں گے جبکہ اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہے۔ یہ مقدمہ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا، جو اس وقت رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مکہ میں حاکم تھے، انہوں نے یہ سارا واقعہ حضور ﷺ کو لکھ کر بھیجا تا کہ آپ ﷺ سے اس مقدمہ کا فیصلہ مل جائے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور ایمان والوں کو اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا اور باقی سود کو چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا اور یہ سخت وارننگ دی گئی کہ اگر تم سود چھوڑنے کو تیار نہیں ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان بھی سن لو۔ یہ بات سن کر ان لوگوں نے کہا کہ ہم میں اللہ سے مقابلہ کی کہاں طاقت ہے؟ کس کے بس کی بات ہے جو اللہ سے جنگ کرے؟ ہم اپنا سود چھوڑ دیتے ہیں۔ آخر میں یہ بات بھی بتلا دی گئی کہ اصل مال تو ضرور ملے گا، اس میں کسی پر بھی ظلم نہیں ہوگا۔

درس نمبر (۲۲۳) | **تنگدست کو مہلت دیں** | سورۃ البقرۃ: ۲۸۰۔۲۸۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُواْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ O وَاتَّقُواْ يَوْماً تُرْجَعُونَ فِيْهِ إِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لاَ يُظْلَمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِنْ كَانَ اور اگر ہو ذُوْ عُسْرَةٍ تنگدست تو فَنَظِرَةٌ تو مہلت دینا ہے إِلَى مَيْسَرَةٍ خوشحال ہونے تک وَأَنْ تَصَدَّقُواْ اور یہ بات کہ تم صدقہ کر دو خَيْرٌ لَّكُمْ تمہارے لئے بہتر ہے إِنْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ اگر تم جانتے ہو O وَاتَّقُواْ اور ڈرو يَوْماً اس دن سے تُرْجَعُونَ فِيْهِ جس دن میں تم لوٹائے جاؤ گے إِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف ثُمَّ پھر تُوَفَّى پورا پورا بدلہ دیا جائے گا كُلُّ نَفْسٍ ہر جان کو مَّا كَسَبَتْ جو کچھ اس نے کمایا ہے وَهُمْ لاَ يُظْلَمُونَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا

ترجمہ: اور اگر تنگدست ہو تو مہلت دینا ہے آسودہ ہو جانے تک اور یہ بات کہ تم صدقہ کرو تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو اور ڈرو تم اس دن سے جس میں تم لوٹائے جاؤ گے اللہ کی طرف پھر ہر جان کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو کچھ کہ کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اگر کوئی تنگدست قرضدار ہو تو اس کا ہاتھ کھلنے تک مہلت دینی ہے۔

۲۔ صدقہ ہی کر دو تو یہ تمہارے حق میں کہیں زیادہ بہتر ہے بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو۔

۳۔ اور ڈرو اس دن سے جب تم سب اللہ کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔

۴۔ پھر ہر شخص کو جو کچھ اس نے کمایا ہے پورا پورا دیا جائے گا۔

۵۔ ان پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔

آج کل ہم دیکھ رہے ہیں کہ بعض سود خور غریب کاروباریوں کو سود پر قرض دیتے ہیں اور وہ غریب جب اصل رقم دینے

کی سکت نہیں رکھتا تو خوش ہوتے ہیں کہ چلو اور زیادہ مدت تک سود ملتا رہے گا۔ غریب کو غربت کی چکی میں پیسنے والے یہ ظالم لوگ اصل رقم سے کئی گنا زیادہ رقم اس سے لوٹتے رہتے ہیں۔ جبکہ یہ ظالمانہ طریقہ اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔ اسلام تو اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ تنگدست کو اگر قرض دیا گیا ہے تو اس کو اس کی خوشحالی تک مہلت دی جائے اور اگر مقروض شخص بہت ہی زیادہ پریشان حال ہے تو اس کو معاف کر دیا جائے اور جس قدر اصل رقم اس مقروض کی طرف سے آتی ہے وہ رقم معاف کر کے صدقہ کی نیت کر لے اور اس دن سے ڈرے جس دن سب کو اس رب ذوالجلال کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور ہر شخص کو اس کے اچھے برے عمل کی جزا و سزا ملے گی۔ اگر دوسرے کی مجبوری کا فائدہ اٹھا کر سود پر سود کھاتا رہا تو اس کی سزا قیامت کے دن ملے گی اور اگر ایسے مجبور و بےبس افراد پر رحم کھا کر ان کی اصل رقم بھی معاف کر دیں تو اس کی جزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے قیامت کے دن ملے گی اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عمل کا بدلہ پورا پورا عطا فرماتے ہیں۔ جزا کے دینے میں کوئی کمی ہرگز نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ کے پاک دربار میں ظلم کا کوئی تصور ہرگز نہیں کیا جا سکتا ہے۔

درس نمبر (۲۲۴) ## اُدھار معاملات کو لکھ لیا کرو سورۃ البقرۃ:۲۸۲/۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلاَ يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهُ وَلاَ يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئاً فَإِنْ كَانَ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهاً أَوْ ضَعِيْفاً أَوْ لاَ يَسْتَطِيْعُ أَن يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اے ایمان والو! إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ جب تم قرض کے دینے لینے کا معاملہ کرو إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مقررہ مدت تک کے لئے تو فَاكْتُبُوْهُ اس کو لکھ لیا کرو وَلْيَكْتُب اور چاہئے کہ لکھے بَّيْنَكُمْ تمہارے درمیان كَاتِبٌ لکھنے والا بِالْعَدْلِ انصاف کے ساتھ وَلاَ يَأْبَ اور انکار نہ کرے كَاتِبٌ لکھنے والا أَنْ يَّكْتُبَ لکھنے سے كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ جس طرح اللہ نے اسے سکھایا فَلْيَكْتُبْ چاہئے کہ وہ لکھ دیا کرے وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ اور بتلاتا جائے وہ شخص عَلَيْهِ الْحَقُّ جس پر قرض ہے وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرے رَبَّهُ جو کہ اس کا رب ہے وَلاَ يَبْخَسْ اور کم نہ کرے مِنْهُ شَيْئاً اس میں سے کچھ بھی فَإِنْ كَانَ الَّذِىْ پس اگر ہو وہ شخص کہ عَلَيْهِ الْحَقُّ جس پر حق ہے سَفِيْهاً کم سمجھ ہو أَوْ ضَعِيْفاً یا کمزور ہو أَوْ لاَ يَسْتَطِيْعُ یا قدرت نہ رکھتا ہو أَن يُمِلَّ هُوَ املا کرانے (لکھوانے پر) فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ اس کا ولی املا کرا دے بِالْعَدْلِ انصاف کے ساتھ وَاسْتَشْهِدُوْا اور گواہ بنا لیا کرو شَهِيْدَيْنِ دو گواہ مِنْ رِّجَالِكُمْ تمہارے مردوں میں سے

ترجمہ: مومنو! جب تم آپس میں کسی میعاد معین کے لئے قرض کا معاملہ کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو اور لکھنے والا تم میں

کسی کا نقصان نہ کرے بلکہ انصاف سے لکھے نیز لکھنے والا جیسا اللہ نے اسے سکھایا ہے لکھنے سے انکار بھی نہ کرے اور دستاویز لکھ دے اور جو شخص قرض لے وہی دستاویز کا مضمون بول کر لکھوالے اور اللہ سے کہ اس کا مالک ہے خوف کرے اور زرِ قرض میں سے کچھ کم نہ لکھوائے اور اگر قرض لینے والا کم عقل یا ضعیف ہو یا مضمون لکھوانے کی قابلیت نہ رکھتا ہو تو جو اس کا ولی ہو وہ انصاف کے ساتھ مضمون لکھوائے اور اپنے میں سے دو مردوں کو گواہ کر لیا کرو۔

تشریح: یہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۲ کا پہلا حصہ ہے۔ دوسرے حصہ کی تفسیر درس نمبر ۲۲۱ میں اور تیسرے حصہ کی تفسیر درس نمبر ۲۲۲ میں ہوگی۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ آیت کلمات اور حروف کے اعتبار سے قرآنِ مجید کی سب سے بڑی آیت ہے جس میں مختلف احکام بتلائے گئے ہیں۔ بالخصوص تجارت اور قرض کے لینے دینے وغیرہ کے سلسلہ میں مفصل احکامات اس آیت میں بتلائے گئے ہیں۔

۱۔ جب مقررہ مدت تک کسی سے قرضۂ حسنہ لیا جائے تو اسے لکھ لیں، یہ معلومات کی صفائی کے لئے بہت شفاف اور عافیت والا معاملہ ہے۔ بعض مرتبہ آدمی قرض لے کر یا دے کر بھول جاتا ہے، مقدارِ رقم کے سلسلہ میں بھی بھول ہو جاتی ہے، اگر صاف صاف تمام ضروری تفصیلات کو قلمبند کر لیا جائے تو اس میں ہر ایک کے لئے عافیت ہے اور اس سے کئی طرح کے جھگڑوں، الجھنوں اور غلط فہمیوں سے آدمی بچ جاتا ہے۔

۲۔ جس کے پاس اس قسم کے معاملات کو لکھنے کی صلاحیت ہو وہ لکھنے والا اس معاملہ کو انصاف یعنی غیر جانبداری کے ساتھ لکھ دے۔

۳۔ جس کے پاس لکھنے کی صلاحیت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ علم عطا کیا ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ لکھ دے اور لکھنے سے انکار نہ کرے۔

۴۔ اس قسم کے معاملات میں لکھنے لکھانے کی ذمہ داری اس شخص پر ہے جس شخص کے ذمہ حق ہے، مثلاً ایک آدمی کسی سے قرض لے رہا ہے تو اب قرض لینے والے پر حق ہے کہ وہ لوٹائے تو ایسے آدمی پر لکھنے لکھانے کی ذمہ داری ہے۔ اس لئے کہ اگر یہ معاملہ اس کی طرف سے لکھا جاتا ہے تو ایک طرح کا اقرار بھی ہو جاتا ہے کہ اس کے ذمہ یہ حق موجود ہے۔

۵۔ لکھنے لکھانے کے معاملہ میں اللہ سے ڈریں کہ کہیں کسی کا حق مارا نہ جائے اور یہ بھی کہا گیا کہ اس میں کسی قسم کی کمی بھی نہ کرے بلکہ معاملہ برابر سرابر لکھے۔

۶۔ جس کے ذمہ حق ہے اگر وہ کم سمجھ ہو یا کمزور ہو یا املا کرانے کی اس میں طاقت نہ ہو تو اس کا ولی یعنی سرپرست انصاف کے ساتھ املا کرا دے۔

وَاسۡتَشۡهِدُوا شَهِيۡدَيۡنِ مِنۡ رِّجَالِكُمۡ جو بھی معاملہ طئے ہوا اور لکھا جائے اس وقت مردوں میں سے دو آدمی کو گواہ بنالیا جائے تاکہ ضرورت پڑنے پر یہ گواہ کام آئیں اور گواہی دیں، بعض مرتبہ وہ آدمی جس پر حق ہے وہ مکر جاتا ہے، ایسے وقت یہ دو مرد جو گواہ بنیں گے وہ کام آئیں گے اور ضرورت پڑنے پر گواہی دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام معاملات میں قرآنی احکام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۲۲۵) **گواہ پوری ذمہ داری سے گواہی دیں** سورۃ البقرۃ:۲/۲۸۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَإِنْ لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ اِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدَاهُمَاالْأُخْرٰى وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُواْ وَلَا تَسْأَمُوْاْ أَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْراً أَو كَبِيْراً إِلَى أَجَلِهِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَإِنْ لَّمْ يَكُونَا پس اگر نہ ہوں رَجُلَيْنِ دوآدمی فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ توایک آدمی اور دوعورتیں مِمَّنْ تَرْضَوْنَ جن کوتم پسند کرتے ہو مِنَ الشُّهَدَاءِ گواہوں میں سے أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا کہ اگران دو میں سے ایک بھٹک جائےتو فَتُذَكِّرَ اِحْدَاهُمَاالْأُخْرٰى توایک دوسری کویاددلا دے وَلَا يَأْبَ اورانکارنہ کریں الشُّهَدَاءُ گواہ لوگ إِذَا مَا دُعُواْ جبکہ ان کوبلایاجائے وَلَا تَسْأَمُوْاْ اورمت اکتاؤ أَنْ تَكْتُبُوْهُ اس معاملہ کولکھنے سے صَغِيْراً أَو كَبِيْراً چاہےوہ چھوٹاہویابڑا إِلَى أَجَلِهِ اس کی مدت مقررہ تک

ترجمہ: پس اگر دومرد نہ ہوں توایک مرداوردوعورتیں ہوں ان گواہوں میں سے جنہیں تم پسند کرتے ہوتا کہ ان دوعورتوں میں سے اگر ایک بھٹک جائے تو ایک دوسری کو یاددلا دے اور نہ انکار کریں گواہ جب ان کو بلایا جائے اور قرضے کے معاملہ میں لکھنے سے مت اکتاؤ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا ہواس کی مدت مقررہ تک۔

تشریح: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۲۸۲ کا یہ دوسرا حصہ ہے جس کی تفسیر کی جارہی ہے۔قرض کے معاملات کو لکھنے اوراملا کروانے کے سلسلہ میں ہدایات دیتے ہوئے پہلے سات اہم باتیں بتلائی گئی تھیں۔

تلاوت کردہ اس حصہ میں اللہ تعالیٰ نے مزید تین باتیں بتلائی ہیں۔

۱۔اگر دومرد گواہی کے لئے نہ ملیں توایک مرداوردوعورتیں گواہی کے لئے لے لیں۔مِمَّن تَرْضَوْنَ کے ذریعہ یہ بات بتلائی گئی کہ گواہی کے لئے جن کولیاجائے گا وہ صالح اورانصاف کرنے والے ہوں جن پر بھروسہ اور اعتماد بھی ہواورجن کے بارے میں یہ امکان نہ ہوکہ وہ کسی کی جانبداری میں بات کریں گے۔دوعورتوں میں سے دوکو لینے کاحکم اس لئے ہے کہ اگرایک کومعاملہ یادنہ ہوتو دوسری یاددلادے۔

۲۔گواہوں کی ضرورت پڑنے پر اگر گواہی دینے کیلئے بلایاجائے توانہیں آنے سے انکارنہیں کرنا چاہئے بلکہ حاضر رہنا چاہئے۔

۳۔جب کاتب کولین دین کے اس معاملہ میں لکھنے کے لئے بلایاجائے تواس کو چاہئے کہ وہ سارامعاملہ لکھے۔ اس معاملہ کی چھوٹی بات ہو یا بڑی بات کسی بھی بات کے لکھنے میں اکتانا نہیں چاہئے چونکہ یہ معاملات ہیں اس میں اکتاہٹ کاشکارہوجانے سے کسی کاحق سےمحروم ہونالازم آئے گا،اس لئے چوکنارہ کر یہ معاملات لکھے جائیں۔

درس نمبر (۲۲۶) سورۃ البقرۃ:۲۸۲/۳

معاملات کا لکھ لینا قرینِ انصاف ہے

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ذٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَى أَلَّا تَرْتَابُوا إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ وَإِنْ تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: ذٰلِكُمْ أَقْسَطُ یہ بات زیادہ قرینِ انصاف ہے عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ اور گواہی کو درست رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے وَأَدْنَى اور اس بات کے قریب ہے کہ أَلَّا تَرْتَابُوا تم شک میں نہ پڑو إِلَّا أَنْ تَكُونَ ہاں اگر ہو تِجَارَةً حَاضِرَةً ایسی نقد لین دین کہ تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ جس کا تم آپس میں معاملہ کر رہے ہو فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ أَلَّا تَكْتُبُوهَا کہ تم اس کو نہ لکھو وَأَشْهِدُوا اور گواہ بنا لیا کرو إِذَا تَبَايَعْتُمْ جب تم آپس میں خرید و فروخت کا معاملہ کرو وَلَا يُضَارَّ اور تکلیف نہ دی جائے كَاتِبٌ لکھنے والے کو وَلَا شَهِيدٌ اور نہ گواہ کو وَإِنْ تَفْعَلُوا اور اگر تم ایسا کرو گے تو فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ بلاشبہ تمہاری طرف سے نافرمانی ہوگی وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرو وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ اور اللہ تمہیں تعلیم دیتا ہے وَاللّٰهُ اور اللہ بِكُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کو عَلِيمٌ جانتا ہے

ترجمہ: یہ بات اللہ کے نزدیک نہایت قرین انصاف ہے اور شہادت کے لئے بھی یہ بہت درست طریقہ ہے اس سے تم کو کسی طرح کا شک وشبہ نہیں پڑے گا ہاں اگر سودا دست بدست ہو اور تم آپس میں لیتے دیتے ہو تو اگر ایسے معاملے کی دستاویز نہ لکھو تو تم پر کچھ گناہ نہیں اور جب خرید و فروخت کیا کرو مثلاً زمین جائیداد کی تو بھی گواہ کر لیا کرو اور کاتب دستاویز اور گواہ معاملہ کرنے والوں کا کسی طرح کا نقصان نہ کریں۔ اگر تم لوگ ایسا کرو تو یہ تمہارے لئے گناہ کی بات ہے اور اللہ سے ڈرو اور دیکھو کہ وہ تم کو کیسی مفید باتیں سکھاتا ہے؟ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

تشریح: سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۲ جو پورے قرآنِ مجید کی سب سے طویل آیت ہے۔ اس آیت کا یہ تیسرا اور آخری حصہ ہے۔ اس حصہ میں اللہ تعالیٰ نے چھ باتیں بیان کی ہیں:

۱۔ مالی معاملات میں لکھنے والے شخص کا نہ اکتانا اور ہر معاملہ کا پوری طرح لکھنا اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور گواہی کے درست ہونے کا باعث ہے اور اس بات کی بھی قریبی ضمانت ہے کہ آئندہ اس معاملہ میں شک میں مبتلا نہ ہوں۔

۲۔ جو لین دین نقد ہوتا ہے اور ایسے معاملے بار بار ہوتے ہیں اس کو نہ لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۳۔ جب تم خرید و فروخت کا معاملہ کرو تو گواہ بنا لیا کرو اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر خریدنے اور بیچنے والے کے درمیان اختلاف ہو جائے تو گواہ کی گواہی کام آئے گی۔

۴۔ جب کوئی کسی معاملہ میں گواہی دے یا اس معاملہ کو باضابطہ لکھے تو اس بیچارہ کو صاحبِ معاملہ افراد کوئی تکلیف نہ

پہنچائیں، ایذارسانی سے گریز کریں اور اگر تم گواہ کو یا کاتب کو کوئی گزند یا تکلیف پہنچاؤ گے تو یاد رکھو کہ یہ نافرمانی کی بات ہوگی۔

۵۔ان مالی معاملات میں ظلم، دھوکہ، خیانت، جھوٹ وغیرہ کے ذریعہ ایک دوسرے کے حق نہ مارو بلکہ اللہ سے ڈرو۔

۶۔آپسی معاملات کو صاف و شفاف رکھنے کیلئے اللہ تعالیٰ اس قدر صفائی کے ساتھ تمہیں سکھا رہے ہیں۔ اس کے باوجود اگر خلاف ورزی کرو گے تو اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا پورا پورا علم ہے۔

درس نمبر(۲۲۷) **گواہی کو مت چھپاؤ** سورۃ البقرۃ:۲۸۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَإِنْ كُنتُمْ عَلَى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُواْ كَاتِباً فَرِهَانٌ مَّقْبُوضَةٌ فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضاً فَلْيُؤَدِّ الَّذِىْ اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللّهَ رَبَّهُ وَلاَ تَكْتُمُواْ الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِنْ كُنتُمْ اور اگر تم ہو عَلَى سَفَرٍ سفر پر وَلَمْ تَجِدُواْ اور تم نہ پاؤ كَاتِباً معاملہ لکھنے والے کو تو فَرِهَانٌ مَّقْبُوضَةٌ تو رہن کی چیزیں قبضہ میں دے دی جائیں فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم پس اگر تم میں سے ایک اطمینان کرے بَعْضاً دوسرے پر تو فَلْيُؤَدِّ ادا کردے الَّذِىْ اؤْتُمِنَ جس کو امانت دار سمجھا گیا ہے أَمَانَتَهُ اس کی امانت کو وَلْيَتَّقِ اللّهَ اور اللہ سے ڈرے رَبَّهُ جو کہ اس کا رب ہے وَلاَ تَكْتُمُواْ الشَّهَادَةَ اور گواہی کو مت چھپاؤ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا اور جو شخص چھپائے گا گواہی کو فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ تو اس کا دل گنہگار ہوگا وَاللّهُ اور اللہ بِمَا تَعْمَلُونَ جو کچھ تم کرتے ہو عَلِيْمٌ جاننے والا ہے

ترجمہ: اور اگر تم سفر پر ہو اور تمہیں کوئی لکھنے والا نہ ملے تو (ادائیگی کی ضمانت کے طور پر) رہن قبضے میں رکھ لئے جائیں ہاں! اگر تم ایک دوسرے پر بھروسہ کرو تو جس پر بھی بھروسہ کیا گیا ہے وہ اپنی امانت ٹھیک ادا کرے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا پروردگار ہے اور گواہی کو مت چھپاؤ اور جو گواہی کو چھپائے گا وہ گنہگار دل کا حامل ہے اور جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ اس سے خوب واقف ہے۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اگر تم سفر پر ہو اور تمہیں کوئی لکھنے والا نہ ملے تو رہن قبضہ میں رکھ لئے جائیں۔

۲۔ہاں! اگر تم ایک دوسرے پر بھروسہ کرو تو جس پر بھروسہ کیا گیا ہے وہ اپنی امانت اچھی طرح ادا کرے۔

۳۔اور اللہ سے ڈرے جو اس کا پروردگار ہے۔

۴۔گواہی کو نہ چھپاؤ۔

۵۔جو گواہی کو چھپائے گا وہ گنہگار دل کا حامل ہے۔

۶۔جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ اس سے خوب واقف ہے۔

اِس آیت میں رہن رکھنے کی تفصیل بتلائی گئی ہے کہ اگر آدمی سفر میں ہو اور معاملہ لکھنے والا کاتب بھی نہ ملے تو جس کے

ذمہ قرض ہے وہ دوسرے فریق کو یعنی جس سے قرض لیا ہے اس کو اطمینان دلانے کیلئے بطور رہن کے کوئی چیز دے جس پر وہ قبضہ کرلے اس طرح اس کو اطمینان ہو جائے گا کہ میرا واجب حق مارا نہیں جائے گا۔ یہاں سفر کا لفظ لکھا گیا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ رہن صرف سفر کی صورت ہی میں درست ہے بلکہ اگر کوئی اپنے وطن میں ہوتے ہوئے بھی اطمینان کے لئے رہن رکھنے کا معاملہ کرے تو یہ بھی درست ہے۔قرض لینے اور دینے اور دیگر معاملات میں لکھا نہیں جاتا، ایک دوسرے پر بھروسہ اور اعتماد ہوتا ہے اور اس اعتماد کی بنیاد پر معاملہ کیا جاتا ہے تو ایسی صورت میں جس پر اعتماد کر کے معاملہ کیا گیا وہ خیانت اور دھوکہ سے کام نہ لے اور یہ سمجھ بیٹھے کہ اب کیا ہے؟ پیسے تو میرے ہاتھ میں آ گئے اور کوئی ثبوت بھی نہیں ہے، میں نہ بھی دوں تو چلے گا یہ سمجھ کر ہڑپ نہ لے بلکہ اللہ سے ڈرے۔ جب تم پر اعتماد کیا گیا تو اس اعتماد کو بحال رکھو، آدمی ایک وقت دھوکہ دے گا تو ہمیشہ کیلئے اپنی قیمت گرا بیٹھے گا۔اس لئے شرافت اور عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ جب تم پر اعتماد کرتے ہوئے بغیر لکھائی پڑھائی کے تمہیں سب کچھ دیا گیا تو اب تمہارا اخلاقی فریضہ ہے کہ تم اس امانت کو صاحبِ مال تک پہنچا دو اور کوئی دھوکہ نہ دو۔

جب تم کسی معاملہ میں گواہ بن جاؤ تو ضرورت پڑنے پر گواہی دو، اس گواہی کو مت چھپاؤ، یاد رکھو کہ جو کوئی گواہی کو چھپا دیتا ہے اس کا دل گنہگار ہو جاتا ہے۔ایسے وقت میں یہ مت سمجھو کہ تمہیں کوئی نہیں دیکھ رہا ہے۔رب حقیقی کو اس کا پورا پورا علم ہے اور اگر دھوکہ دو گے اور خیانت کرو گے تو قیامت کے دن اس بارے میں ضرور مواخذہ ہو گا۔

درس نمبر (۲۲۸) سب کچھ اللہ ہی کے لئے ہے سورۃ البقرۃ:۲۸۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِّلّٰهِ مَا فِيْ السَّمَاوَاتِ وَمَا فِيْ الْاَرْضِ وَإِنْ تُبْدُواْ مَا فِيْ أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لِّلّٰهِ اللہ ہی کے لئے مَا فِيْ السَّمَاوَاتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِيْ الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَإِنْ تُبْدُواْ اور اگر تم ظاہر کرو مَا فِيْ أَنْفُسِكُمْ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے أَوْ تُخْفُوْهُ یا اس کو پوشیدہ رکھو يُحَاسِبْكُم محاسبہ فرمائے گا تمہارا بِهِ اللّٰهُ اس بارے میں اللہ فَيَغْفِرُ پھر بخش دے گا لِمَنْ يَّشَاءُ جس کو چاہے گا وَيُعَذِّبُ اور عذاب دے گا مَنْ يَّشَاءُ جس کو چاہے گا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ اور اللہ ہر چیز پر قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا ہے

ترجمہ: اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے یا اس کو پوشیدہ رکھو اللہ اس کا محاسبہ فرمائے گا، پھر جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے عذاب دے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔

۲۔جو باتیں تمہارے دلوں میں ہیں خواہ تم ان کو ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تم سے ان کا حساب لے گا۔
۳۔جس کو چاہے معاف کردے گا،جس کو چاہے گا سزا دے گا۔
۴۔اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

چونکہ پچھلی آیت میں گواہی کو چھپانے سے منع کیا گیا تھا۔اس آیت میں مزید اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے۔جو اپنے دلوں میں ہے اگر تم اس کو ظاہر کروگے یا چھپاؤ گے اس حقیقت کو ضرور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تو اس بارے میں تمہارا مواخذہ کرے گا،تمہارا حساب لے گا۔حساب لینے کے بعد اس کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے معاف کردے جس کو چاہے سزا دے اور اللہ کو تو کوئی روک نہیں سکتا، وہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اس لئے اگر تمہارے دل میں کسی کے معاملہ میں گواہ ہونے کے باوجود گواہی کو چھپانے کا ارادہ ہو تو اس سے باز آجاؤ اور ان معاملات میں اللہ کے حکموں کی خلاف ورزی مت کرو۔

درس نمبر (۲۲۹) — سورۃ البقرۃ:۲۸۵

رسولوں کے درمیان تفریق نہیں

أَعُوُذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيُطَانِ الرَّجِيُم . بِسُمِ اللّٰهِ الرَّحُمنِ الرَّحِيُم

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنُزِلَ إِلَيُهِ مِن رَّبِّهِ وَالُمُؤُمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلآئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لاَ نُفَرِّقُ بَيُنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ وَقَالُواُ سَمِعُنَا وَأَطَعُنَا غُفُرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيُكَ الُمَصِيُرُ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: آمَنَ الرَّسُولُ یہ رسول (حضور ﷺ) اس چیز پر ایمان لائے ہیں بِمَا أُنُزِلَ إِلَيُهِ جو ان کی طرف نازل کی گئی مِن رَّبِّهِ ان کے رب کی طرف سے وَالُمُؤُمِنُونَ اور تمام مسلمان بھی كُلٌّ سب کے سب آمَنَ بِاللّٰهِ ایمان لائے اللہ پر وَمَلآئِكَتِهِ اور اس کے فرشتوں پر وَكُتُبِهِ اور اس کی کتابوں پر وَرُسُلِهِ اور اس کے رسولوں پر لاَ نُفَرِّقُ ہم تفریق نہیں کرتے بَيُنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ اس کے رسولوں کے درمیان وَقَالُواُ اور وہ کہتے ہیں سَمِعُنَا ہم نے سن لیا وَأَطَعُنَا اور ہم نے اطاعت کی غُفُرَانَكَ ہم آپ کی مغفرت کے طلبگار ہیں رَبَّنَا اے ہمارے رب وَإِلَيُكَ الُمَصِيُرُ اور آپ ہی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے

ترجمہ: یہ رسول (یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) اس چیز پر ایمان لاتے ہیں جو ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور ان کے ساتھ تمام مسلمان بھی۔یہ سب اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں (وہ کہتے ہیں کہ) ہم اس کے رسولوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے کہ (کسی پر ایمان لائیں اور کسی پر نہ لائیں) اور وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے (اللہ اور اس کے رسول کے احکام کو توجہ سے) سن لیا ہے اور ہم خوشی سے ان کی تعمیل کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہم آپ کی مغفرت کے طلبگار ہیں اور آپ ہی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ یہ رسول اس چیز پر ایمان لائے ہیں جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور ان کے ساتھ مسلمان بھی۔

۲۔ یہ سب اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔

۳۔ ہم اس کے رسولوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے۔

۴۔ اور وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا ہے اور ہم خوشی سے ان کی تعمیل کرتے ہیں۔

۵۔ اے ہمارے پروردگار! ہم آپ کی مغفرت کے طلبگار ہیں۔

۶۔ آپ ہی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔

اس آیت کا تعلق پچھلی آیت سے اس اعتبار سے ہے کہ پچھلی آیت میں یہ بات بتلائی گئی کہ جو بات تم ظاہر کرتے ہو یا چھپاتے ہو اللہ اس بارے میں تمہارا حساب کرے گا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو پریشانی ہوگئی، اس لئے کہ اس آیت میں اختیاری اور غیر اختیاری کی تفصیل نہیں ہے کہ دل میں تو بعض باتیں اختیاری آتی ہیں اور بعض وسوسے جو دل میں آتے ہیں وہ غیر اختیاری بھی ہوتے ہیں کیا ہماری وہ باتیں جو دل میں غیر اختیاری طور پر آتی ہیں کیا اس پر بھی مواخذہ ہوگا؟ یہ سمجھتے ہوئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اب تک تو ہمیں ان اعمال کا حکم تھا جنہیں ہم کر سکتے ہیں یعنی نماز، روزہ، جہاد وغیرہ اور اب یہ آیت نازل ہوئی ہے، اس پر عمل کرنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے کیونکہ وسوسے تو غیر اختیاری طور پر آجاتے ہیں اگر ان باتوں پر بھی پکڑ ہوگئی تو ہمارا کیا بنے گا؟ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم بھی وہی کہنا چاہتے ہو جو اہلِ کتاب یعنی تورات وانجیل کے ماننے والوں نے کہا۔ ان کے پاس احکام آئے تو وہ کہنے لگے کہ سَمِعْنَا وعَصَيْنَا ہم نے سن لیا مگر مانیں گے نہیں بلکہ ہم نے نافرمانی کی۔ تم یوں کہو کہ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت بھی کرلی۔ آپ ہمیں معاف کردیجئے، اے ہمارے پروردگار! حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دل اور زبان سے بات کو مان لیا اور بار بار ان کلمات کو دہرایا کہ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا۔ حضور ﷺ اور مومنوں کی اللہ تعالیٰ نے تعریف بھی فرمائی کہ مان لیا رسول نے جو کچھ اترا ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے اور ساتھ ہی سارے مسلمانوں نے بھی مان لیا اور یہ سب کے سب اللہ پر، فرشتوں پر، آسمانی کتابوں پر اور نبیوں اور رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور ایسا نہیں کہ یہ کسی پیغمبر کو مان لیا اپنی مرضی سے اور اپنی مرضی ہی سے کسی پیغمبر کا انکار کردیا بلکہ یہ سارے ہی پیغمبروں پر ایمان لانے والے خوش نصیب مسلمان ہیں۔

درس نمبر (۲۳۰) — اللہ تعالیٰ وسعت کے بقدر ذمہ داری سونپتے ہیں — سورۃ البقرۃ:۲۸۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ إِصْراً كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ ذمہ داری نہیں سونپتا اللہ نَفۡسًا کسی شخص کو اِلَّا وُسۡعَهَا مگر اس کی وسعت کے ساتھ لَهَا مَا كَسَبَتۡ اس کو فائدہ بھی اسی کام سے ہوگا جو وہ اپنے ارادے سے کرے وَعَلَيۡهَا مَا اكۡتَسَبَتۡ اور نقصان بھی اسی کام سے ہوگا جو اپنے ارادے سے کرے رَبَّنَا اے ہمارے رب لَا تُؤَاخِذۡنَا آپ ہماری گرفت نہ فرمایئے اِنۡ نَّسِيۡنَا اگر ہم سے کوئی بھول ہوجائے اَوۡ اَخۡطَاۡنَا یا ہم سے کوئی خطا ہوجائے رَبَّنَا اے ہمارے رب! وَلَا تَحۡمِلۡ عَلَيۡنَاۤ اِصۡرًا ہم پر اس طرح کا بوجھ نہ ڈالئے كَمَا حَمَلۡتَهٗ جیسے آپ نے ڈالا تھا عَلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا ان لوگوں پر جو ہم سے پہلے تھے رَبَّنَا اے ہمارے رب! وَلَا تُحَمِّلۡنَا ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالئے مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں ہے وَاعۡفُ عَنَّا آپ ہمیں بخش دیجئے وَاغۡفِرۡ لَنَا اور ہمیں معاف کردیجئے وَارۡحَمۡنَا اور ہم پر رحم فرمایئے اَنۡتَ مَوۡلٰٮنَا آپ ہمارے حامی ومددگار ہیں فَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ کافروں کے مقابلہ میں آپ ہمیں نصرت عطا فرمایئے

ترجمہ: اللہ کسی بھی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ ذمہ داری نہیں سونپتا، اس کو فائدہ بھی اسی کام سے ہوگا جو وہ اپنے ارادے سے کرے اور نقصان بھی اسی کام سے ہوگا جو وہ اپنے ارادے سے کرے۔ اے ہمارے پروردگار! اگر ہم سے کوئی بھول چوک ہوجائے تو ہماری گرفت نہ فرمایئے اور اے ہمارے پروردگار! ہم پر اس طرح کا بوجھ نہ ڈالئے جیسا آپ نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا اور اے ہمارے پروردگار ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالئے جسے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو اور ہماری خطاؤں سے درگزر فرمایئے۔ ہمیں بخش دیجئے اور ہم پر رحم فرمایئے، آپ ہی ہمارے حامی وناصر ہیں، اس لئے کافر لوگوں کے مقابلہ میں ہمیں نصرت عطا فرمایئے۔

تشریح: اس آیت میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ کسی بھی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ ذمہ داری نہیں سونپتا۔

۲۔ اس کو فائدہ بھی اسی کام سے ہوگا جو وہ اپنے ارادے سے کرے۔

۳۔ نقصان بھی اسی کام سے ہوگا جو اپنے ارادے سے کرے۔

۴۔ اے ہمارے پروردگار! اگر ہم سے کوئی بھول چوک ہوجائے تو ہماری گرفت نہ فرمایئے۔

۵۔ اے ہمارے پروردگار! ہم پر اس طرح کا بوجھ نہ ڈالئے جسے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو۔

۶۔ ہماری خطاؤں سے درگزر فرمایئے، ہمیں بخش دیجئے اور ہم پر رحم فرمایئے۔

۷۔ آپ ہی ہمارے حامی وناصر ہیں۔

۸۔ کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرمایئے۔

اِس آیت میں بھی پچھلی آیت کا جواب دے دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھ کر

مکلّف نہیں بناتا۔صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جو تشویش ہوتی تھی کہ جو باتیں غیر اختیاری طور پر دل میں آتی ہیں کیا ان پر بھی مواخذہ ہوگا؟ اس آیت میں اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ صرف انہی باتوں میں مواخذہ ہوگا جو اختیاری ہیں، غیر اختیاری طور پر جو باتیں دل میں آتی ہیں، وسوسے وغیرہ، ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میری امت سے ان چیزوں کے بارے میں درگزر فرمادیا ہے جو ان کے دلوں میں آجائیں جب تک کہ ان پر عمل نہ کریں یا زبان سے نہ کہیں۔(مسلم) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس سلسلہ میں دعاء بھی بتلادی کہ بندوں کو چاہئے کہ وہ یہ دعاء کریں کہ اے ہمارے رب! ہماری گرفت نہ فرما اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں۔ صاحبِ جلالین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ خطا اور نسیان پر مواخذہ نہیں ہے۔یعنی بھول کر کوئی کام ہوجائے یا بغیر ارادہ کے غلطی سے کوئی کام ہوجائے تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ دعاء بھی سکھلادی کہ بندے اپنے رب سے یوں کہیں کہ وَلاَ تَحۡمِلۡ عَلَيۡنَآ اِصۡراً كَمَا حَمَلۡتَهُ عَلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا ہم سے پہلے لوگوں پر جیسے بھاری احکام تھے اس طرح کے احکام ہم پر نہ ہوں۔ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل پر جو احکام آئے وہ نا قابلِ تحمل تھے، توبہ کی قبولیت کے لئے اپنی جان کا قتل، زکوٰۃ میں چوتھائی مال کا نکالنا فرض تھا۔ کپڑے کو نجاست لگنے پر دھونے سے پاک نہیں ہوتا تھا بلکہ اتنی جگہ کاٹ دینی پڑتی تھی وغیرہ۔ پھر یہ بھی دعاء سکھائی کہ رَبَّنَا وَلاَ تُحَمِّلۡنَا مَا لاَ طَاقَةَ لَنَا بِهِ ہم پر کوئی ایسا بار نہ ڈالئے جس کو ہم برداشت نہ کرسکیں۔آخر میں اللہ تعالیٰ سے معافی ومغفرت کی دعاء بھی ہے اور اللہ سے رحم کی بھیک مانگی جارہی ہے۔ بندہ کے لئے اس سے بڑی نعمت کیا ہوسکتی ہے کہ اس کے رب نے اس کے گناہوں کو درگزر کردیا، اس کو معاف کرکے پاک وصاف کردیا پھر اس پر اپنی رحمت کی بارش بھی برسادی اور اس کے ساتھ کافروں کے مقابلہ میں اپنی مدد ونصرت کا حقدار بھی بنادیا۔ بندوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مانگنا سکھایا وہ مانگیں اور سورۂ بقرہ کی آخری آیت میں جو دعائیں سکھائی گئی ہیں ان کا معمول رکھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے لکھنے والے کے گناہوں کو معاف کردے اور پڑھنے والوں کے گناہوں کو بھی معاف کردے اور سننے والوں کے بھی گناہوں کو معاف کردے اور ہم سب کو اپنی رحمت کے آغوش میں لے لے اور ان کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد ونصرت فرمائے جو ہمارے دین کے خلاف اور ہمارے خلاف سازشیں کرتے ہیں۔آمین

الحمدللہ، سورۂ بقرہ کی تمام آیتوں کے دروس کی تکمیل بتاریخ ۴/رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ م ۲۸/اپریل ۲۰۲۰ء بروز منگل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید کی تمام آیتوں کے دروس لکھنے کی توفیق واستقامت بخشے اور اس کام کیلئے صحت وعافیت بخشے۔ اس کے لئے درکار اسباب، وسائل، مواقع اور سازگار ماحول عطا فرمائے۔ آمین

سورۂ آل عمران مَدَنِيَّةٌ

یہ سورت بیس رکوع اور دوسو آیات پر مشتمل ہے۔

درس نمبر (۲۳۱) **اللہ تعالیٰ سدا زندہ ہے** آلِ عمران: ۱۔۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۞ اَللّٰهُ لَا إِلٰـهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۞ نَـزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنْزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيْلَ ۞ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِآيَاتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: الٓمّٓ ۞ اَللّٰهُ اللہ وہ ہے لَا إِلٰـهَ کوئی معبود نہیں إِلَّا هُوَ سوائے اس کے الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ جو سدا زندہ ہے جو پوری کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے ۞ نَـزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ جس نے آپ پر نازل کی ہے کتاب بِالْحَقِّ حق کے ساتھ مُصَدِّقاً جو تصدیق کرتی ہے لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ اپنے سے پہلی کتابوں کی وَأَنْزَلَ التَّوْرَاةَ اور اس نے نازل کی تورات وَالْإِنْجِيْلَ اور انجیل ۞ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ جو اس سے پہلے لوگوں کیلئے ہدایت کا باعث تھیں وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ اور اسی نے حق و باطل کو پرکھنے کا معیار نازل کیا إِنَّ الَّذِيْنَ بیشک وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا بِآيَاتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتوں کا لَهُمْ ان کے لئے عَذَابٌ شَدِيْدٌ سخت عذاب ہے وَاللّٰهُ اور اللہ عَزِيْزٌ زبردست اقتدار والا ہے ذُو انْتِقَامٍ برائی کا بدلہ دینے والا ہے

ترجمہ: الٓمّٓ ۔اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو سدا زندہ ہے جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے اس نے تم پر وہ کتاب نازل کی ہے جو حق پر مشتمل ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اسی نے تورات اور انجیل اتاریں جو اس سے پہلے لوگوں کے لئے مجسم ہدایت بن کر آئی تھیں اور اسی نے حق و باطل کو پرکھنے کا معیار نازل کیا بیشک جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا ہے ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ زبردست اقتدار کا مالک اور برائی کا بدلہ دینے والا ہے۔

تشریح: سورۂ آلِ عمران کے سلسلہ میں حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، قیامت کے دن قرآنِ حکیم کو لایا جائے گا اور قرآن والوں کو بھی لایا جائے گا جو اس پر عمل کرتے تھے۔ آگے سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران ہوں گی جو بادلوں کی طرح یا دو سائبانوں کی طرح ہوں گی جن کا سایہ خوب زیادہ گھنا ہوگا، ان کے درمیان روشنی چمک رہی ہوگی۔ (مسلم) جس طرح سورۂ بقرہ کا آغاز الم سے ہوا، اسی طرح سورۂ آلِ عمران کا آغاز بھی الم سے ہوا جن کو حروف مقطعات کہتے ہیں، جن کا معنیٰ اللہ ہی کو معلوم ہے۔

ان چار آیتوں میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔الٓمّٓ ۔جس کا معنی ومطلب اللہ ہی کومعلوم ہے۔
۲۔اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ۔
۳۔جوسدا زندہ ہے جو پوری کائنات کوسنبھالے ہوئے ہے۔
۴۔اس نے تم پر وہ کتاب نازل کی ہے جوحق پر مشتمل ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔
۵۔اسی نے تورات وانجیل اتاریں۔
۶۔جوتورات وانجیل پہلے لوگوں کے لئے مجسم ہدایت بن کر آئی تھیں۔
۷۔اسی نے حق وباطل کو پرکھنے کا معیار عطا کیا۔
۸۔بیشک جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا ہے ان کے لئے سخت عذاب ہے۔
۹۔اللہ زبردست اقتدار کا مالک اور برائی کا بدلہ دینے والا ہے۔

ان آیات میں توحید سے متعلق بتایا گیا کہ اَللّٰہُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّومُ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی دوصفتوں کا ذکر کیا گیا الْحَیُّ الْقَیُّومُ یعنی اللہ تعالیٰ ایسا زندہ ہے کہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا، اسے کبھی موت نہیں آئے گی اور اَلْقَیُّومُ جو ساری مخلوق کو قائم رکھنے والا ہے، اسی نے کائنات کا وجود باقی رکھا ہے، وہ جب چاہے گا سب کو فنا کردے گا۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۵ میں بھی رب ذوالجلال کی ان دوصفتوں، اَلْحَیُّ اور اَلْقَیُّومُ کا ذکر ہے۔سورۂ مومن کی آیت نمبر ۲۵ میں لفظ اَلْحَیُّ کا ذکر ہے۔ هُوَ الْحَیُّ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ پر ایک ایسی آفاقی کتاب قرآنِ مجید نازل کی جو پچھلی تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔اس آیت کے ذریعہ یہود ونصاریٰ کو یہ پیغام دیا گیا کہ تم قرآنِ مجید اور صاحبِ قرآن محمد عربی ﷺ سے کیوں بدکتے اور بھاگتے ہو؟ یہ کتاب تو تمہاری طرف نازل کردہ کتابوں کی تصدیق ہی تو کرتی ہے، اگر یہ قرآنِ مجید تمہاری کتابوں کی مخالفت کرتی تو پھر تم بہانہ کرسکتے تھے۔اس قرآنِ مجید سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل کو نازل کیا اور یہ دونوں کتابیں لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ تھیں۔معلوم یہ ہوا کہ جس طرح قرآنِ مجید لوگوں کے لئے ہدایت کا سبب ہے تورات وانجیل بھی ہدایت کا باعث ہیں بشرطیکہ وہ اپنی اصل حالت میں ہوں۔اللہ تعالیٰ نے وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ کہہ کر اس بات کی وضاحت کردی کہ یہ قرآنِ مجید وہ آفاقی کتاب ہے جوحق اور باطل اور حلال وحرام کے درمیان واضح فرق بتلا دیتی ہے۔سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۱ میں کہا گیا تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْراً بڑی ہی بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر حق وباطل کے درمیان امتیاز کرنے والی کتاب اتاری تا کہ وہ اہلِ عالم کیلئے ہوشیار کردینے والا ہے۔

جولوگ اس دنیا میں اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں، ان کی تو ایسی درگت بنے گی کہ سخت ترین عذاب سے ان کی مہمان نوازی کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنِ مجید کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

درس نمبر(۲۳۲) **اللہ ہی تمہاری صورتیں بنا تا ہے** آلِ عمران:۵۔۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِيْ الْأَرْضِ وَلاَ فِيْ السَّمَاءِ O هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِيْ الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ لاَ إِلٰـهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ وہ ہے کہ لاَ يَخْفَىٰ عَلَيْهِ اس سے پوشیدہ نہیں ہے شَيْءٌ کوئی چیز فِيْ الْأَرْضِ نہ زمین میں وَلاَ فِيْ السَّمَاءِ اور نہ آسمان میں O هُوَ الَّذِيْ وہی ہے وہ اللہ جو يُصَوِّرُكُمْ تمہاری صورتیں بنا تا ہے فِيْ الْأَرْحَامِ ماں کے پیٹ میں كَيْفَ يَشَاءُ جس طرح چاہتا ہے لاَ إِلٰـهَ إِلَّا هُوَ اس کے سوا کوئی معبود نہیں الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ جو زبردست صاحب اقتدار ہے حکمت والا ہے

ترجمہ: یقین رکھو کہ اللہ سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی نہ زمین میں اور نہ آسمان میں، وہی ہے جو ماؤں کے پیٹ میں جس طرح چاہتا ہے تمہاری صورتیں بنا تا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زبردست اقتدار کا مالک ہے اعلیٰ درجہ کی حکمت کا بھی۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یقین رکھو کہ اللہ سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی، نہ زمین میں نہ آسمان میں۔

۲۔ وہی ہے جو ماؤں کے پیٹ میں جس طرح چاہتا ہے تمہاری صورتیں بنا تا ہے۔

۳۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۴۔ وہ زبردست اقتدار کا مالک ہے، اعلیٰ درجہ کی حکمت کا بھی۔

معالم التنزیل میں علماءِ تفسیر سے نقل کیا گیا ہے کہ نجران کے لوگ وفد کی صورت میں مدینہ منورہ آئے۔ یہ لوگ نصاریٰ تھے۔ ان کا یہ وفد ساٹھ افراد پر مشتمل تھا۔ ان میں چودہ آدمی ایسے تھے جو اُن کی قوم کے سردار تھے اور ان میں سب سے بڑا ایک شخص عبدالمسیح نامی اور دوسرا شخص ابہم نامی تھا یہ بھی بڑا سردار تھا۔ یہ لوگ مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور مشرق کی طرف انہوں نے اپنی نماز پڑھی۔ ان میں سے جو دو آدمی سب سے بڑے سردار اور قوم کے ذمہ دار تھے رسول اللہ ﷺ نے اُن کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا دین تو اسلام ہی ہے۔ ہم آپ سے پہلے اس دین کو قبول کر چکے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم جھوٹے ہو۔ دینِ اسلام پر نہیں ہو (اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لئے دینِ اسلام ہی کو پسند فرمایا ہے اور اسی پر نجات کا مدار ہے۔ دینِ اسلام میں سب سے بڑی دعوت، دعوت توحید ہے۔ جو توحید والا نہیں وہ اللہ کے بھیجے ہوئے دین پر نہیں ہوسکتا۔) تم لوگ دینِ اسلام والے کس طرح ہو سکتے ہو جبکہ تم اللہ کے لئے اولاد تجویز کرتے ہو، صلیب کی عبادت کرتے ہو اور خنزیر کھاتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اگر عیسیٰ اللہ کے بیٹے نہیں ہیں تو پھر ان کا باپ کون ہے؟ اس طرح سے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کٹ حجتی کی اور بحثا بحثی میں اُن کے دوسرے لوگ بھی شریک ہوگئے۔

رسولِ رحمت ﷺ نے اُن سے فرمایا کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے؟ کہنے لگے ہاں! یہ بات تو ہے۔آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔اس پر موت طاری نہ ہوگی اور (تمہارے عقیدہ کے مطابق) عیسیٰ کو موت آچکی ہے۔(کیونکہ اُن کے عقیدہ میں وہ مقتول ہو چکے ہیں اور اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے کہ وہ قربِ قیامت میں تشریف لائیں گے اور وفات پائیں گے)۔وہ کہنے لگے ہاں! یہ بات بھی ہے! آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم یہ بات نہیں جانتے کہ ہمارا رب ہر چیز کو قائم کئے ہوئے ہے، سب کی حفاظت فرماتا ہے اور سب کو رزق عطا فرماتا ہے۔ کہنے لگے ہاں! ہم اس کو بھی مانتے ہیں! آپ نے فرمایا تو اب تم بتاؤ کیا عیسیٰ ان میں سے کسی چیز پر قدرت رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ نہیں ان چیزوں پر وہ قادر نہیں ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم یہ بات نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے، نہ آسمان میں اور نہ زمین میں؟ کہنے لگے ہاں! ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا اب بتاؤ کیا عیسیٰ کو اس سے زیادہ کچھ علم تھا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا؟ کہنے لگے اُن کو اس سے زیادہ کچھ علم نہیں تھا! آپ ﷺ نے فرمایا ہمارے رب نے رحمِ مادر میں عیسیٰ کی تصویر بنادی جس طرح چاہا اور ہمارا رب نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔بتاؤ اس بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ کہنے لگے جو کچھ آپ نے فرمایا وہ صحیح ہے۔پھر آپ ﷺ نے اُن سے سوال کیا کہ بتاؤ کیا عیسیٰ ماں کے پیٹ میں نہیں رہے جیسا کہ اور بچے رہتے ہیں پھر اُن کی اسی طرح پیدائش ہوئی جیسا کہ دوسرے بچے پیدا ہوتے ہیں۔پھر بچوں کی طرح اُنہیں غذا دی گئی اور وہ کھاتے تھے اور پیتے تھے اور حالتِ حدث بھی اُن کو طاری ہوتی تھی؟ وہ کہنے لگے کہ ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے! آپ ﷺ نے فرمایا پھر ایسے شخص کے بارے میں یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ پاک کا بیٹا ہو۔یہ بات سُن کر وہ لوگ خاموش ہوگئے۔

درس نمبر (۲۳۳) — قرآنِ مجید میں دو قسم کی آیتیں ہیں — آلِ عمران: ۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هُوَ الَّذِیَ أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيْلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهُ إِلَّا اللّٰهُ وَالرَّاسِخُوْنَ فِیْ الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُوْلُوْا الأَلْبَابِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: هُوَ الَّذِیَ وہی ہے وہ اللہ جس نے أَنْزَلَ اتارا عَلَيْكَ آپ پر الْكِتَابَ کتاب مِنْهُ جس کی کچھ آيَاتٌ آیتیں تو مُّحْكَمَاتٌ محکم ہیں هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ اور کچھ دوسری آیتیں متشابہ ہیں فَأَمَّا الَّذِيْنَ پس وہ لوگ فِیْ قُلُوْبِهِمْ جن کے دلوں میں زَيْغٌ ٹیڑھ ہے فَيَتَّبِعُوْنَ وہ پیچھے پڑے رہتے ہیں مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ان آیتوں کے جو متشابہ ہیں ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ تاکہ فتنہ پیدا کریں وَابْتِغَاءَ تَأْوِيْلِهِ اور تاکہ ان آیتوں کی تاویلات تلاش کریں وَمَا يَعْلَمُ اور کوئی نہیں جانتا تَأْوِيْلَهُ ان کی تاویل کو إِلَّا اللّٰهُ سوائے اللہ کے وَالرَّاسِخُوْنَ فِیْ الْعِلْمِ اور جن کا علم پختہ ہے يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں آمَنَّا بِهِ ہم اس پر ایمان لائے ہیں كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا سب کچھ ہمارے

پروردگار کی طرف سے ہی ہے وَمَا يَذَّكَّرُ اور نصیحت حاصل نہیں کرتے إِلَّآ مگر وہی جو أُولُوا الْأَلْبَابِ عقل والے ہیں

ترجمہ: وہی اللہ ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی ہے جس کی کچھ آیتیں تو محکم ہیں جن پر کتاب کی اصل بنیاد ہے اور کچھ آیتیں متشابہ ہیں اب جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ ان متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تا کہ فتنہ پیدا کریں اور ان آیتوں کی تاویلات تلاش کریں حالانکہ ان آیتوں کا ٹھیک ٹھیک مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جن لوگوں کا علم پختہ ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس مطلب پر ایمان لاتے ہیں جو اللہ کو معلوم ہے سب کچھ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور نصیحت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ وہی اللہ ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی ہے۔

۲۔ جس کی کچھ آیتیں تو محکم ہیں جن پر کتاب کی اصل بنیاد ہے۔

۳۔ کچھ دوسری آیتیں متشابہ ہیں۔

۴۔ اب جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ ان متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔

۵۔ تا کہ فتنہ پیدا کریں اور ان آیتوں کی تاویلات تلاش کریں۔

۶۔ ان آیتوں کا ٹھیک مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۷۔ جن لوگوں کا علم پختہ ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔

۸۔ سب کچھ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے۔

۹۔ نصیحت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

قرآنِ مجید میں دو قسم کی آیتیں ہیں، ایک آیاتِ محکمات اور دوسرے آیاتِ متشابہات۔

آیاتِ محکمات ان آیتوں کو کہا جاتا ہے جن کا مطلب بالکل ظاہر اور واضح ہے، جن آیتوں کو وہ شخص جو عربی زبان اور اس کے قواعد سے واقف ہو اچھی طرح جانتا ہو، مثلاً قرآنِ مجید میں ہے وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ ظاہر ہے کہ اس کے معنی واضح بھی ہیں اور ظاہر بھی ہیں۔ اس قسم کی محکمات والی آیتوں کو اللہ تعالیٰ نے یہاں ام الکتاب کہا ہے کہ قرآنِ مجید کی تمام تر تعلیمات کا اصل اصول یہی آیتیں ہیں، جن کے معانی اور مطالب واضح ہیں۔

آیاتِ متشابہات ان آیتوں کو کہا جاتا ہے جن کی مراد کا ہم کو علم نہیں، جیسے قرآنِ مجید میں ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ والی آیت ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ کے عرش پر استویٰ ہونے کی کیفیت کا علم حقیقی معنی میں ہم کو نہیں ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں كَلِمَةُ اللّٰهِ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ کہا گیا، اس میں کلمہ اور روح سے اللہ کی مراد کیا ہے؟ ہم عام مسلمان اس کو اللہ کے علم کی طرف منسوب کریں گے جو مخصوص افرادِ علم کا سمندر ہوتے ہیں وہ اس بارے میں تحقیق وتفتیش کے مجاز ہو سکتے ہیں اور اس قسم کی آیات کو سمجھنے کے لئے دوسری محکم آیات کا سہارا لے کر اس کی تفسیر وتشریح کرتے ہیں، ہم اسی کو قبول کرلیں اسی میں عافیت اور اپنے ایمان کی سلامتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں آیاتِ محکمات کو سمجھنے میں اپنی زندگی لگانی چاہئے اور آیاتِ متشابہات کی تفتیش میں احتیاط کرنی چاہئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آپ ایسے لوگوں کو دیکھیں جو متشابہات کی تفتیش میں لگے ہوتے ہیں تو آپ ان سے دور بھاگیں، کیونکہ یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں کیا ہے۔ (بخاری)

جن کے دلوں میں کجی ہے یعنی ٹیڑھا پن ہے وہ ان آیات سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں جو آیاتِ محکمات ہیں اور ان کی جستجو ان آیات میں ہوتی ہے جن کو آیاتِ متشابہات کہا جاتا ہے۔ یہ بدقسمت لوگ اپنی توانائی متشابہ آیات کی کھوج کرید میں صرف کرتے ہیں اور ان سے اپنی خواہش اور مرضی کے مطابق معانی نکال کر لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں جن کے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ بہرحال ہم کو چاہئے کہ ہم قرآنِ مجید کی ان ہزاروں آیتوں کو سمجھنے میں اپنا وقت لگائیں جو صاف اور واضح ہیں، جنہیں آیاتِ محکمات کہا جاتا ہے۔

جو خوش نصیب لوگ راسخ فی العلم ہوتے ہیں یعنی جو قرآنِ مجید کی اسی تفسیر وتشریح کو سہی اور درست سمجھتے ہیں جو تشریح وتفسیر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین اور اجماع امت سے منقول اور ثابت ہو۔ یہ راسخ فی العلم جو ہوتے ہیں ان کی اس معاملہ میں احتیاط یہ ہوتی ہے کہ جن متشابہات والی آیتوں کا معنی ان کی سمجھ سے باہر ہوتا ہے وہ اپنے علم کی کمی کا اعتراف کرتے ہوئے اس کو اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں، یہ ایسے سلیم الفطرت لوگ ہوتے ہیں کہ وہ آیات محکمت اور آیاتِ متشابہات دونوں کو حق سمجھتے ہیں، مگر وہ آیات متشابہات کے پیچھے نہیں لگے رہتے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآنِ مجید کو اپنی ہدایت کا ذریعہ بنانے کی توفیق بخشے۔ آمین

درس نمبر (۲۳۴) | **اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت مانگیئے** | آلِ عمران: ۸۔۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ O رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: رَبَّنَا اے ہمارے رب لَا تُزِغْ ٹیڑھ پیدا مت کیجئے قُلُوْبَنَا ہمارے دلوں میں بَعْدَ إِذْ اس کے بعد کہ هَدَيْتَنَا آپ نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی وَهَبْ لَنَا اور ہمیں عطا فرما مِنْ لَّدُنْكَ اپنے پاس سے رَحْمَةً رحمت إِنَّكَ بیشک أَنْتَ الْوَهَّابُ آپ ہی دینے والے ہیں O رَبَّنَا اے ہمارے رب إِنَّكَ بیشک آپ جَامِعُ النَّاسِ انسانوں کو جمع کرنے والے ہیں لِيَوْمٍ ایک ایسے دن لَّا رَيْبَ فِيْهِ جس میں کوئی شک نہیں ہے إِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ لَا يُخْلِفُ خلاف ورزی نہیں کرتا الْمِيْعَادَ وعدہ کی

ترجمہ: اے ہمارے رب! آپ نے ہمیں جو ہدایت عطا فرمائی ہے اس کے بعد ہمارے دلوں میں ٹیڑھ پن

پیدا نہ ہونے دیجئے اور خاص اپنے پاس سے ہمیں رحمت عطا فرمایئے بیشک آپ ہی وہ ہیں جو بے انتہاء بخشش کے خوگر ہیں۔ ہمارے پروردگار! آپ تمام انسانوں کو ایک ایسے دن جمع کرنے والے ہیں جس کے آنے میں کوئی شک نہیں، بیشک اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اے ہمارے رب! تو نے ہمیں جو ہدایت عطا فرمائی ہے اس کے بعد ہمارے دلوں میں ٹیڑھ پیدا نہ ہونے دے۔

۲۔اور خاص اپنے پاس سے ہمیں رحمت عطا فرما۔

۳۔بیشک تیری ہی ذات وہ ہے جو بے انتہا بخشش کرنے والی ہے۔

۴۔اے ہمارے رب! تو تمام انسانوں کو ایک ایسے دن جمع کرنے والا ہے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

۵۔بیشک اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

بنیادی طور پر یہ بات یہاں محسوس کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کس قدر مہربان ہیں کہ وہ اپنے بندوں پر نعمتیں بھی برساتے ہیں اور ان نعمتوں کے مانگنے کا طریقہ بھی بتلاتے ہیں کہ ہمیں اپنے رب سے کیا کیا مانگنا چاہئے؟ اور مانگنے کے الفاظ بھی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سکھاتے ہیں۔

ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سکھایا ہے کہ وہ اپنے رب سے کس طرح مانگیں؟ ایک مومن کیلئے سب سے بڑے نقصان اور خسارہ کی بات یہ ہے کہ ہدایت مل جانے کے بعد اس کا دل کجی اور ٹیڑھے پن کا شکار ہوجائے۔ اس لئے بندوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ مانگنا سکھایا کہ اے ہمارے رب! اس کے بعد کہ آپ نے ہم کو ہدایت عطا فرمائی، ہمیں اپنے پاس سے بڑی رحمت عنایت فرمایئے، ہمارے دلوں میں کجی اور ٹیڑھا پن پیدا نہ فرمایئے۔ یہ دعاء بندۂ مومن کو اس لئے سکھائی گئی کہ جب آدمی کا دل ٹیڑھا ہوجاتا ہے اور اس میں کج پن پیدا ہوجاتا ہے تو وہ قرآنِ مجید کی متشابہات والی آیتوں کے پیچھے پڑ جاتا ہے جبکہ متشابہات والی آیتوں کی مراد کا ہمیں حقیقی علم ہی نہیں ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک آدمی شروع سے ہی گمراہی میں ہے، اس پر اتنا افسوس اور دکھ نہیں ہوتا لیکن ایک آدمی ہدایت پر ہو پھر وہ گمراہ ہوجائے، وہ شخص دکھ اور افسوس کے زیادہ قابل ہوتا ہے، اس لئے اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی ہے تو ہمیں اپنے رب سے اس ہدایت کی بقاء اور اسی ہدایت پر مرنے کی تمنا کرنی چاہئے۔

دوسری دعاء یہ بتلائی گئی کہ اے ہمارے رب! آپ تمام لوگوں کو ایسے دن میں جمع فرمائیں گے جس دن کے واقع ہونے میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے، آپ نے اس دن کے واقع ہونے کا جب وعدہ کیا ہے تو وہ دن تو آکر ہی رہے گا اور آپ واقعتاً وعدہ کے خلاف کرنے والے نہیں ہیں۔

درس نمبر (۲۳۵) — آلِ عمران: ۱۰-۱۱

کیا مال اور اولاد آخرت میں کام آئیں گے؟

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَأُولٰئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ O كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا فَأَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ الَّذِيْنَ بیشک وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ کام نہ آئے گی ان کے أَمْوَالُهُمْ ان کے مال وَلَا أَوْلَادُهُم اور نہ ان کی اولاد مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا اللہ کے مقابلہ میں کچھ بھی وَأُولٰئِكَ اور وہی ہیں جو هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ آگ کا ایندھن بن کر رہیں گے O كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ان کا حال آلِ فرعون جیسا ہے وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور ان سے پہلے کے لوگوں کے معاملہ جیسا ہے كَذَّبُوْا انہوں نے جھٹلایا بِآيَاتِنَا ہماری آیتوں کو فَأَخَذَهُمُ اللّٰهُ پس اللہ نے ان کو پکڑ لیا بِذُنُوْبِهِمْ ان کے گناہوں کی وجہ سے وَاللّٰهُ اور اللہ شَدِيْدُ الْعِقَابِ سخت عذاب دینے والے ہیں

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر کو اپنالیا ہے اللہ کے مقابلہ میں نہ ان کی دولت ان کے کچھ کام آئے گی اور نہ ان کی اولاد اور وہی ہیں جو آگ کا ایندھن بن کر رہیں گے، ان کا حال آلِ فرعون اور ان سے پہلے کے لوگوں کے معاملہ جیسا ہے، انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا چنانچہ اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ میں لے لیا اور اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے اللہ کے مقابلہ میں نہ ان کی دولت ان کے کچھ کام آئے گی نہ ان کی اولاد۔

۲۔ اور یہ وہی ہیں جو آگ کا ایندھن بن کر رہیں گے۔

۳۔ ان کا حال فرعون اور ان سے پہلے کے لوگوں کے معاملے جیسا ہے۔

۴۔ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔

۵۔ چنانچہ اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ میں لے لیا۔

۶۔ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

جو لوگ اس دنیا میں کفر کر رہے ہیں وہ اس غلط فہمی یا خوش فہمی میں نہ رہیں کہ ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے عذاب سے بچانے میں کام آئیں گے، ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر یہاں بتلا دیا ہے کہ جو لوگ کفر کرتے ہیں ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے مقابلہ میں ذرہ برابر بھی کام نہیں آسکتے۔ سورۂ حجر کی آیت نمبر ۸۴ میں ہے فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ تو جو کچھ وہ کرتے رہے تھے ان کے کچھ کام نہ آیا۔ سورۂ حاقہ کی آیت نمبر ۲۸ میں ہے مَا أَغْنَىٰ عَنِّيْ مَالِيَهْ میرا مال میرے کام نہیں آیا۔ قیامت کے دن کافر اس بات پر افسوس کرے گا کہ اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آیا۔ ان کافروں کا انجام بد یہ ہوگا کہ یہ سب کے سب دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔

ان کافروں کا معاملہ آلِ فرعون کے جیسا ہے اور آلِ فرعون سے پہلے جو کافر قومیں گزری ہیں جیسے قومِ عاد و ثمود وغیرہ ان کے جیسا ہے کہ جس طرح آلِ فرعون اور ان سے پہلے کے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا، یہ کافر لوگ بھی اللہ کی آیتوں کو جھٹلا رہے ہیں اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے گرفتار کیا ان کی بھی گرفت کرے گا۔ اللہ کی گرفت اور اس کے عذاب سے کوئی بچ نہیں پائے گا۔

وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والے ہیں۔ رب ذوالجلال کا عذاب اور اس کی سزا بھی اس کی قدرت وطاقت کے بقدر ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۹۶ میں بھی یہ بات بتلائی گئی کہ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ اور اللہ سے ڈرو اور جان رکھو کہ بیشک اللہ سخت سزا دیتے ہیں۔

درس نمبر (۲۳۶)

کافروں کا انجام

آلِ عمران: ۱۲۔۱۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ إِلَى جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ O قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَأُخْرَى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَنْ يَّشَاءُ إِنَّ فِيْ ذَالِكَ لَعِبْرَةً لِّأُوْلِي الْأَبْصَارِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا سَتُغْلَبُوْنَ کہ تم مغلوب ہوگے وَتُحْشَرُوْنَ اور تمہیں جمع کر کے لے جایا جائے گا إِلَى جَهَنَّمَ دوزخ کی طرف وَبِئْسَ الْمِهَادُ اور وہ بہت برا بچھونا ہے O قَدْ كَانَ لَكُمْ تمہارے لئے ہے آيَةٌ نشانی فِيْ فِئَتَيْنِ ان دو گروہوں میں الْتَقَتَا جو آپس میں ایک دوسرے سے ٹکرائے تھے فِئَةٌ ان میں سے ایک گروہ تُقَاتِلُ لڑ رہا تھا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں وَأُخْرَى اور دوسرا كَافِرَةٌ کافروں کا گروہ تھا يَرَوْنَهُم دیکھ رہا تھا اپنے آپ کو مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ کھلی آنکھوں ان سے کئی گنا زیادہ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ اور اللہ تائید کرتا ہے بِنَصْرِهِ اپنی مدد سے مَنْ يَّشَاءُ جس کو چاہتا ہے إِنَّ فِيْ ذَالِكَ بیشک اس واقعہ میں لَعِبْرَةً عبرت ہے لِّأُوْلِي الْأَبْصَارِ آنکھوں والوں کے لئے

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے ان سے کہہ دو کہ تم مغلوب ہوگے اور تمہیں جمع کر کے جہنم کی طرف لے جایا جائے گا اور وہ بہت برا بچھونا ہے تمہارے لئے ان دو گروہوں کے واقعہ میں بڑی نشانی ہے جو ایک دوسرے سے ٹکراتے تھے ان میں سے ایک گروہ اللہ کے راستہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا کافروں کا گروہ تھا جو اپنے آپ کو کھلی آنکھوں ان سے کئی گنا زیادہ دیکھ رہا تھا اور اللہ جس کی چاہتا ہے اپنی مدد سے تائید کرتا ہے بیشک اس واقعہ میں آنکھوں والوں کے لئے عبرت کا بڑا سامان ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے ان سے کہہ دو کہ تم مغلوب ہو گے۔
۲۔تمہیں جمع کر کے جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔
۳۔وہ بہت بُرا بچھونا ہے۔
۴۔تمہارے لئے ان دو گروہوں کے واقعہ میں بڑی نشانی ہے جو ایک دوسرے سے ٹکرائے تھے۔
۵۔ان میں سے ایک گروہ اللہ کے راستہ میں لڑ رہا تھا۔
۶۔دوسرا کافروں کا گروہ تھا جو اپنے آپ کو کھلی آنکھوں ان سے کئی گنا زیادہ دیکھ رہا تھا۔
۷۔اللہ جس کی چاہتا ہے اپنی مدد سے تائید کرتا ہے۔
۸۔بیشک اس واقعہ میں آنکھوں کے لئے عبرت کا بڑا سامان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ ان کافروں سے یہ بات بہ بانگِ دہل کہہ دیجئے کہ تمہارے کفر کی سزا صرف آخرت ہی میں نہیں ہے بلکہ عنقریب تمہیں دنیا ہی میں یہ سخت سزا ملے گی کہ تم مسلمانوں کے ہاتھ مغلوب ہو جاؤ گے اور آخرت میں دوزخ کی طرف جمع کر کے لے جائے جاؤ گے اور یہ بات یاد رکھو کہ دوزخ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں کفار سے مراد مکہ کے مشرکین اور مدینہ کے یہود ہیں چنانچہ مکہ کے بعض مشرکین قتل کئے گئے اور بعض قید بھی کئے گئے اور مدینہ کے بعض یہود کو قتل کیا گیا اور قید بھی کیا گیا اور وہ جزیہ دینے اور جلاوطنی پر بھی مجبور ہو گئے۔

مسلمانوں کے مقابلہ میں کافروں کے مغلوب ہونے کی ایک مثال دی جا رہی ہے کہ جنگِ بدر میں کافروں کا لشکر ایک ہزار مسلح لوگوں پر مشتمل تھا اور مسلمانوں کی تعداد صرف تین سو تیرہ تھی۔ کافر اپنی کھلی آنکھوں سے یہ دیکھ رہے تھے کہ ان کی تعداد کہیں زیادہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی باوجود تعداد کم ہونے کے مدد فرمائی اور انہیں فتح نصیب ہوئی اور کافروں کو شکستِ فاش ملی باوجود یہ کہ وہ تعداد میں زیادہ تھے۔ سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ جب جنگِ بدر سے رسول اللہ ﷺ واپس لوٹے تو بنو قینقاع کے بازار میں یہودیوں کو جمع کیا اور فرمایا اے یہودیو! اس سے پہلے اسلام قبول کر لو کہیں تمہارا بھی حشر ان کافروں جیسا نہ ہو جائے۔ اس کے جواب میں یہودیوں کی اس جماعت نے جواب دیا کہ چند قریشیوں سے تم جیت گئے جو جنگ کے فنون سے ناواقف تھے۔ ہم سے اگر پالا پڑ جائے تو ہم بتلا دیں گے کہ لڑائی کسے کہتے ہیں؟ یہودیوں کی اس للکار کا جواب اس آیت میں دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح ان کافروں کو شکست دی وہ تمہیں بھی شکست دے سکتا ہے۔

وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَاءُ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی مدد سے طاقتور بنا دیتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اور پسندیدہ مسلمانوں کی مدد کی اور کافروں کے مقابلہ میں انہیں غلبہ عطا فرمایا، یقیناً اس قسم کے واقعات میں آنکھوں والوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔

درس نمبر (۲۳۷)

چیزوں کی محبت خوشنما بنادی گئی ہے

آلِ عمران:۱۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: زُيِّنَ خوشنما بنادی گئی ہے لِلنَّاسِ لوگوں کے لئے حُبُّ الشَّهَوَاتِ خواہشوں کی محبت مِنَ النِّسَاءِ عورتیں وَالْبَنِيْنَ اور بیٹے وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ اور بڑے بھاری مال مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ سونے اور چاندی کے وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے وَالْأَنْعَامِ اور مویشی وَالْحَرْثِ اور کھیتیاں ذٰلِكَ یہ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا دنیوی زندگی کا فائدہ اٹھانا ہے وَاللّٰهُ عِنْدَهُ اور اللہ کے پاس ہے حُسْنُ الْمَآبِ اچھا ٹھکانہ

ترجمہ: لوگوں کے لئے ان چیزوں کی محبت خوشنما بنادی گئی ہے جو ان کی نفسانی خواہش کے مطابق ہوتی ہیں یعنی عورتیں، بچے، سونے چاندی کے لگے ہوئے ڈھیر، نشان لگائے ہوئے گھوڑے، چوپائے اور کھیتیاں یہ سب دنیوی زندگی کا سامان ہیں لیکن ابدی انجام کا حسن تو صرف اللہ کے پاس ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ لوگوں کے لئے ان چیزوں کی محبت خوشنما بنادی گئی ہے جو ان کی نفسانی خواہشات کے مطابق ہوتی ہیں یعنی عورتیں، بچے، سونے چاندی کے لگے ہوئے ڈھیر، نشان لگے ہوئے گھوڑے، چوپائے اور کھیتیاں۔

۲۔ یہ سب دنیوی زندگی کا سامان ہیں۔

۳۔ ابدی انجام کا حسن تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر انسان کی زندگی میں یہ بات رکھ دی ہے کہ جو چیزیں اس کی نفسانی خواہشات کے مطابق ہوتی ہیں ان چیزوں کی محبت اس کی زندگی کو خوشنما بنا دیتی ہے۔ اکثر لوگوں کو اپنی پسندیدہ اور مرغوب چیزوں کی محبت خوشنما معلوم ہوتی ہے یعنی بہت اچھی لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مختصر سی فہرست ایسی چیزوں کی پیش کی ہے جن کی محبت انسان کو خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ (۱) عورتیں (۲) بیٹے (۳) سونے اور چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے (۴) نشان لگے ہوئے گھوڑے (۵) مویشی (۶) کھیتی۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کو طرح طرح کی لذتوں سے زینت دی ہے ان میں سب سے پہلی چیز عورت ہے۔ اگر عورت نیک بیوی کی شکل میں ہے تو وہ آدمی کیلئے سرمایہ ہے لیکن اگر یہی عورت نیک بیوی کی شکل میں نہ ہو اور دوسری ناپاک شکلوں میں ہو تو بہت بڑا فتنہ ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے اپنے بعد مردوں پر عورتوں سے زیادہ ضرر پہنچانے والا اور کوئی فتنہ نہیں چھوڑا، ہاں! جب کسی شخص کی نیت نکاح کر کے زنا سے بچنے کی ہو اور اولاد کی کثرت بھی نیت میں شامل ہو تو بیشک یہ

نیک کام ہے جس کی رغبت شریعت نے دلائی ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا اس امت میں سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ بیویوں والا ہو۔(ابنِ کثیر)افسوس کہ ہمارا سماج اس کو سب سے بُرا سمجھ رہا ہے جس کی ایک سے زائد بیویاں ہوں۔

دوسری چیز بیٹے ہیں۔آدمی کے لئے زینت اور خوشنمائی کا باعث اس کی نرینہ اولاد بھی ہوتی ہے۔طبعی طور پر جس آدمی کے بیٹے زیادہ ہوتے ہیں، وہ اس کو باعث فخر محسوس کرتا ہے۔

تیسری چیز سونے اور چاندی کے ڈھیر، جس عورت کے پاس جس قدر زیادہ سونا اور چاندی ہے وہ محفل کی قابلِ دید عورت بن جاتی ہے۔دوسری عورتیں اس کو رشک کی نگاہوں سے دیکھنے لگتی ہیں۔

چوتھی چیز نشان لگے ہوئے گھوڑے ہیں۔آج بھی ملکِ عرب میں مخصوص گھوڑوں کی بہت زیادہ قیمت ہے اور وہ ان کی مرغوب اور پسندیدہ چیزوں میں سے ایک اہم چیز ہے۔

پانچویں چیز چوپائے یعنی بیل، بکری، بھینس، اونٹ وغیرہ۔یہ بھی ایسی چیزیں ہیں جن کی محبت طبعی طور پر اللہ نے انسانوں کے دلوں میں ڈال دی ہے۔

چھٹویں چیز کھیتی۔ظاہر ہے کہ بہت سے لوگوں کی توجہ و دلچسپی ان کی کھیتیوں کی جانب ہوتی ہے اور وہ انہیں خوشنما معلوم ہوتی ہیں۔یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اللہ تعالیٰ نے طبعی طور پر انسانوں کے دلوں میں ان چیزوں کی جو محبت ڈال دی ہے، یہ بھی ایک نعمت ہے بشرطیکہ یہ محبت حدود میں ہو۔اس محبت میں سینکڑوں حکمتیں ہیں بلکہ ان محبتوں کی بنیاد پر دنیا کا نظام بھی قائم ہے، اگر ان چیزوں کی محبت اٹھالی جائے تو دنیا کا نظام درہم برہم ہوجائے گا۔مگر عقلمند انسان وہ ہے جو چند روزہ زندگی کی چیزوں کی محبت کے نشہ میں مبتلا ہوکر آخرت سے غافل نہ ہو۔یہ فیصلہ کُن حقیقت اللہ تعالیٰ نے آخر میں بتلا دیا کہ ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا یہ دنیوی زندگی کا سامان ہے وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الْمَآبِ اچھا ٹھکانہ تو بس اللہ ہی کے پاس ہے۔ہم دنیا کی ان نعمتوں کو حدود میں رہ کر استعمال تو کریں مگر آخرت کے انجام سے غافل ہرگز نہ ہوں۔اسی کے ساتھ یہ حقیقت بھی ذہن میں رہے کہ اللہ کی یہ نعمتیں جو دنیا میں ملتی ہیں یہ نعمتوں کی ابتداء ہے، نعمتوں کی انتہاء تو جنت ہی میں ملے گی۔

درس نمبر(۲۳۸) متقیوں کے لئے باغات اور پاکیزہ بیویاں آلِ عمران:۱۵-۱۶-۱۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ أَؤُنَبِّئُكُم بِخَيْرٍ مِّنْ ذَلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ ۝ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اَلصَّابِرِيْنَ وَالصَّادِقِيْنَ وَالْقَانِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْأَسْحَارِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے أَؤُنَبِّئُكُم کیا میں تم کو بتادوں بِخَيْرٍ مِّنْ ذَلِكُمْ اس سے بہتر لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اتَّقَوْا تقویٰ اختیار کیا عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے پروردگار کے پاس جَنَّاتٌ باغات ہیں تَجْرِيْ جاری ہیں مِنْ

تَحۡتِهَا جن کے نیچے الۡاَنۡهٰرُ نہریں خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وَاَزۡوَاجٌ اور بیویاں ہیں مُّطَهَّرَةٌ پاکیزہ وَرِضۡوَانٌ اور رضامندی ہے مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَاللّٰهُ اور اللہ بَصِیۡرٌ دیکھنے والا ہے بِالۡعِبَادِ بندوں کو O اَلَّذِیۡنَ یہ وہ لوگ ہیں یَقُوۡلُوۡنَ جو کہتے ہیں رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار اِنَّنَا آمَنَّا ہم ایمان لائے فَاغۡفِرۡ لَنَا ہمیں بخش دیجئے ذُنُوۡبَنَا ہمارے گناہوں کو وَقِنَا اور ہمیں بچایئے عَذَابَ النَّارِ دوزخ کے عذاب سے O اَلصّٰبِرِیۡنَ یہ لوگ صبر کرنے والے ہیں وَالصّٰدِقِیۡنَ اور سچے ہیں وَالۡقٰنِتِیۡنَ اور حکم ماننے والے ہیں وَالۡمُنۡفِقِیۡنَ اور خرچ کرنے والے ہیں وَالۡمُسۡتَغۡفِرِیۡنَ اور مغفرت طلب کرنے والے ہیں بِالۡاَسۡحَارِ راتوں کے پچھلے حصوں میں

ترجمہ: کہہ دو کیا میں تمہیں وہ چیزیں بتاؤں جو ان سب سے کہیں بہتر ہیں؟ جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ بیویاں ہیں اور اللہ کی طرف سے خوشنودی ہے اور تمام بندوں کو اللہ اچھی طرح دیکھ رہا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم آپ پر ایمان لے آئے ہیں اب ہمارے گناہوں کو بخش دیجئے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لیجئے یہ لوگ بڑے صبر کرنے والے ہیں سچائی کے خوگر ہیں، فرمانبردار ہیں، خرچ کرنے والے ہیں اور سحری کے اوقات میں استغفار کرتے رہتے ہیں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں گیارہ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ کہہ دو کہ کیا میں تمہیں وہ چیزیں بتاؤں جو ان سب سے کہیں بہتر ہیں؟

۲۔ جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

۳۔ اور پاکیزہ بیویاں ہیں۔

۴۔ اللہ کی طرف سے خوشنودی ہے۔

۵۔ اور تمام بندوں کو اللہ تعالیٰ اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔

۶۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم آپ پر ایمان لے آئے ہیں۔ اب ہمارے گناہوں کو بخش دیجئے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لیجئے۔

۷۔ یہ لوگ بڑے صبر کرنے والے ہیں۔

۸۔ سچائی کے خوگر ہیں۔

۹۔ عبادت گزار ہیں۔

۱۰۔ اللہ کی خوشنودی کے لئے خرچ کرنے والے ہیں۔

۱۱۔ سحری کے اوقات میں استغفار کرتے رہتے ہیں۔

جو لوگ اس دنیا میں تقویٰ کی روش اختیار کرتے ہیں، جن کی زندگی رب ذوالجلال سے ڈرتے ہوئے گزرتی ہے۔ ان

لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے ایسے انعامات تیار کر رکھے ہیں کہ جن کا خیال بھی دنیا میں ان کے دل میں نہ آیا ہو۔ پہلی نعمت یہ ہے کہ متقیوں کیلئے ایسے پیارے پیارے باغات ہوں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، دودھ کی نہریں، پانی کی نہریں، شراب کی نہریں، شہد کی نہریں۔ دوسری نعمت یہ کہ اس جنت کی نعمتیں انہیں محدود مدت تک کے لئے نہیں دی جائیں گی بلکہ یہ جنتی جنت میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ یہاں سے نکالے نہیں جائیں گے۔ رب ذوالجلال کا قانون یہ ہے کہ جو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ عین ممکن ہے کہ سزا بھگتنے کے بعد وہ جنت میں ڈال دیا جائے مگر ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ جس کو جنت میں داخل کر دیا گیا اسکو نکال کر دوزخ میں ڈالا جائے۔ جنتیوں کیلئے جنت ہمیشہ کیلئے دی جائے گی۔ تیسری نعمت یہ کہ ان جنتیوں کیلئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی یعنی ہر قسم کی گندگی سے پاک بیویاں ہوں گی۔ چوتھی نعمت جو تمام نعمتوں پر بھاری ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان جنتیوں کے لئے یہ سند دے دی جائے گی کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش ہے۔

بخاری اور مسلم کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ جنت والوں سے فرمائیں گے اے جنت والو! وہ عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں اور تعمیل ارشاد کے لئے موجود ہیں اور پوری خیر آپ ہی کے قبضہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تم راضی ہو؟ وہ عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہم کیسے راضی نہ ہوں گے، آپ نے ہم کو وہ سب کچھ عطا فرمایا ہے جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا میں تم کو اس سے افضل چیز عطا کروں؟ وہ عرض کریں گے، اس سے افضل اور کیا چیز ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں تم پر اپنی رضامندی نازل کرتا ہوں، اب اس کے بعد کبھی بھی تم سے ناراض نہ ہوں گا۔

اللہ کے نیک بندے اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعاء کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے ہیں۔ آپ ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجئے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچائیے۔

جو اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں وہ ان اوصاف کے حامل اور مالک ہوتے ہیں وہ اپنی زندگی میں صبر کا دامن تھام لیتے ہیں، سچائی کو اختیار کرتے ہیں، اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور رات کے آخری حصہ میں رب ذوالجلال سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے استغفار کرتے ہیں۔

درس نمبر (۲۳۹) سب سے بڑی شہادت آلِ عمران:۱۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لاَ إِلٰـهَ إِلاَّ هُوَ وَالْمَلاٰئِكَةُ وَأُوْلُوْا الْعِلْمِ قَآئِماً بِالْقِسْطِ لاَ إِلٰـهَ إِلاَّ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: شَهِـدَ اللّٰهُ اللہ نے خود گواہی دی ہے کہ أَنَّـهُ لاَ إِلٰـهَ بیشک کوئی معبود نہیں ہے إِلاَّ هُوَ سوائے اس کے وَالْمَلاٰئِكَةُ اور فرشتوں نے بھی وَأُوْلُـوْا الْعِلْمِ اور اہل علم نے بھی قَـآئِـمَاً بِالْقِسْطِ جس نے انصاف کے ساتھ انتظام سنبھالا ہوا ہے لاَ إِلٰـهَ نہیں ہے کوئی معبود إِلاَّ هُوَ سوائے اس کے الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ جو غالب ہے حکمت والا ہے

ترجمہ: اللہ نے خود اس بات کی گواہی دی ہے اور فرشتوں اور اہلِ علم نے بھی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے انصاف کے ساتھ کائنات کا انتظام سنبھالا ہوا ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جس کا اقتدار بھی کامل حکمت بھی کامل ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ نے خود اس بات کی گواہی دی ہے اور فرشتوں اور اہلِ علم نے بھی۔

۲۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۳۔ جس اللہ نے انصاف کے ساتھ کائنات کا انتظام سنبھالا ہوا ہے۔

۴۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جو غالب ہے حکمت والا ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے جس کو روح المعانی نے نقل کیا ہے کہ ملکِ شام کے دو یہودی علماء مدینہ منورہ آئے۔ انہوں نے مدینۂ منورہ کو دیکھا۔ ان میں سے ایک دوسرے سے کہنے لگا کہ یہ شہر تو ہو بہو وہی معلوم ہوتا ہے جس کے بارے میں ہم نے پڑھا ہے کہ آخری نبی اس شہر میں قیام فرمائیں گے۔ جب یہ دونوں رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ کو انہی صفات کے ساتھ پہچان لیا جو صفات انہیں معلوم تھیں۔ انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ ہی محمد ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! میں ہی محمد ہوں۔ وہ دونوں کہنے لگے کہ ہم ایک شہادت کے بارے میں آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر آپ نے ہم کو بتادیا تو پھر ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی تصدیق بھی کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم دونوں سوال کرو۔ وہ دونوں کہنے لگے کہ آپ ہمیں یہ بتایئے کہ اللہ کی کتاب میں سب سے بڑی شہادت کونسی ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جو اوپر مذکور ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لاَ إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ وَالْمَلاَئِكَةُ وَأُوْلُواْ الْعِلْمِ قَآئِمَاً بِالْقِسْطِ لاَ إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔ یہ آیت سنتے ہی وہ دونوں مسلمان ہو گئے۔ اس آیت میں اللہ کے معبودِ برحق ہونے کی گواہی خود اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور ان فرشتوں نے دی ہے جو اللہ کے مقرب ہیں جو ہر طرح کے گناہوں سے بالکل پاک اور محفوظ و معصوم ہیں۔ یہ وہ فرشتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے، اس کے علاوہ اہل علم کی بھی گواہی ہے کہ معبودِ برحق صرف اور صرف وہ ایک اللہ ہے جو صاحبِ اقتدار بھی ہے اور حکمت والا بھی۔

قَآئِمَاً بِالْقِسْطِ کے ذریعہ اس آیت میں یہ بات بھی بتلائی گئی کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات کاملہ کے ساتھ عدل پر قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کبھی ظلم نہیں ہوگا۔ وہ احسان اور انصاف ہی کرتے ہیں، ظلم نہیں کرتے۔ دنیا اور آخرت میں رب ذوالجلال کے وہ سارے فیصلے جو مخلوق کے حق میں ہوتے ہیں اور ہوں گے وہ انصاف پر مبنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور حکم میں ذرہ برابر بھی ظلم کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

درس نمبر (۲۴۰) **معتبر دین، دینِ اسلام ہے** آلِ عمران:۱۹

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

إِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الإِسْلاَمُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ أُوْتُواْ الْکِتَابَ إِلاَّ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ ھُمُ الْعِلْمُ بَغْیاً بَیْنَھُمْ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِآیَاتِ اللّٰہِ فَإِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ الدِّیْنَ بیشک دین تو صرف عِنْدَ اللّٰہِ اللہ کے نزدیک الإِسْلاَمُ اسلام ہی ہے وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اور انہوں نے اختلاف نہیں کیا جنہیں أُوْتُواْ الْکِتَابَ کتاب دی گئی إِلاَّ مِن بَعْدِ مَا اس کے بعد کہ جَاءَ ھُمُ الْعِلْمُ ان کے پاس علم آیا بَغْیاً بَیْنَھُمْ محض آپس کی ضد کی وجہ سے وَمَنْ یَّکْفُرْ اور جو کوئی انکار کرے بِآیَاتِ اللّٰہِ اللہ کی آیتوں کا فَإِنَّ اللّٰہَ پس بیشک اللہ سَرِیْعُ الْحِسَابِ بہت جلد حساب لینے والا ہے

ترجمہ: بیشک معتبر دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی، انہوں نے الگ راستہ لاعلمی میں نہیں بلکہ علم آ جانے کے بعد محض آپس کی ضد کی وجہ سے اختیار کیا اور جو شخص بھی اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے تو اسے جان لینا چاہئے کہ اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بیشک معتبر دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

۲۔ جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی انہوں نے الگ راستہ لاعلمی میں نہیں بلکہ علم آ جانے کے بعد محض آپس کی ضد کی وجہ سے اختیار کیا۔

۳۔ جو شخص بھی اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے تو اسے یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول و پسندیدہ اور معتبر دین صرف اور صرف دینِ اسلام ہے۔ دینِ اسلام کے علاوہ جتنے مذاہب ہیں، اللہ کے ہاں مقبول نہیں ہیں۔ ان مذاہب کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ قرآنِ مجید میں ایک اور جگہ صاف طور پر فرمایا گیا کہ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الإِسْلاَمِ دِیْناً فَلَن یُّقْبَلَ مِنْهُ جو کوئی اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کو پسند کرے گا، اس سے وہ دین قبول نہیں کیا جائے گا۔ دنیا میں جتنے پیغمبر آئے، ان سب نے دینِ اسلام کی دعوت دی، جو ان پر ایمان لایا وہ مسلمان ہو گیا اور جس نے ان کی دعوت کا انکار کیا وہ کافر ہو گیا۔

اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ نے جو اختلاف کیا اور آپ ﷺ کی حقیقت کو جاننے کے باوجود آپ ﷺ کے خلاف راستہ اختیار کیا، وہ جہالت کی وجہ سے نہیں تھا محض ہٹ دھرمی اور ضد اضدی کی وجہ سے تھا۔ ان یہود و نصاریٰ کو دنیا کی سرداری مطلوب تھی، جس کی وجہ سے انہوں نے اللہ کی آیتوں کا اور رسولِ آخر الزماں کی نبوت کا انکار کیا۔

جو کوئی اللہ کی آیتوں کا انکار کرتا ہے ان کے انکار کا نقصان نہ اللہ کو ہے اور نہ رسول کو، ان کے اس انکار کا حساب و کتاب بہت جلد ہو جائے گا اور ان کے اس جرم کی سزا انہیں مل کر رہے گی۔

درس نمبر (۲۴۱) **اَن پڑھ مشرکین اور اہلِ کتاب سے حضور ﷺ کی گفتگو** آلِ عمران: ۲۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيمِ

فَإِنْ حَآجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ وَقُل لِّلَّذِيْنَ أُوْتُواْ الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّيْنَ أَأَسْلَمْتُمْ فَإِنْ أَسْلَمُواْ فَقَدِ اهْتَدَواْ وَّإِن تَوَلَّوْاْ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلاَغُ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَإِنْ حَآجُّوكَ پس اگر وہ آپ سے جھگڑیں تو فَقُلْ آپ کہہ دیجئے أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ میں نے تو اپنا رخ کرلیا لِلّٰهِ اللہ کی طرف وَمَنِ اتَّبَعَنِ اور جنہوں نے میری اتباع کی انہوں نے بھی وَقُل اور کہہ دیجئے لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کو جنہیں أُوْتُواْ الْكِتَابَ کتاب دی گئی وَالْأُمِّيِّيْنَ اور ان پڑھ لوگوں سے کہ أَأَسْلَمْتُمْ کیا تم بھی اسلام لاتے ہو فَإِنْ أَسْلَمُواْ پس اگر وہ اسلام لے آئیں تو فَقَدِ اهْتَدَواْ ہدایت پا جائیں گے وَّإِن تَوَلَّوْاْ اور اگر انہوں نے منہ موڑا تو فَإِنَّمَا عَلَيْكَ آپ پر تو الْبَلاَغُ صرف پہنچانا ہے وَاللّٰهُ اور اللہ بَصِيْرٌ دیکھ رہا ہے بِالْعِبَادِ بندوں کو

ترجمہ: پھر بھی اگر یہ تم سے جھگڑیں تو کہہ دو کہ میں نے تو اپنا رخ اللہ کی طرف کرلیا ہے اور جنہوں نے میری اتباع کی ہے انہوں نے بھی اور اہلِ کتاب سے اور عرب کے ان پڑھ مشرکین سے کہہ دو کہ کیا تم بھی اسلام لاتے ہو؟ پھر اگر وہ اسلام لے آئیں تو ہدایت پا جائیں گے اور اگر انہوں نے منہ موڑا تو تمہاری ذمہ داری صرف پیغام پہنچانے کی حد تک ہے اور اللہ تمام بندوں کو خود دیکھ رہا ہے۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پھر بھی اگر یہ تم سے جھگڑیں تو کہہ دو کہ میں نے تو اپنا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف کرلیا ہے۔

۲۔ اور جنہوں نے میری اتباع کی ہے انہوں نے بھی۔

۳۔ اہل کتاب سے اور عرب کے ان پڑھ مشرکین سے کہہ دو کہ کیا تم بھی اسلام لاتے ہو؟

۴۔ پھر اگر وہ اسلام لے آئیں تو ہدایت پا جائیں گے۔

۵۔ اگر انہوں نے منہ موڑا تو تمہاری ذمہ داری صرف پیغام پہنچانے کی حد تک ہے۔

۶۔ اللہ اپنے بندوں کو خود دیکھ رہا ہے۔

اس آیت کے ذریعہ اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ اور ان پڑھ مشرکین سے دوٹوک انداز میں گفتگو کرنے کا حکم رسولِ عربی ﷺ کو دیا گیا ہے کہ اے پیارے پیغمبر! اگر یہ لوگ آپ سے حجت بازی کرتے ہیں تو آپ اس حقیقت کو صاف طور پر بتلا دیجئے کہ میں نے اپنی ذات کو اللہ کے سامنے جھکا دیا ہے، نہ صرف میں بلکہ جو لوگ میری اتباع کرتے ہیں اور میرے نقشِ قدم پر چلتے ہیں انہوں نے بھی اپنے آپ کو اللہ کے سامنے جھکا دیا ہے۔ آپ کے بارے میں اور

آپ کی اتباع کرنے والوں کے بارے میں تو آپ نے دوٹوک انداز میں اپنا فیصلہ بتلا دیا ہے تو اب ان اہلِ کتاب سے اور اَن پڑھ مشرکین سے پوچھئے کہ اب تم بولو کہ کیا تم اس دینِ اسلام کو قبول کرتے ہو؟ آپ کی اس دعوت پر انہوں نے اثبات میں جواب دیا اور اگر اسلام قبول کرلیا تو بات ختم ہوگئی، یہ لوگ ہدایت والے بن جائیں گے اور اگر انہوں نے اب بھی اپنا منہ موڑ لیا تو پیغمبر! آپ کو گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں، آپ نے تو اپنی ذمہ داری پوری کردی، آپ کا کام تو صرف پہنچادینا تھا، آپ نے پہنچا دیا، آپ کے ذمہ منوانا نہیں ہے، آپ کے ذمہ تو صرف تبلیغ ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے یہ مہر بھی لگادی کہ یہ اہلِ کتاب اور مشرکین نامعقول باتیں اور حرکتیں کرتے ہیں تو انہیں بتلا دیجئے کہ وَاللّٰهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ اللہ تعالیٰ بندوں کو بخوبی دیکھ رہے ہیں، جب دیکھ رہے ہیں تو ان کے کفر اور نافرمانی کی سزا بھی دیں گے۔

درس نمبر (۲۴۲) | آلِ عمران: ۲۱۔۲۲

کفر اور قتل کا انجام

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الَّـذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيِّيْنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَأْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ ○ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِيْ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ الَّذِيْنَ بیشک وہ لوگ جو يَكْفُرُوْنَ انکار کرتے ہیں بِآيَاتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتوں کا وَيَقْتُلُوْنَ اور قتل کرتے ہیں النَّبِيِّيْنَ نبیوں کا بِغَيْرِ حَقٍّ ناحق طور پر وَيَقْتُلُوْنَ اور قتل کرتے ہیں الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو يَأْمُرُوْنَ حکم کرتے ہیں بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ مِنَ النَّاسِ لوگوں کو فَبَشِّرْهُم پس آپ خوشخبری سنا دیجئے انہیں بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ دردناک عذاب کی ○ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ یہی ہیں وہ لوگ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ جن کے اعمال غارت ہو چکے ہیں فِيْ الدُّنْيَا دنیا میں وَالآخِرَةِ اور آخرت میں وَمَا لَهُم اور ان کو نصیب نہ ہوں گے مِّن نَّاصِرِيْنَ کسی قسم کے مددگار

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور انصاف کی تلقین کرنے والوں کو بھی قتل کرتے ہیں ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں غارت ہو چکے ہیں اور ان کو کسی قسم کے مددگار نصیب نہیں ہوں گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو لوگ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔

۲۔ نبیوں کو ناحق قتل کرتے ہیں۔

۳۔ انصاف کی تلقین کرنے والوں کو بھی قتل کرتے ہیں۔

۴۔ ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔

۵۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں غارت ہو چکے ہیں۔
۶۔ ان کو کسی قسم کے مددگار نصیب نہیں ہوں گے۔

صاحبِ روح المعانی نے ابنِ جریر کے حوالہ سے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! سب سے زیادہ سخت عذاب قیامت کے دن کن لوگوں کو ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ شخص سب سے زیادہ عذاب میں ہوگا جس نے کسی نبی کو قتل کیا یا کسی ایسے شخص کو قتل کیا جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہو، پھر رسولِ رحمت ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابوعبیدہ! بنی اسرائیل نے ایک ہی وقت میں صبح سویرے تینتالیس نبیوں کو قتل کیا اور جب بنی اسرائیل کو اس ظلم سے روکنے کیلئے ایک سوستر افراد کھڑے ہو گئے تو بنی اسرائیل نے شام ہوتے ہوتے ان کو بھی قتل کر دیا۔

اس آیت میں ان بدبخت کافروں کے بارے میں جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا اور نبیوں کو قتل کیا اور ان لوگوں کو قتل کیا جنہوں نے ان لوگوں کے درمیان انصاف کرنے کی تعلیم دی، دردناک عذاب کی خبر دی گئی ہے، پھر ان کے بارے میں مزید یہ فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت اور ضائع ہو گئے اور یہ ایسے بے یار و مددگار ہیں کہ ان کی کوئی مدد نہیں کر سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جس عذاب کا فیصلہ ان کے حق میں کر دیا ہے وہ عذاب کا مزہ ضرور چکھیں گے اور ان کو اس عذاب سے بچانے کیلئے ان کی مدد کے طور پر کوئی آگے نہیں آئے گا۔

قرآنِ مجید نے ایک عام آدمی کے قتل کو ساری انسانیت کا قتل قرار دیا۔ **مَنْ قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِيْ الأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعاً**۔ (المائدہ:۳۲) جس کسی نے کسی کو قتل کیا بغیر اس کے کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا ملک میں فساد برپا کیا ہو تو گویا اس نے سب کو قتل کیا۔ اب بتائیے کہ اس کا کیا انجام ہوگا جس نے نبیوں کو قتل کیا اور ان لوگوں کو قتل کیا جو اس سرزمین میں انصاف کی بات کرتے ہیں؟

درس نمبر (۲۴۳) — **یہودیوں کا بے بنیاد دعویٰ** — آلِ عمران: ۲۳۔۲۴۔۲۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ أُوْتُواْ نَصِيْباً مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَى كِتَابِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُم مُّعْرِضُونَ ○ ذَالِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُواْ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّاماً مَّعْدُودَاتٍ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِم مَّا كَانُواْ يَفْتَرُونَ ○ فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: **أَلَمْ تَرَ** کیا آپ نے نہیں دیکھا **إِلَى الَّذِيْنَ** ان لوگوں کی طرف جو **أُوْتُواْ** دیے گئے **نَصِيْباً** کچھ حصہ **مِّنَ الْكِتَابِ** کتاب کا **يُدْعَوْنَ** وہ بلائے جاتے ہیں **إِلَى كِتَابِ اللّٰهِ** اللہ کی کتاب کی طرف **لِيَحْكُمَ** تاکہ وہ فیصلہ کرے **بَيْنَهُمْ** ان کے درمیان **ثُمَّ** پھر **يَتَوَلَّى** منہ پھیر لیتا ہے **فَرِيْقٌ** ایک فریق **مِّنْهُمْ** ان میں سے

وَهُم اوراس حال میں کہ وہ مُّعْرِضُونَ اعراض کرنے والے ہیں O ذَالِکَ یہ بِاَنَّهُمْ بسبب اس کے کہ بے شک قَالُواْ انہوں نے کہا لَنْ تَمَسَّنَا ہرگز ہمیں نہیں چھوئے گی النَّارُ آگ اِلَّآ مگر أَيَّاماً چند دن مَّعْدُودَاتٍ گنتی کے وَغَرَّهُمْ اور ان کو دھوکے میں ڈال دیا فِیْ دِیْنِهِم ان کے دین (کے بارے) میں مَّا ان چیزوں نے جو کَانُواْ یَفْتَرُونَ وہ گھڑتے تھے O فَکَیْفَ پھر کیا حال ہوگا إِذَا جب جَمَعْنَاهُمْ ہم ان کو جمع کریں گے لِیَوْمٍ ایسے دن میں لَّا رَیْبَ کوئی شک نہیں فِیْهِ اس میں وَوُفِّیَتْ اور پورا (بدلہ) دیا جائے گا کُلُّ نَفْسٍ ہر نفس کو مَّا کَسَبَتْ جو اس نے کمایا وَهُمْ اور وہ لاَ یُظْلَمُونَ ظلم نہیں کئے جائیں گے

ترجمہ: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا کہ انہیں اللہ کی کتاب کی طرف دعوت دی جاتی ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، اس کے باوجود ان میں سے ایک گروہ منہ موڑ کر انحراف کر جاتا ہے O یہ اس لئے کہ یہ اس بات کے قائل ہیں کہ دوزخ کی آگ ہمیں چند روز کے سوا چھو ہی نہیں سکے گی اور جو کچھ یہ دین کے بارے میں بہتان باندھتے رہے ہیں اس نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے O بھلا اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب ہم انہیں ایک ایسے دن (کا سامنا کرنے) کے لئے لائیں گے جس کے آنے میں ذرا بھی شک نہیں ہے اور ہر نفس اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔

تشریح: جب یہودیوں کو رسول اللہ ﷺ نے دین کی دعوت دی تو یہودیوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ آپ کس دین پر ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں ابراہیم کی ملت پر ہوں یہودیوں نے اس کے جواب میں کہا کہ ابراہیم تو یہودی تھے، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ تورات لے آؤ وہ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گی وہ لوگ تورات لانے پر راضی ہوئے اور تورات کے فیصلہ کو ماننے سے انکار کر دیا، یہودیوں کی اس حرکت پر یہ آیت نازل ہوئی اور یہ بات کہی گئی کہ پیغمبر! کیا آپ نے یہ منظر نہیں دیکھا کہ ان اہل کتاب کو جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا ان کو اللہ کی اس کتاب کی طرف دعوت دی جاتی ہے تاکہ وہ کتاب ان کے درمیان فیصلہ کر دے تو ان اہل کتاب کا ایک گروہ منہ موڑ لیتا ہے اور اس کتاب سے اعراض کر لیتا ہے انہیں اس قسم کی حرکت کرنے کی ہمت صرف اس لئے ہوئی ہے کہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ دوزخ میں گنتی کے صرف چند دن ہی جائیں گے اور دوزخ کی آگ انہیں چند دن ہی چھوئے گی پھر یہ آزاد ہو جائیں گے ان اہل کتاب کو صرف اس بات کا غرہ ہے کہ یہ نبیوں کی اولاد ہیں اور ان کا یہ خیال ہے کہ صرف اس نسبت کی وجہ سے وہ بچ جائیں گے چاہے دنیا میں جو چاہے کریں یہ اپنی طرف سے جو باتیں گھڑ رہے ہیں یہ ان کی زندگی کا ایک بڑا دھوکہ ہے انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جب ہم ان کو اس دن جمع کر کے لائیں گے جس دن کے واقع ہونے میں کوئی شک نہیں اور وہ قطعی یقینی دن ہے اس دن پر ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ کسی پر بھی ذرہ برابر ظلم نہیں کرتے۔

درس نمبر(۲۴۴) **بادشاہوں کا بادشاہ جس کے ہاتھ میں عزت اور ذلت ہے** آلِ عمران:۲۶۔۲۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ O تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلِ آپ کہہ دیجئے اللّٰهُمَّ اے اللہ مَالِكَ الْمُلْكِ بادشاہی کے مالک تُؤْتِي تو دیتا ہے الْمُلْكَ بادشاہی مَنْ تَشَاءُ جس کو چاہے وَتَنْزِعُ اور چھین لیتا ہے الْمُلْكَ بادشاہی مِمَّنْ تَشَاءُ جس سے تو چاہے وَتُعِزُّ اور تو عزت دیتا ہے مَن تَشَاءُ جس کو چاہے وَتُذِلُّ اور تو (ہی) ذلت دیتا ہے مَنْ تَشَاءُ جس کو چاہے بِيَدِكَ تیرے ہی ہاتھ میں ہے الْخَيْرُ سب بھلائی إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ بیشک تو ہر چیز پر قَدِيرٌ خوب قادر ہے O تُولِجُ تو داخل کرتا ہے اللَّيْلَ رات کو فِي النَّهَارِ دن میں وَتُولِجُ اور تو داخل کرتا ہے النَّهَارَ دن کو فِي اللَّيْلِ رات میں وَتُخْرِجُ الْحَيَّ اور تو نکالتا ہے زندہ کو مِنَ الْمَيِّتِ مردہ سے وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ اور نکالتا ہے مردہ کو مِنَ الْحَيِ زندہ سے وَتَرْزُقُ اور تو رزق دیتا ہے مَنْ تَشَاءُ جس کو چاہتا ہے بِغَيْرِ حِسَاب بے حساب

ترجمہ: کہو اے اللہ! اقتدار کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے اقتدار بخشتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اقتدار چھین لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عزت بخشتا ہے اور جس کو چاہتا ہے رُسوا کر دیتا ہے، تمام تر بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے O تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اور تو ہی بے جان چیز میں سے جاندار کو برآمد کر لیتا ہے اور جاندار میں سے بے جان چیز نکال لاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں رب ذوالجلال کی شانِ قدرت بتلائی گئی ہے کہ وہ انسانوں کی طرح ایسا کمزور نہیں کہ وہ صرف کسی مکان کا یا کسی عمارت کا یا کسی باغ اور کھیت کا مالک ہے وہ رب ذوالجلال تو ایسا ہے کہ وہ دنیا جہاں کی سلطنتوں کا مالک ہے اور وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ وہ بادشاہت کو تقسیم کرتا ہے، لوگوں کی نگاہ میں جو بادشاہ دینے والا تصور کیا جاتا ہے وہ رب ذوالجلال کی بارگاہ میں فقیر ہوتا ہے۔ دنیا کے بادشاہوں کو بادشاہت دینے والا بھی اللہ ہی ہے اور ان سے اس بادشاہت کو چھیننے والا بھی وہی اللہ ہے، دنیا جہاں کے سارے لوگوں کی عزتیں اس کی چوکھٹ میں سجدہ ریز ہیں وہ رب ذوالجلال مُعِزُ وَ مُذِلُ ہے جسکو چاہتا ہے عزت کی بلندی پر پہنچا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے وہ ذلت کی وادی میں پھینک دیتا ہے وہ اللہ ایسا ہے کہ اس کے ہاتھ میں ہر قسم کا خیر ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت و طاقت رکھنے والا ہے۔ دیکھو! اسکی بنائی ہوئی اس دنیا کو اور اس دنیا کے نظام کو کہ سورج اور چاند، زمین و

آسمان، ستارے اور سیارے اس کے حکم کے پابند ہیں کہ کوئی اس بات کا دعویٰ کرے کہ کیا اس کے ہاتھ میں ان میں سے کوئی چیز ہے؟ اگر کسی انسان کے ہاتھ میں ان میں سے کوئی ایک چیز بھی ہے تو آم کے درخت سے انگور پیدا کر کے بتلا دے، سورج کو مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع کر کے بتلا دے۔ دنیا کے بڑے بڑے وزیر اعظم، صدر، بادشاہ ان میں سے کسی کے ہاتھ میں یہ چیزیں نہیں بلکہ یہ ساری چیزیں اس اللہ کے ہاتھ میں ہیں جو روزانہ رات کو دن میں بدل رہا ہے اور دن کو رات میں بدل رہا ہے، مردہ سے زندہ کا وجود بخش رہا ہے انڈے سے چوزہ پیدا ہو رہا ہے، نجس منی کے قطرہ سے ایک پاکیزہ انسان وجود میں آرہا ہے اور زندہ سے مردہ پیدا ہو رہا ہے کہ ایک مرغی سے ایک بے جان انڈا نکل رہا ہے اور کروڑوں اربوں انسانوں، جانوروں، حشرات الارض، درندوں، پرندوں اور بری و بحری تمام مخلوقات کو بے حساب روزی دے رہا ہے۔

جن دنوں احقر یہ الفاظ تحریر کر رہا ہے پوری دنیا کورونا وائرس کی زد میں ہے۔ دنیا کے اکثر ممالک میں یہ وائرس پھیل چکا ہے۔ تادمِ تحریر پوری دنیا میں اس کورونا وائرس سے دو لاکھ اٹھارہ ہزار سے زائد افراد موت کے منہ میں چلے گئے اور لاکھوں دوسرے لوگ اس بھیانک بیماری سے متاثر بھی ہیں۔ یہ بیماری کسی ملک کے بادشاہ کے اختیار اور قابو سے باہر ہے۔ جس کے اختیار و ارادہ میں یہ بیماری ہے وہی اللہ رب العالمین ہے۔ اسلئے اس رب کی طاقت و قدرت پر غور کرو۔

حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کر لیا تو آپ ﷺ نے اپنی امت کو فارس اور روم کے فتح ہونے کی خوشخبری سنائی (یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یقین ہوا اس لئے کہ ان کا دل ایمان سے منور تھا) اور منافقوں اور یہودیوں نے کہا کہ انہیں فارس اور روم کیسے مل جائیں گے؟ وہ تو بڑے غلبہ والے اور قوت والے لوگ ہیں کیا محمد کو یہ کافی نہیں کہ انہیں مکہ اور مدینہ مل گیا؟ اسی پر بس نہیں کرتے جو آگے بڑھ کر ملکِ فارس اور ملکِ روم کے بارے میں بھی لالچ کر رہے ہیں (نعوذ باللہ) اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالی نے رسولِ رحمت ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ اللہ تعالی کی بارگاہ میں یہ دعاء کریں کہ اے اللہ! آپ ملک کے مالک ہیں آپ جسے چاہیں عزت دیں اور جسے چاہیں ذلت دیں اس آیت میں یہ اشارہ دیا گیا کہ اے یہودیو! غور کرو کہ اللہ نے مدینہ اور مکہ کی بادشاہت رسولِ رحمت ﷺ کو دی اور مکہ کہ رئیسوں سے مکہ کا اقتدار چھین لیا اور محمدِ عربی کو فاتح بنا کر مکہ میں داخل فرمایا۔

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ اس دعاء میں **بیدک الخیر** کہا گیا کہ سارا خیر تیرے ہی ہاتھوں میں ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ کے ہاتھ میں شر نہیں ہے بلکہ اللہ کے ہاتھ میں خیر بھی ہے اور شر بھی ہے **والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ** ہر قسم کی اچھی بری تقدیر اللہ تعالیٰ سے ہے۔ یہ ہمارا بنیادی عقیدہ ہے یہاں صرف خیر کا ذکر اس لئے ہے کہ اللہ کی رحمت اللہ کے غضب پر بھاری ہے اس لئے صرف خیر کا تذکرہ کیا گیا۔

درس نمبر(۲۴۵) **کافروں سے قلبی دوستی نہ ہو** آلِ عمران:۲۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

لَّا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذَالِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ إِلَّا أَن تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَّا يَتَّخِذِ نہ بنائیں الْمُؤْمِنُونَ مومن الْكَافِرِيْنَ أَوْلِيَاءَ کافروں کو دوست مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کو چھوڑ کر وَمَنْ يَّفْعَلْ اور جو کوئی کریگا ذَالِكَ ایسا فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ تو نہیں ہے اللہ سے فِيْ شَيْءٍ کوئی تعلق إِلَّا أَن تَتَّقُوا مگر اس لئے کہ تم بچنا چاہو مِنْهُمْ تُقَاةً ان سے بچنا وَيُحَذِّرُكُمُ اور تمہیں ڈراتا ہے اللّٰهُ نَفْسَهُ اللہ اپنی ذات سے وَإِلَى اللّٰهِ اور اللہ ہی کی طرف الْمَصِيْرُ لوٹ کر جانا ہے

ترجمہ: مؤمن لوگ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا یار و مددگار نہ بنائیں۔ اور جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں، اِلَّا یہ کہ تم ان سے بچنے کیلئے بچاؤ کا کوئی طریقہ اختیار کرو۔ اور اللہ تمہیں اپنے (عذاب) سے بچاتا ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ مومن لوگ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا یار و مددگار نہ بنائیں۔

۲۔ جو ایسا کرے گا اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔

۳۔ ہاں! اگر ان سے بچنے کیلئے بچاؤ کا طریقہ اختیار کر سکتے ہو۔

۴۔ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ آیت منافقوں کے سردار عبداللہ ابن اُبی اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی، یہ منافق لوگ ظاہر میں مومن و مسلمان ہونے کا دعوی کرتے تھے اور دل سے کافر ہی تھے یہ مسلمانوں کی بہت سی ایسی باتیں جو مسلمانوں تک محدود رہنی چاہیے وہ یہودیوں اور مشرکوں تک پہنچاتے تھے اور ان منافقوں کو یہ امید تھی کہ رسولِ رحمت ﷺ کے مقابلے میں یہودیوں اور مشرکوں کو غلبہ ملے گا اور وہ فتح یاب ہوں گے۔ اس پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور مومنوں کو کافروں سے دوستی کرنے سے منع کیا گیا اور اس بات کی ہدایت دی گئی کہ دوستی صرف مسلمانوں سے رکھیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی منقول ہے کہ چند یہودی بعض انصار سے تعلق رکھتے تھے اور ان یہودیوں کا مقصد اس دوستی اور تعلق سے یہ تھا کہ ان انصار کو اسلام سے پھیر دیں، بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان انصار کو ان یہودیوں سے دوستی رکھنے سے روکا مگر وہ نہیں رکے اور ان کے ساتھ ملنا جلنا جاری رکھا، اللہ تعالیٰ نے یہ

آیت نازل فرمائی اور مسلمانوں کو ہدایت دی گئی کہ وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی نہ کریں۔ سورۂ ممتحنہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا **یَـا أَیُّهَا الَّـذِیْنَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ أَوْلِیَـــاءَ** اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔ اس حکم سے بظاہر یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ اسلام رواداری کی تعلیم نہیں دیتا یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ دل سے جو دوستی ہو جس کو قلبی محبت کہتے ہیں وہ ایمان کی بنیاد پر ہونی چاہئے باقی غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے ساتھ احسان وایثار، عفو ودرگز ر، رحم دلی اور بہتر سے بہتر سلوک کریں، ان میں کوئی بھوکا ہو تو کھانا کھلایا جائے، مسافر ہو تو منزل تک پہنچایا جائے قلبی دوستی اور حسن سلوک دو الگ الگ چیزیں ہیں، مسلمانوں کو چاہئے کہ آپس میں بغیر کسی عصبیت کے تعلق رکھیں۔ صوبائی، علاقائی، زبانی اور خاندانی، فرق کو بالائے طاق رکھیں اور ایک دوسرے سے قلبی دوستی رکھیں جو **اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃ** کا منظر پیش کرے اور غیر مسلموں کے ساتھ انسانیت کی بنیاد پر انصاف، احسان، ایثار، رواداری، محبت اور خدمت والا برتاؤ کریں۔

کسی مسلمان کی غیر مسلم سے ایسی قلبی محبت جس محبت کے نتیجہ میں مسلمانوں کی بعض اہم باتیں جن کا کسی غیر مسلم کو بتلانا قوم کے مفاد میں نہ ہو درست نہیں ہے، ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے اور کچھ تحفظات بھی ہوتے ہیں جو حالات و مقامات کے اعتبار سے الگ الگ ہوتے ہیں، جس کی جانب قرآنِ مجید نے بھی مومنوں کو متوجہ و باخبر رکھا ہے۔ سورۂ آلِ عمران میں ہے **یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِکُمْ لَا یَأْلُوْنَکُمْ خَبَالاً** اے ایمان والو! کافروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ لوگ تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کوتاہی نہ کریں گے۔ کوئی مسلمان کسی کافر سے دلی دوستی کرے گا تو اللہ کی دوستی یا اللہ کے دین کا اس سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ جو لوگ اللہ سے اور اللہ کے دین سے صد فی صد تعلق وابستہ رکھنا چاہتے ہوں تو انہیں کافروں کے ساتھ دوستی کرنے میں حدود سے متجاوز ہونے سے بچنا پڑے گا۔

اگر کافروں سے کسی قسم کی تکلیف وضرر پہنچنے کا خدشہ ہو تو ایسی صورت میں ظاہری دوستی کی اجازت ہے۔ اللہ تم کو اپنے سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر تمہیں جانا ہے یعنی اللہ سے ڈرتے رہو اور اس یقین اور استحضار کے ساتھ زندگی گزارو کہ تمہیں اس اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اس کے سامنے تمہیں کھڑے ہونا ہے۔

درس نمبر (۲۴۶) اللہ تعالیٰ کو ہر کھلی چھپی چیز کا علم ہے آلِ عمران: ۲۹۔۳۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ إِنْ تُخْفُوا مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ أَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْأَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ یَوْمَ تَجِدُ کُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَراً وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَیْنَهَا وَبَیْنَهٗ أَمَداً بَعِیْداً وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ آپ کہہ دیجئے إِنْ تُخْفُوْا اگر تم چھپاؤ مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ وہ بات جو تمہارے سینوں میں

ہے أَوْ تُبْدُوہ یاتم اسے ظاہر کرو يَعْلَمْهُ اللّٰهُ اللہ اس کو جانتا ہے وَيَعْلَمُ اور وہ جانتا ہے مَا فِيْ السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِيْ الأَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَاللّٰهُ اور اللہ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز پر قَدِيْرٌ خوب قادر ہےO يَوْمَ تَجِدُ جس دن پائیگا كُلُّ نَفْسٍ ہر نفس مَّا عَمِلَتْ جو اس نے عمل کیا مِنْ خَيْرٍ اچھائی سے مُّحْضَراً حاضر کیا ہوا وَمَا عَمِلَتْ اور جو اس نے عمل کیا مِن سُوْءٍ برائی سے (وہ بھی) تَوَدُّ (تو) وہ آرزو کریگا لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا کاش کہ ہو اس کے درمیان وَبَيْنَهُ اور (اس برائی) کے درمیان أَمَداً بَعِيْداً دور کا فاصلہ وَيُحَذِّرُكُمُ اور تمہیں ڈراتا ہے اللّٰهُ نَفْسَهُ اللہ اپنے نفس سے وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ اور اللہ بہت شفقت کرنے والا ہے بِالْعِبَادِ اپنے بندوں پر

ترجمہ: اے رسول! لوگوں کو بتادو کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے چھپاؤ یا ظاہر کرو، اللہ اسے جان لے گا اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، وہ سب جانتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہےO وہ دن یاد رکھو جس دن کسی بھی شخص نے نیکی کا جو کام کیا ہوگا اسے اپنے سامنے موجود پائے گا اور برائی کا جو کام کیا ہوگا وہ یہ تمنا کرے گا کہ کاش اس کے اور اس کی بدی کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہوتا! اور اللہ تمہیں اپنے سے بچاتا ہے اور اللہ بندوں پر بہت شفقت رکھتا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے رسول! لوگوں کو بتا دیجئے کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ اسے جان لے گا۔

۲۔ وہ سب جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

۴۔ اس دن کو یاد رکھو جس دن کسی بھی شخص نے نیکی کا جو کام بھی کیا ہوگا اس نیکی کو وہ اپنے سامنے پائے گا۔

۵۔ اور جو برائی کا کام کیا ہوگا وہ یہ تمنا کرے گا کہ کاش اس کے اور اس کی بدی کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہوتا!

۶۔ اللہ تمہیں اپنے سے ڈراتا ہے۔

۷۔ اللہ اپنے بندوں پر بہت شفقت رکھتا ہے۔

پیغمبر! آپ لوگوں کو اس حقیقت سے باخبر کر دیجئے کہ اگر تم اپنے سینوں میں موجود چیزوں کو چھپاؤ گے یا اس کو صاف طور پر بتلا دو گے ان دونوں صورتوں سے اللہ تعالی باخبر ہے، یہ چھپانا یہ دکھلانا بندوں کے علم کے اعتبار سے ہے کہ اگر چھپائیں گے تو معلوم نہیں ہوگا اور اگر بتلا دیں گے تو معلوم ہو جائے گا اللہ تعالی کے پاس یہ دونوں صورتیں برابر ہیں وہ ہر صورت میں ہر بات کا علم رکھتا ہے تمہارے دلوں کی پوشیدہ باتیں بھی وہ جانتا ہے اللہ تعالی تو وہ قادر مطلق رب ہے جس کو آسمانوں میں جو کچھ ہے اس کا بھی علم ہے اور زمینوں میں جو کچھ ہے اس کا بھی علم ہے اور بات علم تک محدود نہیں بلکہ زمین و آسمان کی ساری چیزوں پر اس کو قدرت بھی ہے اور اختیار بھی ہے

ایک ایسا دن آئے گا جس دن ہر شخص اپنی زندگی بھر کے اچھے اعمال کو بھی اپنے سامنے حاضر پائے گا اور اس

نے جو کچھ برے اعمال کئے تھے ان کو بھی وہ اپنے سامنے پائے گا، اللہ تعالیٰ اس حقیقت سے ایمان والوں کو اس لئے باخبر کررہے ہیں کہ برے اعمال انجام دینے سے پہلے وہ یہ سوچ لیں کہ ساری انسانیت کے سامنے تمہارے برے اعمال ہوں گے کیا تم اس ذلت کو برداشت کرسکتے ہو جو وہاں ہوگی؟ اس دن انسان اس بات کی تمنا کرے گا کہ جس دن میرے اعمال پیش ہوئے ہیں اس دن کے اور میرے درمیان کاش بہت بڑی مسافت ہوتی! اس دن کی یہ تمنا ہرگز آدمی کے کام نہیں آئے گی ابھی وقت ہے کہ آدمی اپنے اعمال کو درست کرلے اور نیک اعمال کی جانب اپنا رخ کرلے۔ یہ حقیقت ہے کہ برے اعمال کا انجام بھی براہی ہوتا ہے۔

وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ اور اللہ تم کو اپنے سے ڈراتا ہے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے پچھلی آیت میں بھی بیان کی پھر دوبارہ یہاں بھی تاکید کے ساتھ بیان کررہے ہیں بار بار کسی بات کو بولنا اسی مقصد کے لئے ہوتا ہے کہ آدمی کے دل میں وہ بات اثر کرجائے، عربی زبان کا مقولہ ہے ''اِذَا تَكَرَّرَ تَقَرَّرَ'' جب بات مکرر بولی جاتی ہے تو ذہن میں مقرر ہوجاتی ہے یعنی دماغ میں بیٹھ جاتی ہے۔

درس نمبر (۲۴۷) اللہ کی مدد کے طلب گار ہو تو رسول ﷺ کی اتباع کرو آلِ عمران: ۳۱-۳۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ إِنْ كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لاَ يُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دو إِن كُنتُمْ اگر تم تُحِبُّونَ اللّٰهَ اللہ سے محبت کرتے ہو فَاتَّبِعُونِيْ تو میری اتباع کرو يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ اللہ محبت کرے گا تم سے وَيَغْفِرْ لَكُمْ اور بخش دے گا تمہارے لئے ذُنُوبَكُمْ تمہارے گناہ وَاللّٰهُ اور اللہ غَفُورٌ بہت بخشنے والا رَّحِيمٌ نہایت رحم والا ہے ○ قُلْ کہہ دیجئے أَطِيعُوا اللّٰهَ تم اللہ کی اطاعت کرو وَالرَّسُولَ اور رسول کی فَإِنْ پس اگر تَوَلَّوْا وہ منہ پھیر لیں فَإِنَّ اللّٰهَ تو بلا شبہ اللہ لاَ يُحِب پسند نہیں کرتا الْكَافِرِيْنَ کافروں کو

ترجمہ: اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خاطر تمہارے گناہ معاف کرے گا۔ اور اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے ○ کہہ دو کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ پھر بھی اگر منہ موڑو گے تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پیغمبر! آپ انہیں کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔

۲۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

۴۔ کہہ دیجئے کہ تم اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔
۵۔ پھر بھی اگر تم منہ موڑو گے تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے ذریعہ امت کو اس حقیقت سے آگاہ کر دیا کہ اگر تم واقعی اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اگر تم اللہ کی محبت کے دعویدار ہو اور رسولِ رحمت ﷺ کی اتباع سے منہ موڑ رہے ہو تو تمہارا یہ دعویٔ محبت معتبر نہیں ہے، جو رب ذوالجلال کی محبت کا دعویدار ہے اس کے لئے بہر صورت رسولِ رحمت ﷺ کی اتباع لازم ہے۔ اگر تمہاری زندگی اللہ کی محبت سے سرشار ہو جائے اور تمہاری عملی زندگی میں اتباع کا عنصر شامل ہو جائے تو یہ یاد رکھو کہ تمہارا بیڑا پار ہو جائے گا اور تم کو دو نعمتیں ملیں گی ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو مٹا بھی دے گا اور تمہاری مغفرت کر دیگا اس سے بڑھ کر کون خوش نصیب ہے جس کو اللہ کی محبت بھی مل جائے اور اسکے گناہوں کی بخشش بھی ہو جائے، اور اللہ تعالیٰ تو معاف کرنے والا بھی ہے اور رحم کرنے والا بھی ہے۔ اے پیغمبر! آپ لوگوں کو یہ حکم دیجئے کہ تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اگر ان دو چیزوں سے منہ موڑ لو گے اور اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت نہیں کرو گے تو یہ وعید بھی کان کھول کر سن لو کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت نہیں رکھتا جو کافر ہیں۔

درس نمبر (۲۴۸) اللہ نے انہیں چن لیا ہے آلِ عمران: ۳۳۔۳۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ اللّٰـهَ اصْـطَفَى آدَمَ وَنُوحاً وَّآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ O ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ نے اصْطَفَى چن لیا آدَمَ وَنُوحاً آدم اور نوح کو وَآلَ إِبْرَاهِيمَ آلِ ابراہیم کو وَآلَ عِمْرَانَ آلِ عمران کو عَلَى الْعَالَمِينَ جہانوں پر O ذُرِّيَّةً اولاد ہے بَعْضُهَا ان کے مِن بَعْضٍ بعض کی وَاللّٰهُ اور اللہ سَمِيعٌ خوب سننے والا عَلِيمٌ خوب جاننے والا ہے

ترجمہ: اللہ نے آدم، نوح، ابراہیم کے خاندان، اور عمران کے خاندان کو چن کر انہیں تمام جہانوں پر فضیلت دی تھی O یہ ایسی نسل تھی جس کے افراد (نیکی اور اخلاص میں) ایک دوسرے سے ملتے جلتے تھے۔ اور اللہ (ہر ایک کی بات) سننے والا ہے، ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

تشریح: پچھلی آیت میں اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت اور اتباع کی بات کہی گئی۔ یہود و نصاریٰ نے آپ کی اتباع و اطاعت سے منہ پھیر لیا محض اس تعصب کی وجہ سے کہ حضور ﷺ کا نسب حضرت اسحٰقؑ سے نہیں بلکہ حضرت اسماعیلؑ سے ملتا ہے۔ حالانکہ حضرت اسحٰق ہوں یا حضرت اسماعیلؑ ان دونوں کا تعلق حضرت ابراہیم سے ہے اور حضرت ابراہیمؑ حضرت نوح کی اولاد میں سے ہیں اور حضرت نوحؑ حضرت آدمؑ کی اولاد میں سے ہیں اور یہ سنہری

زنجیر ہے جس کا ہر کڑا قیمتی ہے اوران سب کواللہ ہی نے چنا اور منتخب کیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو حضرت نوح علیہ السلام کوحضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل کواور عمران علیہ السلام کی آل کو دونوں جہاں پرفوقیت اور فضیلت دی ہے اوران سب کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے اور وہ سب ایک دوسرے کی اولاد ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ انہی کی اولاد میں آخری نبی کی حیثیت سے جن کو چُن کر نبی اور رسول بنا کر بھیجا گیا ان کا انکار کیا جائے؟

اس آیت میں جہاں حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام اور آل ابراہیم علیہم السلام کا تذکرہ کیا گیا وہیں آل عمران کا ذکرِ خیر بھی کیا گیا۔ یہ عمران کون ہیں؟ یہ دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نانا ہیں یعنی حضرت مریم علیہا السلام کے والد بزرگوار۔ اگلی آیت میں حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکرِ خیر تفصیل کے ساتھ ہے۔ اس لئے اس آیت میں بطور تمہید وتعارف آل عمران کا ذکرِ خیر کیا گیا ہے۔

درس نمبر (۲۴۹) حضرت مریم علیہا السلام کی پیدائش آلِ عمران: ۳۵۔۳۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذْ قَالَتِ امْرَأَةُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّيْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّراً فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ إِنَّکَ أَنتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّيْ وَضَعْتُهَا أُنثٰى وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنثٰى وَإِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وِإِنِّيْ أُعِيْذُهَا بِکَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِذْ قَالَتِ جب کہا امْرَأَةُ عِمْرَانَ عمران کی بیوی نے رَبِّ اے میرے رب! إِنِّيْ بیشک میں نے نَذَرْتُ لَكَ نذر مانی ہے تیرے لئے مَا فِيْ بَطْنِيْ اس (بچہ) کی جو میرے پیٹ میں ہے مُحَرَّراً آزاد کیا ہوا فَتَقَبَّلْ چنانچہ تو قبول کر مِنِّيْ مجھ سے یہ إِنَّكَ أَنتَ یقیناً تو ہی ہے السَّمِيْعُ خوب سننے والا الْعَلِيْمُ خوب جاننے والا ○ فَلَمَّا پھر جب وَضَعَتْهَا اس نے اسے جنا قَالَتْ تو کہا رَبِّ اے میرے رب! إِنِّيْ بیشک میں نے (تو) وَضَعْتُهَا جنی ہے وہ أُنثٰى لڑکی وَاللّٰهُ اور اللہ أَعْلَمُ خوب جانتا تھا بِمَا اس کو جو وَضَعَتْ اس نے جنا تھا وَلَيْسَ اور نہیں تھا الذَّكَرُ (وہ) لڑکا كَالْأُنثٰى مانند (اس) لڑکی کے وَإِنِّيْ اور بیشک میں نے سَمَّيْتُهَا اس کا نام رکھا ہے مَرْيَمَ مریم وِإِنِّيْ اور بیشک میں أُعِيْذُهَا بِكَ اسے تیری پناہ میں دیتی ہوں وَذُرِّيَّتَهَا اور اس کی اولاد کو (بھی) مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ شیطانِ مردود سے

ترجمہ: جب عمران کی بیوی نے کہا تھا کہ: ''یارب! میں نے نذر مانی ہے کہ میرے پیٹ میں جو بچہ ہے میں اسے ہر کام سے آزاد کر کے تیرے لئے وقف رکھوں گی۔ میری اس نذر کو قبول فرما۔ بیشک تو سننے والا ہے، ہر چیز کا علم رکھتا ہے'' ○ پھر جب اس سے لڑکی پیدا ہوئی تو وہ (حسرت سے) کہنے لگیں: ''یارب! یہ تو مجھ سے لڑکی پیدا ہوگئی ہے'' حالانکہ اللہ کو خوب علم تھا کہ ان کے یہاں کیا پیدا ہوا ہے؟ اور لڑکا لڑکی جیسا نہیں ہوتا۔ میں نے اس کا نام مریم رکھ

دیا ہے اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطانِ مردود سے حفاظت کے لئے آپ کی پناہ میں دیتی ہوں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں حضرت عمران کی بیوی یعنی حضرت مریم کی والدہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، واضح ہو کہ حضرت عمران اور حضرت زکریا علیہ السلام یہ دونوں ہمزلف ہیں ان دونوں نے فاقود نامی ایک شخص کی دو بیٹیوں سے شادی کی حضرت زکریاؑ نے اشاع (یعنی حضرت یحییٰ کی ماں) ام یحییٰ سے شادی کی اور حضرت عمران نے ام یحییٰ کی بہن حنّہ سے شادی کی حضرت عمران بیت المقدس کے امام تھے ان کی کوئی اولاد نہیں تھی حضرت عمران کی بیوی حنّہ جب بوڑھی ہوگئیں اور انہیں اولاد کی خواہش ہوئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اولاد کیلئے دعاء کی اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کرلی اور وہ حاملہ بھی ہوگئیں، حمل کے دوران ان کے شوہر یعنی عمران کا انتقال ہوگیا بعض روایتوں میں ہے کہ بیٹی کی پیدائش کے بعد عمران کا انتقال ہوا حنّہ نے اللہ تعالیٰ سے یہ نذر مانی جو اس آیت میں مذکور ہے، اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو یوں نقل کیا اس وقت کو یاد کرو جبکہ عمران کی بیوی حنّہ نے اپنے رب سے کہا کہ اے میرے رب! میں نے نذر مانی ہے کہ پیٹ میں جو بچہ ہے میں اسے ہر کام سے آزاد کر کے تیرے لئے وقف کر دوں گی۔ میری اس نذر کو قبول فرما۔ آپ سننے والے اور جاننے والے ہیں۔ حضرت حنّہؓ کے ذہن میں یہ تھا کہ انہیں بیٹا ہوگا اسی بنیاد پر نذر بھی یہ مانی کہ وہ بیٹا بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کر دیں گی مگر جب بیٹے کے بجائے بیٹی ہوگئی تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ! یہ تو مجھ سے بیٹے کے بجائے بیٹی ہوگئی ہے اور اللہ کو معلوم ہی ہے کہ انہیں لڑکی ہی ہوئی ہے اللہ کو علم ہونے کے باوجود فطری تقاضہ کی بنیاد پر یہ بات کہی اور یہ کہا کہ لڑکا لڑکی جیسا نہیں ہوتا حضرت حنّہ کے ہاں بیٹی ہوگئی اور انہوں نے ان کا نام مریم رکھا اور انہیں اور ان کی اولاد کو سرکش شیطان سے محفوظ رکھنے کے لئے اللہ کی پناہ میں بھی دے دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے شیطان اس کو چھوتا ہے جس وقت وہ پیدا ہوتا ہے اور وہ بچہ اس کے چھونے سے چیختا ہے سوائے مریم اور اس کے بیٹے کہ (کہ وہ ان کو چھو نہیں سکا) بخاری کی اس روایت سے یہ سبق ملا کہ جب کسی کے ہاں بچہ پیدا ہو تو اس بچہ کو اللہ کی پناہ میں دینا چاہئے اور جو بچہ اللہ کی پناہ میں آجائے اس کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔

اس آیت سے ایک سبق یہ بھی ملا کہ اپنی اولاد کو دین کی خدمت کیلئے وقف کرنے کی نیت بھی کرنی چاہئے ہماری اولاد میں سے کم از کم ایک تو ایسا ہو جو اس دین کی سربلندی کیلئے وقف ہو اور وہ دین کے کسی بھی شعبہ میں کام کرے۔

درس نمبر (۲۵۰) حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کی کفالت کی آلِ عمران: ۳۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتاً حَسَناً وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقاً قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَتَقَبَّلَهَا پھر قبول کیا اسے رَبُّهَا اس کے رب نے بِقَبُولٍ قبول کرنا حَسَنٍ اچھا وَأَنبَتَهَا اور اسکی پرورش کی نَبَاتاً حَسَناً اچھی پرورش وَ كَفَّلَهَا اور ان کی کفالت کی زَكَرِيَّا زکریا نے كُلَّمَا جب بھی دَخَلَ داخل ہوتے عَلَيْهَا اس پر زَكَرِيَّا زکریا الْمِحْرَابَ حجرے میں وَجَدَ (تو) پاتے عِندَهَا اس کے پاس رِزْقاً کچھ رزق قَالَ انہوں نے کہا يٰمَرْيَمُ اے مریم أَنّٰى لَكِ هٰذَا کہاں سے (آئی) ہے یہ تیرے پاس قَالَتْ اس (مریم) نے کہا هُوَ مِنْ عِندِ اللّٰهِ یہ اللہ کے پاس سے آئی ہے إِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ يَرْزُقُ رزق دیتا ہے مَن يَشَاءُ جسے چاہے بِغَيْرِ حِسَابٍ بے حساب

ترجمہ: چنانچہ اس کے رب نے اس (مریم) کو بطریقِ احسن قبول کیا اور اسے بہترین طریقہ سے پروان چڑھایا۔ اور زکریا اس کے سرپرست بنے۔ جب بھی زکریا ان کے پاس ان کی عبادت گاہ میں جاتے ان کے پاس رزق پاتے۔ انہوں نے پوچھا: ''مریم! تمہارے پاس یہ چیزیں کہاں سے آئیں؟'' وہ بولیں ''اللہ کے پاس سے! اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس کے رب نے مریم کو اچھے طریقہ سے قبول کیا۔

۲۔ اور اسے بہترین طریقہ سے پروان چڑھایا۔

۳۔ جب بھی حضرت زکریا حضرت مریم کے پاس جاتے تو ان کے پاس رزق پاتے۔

۴۔ انہوں نے پوچھا یہ چیزیں کہاں سے آئیں؟

۵۔ مریم نے کہا یہ اللہ کے پاس سے آئی ہیں۔

۶۔ اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ اس کے رب نے اس کو اچھی طرح قبول کرلیا یعنی حضرت مریمؑ کی والدہ نے جس جذبہ صادق کے ساتھ اپنی بیٹی مریم کو قبول کرلیا اللہ کیلئے وقف کیا اور اللہ تعالیٰ نے مریمؑ کو اچھی طرح قبول کرلیا، یعنی اللہ تعالیٰ حضرت مریم کی والدہ حنہ کی نذر سے راضی اور خوش ہوگیا، حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جب حضرت مریمؑ پیدا ہوگئیں تو ان کی والدہ حنہ ان کو کپڑے میں لپیٹ کر بیت المقدس لے گئیں اور وہاں جو عبادت میں مشغول رہنے والے حضرات مقیم تھے ان کے سامنے رکھ دیا اور پوری کیفیت بتلادی کہ میری یہ نذر تھی اور میرے ہاں یہ لڑکی پیدا ہوئی ہے اور میرے شوہر عمران جو کہ بیت المقدس کے امام تھے ان کی تو وفات ہوچکی ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام سے متعلق یہاں یہ بات بتلائی گئی کہ وَأَنبَتَهَا نَبَاتاً حَسَناً اور انہیں بڑی ہی اچھی نشوونما دی یعنی ان کی پرورش عمدہ طریقہ پر ہوئی، صاحب کمالین شارح جلالین نے لکھا ہے کہ حضرت مریم روزانہ اتنا بڑھتی جتنا دوسرا بچہ سال بھر میں بڑھتا ہے۔ یہ قدرت کا کرشمہ ہے رب ذوالجلال قادرِ مطلق ہیں ان کی قدرت میں یہ

کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں یہ بات بتلائی گئی کہ وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا کہ عمران کی بیٹی مریم جن کے باپ ان کی پیدائش سے پہلے انتقال کر چکے تھے تو حضرت زکریا علیہ السلام نے مریم کی کفالت کی واقعہ یہ ہوا کہ جب حضرت حنّہ اپنی بیٹی مریمؑ کو لے کر بیت المقدس کے خدام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ اس نذر کو قبول کر لیجئے چونکہ مریم بیت المقدس کے امام کی صاحبزادی تھیں اور امام سے عقیدت اور محبت کی وجہ سے ہر ایک نے خواہش ظاہر کی کہ وہ مریمؑ کو اپنی کفالت میں لے گا لیکن چونکہ حضرت زکریاؑ مریم کے خالو تھے اس لئے وہ زیادہ حقدار تھے کہ مریم کی وہ کفالت کریں چنانچہ انتیس ۲۹ آدمی نہر اردن کی طرف گئے اور سب نے اپنے اپنے قلم نہر میں ڈال دئے اس قرارداد کے ساتھ کہ جس کا قلم پانی میں ٹھہرا رہے گا اور کھڑا رہے گا وہی مریمؑ کی کفالت کا زیادہ حقدار کہلائے گا چنانچہ حضرت زکریاؑ کا قلم اس قرارداد میں پورا اترا اس طرح حضرت زکریاؑ نے مریم کو اپنی کفالت میں لے لیا۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقاً حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کے لئے مسجد میں زینہ پر ایک بالاخانہ علٰحدہ تیار کروایا کہ جس میں ان کے سوا کوئی اور نہیں جا سکتا تھا حضرت زکریاؑ جب بھی مریمؑ کے پاس جاتے تو دیکھتے کہ وہاں غیر موسمی پھل موجود ہیں سرما کا پھل گرما میں اور گرما کا پھل سرما میں۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو حیرانی ہوئی تو انہوں نے مریم سے پوچھ ہی لیا کہ اے مریم! یہ سب کہاں سے آجاتا ہے تمہارے پاس؟ تو وہ کہتیں کہ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ یہ میرے پاس اللہ کی طرف سے آتا ہے یعنی جنت سے میرے پاس یہ سب کچھ آجاتا ہے اور اللہ کی شان یہ کہ وہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو انکی محنت و مشقت کے بغیر بھی روزی دیتا ہے وہ اس کا اختیار اور اسکی قدرت ہے۔

درس نمبر (۲۵۱) حضرت زکریا علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت آلِ عمران: ۳۸۔۴۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيم

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاء O فَنَادَتْهُ الْمَلآئِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فِيْ الْمِحْرَابِ أَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَى مُصَدِّقاً بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّداً وَحَصُوراً وَّنَبِيّاً مِّنَ الصَّالِحِيْنَ Oقَالَ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِيْ غُلاَمٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِيْ عَاقِرٌ قَالَ كَذَالِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: هُنَالِكَ وہیں دَعَا زَكَرِيَّا دعا کی زکریا نے رَبَّهُ اپنے رب سے قَالَ رَبِّ کہا اے میرے رب هَبْ لِيْ مجھے عطا کر مِنْ لَّدُنْكَ اپنے پاس سے ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً پاکیزہ اولاد إِنَّكَ بے شک تو سَمِيْعُ خوب سننے والا ہے الدُّعَاء دعا کا O فَنَادَتْهُ چنانچہ آواز دی اسے الْمَلآئِكَةُ فرشتوں نے وَهُوَ قَائِمٌ جب کہ وہ کھڑا يُصَلِّيْ نماز پڑھ رہا تھا فِيْ الْمِحْرَابِ حجرے میں أَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ يُبَشِّرُكَ تجھے خوشخبری دیتا ہے بِيَحْيَى یحیٰؑ کی مُصَدِّقا

تصدیق کرنے والا ہوگا بِكَلِمَةٍ ایک کلمے (عیسیٰ) کی مِّنَ اللّٰهِ جواللہ کی طرف سے ہے وَسَيِّدًا اور سردار ہوگا وَحَصُورًا اور بہت ضبط کرنے والا ہوگا وَنَبِيًّا اور نبی ہوگا مِّنَ الصّٰلِحِينَ صالحین میں سےO قَالَ کہا رَبِّ اے میرے رب! اَنّٰى يَكُونُ کیونکر ہوگا لِي غُلٰمٌ میرے لئے لڑکا وَقَدْ جبکہ تحقیق بَلَغَنِيَ پہنچ چکا ہے مجھے الْكِبَرُ بڑھاپا وَامْرَاَتِي اور میری بیوی عَاقِرٌ بانجھ ہے قَالَ (فرشتے نے) کہا كَذٰلِكَ اسی طرح اللّٰهُ يَفْعَلُ اللہ کرتا ہے مَا يَشَاءُ جو چاہتا ہے

ترجمہ: اس موقع پر زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی، کہنے لگے ''یارب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرمادے۔ بیشک تو دعاء سننے والا ہے۔''O چنانچہ (ایک دن) جب زکریا عبادت گاہ میں نماز پڑھ رہے تھے فرشتوں نے انہیں آواز دی کہ: ''اللہ آپ کو یحییٰ کی (پیدائش) کی خوشخبری دیتا ہے جو اس شان سے پیدا ہوں گے کہ اللہ کے ایک کلمہ کی تصدیق کریں گے، لوگوں کے پیشوا ہوں گے، اپنے آپ کو نفسانی خواہشات سے مکمل طور پر روکے ہوئے ہوں گے اور نبی ہوں گے اور ان کا شمار راست بازوں میں ہوگا O زکریا نے کہا ''یارب! میرے یہاں لڑکا کس طرح پیدا ہوگا جبکہ مجھے بڑھاپا آپہنچا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے؟'' اللہ نے کہا: اسی طرح! اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے''۔

تشریح: ان تین آیتوں میں دس باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ اس موقع پر حضرت زکریا علیہ السلام نے دعاء کی۔

۲۔ یارب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما۔

۳۔ بیشک تو دعاء کا سننے والا ہے۔

۴۔ چنانچہ جب حضرت زکریا علیہ السلام عبادت گاہ میں نماز پڑھ رہے تھے فرشتوں نے انہیں آواز دی۔

۵۔ اللہ آپ کو یحییٰ کی پیدائش کی خوشخبری دیتا ہے۔

۶۔ جو اس شان کے ہوں گے کہ اللہ کے ایک کلمہ کی تصدیق کریں گے، لوگوں کے پیشوا ہوں گے۔ اپنے آپ کو خواہشاتِ نفسانی سے روکے ہوئے ہوں گے۔

۷۔ وہ نبی ہوں گے اور ان کا شمار راست بازوں میں ہوگا۔

۸۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے کہا، اے رب! میرے یہاں لڑکا کس طرح پیدا ہوگا جبکہ مجھے بڑھاپا آپہنچا ہے؟

۹۔ میری بیوی بانجھ ہے۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ نے کہا اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

جب حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس غیر موسمی پھل دیکھے تو اللہ کی قدرت کا احساس پیدا ہوا اور انہوں نے اس حیرتناک واقعہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جو رب ذوالجلال حضرت مریم علیہا السلام کو غیر موسمی پھل دے سکتا ہے، سرما کے موسم کے پھل گرما میں دے سکتا ہے، وہ رب ذوالجلال کیا میرے بڑھاپے میں مجھے

اولا د نہیں دے سکتا؟ (حضرت زکریا علیہ السلام اگر چہ کہ بوڑھے ہو چکے تھے مگر انہیں ابھی تک کوئی اولا د نہیں ہوئی تھی) پس اب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء کی کہ **رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً إِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاء** اے میرے رب! آپ اپنے پاس سے مجھے پاکیزہ اولاد عطا فرما دیجئے، بلاشبہ آپ دعاء سننے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی اس یقین بھری دعاء کو قبول کرلیا **فنادته الملئكة** اور فرشتوں نے انہیں آواز دی اور جس وقت فرشتوں نے حضرت زکریاؑ کو آواز دی وہ اس وقت محراب میں کھڑے نماز ادا کررہے تھے فرشتوں سے مراد یہاں جبرئیل امین ہیں اور یہ خوشخبری دی کہ بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ آپ کے پاس یحییٰ نامی بیٹا پیدا ہوگا اور اس بیٹے کے اوصاف بھی بیان کردئے گئے کہ اس کی پہلی خصوصیت یہ ہوگی کہ وہ اللہ کے کلمہ کی تصدیق کرنے والا ہوگا حضرت یحییٰ علیہ السلام کلمہ کی تصدیق کرنے والے ہیں کا مطلب یہ کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کی تصدیق کرنے والے ہیں، حضرت عیسیٰ کو کلمۃ اللہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ محض اللہ کے حکم (کلمہ) سے خلافِ عادت باپ کے واسطہ کے بغیر پیدا کئے گئے۔ حضرت یحییٰؑ کی دوسری صفت یہ کہ وہ **سیداً** سردار ہیں، **سیداً** کے یہاں متعدد معنی علمائے کرام نے بیان کئے ہیں جیسا کہ روح المعانی میں مذکور ہے بردبار، شریف، عالم، فقیہ، خلیل، سخی وغیرہ۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی تیسری صفت یہ کہی گئی کہ وہ **حصوراً** ہیں یعنی اپنے نفس کو لذتوں سے بہت روکنے والے۔ صاحبِ روح المعانی نے **حصوراً** کے معنی یہ کئے ہیں کہ قدرت ہوتے ہوئے عورتوں کے شہوانی حاجت پوری نہ کرے اور نفس کی خواہش کے باوجود صبر کرتا رہے۔ اور چوتھی صفت یہ بتائی گئی کہ وہ **نَبِیًّا مِّنَ الصَّالِحِیْنَ** کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام ایسے نبی ہوں گے جو اعلیٰ درجہ کی شائستگی اور صالحیت اپنے اندر رکھتے ہوں جیسا کہ شروع میں یہ بات کہی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان تین آیتوں میں چار باتیں بتلائی ہیں جن میں سے دو باتوں کی تفصیل بتلائی گئی۔ جب حضرت زکریاؑ نے اپنے بڑھاپے میں بیٹے کی بشارت سنی تو ان کی زبان سے یہ جملہ نکلا کہ **رَبِّ أَنّٰى يَكُونُ لِیْ غُلَامٌ وَقَدْ بَلَغَنِیَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِیْ عَاقِرٌ** اے میرے پروردگار! مجھے لڑکا کس طرح ہوگا حالانکہ مجھ کو بڑھاپا آپہنچا ہے اور میری بیوی بھی بڑھاپے کی وجہ سے بچہ جننے کے قابل نہیں ہے؟ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت زکریاؑ نے خود ہی اللہ تعالیٰ سے بیٹے کی دعاء مانگی اب جب بشارت دی گئی تو پھر یہ کہہ رہے ہیں کہ مجھے کیسے بیٹا ہوگا جبکہ مجھ پر بڑھاپا طاری ہوگیا اور بیوی بھی بانجھ ہے؟ اس کا جواب مفسرین نے یہ دیا ہے کہ حضرت زکریاؑ کو اللہ کی قدرت پر کوئی شک نہیں تھا بلکہ اس سوال کا مقصود یہ تھا کہ کیا اس بڑھاپے کی حالت ہی میں ہمیں اولاد ہوگی یا اس میں کچھ تبدیلی آئے گی؟ یا اسی عورت سے اولاد ہوگی یا کوئی جوان عورت کے ذریعہ؟

اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے سوال کا جواب یہ دیا کہ **كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ** ۔ اسی طرح اللہ کرتا ہے جو چاہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کیلئے یہ کام مشکل نہیں ہے کہ تمہارے بڑھاپے کے باوجود تمہیں اولاد دے۔

درس نمبر (۲۵۲) **تم اپنے رب کو کثرت سے یاد کرو** آلِ عمران: ۴۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ رَبِّ اجْعَل لِّيَ آيَةً قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمْزاً وَاذْكُر رَّبَّكَ كَثِيْراً وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالإِبْكَارِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَالَ (زکریا) نے کہا رَبِّ اے میرے رب اجْعَل لِّيْ بنادے میرے لئے آيَةً کوئی نشانی قَالَ (اللہ) نے فرمایا آيَتُكَ تیری نشانی أَلَّا تُكَلِّمَ یہ (ہے) کہ نہیں تو کلام کرسکے گا النَّاسَ لوگوں سے ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ تین دن إِلَّا مگر رَمْزاً اشارے سے وَاذْكُر اور یاد کر رَّبَّكَ اپنے رب کو كَثِيْراً کثرت سے وَسَبِّحْ اور تسبیح کر بِالْعَشِيِّ شام وَالإِبْكَارِ اور صبح

ترجمہ: انہوں نے کہا ''پروردگار! میرے لئے کوئی نشانی مقرر کردیجئے۔ اللہ نے کہا ''تمہاری نشانی یہ ہوگی کہ تم تین دن تک اشاروں کے سوا کوئی بات نہیں کرسکو گے۔ اور اپنے رب کا کثرت سے ذکر کرتے رہو، اور ڈھلے دن کے وقت بھی اور صبح سویرے بھی اللہ کی تسبیح کیا کرو''۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے کہا پروردگار! میرے لئے کوئی نشانی مقرر کردیجئے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے کہا تمہاری نشانی یہ ہوگی کہ تم تین دن تک اشاروں کے سوا کوئی بات نہیں کرسکو گے۔

۳۔ اپنے رب کا کثرت سے ذکر کرتے رہو۔

۵۔ اور صبح وشام اللہ کی تسبیح کیا کرو۔

جب حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت یحییٰ کی پیدائش کی خوشخبری دی گئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے گزارش کی کہ اے اللہ! میرے لئے کوئی ایسی نشانی مقرر فرمادیجئے کہ جس سے مجھے پتہ چل جائے کہ حمل ٹھہر گیا ہے تاکہ خوشی کی ابتداء حمل کی ابتداء ہی سے ہوجائے اور اسی وقت سے آپ کا شکر کرنے لگ جائیں اس طرح آپ کا شکر زیادہ سے زیادہ کرنے کا موقع ملے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ایک نشانی مقرر فرمائی کہ تم تین دن تک بات نہ کرسکو گے یعنی تم لوگوں سے بول ہی نہ سکو گے ہاں! ہاتھ کے اشارہ سے یا سر کے اشارہ سے کچھ بتلاسکو گے مگر زبان سے بات کرنے پر تمہیں قدرت نہ ہوگی اور یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کا تین دن تک بات نہ کرنا کسی بیماری کی وجہ سے نہیں بلکہ اختیاری طور پر زبان بندی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو اس نعمت کے دیئے جانے پر بطورِ شکر کے حکم دیا کہ وَاذْكُر رَّبَّكَ كَثِيْراً وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالإِبْكَارِ اور ذکر کرو اپنے رب کا کثرت کے ساتھ اور صبح وشام تسبیح بھی کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ کوئی خاص نعمت عطا فرمائیں تو فضول خرچی، عیاشی اور غفلت کے ساتھ رہنے کے بجائے اس نعمت کے دینے والے کا شکر ادا کریں اور اس کا ذکر کثرت سے کریں۔ لوگ نعمتوں کے ملنے پر پارٹیاں کرتے ہیں، ناچتے گاتے اور ڈھول بجاتے ہیں اور عیاشی اور خواہشاتِ نفسانی میں لگ جاتے ہیں اور شیطان کو خوش کرتے ہیں جبکہ مومن بندوں کی پہچان یہ ہے کہ وہ نعمتوں کے ملنے پر نعمتوں کے دینے والے کو بکثرت یاد کرتے ہیں۔

درس نمبر (۲۵۳) حضرت مریم علیہا السلام کا مقامِ بلند آلِ عمران: ۴۲-۴۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ O يَا مَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرَّاكِعِيْنَ O ذَلِكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيْهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذْ اور جب قَالَتِ کہا الْمَلَائِكَةُ فرشتوں نے يَا مَرْيَمُ اے مریم! إِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ نے اصْطَفَاكِ تجھے چن لیا وَطَهَّرَكِ اور تجھے پاک کیا ہے وَاصْطَفَاكِ اور تجھے برگزیدہ کیا ہے عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ (دنیا) جہاں کی عورتوں پر O يَا مَرْيَمُ اے مریم! اقْنُتِيْ تو فرماں برداری کر لِرَبِّكِ اپنے رب کی وَاسْجُدِيْ اور تو سجدہ کر وَارْكَعِيْ اور رکوع کر مَعَ الرَّاكِعِيْنَ رکوع کرنے والوں کے ساتھ O ذَلِكَ یہ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ کچھ خبریں ہیں غیب کی نُوحِيْهِ ہم وحی کرتے ہیں انہیں إِلَيْكَ آپ کی طرف وَمَا كُنْتَ اور نہیں تھے آپ لَدَيْهِمْ ان کے پاس إِذْ يُلْقُونَ جب وہ ڈال رہے تھے أَقْلَامَهُمْ اپنے قلم (کہ) أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ان میں سے کون کفالت کرے گا مریم کی؟ وَمَا كُنْتَ اور نہیں تھے آپ لَدَيْهِمْ ان کے پاس إِذْ يَخْتَصِمُونَ جب وہ باہم جھگڑ رہے تھے

ترجمہ: اور۔ (اب اس وقت کا تذکرہ سنو) جب فرشتوں نے کہا تھا کہ: ''اے مریم! بیشک اللہ نے تمہیں چن لیا ہے، تمہیں پاکیزگی عطا کی ہے اور دنیا جہاں کی ساری عورتوں میں تمہیں منتخب کر کے فضیلت بخشی ہے O اے مریم! تم اپنے رب کی عبادت میں لگی رہو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع بھی کرو،'' O (اے پیغمبر) یہ سب غیب کی خبریں ہیں جو ہم وحی کے ذریعے تمہیں دے رہے ہیں۔ تم اس وقت ان کے پاس نہیں تھے جب وہ یہ طے کرنے کیلئے اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے گا؟ اور نہ اس وقت تم ان کے پاس تھے جب وہ (اس مسئلے میں) ایک دوسرے سے اختلاف کر رہے تھے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس وقت کو یاد کرو جب فرشتوں نے کہا تھا کہ اے مریم! بیشک اللہ نے تمہیں چن لیا ہے۔

۲۔ تمہیں پاکیزگی عطا کی ہے۔

۳۔دنیاجہاں کی ساری عورتوں میں تمہیں منتخب کرکے فضیلت دی ہے۔
۴۔اے مریم!تم اپنے رب کی عبادت میں لگی رہو۔
۵۔سجدہ کرواوررکوع کرنے والوں کےساتھ رکوع کرو۔
۶۔اے پیغمبر!یہ سب غیب کی خبریں ہیں جوہم وحی کے ذریعہ تمہیں دے رہے ہیں۔
۷۔تم اس وقت ان کے پاس نہیں تھے جب وہ یہ طئے کرنے کیلئے اپنے قلم ڈال رہے تھے۔
۸۔ان میں سےکون مریم کی کفالت کرے گا۔
۹۔اورنہ اس وقت تم ان کے پاس تھے جب وہ اس مسئلہ میں ایک دوسرے سے اختلاف کررہے تھے۔

فرشتوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو اس بات کی خوشخبری دی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کا انتخاب کیا ہے سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر۳۴ میں تمہیدی طور پرحضرت آدمؑ حضرت نوحؑ آل ابراہیم اورآلِ عمران کے انتخاب کی بات کہی گئی تھی اس سورت کی آیت نمبر۴۲ میں حضرت عمران کی بیٹی حضرت مریمؑ کے انتخاب کی بات کہی جارہی ہے حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں (۱) یہ کہ اللہ تعالی نے حضرت مریمؑ کواس زمانہ کی تمام عورتوں میں سب سے ممتاز،اعلیٰ اور پاکیزہ عورت کا مقام دیا بعض مفسرین نے حضرت مریمؑ کو دنیا کی تمام عورتوں پرفضیلت کا درجہ دیا ہےاور(۲) دوسری بات اس آیت میں حضرت مریمؑ سے متعلق یہ کہی گئی کہ اللہ تعالی نے انہیں خاص قسم کی پاکیزگی عطافرمائی جس کا اظہار وَطَهَّرَكِ کے اس لفظ سے ہورہا ہے۔ پاکی سے مراد بعض مفسرین نے یہ لیا ہے کہ حضرت مریم ان گندگیوں سے پاک تھیں جو عورتوں کو پیش آتی ہیں، جیسے حیض ونفاس چونکہ حضرت مریمؑ بیت المقدس کی خدمت کیلئے وقف تھیں تو اللہ تعالی نے اپنی قدرت سے انہیں اس گندگی سے محفوظ رکھا بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ طہارت سے یہاں کفروشرک اور معصیت سے پاک ہونا مراد ہے کہ وہ ان سب سے پاک تھیں بعض مفسرین نے اس کا مطلب یہ لیا کہ حضرت مریمؑ برے اخلاق اور بری طبیعتوں سے بالکل پاک تھیں بہتر یہ ہے کہ یہ معنیٰ لیا جائے کہ وہ ہرقسم کی برائی اورگندگی سے بالکل پاک تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام سے خطاب کرتے ہوئے یہ حکم دیا کہ اے مریم!تم اپنے رب کی بندگی اختیار کرو یعنی اللہ کی عبادت کرواور سجدہ کرتی رہواور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرتی رہو۔ یہاں قابل غور بات یہ کہ حضرت مریمؑ کو پہلے سجدہ کرنے کا اور پھر رکوع کرنے کا حکم دیا جب کہ ہماری نمازوں میں رکوع سجدہ سے پہلے ہوتا ہے،بعض علماء نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ پہلی امتوں میں سجدہ رکوع سے پہلے کیا جاتا تھا بعض مفسرین کا یہ کہنا ہے کہ یہودی رکوع چھوڑ دیتے تھے جیسے آج کل بعض کاہل قسم کے لوگ قومہ ہی چھوڑ دیتے ہیں اوررکوع سے قیام کی جانب آنے سے پہلے ہی سجدہ میں چلے جاتے ہیں اس لئے یہاں حضرت مریمؑ کو رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کا حکم دے کر بتلایا جارہا ہے کہ اہمیت کے ساتھ جس طرح سجدہ کیا جاتا ہے رکوع بھی کیا جائے حضرت مجاہدؒ

فرماتے ہیں کہ حضرت مریمؑ نماز میں اتنا لمبا قیام کرتی تھیں کہ دونوں ٹخنوں پر ورم چڑھ جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ پیغمبر! یہ غیب کی خبریں ہم آپ کی طرف وحی کے ذریعہ سے دے رہے ہیں ہزاروں سال پہلے کے یہ واقعات ہیں، ان واقعات کا علم آپ کو ہونے کیلئے کوئی ظاہری وسیلہ اور ذریعہ تو نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ باتیں اگر آپ کو معلوم ہیں تو درحقیقت ہم نے آپ کو وحی کے ذریعہ بتلائی ہیں، جس وقت حضرت مریم علیہا السلام کو اپنی کفالت میں لینے کیلئے لوگ نہر اردن میں اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ کون مریم علیہا السلام کی کفالت کرے گا؟ اس موضوع پر لوگ آپس میں جھگڑا کر رہے تھے اور مریم کی کفالت کیلئے ایک دوسرے پر سبقت کر رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس وقت تو آپ ﷺ نہیں تھے۔ اس آیت کے ذریعہ یہودیوں کو اس حقیقت سے باخبر کیا جا رہا ہے کہ اے یہودیو! تم تو پڑھے لکھے ہو تمہارے پاس پہلے سے تورات اور انجیل جیسی کتابیں ہیں جن کا تعلق آسمان سے ہے مگر تمہیں ان واقعات کا علم نہیں جن واقعات کا علم رسولِ عربی ﷺ کو ہے باوجود یہ کہ آپ ﷺ امی ہیں مگر علم کے وہ خزانے جو آپ ﷺ کے پاس ہیں وہ تمہارے پاس نہیں ہیں۔

درس نمبر (۲۵۴) حضرت مریم علیہا اسلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت آلِ عمران: ۴۵۔۴۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذْ قَالَتِ الْمَلآئِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهاً فِيْ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ O وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِيْ الْمَهْدِ وَكَهْلاً وَمِنَ الصَّالِحِيْنَO قَالَتْ رَبِّ أَنَّى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ قَالَ كَذَالِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ إِذَا قَضَى أَمْراً فَإِنَّمَا يَقُوْلُ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اِذْ قَالَتِ جب کہا الْمَلآئِكَةُ فرشتوں نے يَا مَرْيَمُ اے مریم! إِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ يُبَشِّرُكِ آپ کو خوشخبری دیتا ہے بِكَلِمَةٍ ایک کلمہ کی مِّنْهُ اپنی طرف سے اسْمُهُ الْمَسِيْحُ اس کا نام ہوگا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ عیسیٰ ابن مریم وَجِيْهاً بڑے مرتبہ والا فِيْ الدُّنْيَا دنیا میں وَالآخِرَةِ اور آخرت میں وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ اور (اللہ کے) مقربین میں سے (ہوگا) O وَيُكَلِّمُ اور وہ کلام کریگا النَّاسَ لوگوں سے فِيْ الْمَهْدِ گہوارے میں وَكَهْلاً اور پختہ عمر میں وَمِنَ الصَّالِحِيْنَ اور صالحین میں سے (ہوگا) O قَالَتْ اس (مریم) نے کہا رَبِّ اے میرے رب! أَنَّى يَكُوْنُ کس طرح ہوگا لِيْ وَلَدٌ میرے لئے لڑکا وَلَمْ حالانکہ نہیں يَمْسَسْنِيْ چھوا مجھے بَشَرٌ کسی بشر نے؟ قَالَ (فرشتے) نے کہا كَذَالِكِ اسی طرح اللّٰهُ يَخْلُقُ اللہ پیدا کرتا ہے مَا يَشَاءُ جو چاہتا ہے إِذَا قَضَى جب وہ فیصلہ کرتا ہے أَمْراً کسی کام کا فَإِنَّمَا تو صرف يَقُوْلُ لَهُ کہتا ہے اس کیلئے كُنْ ہوجا فَيَكُوْنُ تو وہ ہوجاتی ہے

ترجمہ: (وہ وقت بھی یاد کرو) جب فرشتوں نے مریم سے کہا کہ ''اے مریم! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے ایک کلمہ کی

(پیدائش) کی خوشخبری دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسٰی ابن مریم ہوگا، جو دنیا اور آخرت دونوں میں صاحبِ وجاہت ہوگا، اور (اللہ کے) مقرب بندوں میں سے ہوگا O اور وہ گہوارے میں بھی لوگوں سے بات کرے گا اور بڑی عمر میں بھی اور راست باز لوگوں میں سے ہوگا O مریم نے کہا ''اے پروردگار! مجھ سے لڑکا کیسے پیدا ہو جائے گا جبکہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں؟'' اللہ نے فرمایا ''اللہ اسی طرح جس کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کوئی کام کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو صرف اتنا کہتا ہے کہ ''ہوجا'' بس وہ ہو جاتا ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ اس وقت کو یاد کرو جب فرشتوں نے کہا کہ اے مریم! اللہ تعالیٰ تمہیں ایک کلمہ کی خوشخبری دیتا ہے جس کا نام مسیح بن مریم ہوگا۔

۲۔ جو مسیح بن مریم دنیا اور آخرت میں صاحب وجاہت ہوگا اور اللہ کے مقرب بندوں میں سے ہوگا۔

۳۔ وہ گہوارے میں بھی لوگوں سے بات کرے گا اور بڑی عمر میں بھی۔

۴۔ اور راست باز لوگوں میں سے ہوگا۔

۵۔ حضرت مریم علیہا السلام نے کہا پروردگار! مجھ سے لڑکا کیسے پیدا ہو جائے گا جبکہ کسی بشر نے چھوا تک نہیں؟

۶۔ اللہ نے فرمایا اسی طرح جس کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔

۷۔ جب وہ کوئی کام کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو صرف اتنا کہتا ہے ''ہوجا'' بس وہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس وقت کو یاد دلایا ہے جس وقت فرشتوں نے حضرت مریمؑ سے خطاب کرتے ہوئے اس بات کی بشارت دی کہ انہیں بڑی شان والا ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کُنْ کہنے سے پیدا ہوگا جس کا نام عیسٰی بن مریمؑ ہوگا حضرت عیسٰی کو مسیح بھی کہا گیا اس کی وجہ مفسرین نے یہ بیان کی کہ حضرت جبرئیلؑ نے ان کے جسم پر اپنا بازو پھیر دیا تھا جس کی وجہ سے شیطان ان سے دور رہتا تھا۔

حضرت عیسٰی کی چار صفتیں یہاں بیان کی گئی ہیں (۱) پہلی صفت کلمۃ اللہ (۲) دوسری صفت وَجِیۡھاً فِیۡ الدُّنۡیَا وَالآخِرَۃِ (۳) اور تیسری صفت مِنَ الۡمُقَرَّبِیۡنَ اور چوتھی صفت وَمِنَ الصَّالِحِیۡنَ ۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو کلمۃ اللہ یعنی اللہ کا کلمہ کہا گیا اس لئے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بغیر باپ کے حضرت مریمؑ کے بطن مبارک سے اللہ کے کلمۂ کن سے پیدا کئے گئے دوسری صفت یہ بیان کی گئی کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام وَجِیۡھاً فِیۡ الدُّنۡیَا وَالآخِرَۃِ ہیں یعنی دنیا اور آخرت میں ان کا مرتبہ اور مقام بلند ہوگا وہ با وجاہت ہوں گے اللہ تعالی نے دنیا میں جن کو بلندی اس طرح عطا کی کہ جب یہودی ان کے قتل کے در پے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اوپر اٹھا لیا اور قیامت کے قریب ان کا نزول ہوگا اور وہ صاحبِ اقتدار ہوں گے اور تیسری صفت یہ کہ وہ مِنَ الۡمُقَرَّبِیۡنَ ہوں گے یعنی اللہ کے نزدیک ان کا قرب بطورِ خاص ہوگا وہ مقرب بندوں میں سے ایک ہوں گے، اور چوتھی صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ صالحین یعنی نیک

بخت افراد میں سے ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے بارے میں یہ بات بتلائی گئی کہ وہ **وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلاً** وہ لوگوں سے اس وقت بات کریں گے جب کہ وہ ابھی شیر خوار ہوں گے یعنی ابھی ماں کی گود میں ہوں گے۔ چنانچہ جب قوم نے حضرت مریمؑ کو طرح طرح کی باتیں کیں کہ یہ بچہ تمہارے پاس کہاں سے آیا ہے وغیرہ وغیرہ تو حضرت مریمؑ نے اسی بچہ کی طرف اشارہ کیا اور حضرت عیسیٰؑ بول اٹھے **اِنِّیْ عَبْدُاللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتَابَ** الخ

حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں ایک اور بات یہ بتلائی گئی کہ وہ جب ادھیڑ عمر کے ہوں گے جب بھی وہ کلام کریں گے، یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ادھیڑ عمر میں کلام تو سب ہی کرتے ہیں اس میں حضرت عیسیٰؑ کی کیا خصوصیت ہے؟ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ان کے بچپن کا کلام بھی معجزہ تھا کہ انہوں نے شیر خوارگی کے زمانہ میں کلام کیا اور ان کے ادھیڑ عمر میں جو انہوں نے کلام کیا تو اس قدر عارفانہ، عالمانہ، عاقلانہ، اور فصاحت و بلاغت کا شاہکار تھا کہ ایسی بات کرنا بھی گویا ان کا معجزہ تھا۔

جب حضرت مریم علیہا اسلام کو ان کے ہاں بیٹا ہونے کی بشارت دی گئی تو انہوں نے یہ سوال کیا کہ میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا جب کہ کسی فرد بشر نے بھی مجھے چھوا تک نہیں؟ تو ان کے اس سوال کا جواب یہ دیا گیا کہ **كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ** اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہے اس کی تو شان یہ ہے کہ جب وہ کہہ دے کہ ہوجا تو بس ہوجاتا ہے۔

درس نمبر (۲۵۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات آلِ عمران: ۴۸۔۴۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالإِنجِيلَ O وَرَسُولاً إِلَى بَنِيْ إِسْرَائِيلَ أَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ أَنِّيْ أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيْهِ فَيَكُونُ طَيْراً بِإِذْنِ اللّهِ وَأُبْرِئُ الأَكْمَهَ والأَبْرَصَ وَأُحْيِـيْ الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللّهِ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِيْ بُيُوتِكُمْ إِنَّ فِيْ ذَلِكَ لآيَةً لَّكُمْ إِنْ كُنتُم مُّؤْمِنِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَيُعَلِّمُهُ اور وہ تعلیم دیگا اسے الْكِتَاب کتاب کی وَالْحِكْمَةَ اور حکمت کی وَالتَّوْرَاةَ اور تورات کی وَالإِنجِيلَ اور انجیل کی O وَرَسُولاً اور (بنائے گا اسے) رسول إِلَى بَنِيْ إِسْرَائِيلَ بنی اسرائیل کی طرف أَنِّيْ (وہ کہے گا) بیشک میں قَدْ جِئْتُكُم یقیناً لایا ہوں تمہارے پاس بِآيَةٍ نشانی مِّن رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے أَنِّيْ (وہ یہ کہ) بیشک میں أَخْلُقُ بناتا ہوں لَكُم تمہارے لئے مِّنَ الطِّينِ گارے سے كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ پرندہ کی شکل کے مانند فَأَنفُخُ پھر میں پھونک مارتا ہوں فِيْهِ اس میں فَيَكُونُ تو وہ ہوجاتا ہے طَيْراً (واقعی) پرندہ بِإِذْنِ اللّهِ اللہ کے حکم سے وَأُبْرِئُ اور میں اچھا کردیتا ہوں الأَكْمَهَ مادرزاد اندھے کو والأَبْرَصَ اور برص والے کو وَأُحْيِـيْ اور زندہ

کرتا ہوں الْمَوْتَى مردوں کو بِإِذْنِ اللّٰهِ اللہ کے حکم سے وَأُنَبِّئُكُم اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں بِمَا اس چیز کی جو تَأْكُلُونَ تم کھاتے ہوں وَمَا اوراس چیز کی جو تَدَّخِرُونَ تم ذخیرہ کرتے ہو فِي بُيُوتِكُمْ اپنے گھروں میں إِنَّ فِي ذَٰلِكَ بلاشبہ اس میں لَآيَةً لَّكُمْ تمہارے لئے نشانی ہے إِن كُنتُم اگر ہوتم مُّؤْمِنِينَ مومن

ترجمہ: اور وہی (اللہ) اس کو (یعنی عیسیٰ ابن مریم کو) کتاب وحکمت اور تورات وانجیل کی تعلیم دے گا○ اور اسے بنی اسرائیل کے پاس رسول بنا کر بھیجے گا (وہ لوگوں سے کہے گا) ''میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آیا ہوں پھر مٹی سے تمہارے لئے ایک شکل بنا تا ہوں، پھراس میں پھونک مارتا ہوں، تو یہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور میں اللہ کے حکم سے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کر دیتا ہوں، اور مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں، اور تم لوگ جو کچھ اپنے گھروں میں کھاتے یا ذخیرہ کر کر کے رکھتے ہو میں وہ سب بتا دیتا ہوں۔ اگر تم ایمان لانے والے جو کچھ اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور ذخیرہ کر کے رکھتے ہو میں یہ سب بتا دیتا ہوں۔ اگر تم ایمان لانے والے ہو تو ان تمام باتوں میں تمہارے لئے (کافی) نشانی ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اور وہی اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کتاب وحکمت اور تورات وانجیل کی تعلیم دے گا۔

۲۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے پاس رسول بنا کر بھیجے گا۔

۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آیا ہوں۔

۴۔ پھر مٹی سے ایک شکل بنا تا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو یہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔

۵۔ میں اللہ کے حکم سے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کر دیتا ہوں۔

۶۔ مُردوں کو زندہ کر دیتا ہوں۔

۷۔ تم لوگ جو کچھ اپنے گھروں میں کھاتے یا ذخیرہ کر کے رکھتے ہو وہ سب میں بتا دیتا ہوں۔

۸۔ اگر تم ایمان لانے والے ہو تو ان تمام باتوں میں تمہارے لئے کافی نشانیاں ہیں۔

ان دو آیتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت اور ان کے معجزات کا ذکر ہے۔ فرشتوں نے حضرت مریم علیہا السلام کو ان کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں یہ بشارتیں بھی دیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے گا خصوصاً تورات وانجیل کی تعلیم دے گا مفسرین نے اَلْكِتٰبُ سے لکھنا مراد لیا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لکھنا سکھائے گا اور حکمت کی باتیں سکھائے گا حضرت ابن عباسؓ سے نقل ہے کہ حکمت سے مراد بعض حضرات نے یہ بھی مراد لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتوں کی تعلیم دے گا ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تورات اور انجیل دونوں یاد تھیں، اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ بات بتلائی گئی کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی جانب رسول بنا کر بھیجے گا۔ یہاں تک تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت تھی۔

اسکے بعد فرشتوں نے حضرت مریم علیہا السلام کو خوشخبری کے طور پر یہ بھی بتلایا کہ ان سے بطور معجزات کن کن چیزوں کا ظہور ہوگا؟ چنانچہ ان آیات میں حضرت عیسیٰؑ کے چار معجزات بتلائے گئے ہیں پہلا معجزہ حضرت عیسیٰؑ کا یہ تھا کہ وہ مٹی سے پرندہ کی شکل بناتے تھے اور اس میں پھونک مارتے تھے اور وہ سچ مچ کا پرندہ بن کر سب کے سامنے اڑتا تھا دوسرا معجزہ یہ تھا کہ وہ مادرزاد نابینا کو بینا کر دیتے تھے مفسرین نے لکھا ہے کہ ایسا شخص جس کو دن میں دکھائی دے گا مگر رات میں دکھائی نہ دے اس کو اکمہ کہتے ہیں اور بعض نے کہا کہ بھینگے، ترچھے، اور کانے آدمی کو اکمہ کہتے ہیں اور بعض نے کہا کہ ماں کے پیٹ میں سے جو نابینا ہوتا ہے اس کو اکمہ کہتے ہیں، بہرحال حضرت عیسیٰؑ کا دوسرا معجزہ یہ تھا کہ وہ نابینا پر ہاتھ پھر کر بینا بنا دیتے تھے اور جو برص کی بیماری یعنی سفید داغ والے کوڑھی پر ہاتھ پھیر کر اس کو تندرست کر دیتے تھے، الغرض بیماروں کو اللہ کے حکم سے صحت مند بنا دیتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دور ماہر حکیموں کا دور تھا کامل الفن طبیب اس زمانہ میں جو موجود تھے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے اعتبار سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معجزہ کے طور پر ایسی حیرتناک چیزیں عطا فرمائیں جو سارے حکیموں اور طبیبوں کو سوچنے پر مجبور کر دیں۔

تیسرا معجزہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ تھا کہ وہ اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے، حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے چار آدمیوں کو زندہ کیا ان میں سے ایک حضرت نوحؑ کا بیٹا سام تھا جو چار ہزار سال پہلے کے دور کا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا چوتھا معجزہ یہ تھا کہ وہ لوگوں کو یہ بات بتلا دیتے تھے کہ انہوں نے اپنے گھروں میں کیا چیزیں کھائی ہیں؟ اور کس چیز کا ذخیرہ اپنے گھروں میں رکھا ہے؟ الغرض اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو ایسے محیر العقول معجزات عطا فرمائے تھے جو ان کے نبی ہونے کی دلیل تھے۔

درس نمبر (۲۵۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تورات کی تصدیق کی آلِ عمران: ۵۰۔۵۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَمُصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَاتَّقُواْ اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ O إِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَـٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمُصَدِّقاً اور تصدیق کرنے والا ہوں لِّمَا اس کی جو بَيْنَ يَدَيَّ مجھ سے پہلے (نازل شدہ) ہے مِنَ التَّوْرَاةِ تورات میں سے وَلِأُحِلَّ تاکہ میں حلال کر دوں لَكُم تمہارے لئے بَعْضَ الَّذِي بعض وہ چیزیں جو حُرِّمَ حرام کر دی گئی تھیں عَلَيْكُمْ تم پر وَجِئْتُكُم اور لایا ہوں میں تمہارے پاس بِآيَةٍ نشانی مِّن رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے فَاتَّقُواْ اللّٰهَ چنانچہ تم اللہ سے ڈرو وَأَطِيعُونِ اور میری اطاعت کرو O إِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ رَبِّي میرا رب ہے وَرَبُّكُمْ اور تمہارا رب ہے فَاعْبُدُوهُ لہٰذا تم اسکی عبادت کرو هَـٰذَا یہ ہے صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ سیدھا راستہ

ترجمہ: اور جو کتاب مجھ سے پہلے آ چکی ہے، یعنی تورات، میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں ، اور (اس لئے بھیجا گیا ہوں) تاکہ کچھ چیزیں جو تم پر حرام کی گئی تھیں، اب تمہارے لئے حلال کر دوں اور میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں، لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو O بیشک اللہ میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار۔ یہی سیدھا راستہ ہے (کہ صرف اسی کی عبادت کرو)۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو کتاب مجھ سے پہلے آ چکی ہے یعنی تورات میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں۔

۲۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ کچھ چیزیں جو تم پر حرام کی گئی تھیں اب تمہارے لئے حلال کر دوں۔

۳۔ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں۔

۴۔ اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔

۵۔ بیشک اللہ میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے۔

۶۔ یہی سیدھا راستہ ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو۔

ان دو آیتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض کارناموں کا تذکرہ بھی ہے اور انہوں نے اپنے ماننے والوں کو جو احکامات جاری فرمائے ان کا بھی تذکرہ موجود ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بحیثیت مصدق مبعوث فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب کی تصدیق کرتے تھے اور یہ تورات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے کی کتاب ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس دنیا میں اس لئے بھی بھیجا گیا کہ وہ بعض ایسی چیزوں کو حلال قرار دیں جو بنی اسرائیل کے لئے اس سے پہلے حرام تھیں۔ بنی اسرائیل کے لئے پہلے مچھلی حرام تھی۔ اسی طرح وہ پرندے بھی حرام تھے جن کو چونچ نہیں ہوتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مچھلی کو بھی حلال قرار دیا اور ان پرندوں کو بھی حلال قرار دیا جن کو چونچ نہیں ہوتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی فرمایا کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں۔ ان تمام باتوں کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو احکامات دیئے۔

فرمایا کہ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اس لئے تم اسی کی عبادت کرو اور یہی سیدھا راستہ ہے۔ تقویٰ کے ساتھ اطاعت کا حکم سورۂ شعراء کی آیت نمبر ۱۱۰، ۱۲۶، ۱۴۴، ۱۵۰، ۱۶۳، اور ۱۷۹ میں بھی ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ سارے نبیوں نے اپنی قوموں کو تقویٰ اور اطاعت کی تعلیم دی۔

درس نمبر(۲۵۷) **حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کیا کہا؟** آلِ عمران:۵۲-۵۳-۵۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَلَمَّا أَحَسَّ عِيْسَى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنصَارِىْ إِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ أَنصَارُ اللّٰهِ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِيْنَ ۝ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَلَمَّا پھر جب أَحَسَّ عِيْسَى محسوس کیا عیسی نے مِنْهُمُ الْكُفْرَ ان میں کفر کو قَالَ مَنْ کہا کون ہے أَنصَارِىْ میرا مددگار إِلَى اللّٰهِ اللہ کیلئے قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ کہا حواریوں نے نَحْنُ ہم ہیں أَنصَارُ اللّٰهِ اللہ (کے دین) کے مددگار آمَنَّا بِاللّٰهِ ہم ایمان لائے اللہ پر وَاشْهَدْ اور تو گواہ رہ بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ (اس بات کا) کہ بیشک ہم فرمابردار ہیں ۝ رَبَّنَا اے ہمارے رب! آمَنَّا ہم ایمان لائے بِمَا اس چیز کے ساتھ جو أَنْزَلْتَ تو نے نازل کی وَاتَّبَعْنَا اور ہم نے اتباع کیا الرَّسُوْلَ رسول کی فَاكْتُبْنَا چنانچہ تو ہمیں لکھ لے مَعَ الشَّاهِدِيْنَ گواہوں کے ساتھ ۝ وَمَكَرُوْا اورانہوں نے تدبیر کی وَمَكَرَ اللّٰهُ اور اللہ نے (بھی) تدبیر کی وَاللّٰهُ خَيْرُ اور اللہ بہتر ہے الْمَاكِرِيْنَ سب تدبیر کرنے والوں سے

ترجمہ: پھر جب عیسیٰ نے محسوس کیا کہ وہ کفر پر آمادہ ہیں تو انہوں نے کہا ''کون کون لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں میرے مددگار رہوں؟'' حواریوں نے کہا ''ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لا چکے ہیں اور آپ گواہ رہئے کہ ہم فرمابردار ہیں ۝ اے ہمارے رب! آپ نے جو کچھ نازل کیا ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور ہم نے رسول کی اتباع کی ہے، لہٰذا ہمیں ان لوگوں میں لکھ لیجئے جو (حق کی) گواہی دینے والے ہیں ۝ اور ان کافروں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی۔ اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ محسوس کیا کہ لوگ کفر پر آمادہ ہیں۔

۲۔ تو انہوں نے کہا کون کون لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں مددگار رہوں؟

۳۔ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے دین کے مددگار رہیں، ہم اللہ پر ایمان لا چکے ہیں۔

۴۔ آپ گواہ رہئے کہ ہم فرمانبردار ہیں۔

۵۔ اے ہمارے رب! آپ نے جو کچھ نازل کیا ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں، ہم نے رسول کی اتباع کی ہے، ہمیں ان لوگوں میں لکھ دیجئے جو حق کی گواہی دینے والے ہیں۔

۶۔ ان کافروں نے خفیہ تدبیر کی۔

۷۔اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی۔

۸۔اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

جب حضرت عیسیٰؑ نے بنی اسرائیل کواس بات کا حکم دیا کہ تم اللہ سے ڈرواور میری بات مانواورانجیل پر ایمان لاؤاور یہ بھی بتایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو بنی اسرائیل نے محض ہٹ دھرمی اور ضد کی وجہ سے نافرمانی پر کمر باندھ لی اور حضرت عیسیٰؑ کا مذاق اڑایا جب حضرت عیسیٰؑ کواس بات کا احساس ہوا کہ یہ بنی اسرائیل ان پر ایمان نہیں لائیں گے اور انہیں اس بات کا خدشہ ہوا کہ وہ انہیں تکلیف بھی پہنچائیں گے تو انہوں نے اپنی قوم سے پکار کر کہا کہ تم میں سے کون میرا مددگار ہوگا؟ جو لوگ حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لاچکے تھے اوران پرفدا تھے جو گنے چنے تھے جن کو حوار یین سے اس آیت میں یاد کیا گیا ہے روایتوں میں آتا ہے کہ یہ بارہ مخلص ترین افراد تھے جنہوں نے حضرت کی اس پکار کا جواب دیا کہ **نَحۡنُ أَنۡصَارُ اللّٰهِ** ہم ہیں اللہ کے مددگار اور ہم دین کی حمایت کرنے والے ہیں ہم اللہ ہی پر ایمان لاتے ہیں اور آپ گواہ رہئے کہ ہم مسلمان ہیں، چنانچہ ان حوار یین نے حضرت عیسیٰؑ کی حمایت اور مدد کی۔ان حوار یین نے اللہ تعالیٰ کو پکارا اوراپنے رب سے انہوں نے یہ کہا کہ اے ہمارے پروردگار! جو آپ نے اتارا ہم نے اس پر یقین کیا ایمان لائے اور ہم نے رسول یعنی حضرت عیسیٰؑ کی اتباع کی آپ ہمارا نام ماننے والوں میں لکھ دیجئے، حوار یین نے جس جذبۂ ایمانی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعاء کی اللہ تعالیٰ نے اس دعاء کو قرآن میں محفوظ کردیا۔

تیسری بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان دشمنوں کے بارے میں بتلائی گئی جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنے کے لئے تدبیر کی، جو حضرت عیسیٰؑ کے جانی دشمن بن گئے تھے، وہ حضرت عیسیٰؑ کو سولی دینے کا ارادہ رکھتے تھے چنانچہ انہوں نے سازش کی اور اس وقت کے بادشاہ کے کان بھر دیئے کہ یہ شخص لوگوں کو بہکاتا پھرتا ہے اور ملک میں بغاوت کررہا ہے، چنانچہ بادشاہ نے اپنی فوج کو بھیجا کہ اسے گرفتار کر کے سخت سزا کے ساتھ پھانسی دیدو۔فوج نے حضرت عیسیٰؑ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔اللہ تعالیٰ نے ان مکاروں کے ہاتھ سے حضرت عیسیٰؑ کو بچالیا اور حضرت عیسیٰؑ کو اپنی قدرت سے آسمان کی طرف اٹھالیا اور حضرت عیسیٰؑ کی شباہت ایک اور شخص پر ڈال دی لوگوں نے اسی کو عیسیٰ سمجھا اور اس کو سولی پر لٹکا دیا اور سمجھ گئے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو سولی پر لٹکا دیا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھالیا۔**وَمَكَرُواْ وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيۡرُ الۡمَاكِرِيۡنَ** اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اور اللہ تعالیٰ سارے مکر کرنے والوں سے بہتر ہیں۔

اس حقیقت کو ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے دین کے مقابلہ میں جو مکر کرتا ہے اس کا مکر اسی کی طرف لوٹ کر آتا ہے۔سورۂ انعام کی آیت نمبر۱۲۳ میں یہ حقیقت بتلائی گئی ہے **وَكَذَالِكَ جَعَلۡنَا فِيۡ كُلِّ قَرۡيَةٍ أَكَابِرَ مُجۡرِمِيۡهَا لِيَمۡكُرُواْ فِيۡهَا وَمَا يَمۡكُرُوۡنَ إِلَّا بِأَنۡفُسِهِمۡ** اسی طرح ہم نے ہر بستی میں ان کے سرغنوں کو ڈھیل دی کہ اس میں اپنی چال چلیں اور چال وہ اپنے ہی ساتھ چلتے تھے۔سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۹۹ میں یوں ہے **أَفَأَمِنُواْ مَكۡرَ اللّٰهِ فَلاَ يَأۡمَنُ مَكۡرَ اللّٰهِ إِلَّا الۡقَوۡمُ الۡخَاسِرُوۡنَ** تو کیا وہ اللہ کی تدبیر سے بچ سکے، اللہ کی تدبیر سے وہی لوگ بےفکر ہو بیٹھتے ہیں جو آخر کار نقصان اٹھانے والے ہوتے ہیں۔

درس نمبر (۲۵۸) **اے عیسیٰ! میں تمہیں اپنی طرف اٹھالوں گا** آلِ عمران:۵۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيْسَى إِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِذْ (یاد کرو) جب قَالَ اللّٰهُ اللہ نے کہا يَا عِيْسَى اے عیسیٰ! إِنِّيْ بلاشبہ میں مُتَوَفِّيْكَ تجھے پورا پورا لینے والا ہوں وَرَافِعُكَ اور تجھے اٹھانے والا ہوں إِلَيَّ اپنی طرف وَمُطَهِّرُكَ اور تجھے پاک کرنے والا ہوں مِنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں سے جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا وَجَاعِلُ اور کرنے والا ہوں الَّذِيْنَ ان کو جنہوں نے اتَّبَعُوْكَ تیرا اتباع کیا فَوْقَ اوپر (غالب) الَّذِيْنَ ان کے جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ روز قیامت تک ثُمَّ إِلَيَّ پھر میری ہی طرف مَرْجِعُكُمْ تمہارا لوٹ کر آنا ہے فَأَحْكُمُ پھر میں فیصلہ کروں گا بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان فِيْمَا ان (باتوں) میں کہ كُنْتُمْ تھے تم فِيْهِ ان میں تَخْتَلِفُوْنَ اختلاف کرتے

ترجمہ: اس کی تدبیر اس وقت سامنے آئی جب اللہ نے کہا تھا کہ ''اے عیسیٰ! میں تمہیں صحیح سالم واپس لے لوں گا اور تمہیں اپنی طرف اٹھالوں گا اور جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے ان (کی ایذا) سے تمہیں پاک کردوں گا اور جن لوگوں نے تمہاری اتباع کی ہے، ان کو قیامت کے دن تک ان لوگوں پر غالب رکھوں گا جنہوں نے تمہارا انکار کیا ہے۔ پھر تم سب کو میرے پاس لوٹ کر آنا ہے، اس وقت میں تمہارے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جب اللہ نے کہا تھا کہ میں تمہیں صحیح سالم واپس لے لوں گا۔

۲۔ تمہیں اپنی طرف اٹھالوں گا۔

۳۔ جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے ان سے تمہیں پاک کردوں گا۔

۴۔ جن لوگوں نے تمہاری اتباع کی ہے ان کو قیامت کے دن تک ان لوگوں پر غالب رکھوں گا جنہوں نے تمہارا انکار کیا ہے۔

۵۔ پھر تم سب کو میرے پاس لوٹ کر آنا ہے۔

۶۔ اس وقت میں تمہارے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے چار وعدے کئے ہیں:

پہلا اور دوسرا وعدہ یہ کہ اے عیسیٰ إِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ میں تمہیں وفات دینے والا ہوں وَرَافِعُكَ اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ جب دشمنوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کو یہ خوشخبری دی کہ میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں یہاں قابلِ غور بات یہ کہ اللہ نے پہلے وفات کا تذکرہ کیا اور پھر اپنی طرف اٹھائے جانے کا جبکہ حضرت عیسیٰؑ کو قرآنی تعلیمات واحادیث کی معلومات کے مطابق پہلے آسمان کی طرف اٹھالیا گیا پھران کا نزول ہوگا پھرطبعی طور پران کی وفات ہوگی علماء نے اس کا یہ جواب دیا کہ وفات کا ذکر پہلے ہے مگر وہ بعد میں واقع ہوگی اور آسمان پراٹھائے جانے کا ذکر بعد میں ہے مگراس کا وقوع پہلے ہی ہوگیا۔

تیسرا وعدہ یہ بتلایا کہ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اور تمہیں ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جنہوں نے کفر کیا اس کا مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ کو گندے لوگوں کے ماحول سے دور کرکے پاک کرنے والا ہے۔مفسرین نے یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان تمام الزامات سے بری اور پاک کردے گا جو یہودیوں نے ان پر لگائے۔

چوتھا وعدہ یہ بتلایا کہ وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ جن لوگوں نے تمہاری اتباع کی میں ان کو کافروں کے مقابلہ میں قیامت تک غالب رکھوں گا۔حضرت عیسیٰؑ کی اتباع کرنے والے نصاریٰ تھے پھر مسلمانوں نے بھی حضرت عیسیٰؑ کی رسالت ونبوت کو مان لیا یہاں یہ خوشخبری دی جارہی ہے کہ جو حضرت عیسیٰؑ کی اتباع حقیقی معنی میں کریں گے اللہ تعالیٰ انہیں قیامت تک ان لوگوں پر غالب رکھیں گے جو حضرت عیسیٰؑ کے دشمن ہیں یعنی یہود۔یہ فوقیت اور برتری دنیا کی حد تک ہے۔

ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُونَ پھر تم سب کو میری طرف لوٹ کرآنا ہے پھر میں فیصلہ کروں گا تمہارے درمیان اس چیز کے بارے میں جس میں اختلاف رکھتے تھے۔یعنی حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں یہودیوں نے یہ گستاخی کی اور انہیں رسول نہیں مانا اور اختلاف کیا اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا تسلیم کیا،اللہ تعالیٰ یہاں یہ بتلارہے ہیں کہ آج جس بارے میں تم آپس میں اختلاف کررہے ہو۔یادرکھو کہ ایک دن تم سب کو ہمارے پاس آنا ہے اور جس دن تم ہمارے پاس آ ؤ گے تو ہم تمہارے درمیان کے اس اختلاف کی حقیقت کو بتلادیں گے اور حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟اس کا پردہ اس دن فاش ہوجائے گا۔

درس نمبر(۲۵۹) **کفر اور ایمان کا انجام** آلِ عمران:۵۶۔۵۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَأَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَاباً شَدِيْداً فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَمَا لَهُم مِّنْ نَّاصِرِيْنَ O وَأَمَّا الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيْهِمْ أُجُوْرَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِيْنَ O ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَأَمَّا پس لیکن الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوا کفر کیا فَأُعَذِّبُهُمْ تو میں انہیں عذاب دوں گا

عَذَاباً عذاب شَدِيُداً شدید فِیُ الدُّنُيَا دنیا میں وَالآخِرَةِ اورآخرت (میں) وَمَا اورنہیں ہوا لَهُم ان کے لئے مِّن نَّـاصِـرِيُنَ کوئی مددگار O وَأَمَّـا اورلیکن الَّـذِيُـنَ آمَنُوا وہ لوگ جوایمان لائے وَعَـمِـلُوا اورانہوں نے عمل کئے الصَّالِحَاتِ نیک فَيُوَفِّيُهِمُ تو(اللہ) انہیں پورے دے گا أُجُورَهُمُ ان کا اجر وَاللّهُ اوراللہ لاَ يُحِبُّ پسندنہیں کرتا الـظَّـالِـمِيُنَ ظالموں کو O ذَلِكَ یہ (واقعات) نَتُلُوهُ (کہ) ہم انہیں پڑھتے ہیں عَلَيُكَ آپ پر مِـنَ الآيَـاتِ نشانیوں میں سے وَالذِّكُرِ الُحَكِيُمِ اورحکمت والے ذکر میں سے

ترجمہ: چنانچہ جولوگ ایسے ہیں کہ جنہوں نے کفراپنالیا ہے، ان کو تو میں دنیااورآخرت میں سخت عذاب دوں گا اوران کوکسی طرح کے مددگار میسرنہیں آئیں گے O البتہ جولوگ ایمان لائے ہیں اورانہوں نے نیک عمل کئے ہیں، ان کواللہ ان کا پوراپورا ثواب دے گا اوراللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا O (اے پیغمبر!) یہ وہ آیتیں اورحکمت بھرا ذکر ہے جو ہم تمہیں پڑھ کرسنارہے ہیں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔جن لوگوں نے کفراپنالیا ہے ان کوتو میں دنیااورآخرت میں سخت عذاب دوں گا۔

۲۔ان کوکسی طرح کے مددگار میسر نہیں آئیں گے۔

۳۔جولوگ ایمان لائے ہیں اورانہوں نے نیک عمل کئے ہیں ان کواللہ ان کا پوراپورا ثواب دیں گے۔

۴۔اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتے۔

۵۔اے پیغمبر! یہ وہ آیتیں اورحکمت بھراذکر ہے جوہم تمہیں پڑھ کرسنارہے ہیں۔

جولوگ کفرکررہے ہیں انہیں میں دنیااورآخرت میں سخت عذابِ شدید دوں گا اورایسے وقت ان کا کوئی مددگارنہیں ہوگا' دنیااورآخرت میں عذابِ شدیدکا مطلب یہ ہے کہ جن کافروں نے اسلام کے خلاف اپنا قدم بڑھایا اوراسلام کی مخالفت کی اورمسلمانوں سے جنگ کی ان کا انجام یہ ہوا کہ انہیں قتل کی سزاملی' یا قیدوبند کی سزاملی یا وہ جزیہ دینے پرمجبور ہوگئے یہ دنیا کا عذاب ہےاورآخرت میں تو دوزخ کی آگ میں جلنا ہی ہے۔

جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے نیک اعمال کواختیار کیا تو انہیں ان کا پوراپورااجر دیا جائے گا اللہ تعالیٰ مومنوں اور مسلمانوں کے عقیدے اوران کے نیک اعمال کی وجہ سے انہیں دنیا میں بھی عزت، کامیابی، رزق، غلبہ اورسکون وسلامتی عطا کرے گا اور جب وہ اللہ کے پاس موت کے بعد پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں ان کے ایمان اورانکے نیک اعمال کا پوراپورا بدلہ عطافرمائیں گے ایسانہیں ہوگا کہ کسی عمل کی جزاء روک لی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بات بھی بتلادی کہ **وَاللّـهُ لاَ يُحِبُّ الظَّالِمِيُنَ** اللہ تعالیٰ ظالموں کو کبھی پسند نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے کا واضح مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو برابر سزادیں گے۔

پیغمبر! یہ آیتیں اوریہ حکمت بھری باتیں ہم آپ کو پڑھ پڑھ کرسناتے ہیں یعنی ہماری یہ باتیں کھلی دلیلیں ہیں جوآپ کی

نبوت کی تصدیق کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے ذریعہ وہ ساری معلومات دی ہیں جن معلومات سے دوسرے لوگ محروم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذکر حکیم عطا کیا ہے یعنی یہ آسمانی کتاب قرآنِ مجید عطا کی ہے جو حکمت کا سمندر ہے۔

درس نمبر (۲۶۰) حق وہی ہے جو تمہارے رب کی طرف سے آیا ہے آلِ عمران: ۵۹-۶۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ مَثَلَ عِيْسَى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ O اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلاَ تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ بےشک مَثَلَ عِيْسَى مثال عیسیٰ کی عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے یہاں كَمَثَلِ آدَمَ مانند مثال آدم کی ہے خَلَقَهُ (اللہ نے) پیدا کیا مِنْ تُرَابٍ مٹی سے ثُمَّ قَالَ پھر کہا لَهُ كُنْ اس کو تو ہو جا فَيَكُوْنُ تو وہ ہو گیا (انسان) O اَلْحَقُّ (یہ) حق ہے مِن رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے فَلاَ تَكُن نہ ہو آپ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ شک کرنے والوں میں سے

ترجمہ: اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم جیسی ہے؛ اللہ نے انہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر ان سے کہا ''ہو جاؤ'' بس وہ ہو گئے O حق وہی ہے جو تمہارے رب کی طرف سے آیا ہے، لہٰذا شک کرنے والوں میں شامل نہ ہو جانا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم جیسی ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مٹی سے پیدا کیا۔

۳۔ پھر ان سے کہا ہو جاؤ بس وہ ہو گئے۔

۴۔ حق وہی ہے جو تمہارے رب کی طرف سے آیا ہے۔

۵۔ لہٰذا شک کرنے والوں میں شامل نہ ہو جانا

إِنَّ مَثَلَ عِيْسَى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ آدَمَ کے ذریعہ یہودیوں کے اس شک کا ازالہ کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے کیسے پیدا ہو گئے؟ یہودیوں کے اسی شک نے انہیں مجبور کیا کہ وہ حضرت مریمؑ پر تہمت لگائیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس شک، تعجب اور مریم پر الزام تراشی کا بہت پیارے انداز میں جواب دیا کہ اے یہودیو! تم کو اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ کے پیدا ہونے پر شک یا حیرت و تعجب ہے تو پھر تو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش پر اس سے زیادہ حیرت ہونی چاہئیے۔ حضرت آدم علیہ السلام تو بغیر ماں اور بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ یاد رکھو کہ اللہ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال حضرت آدم علیہ السلام جیسی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا پھر ان سے کہا کہ کُن ہو جاؤ پس وہ ہو گئے۔ غور کریں کہ دنیا میں چار قسم کی پیدائش ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں اور بغیر باپ کے پیدا کیا گیا۔ حضرت حوا کو

حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا گیا اوران کے علاوہ سارے انسانوں کو ماں اور باپ دونوں کے اختلاط سے پیدا فرمایا۔ یہ قدرت کے کرشمے غور کرنے اور رب ذوالجلال کی قدرت پر ایمان لانے کیلئے ہیں، اللہ کی ذات پر اعتراض کرنے کیلئے نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو بغیر ماں اور بغیر باپ کے پیدا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟ اے نصاریٰ! اگر تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا ہونے پر اللہ کا بیٹا کہو گے تو پھر اس بات پر بھی غور کرو کہ حضرت آدم علیہ السلام بغیر ماں اور بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کو بھی کیا تم بیٹا تسلیم کرو گے؟ جب تم آدم علیہ السلام کو بیٹا کہنے کیلئے تیار نہیں تو پھر عیسیٰ علیہ السلام کو کیوں اللہ کا بیٹا تصور کرتے ہو؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا گیا۔ یہ درحقیقت لوگوں کو اللہ نے اپنی قدرت کی نشانی بتلائی ہے جیسا کہ سورۂ مریم میں اس کا ذکر موجود ہے کہ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِّلنَّاسِ ہم نے حضرت عیسیٰ کو لوگوں کیلئے قدرت کا نشان بنایا۔

حق وہی ہے جو تمہارے رب کی طرف سے آیا ہے، لہٰذا شک کرنے والوں میں شامل نہ ہو جانا۔ یہاں اللہ تعالیٰ اگرچہ کہ حضور ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے یہ بات کہہ رہے ہیں کہ یہ حق بات تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے، تم شک کرنے والوں میں شامل نہ ہو جانا، مگر اصل خطاب امتِ محمدیہ سے ہے کہ افرادِ امت اس معاملہ میں کسی بھی قسم کے شک میں مبتلا نہ ہوں وہ پورے یقین کے ساتھ یہ بات سمجھیں۔ اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں مفسرین نے یہ بات لکھی ہے کہ نجران سے نصاریٰ کا ایک وفد آیا اور اس وفد نے آپ ﷺ سے کہا کہ کیا بات ہے کہ آپ ہمارے صاحب یعنی عیسیٰ کو برا کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں کیا کہتا ہوں؟ وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ کہتے ہیں کہ عیسیٰ اللہ کا ایک بندہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں! وہ تو اللہ کے ایک بندے ہیں رسول ہیں اور وہ اللہ کا کلمہ ہیں جسے کنواری عورت مریم پر ڈالا یہ سن کر وہ لوگ غصہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ کیا آپ نے کوئی انسان دیکھا ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوا ہو؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مثال بتلا دی گئی کہ دنیا کا سب سے پہلا انسان خود بغیر باپ کے بلکہ بغیر ماں باپ کے پیدا ہوا ہے۔

درس نمبر (۲۶۱) جھوٹوں پر اللہ کی لعنت آلِ عمران: ۶۱-۶۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ ۝ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا اللّٰهُ وَإِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِالْمُفْسِدِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَمَنْ پھر جو کوئی حَآجَّكَ آپ سے جھگڑا کرے فِيْهِ اس (عیسیٰ) کے بارے میں مِنْ بَعْدِ مَا بعد اس کے کہ جَاءَكَ آ گیا آپ کے پاس مِنَ الْعِلْمِ (صحیح) علم سے فَقُلْ تو آپ کہہ دیں تَعَالَوْا نَدْعُ آؤ ہم بلاتے ہیں أَبْنَاءَنَا اپنے بیٹوں کو وَأَبْنَاءَكُمْ اور تمہارے بیٹوں کو وَنِسَاءَنَا اور اپنی عورتوں کو وَنِسَاءَكُمْ اور تمہاری

عورتوں کو وَأَنْفُسَنَا اور اپنی جانوں کو وأَنفُسَكُمْ اور تمہاری جانوں کو ثُمَّ نَبْتَهِلْ پھر ہم گڑگڑا کر دعا مانگیں فَنَجْعَل اور کریں لَّعْنَةَ اللّٰهِ اللہ کی لعنت عَلَى الْكَاذِبِيْنَ جھوٹوں پر O إِنَّ بیشک هَـٰذَا لَهُوَ یہی ہے الْقَصَصُ الْحَقُّ سچا بیان وَمَا اور نہیں ہے مِنْ إِلَـٰهٍ کوئی معبود إِلَّا اللّٰهُ سوائے اللہ کے وَإِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ اور بیشک اللہ ہی ہے الْعَزِيْزُ خوب غالب الْحَكِيْمُ نہایت حکمت والا O فَإِنْ پھر اگر تَوَلَّوْا وہ اب بھی روگردانی کریں فَإِنَّ اللّٰهَ تو بے شک اللہ عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے بِالْمُفْسِدِيْنَ فساد کرنے والوں کو

ترجمہ: تمہارے پاس (حضرت عیسٰی علیہ السلام کے واقعے کا) جو صحیح علم آ گیا ہے اس کے بعد بھی لوگ اس معاملے میں تم سے بحث کریں تو ان سے کہہ دو کہ: ''آ ؤ، ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنے لوگوں کو اور تم اپنے لوگوں کو، پھر ہم سب مل کر اللہ کے سامنے گڑگڑائیں اور جو جھوٹے ہوں ان پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔'' O یقین جانو کہ واقعات کا سچا بیان یہی ہے۔ اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور یقیناً اللہ ہی ہے جو اقتدار کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک O پھر بھی اگر یہ لوگ منہ موڑیں تو اللہ مفسدوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تمہارے پاس جو صحیح علم آ گیا ہے اس کے بعد بھی جو لوگ اس معاملہ میں تم سے بحث کریں تو ان سے کہہ دو کہ

۲۔ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنے لوگوں کو تم اپنے لوگوں کو بلائیں۔

۳۔ پھر ہم سب مل کر اللہ کے سامنے گڑگڑائیں۔

۴۔ جو جھوٹے ہوں ان پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔

۵۔ یقین جانو کہ واقعات کا سچا بیان یہی ہے۔

٦۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

۷۔ یقیناً اللہ ہی ہے جو اقتدار کا بھی مالک ہے حکمت کا بھی مالک ہے۔

۸۔ پھر بھی اگر یہ لوگ منہ موڑیں تو اللہ مفسدوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

اس آیت کو اور اس کے پس منظر کو سمجھنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم مباہلہ کا مطلب جانیں۔ مباہلہ کی تعریف یہ ہے کہ اگر دو گروہوں میں جھگڑا ہو جائے اور دلیلوں سے جھگڑا ختم نہ ہو تو سب مل کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء کریں کہ جو اس معاملہ میں باطل پر ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وبال اور ہلاکت پڑے گویا جھوٹے اور باطل پر قائم آدمی کے لئے یہ بددعاء کی ایک شکل ہے تاکہ جھوٹے پر اللہ کا قہر نازل ہو اور وہ اس کا خمیازہ بھگتے اور کھرے اور کھوٹے کی پہچان بھی ہو جائے۔

مباہلہ کی اس تعریف کو سمجھ لینے کے بعد اب اس اصل واقعہ کی طرف آیئے جو حضور ﷺ اور نصاریٰ کے درمیان پیش آیا یہی اس آیت کا پس منظر ہے۔ حضور ﷺ نے نجران کے نصاریٰ کی جانب ایک فرمان بھیجا جس میں تین باتیں ذکر کی گئی تھیں،

ایک یہ کہ اسلام قبول کرلو دوسرا یہ کہ جزیہ ادا کرو تیسرے یہ کہ اگر اس کے لئے تیار نہ ہوں تو جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ نصاریٰ نے آپس میں مشورہ کر کے شرجیل، عبداللہ بن شرجیل اور جبار بن فیض ان تینوں کو حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا ان تینوں نے آ کر حضور ﷺ سے مذہبی امور پر گفتگو کی اور حضرت عیسیٰؑ کو اللہ ثابت کرنے یا اللہ کا بیٹا ثابت کرنے میں بحث شروع کر دی۔ حضور ﷺ نے انہیں بہت کچھ سمجھایا اس کے باوجود وہ ماننے کے لئے راضی نہ ہوئے تو یہ آیتِ مباہلہ نازل ہوئی جس میں نصاریٰ کو مباہلہ کی دعوت دی گئی اور ان سے یہ کہا گیا کہ چلو! اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء کریں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہو، جب ان تینوں کو مباہلہ کی دعوت دی گئی تو شرجیل نامی شخص نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ یہ اللہ کا نبی ہے اور نبی سے مباہلہ کرنے میں ہماری ہلاکت اور بربادی یقینی ہے اس لئے نجات کا کوئی دوسرا راستہ ہم تلاش کریں بہتر صورت یہ ہے کہ نبی کی رائے کے موافق صلح کر لی جائے چنانچہ تینوں نے اس پر اتفاق کیا اور حضور ﷺ نے ان پر جزیہ مقرر کر کے صلح کر دی جس کو انہوں نے بھی منظور کر لیا (ابنِ کثیر)

درس نمبر (۲۶۲) اللہ کو چھوڑ کر کسی کو رب نہ بناؤ آلِ عمران: ۶۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

قُلْ يَـا أَهْـلَ الْـكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلَمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئاً وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضاً أَرْبَاباً مِّنْ دُونِ اللّٰهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے یَـا أَهْلَ الْكِتَابِ اے اہلِ کتاب تَعَالَوْا آؤ إِلَى كَلَمَةٍ ایسی بات کی طرف سَوَاءٍ جو برابر ہے بَيْنَنَا ہمارے درمیان وَبَيْنَكُمْ اور تمہارے درمیان أَلَّا نَعْبُدَ یہ کہ نہ ہم عبادت کریں إِلَّا اللّٰهَ مگر اللہ ہی کی وَلَا نُشْرِكَ اور نہ ہم شریک ٹھہرائیں بِهِ اس کے ساتھ شَيْئاً کسی چیز کو وَلَا يَتَّخِذَ اور نہ بنائیں بَعْضُنَا ہمارا بعض بَعْضاً بعض کو أَرْبَاباً رب مِّن دُونِ اللّٰهِ اللہ کے سوا فَإِن پھر اگر تَوَلَّوْا وہ روگردانی کریں فَقُولُوا تو تم کہہ دو اشْهَدُوا گواہ رہو بِأَنَّا (اس بات کے) کہ بیشک ہم (تو) مُسْلِمُونَ (اللہ) کے فرماں بردار ہیں

ترجمہ: (مسلمانو! یہود و نصاریٰ سے) کہہ دو کہ ''اے اہلِ کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آ جاؤ جو ہم تم میں مشترک ہو، (اور وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کو چھوڑ کر ہم ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں۔'' پھر بھی اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو ''گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں۔''

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ کہہ دو کہ اے اہلِ کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آ جاؤ جو ہم تم میں مشترک ہو۔

۲۔ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔

۳۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

۴۔اللہ کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں۔

۵۔پھر بھی اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اس بات کا حکم دیا کہ آپ اہلِ کتاب یعنی یہود ونصاریٰ سے یہ بات کہہ دیجئے کہ اے اہلِ کتاب! تم ایک ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہم تم میں مشترک ہو اور وہ یہ ہے کہ ہم سب اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کو چھوڑ کر ہم ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں،

اس آیت نے ہمیں دعوت وتبلیغ کا ایک اہم اصول اور ضابطہ بتلایا ہے وہ اصول اور ضابطہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی جماعت کو دعوت دینے کا ارادہ رکھتا ہو جو عقائد ونظریات میں اس سے الگ ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس جماعت کو پہلے مرحلہ میں صرف اسی چیز پر جمع ہونے کی دعوت دی جائے جس پر دونوں کا اتفاق ہوسکتا ہے مثلاً مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ بھی توحید ہے اور اہلِ کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کا بنیادی عقیدہ بھی توحید ہی ہے یہ اور بات ہے کہ یہودیوں نے اپنی طرف سے حضرت عزیز علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا کر توحید میں رخنہ ڈال دیا اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا بنا کر توحید میں بگاڑ پیدا کرلیا ،حالانکہ یہود ونصاریٰ کی اصل اور بنیادی تعلیم توحید ہے اس میں شرک نہیں تھا، ہاں! مسلمانوں اور یہود ونصاریٰ کے نظریات الگ الگ ہیں ایسی صورت میں قرآنی تعلیمات یہ ہیں کہ ہم ایسی مخالف جماعت کو اس عقیدہ کی پہلے دعوت دیں جن میں دونوں مشترک ہیں اس کی ایک مثال ہمیں رسولِ رحمت ﷺ کے اس عمل سے ملتی ہے۔آپ ﷺ نے جب روم کے بادشاہ ہرقل کو اسلام کی دعوت دی تو ایسے مسئلہ کی طرف دعوت دی جس پر دونوں کا اتفاق تھا یعنی اللہ کی وحدانیت پر۔

حضور ﷺ نے ہرقل بادشاہ کو جو دعوت نامہ بھیجا تھا اس کا مضمون اس طرح ہے: **بِسْـمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُـحَـمَّدٍ عَبْدِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّىْ اَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِـمْ تَسْـلَـمْ يُـؤْتِكَ الـلّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَاِنَّ عَلَيْكَ اِثْمَ الْيَرِيْسِيِّيْنَ يَا اَهْلَ الْكِتٰبِ تَـعَـالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّـنْ دُوْنِ الـلّٰـــهِ** ۔(بخاری) میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے یہ خط محمد اللہ کے بندے اور اسکے رسول کی جانب سے روم کے بادشاہ ہرقل کی جانب ہے سلامتی ہو اس شخص کے لئے جو راہِ ہدایت کی پیروی کرے بعد اسکے میں تجھے اسلام کے بلاوے کی طرف دعوت دیتا ہوں اسلام لا تو سلامت رہے گا اور اللہ تعالیٰ تجھ کو دوہرا اجر دے گا اور اگر تو اعراض کرے گا تو تجھ پر ان سب کسانوں کا وبال ہوگا جو تیری رعایا ہیں اے اہلِ کتاب! ایک ایسی بات پر آکر جمع ہوجاؤ جو ہم اور تم دونوں میں برابر ہے یہ کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اسکے ساتھ شریک کریں اور نہ ہم اللہ کو چھوڑ کر آپس میں اپنوں کو رب بنائیں۔

دوسری بات یہ کہی گئی کہ **فَاِنْ تَـوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ** اگر وہ روگردانی کریں تو صاف طور پر یہ بات کہدو کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں اس جملہ نے یہ اصول بھی بتلادیا کہ واضح دلائل ہونے کے باوجود اگر کوئی شخص یا

جماعت حق بات کوتسلیم نہ کرے تو اتمام حجت کے طور پر یہ بات کہہ دو کہ تم اس بات کے گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں یعنی ہم فرمانبردار ہیں اسکے بعد فریقِ مخالف سے مزید بحث اور تکرار کی قطعاً حاجت نہیں ہے۔

درس نمبر(۲۶۳) تم ابراہیم کے بارے میں کیوں بحث کرتے ہو؟ آلِ عمران:۶۵۔۶۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَـا أَهْـلَ الْـكِتَـابِ لِمَ تُـحَآجُّونَ فِيْ إِبْرَاهِيْمَ وَمَا أُنْزِلَتِ التَّورَاةُ وَالإِنْجِيْلُ إِلاَّ مِن بَعْدِهِ أَفَلاَ تَعْقِلُونَ O هَـاأَنْتُـمْ هَـؤُلاَءِ حَـاجَـجْتُـمْ فِيْمَا لَكُم بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّونَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ O مـاَ كَـانَ إِبْرَاهِيْمُ يَهُودِيّاً وَلاَ نَصْرَانِيّاً وَلَكِنْ كَانَ حَنِيْفاً مُّسْلِماً وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ O إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوهُ وَهَـذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ آمَنُواْ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَـا أَهْلَ الْكِتَابِ اے اہل کتاب لِمَ کیوں تُـحَآجُّون تم جھگڑتے ہو فِـيْ إِبْرَاهِيْمَ ابراہیم کے بارے میں وَمَا حالانکہ نہیں أُنْزِلَتِ نازل کی گئی ہے التَّورَاةُ تورات وَالإِنجِيْلُ اورانجیل إِلاَّ مِن بَعْدِهِ مگراس کے بعد أَفَلاَ کیا پھرنہیں تَـعْـقِلُونَ تم عقل رکھتے O هـاأَنْتُـمْ هؤُلَاءِ سنو! تم وہی لوگ تو ہو حَـاجَـجْتُمْ (کہ) تم نے جھگڑا کیا فِيْـمَا اس بات میں لَـكُم بِهِ جس کا تمہیں عِلْمٌ کچھ علم تھا فَلِمَ (تو) اب کیوں تُـحَآجُّونَ تم جھگڑتے ہو فِيْمَا اس چیز کی بابت لَيْسَ (کہ) نہیں ہے لَكُم بِهِ تمہیں اس (چیز) کا عِلْمٌ کوئی علم وَاللّٰهُ اوراللہ يَعْلَمُ جانتا ہے وَأَنْتُمْ اورتم لاَ تَعْلَمُونَ نہیں جانتے O مَاكَانَ إِبْرَاهِيْمُ نہیں تھے ابراہیم يَهُودِيّاً یہودی وَلاَ نَصْرَانِيّاً اور نہ نصرانی وَلَـكِـن كَانَ اورلیکن تھے وہ حَـنِيْـفاً حق کے پرستار مُّسْـلِماً مسلمان وَمَـا كَـانَ اورنہیں تھے وہ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مشرکین میں سے O إِنَّ بیشک أَوْلَى قریب تر النَّاسِ تمام لوگوں میں سے بِإِبْرَاهِيْمَ ابراہیم کے لَلَّذِيْنَ البتہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اتَّبَعُوهُ ان کا اتباع کیا وَهَـذَا اور یہ الـنَّبِـيُّ نبی وَالَّذِيْنَ اوروہ لوگ جو آمَنُواْ ایمان لائے وَاللّٰهُ اوراللہ وَلِيُّ دوست ہے الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کا

ترجمہ: اے اہل کتاب! تم ابراہیم کے بارے میں کیوں بحث کرتے ہو حالانکہ تورات اور انجیل ان کے بعد ہی تو نازل ہوئی کیا تمہیں اتنی بھی سمجھ نہیں ہے؟ O دیکھو! یہ تم ہی تو ہو جنہوں نے ان معاملات میں اپنی سی بحث کر لی ہے جن کا تمہیں کچھ نہ کچھ علم تھا۔ ان معاملات میں کیوں بحث کرتے ہو جن کا تمہیں سرے سے کوئی علم ہی نہیں ہے؟ اللہ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے O ابراہیم نہ یہودی تھے، نہ نصرانی، بلکہ وہ تو سیدھے سیدھے مسلمان تھے اور شرک کرنے والوں میں کبھی شامل نہیں ہوئے O ابراہیم کے سب سے زیادہ حق دار وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی نیز یہ نبی (آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم) اور وہ لوگ ہیں جو (ان پر) ایمان لائے ہیں۔ اور اللہ مؤمنوں کا کارساز ہے

تشریح: ان چار آیتوں میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

ا۔اے اہلِ کتاب! تم ابراہیم کے بارے میں کیوں بحث کرتے ہو؟ حالانکہ تورات اور انجیل ان کے بعد ہی تو نازل ہوئی تھیں۔
۲۔کیا تمہیں اتنی بھی سمجھ نہیں ہے۔
۳۔دیکھو! یہ تم ہی تو ہو جنہوں نے ان معاملات میں اپنی سی بحث کر لی ہے جن کا تمہیں کچھ نہ کچھ علم ہے۔
۴۔اب ان معاملات میں کیوں بحث کرتے ہو جن کا تمہیں سرے سے کوئی علم ہی نہیں ہے۔
۵۔اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔
۶۔ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ وہ تو سیدھے سیدھے مسلمان تھے۔
۷۔شرک کرنے والوں میں کبھی شامل نہ ہوئے۔
۸۔حضرت ابراہیم کے ساتھ تعلق کے سب سے زیادہ حقدار وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی۔
۹۔نیز یہ نبی آخرالزماں ﷺ اور وہ لوگ ہیں جو ان پر ایمان لائے ہیں۔
۱۰۔اللہ مومنوں کا کارساز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کو ڈانٹ پلائی ہے کہ تم حضرت ابراہیم کے یہودی یا نصرانی ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے کیوں حجت بازی کر رہے ہو؟ جبکہ تاریخی اعتبار سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے بہت پہلے کا زمانہ ہے۔ یہودی یہ کہہ رہے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے اور نصاریٰ یہ کہہ رہے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نصرانی تھے۔ ان نامعقول بے وقوفوں کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ میں نہ تورات کا نزول ہوا تھا اور نہ انجیل اتری تھی اس کا واضح مطلب یہ کہ تورات سے متعلقہ یہودیت بھی نہیں تھی اور انجیل سے متعلقہ نصرانیت بھی نہیں تھی، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں یہ دونوں مذاہب تھے ہی نہیں تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہودی یا نصرانی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ اس بات کو بتلانے کے بعد کہہ رہے ہیں کہ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ کیا تم عقل نہیں رکھتے کہ اس قدر بے عقلی کی باتیں کر کے تم خود اپنی ہی عقل کا مذاق اڑا رہے ہو؟

اگر تم دین کے ان امور کے بارے میں بحث کرتے جو تمہارے پاس ہیں تو ظاہر ہے کہ اس بات کو عقل تسلیم کرتی مثلاً تورات اور انجیل اور اس سے متعلق جس کے بارے میں تم کو تھوڑا بہت علم ہے اس بارے میں اگر تم بحث کرتے تو یہ کوئی اچھنبے کی بات نہ ہوتی تم تو ایسی چیز کے بارے میں بحث کر رہے ہو جس کا تم کو کسی بھی قسم کا قطعاً علم ہی نہیں نہ تم نے ابراہیمؑ کو دیکھا نہ تم ان کے زمانہ میں تھے پھر کیوں تم اس بارے میں بحث و مباحثہ اور حجت بازی کر رہے ہو؟ یہ بات یاد رکھو کہ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَأَنتُمۡ لَا تَعۡلَمُونَ اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ حقیقتوں سے باخبر ہے تم کو اس کا علم نہیں ہے۔

اے اہلِ کتاب تم حضرت ابراہیمؑ کے یہودی یا نصرانی ہونے کے بارے میں جو دعویٰ اور بحث و مباحثہ کر رہے

ہو حقیقت سن لو کہ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيّاً وَلَا نَصْرَانِيّاً کہ حضرت ابراہیمؑ نہ یہودی تھے اور نہ ہی نصرانی تھے فیصلہ کن حقیقت یہ ہے کہ وَلَـكِـنْ كَانَ حَنِيفاً مُّسْلِماً بلکہ وہ تو سیدھے سیدھے مسلمان تھے۔ اے یہودیو! اور نصرانیو! تم نے تو حضرت عزیرؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دے کر شرک کا پہلو اختیار کیا مگر ہمارے خلیل ابراہیم کی شان تو یہ ہے کہ انہوں نے کبھی شرک کو اختیار نہیں کیا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وہ شرک کرنے والوں میں کبھی شامل نہیں ہوئے۔ تم جو یہ بے بنیاد دعویٰ کر رہے ہو کہ حضرت ابراہیمؑ یہودی تھے یا نصرانی تھے اور اس دعویٰ کی بنیاد پر تم اپنے آپ کو حضرت ابراہیمؑ سے منسوب کرنے کی کوشش میں ہو یاد رکھو کہ حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ تعلق کے سب سے زیادہ حقدار تو وہ لوگ ہیں جنہوں ان کی پیروی کی اور یہ نبی بھی ہیں یعنی رسولِ رحمت ﷺ اور وہ لوگ ہیں جو ان پر ایمان لائے ہیں اور یہ بات یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا کارساز ہے، معلوم یہ ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ زیادہ خصوصیت رکھنے والے سارے لوگوں میں وہ لوگ ہیں جو ان کے زمانہ میں تھے اور وہ ان کی اتباع کرتے تھے اسکے بعد حضور ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کے وہ افراد ہیں جو آپ ﷺ سے زیادہ قریب ہیں انصار اور مہاجرین وغیرہ۔

درس نمبر (۲۶۴) اہلِ کتاب کا ایک گروہ کیا چاہتا ہے؟ آلِ عمران: ۶۹۔۷۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَدَّت طَّآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّونَكُمْ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ○ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَدَّت چاہتا ہے طَّـآئِفَةٌ ایک گروہ مِّـنْ أَهْـلِ الْـكِتَـابِ اہلِ کتاب میں سے لَوْ کاش کہ يُـضِـلُّـونَكُمْ وہ تمہیں گمراہ کردے وَمَـا يُـضِلُّونَ اور نہیں وہ گمراہ کرتے إِلَّآ مگر أَنفُسَهُمْ اپنے آپ ہی کو وَمَـا يَشْعُرُونَ اور وہ شعور نہیں رکھتے ○ يَـا أَهْلَ الْكِتَابِ اے اہلِ کتاب! لِمَ تَكْفُرُونَ کیوں تم کفر کرتے ہو بِآيَاتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتوں کے ساتھ وَأَنْتُمْ حالانکہ تم تَشْهَدُونَ (ان کی سچائی کی) گواہی دیتے ہو

ترجمہ: مسلمانو! اہل کتاب کا ایک گروہ یہ چاہتا ہے کہ تم لوگوں کو گمراہ کردے، حالانکہ وہ اپنے سوا کسی اور کو گمراہ نہیں کررہے ہیں، اگرچہ انہیں اس کا احساس ہے ○ اے اہل کتاب! اللہ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ تم خود (ان کے من جانب اللہ ہونے کے) گواہ ہو؟۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اہلِ کتاب کا ایک گروہ یہ چاہتا ہے کہ تم لوگوں کو گمراہ کردے۔

۲۔ حالانکہ وہ اپنے سوا کسی اور کو گمراہ نہیں کررہے ہیں۔

۳۔ اگرچہ انہیں اس کا احساس نہیں ہے۔

۴۔اے اہلِ کتاب!اللہ کی آیتوں کا کیوں انکار کررہے ہو؟ حالانکہ تم خود ان کے من جانب اللہ ہونے کے گواہ ہو۔

اللہ تعالیٰ یہاں مسلمانوں کو یہ بتارہے ہیں کہ اہلِ کتاب کا ایک گروہ ایسا ہے جو تمہارے خلاف سازش میں مشغول ہے کہ وہ تم کو گمراہ کرے اس گروہ کی خواہش یہ ہے کہ تم گمراہ ہو جاؤ یعنی ان اہلِ کتاب کے اس گروہ کے دل میں تمہارے بارے میں حسد ہے اس لئے وہ تمہیں گمراہ کرنے کی تدبیریں کررہے ہیں حالانکہ انہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ ان کی اس سازش کا وبال خود ان کی جانوں پر ہے مسئلہ یہ ہے کہ اس بات کا انہیں بالکل شعور نہیں ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۹ میں بھی یہودیوں کی اس برائی کی نشاندہی کی گئی ہے کہ **وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّاراً حَسَداً مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فَاعْفُواْ وَاصْفَحُواْ حَتَّى يَأْتِيَ اللّهُ بِأَمْرِهِ إِنَّ اللّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ** بہت سے اہلِ کتاب اپنے دلوں کے حسد کی بناء پر یہ چاہتے ہیں کہ تمہارے ایمان لانے کے بعد تمہیں پلٹا کر پھر کافر بنادیں باوجود یہ کہ حق ان پر واضح ہو چکا ہے چنانچہ تم معاف کرو اور درگزر سے کام لو یہاں تک کہ اللہ خود اپنا فیصلہ بھیج دے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔اللہ تعالیٰ نے یہاں اہلِ کتاب سے خطاب کرتے ہوئے یہ مواخذہ کیا کہ تم اللہ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو؟ حالانکہ تم خود ان آیتوں کے اللہ کی جانب سے ہونے کے بارے میں گواہ ہو۔تم اپنی زبان سے اس بات کا اقرار کرتے ہو کہ یہ آیتیں حق ہیں اسکے باوجود تم کیوں اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہو؟

ان دو آیتوں سے یہ سبق ملتا ہے کہ مومنوں اور مسلمانوں کو اپنے دین وایمان کی حفاظت کے سلسلہ میں چوکنا اور باخبر رہنا چاہیے ہر دور میں مسلمانوں کے دین کو کھوکھلا کرنے اور مسلمانوں کو انکے دین سے برگشتہ کرنے کی سازشیں ہوتی رہی ہیں۔یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم خود بھی ان سازشوں سے باخبر اور چوکنار ہیں اور عامۃ المسلمین کو بھی اس سے باخبر رکھیں۔

ہمارے ملک بھارت کے مسلمان بھی ہر وقت چوکنار ہیں۔مختلف پہلوؤں سے،مختلف طریقوں سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا سلسلہ جاری ہے۔ان سازشوں کی تہہ تک پہنچنے کے لئے ہمیں تاریخ کا بھی مطالعہ کرنا ہوگا اور موجودہ سازشوں کی اصل حقیقت سے بھی باخبر ہونا ہوگا اور اصل دشمن کون ہے جو اندرونی طور پر اسلام اور مسلمانوں کو مغلوب کرنے پر تلا ہوا ہے اس کو معلوم کرنا ہوگا؟ پھر اس کے بعد دشمن کی سرکوبی کیلئے لائحۂ عمل تیار کرنا ہوگا۔

درس نمبر (۲۶۵) حق کو کیوں چھپاتے ہو؟ آلِ عمران:۷۱۔۷۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيم

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ O وَقَالَت طَّآئِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُواْ بِالَّذِيَ أُنزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُواْ وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُواْ آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: **يَا أَهْلَ الْكِتَابِ** اے اہلِ کتاب! **لِمَ تَلْبِسُونَ** کیوں تم خلط ملط کرتے ہو **الْحَقَّ** حق کو **بِالْبَاطِلِ**

باطل کے ساتھ وَتَكْتُمُونَ اورتم چھپاتے ہو الْحَقَّ حق کو وَأَنْتُمْ حالانکہ تم تَعْلَمُونَ جانتے ہو O وَقَالَت اور کہا طَّآئِفَةٌ ایک گروہ نے مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ اہل کتاب میں سے (اپنے لوگوں کو) آمِنُوا ایمان لاؤ بِالَّذِیَ ساتھ اس چیز کے جو أُنزِلَ نازل کی گئی عَلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں پر جو آمَنُوا ایمان لائے وَجْهَ النَّهَارِ شروع دن میں وَاكْفُرُوا اور انکار کردو آخِرَهُ اس (دن) کے آخری حصہ میں لَعَلَّهُمْ شاید کہ وہ (مسلمان بھی) يَرْجِعُونَ پھر جائیں

ترجمہ: اے اہل کتاب! تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں گڈ مڈ کرتے ہو اور کیوں جان بوجھ کر حق بات کو چھپاتے ہو؟ O اہل کتاب کے ایک گروہ نے (ایک دوسرے سے) کہا ہے کہ: ''جو کلام مسلمانوں پر نازل کیا گیا ہے، اس پر دن کے شروع میں تو ایمان لے آؤ اور دن کے آخری حصہ میں اس سے انکار کردینا، شاید اس طرح مسلمان (بھی اپنے دین سے) پھر جائیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ اے اہلِ کتاب! تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں گڈ مڈ کرتے ہو؟

۲۔ کیوں جان بوجھ کر حق بات کو چھپاتے ہو؟

۳۔ اہلِ کتاب کے ایک گروہ نے ایک دوسرے سے کہا ہے کہ جو کلام مسلمانوں پر نازل کیا گیا ہے اس پر دن کے شروع میں تو ایمان لے آؤ اور دن کے آخری حصہ میں اس سے انکار کردینا۔

۴۔ شاید اس طرح مسلمان بھی اپنے دین سے پھر جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب سے ان کے اس جرم کے سلسلہ میں مواخذہ کیا ہے کہ اے اہلِ کتاب! تم کیوں حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کرتے ہو ' سوال یہ ہے کہ یہاں حق کو باطل کے ساتھ مخلوط کرنے سے مراد کیا ہے؟ حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ اہلِ کتاب نے تورات اور انجیل میں جو تحریف کی تھی اسی تحریف کو تلبیس سے تعبیر کیا گیا ہے حضرت ابن عباسؓ نے اس سے یہ مراد لیا ہے کہ اہلِ کتاب زبان سے اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرتے تھے جبکہ انکے دلوں میں کفر چھپا ہوا ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب سے ان کے دوسرے جرم پر بھی مواخذہ کیا ہے ان کا جرم یہ ہے کہ وہ حق بات کو چھپاتے تھے حالانکہ انہیں حق بات پوری طرح معلوم تھی' اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب سے مواخذہ کیا کہ تم کیوں حق بات کو چھپاتے ہو جبکہ تمہیں اس کا علم ہے؟ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۵ میں بھی اہلِ کتاب کے اس جرم کی جانب انہیں متوجہ کیا گیا ہے يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَ كُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيراً مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ اے اہل کتاب! تمہارے پاس یہ رسول آئے ہیں کتاب میں سے جن امور کو تم چھپاتے ہو ان میں سے بہت سی باتوں کو تمہارے سامنے کھول دیتے ہیں۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ حق بات کو چھپانا اللہ کی لعنت کا مستحق بنا دیتا ہے۔ چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۹ میں یہ بات واضح کردی گئی کہ إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِيُ الْكِتَابِ أُولَئِكَ يَلعَنُهُمُ اللّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ جو لوگ چھپاتے ہیں ان مضامین کو جن کو ہم نے نازل کیا ہے جو کہ واضح ہیں اور ہادی ہیں بعد اس کے کہ ہم ان کو کتاب میں عام لوگوں میں ظاہر

کر چکے ہوں ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ بھی لعنت کرتے ہیں اور لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔

یہودیوں کی یہ منافقانہ چال تھی اور انکی مکاری اور چالبازی یہ تھی کہ ان کی ایک جماعت نے آپس میں ایک دوسرے کو مشورہ دیا کہ صبح صبح جب دن شروع ہو تو تم مسلمانوں کے پاس جاؤ اور ان کے سامنے یوں کہو کہ ہم مسلمان ہیں ہم نے تمہارا دین قبول کرلیا دن بھر اسی طرح گزار دو اور جب شام کا وقت ہو جائے تو کفر اختیار کرلو تا کہ مسلمان اپنے دین سے واپس ہو جائیں۔ یہودیوں کی ایک جماعت اپنی اس چالبازی سے مسلمانوں کو انکے دینِ حق سے پھیرنا چاہتی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ پول کھول دیا اور مسلمانوں کو اس چالبازی سے باخبر کر دیا۔

درس نمبر (۲۶۶) **ہدایت تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے** آلِ عمران: ۷۳۔۷۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تُؤْمِنُوٓا۟ إِلَّا لِمَن تَبِعَ دِينَكُمْ قُلْ إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَى اللّٰهِ أَن يُؤْتَىٰٓ أَحَدٌ مِّثْلَ مَآ أُوتِيتُمْ أَوْ يُحَآجُّوكُمْ عِندَ رَبِّكُمْ قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ○ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَا تُؤْمِنُوٓا اور نہ تم یقین کرو إِلَّا لِمَن مگر اس کا جو تَبِعَ پیروکار رہے دِينَكُمْ تمہارے دین کا قُلْ کہہ دیجئے إِنَّ بلاشبہ الْهُدَىٰ ہدایت هُدَى اللّٰهِ اللہ ہی کی ہدایت ہے أَن کہ يُؤْتَىٰٓ دیا جائے أَحَدٌ مِّثْلَ کوئی مثل مَآ اس کے جو أُوتِيتُمْ تم دئے گئے أَوْ یا (یہ کہ) يُحَآجُّوكُمْ وہ جھگڑیں گے تم سے عِندَ رَبِّكُمْ تمہارے رب کے پاس قُلْ کہہ دیجئے! إِنَّ بیشک الْفَضْلَ فضل بِيَدِ اللّٰهِ اللہ کے ہاتھ میں ہے يُؤْتِيهِ وہ دیتا ہے یہ (فضل) مَن جس کو يَشَآءُ وہ چاہتا ہے وَاللّٰهُ اور اللہ وَاسِعٌ وسعت والا ہے عَلِيمٌ جاننے والا ہے ○ يَخْتَصُّ وہ خاص کرتا ہے بِرَحْمَتِهِ اپنی رحمت کے ساتھ مَن يَشَآءُ جس کو وہ چاہتا ہے وَاللّٰهُ اور اللہ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ صاحبِ فضل عظیم ہے

ترجمہ: ان لوگوں کے سوا جو تمہارے دین کے متبع ہیں کسی کی نہ ماننا۔'' آپ کہہ دیجئے کہ ہدایت تو وہی ہدایت ہے جو اللہ کی دی ہوئی ہو۔ یہ ساری باتیں تم اس ضد میں کر رہے ہو کہ کسی کو اس جیسی چیز (یعنی نبوت اور آسمانی کتاب) کیوں مل گئی جیسی کبھی تمہیں دی گئی تھی یا یہ (مسلمان) تمہارے رب کے آگے تم پر غالب کیوں آگئے!'' آپ کہہ دیجئے کہ فضیلت تمام تر اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے، اور اللہ بڑی وسعت والا ہے، ہر چیز کا علم رکھتا ہے ○ وہ اپنی رحمت کے لئے جس کو چاہتا ہے خاص طور پر منتخب کر لیتا ہے، اور اللہ فضل عظیم کا مالک ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تین باتیں بیان کی ہیں۔

۱۔ دل سے ان لوگوں کے سوا کسی کی نہ ماننا جو تمہارے دین کے متبع ہیں۔

۲۔ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ ہدایت تو وہی ہدایت ہے جو اللہ کی دی ہوئی ہے۔

۳۔ یہ ساری باتیں تم اس ضد میں کر رہے ہو کہ کسی کو اس جیسی چیز یعنی نبوت اور آسمانی کتاب کیوں مل گئی جیسی کبھی تمہیں دی گئی تھی؟

۴۔ یا یہ مسلمان تمہارے رب کے آگے تم پر غالب کیوں آ گئے؟

۵۔ آپ کہہ دیجئے کہ فضیلت تمام تر اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو وہ چاہتا ہے دے دیتا ہے۔

۶۔ اللہ بڑی وسعت والا ہے ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

۷۔ وہ اپنی رحمت کے لئے جس کو چاہتا ہے خاص طور پر منتخب کر لیتا ہے۔

۸۔ اللہ فضلِ عظیم کا مالک ہے۔

اس آیت کے پہلے حصہ کی تفسیر دو طرح کی گئی ہے پہلی تفسیر یہ کہ یہودیوں کی ایک اور مکاری بتلائی گئی ہے کہ یہ یہودی آپس میں یوں کہا کرتے تھے کہ تمہارا جو دین یہودیت ہے اس دین پر مضبوطی کے ساتھ جمنے کا اقرار ان ہی لوگوں کے سامنے کرنا جو تمہارے دین کے تابع ہیں یعنی اپنا اندرونی عقیدہ اپنے ہی لوگوں کے سامنے بیان کرنا اور مسلمانوں کو دینِ اسلام سے پھیرنے کے لئے اوپر اوپر سے یہ کہہ دینا کہ ہم نے تمہارا دین قبول کر لیا اندر سے اپنے عقیدہ پر قائم رہنا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہودی آپس میں یہ کہا کرتے تھے کہ تم صرف اسی شخص پر ایمان لاؤ جو تمہارے دین کی موافقت کرتا ہو۔

قُلْ إِنَّ الْهُدَى هُدَى اللّٰهِ کہ ہدایت تو وہی ہدایت ہے جو اللہ کی دی ہوئی ہے اے یہودیو! یہ ساری باتیں جو تم کہہ رہے ہو محض اسی ضد میں کہہ رہے ہو کہ مسلمانوں کو تورات اور انجیل کی طرح آسمانی کتاب قرآن مجید کیسے مل گئی؟ یا یہ کہ یہ مسلمان تمہارے رب کے آگے تم پر کیسے غالب آ گئے؟

مسلمانوں کے ساتھ یہودیوں کا اس بات پر حسد کرنا کہ انہیں کیسے آسمانی کتاب مل گئی اور یہ کیسے غالب آ گئے؟ اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا **قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ** پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ بیشک فضل تو اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہے دے اللہ تعالیٰ تو بڑی وسعت والے بھی ہیں اور بڑے علم والے بھی ہیں، وہ اللہ کا اختیار ہے کہ وہ اپنے اختیار سے جس کو چاہے مخصوص کر لے اللہ تعالیٰ نے اگر اپنی آخری کتاب دینے کیلئے اور اپنے آخری رسول کو بھیجنے کے لئے اس آخری امت کا اور مسلمانوں کا انتخاب کیا ہے تو یہ اس کا فضل وکرم اور احسان ہے اور اللہ تعالیٰ تو بڑے فضل والے ہیں۔ وہ کون ہے جو اس کے ارادہ کو روک سکے اور اس کے منصوبوں میں رکاوٹ پیدا کر سکے؟

درس نمبر (۲۶۷) اہلِ کتاب کے امانتدار اور خائن آلِ عمران: ۷۵۔۷۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِقِنطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ وَمِنْهُم مَّنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِدِينَارٍ لَّا يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِماً ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّيْنَ سَبِيْلٌ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ بَلَى مَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ وَاتَّقَى فَإِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ اور بعض اہل کتاب میں سے مَنْ إِنْ وہ ہیں کہ اگر تَأْمَنْهُ آپ امانت رکھیں ان کے پاس بِقِنطَارٍ ایک ڈھیر (سونے چاندی کا) يُؤَدِّهِ وہ ادا کریں گے إِلَيْكَ آپ کو وَمِنْهُم اور بعض ان میں مَّنْ إِن وہ ہیں کہ اگر تَأْمَنْهُ آپ امانت رکھیں ان کے پاس بِدِينَارٍ ایک دینار لَّا يُؤَدِّهِ (تو) نہیں وہ ادا کریں گے إِلَيْكَ آپ کو إِلَّا مگر (یہ کہ) مَادُمْتَ آپ مسلسل رہیں عَلَيْهِ ان (کے سر) پر قَآئِماً کھڑے ذَٰلِكَ یہ بِأَنَّهُمْ بسبب اسکے کہ بیشک قَالُواْ انہوں نے کہا لَيْسَ نہیں عَلَيْنَا ہم پر فِي الْأُمِّيِّينَ امیوں (عربوں) کے بارے میں سَبِيلٌ کوئی گناہ وَيَقُولُونَ اور وہ کہتے ہیں عَلَى اللّهِ اللہ پر الْكَذِبَ جھوٹ وَهُمْ اور وہ يَعْلَمُونَ جانتے ہیںO بَلَى کیوں نہیں مَنْ جو شخص أَوْفَى پورا کرے بِعَهْدِهِ اپنا عہد وَاتَّقَى اور (اللہ سے) ڈرے فَإِنَّ اللّهَ تو بلاشبہ اللہ يُحِبُّ محبت کرتا ہے الْمُتَّقِينَ متقی لوگوں سے

ترجمہ: اہل کتاب میں کچھ لوگ تو ایسے ہیں کہ اگر تم ان کے پاس دولت کا ایک ڈھیر بھی امانت کے طور پر رکھوا دو تو وہ تمہیں واپس کر دیں گے اور انہی میں سے کچھ ایسے ہیں کہ اگر ایک دینار کی امانت بھی ان کے پاس رکھواؤ تو وہ تمہیں واپس نہیں دیں گے، اِلا یہ کہ تم ان کے سر پر کھڑے رہو۔ ان کا یہ طرزِ عمل اس لئے ہے کہ انہوں نے یہ کہہ رکھا ہے کہ: "امیوں (یعنی: غیر یہودی عربوں) کے ساتھ معاملہ کرنے میں ہماری کوئی پکڑ نہیں ہوگی۔" (اس طرح) وہ اللہ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں ﴿۷۵﴾ کیوں نہیں! جو کوئی اپنا عہد پورا کرتا ہے اور تقوی اختیار کرتا ہے پس بیشک اللہ متقیوں کو پسند کرتا ہے ﴿۷۶﴾

تشریح : ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے چار باتیں بیان کی ہیں:

۱۔ اہلِ کتاب میں کچھ لوگ تو ایسے ہیں کہ اگر تم ان کے پاس دولت کا ایک ڈھیر بھی امانت کے طور پر رکھوا دو تو وہ تمہیں واپس کر دیں گے۔

۲۔ انہی میں سے کچھ ایسے ہیں کہ اگر ایک دینار کی امانت بھی ان کے پاس رکھواؤ تو وہ تمہیں نہیں دیں گے، الا یہ کہ تم ان کے سر پر کھڑے رہو۔

۳۔ ان کا یہ طرزِ عمل اس لئے ہے کہ انہوں نے یہ کہہ رکھا ہے کہ اُمیوں یعنی غیر یہودی عربوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرنے میں ہماری کوئی پکڑ نہیں ہوگی۔

۴۔ قاعدہ یہ ہے کہ جو اپنے عہد کو پورا کرے گا اور گناہ سے بچے گا تو اللہ ایسے پرہیز گاروں سے محبت کرتا ہے۔

اہلِ کتاب میں آپسی لین دین کے سلسلہ میں دو قسم کے لوگ تھے پہلی قسم اہلِ کتاب کی وہ تھی کہ ان میں امانت داری و دیانت داری کا اس قدر لحاظ تھا کہ اگر ان کے پاس ڈھیر سارا مال بھی رکھ دیں تو ان کی نیتوں میں فتور نہیں آتا تھا ان کی نیت نہیں بدلتی تھی وہ اس امانت کو مالکِ مال کے حوالہ کر دیا کرتے تھے یہ نیک قسم کے لوگ تھے جو شریف تھے اور انہی اہلِ کتاب میں سے بعض ایسے بدنیت اور بدبخت قسم کے افراد بھی تھے کہ اگر ان کے پاس ڈھیر سارا مال نہیں بلکہ ایک دینار بھی کوئی امانت

رکھدے تو وہ بھی اسکے مال کو نہیں دیتے تھے اس معاملہ میں خیانت کر بیٹھتے تھے' یہ وہ یہودی تھے جن کے دل میں مال کی محبت بیٹھی ہوئی تھی ، یہودیوں کے ایک عالم تھے حضرت عبداللہ بن سلام جو بعد میں اسلام میں داخل ہو گئے ان کی امانت داری اور شرافت کا یہ حال تھا کہ انکے پاس ایک شخص نے بارہ سو اوقیہ سونا امانت رکھ دیا تھا انہوں نے اس کو پوری امانتداری سے ادا کر دیا اور یہودیوں میں فخاص نامی ایک شخص تھا اس کے پاس ایک قریشی نے ایک دینار امانت رکھ دیا تو وہ خیانت کر بیٹھا۔

اہلِ کتاب کا وہ بدبخت طبقہ جو امانت کی ادائیگی میں خیانت کرتا تھا اس خیانت کے سلسلہ میں ان کا یہ حیلہ تھا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ لَيْسَ عَلَيْنَا فِيْ الْأُمِّيِّيْنَ سَبِيْلٌ اگر ہم ان پڑھ لوگوں کے ساتھ خیانت کریں گے تو ہم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے یعنی ان پڑھ قسم کے لوگوں کے ساتھ خیانت کو یہ جائز سمجھا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَيَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ یہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں آخر میں اللہ تعالیٰ نے وفاءِ عہد کو تقویٰ کی علامت قرار دیتے ہوئے یہ فیصلہ کن حقیقت بتلا دی کہ بَلَى مَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ وَاتَّقَى فَإِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتا ہے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتا ہے بس اللہ تعالیٰ تو ایسے متقی لوگوں کو پسند بھی کرتا ہے۔

درس نمبر (۲۶۸) وہ بدنصیب جنہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دیکھے گا نہیں آلِ عمران: ۷۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَناً قَلِيْلاً أُوْلَئِكَ لاَ خَلاَقَ لَهُمْ فِيْ الآخِرَةِ وَلاَ يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلاَ يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلاَ يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ بے شک الَّذِيْنَ جو لوگ يَشْتَرُوْنَ خریدتے ہیں بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض ثَمَناً قیمت قَلِيْلاً تھوڑی سی أُوْلَئِكَ یہ (وہ) لوگ ہیں (کہ) لَا خَلَاقَ نہیں ہے کوئی حصہ لَهُمْ ان کے لئے فِيْ الآخِرَةِ آخرت میں وَلَا يُكَلِّمُهُمْ اور نہ کلام کرے گا ان سے اللّٰهُ اللہ وَلَا يَنْظُرُ اور نہ دیکھے گا إِلَيْهِمْ ان کی طرف (نظر رحمت سے) يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن وَلَا يُزَكِّيْهِمْ اور نہ انہیں پاک کرے گا وَلَهُمْ اور ان کے لئے ہے عَذَابٌ أَلِيْمٌ دردناک عذاب

ترجمہ: جو لوگ اللہ سے کئے ہوئے عہد اور اپنی کھائی ہوئی قسموں کا سودا کرتے ہوئے تھوڑی سی قیمت حاصل کر لیتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا اور قیامت کے دن نہ اللہ ان سے محبت کرے گا، نہ انہیں دیکھے گا، نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کا حصہ تو بس عذاب ہوگا، انتہائی دردناک! ﴿۷۷﴾

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو لوگ اللہ سے کئے ہوئے عہد اور اپنی کھائی ہوئی قسموں کا سودا کر کے تھوڑی سی قیمت حاصل کر لیتے ہیں ان کا

آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔
۲۔قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے بات نہیں کرے گا۔
۳۔اور نہ ہی رعایت کی نظر سے انہیں دیکھے گا۔
۴۔ان کا حصہ تو بس عذاب ہوگا انتہائی دردناک۔

آپسی معاملات میں وعدہ بھی ہوتا ہے اور عہد و معاہدہ بھی ہوتا ہے دونوں میں بنیادی فرق یہ ہوتا ہے کہ وعدہ صرف ایک جانب سے ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص دوسرے سے کہتا ہے کہ میں فلاں تاریخ کو تمہیں تمہاری رقم لوٹا دوں گا یہ وعدہ کی مثال ہے اور عہد و معاہدہ فریقین میں سے ہر ایک کی جانب سے ہوتا ہے دونوں گروہ یا دونوں آدمی ایک معاہدہ کرتے ہیں جس پر قائم رہنے کی ذمہ داری دونوں پر ہوتی ہے، اور عہد ایک تو اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے جیسے کہ عالمِ ارواح میں اللہ تعالیٰ نے عہد لیا جس کو عہد اَلَسْتُ کہا جاتا ہے کہ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ قرآنِ مجید میں بنی اسرائیل سے عہد و پیمان کی بات بھی کہی گئی ہے وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ اور دوسرا عہد و پیمان لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے سے ہوتا ہے، عہد چاہے اللہ سے ہو یا اسکی مخلوق سے بہرصورت عہد کا پورا کرنا ضروری ہے۔

یہودیوں سے اللہ تعالیٰ کا یہ عہد تھا کہ وہ آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لائیں گے اس عہد کو یہودی علماء نے اپنی عوام سے چھپایا اور اس عہد کو بدل بھی دیا یہ یہودی علماء اپنی عوام سے اس معاملہ میں رشوت بھی لیتے تھے گویا وہ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے مقابلہ میں حقیر معاوضہ لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جرم پر پانچ وعیدیں بیان کیں:
۱۔پہلی وعید یہ کہ ان کے لئے جنت کی نعمتوں میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔
۲۔دوسری وعید یہ کہ اللہ تعالیٰ ان سے بات بھی نہیں کرے گا۔
۳۔تیسری وعید یہ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو رحمت کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔
۴۔چوتھی وعید یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ کو معاف نہیں کرے گا۔
۵۔پانچویں وعید یہ کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

درس نمبر (۲۶۹) اہلِ کتاب کا وہ گروہ جو تورات پڑھتے ہوئے زبان مروڑتا ہے آلِ عمران:۷۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقاً يَلْوُوْنَ أَلْسِنَتَهُم بِالْكِتَابِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتَابِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ يَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِنَّ اور بے شک مِنْهُمْ ان میں سے لَفَرِيْقاً البتہ ایک گروہ ایسا ہے يَلْوُوْنَ جو مروڑتے ہیں أَلْسِنَتَهُم اپنی زبانیں بِالْكِتَابِ کتاب (پڑھنے) کے ساتھ لِتَحْسَبُوْهُ تاکہ تم اسے سمجھو مِنَ الْكِتَابِ کتاب میں سے

وَمَاهُوَ حالانکہ وہ نہیں ہے مِنَ الْكِتَابِ کتاب میں سے وَيَقُولُونَ اور وہ کہتے ہیں (کہ) هُوَ مِنْ عِندِ اللّٰهِ وہ اللہ کی جانب سے ہے وَمَا حالانکہ وہ نہیں ہے هُوَ مِنْ عِندِ اللّٰهِ وہ اللہ کی جانب سے وَيَقُولُونَ اور وہ کہتے ہیں عَلَى اللّٰهِ اللہ پر الْكَذِبَ جھوٹ وَهُمْ جب کہ وہ يَعْلَمُونَ جانتے ہیں

ترجمہ: اور انہی میں سے ایک گروہ کے لوگ ایسے ہیں جو کتاب (یعنی توارت) پڑھتے وقت اپنی زبانوں کو مروڑتے ہیں تاکہ (ان کی مروڑ کر بنائی ہوئی) اس عبارت کو کتاب کا حصہ سمجھو، حالانکہ وہ کتاب کا حصہ نہیں ہوتی اور وہ کہتے ہیں کہ یہ (عبارت) اللہ کی طرف سے ہے، حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتی اور (اس طرح) وہ اللہ پر جانتے بوجھتے جھوٹ باندھے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔انہی میں سے ایک گروہ کے لوگ ایسے ہیں جو کتاب یعنی تورات پڑھتے وقت اپنی زبانوں کو مروڑتے ہیں۔

۲۔تاکہ تم اس عبارت کو کتاب کا حصہ سمجھو حالانکہ وہ کتاب کا حصہ نہیں ہوتی۔

۳۔وہ کہتے ہیں کہ یہ عبارت اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتی۔

۴۔وہ اللہ پر جانتے بوجھتے جھوٹ باندھتے ہیں۔

اس آیت میں یہودیوں کی ایک شرارت کا بیان ہے یہودی تورات شریف کے احکامات کو توڑ موڑ کر لوگوں کے سامنے اس انداز میں پیش کرتے تھے کہ لوگوں کو یہ محسوس ہو کہ یہ کتاب ہی کی بات کہہ رہے ہیں، یہودیوں نے رسولِ رحمت ﷺ کی ان صفتوں کو جو تورات میں بیان کی گئی تھیں بدل دیا زنا جیسے بدترین جرم کی جو سزا رجم کے نام پر تھی اس کو لوگوں کی نظروں سے غائب کردیا یہ یہودی اس انداز سے زبان موڑ کر بات کرتے تھے کہ سامنے والا یہ سمجھے کہ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں یہ اللہ کی کتاب میں ہے حالانکہ وہ ان کی اپنی طرف سے بنائی ہوئی بات ہوتی تھی، اور جب خود ہی تراش کر اپنی طرف سے بات کرتے تھے تو اس بات کو مضبوط بنانے کے لئے کہتے تھے کہ هُوَ مِنْ عِندِ اللّٰهِ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اللہ تعالیٰ ان کے اس قول کی تردید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وَمَا هُوَ مِنْ عِندِ اللّٰهِ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ يَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ وہ اللہ پر جانتے بوجھتے جھوٹ باندھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹی بات منسوب کرتے ہیں، یہ یہودی ایسے بدبخت قسم کے لوگ ہیں کہ اپنے مفاد کی خاطر پوری قوم کو دھوکہ دیتے ہیں۔

آسمانی کتابیں اللہ تعالیٰ کی امانت ہوتی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا کیا ہو انکی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ قوم تک اس کو پوری امانت داری کے ساتھ پہنچائیں اور اس میں ترمیم، تحریف اور تبدیل والا جرم ہرگز نہ کریں آدمی کے بدبخت ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ اللہ کی کتاب کو مذاق کا ذریعہ بنادے۔

درس نمبر(۲۷۰) **اللہ والے بن جاؤ** آلِ عمران:۷۹۔۸۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّي مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ O وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُّسْلِمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَا كَانَ نہیں ہے لائق لِبَشَرٍ کسی بشر کیلئے أَنْ (یہ) کہ يُؤْتِيَهُ دے اسے اللّٰهُ اللہ الْكِتَابَ کتاب وَالْحُكْمَ اور حکم وَالنُّبُوَّةَ اور نبوت ثُمَّ يَقُولَ پھر وہ کہے گا لِلنَّاسِ لوگوں سے كُونُوا تم ہو جاؤ عِبَادًا بندے لِّي میرے مِنْ دُونِ اللّٰهِ اللہ کو چھوڑ کر وَلٰكِنْ اور لیکن كُونُوا (وہ کہے گا) تم ہو جاؤ رَبَّانِيِّينَ رب والے بِمَا بوجہ اس کے کہ كُنْتُمْ ہو تم تُعَلِّمُونَ تعلیم دیتے الْكِتَابَ کتاب کی وَبِمَا بوجہ اس کے کہ كُنْتُمْ ہو تم (خود بھی) تَدْرُسُونَ پڑھتے O وَلَا اور نہیں يَأْمُرَكُمْ حکم دے گا وہ تمہیں (اس بات کا بھی) أَنْ تَتَّخِذُوا کہ تم بنالو الْمَلَائِكَةَ فرشتوں کو وَالنَّبِيِّينَ اور نبیوں کو أَرْبَابًا رب أَيَأْمُرُكُم کیا وہ تمہیں حکم دیگا بِالْكُفْرِ کفر کا بَعْدَ إِذْ أَنْتُم اس کے بعد کہ تم (ہو چکے ہو) مُّسْلِمُونَ مسلمان

ترجمہ: یہ کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ تو اسے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا کرے اور وہ اس کے باوجود لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ اس کے بجائے (وہ یہی کہے گا) اللہ والے بن جاؤ کیونکہ تم جو کتاب پڑھاتے رہے ہو اور جو کچھ پڑھتے رہے ہو، اس کا یہی نتیجہ ہونا چاہئے O اور نہ وہ تمہیں یہ حکم دے سکتا ہے کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا قرار دے دو۔ جب تم مسلمان ہو چکے تو کیا اس کے بعد وہ تمہیں کفر اختیار کرنے کا حکم دے گا؟

تشریح: ان دو آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ تو اسے کتاب و حکمت اور نبوت عطا کرے۔

۲۔ اور وہ اس کے باوجود لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔

۳۔ اس کے بجائے وہ تو یہی کہے گا کہ اللہ والے بن جاؤ

۴۔ کیونکہ تم جو کتاب پڑھاتے رہے ہو اور جو کچھ پڑھتے رہے ہو۔

۵۔ اس کا یہی نتیجہ ہونا چاہئے۔

۶۔ اور نہ وہ تمہیں یہ حکم دے سکتا ہے کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا قرار دے دو۔

۷۔ جب تم مسلمان ہو چکے تو کیا اس کے بعد وہ تمہیں کفر اختیار کرنے کا حکم دے گا؟

اللہ نے دنیا میں جتنے نبیوں اور رسولوں کو بھیجا سب ہی نے لوگوں کو توحید کی دعوت دی ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا

کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں فَقَالَ یَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـهٍ غَيْرُه (الاعراف:۵۹) حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو اس طرح پیغام دیا وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُوداً قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـهٍ غَيْرُهُ (الاعراف:۶۵) وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحاً قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـهٍ غَيْرُهُ (الاعراف:۷۳)وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْباً قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَـهٍ غَيْرُه (الاعراف:۸۵)

غور کیجئے سب کا پیغام ایک ہے اسلام کا یہ بنیادی پیغام ہے کہ ہم صرف اور صرف ایک اللہ کی عبادت کریں۔ یہود ونصاریٰ نے توحید میں رخنہ ڈال لیا۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا کر جرم کیا اور نصاریٰ نے حضرت عزیز علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا۔ آخری نبی رسولِ عربی ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے توحید کی تعلیم دی قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ (الکھف:۱۱۰) کہہ دو کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

اس آیت کے شانِ نزول میں مفسرین نے یہ بات لکھی ہے کہ نجران کے وفد کی موجودگی میں بعض یہود و نصاریٰ نے رسول رحمت ﷺ سے کہا کہ اے محمد! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی عبادت کریں جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریم کی عبادت کی ہم اللہ کے علاوہ کسی اور کی بندگی کریں اور اللہ کے علاوہ کسی اور کی بندگی اور عبادت کی دعوت دیں؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی اور یہ بات صاف کردی گئی کہ کسی بھی انسان سے یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب، حکمت اور نبوت دے پھر وہ لوگوں سے یہ کہے کہ تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر میری عبادت کرو، آسمانی کتاب جس کو دی جائے اور حکمت کا خزانہ جس کے سینہ میں ہو اور جس کو اللہ نبوت کی اس عظیم ذمہ داری سے سرفراز کرے اور پھر وہ اللہ کی عبادت سے لوگوں کا رخ موڑ کر ان کا رخ اپنی عبادت کی طرف کرے، یہ ہو ہی نہیں سکتا، کسی نبی سے یہ ناممکن ہے۔ نہ حضرت عزیر علیہ السلام نے لوگوں سے کہا کہ تم میری عبادت کرو نہ حضرت عیسیٰؑ نے کہا کہ تم میری عبادت کرو اور نہ ہی آدم ونوح، ابراہیم واسحٰق، سلیمان وداود اور عیسیٰ و موسیٰ علیہم السلام نے کہا کہ تم میری عبادت کرو۔ کسی بھی پیغمبر کی یہ مجال نہیں کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کا حکم دیں، اس کے برعکس ان نبیوں کی شان یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ لوگو! تم اللہ والے بن جاؤ اس وجہ سے تم کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور کتاب کو تم پڑھتے ہو۔ تم جس کتاب کی تعلیم دیتے ہو اور جس کتاب کو تم پڑھتے پڑھاتے ہو اس کا تقاضہ یہی ہے کہ تم ربانی یعنی اللہ والے بن جاؤ اور جو علم تمہارے پاس ہے اس پر عمل کرو اس لئے کہ علم بغیر عمل کے معتبر نہیں ہے اور عمل بغیر علم کے صحیح نہیں ہے الغرض آسمانی کتابوں اور اللہ کے بھیجے ہوئے تمام نبیوں اور رسولوں کا یہ بنیادی پیغام ہے کہ صرف اور صرف ایک اللہ کی عبادت کی جاسکتی ہے نہ زمین و آسمان کی عبادت کی جاسکتی ہے نہ شجر وحجر کی عبادت کی جاسکتی ہے۔ سارے نبیوں کا پیغام اور ساری آسمانی

کتابوں کی دعوت یہی ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کی جائے۔سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۲۵ میں یوں ہے ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس ہم نے یہ وحی نہ بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کیا کرو۔'' اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایک اللہ کی بندگی و عبادت پر قائم رکھے۔آمین

درس نمبر(۱۷۱) **اللہ تعالیٰ نے جب پیغمبروں سے عہد لیا** آلِ عمران: ۸۱۔۸۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَى ذٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ ○ فَمَنْ تَوَلَّى بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذْ اور (یاد کرو) جب أَخَذَ اللّٰهُ اللہ نے لیا مِيثَاقَ عہد النَّبِيِّينَ (تمام) نبیوں سے لَمَا البتہ جو کچھ آتَيْتُكُم میں تمہیں دوں گا مِّن كِتَابٍ کتاب میں سے وَحِكْمَةٍ اور حکمت (سے) ثُمَّ جَاءَكُمْ پھر تمہارے پاس آئے رَسُولٌ کوئی رسول مُّصَدِّقٌ جو تصدیق کرنے والا ہو لِّمَا اس کی جو مَعَكُمْ تمہارے پاس ہے لَتُؤْمِنُنَّ (تو) تم ضرور ایمان لانا بِهِ اس (نبی) کے ساتھ وَلَتَنصُرُنَّهُ اور تم ضرور اس کی مدد کرنا قَالَ اللہ نے فرمایا أَأَقْرَرْتُمْ کیا تم اقرار کرتے ہو وَأَخَذْتُمْ اور قبول کرتے ہو عَلَى ذٰلِكُمْ اس پر إِصْرِي میرا عہد قَالُوا انہوں نے کہا أَقْرَرْنَا ہم نے اقرار کیا قَالَ (اللہ نے) فرمایا فَاشْهَدُوا تو تم گواہ رہنا وَأَنَا اور میں (بھی) مَعَكُم تمہارے ساتھ ہوں مِّنَ الشَّاهِدِينَ گواہوں میں سے ○ فَمَنْ پھر جو کوئی تَوَلَّى روگردانی کرے گا بَعْدَ ذٰلِكَ اس (عہد) کے بعد فَأُولٰئِكَ هُمُ تو وہی لوگ ہیں الْفَاسِقُونَ نافرمان

ترجمہ: اور (ان کو وہ وقت یاد دلاؤ) جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا: ''اگر میں تم کو کتاب اور حکمت عطا کروں، پھر تمہارے پاس کوئی رسول آئے جو اس (کتاب) کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہے، تو تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔'' اللہ نے (پیغمبروں سے کہا تھا: ''کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو اور میری طرف سے دی ہوئی یہ ذمہ داری اٹھاتے ہو؟ انہوں نے کہا تھا: ''ہم اقرار کرتے ہیں۔'' اللہ نے کہا: ''تو پھر (ایک دوسرے کے اقرار کے) گواہ بن جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہی میں شامل ہوں ○ اس کے بعد بھی جو لوگ (ہدایت سے) منہ موڑیں گے تو ایسے لوگ نافرمان ہوں گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا۔

۲۔اگر میں تم کو کتاب و حکمت عطا کروں۔

۳۔پھرتمہارے پاس کوئی رسول آئے جواس کتاب کی تصدیق کرے جوتمہارے پاس ہے۔
۴۔تم اس پرضرورایمان لاؤ گےاورضروراس کی مددکروگے۔
۵۔اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے کہا تھا کیاتم اس بات کااقرار کرتے ہواور میری طرف سے دی ہوئی یہ ذمہ داری اٹھاتے ہو؟
۶۔انہوں نے کہا تھا کہ ہم اقرار کرتے ہیں۔
۷۔اللہ تعالیٰ نے کہا تو پھرگواہ بن جاؤمیں بھی تمہارے ساتھ گواہی میں شامل ہوں۔
۸۔اس کے بعد بھی جولوگ منہ موڑیں گےتو ایسے لوگ نافرمان ہوں گے۔

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے عہد کا تذکرہ فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں سے لیا ہے۔تمام انبیاءکرام علیہم السلام سے اللہ تعالیٰ نے یہ عہدلیا کہ جب کبھی ان میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ کتاب اور حکمت عطا کرے اوران کی موجودگی ہی میں کوئی رسول آجائیں توان پرایمان لے آنا اوران کی نصرت وامداد کرنا،اللہ تعالیٰ نے انبیاءکرام علیہم السلام سے یہ عہد و پیمان لینے کے بعد سوال کیا کہ کیاتم نے میرے اس عہد کا اقرار کیا اورتم نے اس پر میرا مضبوط عہد قبول کرلیا تو سارے ہی انبیاءکرام علیہم السلام نے جواب دیا کہ ہاں! ہم نے اقرار کیا پھراللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم گواہ رہواور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں، جواقرارومعاہدہ کی مضبوطی کے بعد منہ موڑے گا تو وہ نافرمان قرار دیا جائے گا۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت علیؓ اورحضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے عہدلیا کہ ان کی زندگی میں اگراللہ تعالیٰ اپنے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجے توان پرفرض ہے کہ وہ آپ ﷺ پرایمان لائے اورآپ ﷺ کی امداد کرے اوراپنی امت کوبھی وہ یہی تلقین کردے کہ وہ بھی حضور ﷺ پرایمان لائے اورآپ ﷺ کی اتباع کرے۔ حضرت طاوسؒ،حضرت حسن بصریؒ اورحضرت قتادہؒ یہ تینوں حضرات فرماتے ہیں کہ نبیوں سے اللہ تعالیٰ نے عہدلیا کہ وہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں۔مسنداحمد کی روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میں نے اپنے ایک یہودی دوست سے کہا تھا کہ وہ تورات کی جامع باتیں مجھے لکھ کردیدے۔یارسول اللہ! اگرآپ فرمائیں تو میں وہ باتیں آپ کے سامنے پیش کردوں؟ رسول رحمت ﷺ کا چہرہ متغیر ہوگیا۔حضرت عبداللہ بن ثابتؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ کیاتم نہیں دیکھتے کہ آپ ﷺ کے چہرہ کا کیاحال ہے؟ حضرت عمرؓ نے فوراً کہا **رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا وَّ رَسُوْلًا** میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر،اسلام کے دین ہونے پراورمحمد ﷺ کے رسول ہونے پر خوش ہوں،اس وقت رسولِ رحمت ﷺ کا غصہ دورہوااورآپ ﷺ نے فرمایاقسم ہےاس اللہ کی جس کے قبضے میں میری جان ہےاگرحضرت موسیٰ تم میں آجائیں اورتم ان کی تابعداری میں لگ جاؤاور مجھے چھوڑدوتوتم سب گمراہ ہوجاؤ گےتمام امتوں میں سے میرے حصہ کی امت تم ہواورتمام نبیوں میں سےتمہارے حصے کا نبی میں ہوں۔

اس آیت نے ہم تمام کواس بات سے آگاہ کیا ہے کہ آخری نبی کی تشریف آوری کے بعداب گزشتہ نبیوں کی

اطاعت نہیں کی جائے گی قرآنِ مجید کے نزول کے بعد تورات، انجیل زبور اور دیگر صحیفوں پر عمل نہیں ہوگا۔ ہاں! تمام نبیوں اور تمام آسمانی کتابوں پر ایمان ضرور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید کی عظمت اور رسول رحمت ﷺ کی فضیلت و حیثیت کو حقیقی معنیٰ میں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درس نمبر(۲۷۲) ## کیا کسی اور دین کی تلاش میں ہو؟ آلِ عمران:۸۳۔۸۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِيْ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعاً وَكَرْهاً وَّإِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ O قُلْ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ عَلَى إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْمَاعِيْلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوْتِيَ مُوْسَى وَعِيْسَى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لاَ نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُوْنَ O وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْناً فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِيْ الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أَفَغَيْرَ کیا پھر سوائے دِيْنِ اللّٰهِ اللہ کے دین کے يَبْغُوْنَ یہ (کوئی اور دین) تلاش کررہے ہیں وَلَهُ حالانکہ اسی (اللہ) کے أَسْلَمَ فرمابردار ہیں مَنْ جو کوئی بھی ہے فِيْ السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں وَالْأَرْضِ اور زمین میں طَوْعاً خوشی سے وَكَرْهاً اور ناخوشی سے وَإِلَيْهِ اور اسی کی طرف يُرْجَعُوْنَ وہ لوٹائے جائیں گے O قُلْ کہہ دیجئے آمَنَّا ہم ایمان لائے بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ وَمَا أُنْزِلَ اور (اس کے ساتھ) جو نازل کیا گیا عَلَيْنَا ہم پر وَمَا أُنْزِلَ اور (اس کے ساتھ) جو نازل کیا گیا عَلَى إِبْرَاهِيْمَ ابراہیم کے اوپر وَإِسْمَاعِيْلَ اور اسماعیل وَإِسْحَاقَ اور اسحاق وَيَعْقُوْبَ اور یعقوب وَالْأَسْبَاطِ اور ان کی اولاد وَمَا اور جو أُوْتِيَ دئے گئے مُوْسىٰ موسیٰ وَعِيْسٰى اور عیسیٰ وَالنَّبِيُّوْنَ اور دوسرے انبیاء مِنْ رَّبِّهِمْ اپنے رب کی طرف سے لاَ نُفَرِّقُ ہم فرق نہیں کرتے بَيْنَ أَحَدٍ کسی کے درمیان مِّنْهُمْ ان میں سے وَنَحْنُ اور ہم لَهُ اسی (اللہ) کے مُسْلِمُوْنَ فرماں بردار ہیں O وَمَنْ اور جو کوئی يَبْتَغِ تلاش کرے گا غَيْرَ الْإِسْلَامِ سوائے اسلام کے دِيْناً کوئی اور دین فَلَنْ تو ہرگز نہیں يُقْبَلَ قبول کیا جائے گا مِنْهُ اس سے وَهُوَ اور وہ فِيْ الآخِرَةِ آخرت میں مِنَ الْخَاسِرِيْنَ خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا

ترجمہ: اب کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور دین کی تلاش میں ہیں؟ حالانکہ آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوقات ہیں ان سب نے اللہ ہی کے آگے گردن جھکا رکھی ہے، (کچھ نے) خوشی سے اور (کچھ نے) ناچار ہوکر اور اسی کی طرف وہ سب لوٹ کر جائیں گے O کہہ دو کہ: ''ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو (کتاب) ہم پر اتاری گئی اس پر، جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور (اور ان کی) اولاد پر اتاری گئی، اور ان باتوں پر جو موسیٰ، عیسیٰ اور (دوسرے) پیغمبروں کو عطا کی گئیں۔ ہم ان (پیغمبروں) میں سے کسی کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے، اور ہم اسی (ایک اللہ) کے آگے سر جھکائے ہوئے ہیں'' O جو کوئی شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرنا چاہے گا تو اس سے وہ دین قبول نہیں کیا جائے گا، اور آخرت میں وہ

ان لوگوں میں شامل ہوگا جو سخت نقصان اٹھانے والے ہیں۔

تشریح: ان تین آیتوں میں نو باتیں بتائی گئی ہیں۔

ا۔کیا یہ لوگ اب اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور دین کی تلاش میں ہیں؟

۲۔حالانکہ آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوقات ہیں ان سب نے اللہ ہی کے آگے گردن جھکا رکھی ہے۔

۳۔کچھ نے خوشی سے اور کچھ نے ناچار ہوکر۔

۴۔اس کی طرف وہ سب لوٹ کر جائیں گے۔

۵۔کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کتاب ہم پر اتاری گئی اس پر، جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد پر اتاری گئی اور ان باتوں پر جو موسیٰ عیسیٰ اور دوسرے پیغمبروں کو عطا کی گئیں۔

۶۔ہم ان پیغمبروں میں سے کسی کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے۔

۷۔ہم اسی کے آگے سر جھکائے ہوئے ہیں۔

۸۔جو کوئی اسلام کے سوا اور کوئی دین اختیار کرنا چاہے گا اس سے وہ دین قبول نہیں کیا جائیگا۔

۹۔آخرت میں وہ ان لوگوں میں شامل ہوگا جو سخت نقصان اٹھانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے وہ پیارا دین دیا ہے جو ہر قسم کی کجی اور باطل سے پاک ہے اور یہ دین کامل ومکمل دین ہے جس کی وضاحت سورۂ مائدہ کی اس آیت میں کی گئی کہ **اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ** آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کردیا ہے۔ یہ نقص اور کمی سے پاک دین ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اس دینِ حنیف سے اپنا رشتہ مضبوط کیا جائے۔ اس دین کی نسبت اس اللہ سے ہے جو زمین اور آسمان، چاند اور سورج، ستاروں اور سیاروں کا خالق ومالک ہے اور یہ ساری چیزیں اس ایک رب کی فرمانبرداری میں لگی ہوئی ہیں۔ جب ساری مخلوق اللہ کی فرمانبردار ہے تو ان انسانوں کو کیا ہوا کہ وہ اس رب کے دین سے منہ موڑ رہے ہیں؟ یہ آیت **أَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ** کیا اللہ کے دین کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرتے ہیں؟ ہم سب کو آگاہ کررہی ہے کہ جب بے جان اور بے عقل زمین اور آسمان اور ان میں رہنے والی ساری مخلوق اللہ کی فرمانبرداری کررہے ہیں تو اے انسانو! تمہیں کیا ہوا کہ تم اس رب ذوالجلال کے بھیجے ہوئے دین کو ماننے سے بھاگ رہے ہو اور کسی اور دین کی تلاش کررہے ہو؟ جبکہ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تم سب کو اسی اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

چونکہ یہود ونصاریٰ نے دینِ حق سے منہ موڑا اور دین میں تحریف کرنے کے باوجود اپنے دین کو نبیوں سے منسوب کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو حکم دیا کہ ان باطل قوموں سے کہہ دیجئے اور یہ اعلان کردیجئے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس کتاب پر بھی ایمان لے آئے جو ہم پر نازل کی گئی اور ان چیزوں پر بھی ایمان لائے جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور یعقوب کی اولاد پر نازل کی گئیں اور ان چیزوں پر بھی ایمان لائے جو موسیٰ وعیسیٰ اور ان

تمام نبیوں کوان کے رب کی طرف سے عطا کیا گیا۔

لاَ نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ کہ ہم ان نبیوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے جیسا کہ یہ یہود ونصاریٰ تفریق کرتے ہیں۔ یہ نبیوں کو ماننے کے سلسلہ میں نسب اور خاندان کو دیکھتے ہیں کہ فلاں خاندان کا ہے تو ہم نبی مانتے ہیں ورنہ نہیں، جبکہ یہ سراسر باطل عقیدہ ہے۔نبیوں اور رسولوں کے بارے میں بنیادی بات یہ ذہن میں رہنی چاہئے کہ جس نے انہیں بھیجا اس پر نگاہ ہونی چاہئے۔ ظاہر ہے کہ سارے ہی نبیوں کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ جب سب نبیوں کا بھیجنے والا اللہ ہی ہے تو کسی نبی کو ماننا اور کسی نبی کا انکار کرنا سراسر غلط ہے۔اللہ کی فرمانبرداری کرنے والا سارے ہی نبیوں کو تسلیم کرتا ہے۔ جوکوئی دینِ اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو پسند کرے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند نہیں کرے گا جو اس دین کو چھوڑ کر دوسرا دین پسند کرر ہا ہے اور اس سے اس کے اس دین کو قبول بھی نہیں کیا جائے گا جو دینِ اسلام سے ہٹ کر ہے اور ایسا شخص آخرت میں انتہائی نقصان اور خسارہ میں ہوگا۔

درس نمبر:۲۷۳ ایمان کے بعد کفر کا انجام آلِ عمران:۸۶۔۸۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيْم

كَيْفَ يَهْدِىْ اللّٰهُ قَوْماً كَفَرُواْ بَعْدَ إِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُواْ أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَ هُمُ الْبَيِّنَاتُ وَاللّٰهُ لاَ يَهْدِىْ الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ O أُوْلٰئِكَ جَزَآؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلآئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ O خَالِدِيْنَ فِيْهَا لاَ يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلاَ هُمْ يُنْظَرُونَ O إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُواْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَأَصْلَحُواْ فَإِنَّ الله غَفُورٌ رَّحِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: كَيْفَ کیسے يَهْدِىْ ہدایت دے گا اللّٰهُ اللہ قَوْماً ایسے لوگوں کو كَفَرُواْ جو کافر ہو گئے بَعْدَ إِيْمَانِهِمْ اپنے ایمان (لانے) کے بعد وَشَهِدُواْ اور (اس کے بعد کہ) انہوں نے گواہی دی (اس بات کی کہ) أَنَّ بلاشبہ الرَّسُولَ رسول حَقٌّ برحق ہیں وَجَاءَ هُمُ اور ان کے پاس آئیں الْبَيِّنَاتُ واضح نشانیاں وَاللّٰهُ اور اللہ لاَ يَهْدِىْ ہدایت نہیں دیتا الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ ظالم قوم کو O أُوْلٰئِكَ یہ لوگ جَزَآؤُهُمْ ان کی سزا (یہ) ہے أَنَّ (کہ) بیشک عَلَيْهِمْ ان پر لَعْنَةَ اللّٰهِ اللہ کی لعنت ہے وَالْمَلآئِكَةِ اور فرشتوں کی وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ اور سب لوگوں کی O خَالِدِيْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے فِيْهَا اس میں لاَ يُخَفَّفُ ہلکا نہیں کیا جائے گا عَنْهُمُ ان سے الْعَذَابُ عذاب وَلاَ اور نہ هُمْ يُنْظَرُونَ وہ مہلت دئے جائیں گے O إِلَّا الَّذِيْنَ مگر وہ لوگ جنہوں نے تَابُواْ توبہ کی مِن بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد وَأَصْلَحُواْ اور (اپنی) اصلاح کر لی فَإِنَّ تو بلاشبہ الله اللہ غَفُورٌ بخشنے والا رَّحِيْمٌ نہایت رحم والا ہے

ترجمہ: اللہ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت دے گا جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرلیا؟ حالانکہ وہ گواہی دے چکے تھے کہ یہ رسول سچے ہیں اور ان کے پاس (اس کے) روشن دلائل بھی آ چکے تھے۔اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا

کرتا○ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی پھٹکار ہے○ اسی (پھٹکار) میں یہ ہمیشہ رہیں گے۔ نہ ان کے لئے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی کوئی مہلت دی جائیگی○ البتہ جو لوگ اس سب کے بعد بھی توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں، تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت دے گا جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کر لیا؟

۲۔ حالانکہ یہ گواہی دے چکے تھے کہ یہ رسول سچے ہیں۔

۳۔ ان کے پاس روشن دلائل بھی آ چکے تھے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا

۵۔ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی ان پر لعنت ہے۔

۶۔ اسی لعنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

۷۔ نہ ان کے لئے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ہی کوئی مہلت دی جائے گی۔

۸۔ جو لوگ اس کے بعد توبہ کر کے اصلاح کر لیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

کسی آدمی کا کفر کرنا ایک جرم ہے اور کسی آدمی کا ایمان لانے کے بعد کفر کرنا اس سے بڑا جرم ہے۔ دورِ رسالت میں ایسے واقعات بھی پیش آئے کہ کسی نے اسلام قبول کیا، پھر کافر ہو کر اسلام کی نعمت سے محروم ہو گیا۔ اس آیت کے شانِ نزول میں مفسرین نے یہ بات نقل کی ہے کہ حارث بن سوید نامی ایک شخص نے اسلام قبول کیا، پھر کافر ہو کر اپنی قوم کی طرف چلا گیا۔ اس پر یہ چار آیتیں نازل ہوئیں، جن کی تلاوت کی گئی۔ حارث بن سوید کی قوم کا ایک شخص اس کے پاس گیا اور اسے یہ آیتیں سنائیں۔ یہ سن کر حارث بن سوید نے کہا کہ میں جہاں تک جانتا ہوں تُو سچا ہے اور رسول اللہ ﷺ تجھ سے بڑھ کر سچے ہیں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم دونوں سے بڑھ کر سچا ہے۔ اس کے بعد اس نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا اور اچھی طرح اسلام کے کاموں میں وہ لگے رہے، رضی اللہ عنہ۔ إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ الله غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ کے ذریعہ یہ گنجائش رکھی گئی کہ جو شخص اپنے کفر سے توبہ کر لیتا ہے اور اصلاح کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم بھی فرماتے ہیں اور اس کو معاف بھی فرماتے ہیں۔

جو لوگ اسلام سے منہ موڑ کر کفر کی جانب چلے جاتے ہیں، ان کا انجام یہ ہوتا ہے کہ ان پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے اور نہ صرف اللہ کی لعنت بلکہ فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہوتی ہے اور وہ اسی پھٹکار میں ہمیشہ گرفتار رہتے ہیں اور ان پر سے عذاب میں کسی بھی قسم کی کوئی کمی بھی نہیں ہوگی اور ان کی طرف نرمی، رحم اور محبت کی نگاہ سے دیکھا بھی نہیں جائے گا۔ اللہ کے بندوں کو چاہئے کہ جس دینِ حنیف کی نعمت اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی ہے اس نعمت کو بہت بڑی نعمت سمجھیں اور اسی نعمت پر قائم و دائم رہنے کی فکر اور کوشش کریں اور اللہ تعالیٰ سے اس دین پر استقامت کی توفیق بھی مانگتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے اور اس دینِ اسلام کی محبت ہم سب کے دلوں میں قائم رکھے۔ آمین

درس نمبر:۴۷۴ **توبہ کس کی قبول ہوگی اور کس کی نہیں؟** آلِ عمران:۹۰۔۹۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمنِ الرَّحِيْم

إِنَّ الَّـذِيْـنَ كَـفَـرُواْ بَـعْـدَ إِيْـمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُواْ كُفْراً لَّن تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُوْلٰئِكَ هُمُ الضَّآلُّونَ O إِنَّ الَّـذِيْـنَ كَـفَـرُواْ وَمَـاتُواْ وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِم مِّلْءُ الأَرْضِ ذَهَباً وَلَوِ افْتَدَى بِهِ أُوْلٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ بےشک الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُواْ کفر کیا بَعْدَ إِيْمَانِهِمْ اپنے ایمان لانے کے بعد ثُمَّ پھر ازْدَادُواْ وہ بڑھتے گئے كُفْراً کفر میں لَّنْ تُقْبَلَ ہرگز نہیں قبول کی جائے گی تَوْبَتُهُمْ ان کی توبہ وَأُوْلٰئِكَ هُمُ اور یہی وہ لوگ ہیں الضَّآلُّونَ گمراہ O إِنَّ بےشک الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُواْ کفر کیا وَمَاتُواْ اور مرے وَهُمْ كُفَّارٌ اس حال میں کہ وہ کافر تھے فَلَنْ يُّقْبَلَ تو ہرگز نہیں قبول کیا جائے گا مِنْ أَحَدِهِم ان میں سے کسی ایک سے بھی مِّلْءُ الأَرْضِ زمین بھر ذَهَباً سونا (بھی) وَلَوِ اور اگرچہ افْتَدَى وہ فدیے میں دے دے بِهِ اسے أُوْلٰئِكَ یہ لوگ ہیں لَهُمْ ان کیلئے ہے عَذَابٌ أَلِيْمٌ دردناک عذاب وَمَا لَهُم اور نہیں (ہوگا) ان کا مِّن نَّاصِرِيْنَ کوئی مددگار

ترجمہ: جو لوگ ایمان کے بعد کافر ہوگئے پھر کفر میں بڑھتے گئے۔ ایسوں کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوگی اور یہ لوگ گمراہ ہیں۔ جو لوگ کافر ہوئے اور کفر ہی کی حالت میں مرگئے وہ اگر نجات حاصل کرنا چاہیں اور بدلے میں زمین بھر سونا دیں تو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ ان لوگوں کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

تشریح: پچھلی آیت میں ایمان کے بعد کفر کرنے اور پھر سے ایمان کی طرف آنے اور توبہ کرنے کے بعد اپنی اصلاح کر لینے پر معافی کا اعلان کیا گیا۔ یہاں ان بدقسمت لوگوں کا تذکرہ ہے جو ایمان کے بعد کفر کی طرف چھلانگ لگاتے ہیں اور کفر میں بڑھتے چلے جاتے ہیں تو ان کے بارے میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ ایسے لوگوں کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوگی۔ اب ان کی گمراہی گویا پکی ہے، جن پر گمراہی کی مہر گویا لگ چکی ہے۔ حضرت ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا اور پھر کفر میں آگے بڑھتے چلے گئے، پھر اس کے بعد کفر پر باقی رہتے ہوئے گناہوں سے توبہ کرنے لگے، ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی، اس لئے کہ کفر پر برقرار رہتے ہوئے گناہوں کی توبہ مقبول نہیں۔

سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۳۷ میں یہ بات کہی گئی **إِنَّ الَّـذِيْـنَ آمَـنُـواْ ثُـمَّ كَـفَـرُواْ ثُمَّ آمَنُواْ ثُمَّ كَفَرُواْ ثُمَّ ازْدَادُواْ كُـفْـراً لَّـمْ يَـكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلاَ لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلاً** بیشک جو لوگ ایمان لائے پھر کفر کیا، پھر ایمان لائے پھر کفر کیا پھر کفر میں بڑھتے گئے اللہ نہ ان کی مغفرت کرنے والا ہے اور نہ ان کو راہ دکھانے والا ہے۔

جولوگ کفر ہی کی حالت میں مر گئے ایسا نہیں ہوگا کہ ان سے سونا چاندی رشوت میں لے کر انہیں معاف کردیا جائے۔ اگر یہ کفر پر مرنے والے لوگ قیامت کے دن زمین بھر سونا بھی دیں تو ان سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کافروں کا قیامت کے دن کوئی مددگار بھی نہیں ہوگا۔

درس نمبر (۲۷۵) محبوب چیز خرچ کرنے پر نیکی کا حصول آلِ عمران: ۹۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَن ہرگز نہیں تَنَالُوا تم حاصل کرسکو گے الْبِرَّ نیکی حَتّٰى یہاں تک کہ تُنفِقُوا تم خرچ کرو مِمَّا ان (چیزوں) سے جن کو تُحِبُّونَ تم پسند کرتے ہو وَمَا اور جو تُنْفِقُوا تم خرچ کرو گے مِنْ شَيْءٍ کوئی چیز فَإِنّ تو بلاشبہ اللّٰهَ اللہ بِهٖ اس کو عَلِيمٌ جاننے والا ہے

ترجمہ: تم نیکی کے مقام تک اس وقت تک ہرگز نہیں پہنچو گے جب تک ان چیزوں میں سے (اللہ کیلئے) خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہیں اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو، اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تم نیکی کے مقام تک ہرگز نہیں پہنچو گے جب تک ان چیزوں میں سے اللہ کیلئے خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہوں۔

۲۔ جو کچھ بھی تم خرچ کرو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

اللہ کی راہ میں جب تک مسلمان اپنی محبوب چیز خرچ نہیں کرے گا وہ اس وقت تک بھلائی کو نہ پاسکے گا۔

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی خصوصیت یہ تھی کہ جب بھی کوئی حکم انہیں دیا جاتا یا کسی بھی کام کی ترغیب جب بھی انہیں دی جاتی وہ اس حکم پر عمل کرنے کے لئے فوری تیار ہوجاتے تھے، جب یہ آیت نازل ہوئی اور یہ بتلا دیا گیا کہ جب تک تم اپنی محبوب چیز اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرو گے، اس وقت تک بھلائی کو نہ پاسکو گے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی محبوب اور پسندیدہ چیزوں پر نظریں دوڑانا شروع کیا کہ ہمیں کون کونسی چیزیں زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہیں؟ اور ان چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کردیا۔ مدینہ کے انصار میں باغوں کی ملکیت کے اعتبار سے سب سے زیادہ مالدار حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ تھے۔ مسجد نبوی کے سامنے ان کا کھجور کا باغ تھا، جس باغ میں بیرحاء کے نام سے ایک کنواں تھا۔ رسولِ رحمت ﷺ جب بھی اس باغ میں تشریف لاتے تو بیرحاء نامی اس کنویں سے ضرور پانی پیتے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو یہ باغ بہت زیادہ محبوب اور پسندیدہ تھا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے تمام مالوں میں بیرحاء کنواں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ میں اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ جس طرح چاہیں اسے خرچ فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ بہت نفع کا باغ

ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کردوں۔ چنانچہ رسولِ رحمت ﷺ کے مشورہ کے مطابق حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے رشتہ داروں اور بالخصوص چچازاد بھائیوں میں تقسیم فرمادیا۔اس سے ایک سبق تو یہ ملا کہ ہمیں چاہیئے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح ہم بھی اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کریں۔ دوسرا سبق یہ ملا کہ جب خرچ کرنے کی بات آئے تو پہلے اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرنے کو ترجیح دینی چاہیئے۔اس آیت پر متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اپنے مال میں ایک رومی لونڈی زیادہ محبوب تھی جس کا نام مرجانہ تھا۔انہوں نے اس لونڈی کو آزاد کردیا۔حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنا وہ گھوڑا جو انہیں سب سے زیادہ محبوب تھا صدقہ کردیا۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جو چیز محبوب نہیں ہے اسے خرچ نہ کیا جائے۔ یہاں محبوب چیز کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔مال کے محبوب ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ چیز اس کے کام میں آرہی ہو یعنی فالتو چیز اور بے کار نہ ہو، ایسی چیز کو محبوب چیز کہا جاتا ہے۔ جو کچھ بھی تم خرچ کرو اللہ تعالیٰ کو اس کا پورا پورا علم ہے۔ جب اللہ کو معلوم ہے تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ وہ اس کا بدلہ بھی برابر دے گا۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۳ میں بھی یہ بات بتائی گئی ہے وَمَا تُنفِقُواْ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّهَ بِهِ عَلِيمٌ جو مال بھی تم خرچ کروگے تو اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

درس نمبر (۲۷۶) بنی اسرائیل پر ساری چیزیں حلال تھیں مگر! آلِ عمران:۹۳۔۹۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلاًّ لِّبَنِيْ إِسْرَائِيْلَ إِلاَّ مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيْلُ عَلَى نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَاةُ قُلْ فَأْتُواْ بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِنْ كُنتُمْ صَادِقِيْنَ O فَمَنِ افْتَرَىَ عَلَى اللّهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذَالِكَ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ O قُلْ صَدَقَ اللّهُ فَاتَّبِعُواْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفاً وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: كُلُّ تمام الطَّعَامِ کھانے كَانَ حِلاًّ حلال تھے لِّبَنِيْ إِسْرَائِيْلَ بنی اسرائیل کے لئے إِلاَّ مَا سوائے اس کے جو حَرَّمَ حرام کرلیا تھا إِسْرَائِيْلُ یعقوب نے عَلَى نَفْسِهِ اپنے نفس پر مِن قَبْلِ اس سے پہلے أَن تُنَزَّلَ کہ نازل کی جائے التَّوْرَاةُ تورات قُلْ کہہ دیجئے فَأْتُواْ بِالتَّوْرَاةِ تو تم تورات لے آؤ فَاتْلُوهَا اور اسے پڑھو إِنْ كُنتُمْ اگر ہو تم صَادِقِيْنَ سچےO فَمَن پھر جس نے افْتَرَىَ باندھا عَلَى اللّهِ اللہ پر الْكَذِبَ جھوٹ مِن بَعْدِ ذَالِكَ اس کے بعد فَأُوْلَـئِكَ هُمُ تو یہی ہیں الظَّالِمُونَ ظالمO قُلْ کہہ دیجئے صَدَقَ اللّهُ اللہ نے سچ کہا فَاتَّبِعُواْ لہٰذا تم اتباع کرو مِلَّةَ إِبْرَاهِيْمَ ملتِ ابراہیم کا حَنِيْفاً جو حق پرست تھا وَمَا كَانَ اور نہیں تھا وہ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ شرک کرنے والوں میں سے

ترجمہ: تورات کے نازل ہونے سے پہلے کھانے کی تمام چیزیں (جو مسلمانوں کے لئے حلال ہیں) بنی اسرائیل کے

لئے (بھی) حلال تھیں، سوائے اس چیز کے جو اسرائیل (یعنی یعقوب علیہ السلام) نے اپنے اوپر حرام کر لی تھی۔ (اے پیغمبر! یہودیوں سے) کہہ دو کہ: ''اگر تم سچے ہو تو تورات لے کر آؤ اور اس کی تلاوت کرو O پھر ان باتوں کے (واضح ہونے کے) بعد بھی جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھیں تو ایسے لوگ بڑے ظالم ہیں O آپ کہئے کہ اللہ نے سچ کہا ہے، لٰہذا تم ابراہیم کے دین کا اتباع کرو جو پوری طرح سیدھے راستے پر تھے اور ان لوگوں میں سے نہیں تھے جو اللہ کی خدائی میں کسی کو شریک مانتے ہیں۔

تشریح: ان تین آیات میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تورات کے نازل ہونے سے پہلے کھانے کی تمام چیزیں بنی اسرائیل کے لئے بھی حلال تھیں۔

۲۔ سوائے اس چیز کے جو بنی اسرائیل نے اپنے اوپر حرام کر لی تھی۔

۳۔ کہہ دو کہ اگر تم سچے ہو تو تورات لے کر آؤ اور اس کی تلاوت کرو۔

۴۔ پھر ان باتوں کے واضح ہونے کے بعد بھی جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھیں تو ایسے لوگ بڑے ظالم ہیں۔

۵۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے سچ کہا ہے۔

۶۔ لٰہذا تم ابراہیم کے دین کی اتباع کرو جو پوری طرح سیدھے راستہ پر تھے۔

۷۔ ان لوگوں میں سے نہیں تھے جو اللہ کی خدائی میں کسی کو شریک مانتے ہیں۔

یہودیوں نے رسولِ رحمت ﷺ سے بطور اعتراض یہ بات کہی کہ آپ اونٹ کا گوشت کھاتے ہیں اور اس کا دودھ پیتے ہیں، حالانکہ یہ دونوں چیزیں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر حرام تھیں۔ رسولِ رحمت ﷺ نے جواب دیا کہ ہرگز نہیں! اونٹ کا گوشت اور دودھ دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر حلال تھے۔ یہودیوں نے کہا کہ جتنی چیزوں کو ہم حرام سمجھتے ہیں یہ ساری چیزیں حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے زمانے سے ہی حرام چلی آتی ہیں۔ یہاں تک کہ ہمارے زمانہ میں بھی حرام تھیں۔ اس بحث پر قرآنِ مجید کی یہ آیت یہودیوں کے اس جھوٹے دعویٰ کے جواب میں نازل ہوئی اور صاف طور پر بتلا دیا گیا کہ **كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِـلاًّ لِّبَنِيٓ إِسۡرَائِيۡلَ إِلاَّ مَا حَرَّمَ إِسۡرَائِيۡلُ عَلَى نَفۡسِهِ مِـنۡ قَبۡـلِ أَن تُنَزَّلَ التَّوۡرَاةُ** تورات کے نازل ہونے سے پہلے کھانے کی تمام چیزیں جو مسلمانوں کے لئے حلال ہیں بنی اسرائیل کے لئے بھی حلال تھیں، سوائے اس چیز کے جو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کر لی تھی۔

اس میں یہ بات واضح کر دی گئی کہ کھانے کی ساری چیزیں بنی اسرائیل کے لئے حلال تھیں۔ ہاں البتہ ہُوا یہ تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اونٹ کا گوشت اپنے اوپر حرام کر لیا تھا جس کی وجہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بتائی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو عرق النساء نامی بیماری تھی اور انہوں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر مجھے اس بیماری سے شفاء ہوگئی تو میں اپنے کھانے کی سب سے پسندیدہ چیز چھوڑ دوں گا۔ انہیں اونٹ کا گوشت سب سے زیادہ پسند تھا۔ چنانچہ جب انہیں اس بیماری سے شفاء مل گئی تو اپنی نذر کے مطابق اونٹ کا گوشت کھانا چھوڑ دیا۔ (روح المعانی، بحوالہ مستدرک حاکم)

اب رہی یہ بات کہ بعد میں چل کر بنی اسرائیل پر اونٹ کا گوشت حرام کر دیا گیا یا نہیں؟ ہوسکتا ہے کہ بعد میں

بنی اسرائیل پر حرام کر دیا گیا ہو جس کی تائید سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۶۰ سے ہوتی ہے **فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْراً** یہودیوں کی سنگین زیادتی کی وجہ سے ہم نے ان پر وہ پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں جو پہلے ان کیلئے حلال کی گئی تھیں اور اس لئے بھی کہ وہ بکثرت لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکتے تھے۔ بہرحال تورات میں یہ بات کہیں بھی نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے اونٹ کا گوشت حرام تھا۔

پیغمبر! آپ یہ بات انہیں بتلا دیجئے کہ اللہ نے سچی بات بتلا دی ہے، بس اب تم دینِ ابراہیمی کی اتباع کرو جو توحید پرست تھے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے بالکل نہیں تھے۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۲۵ میں ملتِ ابراہیمی کی اتباع کرنے والوں کی تحسین کی گئی ہے **وَمَنْ أَحْسَنُ دِيْناً مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لله وَهُوَ مُحْسِنٌ واتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفاً** اور بہ اعتبار دین اس سے بڑھ کر کون ہوسکتا ہے جو اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دے جبکہ وہ نیکوکار بھی ہو اور ابراہیم کی ملت کی پیروی کرے؟

درس نمبر (۲۷۷) **دنیا کا سب سے پہلا گھر** آلِ عمران: ۹۶۔۹۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبَارَكاً وَهُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ O فِيْهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِناً وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ الله غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ بلاشبہ أَوَّلَ بَيْتٍ پہلا گھر وُضِعَ جو مقرر کیا گیا ہے لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے لَلَّذِیْ البتہ وہ ہے جو بِبَكَّةَ مکہ میں ہے مُبَارَكاً بڑی برکت والا ہے وَهُدًى اور ہدایت ہے لِّلْعَالَمِيْنَ جہانوں کیلئے O فِيْهِ آيَاتٌ اس میں نشانیاں ہیں بَيِّنَاتٌ واضح مَّقَامُ إِبْرَاهِيْمَ مقامِ ابراہیم (وغیرہ) وَمَنْ اور جو کوئی دَخَلَهُ اس میں داخل ہوا كَانَ آمِناً وہ ہو گیا امن والا وَلِلّٰهِ اور اللہ ہی کیلئے ہے عَلَى النَّاسِ لوگوں پر حِجُّ الْبَيْتِ بیت اللہ کا حج کرنا مَنِ اسْتَطَاعَ جو کوئی طاقت رکھے إِلَيْهِ اس کی طرف سَبِيْلاً راستہ کی وَمَنْ اور جس نے كَفَرَ کفر کیا فَإِنَّ اللّٰه پس بیشک اللہ غَنِيٌّ بے نیاز ہے عَنِ الْعَالَمِيْنَ سارے جہانوں سے

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کیلئے بنایا گیا یقینی طور پر وہ ہے جو مکہ میں واقع ہے (اور) بنانے کے وقت ہی سے برکتوں والا اور دنیا جہان کے لوگوں کیلئے ہدایت کا سامان ہے O اس میں روشن نشانیاں ہیں، مقامِ ابراہیم ہے، اور جو اس میں داخل ہوتا ہے امن پاتا ہے۔ اور لوگوں میں سے جو لوگ اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں ان پر اللہ کے لئے اس گھر کا حج کرنا فرض ہے۔ اور اگر کوئی انکار کرے تو اللہ دنیا جہان کے تمام لوگوں سے بے نیاز ہے۔

تشریح: ان دونوں آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا یقینی طور پر وہ مکہ میں واقع ہے۔

۲۔اور بنانے کے وقت ہی سے برکتوں والا اور دنیا جہاں کے لوگوں کے لئے ہدایت کا سامان ہے۔
۳۔اس میں روشن نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم ہے۔
۴۔جو اس میں داخل ہوتا ہے امن پا جاتا ہے۔
۵۔لوگوں میں سے جو لوگ اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں ان پر اللہ کیلئے اس گھر کا حج کرنا فرض ہے۔
٦۔اگر کوئی انکار کرے تو اللہ دنیا جہاں کے تمام لوگوں سے بے نیاز ہے۔

دنیا کا وہ سب سے پہلا گھر جو ساری انسانیت کے لئے تیار کیا گیا، اس کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ یہ خالص ایک اللہ کی عبادت کیلئے بطور عبادت گاہ تعمیر کیا گیا وہ بیت اللہ ہے جو عرب کی سرزمین کے مقدس شہر مکۂ مکرمہ میں واقع ہے۔ اس گھر کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ برکتوں سے سرشار ہے اور تیسری خصوصیت یہ ہے کہ دنیا جہاں کے سارے ہی لوگوں کے لئے ہدایت، رہنمائی اور رہبری کا ذریعہ اور سبب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور دیگر کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے سب سے پہلے بیت اللہ کی تعمیر فرمائی۔ دنیا کے سب سے پہلے انسان نے دنیا میں اللہ کی عبادت کے لئے سب سے پہلے گھر کی تعمیر کی۔

بیہقی کی روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام کے دنیا میں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کے ذریعہ ان کو یہ حکم بھیجا کہ وہ بیت اللہ کی تعمیر کریں۔ جب تعمیر ہوگئی تو انہیں حکم دیا گیا کہ وہ اس کا طواف کریں اور ان سے یہ کہا گیا کہ آپ اول الناس یعنی دنیا کے سب سے پہلے انسان ہیں اور یہ گھر أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ ہے یعنی سب سے پہلا گھر ہے جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی بنائی ہوئی یہ تعمیر حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ تک باقی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں طوفان آیا تو یہ عمارت منہدم ہوگئی اور اس کے نشانات مٹ گئے۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کی، پھر ایک مرتبہ کسی حادثہ سے یہ بھی منہدم ہوگئی تو قبیلۂ جرہم کی ایک جماعت نے اس کی تعمیر کی، پھر منہدم ہوئی تو عمالقہ نے تعمیر کی اور پھر منہدم ہوئی تو قریش نے اس کی تعمیر اسی بنیاد پر کی جس کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی تھی اور اس تعمیر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ موجود تھے اور آپ ﷺ نے بھی اس تعمیر میں حصہ لیا۔

فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ اس کعبۃ اللہ میں روشن نشانیاں ہیں، جن میں سے ایک مقامِ ابراہیم ہے۔ کعبۃ اللہ میں روشن نشانیاں ہیں کا مطلب یہ ہے کہ جب سے کعبۃ اللہ قائم ہوا اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اہلِ مکہ کو مخالف لوگوں کے حملوں سے محفوظ فرما دیا۔ ابرہہ نے ہاتھیوں کا لشکر لے کر چڑھائی کی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کو پرندوں کے ذریعہ تباہ کر دیا۔ ان نشانیوں میں سے ایک نشانی مقام ابراہیم ہے۔ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر فرماتے تھے۔ بعض روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ

وہ پتھر تعمیر کی بلندی کے ساتھ ساتھ خود بخود بلند ہو جاتا تھا اور نیچے اترنے کے وقت نیچا ہو جاتا تھا۔ اس پتھر کے اوپر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدمِ مبارک کا گہرا نشان آج تک موجود ہے۔ آج بھی یہ پتھر بیت اللہ کے دروازے کے قریب ہے۔ مقام ابراہیم کو ایک اعزاز یہ بخشا گیا کہ وَاتَّخِذُواْ مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ۔ چنانچہ طواف کے بعد دو رکعت نماز یہاں پڑھی جاتی ہے۔

وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِناً جو شخص اس بیت اللہ میں داخل ہوا اس کو امن مل گیا کہ جو کعبۃ اللہ میں ہو اس کو نہ قتل کیا جائے گا اور نہ وہاں سزا دی جائے گی۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً جو مسلمان بیت اللہ تک پہنچنے کی قدرت و استطاعت رکھتا ہو اس پر زندگی میں ایک مرتبہ حج کا ادا کرنا فرض قرار دیا گیا اور یہ حج صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لئے ہو جس کی شرط لگائی گئی اور جو شخص فریضۂ حج کا انکار کرے گا اور اسکو فرض نہیں سمجھے گا تو اسے جان لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ دنیا جہاں کے تمام لوگوں سے بالکل بے نیاز ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔

درس نمبر (۲۷۸) — **اے اہلِ کتاب! اللہ کا انکار کیوں کرتے ہو؟** — آلِ عمران: ۹۸۔۹۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ شَهِيدٌ عَلَى مَا تَعْمَلُونَ ○ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ تَبْغُونَهَا عِوَجاً وَأَنتُمْ شُهَدَاءُ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قُلْ کہہ دیجئے يَا أَهْلَ الْكِتَابِ اے اہلِ کتاب! لِمَ تَكْفُرُونَ کیوں کفر کرتے ہو بِآيَاتِ اللّٰهِ اللہ کی آیات کے ساتھ وَاللّٰهُ اور اللہ شَهِيدٌ گواہ ہے عَلَى مَا ان پر جو تَعْمَلُونَ تم کرتے ہو○ قُلْ کہہ دیجئے يَا أَهْلَ الْكِتَابِ اے اہل کتاب! لِمَ تَصُدُّونَ کیوں روکتے ہو عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ اللہ کے راستہ سے مَنْ آمَنَ اس کو جو ایمان لایا تَبْغُونَهَا تم ڈھونڈتے اس (راہ) میں عِوَجاً کجی وَأَنتُمْ اور تم شُهَدَاءُ گواہ ہو وَمَا اور نہیں ہے اللّٰهُ اللہ بِغَافِلٍ غافل عَمَّا اس سے جو تَعْمَلُونَ تم کرتے ہو

ترجمہ: کہہ دو کہ: ”اے اہل کتاب! اللہ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو؟ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کا گواہ ہے ○ کہہ دو: ”اے اہل کتاب! اللہ کے راستے میں ٹیڑھ پیدا کرنے کی کوشش کر کے ایک مؤمن کے لئے اس میں کیوں رکاوٹ ڈالتے ہو جبکہ تم خود حقیقت حال کے گواہ ہو؟ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے غافل نہیں ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے اہلِ کتاب! اللہ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو؟

۲۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سب کا گواہ ہے۔

۳۔ کہہ دو کہ اے اہلِ کتاب! اللہ کے راستہ میں ٹیڑھ پیدا کرنے کی کوشش کر کے ایک مومن کے لئے اس میں کیوں رکاوٹ ڈالتے ہو؟

۴۔ جبکہ تم خود حقیقتِ حال کے گواہ ہو۔

۵۔ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہے۔

ان دو آیتوں میں اہلِ کتاب سے خطاب کیا گیا ہے جو اس واقعہ کے پس منظر میں نازل ہوئیں کہ ایک یہودی جس کا نام سماس بن قیس تھا، اس کے دل میں مسلمانوں سے بہت کینہ تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک ہی مجلس میں انصار کے دو مشہور قبیلوں کے افراد جمع ہیں یعنی اوس اور خزرج کے لوگ جن کے درمیان اسلام سے پہلے بڑی جنگ ایک زمانہ تک رہی۔ یہی دو قبیلے ہیں جن کے لوگ اسلام کی تعلیمات کی برکت سے ایک ہی مجلس میں جمع ہیں تو اس یہودی کے دل کا حسد جاگ گیا اور اس نے ان دونوں قبیلوں کے درمیان دشمنی پیدا کرنے کے لئے ایک سازش اختیار کی اور دونوں قبیلوں سے متعلقہ فخریہ اشعار اس مجلس میں پڑھ دیئے۔ ان اشعار کے پڑھنے کی وجہ سے دونوں قبیلوں کے افراد میں ایک آگ سی بھڑک اٹھی اور آپس میں ایک دوسرے کے درمیان کھلبلی سی مچ گئی۔ رسولِ رحمت ﷺ کو اس بات کی اطلاع ہوئی۔ آپ ﷺ ان دونوں قبیلوں کے افراد کے درمیان تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ کیا بات ہے۔ میرے جیتے جی تمہارے باہم متفق و مانوس ہونے کے باوجود تم نے یہ جہالت کیا کر دی؟ کیا تم لوگ کفر کی طرف لوٹ کر جانا چاہتے ہو؟ دونوں قبیلوں کے افراد متنبہ ہو گئے اور سمجھا کہ یہ شیطانی حرکت تھی۔ چنانچہ اوس اور خزرج کے وہ سارے ہی لوگ آپس میں گلے لگ کر بہت روئے اور توبہ کی اور سمّاس بن قیس کے بارے میں یہ دو آیتیں نازل ہوئیں اور نبی رحمت ﷺ کی زبانی اہلِ کتاب سے خطاب کرتے ہوئے یہ سوال کیا گیا کہ **قُلْ یَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللّهِ وَاللّهُ شَهِيدٌ عَلَى مَا تَعْمَلُونَ** اے اہل کتاب! تم اللہ کی آیتوں کے ساتھ کیوں کفر کرتے ہو؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سارے کاموں کی پوری پوری اطلاع ہے اور **يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّهِ مَنْ آمَنَ تَبْغُونَهَا عِوَجاً وَأَنْتُمْ شُهَدَاء وَمَا اللّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ** اے اہلِ کتاب! تم لوگ اس شخص کو جو ایمان لائے کیوں اللہ کی راہ سے روکتے ہو؟ تم اس میں کجی تلاش کرتے ہو جبکہ تم خود گواہ ہو کہ یہ حق ہے اور اللہ تمہارے ان کاموں سے غافل نہیں ہے جو تم کر رہے ہو۔

بہر حال اہلِ کتاب نے جو غلط حرکت کی تھی انہیں اس غلط حرکت سے متنبہ کیا گیا اور ان کی سازشوں پر انہیں ڈانٹ پلائی گئی۔

درس نمبر (۲۷۹) | **جو اللہ کا سہارا مضبوطی سے تھام لے** | آلِ عمران: ۱۰۰۔۱۰۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِن تُطِيعُواْ فَرِيقاً مِّنَ الَّذِينَ أُوتُواْ الْكِتَابَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ O وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنتُمْ تُتْلَى عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ وَمَن يَعْتَصِم بِاللّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اے وہ لوگو جو آمَنُوْٓا ایمان لائے ہو إِنْ تُطِيْعُوا اگر تم اطاعت کرو گے فَرِيْقاً ایک فریق کی مِّنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں میں سے جو أُوْتُوا دیے گئے الْكِتَابَ کتاب يَرُدُّوْكُمْ (تو) وہ لوٹا دیں گے (بنا دیں گے) تمہیں بَعْدَ إِيْمَانِكُمْ تمہارے ایمان لانے کے بعد كَافِرِيْنَ کفر کرنے والے O وَكَيْفَ اور کیسے تَكْفُرُوْنَ تم کفر کرو گے وَأَنْتُمْ جب کہ تم تُتْلَى تلاوت کی جاتی ہیں عَلَيْكُمْ تم پر آيَاتُ اللّٰهِ اللہ کی آیتیں وَفِيْكُمْ اور تمہارے اندر رَسُوْلُهُ اس کا رسول (موجود) ہے وَمَنْ يَّعْتَصِمْ اور جو کوئی مضبوط پکڑ لے بِاللّٰهِ اللہ (کے دین) کو فَقَدْ هُدِيَ تو تحقیق وہ ہدایت دیا گیا إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستہ کی طرف

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کے ایک گروہ کی بات مان لو گے تو وہ تمہارے ایمان لانے کے بعد تم کو دوبارہ کافر بنا کر چھوڑیں گے O اور تم کیسے کفر اپناؤ گے جبکہ اللہ کی آیتیں تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں اور اس کا رسول تمہارے درمیان موجود ہے؟ اور (اللہ کی سنت یہ ہے کہ) جو شخص اللہ کا سہارا مضبوطی سے تھام لے، وہ سیدھے راستے تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! اگر تم اہلِ کتاب کے ایک گروہ کی بات مان لو گے تو وہ تمہارے ایمان لانے کے بعد تم کو دوبارہ کافر بنا کر چھوڑ دیں گے۔

۳۔ تم کیسے کفر اپناؤ گے جبکہ اللہ کی آیتیں تمہارے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں؟

۴۔ اور اس کا رسول تمہارے درمیان موجود ہے۔

۵۔ جو شخص اللہ کا سہارا مضبوطی سے تھام لے وہ سیدھے راستہ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

پچھلی دو آیتوں میں اس شریر اور بدبخت یہودی کی شرارت کا تذکرہ کیا گیا کہ اس نے انصار کے دو قبیلوں کے درمیان نفرت پھیلانے کی کوشش کی تھی۔ ان آیتوں میں جن کی تلاوت کی گئی اوس وخزرج کے ان دونوں قبیلوں کے ان افراد کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ کس طرح یہودی شخص کے نرغہ میں آ کر آپس میں انہوں نے لڑنا شروع کیا تھا؟ ان سے یہ بات کہی گئی کہ اگر تم لوگ اہلِ کتاب کے ایک فریق کی بات مانو گے تو وہ تم کو ایمان پر رہنے نہیں دیں گے، تم کو کفر کی طرف واپس لوٹا کر ہی چھوڑیں گے، تمہیں اپنے دشمن کی سازشی باتوں کے بارے میں محتاط رہنا چاہیئے اور ان کی سازش کو سمجھنا چاہیئے اور تمہیں یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے کہ یہ یہود اور مشرکین تمہارے ایمان سے کبھی راضی نہیں ہو سکتے اور تم لوگ یہ بات تو بتاؤ کہ تم کیسے کفر اختیار کر سکتے ہو، حالانکہ تم پر اللہ کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں؟ اور تمہارے درمیان اللہ کے رسول موجود ہیں۔ یہ بات یاد رکھو کہ اگر تم اللہ کی ان آیتوں کو اور رسولِ رحمت ﷺ کی تعلیمات کو چھوڑ دو گے تو دشمن تم پر قابو پائے گا اور تم کو کفر کے دلدل میں پھنسا دے گا، اس لئے تم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور رب ذوالجلال کا دستور یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو صراطِ مستقیم پر لگا دیتے ہیں۔

ان آیتوں سے یہ سبق ملا کہ ہمیں اپنی زندگی کے ہر موڑ میں اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنی چاہئے۔ ہمیں اگر واقعی صراطِ مستقیم کی ضرورت ہے تو اس صراطِ مستقیم کو پانے کیلئے لازم ہے کہ ہم اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت کریں۔ ہماری زندگی میں دینِ اسلام سے ہمیں ہٹانے کیلئے مختلف باتیں آسکتی ہیں۔ دشمنوں کی تدبیریں اورسازشیں ہمیں صراطِ مستقیم سے ہٹ جانے کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔ فتنوں کے اس دور میں تو اس کا بہت زیادہ امکان ہے، اس لئے اگر ہم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور یہ فیصلہ پورے عزم کے ساتھ کرلیں کہ ہمارے لئے قرآنِ مجید کی تعلیمات اور رسولِ رحمت ﷺ کے ارشادات کافی ہیں۔ ہم اپنی موت تک کیلئے یہ فیصلہ کرچکے ہیں کہ ہم قرآن وحدیث کی تعلیمات پر قائم رہیں گے تو یہ طاقتور فیصلہ ہمیں دشمن کی سازشوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

ہمارے ملک بھارت کے ان تشویشناک حالات بھی ہم مسلمانوں کو اشارہ دے رہے ہیں کہ آزمائش کے اس دور میں ہمیں اپنے دین وایمان کی حفاظت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے دین وایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۲۸۰) — اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے — آلِ عمران:۱۰۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلاَ تَمُوتُنَّ إِلاَّ وَأَنْتُم مُّسْلِمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اتَّقُواْ اللّهَ اللہ سے ڈرو حَقَّ جیسا کہ حق ہے تُقَاتِهِ اس سے ڈرنے کا وَلاَ تَمُوتُنَّ اور نہ ہرگز تمہیں موت آئے إِلاَّ وَأَنْتُم مگر اس حال میں کہ تم مُّسْلِمُونَ مسلمان ہو

ترجمہ: اے ایمان والو! دل میں اللہ کا ویسا ہی خوف رکھو جیسا خوف رکھنا اس کا حق ہے، اور خبردار! تمہیں کسی اور حالت میں موت نہ آئے، بلکہ اسی حالت میں آئے کہ تم مسلمان ہو۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تم اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

۲۔ تمہیں صرف اور صرف مسلمان ہونے کی حالت ہی میں مرنا ہے۔

اللہ سے اس طرح ڈرنے کا حکم جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے۔ اس کی تفسیر میں حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے اوراس کی نافرمانی نہ کی جائے اوراسے یاد کیا جائے اوراسے بھولا نہ جائے۔ اس قول کی روشنی میں ہمیں اس بات کا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا ہم واقعی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں؟ اگر ہم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ سے جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے ڈر رہے ہیں تو ہمیں اس بات کا محاسبہ کرنا چاہئے کہ کیا ہم اپنی زندگی کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کررہے ہیں؟ چاہے وہ آپسی معاملات میں ہو، چاہے وہ اپنے کاروباری معاملات میں ہو، چاہے اپنی معاشرتی زندگی میں ہو۔ ہمارا اپنی زندگی کے مختلف میدانوں میں اللہ تعالیٰ کی

اطاعت کرنا اوراس کی نافرمانی سے بچنااورخلوت وجلوت میں،سفراورحضر میں،صحت اور بیماری میں اورعروج وزوال میں اللہ تعالیٰ کو یادرکھنا اوراس کو نہ بھولنا علامت ہے اس بات کی کہ ہم اللہ تعالیٰ سے ایسے ہی ڈررہے ہیں جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اوراگرہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کررہے ہیں اوراس کو بھول کراوراس کے احکامات کو پسِ پشت ڈال کر زندگی گزاررہے ہیں تواس کا مطلب یہ ہے کہ ہم میں اللہ کا ڈرویسا نہیں ہے جیسا کہ ہونا چاہئے۔

یہ آیت جب نازل ہوئی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسولِ رحمت ﷺ سے کہا کہ یارسول اللہ! ہم میں کون اس قدرطاقت رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرے جس طرح ڈرنے کا حق ہے تواس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ **فَـاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسۡتَطَعۡتُمۡ** تم جس قدر اللہ سے ڈرسکتے ہواس قدراللہ سے ڈرویعنی تمہاری طاقت جتنی ہے اورتمہاری توانائی جس قدرہے اس قدر اللہ سے ڈرنے کی کوشش کرو۔بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ حقِ تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی کی ملامت اور برائی کی پرواہ نہ کرے اور ہمیشہ انصاف پر قائم رہے اوربعض نے فرمایا کہ کوئی آدمی اس وقت تک تقویٰ کا حق ادانہیں کرسکتا جب تک کہ وہ اپنی زبان کومحفوظ نہ رکھے۔تم کوموت نہیں آنی چاہئے،مگر یہ کہ تم مسلمان رہو۔اس کا مطلب یہ ہے کہ تم آخری دم تک اسلام پر قائم رہو،تمہیں اسلام کے سوا کسی اورحال میں موت نہیں آنی چاہئے۔اب سوال یہ ہے کہ اسلام کی حالت ہی میں موت آئے اس کا فارمولہ کیا ہے؟اس کا جواب یہ ہے کہ اگرہم پختہ عزم وارادہ کے ساتھ اپنی پوری زندگی اسلام پرگزاریں گےتو یقین کامل ہے کہ موت اسلام کی حالت ہی میں آئے گی۔حدیث میں ہے کہ **كَـمَـا تَـحۡيَوۡنَ تَمُوۡتُوۡنَ** تم جس حالت میں زندگی گزاروگےاسی حالت میں موت آئے گی۔ عمل میں اخلاص ہواورارادہ میں پختگی ہواورمعمولات میں استقامت ہوتواسلام کی حالت میں موت کاآنا یقینی ہے۔

بھارت کےان ناموافق حالات میں مسلمانوں کے لئے ان کااوران کی نسلوں کاایمان کی حالت میں جینااور ایمان ہی کی حالت میں مرناایک بہت بڑاچیلنج ہے۔ناموافق حالات میں استقامت کے ساتھ دین وایمان پر قائم رہیں اوراپنی اولادکوبھی دینِ اسلام پرقائم رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ ایمان واسلام کی حالت میں فرمادے۔آمین

درس نمبر(۲۸۱) تم سب اللہ کی رسی کومضبوطی سے تھام لو آلِ عمران:۱۰۳

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَاعۡتَصِمُواۡ بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعاً وَلاَ تَفَرَّقُواۡ وَاذۡكُرُواۡ نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ إِذۡ كُنتُمۡ أَعۡدَاءً فَأَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوبِكُمۡ فَأَصۡبَحۡتُم بِنِعۡمَتِهِ إِخۡوَاناً وَكُنتُمۡ عَلَىَ شَفَا حُفۡرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنۡهَا كَذَالِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمۡ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاعۡتَصِمُواۡ اورتم مضبوطی سے پکڑلو بِحَبۡلِ اللّٰهِ اللہ کی رسی جَمِيۡعاً اکھٹے وَلاَ تَفَرَّقُواۡ اورنہ

جداجداہوجاو وَاذْكُرُواْ اوریادکرو نِعْمَتَ اللّٰهِ اللہ کی نعمت عَلَيْكُمْ (جو)تم پرہوئی إِذْ كُنتُمْ جب تھےتم أَعْدَاءً دشمن فَأَلَّفَ تواس نے الفت ڈال دی بَيْنَ قُلُوبِكُمْ تمہارے دلوں کے درمیان فَأَصْبَحْتُم چنانچہ تم ہوگئے بِنِعْمَتِهِ اس کے احسان سے إِخْوَاناً بھائی(بھائی) وَكُنتُمْ اور تھےتم عَلَىٰ شَفَا کنارے پر حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ آگ کے ایک گڑھے کے فَأَنقَذَكُم بالآخراس(اللہ) نے تمہیں بچایا مِّنْهَا اس(آگ) سے كَذَٰلِكَ اسی طرح يُبَيِّنُ اللّٰهُ اللہ بیان کرتا ہے لَكُمْ تمہارے لئے آيَاتِهِ اپنی آیتیں لَعَلَّكُمْ تاکہ تم تَهْتَدُونَ ہدایت پاوَ

ترجمہ: اوراللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھواورآپس میں پھوٹ نہ ڈالواوراللہ نے تم پرجوانعام کیاہےاسے یادرکھو کہ ایک وقت تھاجب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھراللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑدیااورتم اللہ کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے اورتم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے؛اللہ نے تمہیں اس سے نجات عطافرمائی۔اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی نشانیاں کھول کھول کرواضح کرتا ہے،تاکہ تم راہِ راست پرآجاؤ۔

تشریح: اس آیت میں دس باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔

۲۔آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔

۳۔اللہ نے تم پرجوانعام کیاہےاسے یادرکھو۔

۴۔ایک وقت تھاجب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے

۵۔پھراللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں کو جوڑدیا۔

۶۔تم سب اللہ کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔

۷۔تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔

۸۔اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے نجات عطافرمائی۔

۹۔سی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی نشانیاں کھول کھول کرواضح کرتا ہے۔

۱۰۔تاکہ تم راہِ راست پرآجاؤ۔

اللہ نے مسلمانوں کواس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ سب اکھٹے ہوکراللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھیں،گویا اس آیت میں اتحادواتفاق کی تعلیم دی گئی ہے۔ ہرسلیم الفطرت انسان کے نزدیک اتحادواتفاق پسندیدہ بھی ہے اور مطلوب بھی،کوئی بھی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ لڑائی جھگڑا،مخالفت اورآپسی انتشارمفیداوراچھی چیز ہے۔دنیا کی ہر جماعت اورہرپارٹی لوگوں کو متحداورمتفق رہنے ہی کی تعلیم دیتی ہے لیکن اس کے باوجودانسانیت فرقوں،گروہوں اور پارٹیوں میں بٹی ہوئی ہے۔اب تواس میں اتنی ترقی ہوگئی ہے کہ ہرپارٹی میں ایک اورپارٹی اورہرجماعت میں ایک اور

جماعت کا وجود ہوتا جا رہا ہے۔ اب تو جماعتیں ٹوپیوں سے پہچانے جا رہی ہیں بلکہ بعض جماعتوں اور طبقات کی ٹوپیوں کے رنگ بھی جدا جدا ہیں۔ ہائے افسوس! تجربہ بتلاتا ہے کہ اس انتشار و اختلاف کی بنیاد انانیت اور مفاد پرستی ہے اگر لوگوں کے اندر اخلاص، ایثار اور تواضع یہ تین چیزیں آ جائیں تو آپسی انتشار کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ ہم سب جانتے ہیں کہ جہاں آپسی انتشار اور خلفشار ہوتا ہے وہاں سکون اور عافیت کا نام و نشان نہیں ہوتا۔ اتحاد و اتفاق کے ساتھ ہم دس کام کریں کافی ہے بجائے اسکے کہ ہم انتشار و خلفشار کے ماحول میں سو کام انجام دیں۔ آج ہر شخص اپنے بنائے ہوئے نام پر سب کو متحد کرنے میں لگا ہوا ہے وہ دوسرے کے نظام کو قبول کرنے کیلئے ہرگز آمادہ نہیں، اتحاد و اتفاق کا اصول قرآنِ مجید نے یہ بتلایا کہ تم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، اللہ تعالیٰ نے جو آفاقی نظام قرآن مجید کے ذریعہ دیا ہے تم سب اس کو اکھٹے ہو کر تھام لو، اگر تم اس آفاقی نظام کو مل جل کر تھام لو گے تو اتحاد و اتفاق خود بخود قائم ہو جائے گا۔
ہم مسلمانوں کو قیامت تک کیلئے ایک ایسا لائحۂ عمل اور دستورِ حیات دیا گیا ہے جس میں کسی بھی قسم کا کوئی جھول نہیں ہے۔ اگر ہم مسلمان رنگ و نسل، خاندان اور برادری، علاقہ اور زبان، مسلک و مکتبِ فکر سے بالاتر ہو کر اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ کہ سارے ہی مسلمان بھائی بھائی ہیں کی بنیاد پر متحد ہو جائیں اور وقتی، عارضی، جزوی اور نظریاتی اختلافات کو بنیاد بنا کر فاصلے قائم کرنے سے باز آ جائیں تو امید بلکہ یقین ہے کہ امتِ مسلمہ کی ترقی اور اسکے غلبہ کیلئے ایک طاقتور راہ پیدا ہو جائے گی۔

ہمارے ملک بھارت کے تازہ تشویشناک حالات نے ہم سب مسلمانوں کو ایک جگہ بیٹھنے کا سبق سکھا دیا ہے۔ اگر اب بھی نہ جاگیں تو پھر کبھی جاگ نہ سکیں گے۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ کہ تم پر جو اللہ کی نعمتیں ہوتی ہیں ان کو تم یاد کرو تم تاریخ کے اوراق کو الٹ کر اس بات کا جائزہ لو کہ تم دشمن تھے ایک دوسرے کو بے عزت اور بے یار و مددگار کرتے گئے تھے۔ اسلام آیا توحید کا پیغام لے آیا۔ رسول رحمت ﷺ کی بعثت ہوئی۔ آپ ﷺ کی تربیت نے ایک تاریخی انقلاب پیدا کیا تمہاری دشمنیاں ختم ہو گئیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی اور تم سب بھائی بھائی بن گئے۔ یہ اللہ کا زبردست انعام تم پر ہوا ہے کہ تم میں باہمی محبت پیدا ہو گئی تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے تم سب کو بچا لیا اوس و خزرج جو ایک سو بیس سال تک آپس میں جنگ کرتے رہے، اللہ کا کس قدر کرم ہوا کہ ان دونوں قوموں کو اسلام کی نعمت نصیب ہوئی سب بھائی بھائی بن گئے اور ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہیں ایسی واضح حقیقتیں بتلاتے ہیں تاکہ تم ہدایت پر قائم رہو۔ اللہ تعالیٰ سب کو آپس میں متحد رہنے کی توفیق بخشے۔

درس نمبر (۲۸۲) **تمہارے درمیان ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے** آلِ عمران:۱۰۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلْتَكُن اور چاہئے کہ ہو مِّنكُمْ تم میں سے أُمَّةٌ ایک جماعت يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ جو بلائے خیر کی طرف وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ اور حکم دے اچھے کاموں کا وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ اور روکے برے کاموں سے وَأُولٰئِكَ هُمُ اور یہی لوگ ہیں الْمُفْلِحُونَ فلاح پانے والے

ترجمہ: اور تمہارے درمیان ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جس کے افراد (لوگوں کو) بھلائی کی طرف بلائیں، نیکی کی تلقین کریں اور برائی سے روکیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تمہارے درمیان ایک جماعت ہونی چاہئے۔

۲۔ جو بھلائی کی طرف بلائے اور برائی سے روکے

۳۔ ایسے ہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں۔

پچھلی آیت میں اتحاد و اتفاق کی تعلیم دی گئی اور اس آیت میں ایک ایسی جماعت کے وجود کی حاجت کی بات کہی جا رہی ہے جن کے دل میں دوسروں کی اصلاح اور خیر خواہی کی فکر دامن گیر ہو، مومن کیلئے صرف یہ کافی نہیں ہے کہ وہ دیندار بن جائے، صالح اور متقی بن جائے بلکہ اس کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں کو اس خیر کی طرف بلائے جس خیر پر وہ قائم ہے۔ اس برائی سے لوگوں کو روکے جس برائی سے خود رکا ہوا ہے۔ امتِ مسلمہ میں بہرصورت ایک ایسی جماعت کا وجود ضروری ہے جو لوگوں کو بھلائی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔

قرآن مجید کی ایک اور آیت اس مضمون کی تائید کرتی ہے كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالے گئے ہو تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اس امت کے بہترین امت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ امت اپنی خیر خواہی کے ساتھ ساتھ دوسروں کی خیر خواہی کی فکر کرتی ہے اور یہ امت ساری انسانیت کی صلاح و فلاح کیلئے تیار کی گئی ہے، اس امت کو یہ عظیم اعزاز دیا گیا ہے کہ وہ ساری انسانیت کو نفع پہنچانے کے لئے وجود میں لائی گئی ہے۔

اللہ تعالی نے اس آیت کے آخر میں ان لوگوں کو جو یہ فریضہ دعوت دیتے ہیں کامیابی کی سند عطا فرمائی ہے کہ وَ أُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ اور یہی لوگ ہیں جو کامیابی پانے والے ہیں۔

درس نمبر (۲۸۳) **اُن لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ** آلِ عمران:۱۰۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلاَ تَكُوْنُواْ كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُواْ وَاخْتَلَفُواْ مِن بَعْدِ مَا جَاءَ هُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُوْلـٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلاَ تَكُوْنُواْ اور نہ تم ہو جاؤ كَالَّذِيْنَ ان لوگوں کی مانند جو تَفَرَّقُواْ جدا جدا ہو گئے وَاخْتَلَفُواْ اور انہوں نے اختلاف کیا مِن بَعْدِ مَا بعد اس کے کہ جَاءَ هُمُ آ گئے انکے پاس الْبَيِّنَاتُ واضح دلیلیں وَأُوْلـٰئِكَ اور یہ لوگ لَهُمْ ان کے لئے عَذَابٌ عَظِيْمٌ بہت بڑا عذاب ہے

ترجمہ: اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جن کے پاس کھلے کھلے دلائل آ چکے تھے، اس کے بعد بھی انہوں نے آپس میں پھوٹ ڈال لی اور اختلاف میں پڑ گئے۔ ایسے لوگوں کو سخت سزا ہوگی۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جن کے پاس کھلے کھلے دلائل آ چکے تھے۔

۲۔ اس کے بعد بھی انہوں نے آپس میں پھوٹ ڈال لی۔

۳۔ اختلاف میں پڑ گئے۔

۴۔ ایسے لوگوں کو سخت سزا ہوگی۔

پچھلی آیت میں اتحاد و اتفاق کی تعلیم دی گئی، اسی کا یہ بقیہ مضمون ہے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو اس بات کی ہدایت دی گئی ہے کہ تم لوگ ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جو آپس میں متفرق ہو گئے اور واضح احکامات کے آنے کے بعد بھی انہوں نے آپس میں اختلاف کر لیا، یہاں اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کے افراد کو متنبہ کر رہے ہیں کہ تم یہود و نصاریٰ کی طرح مت بن جاؤ۔ یہود و نصاریٰ نے اللہ تعالیٰ کے صاف صاف احکام کے آنے کے باوجود اپنی خواہشات کا دین گھڑ لیا اور شریعت کے اصولوں میں ایک دوسرے سے مختلف ہو گئے اور آپس میں اختلاف کو ہوا دی، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات واضح طور پر سامنے رہنے کے بعد اسکی اطاعت اور اتباع ہی واحد صورت ہے جس میں امن، سلامتی اور کامیابی ہے سارے لوگ جب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں گے اور اجتماعیت کے ساتھ زندگی گزاریں گے تو قوم و ملت میں استحکام پیدا ہوگا اور اگر سب الگ الگ راہ اختیار کر لیں گے، منتشر اور متفرق ہو جائیں گے اور اختلافات میں پڑ جائیں گے تو ملت کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ گزری ہوئی قوموں سے سبق حاصل کرنا اور اپنے اپنے سدھار کی کوشش کرنا ہی عقلمندی کا ثبوت ہے۔

اس آیت کے آخر میں ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اختلافات اور تفریق کا بیج بویا ان کے لئے عذابِ عظیم کی وعید بیان کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہود و نصاریٰ کی اتباع سے بچائے اور رسولِ رحمت ﷺ کی اتباع اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی اقتداء نصیب فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۲۸۴) **جس دن چہرے کالے پڑ جائیں گے** آلِ عمران:۱۰۶۔۱۰۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكْفَرْتُم بَعْدَ إِيْمَانِكُمْ فَذُوقُواْ الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ O وَأَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ O تِلْكَ آيَاتُ اللّٰهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْماً لِّلْعَالَمِيْنَ O وَلِلّٰهِ مَا فِيْ السَّمَاوَاتِ وَمَا فِيْ الْأَرْضِ وَإِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْأُمُوْرُ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَوْمَ تَبْيَضُّ جس دن سفید ہوں گے وُجُوهٌ کئی چہرے وَتَسْوَدُّ اورسیاہ ہوں گے وُجُوهٌ کئی چہرے فَأَمَّا الَّذِيْنَ پس لیکن وہ لوگ کہ اسْوَدَّتْ سیاہ ہوں گے وُجُوهُهُمْ ان کے چہرے (ان سے کہا جائے گا) أَكْفَرْتُمْ کیا تم نے کفر کیا تھا بَعْدَ إِيْمَانِكُمْ اپنے ایمان لانے کے بعد فَذُوقُواْ تواب تم چکھو الْعَذَابَ عذاب بِمَا كُنْتُمْ بسبب اس کے جو تھے تم تَكْفُرُوْنَ کفر کرتےO وَأَمَّا الَّذِيْنَ اوروہ لوگ ابْيَضَّتْ سفید ہوں گے وُجُوهُهُمْ جن کے چہرے فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ تو وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے هُمْ فِيْهَا وہ اس میں خَالِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گےO تِلْكَ آيَاتُ اللّٰهِ یہ آیتیں اللہ کی ہیں نَتْلُوهَا ہم انہیں پڑھتے ہیں عَلَيْكَ آپ پر بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَمَا اللّٰهُ اورنہیں اللہ يُرِيْدُ ارادہ کرتا ظُلْماً ظلم کرنے کا لِّلْعَالَمِيْنَ جہان والوں کے لئےO وَلِلّٰهِ اوراللہ ہی کیلئے ہے مَا فِيْ السَّمَاوَاتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِيْ الْأَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَإِلَى اللّٰهِ اوراللہ ہی کی طرف تُرْجَعُ لوٹائے جاتے ہیں الْأُمُوْرُ سب معاملات

ترجمہ: اس دن جس دن کچھ چہرے سفید ہونگے اور کچھ چہرے سیاہ پڑ جائیں گے پس جن کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے ان سے کہا جائے گا کہ کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر اختیار کرلیا؟ لو پھر اب مزہ چکھو اس عذاب کا، کیونکہ تم کفر کیا کرتے تھےO دوسری طرف جن لوگوں کے چہرے چمکتے ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں جگہ پائیں گے۔ وہ اسی میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گےO یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تمہیں ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سنا رہے ہیں اور اللہ دنیا جہان کے لوگوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتاO آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اللہ ہی کا ہے اور اسی کی طرف تمام معاملات لوٹائے جائیں گے۔

تشریح: ان چار آیتوں میں نو باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔اس دن جب کچھ چہرے چمکتے ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔

۲۔جن لوگوں کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے ان سے کہا جائے گا

۳۔کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر اختیار کرلیا۔

۴۔لو پھر اب مزہ چکھو اس عذاب کا کیونکہ تم کفر کیا کرتے تھے۔

۵۔دوسری طرف جن لوگوں کے چہرے چمکتے ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں جگہ پائیں گے،وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔
٦۔یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تمہیں ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سنارہے ہیں۔
۷۔اللہ تعالیٰ دنیاجہاں کے لوگوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتا۔
۸۔آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے۔
۹۔اسی کی طرف تمام معاملات لوٹائے جائیں گے۔

قیامت کے دن پوری انسانیت دوحصوں میں تقسیم ہوجائے گی۔ایک مجمع ان لوگوں کا ہوگا جن کے چہرے سفید اور نورانی ہوں گے اور دوسرا مجمع وہ ہوگا جن کے چہرے کالے اور بے نور ہوں گے۔خوش نصیب اور نیک بخت وہ لوگ ہوں گے جن کے چہرے قیامت کے دن چمک رہے ہوں گے اوران کے ایمان کی روشنی ان کے چہروں سے جھلک رہی ہوگی۔ بدنصیب وہ لوگ ہوں گے جن کے چہرے سیاہ ہوں گے،جن کے چہروں پر کفر کی کدورت اور ظلمت چھائی ہوئی ہوگی۔جن کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ کیا تم نے اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟اب تم اس کفر کی وجہ سے اس عذاب کا مزہ چکھو،معلوم یہ ہوا کہ کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے اوران کو انکے کفر پر عذاب بھی ہوگا۔

جن کے چہرے سفید اور نورانی ہوں گے وہ اللہ کی ایسی رحمت میں ہوں گے جو رحمت عارضی اور فانی نہیں ہوگی بلکہ دائما ابداً ہوگی یعنی ہمیشہ ہمیش وہ اس رحمت میں ہوں گے۔قیامت کے دن بعض لوگوں کے چہروں کے سفید اور نورانی ہوجانے اور بعض لوگوں کے چہروں کے سیاہ اور بے نور ہوجانے کی بات متعدد مقامات پر کہی گئی۔سورۂ زمر، سورۂ یونس اور سورۂ عبس میں بھی چہروں کے سیاہ وسفید ہونے کا ذکر موجود ہے۔اس آیت کی تلاوت کے بعد ہمارے دلوں میں ایک خاص قسم کی فکر پیدا ہونی چاہئے کہ ہم اس بات سے ہمیشہ ڈرتے رہیں کہ کہیں قیامت کے دن ہمارے چہروں پر ظلمت اور ذلت نہ چھاجائے اوراس بات کی خواہش ہمارے دلوں میں ہونا چاہئے کہ ہمارے چہرے قیامت کے دن نورانی اور سفید ہوں ،ظاہر ہے کہ اس کے لئے ایک طرف ہمیں اپنے ایمان کی مضبوطی کی فکر کرنی ہوگی اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ یہ نعمت مانگنی ہوگی کہ ’’اے اللہ ہمارے چہروں کو قیامت کے دن نورانی بنادے اور قیامت کے دن ہمیں چہروں کی ظلمت وسیاہی سے بچادے‘‘۔اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ وُجُوْهَنَا يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدَّ وُجُوْهٌ اے اللہ! ہمارے چہروں کوسفید اور روشن رکھئے جس دن چہرے سفید بھی ہوں گے اور سیاہ بھی۔

یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو برحق ہیں تمہارے سامنے پڑھی جارہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ جہانوں کے ساتھ ظلم کا ارادہ ہی نہیں رکھتا رحمٰن ورحیم رب ذوالجلال کی شان کے خلاف ہے کہ وہ کسی پر ظلم کرے۔

جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے حقیقت میں ان سب کا حقیقی خالق ومالک اللہ ہی ہے اور ہم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

درس نمبر (۲۸۵) **تم بہترین امت ہو** آلِ عمران:۱۱۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْراً لَّهُم مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: كُنتُمْ ہوتم خَيْرَ بہترین أُمَّةٍ امت أُخْرِجَتْ جو(نکالی) گئی ہے لِلنَّاسِ لوگوں کے لئے تَأْمُرُونَ تم حکم کرتے ہو بِالْمَعْرُوفِ اچھے کاموں کا وَتَنْهَوْنَ اورتم روکتے ہو عَنِ الْمُنكَرِ برے کاموں سے وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ اورتم ایمان رکھتے ہواللہ کے ساتھ وَلَوْ آمَنَ اوراگر ایمان لاتے أَهْلُ الْكِتَابِ اہل کتاب لَكَانَ (تو)البتہ ہوتا خَيْراً بہت خیر لَّهُم ان کے لئے مِّنْهُمُ بعض ان میں سے الْمُؤْمِنُونَ ایمان لانے والے ہیں وَأَكْثَرُهُمُ اور اکثر ان میں سے الْفَاسِقُونَ فاسق ہیں

ترجمہ: (مسلمانو!) تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لئے وجود میں لائی گئی ہے تم نیکی کی تلقین کرتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو یہ ان کے حق میں کہیں بہتر ہوتا۔ ان میں سے کچھ تو مؤمن ہیں، مگر ان کی اکثریت نافرمان ہے۔

تشریح : اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لئے وجود میں لائی گئی ہو۔

۲۔تم نیکی کی تلقین کرتے ہو، برائی سے روکتے ہو، اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

۳۔اگر اہلِ کتاب ایمان لے آتے تو یہ ان کے حق میں کہیں بہتر ہوتا۔

۴۔ان میں سے کچھ تو مومن ہیں مگر ان کی اکثریت نافرمان ہے۔

امتِ محمد یہ سے جو کہ آخری نبی کی آخری امت ہے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا کہ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ تم بہترین امت ہو، سورۂ بقرہ میں امتِ محمد یہ کو امۃ وسط بھی کہا گیا "وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطاً" اور اسی طرح تمہیں امت وسط بنایا گیا۔ یہ امت محمد یہ خیر امت یعنی بہترین امت اس لئے ہے کہ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ یہ لوگوں کو نفع پہنچانے کیلئے وجود میں لائی گئی ہے، لوگوں کو نفع پہنچانے والے نبی کی یہ امت بھی لوگوں کو نفع ہی پہنچائے گی نقصان نہیں پہنچائے گی اور یہاں اس امت کے لئے أُخْرِجَتْ لِلْمُسْلِمِيْنَ بھی کہا جاسکتا تھا کہ یہ امت صرف مسلمانوں کے نفع کیلئے وجود میں لائی گئی ہے لیکن "أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" دنیا جہاں کے سارے لوگوں کے نفع پہنچانے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خیر خواہی میں اس امت کا نشانہ سارے ہی انسان ہونے چاہئیں، انسانیت کی بنیاد پر نفع پہنچانے کا ظرف مسلمانوں کو پیدا کر لینا چاہئے۔ اس امت کے "خیرامت" ہونے کی دوسری تیسری اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ "تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ

بِـالـلّٰهِ ‘‘ یہ امت لوگوں کو بھلائی کے کاموں کے کرنے کا حکم دیتی ہے اور لوگوں کو برے کاموں کے کرنے سے روکتی ہے اور یہ امت اللہ پر ایمان بھی رکھتی ہے۔

اگر یہ اہل کتاب نبی رحمت ﷺ کی بعثت پر ایمان لے آتے اور آخری نبی اور آخری کتاب کو اللہ کا آخری نبی اور اللہ کی آخری کتاب تسلیم کر لیتے تو ان کیلئے اچھی بات ہوتی۔ مگر افسوس کہ ان اہل کتاب میں سے چند تو ایمان لے آئے اور انہوں نے اپنی آخرت سنواری اور ان میں کے اکثر نے ایمان قبول نہ کیا، جھٹلا دیا اور فاسقوں کی فہرست میں شامل ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دوسروں کے نفع کیلئے جینے کی توفیق بخشے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے آمین

درس نمبر (۲۸۶) **وہ تمہارا کوئی بڑا نقصان نہیں کر پائیں گے** آلِ عمران:۱۱۱۔۱۱۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَنْ يَّضُرُّوكُمْ إِلَّآ أَذًى وَإِنْ يُّقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ Oضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوٓا إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآؤُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُونَ الْأَنبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَـنْ يَّـضُـرُّوكُـمْ وہ تمہیں ہرگز تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے إِلَّآ أَذًى مگر تھوڑی سی ایذا وَإِن اور اگر يُقَاتِلُوكُمْ وہ تم سے لڑیں يُوَلُّوكُمُ (تو) پھیر دیں گے تمہاری طرف الْأَدْبَارَ پیٹھیں ثُمَّ لَا يُنصَرُونَ پھر وہ مدد نہیں کئے جائیں گےO ضُرِبَتْ مسلط کر دی گئی عَلَيْهِمُ ان پر الذِّلَّةُ ذلت أَيْنَ مَا جہاں کہیں بھی ثُقِفُوٓا وہ پائے جائیں إِلَّا مگر بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ اللہ کی پناہ کے ساتھ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ اور لوگوں کی پناہ کے (ساتھ) وَبَآؤُوا اور وہ لوٹے بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ اللہ کے غضب کے ساتھ وَضُرِبَتْ مسلط کر دی گئی عَلَيْهِمُ ان پر الْمَسْكَنَةُ محتاجی ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ یہ اس سبب سے کہ بیشک وہ كَـانُـوا يَكْفُرُونَ کفر کرتے تھے بِـآيَـاتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتوں کے ساتھ وَيَـقْتُلُونَ اور قتل کرتے تھے الْأَنبِيَاءَ نبیوں کو بِغَيْرِ حَقٍّ ناحق ذٰلِكَ بِمَا یہ اس سبب سے کہ بیشک وہ عَصَوا انہوں نے نافرمانی کی وَّكَانُوا اور تھے وہ يَعْتَدُونَ زیادتی کرتے

ترجمہ: وہ تھوڑا بہت ستانے کے سوا تمہیں کوئی بڑا نقصان ہرگز نہیں پہنچا سکیں گے۔ اور اگر وہ تم سے لڑیں گے بھی تو تمہیں پیٹھ دکھا جائیں گے، پھر انہیں کوئی مدد بھی نہیں پہنچے گیO وہ جہاں کہیں پائے جائیں، ان پر ذلت کا ٹھپہ لگا دیا گیا ہے، الا یہ کہ اللہ کی طرف سے کوئی سبب پیدا ہو جائے یا انسانوں کی طرف سے کوئی ذریعہ نکل آئے جو ان کو سہارا دیدے؛ انجام کار وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے ہیں، اور ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے تھے۔ (نیز) اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور ساری حدیں پھلانگ جایا کرتے تھے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں آٹھ باتیں بیان کی گئی ہیں:

ا۔وہ تھوڑا بہت ستانے کے سوا تمہیں کوئی بڑا نقصان ہرگز نہیں پہنچا سکیں گے۔
۲۔اگر وہ تم سے لڑیں گے بھی تو تمہیں پیٹھ دکھا جائیں گے، پھر انہیں کوئی مدد بھی نہیں پہنچے گی۔
۳۔وہ جہاں کہیں پائے جائیں ان پر ذلت کا ٹھپہ لگا دیا گیا ہے۔
۴۔الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی سبب پیدا ہو جائے یا انسانوں کی طرف سے کوئی ذریعہ نکل آئے جو ان کو سہارا دیدے۔
۵۔انجام کار وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے ہیں اور ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی ہے۔
۶۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔
۷۔پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے تھے۔
۸۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور ساری حدیں پھلانگ جایا کرتے تھے۔

مسلمانو! تمہیں یہودیوں کی طرف سے ہونے والی شرارتوں اور اذیتوں سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں یہ یہودی تمہیں زیادہ ضرر نہیں پہنچا سکیں گے ہاں تھوڑی سی تکلیف تمہیں ان کی طرف سے ضرور ہوگی کہ وہ زبانی طور پر تمہیں برا بھلا کہہ کر تمہارا دل دکھائیں گے اس سے زیادہ کوئی ضرر اور نقصان تمہارا نہیں کریں گے، یہ بات اس پس منظر میں کہی جا رہی ہے کہ یہودیوں نے ان مسلمانوں کو ایذاء پہنچانے کا سلسلہ شروع کیا تھا جو یہودیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو چکے تھے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ۔ان یہودیوں میں موجود خطرات کو دور فرما دیا گیا۔اس جملہ کے ذریعہ کہ لَنْ يَضُرُّوْ كُمْ کہ یہ یہودی کوئی خاص ضرر نہیں پہنچا سکیں گے سوائے یہ کہ تھورڑی بہت تکلیف پہنچائے

وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لاَ يُنْصَرُونَ کہ اگر یہ یہودی اتنی ہمت بھی کرلیں کہ تم سے جنگ کرنے کیلئے تیار ہو جائیں تو یہ بات یاد رکھو کہ جب تم مسلمانوں سے ان کا مقابلہ ہوگا تو یہ یہودی اتنے بزدل ہیں کہ یہ تمہیں اپنی پیٹھ بتلا کر بھاگ جائیں گے پھر ان کی مدد کرنے والا بھی کوئی نہیں رہے گا۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُواْ إِلاَّ بِحَبْلٍ مِّنْ اللّهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ کہ ان یہودیوں پر ذلت کی چھاپ ماردی گئی جہاں کہیں بھی یہ یہودی ہوں گے ذلیل ہوں گے ہاں! اگر یہ لوگ اللہ کے کسی عہد میں آ جائیں یا انسانوں کے کسی عہد میں تو انکی ذلت سے بچاو کی صورت ہوسکتی ہے، یعنی اگر ان یہودیوں کا مسلمانوں سے کوئی معاہدہ ہو جائے اور معاہدہ کا لحاظ رکھتے ہوئے مسلمان ان یہودیوں سے تعرض نہ کریں تو ان کے ساتھ وہ معاملہ کیا جائے گا جو ذمیوں کے ساتھ ہوتا ہے اور انسانوں کے عہد میں آنے کا یہ مطلب ہے کہ کسی حکومت سے ان کا کوئی معاہدہ ہو جائے اور وہ حکومت ان کو امان دے دے تو یہ الگ بات ہے

یہ یہودی اللہ کے غضب کے مستحق ہوگئے ہیں اور ان پر ذلت ومسکنت کی چھاپ ماردی گئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ یہودی اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے، یہ ذلت اس سبب سے بھی ہے کہ انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی اور احکام الٰہی کے معاملہ میں حد سے تجاوز کیا۔

درس نمبر (۲۸۷) **اہلِ کتاب کے نیک افراد کی خصوصیات** آلِ عمران: ۱۱۳۔۱۱۴۔۱۱۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَيْسُواْ سَوَاءً مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُونَ آيَاتِ اللّٰهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ O يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُوْلٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِيْنَ O وَمَا يَفْعَلُواْ مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوْهُ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَيْسُواْ سَوَاءً نہیں ہے وہ (سب) برابر مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ اہل کتاب میں سے أُمَّةٌ ایک جماعت ہے قَآئِمَةٌ (حق پر) قائم يَّتْلُونَ وہ تلاوت کرتے ہیں آيَاتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتیں آنَاءَ اللَّيْلِ رات کی گھڑیوں میں وَهُمْ اور وہ يَسْجُدُونَ سجدہ کرتے ہیں O يُؤْمِنُونَ وہ ایمان لاتے ہیں بِاللّٰهِ اللہ پر وَالْيَوْمِ الآخِرِ اور یوم آخرت (کے ساتھ) وَيَأْمُرُونَ اور حکم کرتے ہیں بِالْمَعْرُوفِ اچھے کاموں کا وَيَنْهَوْنَ وہ روکتے ہیں عَنِ الْمُنكَرِ برے کاموں سے وَيُسَارِعُونَ وہ جلدی کرتے ہیں فِي الْخَيْرَاتِ بھلائیوں میں وَأُوْلٰئِكَ اور یہ لوگ مِنَ الصَّالِحِيْنَ صالحین میں سے ہیں O وَمَا اور جو کچھ يَفْعَلُواْ وہ کریں گے مِنْ خَيْرٍ بھلائی سے فَلَنْ تو ہرگز نہیں يُكْفَرُوْهُ وہ محروم کئے جائیں گے اس (ثواب) سے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ اور اللہ خوب جاننے والا ہے بِالْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کو

ترجمہ: (لیکن) سارے اہلِ کتاب ایک جیسے نہیں ہیں۔ اہل کتاب ہی میں وہ لوگ بھی ہیں جو (راہ راست پر) قائم ہیں، جو رات کے اوقات میں اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں اور جو (اللہ کے آگے) سجدہ ریز ہوتے ہیں O یہ لوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، اچھائی کی تلقین کرتے اور برائی سے روکتے ہیں اور نیک کاموں کی طرف لپکتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا شمار صالحین میں ہے O وہ جو بھلائی بھی کریں گے، اس کی ہرگز ناقدری نہیں کی جائے گی اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں

۱۔ سارے ہی اہل کتاب ایک جیسے نہیں ہیں ان میں اچھے بھی ہیں برے بھی

۲۔ ان اہل کتاب کے نیک افراد کی خصوصیات

۳۔ ان نیک لوگوں کے نیک کام کی اللہ تعالی کے ہاں ناقدری نہیں ہوگی

پچھلی آیات میں یہ بات بتائی گئی تھی کہ اہل کتاب میں بعض مومن بھی ہیں اور اکثر توان میں فاسق ہیں، اسی بات کی تفصیل ان تین آیتوں میں بیان کی گئی ہے کہ لَيْسُواْ سَوَاءً یہ سب اہل کتاب برابر نہیں ہیں ان اہل کتاب میں ایک جماعت ہے جو سیدھی راہ پر قائم ہے اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ اہل کتاب کے علماء کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور حضرت اسد بن عبید وغیرہ رضی اللہ عنہم۔ اس آیت کے ذریعہ بتلایا گیا کہ پچھلی آیتوں میں ان اہل کتاب کی مذمت کی گئی، ان میں نیک اور سعادت مند افراد کا شمار نہیں ہے، یہ پاکباز لوگ ہیں۔ اہل کتاب کے جو نیک لوگ ہیں ان کی خصوصیات یہ ہیں:

۱۔ وہ سیدھی راہ پر قائم ہیں۔

۲۔وہ راتوں کے اوقات میں آیاتِ الٰہی کی تلاوت کرتے ہیں۔
۳۔انکی راتیں مسجدوں میں گزرتی ہیں۔
۴۔وہ اللہ پر آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔
۵۔وہ لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔
۶۔وہ نیک کاموں کی طرف دوڑتے ہیں۔
۷۔اور وہ لوگ صالحین میں سے ہیں۔

یہ جو کچھ بھی نیک عمل کریں گے ان کے ان نیک اعمال کی ناقدری نہیں ہوگی بلکہ ان کے نیک اعمال کا پورا پورا بدلہ انہیں دیا جائے گا اور اللہ تعالی کی شان تو یہ ہے کہ وہ ان کے تقوی سے باخبر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان نیک اوصاف کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

درس نمبر (۲۸۸) کافروں کو ان کا مال اور ان کی اولاد کام نہیں آئیں گے آلِ عمران:۱۱۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلاَ أَوْلاَدُهُم مِّنَ اللّٰهِ شَيْئاً وَأُوْلٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ بلاشبہ الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا لَن تُغْنِيَ ہرگز نہیں کفایت کریں گے عَنْهُمْ ان سے أَمْوَالُهُمْ ان کے مال وَلَا اور نہ أَوْلَادُهُم ان کی اولاد مِّنَ اللّٰهِ اللہ (کے عذاب) سے شَيْئاً کچھ بھی وَأُوْلٰئِكَ اور یہ لوگ أَصْحَابُ النَّارِ دوزخی ہیں هُمْ فِيْهَا وہ اس میں خَالِدُونَ ہمیشہ رہیں گے

ترجمہ: (اس کے برعکس) جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے، اللہ کے مقابلے میں نہ ان کے مال ان کے کام آئیں گے، نہ اولاد۔وہ دوزخی لوگ ہیں؛ اسی میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے اللہ کے مقابلہ میں نہ ان کے مال ان کے کام آئیں گے اور نہ ہی اولاد۔
۲۔وہ دوزخی لوگ ہیں۔
۳۔اسی میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

جو لوگ اس دنیا میں بے دینی کی زندگی گزار رہے ہیں، ایمان سے محروم ان کافروں کے پاس اگر دنیوی زندگی میں لاکھوں کروڑوں کی دولت بھی ہو اور انکی اولاد بھی زیادہ ہو تو ہوسکتا ہے کہ دنیا کی اس دولت کا نفع انہیں مل جائے یہ دولت دنیا کی چندروزہ زندگی میں کام آجائے اور ان کی یہ اولاد بھی اس دنیا میں کام آجائے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ مرنے کے بعد ان کافروں کو دنیا کی اس بیش بہا دولت سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا قیامت کے دن ان کافروں کو نہ ان کی دولت کام آئے گی اور نہ ہی

ان کی اولاد ان کے کچھ کام آئے گی۔ یہ کافرلوگ اس دھوکہ میں نہ رہیں کہ انکی دولت اوران کی اولاد ان کے لئے قیامت کے دن کافی ہوجائے گی۔ جولوگ کافر ہیں ان کا انجام بد یہ ہوگا کہ وہ ہمیشہ ہمیش کیلئے دوزخی ہیں، دوزخ میں ان کا ٹھکانہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کفروشرک سے بچائے اورایمان کے ساتھ زندگی گزارنے اورایمان کیساتھ مرنے کی توفیق عطافرمائے۔آمین

درس نمبر(۲۸۹) **کافروں کے خرچ کرنے کی مثال** آلِ عمران:۱۱۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيمِ

مَثَلُ مَا يُنفِقُونَ فِيۡ هٰذِهِ الۡحَيَاةِ الدُّنۡيَا كَمَثَلِ رِيۡحٍ فِيۡهَا صِرٌّ أَصَابَتۡ حَرۡثَ قَوۡمٍ ظَلَمُوا۟ أَنفُسَهُمۡ فَأَهۡلَكَتۡهُ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلَـٰكِنۡ أَنفُسَهُمۡ يَظۡلِمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَثَلُ مَا مثال اس کی جو يُنفِقُونَ وہ خرچ کرتے ہیں فِيۡ هٰذِهِ الۡحَيَاةِ الدُّنۡيَا اس دنیا کی زندگی میں كَمَثَلِ رِيۡحٍ مانند سخت ہوا کی ہے فِيۡهَا اس میں (ہو) صِرٌّ سخت سردی أَصَابَتۡ وہ پہنچی حَرۡثَ قَوۡمٍ ایک ایسی قوم کی کھیتی کو ظَلَمُوا۟ جنہوں نے ظلم کیا أَنفُسَهُمۡ اپنی جانوں پر فَأَهۡلَكَتۡهُ تو اس نے اسے تہس نہس کردیا وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ اور ظلم نہیں کیا ان پر اللہ نے وَلَـٰكِنۡ اور لیکن أَنفُسَهُمۡ اپنے نفسوں پر يَظۡلِمُونَ وہ (خودہی) ظلم کرتے تھے

ترجمہ: جو کچھ یہ لوگ دنیوی زندگی میں خرچ کرتے ہیں، اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک سخت سردی والی تیز ہوا ہو جو ان لوگوں کی کھیتی کو جالگے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر رکھا ہو اور وہ اس کھیتی کو برباد کردے۔ان پر اللہ نے ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو کچھ یہ لوگ دنیوی زندگی میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک سردی والی تیز ہوا ہو۔
۲۔ یہ ہوا ان لوگوں کی کھیتی کو جالگے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر رکھا ہو اور وہ اس کھیتی کو برباد کردے۔
۳۔ان پر اللہ نے ظلم نہیں کیا
۴۔ بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے ہیں۔

اللہ کی راہ میں ایک مسلمان جب خرچ کرتا ہے رب ذوالجلال کا دستور یہ ہے کہ وہ اس کا صلہ دنیا اور آخرت میں عطافرماتے ہیں جس کا اشارہ قرآن مجید کی ان آیات میں ملتا ہے مَّثَلُ الَّذِيۡنَ يُنفِقُونَ أَمۡوَالَهُمۡ فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنۢبَتَتۡ سَبۡعَ سَنَابِلَ فِيۡ كُلِّ سُنۢبُلَةٍ مِّئَةُ حَبَّةٍ جولوگ اللہ کے راستہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ سات بالیں اگائے (اور) ہر بال میں سو دانے ہوں۔اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے (ثواب میں) کئی گنا اضافہ کردیتا ہے۔ایک جگہ یہ ارشاد ہے وَمَا تُنفِقُوا۟ مِنۡ خَيۡرٍ يُوَفَّ إِلَيۡكُمۡ وَأَنتُمۡ لَا تُظۡلَمُونَ اور جو مال تم خرچ کروگے تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تم پر ذرا بھی ظلم نہیں ہوگا'' یہ ان لوگوں کے لئے

ہے جو ایمان کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔لیکن جب ایک کافر آدمی خرچ کرتا ہے تو دنیا میں انہیں اس کا صلہ مل جائے گا لیکن آخرت میں انہیں کچھ نہیں ملے گا۔

اس آیت میں کافروں کے خرچ کرنے کی مثال یہ دی گئی کہ جیسے کسی ایسی قوم کی کھیتی ہو جنہوں نے کفر اور گناہوں کے ذریعہ اپنی جانوں پر ظلم کیا ہو اس کھیتی پر سخت ٹھنڈک والی ہوا پہنچے جو ہوا اس ساری کھیتی کو برباد کردے کافروں کے خیراتی کاموں کی مثال گویا ایک کھیتی کی سی ہے اور ان کافروں کے کفر کی مثال اس تیز آندھی کی سی ہے جس میں سخت سردی ہو اور اچھی کھیتی برباد کرڈالے۔اس حقیقت کے باوجود کہ کافروں کا خرچ کرنا بے سود ہے اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتے ظلم تو یہ کافر لوگ خود اپنے آپ پر کررہے ہیں۔

درس نمبر (۲۹۰) مسلمانوں کے سوا دوسروں کو راز دار مت بناؤ آلِ عمران:۱۱۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَـا أَيُّهَـا الَّـذِيْـنَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ بِطَانَةً مِّنْ دُونِكُمْ لاَ يَأْلُونَكُمْ خَبَالاً وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الآيَاتِ إِنْ كُنتُمْ تَعْقِلُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَـا أَيُّهَـا الَّذِيْنَ اے لوگو جو آمَنُواْ ایمان لائے ہو! لَا تَتَّخِذُواْ نہ بناؤ تم بِطَانَةً دلی دوست مِّنْ دُونِكُمْ سوائے اپنے (لوگوں کے) لَا يَأْلُونَكُمْ وہ تمہیں کمی نہیں کرتے خَبَالًا برباد کرنے میں وَدُّواْ وہ چاہتے ہیں مَا عَنِتُّمْ تمہارا تکلیف میں پڑنا قَدْ بَدَتِ تحقیق ظاہر ہو چکا ہے الْبَغْضَاءُ بغض مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ان کے مونہوں سے وَمَا تُخْفِيْ اور جو چھپاتے ہیں صُدُورُهُمْ ان کے سینے أَكْبَرُ وہ بہت بڑا ہے قَدْ بَيَّنَّا تحقیق ہم نے بیان کیا لَكُمُ الآيَاتِ تمہارے لئے نشانیاں إِنْ كُنتُمْ اگر ہو تم تَعْقِلُونَ عقل رکھتے

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے سے باہر کے کسی شخص کو راز دار نہ بناؤ، یہ لوگ تمہاری بدخواہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ان کی دلی خواہش یہ ہے کہ تم تکلیف اٹھاؤ،بغض ان کے منہ سے ظاہر ہو چکا ہے اور جو کچھ (عداوت) ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں وہ کہیں زیادہ ہے۔ہم نے پتے کی باتیں تمہیں کھول کھول کر بتادی ہیں، بشرطیکہ تم سمجھ سے کام لو۔

تشریح :اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چھ باتیں بتلائی ہیں:

۱۔مسلمانوں کے سوا دوسروں کو راز دار مت بناؤ

۲۔یہ دشمن تم سے برائی چاہنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے

۳۔ان دشمنوں کو وہ بات پسند ہے جس سے مسلمانوں کو تکلیف ہو

۴۔مسلمانوں سے بغض ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکا ہے

۵۔ان کے دلوں میں جو بغض چھپا ہوا ہے وہ اس سے بڑھ کر ہے جو اپنے منہ سے کہتے ہیں

۶۔اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو ہم نے ان آیات کو صاف طور پر بیان کر دیا ہے۔

مدینہ منورہ میں دو قبیلے آباد تھے جن کے نام اوس اور خزرج ہیں، مدتوں سے ان دونوں قبیلوں سے یہودیوں کی دوستی رہی، جب اوس اور خزرج دونوں قبیلوں کے افراد مسلمان ہو گئے لیکن دونوں قبیلوں کی یہودیوں سے دوستی باقی رہی، یہودی جو اپنی عادت سے مجبور تھے اس دوستی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے تھے، اس طرح کہ یہ یہودی اوس اور خزرج کے ان مسلمانوں سے بظاہر دوستانہ انداز میں ملتے تھے لیکن ان کے دلوں میں ان کے بارے میں بغض اور دشمنی بھری ہوئی تھی۔ مسلمان اپنی سادگی کی وجہ سے ان کی دوستی پر بھروسہ کرتے تھے اور اسی سادگی میں مسلمانوں کی راز کی باتیں بھی یہودیوں کو بتلا دیتے تھے ظاہر ہے کہ راز کی ان باتوں کا بتلانا اسلام اور مسلمانوں کیلئے نقصان کا باعث تھا اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ ایمان والوں کو ان حقیقتوں سے باخبر کیا کہ یہ اسلام کے دشمن یہودی تم سے بھلائی کا ارادہ نہیں بلکہ اپنے دلوں میں برائی کا ارادہ رکھتے ہیں انہیں یہ اچھا لگتا ہے کہ تم کو کوئی گزند اور تکلیف پہنچے، ان کی زبانوں سے ان کا بغض ظاہر ہو چکا ہے اور ان کے دلوں میں جو زہر ہے وہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے اسلئے اے ایمان والو! تم ان دشمنوں کو کبھی بھی اپنا راز دار نہ بناؤ۔

بہر حال مسلمانوں کو دشمنوں کی ناپاک سازشوں سے باخبر اور چوکنا رہنا چاہئے بعض مرتبہ ہماری نادانی اور سادہ لوحی سے ملت کا نقصان ہو جاتا ہے۔

درس نمبر(۲۹۱) تم اتنے سادہ ہو کہ دشمنوں سے محبت کرتے ہو آلِ عمران:۱۱۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَاأَنتُمْ أُوْلَآءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلاَ يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُواْ آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْاْ عَضُّواْ عَلَيْكُمُ الأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوتُواْ بِغَيْظِكُمْ إِنَّ اللّهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: **هَاأَنتُمْ أُوْلَآءِ** خبردار! تم ہی وہ لوگ ہو **تُحِبُّونَهُمْ** (کہ) تم ان سے محبت رکھتے ہو **وَلاَ يُحِبُّونَكُمْ** اور وہ تم سے محبت نہیں رکھتے **وَتُؤْمِنُونَ** اور تم ایمان رکھتے ہو **بِالْكِتَابِ كُلِّهِ** سب کتابوں پر **وَإِذَا** اور جب **لَقُوكُمْ** وہ تم سے ملتے ہیں **قَالُواْ** (تو) کہتے ہیں **آمَنَّا** ہم ایمان لائے **وَإِذَا** اور جب **خَلَوْاْ** وہ تنہا ہوتے ہیں **عَضُّواْ** تو وہ کاٹتے ہیں **عَلَيْكُمُ** تم پر **الأَنَامِلَ** (انگلیاں) **مِنَ الْغَيْظِ** غصے سے **قُلْ** کہہ دیجئے **مُوتُواْ** مر جاؤ تم **بِغَيْظِكُمْ** اپنے (ہی) غصہ کے ساتھ **إِنَّ اللّهَ** بلاشبہ اللہ **عَلِيْمٌ** خوب جاننے والا ہے **بِذَاتِ الصُّدُورِ** سینوں کے راز

ترجمہ: دیکھو! تم تو ایسے ہو کہ ان سے محبت رکھتے ہو، مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے اور تم تو تمام (آسمانی) کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم (قرآن پر) ایمان لے آئے اور جب تنہائی میں جاتے ہیں تو تمہارے خلاف غصے کے مارے اپنی انگلیاں چباتے ہیں۔ (ان سے) کہہ دو کہ ''اپنے غصے میں خود مر رہو۔ اللہ سینوں میں چھپی ہوئی باتیں خوب جانتا ہے۔''

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ تم لوگ تو اتنے سادہ انسان ہو کہ ان دشمنوں سے محبت کرتے ہو

۲۔ حالانکہ وہ دشمن تم سے ہرگز محبت نہیں کرتے

۳۔ تمہاری شان تو یہ ہے کہ تم پوری کتاب پر ایمان لاتے ہو

۴۔ اوران دشمنوں کی حالت یہ ہے کہ جب یہ تنہائیوں میں جاتے ہیں تو مارے غصہ کہ اپنی انگلیاں دانتوں سے کاٹ لیتے ہیں۔

۵۔ حضور ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ان دشمنوں سے کہئے کہ تم مرجاؤ اس جلن میں۔

۶۔ اللہ تعالیٰ اس قدر زبردست علم والے ہیں کہ لوگوں کے دلوں میں جو کچھ ہے اس کا پورا پورا علم رکھتے ہیں

اس آیت میں پچھلی آیت کا بقیہ مضمون مزید وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور مسلمانوں کو ان کی غفلت پر سرزنش اور تنبیہ کی گئی ہے کہ تم تو ہو کہ دشمنوں کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرتے ہو حالانکہ وہ تم سے دلی محبت رکھتے ہی نہیں، مسلمانو! تمہاری وسعت ظرفی اتنی ہے کہ تم تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہو تم تورات وانجیل پر بھی ایمان رکھتے ہو جو موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام پر نازل ہوئیں، مسلمانو! تم توزبور ودیگر صحیفوں پر بھی ایمان رکھتے ہو یہ تمہاری کشادہ ظرفی ہے، یہ تمہارے دشمن اس قدر کم ظرف اور نکمے لوگ ہیں کہ محمد عربی ﷺ پر اتری ہوئی آخری آسمانی کتاب پر وہ ایمان نہیں رکھتے، تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ تمہارے سامنے تو دوستی کا چہرہ دکھلاتے ہیں مگر ان کے اندر کی کیفیت یہ ہے کہ جب وہ تم سے جدا ہو جاتے ہیں اور یہ دشمن جب تنہائیوں میں ہوتے ہیں تو مارے غصہ کے اپنی انگلیاں اپنے ہی دانتوں میں رکھ کر کاٹ لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان دشمنوں پر اپنے غصہ کا اظہار فرماتے ہوئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمارہے ہیں کہ پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ اے دشمنو! تم اپنے غصہ میں خود ہی مرجاؤ۔ یاد رکھو کہ تم اسلام اور مسلمانوں کے سلسلہ میں اپنے دلوں میں جو دشمنی، حسد، بغض اور کینہ رکھتے ہو اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو سازشی باتیں اور تدبیریں کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو تمہارے دلوں کے اندر کی باتوں کا پورا پورا علم ہے۔

درس نمبر (۲۹۲) اگر تم کو کوئی بھلائی مل جائے تو دشمنوں کو بُرا لگتا ہے آلِ عمران: ۱۲۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوا بِهَا وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيْطٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنْ تَمْسَسْكُمْ اگر پہنچے تمہیں حَسَنَةٌ کوئی بھلائی تَسُؤْهُمْ (تو) وہ انکو بری لگتی ہے وَإِنْ تُصِبْكُمْ اوراگر پہنچے تمہیں سَيِّئَةٌ کوئی برائی يَفْرَحُوا بِهَا تو وہ خوش ہوتے ہیں اس سے وَإِنْ تَصْبِرُوا اور اگر تم صبر کرو وَتَتَّقُوا اور تقوی اختیار کرو لَا يَضُرُّكُمْ (تو) تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا كَيْدُهُمْ ان کا مکر شَيْئًا کچھ بھی إِنَّ اللّٰهَ بلاشبہ اللہ

بِمَا اسکو یَعۡمَلُونَ جووہ کرتے ہیں مُحِیۡطٌ گھیرنے والا ہے

ترجمہ: اگر تمہیں کوئی بھلائی مل جائے تو ان کو برا لگتا ہے اور اگر تمہیں کوئی گزند پہنچے تو یہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔ اگر تم صبر اور تقویٰ سے کام لو تو ان کی چالیں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گی۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ سب اللہ کے (علم اور قدرت کے) احاطے میں ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ مسلمانو! اگر تم کو کوئی بھلائی مل جائے تو ان دشمنوں کو برا لگتا ہے

۲۔ اگر تم کو کوئی تکلیف یا مصیبت پہنچتی ہے تو یہ بدبخت دشمن خوش ہوتے ہیں

۳۔ مسلمانو! اس حقیقت کو یاد رکھو کہ اگر تم دو صفتوں کو اپنا لو گے تو ان دشمنوں کی چالبازیاں تمہیں ذرہ برابر نقصان نہیں پہنچا سکتیں وہ دو صفتیں یہ ہیں، صبر اور تقویٰ۔

۴۔ یہ بات یاد رکھو کہ یہ دشمن جو کچھ کر رہے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم اور اسکی قدرت کے احاطہ ہی میں ہے یہ دشمن اور ان کی یہ چالبازیاں اور مکروفریب اللہ کے قابو کے باہر کی چیزیں نہیں ہیں

ان چاروں باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ تمہارے دشمن تمہارے خیرخواہ نہیں ہیں۔ ان کی بداخلاقی کی حالت یہ ہے کہ تمہارا اچھی حالت میں رہنا انہیں کبھی اچھا نہیں لگتا تمہاری اچھی حالت انہیں بری لگتی ہے اور تم پر کسی مصیبت کا آجانا انہیں اچھا لگتا ہے اے مسلمانو! اگر تم یہ چاہتے ہو کہ ان کی ناپاک تدبیروں اور چالبازیوں سے بچو تو تمہیں اپنی زندگی میں دو صفتیں اختیار کرنی ہوں گی۔ ایک یہ کہ اپنے دین پر ثابت قدمی کے ساتھ قائم رہو صبر کا دامن تھامے رہو اور اللہ کا ڈر یعنی تقویٰ کی روش اختیار کرلو جب تمہارے اندر صبر اور تقویٰ یہ دو صفتیں قائم رہیں گی تو تم ان کی ناپاک سازشوں کے نقصان سے بچے رہو گے اور تم ہرگز یہ مت سمجھو کہ اللہ تعالیٰ ان دشمنوں کی سازشوں اور چالبازیوں سے بےخبر ہے اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے اور جب اس کو سب کچھ معلوم ہے تو وہ ان سے نپٹ لے گا اور ان کو جس وقت ٹھکانے لگانا ہے لگا دے گا۔

درس نمبر (۲۹۳) | **دو مشہور جنگوں کی چند جھلکیاں** | آلِ عمران: ۱۲۱۔۱۲۳

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَإِذۡ غَدَوۡتَ مِنۡ أَهۡلِكَ تُبَوِّءُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ مَقَاعِدَ لِلۡقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ O إِذۡ هَمَّت طَّآئِفَتَانِ مِنۡكُمۡ أَنۡ تَفۡشَلاَ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُونَ O وَلَقَدۡ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدۡرٍ وَأَنۡتُمۡ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذۡ اور جب غَدَوۡتَ آپ صبح کو نکلے مِنۡ أَهۡلِكَ اپنے گھر والوں (کے پاس) سے تُبَوِّئُ آپ بٹھاتے تھے الۡمُؤۡمِنِيۡنَ مومنوں کو مَقَاعِدَ مورچوں پر لِلۡقِتَالِ لڑائی کیلئے وَاللّٰهُ اور اللہ سَمِيۡعٌ خوب سننے والا عَلِيۡمٌ

جاننے والا ہےO إِذْ هَمَّت جب ارادہ کیا طَّآئِفَتَانِ دوگروں نے مِنكُمْ تم میں سے أَنْ تَفْشَلَا یہ کہ وہ بزدلی کرے وَاللّٰهُ حالانکہ اللہ وَلِيُّهُمَا ان دونوں کا دوست تھا وَعَلَى اللّٰهِ اور اللہ ہی پر فَلْيَتَوَكَّلِ چاہئے کہ توکل کریں الْمُؤْمِنُونَ مومنO وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق نَصَرَكُمُ اللّٰهُ اللہ نے تمہاری مدد کی بِبَدْرٍ بدر میں وَأَنتُمْ جبکہ تم أَذِلَّةٌ کمزور تھے فَاتَّقُوا اللّٰهَ چنانچہ تم اللہ سے ڈرو لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ تا کہ تم شکر کرو

ترجمہ: اے پیغمبر! (جنگِ احد کا وہ وقت یاد کرو) جب تم صبح کے وقت اپنے گھر سے نکل کر مسلمانوں کو جنگ کے ٹھکانوں پر جمارہے تھے اور اللہ سب کچھ سننے جاننے والا ہے O جب تم میں سے دوگروہوں نے یہ سوچا تھا کہ وہ ہمت ہار بیٹھیں، حالانکہ اللہ ان کا حامی و ناصر تھا اور مؤمنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے O اللہ نے تو جنگِ بدر کے موقع پر ایسی حالت میں تمہاری مدد کی تھی جب تم بالکل بے سروسامان تھے۔لہٰذا (صرف) اللہ کا خوف دل میں رکھوتا کہ تم شکر گذار بن سکو۔

تشریح:ان تین آیتوں میں اللہ تعالی نے دومشہوراور تاریخی جنگوں کا تذکرہ فرمایا ہے اگر چہ کہ ان تین آیتوں میں مختصر انداز میں دونوں جنگوں سے متعلق چند اہم جھلکیاں بتلائی گئی ہیں لیکن مفسرین نے ان تین آیات کی روشنی میں مفصل بیان کیا ہے۔

یہ بات ہم سب ہی جانتے ہیں کہ جب تک رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں رہے مکہ کے قریش نے آپ ﷺ کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہجرت کی اور مدینۂ منورہ میں قیام کیا،مگر مکہ کے ان دشمنوں نے آپ ﷺ کو مدینہ منورہ میں بھی چین سے رہنے نہ دیا اور کئی مرتبہ جنگ کی نوبت آئی تاہم ان تمام جنگوں میں دوجنگیں بڑی اور تاریخی ہیں جن کی کچھ تفصیلات یہ ہیں: ہجرت کے دوسرے سال ماہِ رمضان المبارک میں بدر کے مقام پر مکہ کے مشرکین اور مسلمانوں کے درمیان جنگ ہوئی جس میں مکہ کے ستر نامور ہلاک ہوئے اور ستر نامور افراد گرفتار بھی ہوئے مشرکین کی اس شکست کی وجہ سے ان میں انتقام کا جذبہ بھڑک اٹھا اورانہوں نے عہد کیا کہ جب تک بدلہ نہیں لیں گے چین سے نہ بیٹھیں گے، چنانچہ ہجرت کے تیسرے سال مکہ کے بہت سے قبیلوں نے ملکر چڑھائی کے ارادہ سے مدینہ کا رخ کیا اور احد پہاڑ کے قریب تین ہزار کا لشکر ہتھیاروں کے ساتھ پڑاؤ ڈالا،رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا اور ایک ہزار افراد کے ساتھ مدینہ سے باہر تشریف لائے منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی تین سو آدمیوں کے ساتھ مدینہ واپس ہوگیا اب صرف سات سو صحابہ کرامؓ اس لشکر میں باقی رہ گئے۔آپ ﷺ ان سات سو صحابہ کرامؓ کے لشکر کو لے کر میدان جنگ پہنچ گئے۔آپ ﷺ نے خود ہی صفوں کو ترتیب دیا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو علَم یعنی جھنڈا عنایت فرمایا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو رسالہ کا افسر مقرر کیا احد پہاڑ کی پیٹھ کی جانب سے دشمن کے حملہ کرنے کا اندیشہ تھا اسلئے تیرانداز کے ماہر پچاس افراد کا ایک دستہ متعین کیا اور حکم دیا کہ وہ اس ٹیلہ پر حفاظت کا کام انجام دیں اور اپنی جگہ سے ہرگز نہ ہٹیں،عبداللہ بن جبیرؓ ان پچاس افراد کے امیر مقرر ہوئے اسکے بعد جنگ شروع ہوئی۔ابتداء میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا مسلمان سمجھ بیٹھے کہ فتح ہوگئی مالِ غنیمت کی طرف متوجہ ہو گئے اور جن تیراندازوں کو اس تاکید کے ساتھ بٹھایا گیا تھا کہ وہ اپنی جگہ سے نہ

ہٹیں وہ بھی یہ سمجھ کر کہ دشمن بھاگ چکا ہے اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔اس موقع کا فائدہ اٹھا کر دشمن نے اسی جانب سے حملہ کر دیا اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اس طرح لڑائی کا پانسہ ہی پلٹ گیا اس دوران یہ افواہ بھی پھیل گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے صحابہ کرامؓ کے ہوش اڑ گئے پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو علم ہوا کہ آپ ﷺ بسلامت ہیں پھر دوبارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک جگہ جمع ہو گئے جنگ بدر میں صرف تین سو تیرہ کی تعداد میں ہونے کی باوجود مسلمانوں کو فتح ہوگئی لیکن جنگ احد میں سات سو کی تعداد میں ہونے کے باوجود شکست ہوئی اور اس شکست کی اہم وجہ یہ تھی کہ جن پچاس افراد کو اپنی جگہ نہ چھوڑنے کا حکم رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔انہوں نے وہ جگہ چھوڑ دی اور اسی جگہ سے دشمن نے حملہ کیا، اس سے یہ معلوم ہوا کہ نبی کی اطاعت ہر حال میں کی جائے اس میں نجات بھی ہے اور سلامتی بھی، فتح و کامرانی بھی ہے اور غلبہ بھی۔ان تین آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں جنگوں کی چند جھلکیوں کی جانب توجہ دلائی ہے۔(۱) اس وقت کو یاد کرو جب آپ ﷺ صبح کے وقت اپنے گھر سے چلے جنگ کے لئے مختلف مورچوں پر مسلمانوں کو بٹھا رہے تھے (۲) اس وقت کو یاد کرو جب تم میں سے دو جماعتیں اس کا خیال کر بیٹھیں کہ ہمت ہار دیں یعنی قبیلۂ اوس کے بنی حارثہ اور قبیلہ خزرج کے بنی سلمہ یہ دونوں جماعتیں عبداللہ بن ابی کی مثال دیکھ کر اپنے میں کمزوری محسوس کی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی (۳) اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے بدر میں تمہاری امداد فرمائی جبکہ تم تعداد میں بہت کم تھے۔

درس نمبر (۲۹۴) جنگِ بدر میں تین ہزار فرشتوں کے ذریعہ امداد کی بشارت آلِ عمران: ۱۲۴۔۱۲۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُم بِثَلاثَةِ آلافٍ مِّنَ الْمَلآئِكَةِ مُنزَلِينَ ○ بَلَى إِنْ تَصْبِرُواْ وَتَتَّقُواْ وَيَأْتُوكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هَـذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ آلافٍ مِّنَ الْمَلآئِكَةِ مُسَوِّمِينَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِذْ تَقُولُ جب آپ کہتے تھے لِلْمُؤْمِنِينَ مومنوں سے أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ کیا کفایت نہیں کرے گی تمہیں أَنْ يُمِدَّكُمْ یہ کہ مدد کرے تمہاری رَبُّكُم تمہارا رب بِثَلاثَةِ آلافٍ تین ہزار مِّنَ الْمَلآئِكَة فرشتوں کے ذریعہ جو مُنزَلِينَ اتارے گئے ہیں (آسمان سے) ○ بَلَى کیوں نہیں (ہاں) إِنْ تَصْبِرُواْ اگر تم صبر کرو وَتَتَّقُواْ اور تم ڈرو وَيَأْتُوكُم اور یہ (دشمن) آجائے تمہارے پاس مِّن فَوْرِهِمْ هَـذَا اسی دم بھی يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم (تو) مدد کرے گا تمہاری تمہارا رب بِخَمْسَةِ آلافٍ مِّنَ الْمَلآئِكَةِ پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ مُسَوِّمِينَ (جو خاص) نشان والے ہوں گے

ترجمہ: جب (بدر کی جنگ میں) تم مؤمنوں سے کہہ رہے تھے کہ: ’’کیا تمہارے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد کو بھیج دے؟○ ہاں! اگر تم صبر اور تقویٰ اختیار کرو اور وہ لوگ اپنے اسی

ریلے میں اچانک تم تک پہنچ جائیں تو تمہارا پروردگار پانچ ہزار فرشتے تمہاری مدد کو بھیج دے گا جنھوں نے اپنی پہچان نمایاں کی ہوئی ہوگی۔

تشریح: ان دو آیتوں میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

ا۔ جنگ بدر میں تین ہزار فرشتوں کے ذریعہ امداد کی بشارت

۲۔ صبر اور تقویٰ کی شرط پر پانچ ہزار فرشتوں کے نزول کی بشارت

جنگِ بدر میں شروع میں تین ہزار فرشتوں کے ذریعہ مسلمانوں کی مدد کی بشارت دی گئی تھی، لیکن بعد میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ اطلاع ملی کہ کرز بن جابر نامی دشمن اپنا لشکر لے کر مکہ کے کافروں کے ساتھ فوج میں شامل ہونے کے لئے آ رہا ہے، کافروں کی تعداد پہلے ہی مسلمانوں سے تین گنا زیادہ تھی، جب کافروں کے مزید لشکر کے آنے کی اطلاع ہوئی تو مسلمانوں کو تشویش ہوئی۔ مسلمانوں کی اس تشویش کی وجہ سے یہ وعدہ کیا گیا کہ اگر کرز بن جابر کا لشکر اچانک آ بھی جائے تو مسلمانوں کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے پہلے تین ہزار فرشتوں کے بھیجنے کا وعدہ کیا تھا، ہم اب پانچ ہزار فرشتے بھیجیں گے، لیکن چونکہ کرز بن جابر کا لشکر نہیں آیا اس لئے پانچ ہزار فرشتوں کے بھیجنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ جنگِ بدر میں جو فرشتے آئے تھے انہوں نے جنگ میں حصہ لیا اور مسلمانوں کو ہمتیں دلائیں اور ان کو ثابت قدم بھی رکھا۔ بعض مفسرین نے پانچ ہزار کے لشکر کی آمد بھی نقل کی ہے۔ چنانچہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول معالم التنزیل نے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں نے جنگِ بدر میں صبر اور تقویٰ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر پانچ ہزار فرشتے نازل فرمائے۔ یہاں فرشتوں کے سلسلہ میں لفظ مُسَوِّمِیْنُ کا لفظ استعمال کیا گیا اور یہ بتلایا گیا کہ جن فرشتوں کو جنگِ بدر میں بھیجا گیا تھا وہ نشان لگے ہوئے تھے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فرشتوں کی نشانی یہ تھی کہ وہ سفید پگڑیاں باندھے ہوئے تھے، جن کے شملے کمروں پر ڈالے ہوئے تھے۔

اسی واقعہ سے متعلق سورۂ انفال میں اس بات کی وضاحت بھی ہے کہ ان فرشتوں نے عملاً جنگِ احد میں حصہ بھی لیا، فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ آمَنُوا کے ذریعہ فرشتوں سے خطاب کرتے ہوئے یہ حکم دیا گیا کہ وہ مسلمانوں کے دلوں کو جمائے رکھیں، انہیں پریشان ہونے نہ دیں اور فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ والے قرآنی جملہ کی تفسیر میں یہ بات بھی منقول ہے کہ یہ فرشتوں سے خطاب ہے کہ ان مشرکین کی گردنوں پر ماریں، فرشتوں نے جنگ میں عملاً جو حصہ لیا اس سلسلہ میں کچھ احادیث بھی منقول ہیں۔ ایک فرشتے نے کسی مشرک پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو اس کا سر خود ہی بدن سے جدا ہو گیا۔ (حاکم) بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آواز بھی اس موقع پر سنی اور بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بعض فرشتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ (مسلم) بہر حال مسلمانوں کو یہ بتلانے کے لئے کہ فرشتے بھی ان کے ساتھ ہیں، فرشتوں نے کچھ کام ایسے بھی کئے جس سے محسوس ہو کہ وہ شریک ہیں۔

درس نمبر (۲۹۵) **مددتو صرف اللہ ہی کی طرف سے آتی ہے** آلِ عمران:۱۲۶۔۱۲۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ إِلَّا بُشْرَى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُم بِهِ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ O لِيَقْطَعَ طَرَفاً مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُواْ أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنقَلِبُواْ خَائِبِينَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا اورنہیں جَعَلَهُ اللّٰهُ کیااس کواللہ نے إِلَّا بُشْرَى مگرخوش خبری لَكُمْ تمہارے لیے وَلِتَطْمَئِنَّ اورتا کہ مطمئن ہوجائیں قُلُوبُكُمْ تمہارے دل بِهِ اس سے وَمَا اورنہیں ہے النَّصْرُ مدد إِلَّا مگر مِنْ عِندِ اللّٰهِ اللہ ہی کی طرف سے الْعَزِيزِ (جو) نہایت غالب الْحَكِيمِ خوب حکمت والا ہےO لِيَقْطَعَ تا کہ وہ کاٹ (ہلاک کر) دے طَرَفاً ایک گروہ کو مِّنَ الَّذِينَ ان لوگوں میں سے جنہوں نے كَفَرُوا کفرکیا أَوْ يَكْبِتَهُمْ یاانہیں ذلیل کرے فَيَنقَلِبُواْ پھروہ پھرجائیں خَائِبِينَ نامراد ہوکر

ترجمہ: اللہ نے یہ انتظام صرف اس لئے کیا تھا تا کہ تمہیں خوشخبری ملے اوراس سے تمہارے دلوں کواطمینان نصیب ہو، ورنہ فتح تو کسی اور کی طرف نہیں، صرف اللہ کے پاس سے آتی ہے جومکمل اقتدار کا بھی مالک ہے، تمام تر حکمت کا بھی مالکO اور جنگِ بدر میں یہ مدد اللہ نے اس لئے کی) تا کہ جن لوگوں نے کفراپنایا ہے ان کا حصہ کاٹ کرر کھ دے یا ان کوایسی ذلت آمیز شکست دے کہ وہ نامراد ہوکرواپس چلے جائیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔جنگِ بدر میں فرشتوں کے بھیجنے کا مقصد۔

۲۔مددتو صرف اللہ ہی کی طرف سے آتی ہے۔

۳۔جنگِ بدر میں مسلمانوں کی مدد کا مقصد کافروں کوذلت آمیز شکست دینا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جنگِ بدر میں فرشتوں کواس لئے بھیجا تا کہ مسلمانوں کواس مدد سے خوشخبری حاصل ہو۔ان فرشتوں کے وجود سے مسلمانوں کے دل مطمئن بھی ہوں اور دشمنوں کی کثرت کی وجہ سے جوخوف دلوں پر طاری تھا وہ ختم ہوجائے۔ایسے موقعوں پر جوخصوصی مدد نازل ہوتی ہے، جیسا کہ جنگِ بدر کے موقع پرفرشتوں کے نزول ووجود کے ذریعہ مدد دی گئی، یہ مددتو صرف اورصرف اللہ کی طرف سے ہی آتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جس کی مدد اللہ کی طرف سے ہوتی ہے وہ فتحیاب ہوتا ہے اور اس کا مخالف ذلت سے دوچار ہوجاتا ہے جیسا کہ غزوۂ بدر میں ہوا کہ مسلمانوں کوفتح نصیب ہوئی اور کافروں کوناکامی اور ذلت کا منہ دیکھنا پڑا۔مشرکین کے ستر افراد کی ہلاکت اور ستر افراد کی گرفتاری اس بات کی علامت ہے کہ شکست کافروں کی ہوئی اور کامیابی اور فتح مسلمانوں کونصیب ہوئی۔

مسلمانوں کوغزوۂ بدر میں اس لئے غلبہ عطا فرمایا گیا تا کہ کافروں کے ایک گروہ کو ہلاک کردے جوگروہ کہ اسلام اور

مسلمانوں کی دشمنی میں اپنی ساری توانائی صرف کررہا تھا اور ایک گروہ کو ذلیل وخوار کرے اور وہ قید سے آزادی کے بعد ذلیل و خوار ہوکر اپنے وطن لوٹے۔ مکہ کے ستر رئیس اور بہادر قسم کے دشمنوں کی ہلاکت اور اسی سطح کے ستر دشمنوں کی گرفتاری اور قید کی ذلت سے یہ بتلا دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی مسلمانوں کے ساتھ مدد ونصرت کا مقصد کیا تھا؟

درس نمبر (۲۹۶) آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اللہ ہی کا ہے آلِ عمران: ۱۲۸۔۱۲۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ O وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَيْسَ لَكَ نہیں ہے آپ کیلئے مِنَ الْأَمْرِ اس معاملہ میں شَيْءٌ کچھ (اختیار) أَوْ يَتُوبَ یا وہ متوجہ ہو (مہربانی سے) عَلَيْهِمْ ان پر أَوْ يُعَذِّبَهُمْ یا وہ انہیں عذاب دے فَإِنَّهُمْ پھر بے شک وہ ظَالِمُونَ ظالم ہیںO وَلِلّٰهِ اللہ ہی کے لئے مَا فِي السَّمَاوَاتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِي الْأَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ جس کو چاہے معاف کرے وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ اور جس کو چاہے عذاب دے وَاللّٰهُ اور اللہ غَفُورٌ رَّحِيمٌ غفور ورحیم ہے

ترجمہ: (اے پیغمبر!) تمہیں اس فیصلے کا کوئی اختیار نہیں کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے یا ان کو عذاب دے کیونکہ یہ ظالم لوگ ہیںO آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بیان کی گئی ہیں:

۱۔ حضور ﷺ کو یہ بات بتلا دی گئی کہ آپ کو اس فیصلہ کا کوئی اختیار نہیں کہ اللہ ان کافروں کی توبہ قبول کرے یا ان کو عذاب دے۔

۲۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے معاف کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بات نقل کی گئی ہے کہ جنگِ احد میں حضور ﷺ کے سامنے کے دانت شہید ہو گئے تھے اور حضور ﷺ کا چہرۂ مبارک بھی زخمی ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک سے خون بہہ رہا تھا اور آپ ﷺ یہ فرما رہے تھے کہ وہ قوم کیسے کامیاب ہوگی جس نے اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگ دیا؟ اس حال میں کہ وہ انہیں ان کے رب کی طرف بلا رہا تھا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ آپ کو کچھ اختیار نہیں ہے، اللہ چاہے تو ان کو توبہ کی توفیق دے یا

ان کو عذاب دے، کیونکہ وہ ظلم کرنے والے ہیں۔ گویا اس آیت کے ذریعہ رسولِ رحمت ﷺ کو بالواسطہ صبر و تحمل کی تعلیم دی جا رہی ہے کہ آپ ایسے مواقع پر صبر و تحمل سے کام لیں۔ ہدایت اور ضلالت، مغفرت و عذاب یہ سب اللہ کے ارادہ پر موقوف ہیں۔ عین ممکن ہے کہ انہی دشمنوں میں سے کسی کو ایمان کی دولت نصیب ہو جائے اور ایسا ہوا بھی کہ جو لوگ جنگِ احد میں مکہ مکرمہ سے لڑنے کے لئے آئے تھے ان میں سے بعض نے توبہ کی اور مسلمان ہو گئے، جیسے ابوسفیان، صفوان بن امیۃ، ہندہ، وحشی بن حرب وغیرہ۔

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ ہی کا ہے، وہی خالق و مالک ہے۔ اس کے قبضہ میں ساری کنجیاں اور خزانے ہیں اور وہی مختار کل بھی ہے اور فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْد بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ سے جس کو چاہتے ہیں معاف کر دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں عذاب دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غصہ پر اس قدر غالب ہے کہ وہ عذاب کم دیتا ہے اور معاف زیادہ کرتا ہے، اسی لئے یہاں وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ مختار ہیں، عذاب بھی دے سکتے ہیں، مغفرت بھی کر سکتے ہیں، لیکن وہ جس قدر عذاب دیتے ہیں اس سے کئی گنا زیادہ اپنے بندوں کو معاف کر دیتے ہیں۔

درس نمبر (۲۹۷) **اے ایمان والو! سود مت کھاؤ** آلِ عمران: ۱۳۰۔۱۳۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لاَ تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافاً مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ O وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اے لوگو جو آمَنُوْا ایمان لائے ہو! لَا تَأْكُلُوْا نہ کھاؤ تم الرِّبَا سود أَضْعَافاً دوگنا مُّضَاعَفَةً چوگنا (کرکے) وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور تم اللہ سے ڈرو لَعَلَّكُمْ تاکہ تم تُفْلِحُوْنَ فلاح پاؤ O وَاتَّقُوْا اور تم ڈرو النَّارَ اس آگ سے الَّتِيْ وہ جو أُعِدَّتْ تیار کی گئی ہے لِلْكَافِرِيْن کافروں کے لیے

ترجمہ: اے ایمان والو! کئی گنا بڑھا کر سود مت کھاؤ اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو O اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے ان دو آیتوں میں تین باتیں بیان کی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! کئی گنا بڑھا چڑھا کر سود مت کھاؤ

۲۔ اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ

۳۔ اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے

ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سود کھانے سے منع کر دیا۔ سود کھانے سے منع کرنا خود

اس بات کی دلیل ہے کہ سود حرام ہے۔ أَضْعَافاً مُّضَاعَفَةً کئی گنا بڑھا کر کا یہ جملہ سود کی برائی اور قباحت کو بتلانے کے لئے ہے، ورنہ تو سود مطلقاً حرام ہے چاہے ایک گنا بڑھا کر ہو یا کئی گنا بڑھا کر ہو

سودخوری ایک ایسا گناہ ہے جو آدمی کو خالص دنیا دار بنا دیتا ہے۔ جو شخص سود کھانے کا عادی بن جاتا ہے اس کے دل سے اللہ کا خوف اور تقویٰ کی مطلوب کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔ سود خور کی صرف ایک ہی دھن اور خواہش ہوتی ہے کہ اس کا مال بڑھتا رہے، اس کو سامنے والے کے درد اور اس کی تکلیف کا کوئی احساس ہی نہیں ہوتا۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سود کا ایک درہم بھی کوئی شخص کھاتا ہے اور وہ یہ جانتا ہے کہ وہ سود کا ہے تو وہ چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح) جو لوگ سودی کاروبار کرتے ہیں، ان کے اصل مال سے سود کا مال بڑھتا چلا جاتا ہے اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ماہانہ مقررہ فیصد پر قرض دیا جاتا ہے، پھر جب قرض لینے والا وقتِ مقررہ پر قرض ادا کر نہیں پاتا تو پھر وہ اصل رقم اور جو سود اضافہ ہوا، ان دونوں کی مجموعی رقم پر سود لگاتے ہیں۔ اس طرح سود در سود کا سلسلہ اس قدر آگے چل پڑتا ہے کہ اصل رقم سے کئی گنا زیادہ سود کی رقم ہو جاتی ہے اور مجبور آدمی سود کی ادائیگی کی اس چکی میں پستا چلا جاتا ہے اور سود لینے والا دولت کمانے کی چکر میں اس مجبور کی مجبوری اور بے بسی کے احساس سے محروم ہو جاتا ہے۔

وَاتَّقُواْ اللّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ اور اللہ سے ڈرو تا کہ کامیاب ہو جاؤ۔ یہاں تقویٰ کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ جس کے دل میں تقویٰ ہوتا ہے، پرہیز گاری کی کیفیت ہوتی ہے، وہ سودی کاروبار نہیں کر سکتا اور تقویٰ ہی وہ جوہر ہے جس کے ذریعہ آدمی کامیابی پا سکتا ہے، اس لئے لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ کہا گیا تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ تم اس دوزخ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ دوزخ کی آگ سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو گناہوں سے بچائے، ہر گناہ آدمی کو دوزخ کی طرف کھینچتا ہے۔ اگر آدمی گناہوں سے بچ کر نیکیوں کی طرف راغب ہوتا ہے تو جنت اس کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سودخوری اور دوسرے گناہوں سے دور رکھے۔ آمین

درس نمبر (۲۹۸) — مغفرت اور جنت کی طرف دوڑ لگاؤ — آلِ عمران: ۱۳۲۔۱۳۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَأَطِيعُواْ اللّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ O وَسَارِعُواْ إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَأَطِيعُواْ اور تم اطاعت کرو اللّهَ اللہ کی وَالرَّسُولَ اور رسول کی لَعَلَّكُمْ تا کہ تم تُرْحَمُونَ رحم کیے جاؤ O وَسَارِعُواْ اور تم جلدی کرو إِلَى مَغْفِرَةٍ بخشش کی طرف مِّن رَّبِّكُمْ اپنے رب کی وَجَنَّةٍ اور بہشت (کی طرف) عَرْضُهَا (کہ) اس کا عرض ہے السَّمَاوَاتُ آسمان وَالأَرْضُ اور زمین أُعِدَّتْ وہ تیار کی گئی ہے

لِلْمُتَّقِيْنَ متقین کیلئے

ترجمہ: اور اللہ اور رسول کی بات مانو، تاکہ تم سے رحمت کا برتاؤ کیا جائے O اور اپنے رب کی طرف سے مغفرت اور وہ جنت حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے بڑھ کر تیزی دکھاؤ جس کی چوڑائی اتنی ہے کہ اس میں تمام آسمان اور زمین سما جائیں، وہ ان پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

۲۔ مغفرت اور جنت کی طرف دوڑ لگانے کا حکم دیا گیا ہے۔

۳۔ جنت کی چوڑائی آسمان و زمین کے برابر ہے۔

۴۔ جنت متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

پچھلی آیتوں میں سود خوری سے بچنے کی تلقین کی گئی اور تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اور اس دوزخ سے بچنے کا حکم دیا گیا جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ یہ حکم دے رہے ہیں کہ تم سب اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ اپنی زندگی کے تمام معاملات میں اگر تم لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کرلو گے تو اللہ کی رحمت کے سایہ میں تمہارا مقام ہوگا۔ اللہ کی رحمت کو پانے کا یہاں بہترین فارمولہ دیا گیا ہے کہ اگر تم اللہ اور رسول کی اطاعت کرلو گے تو اللہ کی رحمت کے حقدار بن جاؤ گے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ بندہ کے لئے صرف اللہ کی اطاعت کافی نہیں ہے، اللہ کی اطاعت کے ساتھ اللہ کے رسول کی اطاعت بھی لازمی ہے، جس کے بغیر رحمت کا حصول ناممکن ہے۔

تم مغفرت اور جنت کی طرف دوڑ لگاؤ۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے پہلے مغفرت کا تذکرہ کیا۔ اس کا مطلب یہ کہ جنت کی طرف دوڑ لگانا اسی وقت معقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کردی ہو، اس کے گناہوں کو معاف کردیا ہو، بندوں کو چاہئے کہ وہ اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہیں، سچے دل سے توبہ کرتے رہیں، جب بندہ مغفرت کی طرف دوڑ لگائے گا تو جنت کی طرف دوڑ لگانے میں حائل رکاوٹیں ختم ہوجائیں گی، پھر وہ دوڑتے دوڑتے جنت کو پالے گا۔ ایک مومن و مسلمان کا ہدف اور نشانہ یہی ہونا چاہئے۔ اس کے دل کی آرزو اور تمنا یہ ہونی چاہئے کہ اس کی زندگی میں ہوئے صغیرہ و کبیرہ گناہ معاف ہوجائیں اور اللہ تعالیٰ اس کو وہ جنت عطا کرے جو متقیوں کے لئے مخصوص ہے۔ اگر بندہ اپنی زندگی میں یہ حقیقی فکر پیدا کرلے گا اور بار بار اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا رہے گا اور اس استغفار میں اس کی آنکھیں اشکبار ہوتی رہیں گی تو پھر رب ذوالجلال اس کی جانب متوجہ ہوں گے اور اس کی مغفرت کا فیصلہ فرمائیں گے اور پھر جنت اس شخص کا استقبال کرے گی۔

مومنوں اور متقیوں کو جو جنت دی جائے گی اس کی چوڑائی ایک شہر یا ایک ملک کے بقدر نہیں ہوگی بلکہ اس کی وسعت

اس قدر ہوگی جس قدر سارا آسمان اور ساری زمین ہے۔ انسان کے دماغ میں اس سے زیادہ وسعت کا تصور کیا ہوسکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سمجھانے کے لئے آسمان وزمین کی کشادگی و وسعت کا ذکر کیا ورنہ اللہ کی قدرت تو اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ یہ قیمتی جنت صرف متقیوں کا نصیبہ ہوگی۔ یہ انہی لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو پرہیزگاری کی زندگی گزارتے ہیں اور تقویٰ، ایمان کے بغیر مقبول نہیں ہے۔ اسی لئے سورۂ حدید کی آیت نمبر ۲۱ میں اسی جنت کے بارے میں یوں کہا گیا کہ أُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ یہ جنت اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

درس نمبر (۲۹۹)

متقیوں کی صفتیں یہ ہوتی ہیں

آلِ عمران: ۱۳۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جو يُنْفِقُوْنَ خرچ کرتے ہیں فِي السَّرَّآءِ خوشی میں وَالضَّرَّآءِ اور سختی (میں) وَالْكَاظِمِيْنَ اور پی جانے والے ہیں الْغَيْظَ غصہ کو وَالْعَافِيْنَ اور معاف کر دینے والے ہیں عَنِ النَّاسِ لوگوں کو وَاللّٰهُ يُحِبُّ اور اللہ پسند کرتا ہے الْمُحْسِنِيْنَ احسان کرنے والوں کو

ترجمہ: جو خوشحالی میں بھی اور بدحالی میں بھی (اللہ کے لئے) مال خرچ کرتے ہیں اور جو غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دینے کے عادی ہیں۔ اللہ ایسے نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

تشریح: اِس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ متقیوں کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ خوشحالی اور تنگدستی دونوں حالتوں میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں

۲۔ متقی لوگ غصہ کو پی جاتے ہیں

۳۔ متقی لوگ لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں

۴۔ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں سے محبت رکھتے ہیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے متقیوں کے تین اوصاف بیان کئے ہیں۔ پہلی صفت یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اگر خوشحال رہتے ہیں جب بھی خرچ کرتے ہیں اور اگر تنگدستی ہوتی ہے تو اس وقت بھی اپنی استطاعت کے بقدر خرچ کرتے ہیں۔ یعنی متقیوں کے اندر خرچ کرنے کی ایسی مضبوط عادت ہوتی ہے کہ انہیں خرچ کئے بغیر چین نہیں ملتا۔ وہ ہر حال میں اپنی طاقت کے بقدر خرچ کرتے رہتے ہیں۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خرچ کرنا تو صرف مالداروں کا کام ہے، غریب آدمی کیا خرچ کرے گا؟ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ ایک کروڑ پتی اپنی حیثیت سے ایک لاکھ روپۓ خرچ کرتا ہے تو وہ اپنی دولت کا ایک فیصد خرچ کر رہا ہے۔ ایک لکھ پتی اپنی دولت میں سے ایک ہزار خرچ کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ کہ وہ بھی ایک فیصد خرچ کر رہا ہے۔ فیصد کے اعتبار سے کروڑ پتی اور لکھ پتی دونوں برابر خرچ کر رہے ہیں۔ جو لوگ تنگدست ہیں وہ

بھی اپنی تنگدستی کے باوجود اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔ ان کا اس حال میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اس قدر مفید ہوگا کہ ان کی تنگدستی دور ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ اس خرچ کرنے کی برکت سے انہیں بھی خوشحالی عطا کرے گا۔

متقیوں کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ غصہ کو پی جاتے ہیں، جو متقی ہوتا ہے وہ غصہ میں بے قابو نہیں ہو جاتا۔ جیسا کہ عام لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بے قابو ہو جاتے ہیں اور اس قدر بے قابو ہو جاتے ہیں کہ انسانیت کے دائرہ سے ہی نکل جاتے ہیں۔ ایسے بد اخلاق لوگوں کی اللہ کے ہاں کوئی قیمت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان متقیوں کی قدر و قیمت ہے جو ناموافق باتوں پر اپنے غصہ کو دبا لیتے ہیں بلکہ اپنے غصہ کو پی جاتے ہیں۔

متقیوں کی تیسری صفت یہ ہے کہ وہ لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں، کسی کو اس کی غلطی پر درگزر کر دینا اور معاف کر دینا ایک اچھے انسان ہونیکی علامت ہے۔ متقی اللہ کے نزدیک وہ ہے جو لوگوں کو معاف کر دے۔ یہاں **النــاس** کا لفظ استعمال کیا گیا اور مسلمانوں کو یہ سبق دیا گیا کہ عفوو درگزر سے کام لینا صرف مسلمانوں کے ساتھ ہی نہیں ہے بلکہ یہ وصف انسانیت کی بنیاد پر ہونا چاہئے کہ اگر کسی غیر مسلم سے بھی سابقہ ہوا اور اس کی طرف سے بھی کوئی تکلیف پہنچے تو اس غیر مسلم کو بھی معاف کر دینا چاہئے۔

ہمارے ملک بھارت کے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جس طرح اپنے اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو معاف کر دیتے ہیں، اسی طرح غیر مسلموں کو بھی ان کی طرف سے پہنچنے والی غلطی کو بھی معاف کر دیں۔ سڑکوں پر گاڑیاں چلاتے ہوئے ایک دوسرے سے جب ٹکرا جائیں اور ہم سے یا ہماری گاڑی سے ٹکرا جانے والے غیر مسلم کو یہ کہہ کر معاف کر دیجئے، بھائی! ہمارے پیغمبر محمد ﷺ بھی ایسے موقع پر معاف کرتے تھے۔ میں بھی تم کو معاف کرتا ہوں۔ اگر مسلمانوں کی طرف سے نرمی، عفوو درگزر، تحمل، رواداری، محبت اور غمخواری کا سلسلہ چل پڑا تو عین ممکن ہے کہ فرقہ پرستوں کی کمر ٹوٹ جائے گی۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک باندی آپ کو وضو کروا رہی تھی کہ اچانک پانی کا برتن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اوپر گر پڑا، تمام کپڑے بھیگ گئے۔ باندی کو خطرہ ہوا کہ حضرت علی کہیں غصہ نہ کریں، اس لئے اس نے **وَالْـكَـاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ** پڑھا۔ یہ سنتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ بالکل خاموش ہو گئے اور اس باندی کو معاف کر دیا۔ اس باندی نے پھر پڑھا **وَاللّٰـهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ** اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس باندی کو آزاد کر دیا۔ بندوں کو چاہئے کہ اللہ کے محبوب بننے کیلئے نیکی کو اختیار کریں۔

درس نمبر (۳۰۰) | **گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کر لیں** | آلِ عمران: ۱۳۵۔۱۳۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّـذِيْـنَ إِذَا فَعَـلُواْ فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُواْ اللّهَ فَاسْتَغْفَرُواْ لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَّغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللّهُ وَلَـمْ يُصِرُّواْ عَلَى مَا فَعَلُواْ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ أُوْلٰـئِكَ جَزَآؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَالَّذِينَ اور وہ لوگ إِذَا جب فَعَلُوا کر بیٹھتے ہیں فَاحِشَةً کوئی برائی أَوْ ظَلَمُوا یا وہ ظلم کرگزرتے ہیں أَنْفُسَهُمْ اپنے آپ پر ذَكَرُوا اللّٰهَ (تو) اللہ کو وہ یاد کرتے ہیں فَاسْتَغْفَرُوا اور وہ بخشش مانگتے ہیں لِذُنُوبِهِمْ اپنے گناہوں کی وَمَن يَغْفِرُ اور کون بخشتا ہے الذُّنُوبَ گناہوں کو إِلَّا اللّٰهُ اللہ کے سوا وَلَمْ يُصِرُّوا اور نہیں وہ اصرار کرتے عَلَى اس پر مَا جو فَعَلُوا انہوں نے کیا وَهُمْ جبکہ وہ يَعْلَمُونَ جانتے ہوں O أُولَٰئِكَ یہ لوگ جَزَآؤُهُم ان کا بدلہ مَّغْفِرَةٌ بخشش ہے مِّن رَّبِّهِمْ ان کے رب کی طرف سے وَجَنَّاتٌ اور باغات ہیں تَجْرِي چلتی ہیں مِن تَحْتِهَا ان کے نیچے الْأَنْهَارُ نہریں خَالِدِينَ وہ ہمیشہ رہیں گے فِيهَا ان میں وَنِعْمَ اور اچھا أَجْرُ اجر ہے الْعَامِلِينَ عمل کرنے والوں کا

ترجمہ: اور یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر کبھی کوئی بے حیائی کا کام کر بھی بیٹھتے ہیں یا (کسی اور طرح) اپنی جان پر ظلم کرگذرتے ہیں تو فوراً اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا ہے بھی کون جو گناہوں کی معافی دے؟ اور یہ اپنے کئے پر جانتے بوجھتے اصرار نہیں کرتے O یہ ہیں وہ لوگ جن کا صلہ ان کے پروردگار کی طرف سے مغفرت ہے اور وہ باغات ہیں جن کے نیچے دریا بہتے ہوں گے، جن میں انہیں دائمی زندگی حاصل ہوگی۔ کتنا بہترین بدلہ ہے جو کام کرنے والوں کو ملتا ہے؟

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ متقیوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ جب ان سے کوئی برائی ہو جاتی ہے یا وہ ظلم کر بیٹھتے ہیں اپنے آپ پر تو فوراً اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

۲۔ متقیوں کی یہ شان بھی ہوتی ہے کہ اپنی غلطی پر نادم ہو کر استغفار بھی کرتے ہیں۔

۳۔ ایسے متقیوں کے لئے ان کے رب کی طرف سے بخشش کا اعلان ہے اور اس جنت کی خوشخبری بھی جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

۴۔ کیا خوب مزدوری ہے کام کرنے والوں کی؟

متقیوں کی یہ صفت ہوتی ہے کہ جب کبھی ان سے کوئی فحش کام ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کے ذریعہ خود اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو وہ اللہ کو یاد کرنے لگتے ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ کی یاد سے غافل رہنا برے کاموں کا ذریعہ ہوتا ہے، اس لئے اللہ کے نیک بندوں کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ اللہ کو یاد رکھیں تا کہ ان سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔

متقیوں کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں، استغفار کا مطلب صرف رسمی طور پر معافی طلب کرنا نہیں ہے، بلکہ حقیقی معنی میں اپنے کئے پر شرمندہ ہونا اور اللہ تعالیٰ سے گڑ گڑا کر معافی مانگنا اور مستقبل میں اس گناہ کے نہ کرنے کا عزم وارادہ ہونا، یہی اصل استغفار ہے۔ حضرت رابعہ بصریہ نے بڑی اچھی بات بیان کی کہ ہمارا استغفار اس قدر ہلکا پھلکا ہوتا ہے کہ اس غفلت والے استغفار پر پھر استغفار کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے غفلت والا استغفار

نہیں بلکہ حقیقی استغفار کرنے والے ہی متقی ہوتے ہیں۔

متقیوں کی تیسری صفت یہ بیان کی گئی کہ متقی لوگ اپنے کئے ہوئے گناہ پر اصرار نہیں کرتے بلکہ ان متقیوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ جس گناہ سے ایک مرتبہ استغفار کرلیا دوبارہ اس گناہ کے قریب ہی نہیں جاتے۔

جو لوگ ان صفتوں کے حامل ہوتے ہیں اور تقویٰ کے اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں دو نعمتیں عطا فرماتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمادیتے ہیں اور دوسرے یہ کہ انہیں ایسی جنت عطا فرماتے ہیں جس میں نہریں جاری ہوں گی اور وہ اس جنت میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھو کہ وہ اپنے بندوں کو کتنا اچھا بدلہ عطا فرماتا ہے۔ کیا ہی خوب بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا؟ اللہ تعالیٰ ہمیں متقی بنادے۔ آمین

درس نمبر (۳۰۱)

زمین میں چل پھر کر عبرت حاصل کرو

آلِ عمران: ۱۳۷۔۱۳۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ O هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: قَدْ خَلَتْ تحقیق گذر چکے مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے سُنَنٌ کئی واقعات فَسِيْرُوْا چنانچہ تم سیر کرو فِي الْأَرْضِ زمین میں فَانْظُرُوْا اور دیکھو كَيْفَ كَانَ کیسا ہوا عَاقِبَةُ انجام الْمُكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والوں کا O هٰذَا بَيَانٌ یہ وضاحت ہے لِّلنَّاسِ لوگوں کے لئے وَهُدًى اور ہدایت وَمَوْعِظَةٌ اور نصیحت ہے لِّلْمُتَّقِيْنَ متقیوں کے لئے

ترجمہ: تم سے پہلے بہت سے واقعات گذر چکے ہیں۔ اب تم زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جنہوں نے (پیغمبروں کو) جھٹلایا تھا ان کا انجام کیسا ہوا؟ O یہ تمام لوگوں کے لئے واضح اعلان ہے اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت اور نصیحت!

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ تم سے پہلی امتوں کے واقعات گزر چکے ہیں

۲۔ دنیا میں چل پھر کر ان کا انجام خود اپنی نظروں سے دیکھ لو

۳۔ یہ لوگوں کے لئے بیان ہے، نیز ہدایت اور نصیحت ہے۔

ہم آخری امت ہیں اور رسولِ اکرم ﷺ آخری نبی ہیں۔ ہم سے پہلے کئی قومیں گزر چکی ہیں اور رسولِ اکرم ﷺ سے پہلے کئی انبیاء گزر چکے ہیں۔ گزری ہوئی جن قوموں نے اپنے نبیوں کو جھٹلایا، انکار کیا، مذاق اڑایا، نافرمانی کی، سرکشی کی اور حد سے تجاوز کیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک و تباہ کردیا۔ ان قوموں کو جنہیں ہلاک کیا، ان کے مضبوط مکانات تھے۔ ان کی بستیاں تھیں، وہ بڑے طاقتور تھے۔ مگر اس کے باوجود آج ان کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ قومِ عاد، قومِ ثمود، اصحابِ مدین، قومِ فرعون وغیرہ۔ آج وہ باقی نہیں رہے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی بستیوں کو ہمارے لئے نشانی اور عبرت کے طور پر باقی رکھا

ہے۔قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ سُنَنٌ کے ذریعہ یہی بات بتائی جارہی ہے کہ تم سے پہلی امتوں کے واقعات گزر چکے ہیں جو تمہارے لئے عبرت کا کافی سامان ہیں۔

فَانۡظُرُوا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِيۡنَ کہ تم لوگ نگاہِ عبرت سے ان جھٹلانے والوں کا انجام خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۱ میں بھی یہ بات یوں کہی گئی ہے قُلۡ سِيۡرُوا فِي الۡأَرۡضِ ثُمَّ انۡظُرُوا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِيۡنَ کہہ دیجئے کہ ملک میں چلو پھرو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟ سورۂ نحل کی آیت نمبر ۳۶ میں بھی یہی بات کہی گئی ہے۔

یہ جو باتیں بتلائی جارہی ہیں لوگوں کے لئے واضح بیان ہے، قابلِ غور وفکر باتیں ہیں جو بیان کی جارہی ہیں، جن کے دلوں میں تقویٰ ہے، پرہیز گاری ہے، ان کے لئے ان باتوں میں ہدایت ورہنمائی بھی ہے اور عبرت ونصیحت کا سامان بھی ہے۔ جو لوگ تقویٰ والے ہوتے ہیں وہ حقیقی معنیٰ میں ہدایت، عبرت اور نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

سورۂ یونس کی آیت نمبر ۵۷ میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے یوں کہا گیا يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَاءَتۡكُمۡ مَوۡعِظَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے نصیحت، سینوں کے امراض کی شفاء اور اہلِ ایمان کیلئے ہدایت ورحمت آ گئی ہے۔

درس نمبر (۳۰۲) | **تم ہی غالب ہو اگر تم مومن ہو** | آلِ عمران:۱۳۹

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَلَا تَهِنُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَأَنۡتُمُ الۡأَعۡلَوۡنَ إِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَا تَهِنُوۡا اور نہ تم ہمت ہارو وَلَا تَحۡزَنُوۡا اور نہ تم غم کھاؤ وَأَنۡتُمُ اور تم ہی الۡأَعۡلَوۡنَ غالب رہو گے إِنۡ كُنۡتُمۡ اگر ہو تم مُّؤۡمِنِيۡنَ مومن

ترجمہ: (مسلمانو!) تم نہ تو کمزور پڑو اور نہ غمگین رہو۔اگر تم واقعی مؤمن رہو تو تم ہی سربلند ہوگے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ہمت مت ہارو۔

۲۔غمگین نہ ہو جاؤ۔

۳۔تم ہی غالب رہو گے بشرطیکہ تم مومن ہو۔

اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں مفسرین نے یہ بات نقل کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنگِ احد میں جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو شکست ہوگئی تو مشرکین کا لشکر اس ارادہ سے آگے بڑھا کہ پہاڑ کے اوپر چڑھ کر مسلمانوں پر حملہ کیا جائے۔رسولِ رحمت ﷺ نے اس موقع پر یہ دعاء فرمائی اَللّٰهُمَّ لَا يَعۡلُوۡنَ عَلَيۡنَا اَللّٰهُمَّ لَا قُوَّةَ لَنَا اِلَّا بِاللّٰهِ

اَللّٰهُمَّ لَيۡسَ يَعۡبُدُکَ بِهٰذِهِ الۡبَلۡدَةِ غَيۡرَ هٰؤُلَاءِ النَّفَرُ اے اللہ! یہ دشمن ہم پر غالب نہ آ جائیں، اے اللہ ہمارے پاس کوئی قوت نہیں سوائے آپ کی قوت کے، اس شہر میں ان چند آدمیوں کے علاوہ آپ کی عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس دعاء پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور چند مسلمان جو تیر انداز تھے پہاڑ پر چڑھ گئے، جنہوں نے دشمن کو تیروں سے نشانہ بنایا جس سے دشمن واپس چلا گیا۔ مسلمانوں کی ٹوٹی ہوئی ہمت بحال ہوگئی اور یہ آیت صادق آ گئی کہ تم ہی غالب ہوا گرتم مومن ہو۔

اس آیت میں قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہدایت ہے کہ دین و ایمان کی حفاظت میں جس قدر بھی ناموافق اور پُر مشقت حالات آ جائیں تمہیں ہمت سے کام لینا ہے۔ وَلَا تَهِنُوا تم ہمت نہ ہارو کہہ کر غلبہ اور کامیابی کا یہ فارمولہ پیش کیا گیا ہے کہ ہمت کے بغیر کسی بھی جماعت کو غلبہ، فتح اور کامیابی نہیں مل سکتی۔ زندگی میں آنے والے حالات میں مومن و مسلمان کو غمزدہ نہیں ہونا چاہئے۔ وَلَا تَحۡزَنُوا اور غمگین نہ ہو جاؤ یہ کہہ کر مسلمانوں کو غلبہ اور فتح کا ایک اور فارمولہ دیا گیا ہے کہ وہ غم کے بادلوں سے باہر نکل کر ہمت و جوانمردی کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ اگر غالب ہی رہنا ہے تو اپنے ایمان کو اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہئے۔ اگر تم واقعی مومن بن جاؤ گے تو غالب آ جاؤ گے۔

ہم بھارت کے مسلمانوں کیلئے یہ حکم بڑی اہمیت کا حامل ہے جب کہ ان دنوں بھارت کے سارے مسلمان مرکزی حکومت کے سیاہ قوانین این آر سی، این پی آر اور سی اے اے کو لے کر تشویش میں مبتلا ہیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنی نگاہیں اس رب ذوالجلال پر رکھیں جس کے قبضہ ٔ قدرت میں سب کچھ ہے۔ موجودہ حالات کی وجہ سے اپنے آپ کو بزدل بنانا اور اپنے متعلقین میں بزدلی کی باتیں کرنا اور اسی غم میں گھلنے کی عادت ڈالنا نامعقول حرکت ہے۔ ہمیں پوری جرأتِ ایمانی اور قوتِ ارادی کے ساتھ اس ملک میں رہنا ہے۔

درس نمبر (۳۰۳) | **حالات یکساں نہیں رہتے** | آلِ عمران: ۱۴۰۔۱۴۱

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

إِنۡ يَّمۡسَسۡكُمۡ قَرۡحٌ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ قَرۡحٌ مِّثۡلُهٗ وَتِلۡکَ الۡأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيۡنَ النَّاسِ وَلِيَعۡلَمَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ آمَنُوۡا وَيَتَّخِذَ مِنۡكُمۡ شُهَدَاءَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِيۡنَ O وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ آمَنُوۡا وَيَمۡحَقَ الۡكَافِرِيۡنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنۡ يَّمۡسَسۡكُمۡ اگر تم کو پہنچے قَرۡحٌ کوئی زخم فَقَدۡ مَسَّ تو تحقیق پہنچ چکا ہے الۡقَوۡمَ اس (کافر) قوم کو بھی قَرۡحٌ زخم مِّثۡلُهٗ اس کے مثل وَتِلۡكَ اور یہ الۡأَيَّامُ دن نُدَاوِلُهَا ہم ان کو باری باری بدلتے رہتے ہیں بَيۡنَ النَّاسِ لوگوں کے درمیان وَلِيَعۡلَمَ اللّٰهُ اور تا کہ جان لے اللہ الَّذِيۡنَ ان لوگوں کو جو آمَنُوۡا ایمان لائے وَيَتَّخِذَ اور (تا کہ) بنائے مِنۡكُمۡ تم میں سے کچھ کو شُهَدَاءَ شہید وَاللّٰهُ اور اللہ لَا يُحِبُّ نہیں پسند کرتا الظَّالِمِيۡنَ ظالموں کو O وَلِيُمَحِّصَ اور تا کہ پاک صاف کردے اللّٰهُ اللہ الَّذِيۡنَ ان لوگوں کو جو آمَنُوۡا ایمان لائے وَيَمۡحَقَ اور مٹادے الۡكَافِرِيۡنَ کافروں کو

ترجمہ: اگر تمہیں ایک زخم لگا ہے تو ان لوگوں کو بھی اسی جیسا زخم پہلے لگ چکا ہے۔ یہ تو آتے جاتے دن ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان باری باری بدلتے رہتے ہیں اور مقصد یہ تھا کہ اللہ ایمان لانے والوں کو جانچ لے اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہید قرار دے، اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا O اور مقصد یہ (بھی) تھا کہ اللہ ایمان والوں کو میل کچیل سے نکھار کر رکھ دے اور کافروں کو ملیا میٹ کر ڈالے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اگر تم کو زخم پہنچ گیا ہے تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تمہارے مقابل قوم کو بھی زخم پہنچ چکا ہے۔

۲۔ یہ تو آتے جاتے دن ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان باری باری بدلتے رہتے ہیں

۳۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جانچ لے اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہید قرار دے۔

۴۔ اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا

۵۔ یہ مقصد بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو میل کچیل سے نکھار کر رکھ دے اور کافروں کو ملیا میٹ کر دے۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تسلی دی ہے کہ اگر جنگِ احد میں آج مسلمانوں کو شکست ہوئی اور مسلمانوں کو زخم پہنچا ہے تو یہ بھی تو دیکھو کہ جنگِ بدر میں تمہارے دشمن کو بھی تو شکست ہوئی تھی اور دشمن کے ستر افراد ہلاک ہوئے اور ستر افراد قیدی بن کر آئے۔ اس شکست کی وجہ سے تمہیں غمزدہ ہونے اور گھبراہٹ کا شکار ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ اور تمہیں ہمت بھی تو نہیں ہارنی ہے۔ تمہارا بھروسہ تو اللہ پر ہونا چاہئے۔

ہم لوگوں کی حالتیں یکساں نہیں رکھتے، اس میں عروج و زوال ہماری حکمت کا ایک حصہ ہے۔ ہم ان ایام کو باری باری بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی تمہارا پلہ بھاری ہوتا ہے تو کبھی تمہارے دشمن کا پلہ بھاری ہو جاتا ہے۔ گزشتہ جنگ میں تمہارے دشمن کو شکست ہوئی اور تم کو غلبہ ملا۔ اب تم کو شکست ہوئی اور تمہارے دشمن کو غلبہ ہو گیا۔ دراصل جنگ کے ان احوال کے ذریعہ ہم تمہارے ایمان کا امتحان لینا چاہتے ہیں کہ کس کا ایمان کس قدر مضبوط ہے؟ اس لئے کہ مصیبت کے وقت ہی امتحان ہوتا ہے۔ ایسے وقت ہی مخلص اور غیر مخلص کی پہچان ہوتی ہے۔ چنانچہ ہوا بھی ایسے ہی کہ جو منافق تھے وہ اپنے سردار کے ساتھ جنگ سے پہلے ہی رفو چکر ہو گئے اور جو حقیقی مومن تھے وہ جنگ کے آخر تک اپنے نبی ﷺ کے ساتھ رہے۔ رضی اللہ عنہم

اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہرگز پسند نہیں کرتے۔ اگر ہمیں اپنے رب کا محبوب ہی بننا ہے تو اپنے سارے معاملات میں انصاف کے ساتھ رہنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کو احسان، ایثار اور انصاف پسند ہے، ظلم، تشدد اور سرکشی کرنے والے اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اس کے ذریعہ سے یہ منظور تھا کہ ایمان والوں کو پاک و صاف کر دے، اس لئے کہ صبر، اخلاق اور نیک اعمال سے آدمی پاکیزہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو یہ بھی منظور تھا کہ کافروں کو مٹا دے۔

چلئے ذرا ہم اس آیت کو ہمارے محبوب ملک بھارت کے پس منظر میں سمجھتے ہیں۔ جنگِ بدر میں مسلمانوں کو فتح ملی اور دشمنوں کو شکست ہوئی اور جنگِ احد کا معاملہ بعض اعتبارات سے اس کے برعکس ہوا۔ پہلے دشمن زخموں کی زد میں آئے اور اب اس جنگِ احد میں مسلمان زخمی ہوئے۔ رب ذوالجلال کا یہ نظام ہے کہ دن ایک ہی جیسے نہیں رہتے تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا

بَيۡـنَ النَّاسۡ یہ تو آتے جاتے دن ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان باری باری بدلتے رہتے ہیں۔اگر ہم بھارتی مسلمانوں پر یہ تشویشناک حالات شہریت ترمیمی سیاہ قانون کی شکل میں آئے ہیں تو یہ مت سمجھو کہ یہ حالات ہمیشہ رہیں گے۔عروج و زوال، فتح وشکست، نفع ونقصان انسانی زندگی کا حصہ ہے۔ملک کے حالات کو اگر گہرائی سے دیکھا جائے تو اس ملک کا مستقبل بھارتی مسلمانوں کے حق میں زیادہ بہتر رہے گا۔ان شاء اللہ

درس نمبر(۳۰۴) **آزمائش کے بغیر جنت نہیں ملے گی** آلِ عمران:۱۴۲۔۱۴۳

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

أَمۡ حَسِبۡتُـمۡ أَنۡ تَـدۡخُـلُوا۟ الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَعۡلَمِ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ جَاهَدُوا۟ مِنۡكُمۡ وَيَعۡلَمَ الصَّابِرِيۡنَ O وَلَقَدۡ كُنۡتُمۡ تَمَنَّوۡنَ الۡمَوۡتَ مِنۡ قَبۡلِ أَنۡ تَلۡقَوۡهُ فَقَدۡ رَأَيۡتُمُوۡهُ وَأَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أَمۡ حَسِبۡتُمۡ کیا تم نے گمان کیا ہے أَنۡ تَـدۡخُلُوا۟ یہ کہ تم داخل ہوجاؤ الۡجَنَّةَ جنت میں وَلَـمَّا حالانکہ ابھی نہیں يَعۡلَمِ اللّٰهُ جانا اللہ نے الَّذِيۡنَ ان لوگوں کو جنہوں نے جَاهَدُوا۟ جہاد کیا مِنۡكُمۡ تم میں سے وَيَعۡلَمَ اور(یہ کہ) وہ جان لے الصَّابِرِيۡنَ صبر کرنیوالوں کو O وَلَقَدۡ اور البتہ تحقیق كُنۡتُمۡ تھے تم تَمَنَّوۡنَ آرزو کیا کرتے الۡمَوۡتَ موت کی مِنۡ قَبۡلِ اس سے پہلے أَنۡ تَـلۡقَوۡهُ کہ تم اس سے دوچار ہو فَقَدۡ پھر تحقیق رَأَيۡتُمُوۡهُ تم نے اس کا مشاہدہ کیا وَأَنۡتُمۡ جبکہ تم تَنۡظُرُوۡنَ دیکھ رہے تھے

ترجمہ: بھلا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ(یونہی) جنت کے اندر جا پہنچو گے؟ حالانکہ ابھی تک اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جانچ کر نہیں دیکھا جو جہاد کریں اور نہ ان کو جانچ کر دیکھا ہے جو ثابت قدم رہنے والے ہیں O اور تم تو خود موت کا سامنا کرنے سے پہلے(شہادت کی) موت کی تمنا کیا کرتے تھے۔چنانچہ اب تم نے کھلی آنکھوں اسے دیکھ لیا ہے

تشریح: ان دو آیتوں میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔مجاہد اور صابر کون ہے اس کی آزمائش کئے بغیر تمہارے جنت میں داخل کئے جانے کا خیال بھی اپنے ذہن میں مت لاؤ۔

۲۔موت کا سامنا کرنے سے پہلے تم موت کی تمنا کیا کرتے تھے،اب تو تم نے کھلی آنکھوں سے اسے دیکھ لیا ہے۔

پہلی آیت میں مسلمانوں کی ذہن سازی کی جارہی ہے کہ جس جنت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وطاقت سے وجود بخشا ہے وہ وسیع وعریض جنت یوں ہی نہیں دی جائے گی،اس جنت کی قیمت اس دنیوی زندگی میں اس شکل میں دینی پڑے گی کہ ایمان کی حالت میں محنت مشقت، جہاد،صبر وتحمل اور ثابت قدمی کو اختیار کرنا ہوگا۔کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم یوں ہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ اس بات کا امتحان نہیں ہوا ہے کہ تم میں سے کون اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا؟اور اس بات کا بھی اظہار نہیں ہوا ہے کہ کون صابر وثابت قدم ہے؟اللہ تعالیٰ کی اس جنت کو حاصل کرنے کیلئے اپنی جانوں کو داؤ پر لگانا پڑتا ہے۔کڑی آزمائش کے ان مواقع پر ہمت سے کام لینا پڑتا ہے،جنگِ بدر اور جنگِ احد جیسے حالات لاکر گویا اللہ تعالیٰ نے تمہاری

آزمائش کی ہے کہ ان تکالیف میں تم کو مبتلا کیا پھر تم نے اخلاص ورضا کے ساتھ جہاد کیا اور اس میدان میں محنت کی، اس طرح تمہارے صبر وتحمل کا امتحان ہوا۔ تم میں سے جس نے بھی جنت کی یہ قیمت ادا کی وہ یقیناً جنت کا مستحق ہے۔ ظاہر ہے کہ کامل ایمان رکھنے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسولِ رحمت ﷺ کا ساتھ دیا، اپنا سب کچھ لٹا دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں رضی اللہ عنہم کی مہر لگادی اور جن منافقین نے راہِ فرار اختیار کی وہ اس پیاری اور قیمتی جنت سے محروم کردیئے گئے۔

ہمارے ملک بھارت کے ان تشویشناک حالات میں جبکہ اس ملک کے پچیس کروڑ مسلمان آزمائش سے دوچار ہیں۔ یہ بات یاد رکھیں کہ جنت جیسی بیش بہا نعمت صرف نماز، روزہ اور زکوٰۃ وحج سے نہیں مل جاتی ہے، اس جنت کے حصول کے لئے مشکل حالات میں اپنے دین پر قائم رہنا، اپنے پائے ثبات میں جنبش آنے سے روکنا، ان حالات میں حمیتِ اسلامی اور جرأتِ ایمانی کے ساتھ زندہ رہنے کا فیصلہ کرنا اور اپنے دین وایمان کیلئے اپنا مال اور اپنی جان تک نچھاور کرنے کے لئے تیار رہنا اور جس دین وایمان کی نعمت کے ساتھ اب تک زندہ رہے اسی دین وایمان کے ساتھ موت تک قائم رہنے کا قطعی فیصلہ کرنا چاہئے۔ یہ آفاقی ہدایتیں اور تعلیمات اپنے معصوم بچوں کو بھی دیں کہ نسلوں تک اس ملک کے مسلمان اپنے ایمانی رشتے کے ساتھ زندہ رہیں۔

تم لوگ موت کے سامنے آنے سے پہلے اس بات کی آرزو کرتے تھے، اب تو تم نے موت کو دیکھ ہی لیا، اس حال میں کہ وہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ جنگِ بدر کے موقع پر بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جنگ میں حصہ لینے سے رہ گئے تھے۔ ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ جنگ کی صورت پیش آئے گی۔ اس لئے وہ حضور ﷺ کے ساتھ نہیں گئے، مگر جب جنگ ہوگئی اور اللہ کی مدد اور نصرت بھی آئی اور اس میں بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شہید بھی ہوگئے تو جنگ میں جانے سے رہ جانے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شرمندہ ہوئے اور اس بات کی آرزو کی کہ کاش ہم بھی جنگ میں جاتے اور اللہ کی راہ میں شہید ہوجاتے۔ اس واقعہ کی طرف اس دوسری آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ جب مطلق موت کی تمنا کرنا بری بات نہیں ہے تو شہادت کے شوق میں موت کی تمنا کیسے بری بات ہوسکتی ہے؟ ہاں، دنیا کی مصیبتوں سے گھبرا کر بے صبری کے ساتھ موت کی تمنا کرنا درست نہیں ہے۔

درس نمبر (۳۰۵) کیا تم اس دین کو چھوڑ کر پچھلے دین کی طرف پلٹ جاؤ گے؟ آلِ عمران:۱۴۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئاً وَسَيَجْزِیْ اللّٰهُ الشَّاكِرِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا اور نہیں ہیں مُحَمَّدٌ محمد إِلَّا رَسُوْلٌ مگر ایک رسول ہی قَدْ خَلَتْ تحقیق گزر چکے ہیں مِنْ قَبْلِهِ ان سے پہلے (بھی) الرُّسُلُ کئی رسول أَفَإِن کیا پھر اگر مَّاتَ وہ مرجائیں أَوْ قُتِلَ یا قتل کردئے جائیں انقَلَبْتُمْ تو تم پھر جاؤ گے عَلَى أَعْقَابِكُمْ اپنی ایڑیوں پر وَمَنْ يَّنقَلِبْ اور جو کوئی پھر جائے عَلَى عَقِبَيْهِ اپنے

ایڑیوں پر فَلَن تو ہرگز نہیں یَضُرَّ اللّٰہَ وہ نقصان پہنچا سکے گا اللہ کو شَیْئاً کچھ بھی وَسَیَجْزِیُ اور عنقریب جزا دے گا اللّٰہُ اللہ الشّٰاکِرِیْنَ شکر کرنے والوں کو

ترجمہ: اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک رسول ہی تو ہیں؛ ان سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں۔ بھلا اگر ان کا انتقال ہو جائے یا انہیں قتل کر دیا جائے تو کیا تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی اُلٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور جو شکر گزار بندے ہیں اللہ ان کو ثواب دے گا۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین باتیں بتلائی ہیں۔

(۱) محمد تو صرف رسول ہیں، ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں، اگر محمد ﷺ کو موت آ جائے یا انہیں قتل کر دیا جائے تو بتاؤ کیا تم اس دین کو چھوڑ کر پچھلے دین کی طرف پلٹ جاؤ گے؟

(۲) جو شخص اس دین حق کو چھوڑ کر باطل دین کی طرف پلٹ جائیگا تو اس سے اللہ کا کیا نقصان ہے؟

(۳) شکر گزار بندوں کو اللہ عنقریب جزاء دیں گے۔

یہ آیت ایک واقعہ کے پس منظر میں نازل ہوئی کہ جب جنگِ احد میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ رسولِ رحمت ﷺ کی وفات ہوگئی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ہوش اڑ گئے۔ ظاہر ہے کہ ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں رسولِ رحمت ﷺ سے جو عشق تھا وہ بے مثال تھا۔ ایسے وقت جبکہ جنگ کا میدان گرم ہو اور فتح کے بعد شکست کا منظر آنکھوں کے سامنے ہو اور مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ رہے ہوں ایسے عالم میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے یہ خبر انتہائی غمناک وافسوسناک تھی۔ اس غلط خبر کے نتیجہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت میدانِ جنگ سے ہٹنے لگی اور ایک کھلبلی سی مچ گئی۔ بعض منافقوں نے یہ کہا کہ محمد تو مقتول ہوگئے، لہٰذا اب تم اپنے پہلے دین کو اختیار کر لو۔ اتنے میں ایک آواز صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے کانوں سے ٹکرائی اِلَیَّ عِبَادَاللّٰہُ اے اللہ کے بندو! میری طرف آؤ۔ یہ آواز رسولِ رحمت ﷺ کی تھی۔ اس آواز کی طرف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم لپکے اور آپ ﷺ کے جانثاروں نے آپ کو گھیر لیا۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے پکارا کہ خوشخبری سن لو، یہ رسولِ رحمت ﷺ تشریف فرما ہیں۔ قرآنِ مجید کی یہ آیت اسی خاص موقع پر نازل ہوئی کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ محمد تو صرف رسول ہیں۔ آپ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ اگر ان کا انتقال ہو جائے یا انہیں قتل کر دیا جائے تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی الٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور جو شکر گزار بندے ہیں اللہ ان کو ثواب دے گا۔ حضرت ثابت بن دحداح رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر محمد شہید ہوگئے تو اللہ تو ہمیشہ زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی۔ لہٰذا اپنے دین کی طرف سے لڑو۔ اللہ تمہیں پاک صاف فرمائے گا اور تمہاری مدد کرے گا۔ اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس بات کا سبق دیا ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ ان کا فریضہ یہ ہے کہ وہ تمہیں دین کی دعوت دیں، تمہارا تزکیہ کریں، تمہاری تربیت کریں، اگر اللہ اپنے نبی کو اپنے پاس بلا لے اور وہ اس دنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہو جائیں تو تمہارے دین سے تمہاری جو وابستگی ہے وہ کمزور نہیں ہونی چاہئے۔ دین ہر حال میں باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی الوہیت ہر حال میں باقی ہے۔

دین ہمیشہ غالب رہے گا۔ یہ دین غالب ہونے کے لئے آیا ہے، مغلوب ہونے کے لئے نہیں۔اس کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت بتلادی گئی کہ جوشخص اپنے دین سے پھر جائے گا اس سے خود اس کا نقصان ہوگا، اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

ہمارے ملک بھارت میں فرقہ پرست طاقتیں 'گھر واپسی' کے عنوان سے مسلمانوں کو ہندوازم کی طرف لے جانے کے ارادہ میں ہیں۔خدا کی قسم یہ ناممکن ہے کہ بھارت کے مسلمان اپنا پیارا دین اپنے ہاتھ سے جانے دیں۔اس ملک کے تقریباً سارے ہی مسلمان اپنے مذہب سے جذباتی اور روحانی طور پر مضبوط انداز میں جڑے ہوئے ہیں۔آر ایس ایس، بجرنگ دل، بھاجپا کا یہ خواب صبح قیامت تک بھی پورا نہیں ہوگا۔ہم سب اپنی جان دے سکتے ہیں، اپنا مال دے سکتے ہیں مگر ہم اپنے ایمان کا سودا نہیں کر سکتے۔

درس نمبر(۳۰۶) **موت اللہ کے حکم ہی سے آ سکتی ہے** آلِ عمران:۱۴۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللهِ كِتَاباً مُّؤَجَّلاً وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا وَسَنَجْزِیُ الشَّاكِرِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا كَانَ اور نہیں ہے (ممکن) لِنَفْسٍ کسی جان کیلئے أَنْ تَمُوتَ یہ کہ وہ مرجائے إِلَّا بِإِذْنِ اللهِ مگر اللہ ہی کے حکم کے ساتھ كِتَاباً (لکھا ہے اس نے) لکھنا مُّؤَجَّلاً ایک وقتِ مقرر وَمَنْ يُّرِدْ اور جو کوئی چاہتا ہے ثَوَابَ الدُّنْيَا دنیا کا ثواب نُؤْتِهِ ہم اسے دے دیتے ہیں مِنْهَا اس میں سے کچھ وَمَنْ يُّرِدْ اور جو کوئی چاہتا ہے ثَوَابَ الآخِرَةِ آخرت کا ثواب نُؤْتِهِ ہم اسے دیتے ہیں مِنْهَا اس میں سے وَسَنَجْزِیُ اور عنقریب ہم جزا دیں گے الشَّاكِرِيْنَ شکر کرنے والوں کو

ترجمہ: اور یہ کسی بھی شخص کے اختیار میں نہیں ہے کہ اسے اللہ کے حکم کے بغیر موت آجائے، جس کا ایک معین وقت پر آنا لکھا ہوا ہے اور جوشخص دُنیا کا بدلہ چاہے گا ہم اسے اس کا حصہ دے دیں گے اور جو آخرت کا ثواب چاہے گا ہم اسے اس کا حصہ عطا کر دیں گے اور جو لوگ شکر گذار ہیں ان کو ہم جلد ہی ان کا اجر عطا کریں گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ ہر ایک کو اللہ کے حکم سے ہی موت آ سکتی ہے اور ہر شخص کا وقت مقرر ہے۔

۲۔ جوشخص دنیا کا بدلہ چاہے گا ہم اسے اس کا حصہ دے دیں گے اور جوشخص آخرت کا ثواب چاہے گا تو ہم اسے اس کا حصہ دے دیں گے۔

۳۔ شکر گزاروں کو جلد ہی ان کا اجر دے دیا جائے گا۔

اس آیت میں موت کے سلسلہ میں نا قابلِ انکار دو حقیقتیں بتلائی گئی ہیں۔ایک یہ کہ دنیا کے سارے ہی انسانوں کو جو

موت آتی ہے وہ اللہ کے حکم ہی سے آ سکتی ہے۔ اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو موت نہیں آ سکتی۔ اس آیت میں ایک خاموش سبق ان لوگوں کو دیا گیا ہے جو کسی کی موت کے موقع پر کچھ ایسی باتیں بطورِ تعزیت ہی کہہ دیتے ہیں جس سے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ وہ قدرت کے اس فیصلہ پر ناراض ہیں اور ایسے محسوس ہونے لگتا ہے کہ قادرِ مطلق نے اس شخص کو موت دے کر گویا ظلم کیا ہے، نعوذ باللہ۔ موت برحق ہے اور موت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوسکتی ہے۔ جب یہ بات طئے ہے تو قدرت پر ہلکے قسم کا اعتراض بھی نامناسب ہے۔ ہمیں تو ایسے موقعوں پر یہی جملہ کہنا چاہئے رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا میں اللہ کے رب ہونے پر راضی ہو گیا اور اسلام کے دین ہونے پر بھی اور محمد عربی ﷺ کے نبی ہونے پر بھی راضی ہو گیا۔ جو شخص اللہ کے رب ہونے پر دین کے اسلام ہونے پر اور محمد عربی ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہو وہ ایسا جملہ نہیں کہہ سکتا جو تقدیر پر ایمان کے منافی ہو اور دوسری حقیقت موت کے سلسلے میں یہ بتلائی گئی کہ ہر ایک کی موت اس کے مقررہ وقت پر ہی آتی ہے۔ آدمی جہاں کہیں بھی ہو مقفل عمارتوں اور محلات میں ہو موت تو وہاں بھی آئے گی۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۷۸ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا أَیْنَمَا تَکُونُواْ یُدْرِککُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنتُمْ فِیْ بُرُوجٍ مُّشَیَّدَةٍ تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں ہی تم کو موت آ دبا دے گی۔ اگر چہ تم قلعی چونا کے قلعوں ہی میں ہو۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۳۴ میں فرمایا گیا وَلِکُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لاَ یَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلاَ یَسْتَقْدِمُونَ اور ہر گروہ کے لئے ایک میعاد متعین ہے، جس وقت ان کی میعاد معین آ جائے گی اس وقت ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔

جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جنگِ احد کے موقع پر پہاڑی کے ایک دامن پر ٹھہرنے اور وہاں سے نہ ہٹنے کی تلقین کی گئی تھی، مگر انہوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اس خیال سے کہ اب دشمن فرار ہو چکا ہے اور مالِ غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف ہو گئے تو انہیں یہ بات بتلائی گئی کہ جو شخص دنیا کا بدلہ چاہے ہم اسے اس کا حصہ دے دیں گے اور جو آخرت کا ثواب چاہے گا ہم اسے اس کا حصہ عطا کر دیں گے۔ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مالِ غنیمت اکٹھا کرنا کوئی جرم نہیں تھا بلکہ اس وقت کے اعتبار سے تھوڑا سا نامناسب تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ بڑوں کی تھوڑی سی لغزش بھی بڑی سمجھی جاتی ہے اور ان کے اخلاق کے معیار کو بلند سے بلند تر کرنے کیلئے انہیں اس جانب توجہ دلائی جاتی ہے۔

درس نمبر (۳۰۷) اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے آلِ عمران: ۱۴۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

وَکَأَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّیُّونَ کَثِیْرٌ فَمَا وَهَنُواْ لِمَا أَصَابَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُواْ وَمَا اسْتَکَانُواْ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الصَّابِرِیْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَکَأَیِّن اور کتنے ہی مِّن نَّبِیٍّ نبی تھے قَاتَلَ لڑے مَعَهُ ان کے ساتھ (مل کر) رِبِّیُّونَ اللہ والے کَثِیْرٌ بہت سے فَمَا پھر نہ وَهَنُواْ وہ سست ہوئے لِمَا اس وجہ سے أَصَابَهُمْ جو انہیں پہنچا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اللہ کے

راستے میں وَمَا ضَعُفُواْ اوروہ نہ کمزور پڑے وَمَا اسْتَكَانُواْ اور نہ وہ دبے وَاللّٰهُ اوراللہ يُحِبُّ پسند کرتا ہے الصَّابِرِيْنَ صبر کرنے والوں کو

ترجمہ: اور کتنے سارے پیغمبر ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی ! نتیجتاً انہیں اللہ کے راستے میں جو تکلیفیں پہنچیں ان کی وجہ سے نہ انہوں نے ہمت ہاری ، نہ وہ کمزور پڑے اور نہ انہوں نے اپنے آپ کو جھکایا۔ اللہ ایسے ثابت قدم لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

ا۔ دنیا میں بہت سے ایسے پیغمبر گزرے ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی۔

۲۔ وہ اللہ والے ایسے تھے کہ ان کو اللہ کی راہ میں جو بھی مصیبت پہنچی اس مصیبت کی وجہ سے انہوں نے نہ ہمت ہاری اور نہ کمزور ہوئے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

گزرے ہوئے نبیوں اور گزری ہوئی قوموں کے حالات کا اگر ہم مطالعہ کریں تو مجموعی اعتبار سے ہمیں اس بات کا علم ضرور ہوگا کہ جب بھی نبیوں نے اپنی قوموں کو حق کی طرف بلایا تو باطل نے بھی اپنا سر اٹھایا۔ لوگوں نے نبیوں کی مخالفت کی ، انہیں جھٹلایا اور انہیں ستایا اور جب حق اور باطل کا مقابلہ ان نبیوں کے دور میں ہوتا تو جس طرح باطل پرست لوگ مقابلہ کے لئے کھڑے ہوتے ، ان کے مقابلہ میں نبیوں کے چاہنے والے اللہ کے بندے بھی ان نبیوں کے ساتھ مل کر قتال کرتے۔ اس آیت میں یہی بات اس پس منظر میں بتلائی جارہی ہیکہ اگر آج تم پر جنگ کے حالات آرہے ہیں اور اگر تم رسولِ عربی ﷺ کے ساتھ مل کر مشرکین کا مقابلہ کررہے ہوتو ، یادرکھو کہ تم سے پہلے بھی بہت سے نبیوں کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے کافروں کے ساتھ قتال کیا ہے۔ ان اللہ والوں کی خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے اللہ کی راہ میں باطل کا مقابلہ کرتے ہوئے نہ ہی ہمت ہاری اور نہ ہی کمزوری دکھائی اور نہ ہی سستی دکھائی اور نہ ہی دشمن کے سامنے عاجزی ظاہر کی بلکہ انہوں نے صبر و ثابت قدمی کے ساتھ جم کر مقابلہ کیا۔ گویا ان اوصاف کو بتلا کر امت محمد یہ کو یہ سبق دیا جارہا ہیکہ باطل کا مقابلہ کرنے کے دوران مومن و مسلمان میں ہمت ، بہادری اور شجاعت ہونی چاہئے۔ کم ہمتی ، بزدلی اور سستی سے اپنے آپ کو دور رکھنا چاہئے۔ آخر میں یہ بات بتلائی گئی کہ اللہ تعالیٰ کو کم ہمت بندے پسند نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو وہ بندے زیادہ پسند ہیں جو صبر و تحمل ، برداشت اور استقامت و ثابت قدمی کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔

ہمارے ملک بھارت کے ان بدلتے حالات میں جو لوگ بزدلی ، کم ہمتی اور خوف میں مبتلا کرنے کی باتیں کررہے ہیں وہ اس خطرناک رویہ سے باز آئیں۔ ایسی باتوں سے ملت کا نقصان ہوتا ہے۔ ہر مسلمان ہر مجلس میں ہمت اور حوصلہ کی بات کرے۔ یقین و اعتماد کے ساتھ فتح و کامرانی اور بہتر انجام کی بات کرے ، اسی میں بھارتی مسلمانوں کی فلاح ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صبر و ثابت قدمی کے ساتھ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درس نمبر(۳۰۸) **اللہ تعالیٰ نیک لوگوں سے محبت کرتے ہیں** آلِ عمران:۱۴۷۔۱۴۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ O فَآتَاهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الآخِرَةِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا كَانَ اورنہیں تھا قَوْلَهُمْ ان کا قول إِلَّا أَنْ مگر یہی کہ قَالُوا انہوں نے کہا رَبَّنَا اے ہمارے رب! اغْفِرْ لَنَا ہمیں بخش دے ذُنُوبَنَا ہمارے گناہ وَإِسْرَافَنَا اور ہماری زیادتی فِي أَمْرِنَا ہمارے اپنے کاموں میں وَثَبِّتْ اور ثابت رکھ أَقْدَامَنَا ہمارے قدموں کو وانْصُرْنَا اور ہماری مدد فرما عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ کافر قوم پر O فَآتَاهُمُ اللّٰهُ چنانچہ اللہ نے انہیں دیا ثَوَابَ الدُّنْيَا دنیا کا ثواب وَحُسْنَ ثَوَابِ اور اچھا ثواب الآخِرَةِ آخرت کا وَاللّٰهُ اور اللہ يُحِبُّ پسند کرتا ہے الْمُحْسِنِيْنَ احسان کرنے والوں کو

ترجمہ: ان کے منہ سے جو بات نکلی وہ اس کے سوا نہیں تھی کہ وہ کہہ رہے تھے: ''ہمارے پروردگار! ہمارے گناہوں کو بھی اور ہم سے اپنے کاموں میں جو زیادتی ہوئی ہو اس کو بھی معاف فرما دے، ہمیں ثابت قدمی بخش دے اور کافر لوگوں کے مقابلہ میں ہمیں فتح عطا فرما دے'' O چنانچہ اللہ نے انہیں دُنیا کا اِنعام بھی دیا اور آخرت کا بہترین ثواب بھی۔ اور اللہ ایسے نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ ان اللہ والوں کی دعائیں یہ تھیں کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجئے اور ہم اپنے کاموں میں جو حد سے بڑھ گئے وہ بھی معاف کر دیجئے اور ہمارے قدموں کو ثابت قدم رکھئے اور کافر قوم کے مقابلہ میں ہماری مدد فرمائیے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے ان اللہ والوں کو دنیا کا انعام بھی دیا اور آخرت کا بہترین ثواب بھی عطا فرمایا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں سے محبت فرماتے ہیں۔

گزری ہوئی قوموں میں جو اللہ والے تھے وہ باوجود یہ کہ اللہ والے تھے، نیکوکار تھے، مگر اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا مانگتے تھے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ آدمی چاہے وہ کتنا ہی نیکوکار ہو مگر اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہنا چاہئے۔ کیا پتہ کہ ہمارے نیک عمل کے دوران ہی کوئی ایسی لغزش ہوگئی ہو جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو۔ ہماری زندگی میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم اپنے معاملات میں حد سے گزر جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے حدود پار کر جاتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے اس بات پر بھی معافی مانگنا چاہئے کہ ہم سے اپنے کاموں میں جو زیادتی ہوئی ہے اے اللہ! اس کو بھی معاف فرما دیجئے اور ثابت قدمی کی دعاء کی تلقین بھی یہاں کی گئی ہے۔ آج ہم جس دین پر قائم ہیں، نفس و شیطان ہمارے قدموں کو اس دین سے پھسلا سکتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے دین پر ثابت قدم رہنے کی دعاء بھی ہمیشہ کرنی چاہئے اور جب حق و باطل کا معرکہ پیش

ہو، حالات ایسے آ جائیں کہ باطل سر چڑھ کر بولنے لگے اور باطل پرست لوگ مقابلہ کے لئے تیار ہوں تو ہمیں اپنے ہتھیاروں پر بھروسہ کرنا نہیں چاہئے بلکہ اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھنا چاہئے اور اس سے اس بات کی بھیک مانگنی چاہئے کہ **فَانصُرُنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ** اے اللہ! کافر قوم کے مقابلہ میں آپ ہماری مدد فرمایئے۔

اب ہمارے ملک میں حق و باطل کی ایک جنگ چھڑ چکی ہے۔ مسلمانوں کو ہر ظلم کے خلاف اپنی آواز بلند کرنی چاہئے۔ صرف منفی تبصروں اور شکوہ شکایت والی باتوں سے ملت کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ وقت حکمتوں اور مصلحتوں کے ساتھ ایک طرف حفاظت خود اختیاری پر توجہ دینے کا ہے تو دوسری طرف اسلام کی سر بلندی کیلئے ہر طرح کی تیاری کرنے کا بھی ہے جس کا موجودہ حالات تقاضا کر رہے ہیں۔

ان اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی اچھا انعام دیا کہ ان کی مدد کی اور ان کو غلبہ عطا فرمایا اور آخرت کا انعام تو اجر و ثواب اور جنت کی نعمتوں کی شکل میں طئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو پسند کرتے ہیں۔ جو شخص اس بات کا واقعی طلبگار ہو کہ وہ اللہ کا محبوب بن جائے، قرآنِ مجید نے ایسے طالبِ حقیقی کو یہ فارمولہ دیا ہے کہ وہ اس مختصر سی زندگی میں نیک کام کرنے کا عزم کرے اور میدانِ عمل میں کود جائے۔

درس نمبر (۳۰۹) اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا کارساز اور مددگار ہے آلِ عمران: ۱۴۹۔۱۵۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ فَتَنقَلِبُوْا خَاسِرِيْنَ O بَلِ اللّٰهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اے لوگو جو آمَنُوْا ایمان لائے ہو إِنْ تُطِيْعُوْا اگر تم اطاعت کرو الَّذِيْنَ ان کی جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا يَرُدُّوْكُمْ (تو) تمہیں لوٹا دیں گے عَلَى أَعْقَابِكُمْ تمہاری ایڑیوں پر (شرک کی طرف) فَتَنقَلِبُوْا پھر تم پلٹو گے خَاسِرِيْنَ خسارہ پانے والے O بَلِ اللّٰهُ بلکہ اللہ مَوْلَاكُمْ تمہارا کارساز ہے وَهُوَ اور وہ خَيْرُ سب سے بہتر النَّاصِرِيْنَ مددگار ہے

ترجمہ: اے ایمان والو! جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے اگر تم ان کی بات مانو گے تو وہ تمہیں اُلٹے پاؤں (کفر کی طرف) لوٹا دیں گے اور تم پلٹ کر سخت نقصان اُٹھاؤ گے O (یہ لوگ تمہارے خیر خواہ نہیں) بلکہ اللہ تمہارا حامی و ناصر ہے اور وہ بہترین مددگار ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اگر مسلمان کافروں کی اطاعت کریں گے تو کافر انہیں ان کے دین سے پھیر دیں گے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا مولیٰ ہے اور وہ بہترین مددگار بھی۔

مسلمانوں کیلئے یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا کامل و مکمل پاکیزہ دین اور صاف وشفاف شریعت عطا کی ہے کہ اس دین وشریعت کے مل جانے کے بعد کسی اور دین کی طرف جھانکنا کم عقلی سے کم نہیں ہے۔ جس قوم کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی شکل میں زندگی کا دستور عطا کیا ہو اور تمام نبیوں کے سردار کو رسول بنا کر ان کی جانب بھیجا ہو اس قوم کیلئے صرف ایک ہی راہ ہے جس سے وہ کامیاب ہو سکتے ہیں، وہ ہے دینِ اسلام و شریعتِ اسلامی کے احکام کی پابندی۔ نیز اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت۔ ایک حقیقت اور ہے جس کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر مسلمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے بجائے کافروں کی اطاعت کریں گے اور ان کا کہنا مانیں گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ مسلمان ناکام ہو جائیں گے۔ یہاں مسلمانوں کو متنبہ کر دیا گیا کہ کافروں کی اطاعت کا انجام یہ ہوگا کہ تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور تم ناکام ہو جاؤ گے۔ یہ بات اس پس منظر میں کہی گئی ہے کہ جنگِ احد میں مسلمانوں کی عارضی شکست اور رسولِ رحمت ﷺ کی وفات کی افواہ عام ہو جانے پر منافقوں کو شرارت کا موقع مل گیا اور مسلمانوں سے کہنے لگے کہ جب محمد ﷺ ہی زندہ نہیں رہے تو ہم وہی دین کیوں نہ اختیار کریں جس پر ہم پہلے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان منافقین کی چالبازی سے بچانے کیلئے اس آیت میں اس بدانجامی سے بچایا۔

یہ کافر اور منافق تمہارے دوست ہرگز نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا دوست ہے اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر مدد کرنے والا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ اور اعتماد کریں۔ اگر یہ منافقین اور مشرکین جو کہ تمہارے مخالف ہیں وہ اگر تمہاری نصرت اور امداد کی کچھ تدبیریں بھی بتلائیں تو یہ دھوکہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اصل مددگار اور بہترین مددگار تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

درس نمبر (۳۱۰) | **ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیتے ہیں** | آلِ عمران:۱۵۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَاناً وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ وَبِئْسَ مَثْوَى الظَّالِمِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: سَنُلْقِيْ عنقریب ہم ڈال دیں گے فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ ان لوگوں کے دلوں میں جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا الرُّعْبَ رُعب بِمَا أَشْرَكُوْا بسبب ان کے شریک ٹھہرانے کے بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ مَا لَمْ يُنَزِّلْ ان چیزوں کو جو نہیں اتاری اس نے بِهٖ اس کی سُلْطَاناً کوئی دلیل وَمَأْوَاهُمْ اور ان کا ٹھکانہ النَّارُ آگ ہے وَبِئْسَ اور برُا مَثْوَى ٹھکانہ ہے الظَّالِمِيْنَ ظالموں کا

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر اپنایا ہے، ہم عنقریب ان کے دِلوں میں رُعب ڈال دیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ کی خدائی میں ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن کے بارے میں اللہ نے کوئی دلیل نہیں اُتاری۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ ظالموں کا بدترین ٹھکانا ہے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

ا۔ہم کافروں کے دل میں رعب اور ہیبت ڈال دیتے ہیں۔

۲۔کافروں کا انجام دوزخ ہے اور وہ ظالموں کا بُرا ٹھکانہ ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے اس بات کا وعدہ کیا کہ ہم عنقریب ان کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیتے ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اور اس شرک کی کوئی دلیل اللہ نے نازل نہیں کی۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب جنگِ احد کے بعد مشرکین مکۂ مکرمہ کی طرف چلے اور کچھ دور جانے کے بعد انہیں شرمندگی ہوئی اور وہ سب یہ کہنے لگے کہ ہم لوگوں کو چاہئے تھا کہ سارے مسلمانوں کو قتل کرنے کے بعد ہی میدانِ جنگ سے نکلتے اس طرح مسلمانوں کا کوئی نام ونشان باقی نہ رہتا، چنانچہ آپس میں وہ مشرکین کہنے لگے کہ اب واپس چلو تا کہ ان سب کو ختم کر دیا جائے۔ جب انہوں نے یہ ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کے دل میں رعب اور ہیبت ڈال دی اور اس رعب اور ہیبت کی وجہ سے وہ وہیں سے مکہ کی طرف واپس ہوگئے۔اس دوران ایک دیہاتی کے ذریعہ ان مشرکین نے یہ کہلا بھیجا کہ تم مدینہ پہنچ کر مسلمانوں میں یہ بات عام کر دینا کہ مکہ والے تم پر حملہ کی زور وشور سے تیاری کر رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ مشرکوں کی اس چالبازی کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو دی۔آپ ﷺ نے ان مشرکین کے تعاقب کے لئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا، مگر وہ مشرکین وہاں سے جا چکے تھے۔مشرکوں پر جو رعب ڈالا گیا تھا اس کی وجہ اس آیت میں یہ بیان کی گئی کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا جس کی کوئی دلیل اور سند اللہ نے نازل نہیں کی۔ یہ ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ جس کے دل میں ایمان ہوتا ہے اس کا رعب اس شخص پر پڑتا ہے جس کا دل ایمان سے خالی ہوتا ہے۔جس دل میں کفر و شرک ہوتا ہے وہ دل رعب اور ہیبت کا شکار ہو جاتا ہے۔

ان کفار ومشرکین کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ ظالموں کا بہت بُرا ٹھکانہ ہے اور سب سے بھاری ظلم شرک ہے جیسا کہ اس آیت میں بتلا دیا گیا کہ **اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ** بیشک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں شرک سے بچائے اور زندگی بھر توحید پر قائم رکھے اور اسی توحید پر ہماری موت واقع ہو۔

درس نمبر (۳۱۱) **اپنی پسندیدہ چیز دیکھی تو اپنے امیر کا کہنا نہ مانا** آلِ عمران:۱۵۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُم بِإِذْنِهِ حَتَّى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُم مِّن بَعْدِ مَا أَرَاكُم مَّا تُحِبُّونَ مِنكُم مَّن يُرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيْدُ الآخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ :**وَلَقَدْ** اور البتہ تحقیق **صَدَقَكُمُ** سچ کر دکھایا تم سے **اللّٰهُ** اللہ نے **وَعْدَهُ** اپنا وعدہ **إِذْ تَحُسُّونَهُم** جب تم انہیں کاٹتے تھے **بِإِذْنِهِ** اس کے حکم سے **حَتَّى** یہاں تک کہ **إِذَا** جب **فَشِلْتُمْ** تم پست ہمت ہوگئے **وَتَنَازَعْتُمْ** اور تم نے باہم جھگڑا

کیا فِی الْاَمْرِ حکم (رسول) میں وَعَصَیْتُم اورتم نے نافرمانی کی مِّن بَعْدِ مَا بعداس کے کہ اَرٰکُم اس نے تم کودکھلایا مَّا تُحِبُّونَ وہ جسے تم پسند کرتے تھے مِنکُم تم میں سے بعض مَّن یُرِیْدُ وہ ہے جوارادہ کرتے تھے الدُّنْیَا دنیا کا وَمِنکُم اورتم میں سے بعض مَّن یُرِیْدُ وہ ہے جوارادہ کرتے تھے الآخِرَۃَ آخرت کا ثُمَّ صَرَفَکُمْ پھراس (اللہ) نے تمہیں پھیر دیا عَنْھُمْ ان (کافروں) سے لِیَبْتَلِیَکُمْ تاکہ وہ تمہیں آزمائے وَلَقَدْ اورالبتہ تحقیق عَفَا عَنکُمْ اس نے معاف کردیا تم کو وَاللّٰہُ اوراللہ ذُو فَضْلٍ فضل والا ہے عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں پر

ترجمہ: اوراللہ نے یقیناً اس وقت اپنا وعدہ پورا کردیا تھا جب تم دُشمنوں کو اسی کے حکم سے قتل کررہے تھے، یہاں تک کہ جب تم نے کمزوری دِکھائی اور حکم کے بارے میں باہم اختلاف کیا اور جب اللہ نے تمہاری پسندیدہ چیز تمہیں دِکھائی تو تم نے (اپنے امیر کا) کہنا نہیں مانا، تم میں سے کچھ لوگ وہ تھے جو دُنیا چاہتے تھے اور کچھ وہ تھے جو آخرت چاہتے تھے، پھر اللہ نے ان سے تمہارا رُخ پھیر دیا تاکہ تمہیں آزمائے۔ البتہ اب وہ تمہیں معاف کرچکا ہے اور اللہ مومنوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ مسلمانوں سے نصرت کا جو وعدہ کیا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے سچا کر دکھایا، اس طرح کہ مسلمان کافروں کو اللہ کے حکم سے قتل کررہے تھے۔

۲۔ پہاڑی پر مقرر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپس میں اختلاف کرلیا اور اپنی کمزوری دکھائی۔

۳۔ جب اپنی پسندیدہ چیز دیکھی تو اپنے امیر کا کہنا نہ مانا۔

۴۔ تم میں کچھ وہ تھے جو دنیا چاہتے تھے اور کچھ وہ تھے جو آخرت چاہتے تھے۔

۵۔ اللہ نے پھر تمہارا رُخ پھیر دیا تاکہ تمہیں آزمائے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف کردیا۔

۷۔ اللہ تعالیٰ مومنوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔

جو حضرات جنگِ احد کی تاریخ سے باخبر ہیں وہ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ جنگِ احد کے ابتدائی مراحل میں مسلمانوں کو غلبہ ہوا تھا اور مسلمان دشمن پر حملہ آور ہوگئے، پھر بڑی شدت سے کافروں کا مقابلہ کررہے تھے، یہاں تک کہ دشمن اس قدر دہشت میں آ گئے کہ انہیں اپنے سامان کا بھی خیال نہ رہا اور وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بھاگ رہے تھے۔ اس صورتِ حال سے اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ بھی پورا ہوگیا جو مسلمانوں کی اس موقع پر مدد و نصرت سے متعلق تھا۔ جنگِ احد کا دوسرا مرحلہ مسلمانوں کیلئے یقیناً تشویشناک تھا۔ اس لئے کہ دوسرے مرحلہ میں مسلمان مغلوب ہوگئے اور کافروں نے موقع جان کر مسلمانوں پر حملہ کردیا۔ جنگ کا نقشہ کیوں پلٹ گیا؟ اس کی اہم ترین وجہ وہ کمزوری تھی جو جنگ کے اس دستہ سے ہوئی تھی جنہیں رسولِ رحمت ﷺ نے ایک پہاڑی پر مقرر فرمایا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے پچاس افراد پر مشتمل تیراندازوں کی ایک جماعت کو ایک پہاڑی پر مقرر فرمایا اور تاکید بھی کردی کہ تم کسی بھی صورت میں یہاں سے نہ ہٹنا اور یہ بات یاد رکھنا کہ تم ہی

غالب آ ؤ گے۔ جنگ شروع ہوئی، مسلمانوں نے جم کر مقابلہ کیا، یہاں تک کہ دشمن کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ جب تیراندازوں کی اس جماعت نے دیکھا کہ دشمن بھاگ رہا ہے اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مالِ غنیمت جمع کر رہے ہیں تو اس جماعت کے افراد نے بھی ارادہ کیا کہ اب تو دشمن بھاگ چکا ہے، چلو ہم بھی غنیمت کا مال جمع کرتے ہیں۔ پہاڑی کے اس مقررہ حصہ سے ہٹنے کے سلسلہ میں ان میں اختلاف ہوا۔ بعض نے روکا کہ ہم کو یہیں پر ٹھہرے رہنا چاہئے چاہے کچھ بھی ہو، مگر اکثر افراد نے پہاڑی کے اس مقررہ مقام کو چھوڑا اور مالِ غنیمت حاصل کرنے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی تنبیہ اس آیت میں فرمائی **حَتَّى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُم مِّن بَعْدِ مَا أَرَاكُم مَّا تُحِبُّونَ** یہاں تک کہ تم نے کمزوری دکھائی اور اس حکم کے بارے میں آپس میں اختلاف کیا اور جب اللہ نے تمہاری پسندیدہ چیز دکھائی تو تم نے کہنا نہ مانا۔

اس کے بعد ان تیراندازوں کے جو دو حصے ہو گئے اس کی تفصیل اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی کہ **مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الآخِرَةَ** تم میں سے کچھ وہ لوگ تھے جو دنیا چاہتے تھے اور کچھ وہ تھے جو آخرت چاہتے تھے اور **ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ** کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی بھی وضاحت کر دی کہ جب اس مقررہ پہاڑی پر مقررہ جماعت باقی نہ رہی اور دشمن نے اس پہاڑی کو خالی دیکھا تو اس جگہ سے دشمن نے پلٹ کر حملہ کر دیا اور تم دشمن کا جواب نہ دے سکے۔ اس طرح تمہاری ایک کمزوری نے اور تمہارے آپس کے اس ایک اختلاف نے جنگ کا نقشہ ہی بدل دیا۔ فتح کی جگہ شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس بات کی بھی وضاحت کر دی کہ یہ سب کچھ اس لئے ہوا تا کہ تمہاری آزمائش ہو کہ تم میں کون مخلص ہے؟ اس قدر تنبیہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے کریمانہ جملہ کے ذریعہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو تسلی دی کہ چلو جو ہوا وہ ہوا **وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ** اللہ تعالیٰ نے تمہاری اس لغزش کو معاف کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ تو ایمان والوں پر اپنا فضل فرماتے ہی ہیں، وہ بڑے فضل والے ہیں۔

درس نمبر (۳۱۲) تم نے رسول کو تکلیف پہنچائی تو اللہ نے تم کو تکلیف پہنچائی — آلِ عمران:۱۵۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلاَ تَلْوُوْنَ عَلَى أحَدٍ وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِيْ أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمّاً بِغَمٍّ لِّكَيْلاَ تَحْزَنُواْ عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلاَ مَا أَصَابَكُمْ وَاللّهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ : **إِذْ تُصْعِدُوْنَ** جب تم چڑھے چلے جا رہے تھے **وَلاَ تَلْوُوْنَ** اور تم مڑ کر نہ دیکھتے تھے **عَلَى أحَدٍ** کسی کو **وَالرَّسُوْلُ** اور رسول (ﷺ) **يَدْعُوكُمْ** تم کو پکار رہے تھے **فِيْ أُخْرَاكُمْ** تمہاری پچھلی جماعت میں (کھڑے ہوئے) **فَأَثَابَكُمْ** پھر اس نے تم کو بدلہ میں دیا **غَمّاً بِغَمٍّ** غم پر غم **لِّكَيْلاَ** تا کہ نہ **تَحْزَنُواْ** تم غم کھاؤ **عَلَى مَا** اس پر جو **فَاتَكُمْ** تم سے فوت ہو گیا **وَلاَ** اور نہ **مَا** (اس تکلیف پر) جو **أَصَابَكُمْ** تمہیں پہنچی **وَاللّهُ** اور اللہ **خَبِيْرٌ** خوب خبردار ہے

بِمَا اس پر جو تَعْمَلُونَ تم عمل کرتے ہو۔

ترجمہ: (اور وہ وقت یاد کرو) جب تم منہ اُٹھائے چلے جارہے تھے اور کسی کو مڑ کر نہیں دیکھتے تھے اور رسول تمہارے پیچھے سے تمہیں پکار رہے تھے، چنانچہ اللہ نے تمہیں (رسول کو) غم (دینے) کے بدلے (شکست کا) غم دیا، تا کہ آئندہ تم زیادہ صدمہ نہ کیا کرو، نہ اس چیز پر جو تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے، اور نہ کسی اور مصیبت پر جو تمہیں پہنچ جائے۔ اور اللہ تمہارے تمام کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پانچ باتیں بتلائی ہیں:

۱۔ جنگِ احد کے موقع پر دشمن کے حملہ کی وجہ سے اس افواہ پر کہ رسولِ رحمت ﷺ شہید ہو گئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم دور چلے جارہے تھے اور کسی کو مڑ کر بھی نہیں دیکھ رہے تھے۔

۲۔ جب تم دور چلے جارہے تھے تو رسول اللہ ﷺ تمہیں تمہارے پیچھے سے پکار رہے تھے۔

۳۔ تم نے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچائی تو اس کے بدلہ اللہ نے تم کو تکلیف پہنچائی۔

۴۔ تکلیف پہنچانے کی حکمت یہ تھی کہ تم میں پختگی پیدا ہو اور تم میں صبر کی عادت پیدا ہو جائے۔

۵۔ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

جنگِ احد میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بعض لغزشیں ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ جس مورچہ پر پچاس تیر انداز صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ حکم دے کر بٹھایا گیا تھا کہ کسی بھی صورت میں تمہیں یہاں سے ہٹنا نہیں ہے۔ مگر ان میں سے بڑی تعداد وہاں سے ہٹ گئی اور دوسری لغزش یہ ہوئی کہ جب دشمن نے حملہ کیا اور یہ افواہ بھی گرم ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے تو میدانِ جنگ سے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھاگ رہے تھے اور رسولِ رحمت ﷺ تو زندہ تھے اور آپ ﷺ ان کو بھاگتا دیکھ کر یہ ارشاد فرما رہے تھے کہ **اِلَیَّ عِبَادَاللّٰہ** میری طرف آؤ اے اللہ کے بندو۔ چونکہ دشمن کے حملہ کی وجہ سے افراتفری مچ گئی تھی جس کی وجہ سے وہ اس آواز کی جانب توجہ نہ دے سکے تو اس آیت میں اس جانب توجہ دلا کر تنبیہ کی گئی کہ اس وقت کو یاد کرو جب تم منہ اٹھائے چلے جارہے تھے اور کسی کو مڑ کر بھی نہیں دیکھ رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ تمہارے پیچھے سے تمہیں پکار رہے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رسول اللہ ﷺ کو غم دینے کے بدلہ میں شکست کا غم دیا تا کہ آئندہ تم اس چیز پر زیادہ صدمہ نہ کیا کرو جو تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی اور نہ ہی کسی اور مصیبت پر جو تمہیں پہنچ جائے۔ جنگِ احد کے تازہ تجربات سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ذاتی طور پر یہ فائدہ ہوا کہ انہیں یہ یقین ہو گیا کہ نبی ﷺ کی اطاعت ہی میں سلامتی، کامیابی اور نجات ہے اور امن ہو کہ جنگ ہر صورت میں فلاح و کامرانی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی توفیق بخشے۔ آمین

درس نمبر(۳۱۳) **جنگِ احد کے موقع پراللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد** آلِ عمران:۱۵۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ثُـمَّ أَنْـزَلَ عَـلَيْكُم مِّن بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاساً يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُولُونَ هَلْ لَّنَا مِنَ الأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الأَمْرَ كُلَّهُ لِلّٰهِ يُخْفُونَ فِيْ أَنفُسِهِم مَّا لاَ يُبْدُونَ لَكَ يَقُـولُـونَ لَـوْ كَـانَ لَـنَا مِنَ الأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَاهُنَا قُل لَّوْ كُنتُمْ فِيْ بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ : **ثُمَّ أَنزَلَ** پھراس نے نازل کیا **عَلَيْكُم** تم پر **مِّن بَعْدِ الْغَمِّ** غم کے بعد **أَمَنَةً** امن **نُّعَاساً** (یعنی) ایسی اونگھ(کہ) **يَغْشَىٰ** وہ ڈھانپتی تھی **طَآئِفَةً** ایک جماعت کو **مِّنكُمْ** تم میں سے **وَطَآئِفَةٌ** اورایک جماعت **قَدْ أَهَمَّتْهُمْ** تحقیق انہیں فکر میں ڈال دیا تھا **أَنفُسُهُمْ** ان کی جانوں نے **يَظُنُّونَ** وہ گمان کرتے تھے **بِاللّٰهِ** اللہ کے ساتھ **غَيْرَ الْحَقِّ** ناحق **ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ** جاہلیت کا گمان **يَقُولُونَ** وہ کہتے تھے **هَل لَّنَا** کیا ہمارے لئے **مِنَ الأَمْرِ** معاملے سے **مِن شَيْءٍ** کوئی چیز(کچھ) **قُلْ** کہہ دیجئے **إِنَّ الأَمْرَ** بیشک معاملہ **كُلَّهُ** سب کا سب **لِلّٰهِ** اللہ ہی کیلئے ہے **يُخْفُونَ** وہ چھپاتے ہیں **فِيْ أَنفُسِهِم** اپنے دلوں میں **مَّا** وہ(بات) جو **لاَ يُبْدُونَ** وہ ظاہر نہیں کرتے **لَكَ** آپ کے سامنے **يَقُولُونَ** وہ کہتے ہیں **لَوْ كَانَ لَنَا** اگر ہوتا ہمارے لئے **مِنَ الأَمْرِ** معاملے سے **شَيْءٌ** کچھ **مَّا قُتِلْنَا** نہ ہم قتل کئے جاتے **هَاهُنَا** یہاں **قُل** کہہ دیجئے **لَّوْ كُنتُمْ** اگرتم ہوتے **فِيْ بُيُوتِكُمْ** اپنے گھروں میں(بھی) **لَبَرَزَ** تو باہر نکلتے **الَّذِيْنَ** وہ لوگ کہ **كُتِبَ** لکھ دیا گیا **عَلَيْهِمُ** ان پر **الْقَتْلُ** قتل ہونا **إِلَى مَضَاجِعِهِمْ** اپنی قتل گاہوں کی طرف **وَلِيَبْتَلِيَ** اورتا کہ آزمائے **اللّٰهُ** اللہ **مَا** اس میں جو **فِيْ صُدُورِكُمْ** تمہارے سینوں میں ہے **وَلِيُمَحِّصَ** اورتا کہ صاف کردے **مَا** ان(وسوسوں) کو جو **فِيْ قُلُوبِكُمْ** تمہارے دلوں میں ہیں **وَاللّٰهُ** اوراللہ **عَلِيْمٌ** خوب جانتا ہے **بِذَاتِ الصُّدُورِ** سینوں کے راز

ترجمہ: پھراس غم کے بعداللہ نےتم پرطمانیت نازل کی،ایک اُونگھ جوتم میں سے کچھ لوگوں پر چھارہی تھی اورایک گروہ وہ تھا جسے اپنی جانوں کی پڑی ہوئی تھی۔وہ لوگ اللہ کے بارے میں ناحق ایسے گمان کررہے تھے جو جہالت کے خیالات تھے۔ وہ کہہ رہے تھے''کیا ہمیں بھی کوئی اختیارحاصل ہے؟'' کہہ دو کہ''اختیارتو تمام تراللہ کا ہے۔'' یہ لوگ اپنے دِلوں میں وہ باتیں چھپاتے ہیں جوآپ کے سامنے ظاہرنہیں کرتے۔کہتے ہیں کہ''اگرہمیں بھی کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے۔'' کہہ دو کہ اگرتم اپنے گھروں میں ہوتے تب بھی جن کا قتل ہونا مقدر میں لکھا جاچکا تھا وہ خود باہرنکل کراپنی اپنی قتل گاہوں تک پہنچ جاتے۔اور یہ سب اس لئے ہوا تا کہ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے اللہ اسے آزمائے اور جو کچھ تمہارے دِلوں میں ہے اس کا میل کچیل دُورکردے اوراللہ دلوں کے بھید کوخوب جانتا ہے۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چھ باتیں بتلائی ہیں:

۱۔اللہ تعالیٰ نے جنگِ احد کے بعد مخلص مسلمانوں پر ایک ایسی اونگھ عطا فرمائی جس سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا غم دور ہوا اور ایک قسم کا چین اور اطمینان انہیں ملا۔

۲۔اس موقع پر منافقوں کی ایک جماعت ایسی بھی تھی جن کو اپنی جان کی فکر لگی رہی کہ اس میدانِ جنگ سے ہم بچ کر بھی جائیں گے یا نہیں؟

۳۔منافقوں نے جاہلوں جیسا جھوٹا خیال پیدا کیا اور کہا کہ ہمارا بھی کوئی اختیار ہے؟ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر جنگِ احد میں ہماری بات مان لی جاتی کہ شہر مدینہ ہی میں رہ کر مقابلہ کیا جائے تو اتنے لوگوں کا قتل نہ ہوتا۔

۴۔ان منافقوں کو جواب دیا گیا کہ سارا اختیار تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

۵۔یہ منافق دل میں جو بات رکھتے ہیں وہ زبان سے ظاہر نہیں کرتے۔

۶۔یہ سب کچھ اس لئے ہوا تا کہ اللہ اس بات کو آزمائے جو تمہارے سینوں میں ہے اور تمہارے دلوں کا میل کچیل دور کردے۔

جنگِ احد میں کافروں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو جو شکست ہوئی اور اس شکست کی وجہ سے مخلص مسلمانوں کو جو تکلیف ہوئی اس تکلیف کو دور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی انتظام اس شکل میں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلص مسلمانوں پر ایک اونگھ بھیج دی اور اس قدر اونگھ آئی کہ رنج اور غم سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی توجہ ہٹ گئی۔اس سے ایک سبق یہ ملتا ہے کہ اگر کچھ پریشانی لاحق ہوجائے، کوئی غم اور تکلیف سوار ہوجائے تو تھوڑی دیر کیلئے ہم اپنی آنکھیں بند کر کے لیٹ جائیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوں۔ چند لمحات کی یہ اونگھ یا نیند الجھنوں، پریشانیوں اور غم و تکلیف کے دور ہوجانے اور کچھ راحت، چین، سکون اور آرام ملنے کا ذریعہ بن جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹرس بھی حد درجہ تکلیف میں مبتلا بیمار کو کوئی ایسا انجکشن دے دیتے ہیں جس سے بیمار کو نیند آجائے۔ یہ معاملہ تو مخلص صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہوا اور جو منافق تھے ان کو اپنی ہی جانوں کی فکر تھی، انہیں اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ اور دین اسلام سے کچھ لینا دینا نہ تھا، ان کی زبانوں پر اللہ پر توکل کی باتیں نہیں تھیں اور نہ ہی ان کے دلوں میں تقویٰ تھا، ان کی زبانوں سے جاہلیت کی باتیں نکل رہی تھیں اور وہ اُن کے اس مشورہ پر عمل نہ کرنے پر ردِ عمل کا اظہار کررہے تھے جو انہوں نے جنگِ احد کے بارے میں دیا تھا کہ مدینہ کے اندر ہی رہ کر مقابلہ کیا جائے اور وہ منافقین اپنے غصہ کا اظہار ان الفاظ میں کررہے تھے کہ هَلْ لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ یہاں ہماری بات ہی کہاں چلتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کا جواب یہ دے دیا کہ ہاں! تمہاری کیا چلے گی، چلتی تو اللہ ہی کی ہے قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ سارا اختیار واقعی اللہ ہی کا ہے۔ان منافقوں کی فطرت ہی یہ ہے کہ وہ اپنے دلوں میں جو چھپاتے ہیں اس کا کبھی بھی اپنی زبان سے اظہار نہیں کرتے۔ یہ منافق کہتے ہیں کہ اگر ہماری رائے پر عمل کرلیا جاتا تو ہم یہاں مارے نہ جاتے۔اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کا بھی جواب دے دیا کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تب بھی جن کا قتل ہونا مقدر میں لکھا جا چکا تھا وہ خود باہر نکل کر اپنی قتل کی جگہوں تک پہنچ جاتے۔آخر میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتلا دی کہ جنگِ احد کے وقت یہ جو حالات آئے اس میں حکمت یہ تھی کہ اس

سخت آزمائش کے ذریعہ منافقوں کے دل کے اندر کی باتیں زبان پر آ گئیں اور ان کا سارا پول کھل گیا اور جو مخلص مسلمان ہیں ان کے دلوں کو اللہ نے پاک وصاف کر دیا، اس طرح دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو گیا۔

اس آیت سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ جب کسی مسلمان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اگر وہ صابر وشاکر ہے تو یہ مصیبت اس کے ایمان میں پختگی پیدا کرتی ہے اور اس مصیبت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ باطنی بیماریوں کو دور کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مخلص مسلمان بنا دے اور ہر قسم کے نفاق سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۳۱۴) | **جنگِ احد کا ایک منظر** | آلِ عمران: ۱۵۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الَّـذِيْـنَ تَـوَلَّـوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ بلاشبہ الَّذِيْنَ وہ لوگ جو تَوَلَّوْا پھر گئے تھے مِنكُمْ تم میں سے يَوْمَ الْتَقَى جس دن باہم ملی تھیں الْجَمْعَانِ دو جماعتیں إِنَّمَا یقیناً اسْتَزَلَّهُمُ انہیں پھسلا دیا تھا الشَّيْطَانُ شیطان نے بِبَعْضِ بہ سبب بعض مَا ان (کوتاہیوں) کے جو كَسَبُوْا انہوں نے کیں وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق عَفَا اللّٰهُ اللہ نے معاف کر دیا عَنْهُمْ ان سے إِنَّ اللّٰهَ بلاشبہ اللہ غَفُوْرٌ بہت بخشنے والا حَلِيْمٌ بڑا بردبار ہے۔

ترجمہ: جن لوگوں نے اُس دن پیٹھ پھیری جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے، درحقیقت ان کے بعض اعمال کے نتیجے میں شیطان نے ان کو لغزش میں مبتلا کر دیا تھا۔ اور یقین رکھو کہ اللہ نے انہیں معاف کر دیا ہے۔ یقیناً اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا بردبار ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جن لوگوں نے اس دن پیٹھ پھیری جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے۔

۲۔ درحقیقت ان کے بعض اعمال کے نتیجہ میں شیطان نے ان کو لغزش میں مبتلا کر دیا تھا۔

۳۔ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا ہے۔

۴۔ بیشک اللہ بہت معاف کرنے والا بڑا بردبار ہے۔

جنگِ احد کے موقع پر جب مشرکین مکہ اور مسلمان دونوں لشکر آپس میں ٹکرائے اور وہ سنگین وقت بھی آیا کہ مسلمانوں کے لشکر کے کچھ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے تو ظاہر ہے کہ یہ ایک بڑی لغزش ضرور تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس لغزش کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی وجہ یہی بیان کر دی کہ جنگ کے موقع پر جو پیٹھ پھیر کر گئے تھے یہ دراصل شیطان کی طرف سے لغزش تھی کہ شیطان نے ان کو لغزش میں مبتلا کر دیا تھا، چونکہ جس پہاڑی پر ٹھہرے رہنے کا حکم دیا گیا تھا وہاں انہوں نے

کمزوری بتلائی تھی اور آپس میں اس معاملہ میں اختلاف بھی کرلیا تھا کہ اب ٹھہرنا چاہئے یا یہاں سے ہٹ جانا چاہئے؟ اور اس لغزش کی وجہ سے شیطان کو مزید حوصلہ ملا تھا۔اس نے انہیں بہکا کر ایک اور لغزش میں مبتلا کر دیا کہ میدانِ جنگ سے وہ بھاگ رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ پیچھے سے انہیں پکار رہے تھے۔اس آیت کے اس جملہ سے کہ **بِبَعْضِ مَا كَسَبُواْ** یعنی ان کے بعض اعمال کے نتیجہ میں یہ سب کچھ ہوا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک نیکی دوسری نیکی کو کھینچتی ہے اور ایک گناہ دوسرے گناہ کو کھینچتا ہے۔تجربہ بھی بتلاتا ہے کہ جب آدمی کوئی ایک نیکی کا کام کرتا ہے تو اس کے لئے دوسری نیکیاں بھی آسان ہوجاتی ہیں۔اسی طرح انسان جب کوئی ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے لئے دوسرے گناہوں کا راستہ بھی ہموار ہوجاتا ہے۔

آیت کے اس جزئیہ سے ہمیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے سلسلہ میں بدظن نہیں ہوجانا چاہئے ، وہ بھی انسان ہیں،ان سے بھی لغزش،نسیان اور غلطی کا امکان ہے۔ہم آیت کے اس جزئیہ پر بھی غور کریں کہ **وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ** کہ اللہ نے انہیں معاف کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والے بڑے بردبار ہیں۔ اگر ہم اپنی نگاہوں کو اس جزئیہ پر مرکوز کرلیں تو پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق کوئی نا مناسب بات بولنے کی ہمت ہی نہیں ہوگی۔اس لئے کہ جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے **وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ** کہا ہو کہ اللہ نے تمہیں معاف کر دیا ہے اور اس آیت میں جب دوبارہ یہ کہہ دیا ہو کہ **وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ** اللہ نے ان کو معاف کر دیا ہے تو اب کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی کہ ہم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے گنہگار ہونے کا تصور کریں۔جن قدسی صفات اور سعادتمند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے معافی کا پروانہ اور رضی اللہ عنہم کے ذریعہ اپنی رضامندی کی سند جاری کی ہو ان کے بارے میں کسی بھی مسلمان کو لب کشائی کی اجازت ہرگز نہیں ہے۔

ہماری غلطیوں کی معافی کا کوئی یقین نہیں۔ہاں! امید ضرور ہے مگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے معاف کر دیئے جانے کا یقین ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

درس نمبر (۳۱۵) زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے آلِ عمران:۱۵۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تَكُونُواْ كَالَّذِيْنَ كَفَرُواْ وَقَالُواْ لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُواْ فِيْ الأَرْضِ أَوْ كَانُواْ غُزًّى لَّوْ كَانُواْ عِنْدَنَا مَا مَاتُواْ وَمَا قُتِلُواْ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذَالِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوبِهِمْ وَاللّٰهُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيْرٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اے لوگو جو آمَنُواْ ایمان لائے ہو! لاَ تَكُونُواْ نہ ہو تم كَالَّذِيْنَ ان لوگوں کی مانند جنہوں نے كَفَرُواْ کفر کیا وَقَالُواْ اور انہوں نے کہا لِإِخْوَانِهِمْ واسطے اپنے بھائیوں کے إِذَا ضَرَبُواْ جب انہوں نے سفر کیا فِيْ الأَرْضِ زمین میں أَوْ كَانُواْ یا تھے وہ غُزًّى لڑنے والے لَّوْ كَانُواْ اگر وہ ہوتے عِنْدَنَا

ہمارے پاس مَا مَاتُوا (تو) نہ وہ مرتے وَمَا قُتِلُوا اور نہ وہ قتل کئے جاتے لِيَجْعَلَ اللّٰهُ تاکہ کردے اللہ ذَالِكَ اس (فاسد خیال) کو حَسْرَةً پچھتاوا فِيْ قُلُوبِهِمْ ان کے دلوں میں وَاللّٰهُ اور اللہ يُحْيِيْ زندہ کرتا وَيُمِيْتُ اور مارتا ہے وَاللّٰهُ اور اللہ بِمَا ساتھ اس کے جو تَعْمَلُونَ تم کرتے ہو بَصِيْرٌ خوب دیکھنے والا ہے

ترجمہ: اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے کفر اختیار کر لیا ہے اور جب ان کے بھائی کسی سرزمین میں سفر کرتے ہیں یا جنگ میں شامل ہوتے ہیں تو یہ اُن کے بارے میں کہتے ہیں کہ: ''اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔'' (اِن کی اس بات کا) نتیجہ تو (صرف) یہ ہے کہ اللہ ایسی باتوں کو ان کے دِلوں میں حسرت کا سبب بنا دیتا ہے (ورنہ) زندگی اور موت تو اللہ دیتا ہے۔ اور جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ تم ان کافروں کی طرح مت ہو جاؤ جن کو جہاد میں جانا پسند نہیں۔

۲۔ منافق کہتے ہیں کہ اگر یہ مسلمان ہمارے پاس ہوتے اور جنگ یا سفر میں نہ جاتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔

۳۔ منافقوں کی ان باتوں کا نتیجہ حسرت کے سوا کچھ نہیں۔

۴۔ زندگی اور موت تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

۵۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ بُرے انسان کو نیکی ہضم نہیں ہوتی، گندی ذہنیت رکھنے والا نہ خود کوئی نیک کام کرتا ہے اور نہ ہی کسی کو نیک کام کرتے ہوئے دیکھ سکتا ہے۔ جس شخص کے دل میں دنیا کی محبت بھر جاتی ہے اس کے دل میں آخرت کے لئے کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ اس کا دل دنیا کی محبت میں پہلے سے ہی بھرا ہوا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں منافقوں کی کم ظرفی کو بیان کیا ہے کہ اگر تم سفر پر جاتے ہو یا کسی جنگ میں شریک ہوتے ہو تو ان کے پیٹ میں تکلیف ہوتی ہے۔ تمہارا اللہ کی راہ میں شہید ہونا انہیں ہضم ہی نہیں ہوتا، اس لئے یہ منافق تمہارے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ سفر میں نہ جاتے یا جنگ میں نہ جاتے تو نہ مرتے اور نہ ہی مارے جاتے۔

اے مسلمانو! تم ہرگز ان منافقوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے ایک جرم تو یہ کیا کہ اپنے دل میں کفر کا بیج بو دیا اور اس کفر اور نفاق نے انہیں یہ خطرناک جملہ کہنے پر مجبور کر دیا۔ منافقوں کا یہ جملہ خود ان کے لئے حسرت اور پچھتاوے کا سبب ہے۔ انہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ موت کا تعلق سفر یا جنگ سے نہیں ہے بلکہ موت کا تعلق تو اللہ کے ارادہ سے ہے۔ وہ چاہے تو کسی کو اس کے محل اور کوٹھی ہی میں موت دے، چاہے تو وہ اس کو کسی سفر یا جنگ میں موت دے، اللہ ہی کے ہاتھ میں موت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر شخص کو زندگی دیتے ہیں اور وہی موت بھی دیتے ہیں اور یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام اچھے بُرے کاموں کو دیکھ رہے ہیں جو وہ اس دنیا میں کر رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اچھے عمل کی جزاء دیں گے اور بُرے عمل کی سزا بھی دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نفاق سے بچائے۔ آمین

درس نمبر(۳۱۶)

مغفرت اور رحمت

آلِ عمران: ۱۵۷۔۱۵۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ O وَلَئِن مُّتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَئِنْ اور البتہ اگر قُتِلْتُمْ تم قتل کردیئے گئے فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کے راستہ میں أَوْ مُتُّمْ یا تم مرگئے لَمَغْفِرَةٌ البتہ بخشش مِّنَ اللّٰهِ اللہ کی وَرَحْمَةٌ اور رحمت خَيْرٌ بہت بہتر ہے مِّمَّا اس سے جو يَجْمَعُوْنَ وہ جمع کرتے ہیںOوَلَئِن اور اگر مُّتُّمْ تم مرگئے أَوْ قُتِلْتُمْ یا قتل کردیئے گئے لَإِلَى اللّٰهِ یقیناً اللہ ہی کی طرف تُحْشَرُوْنَ تم اکھٹے کئے جاؤ گے

ترجمہ: اور اگر تم اللہ کے راستے میں قتل ہوجاؤ یا مرجاؤ، تب بھی اللہ کی طرف سے ملنے والی مغفرت اور رحمت اُن چیزوں سے کہیں بہتر ہے جو یہ لوگ جمع کررہے ہیں O اور اگر تم مرجاؤ یا قتل ہوجاؤ تو اللہ ہی کے پاس تو لے جاکر اِکٹھے کئے جاؤ گے!

تشریح: ان دو آیتوں میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کئے جاؤ یا مرجاؤ تو یہ بہترین سودا ہے، اس سے بہتر کیا سودا ہوسکتا ہے کہ لمحوں کی اس تکلیف کے بعد ابدی راحت تمہیں ملے گی اور تم اللہ کی طرف سے مغفرت اور رحمت کے حقدار بن جاؤ گے؟

۲۔ اگر تم مرجاؤ یا قتل کردیئے جاؤ بہرصورت تم سب اللہ کی طرف ہی اکٹھے کئے جاؤ گے۔

مسلمانو! یہ منافق دنیا کی لالچ میں گرفتار ہیں۔ ان کے دل میں دنیا کی محبت رچ بس گئی ہے۔ یہ جس طرح اپنے لئے دنیا کو پسند کررہے ہیں، تمہارے لئے بھی وہی دنیا پسند کررہے ہیں جبکہ یہ دنیا چند روزہ اور فانی ہے۔ اس کے مقابلہ میں آخرت ہمیشہ ہمیش والی زندگی ہے اور دنیا کے مقابلہ میں ہزار درجہ بہتر زندگی ہے۔ ان منافقوں کو آخرت کی قدر و قیمت کا احساس نہیں ہے۔ اس لئے وہ تمہارے بارے میں اس قسم کا تبصرہ کرتے ہیں کہ اگر مسلمان سفر نہ کرتے یا جنگ میں نہ جاتے تو نہ مرتے اور نہ ہی مارے جاتے۔ تمہیں ان کی باتوں میں نہیں آنا ہے۔ تمہیں اس حقیقت کو ذہن میں رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنا ہے کہ اگر ہم اللہ کی راہ میں شہید ہوجائیں یا مرجائیں تو اللہ تعالٰی کی طرف سے مغفرت اور اس کی رحمت ہمارا استقبال کرے گی اور یہ مغفرت اور رحمت وہ نعمتیں ہیں جن پر ہماری ایک جان کیا سو جانیں بھی قربان کی جاسکتی ہیں۔

مغفرت اور رحمت، یہ ایسی دو نعمتیں ہیں کہ ان دو نعمتوں کے مانگنے کا طریقہ اللہ تعالٰی نے اپنی آفاقی کتاب میں سکھایا ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۶ میں ہے وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ہمیں معاف فرما، ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۹۶ میں بلند درجات، مغفرت اور رحمت کا ایک ہی جگہ ذکر ہے دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوراً رَّحِيماً اس کی طرف سے درجے بھی اور مغفرت ورحمت بھی اور اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بات بھی بتلا دی کہ اگر تم مر جاؤ یا قتل کئے جاؤ دونوں صورتوں میں تمہیں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ موت اور قتل کے بعد اللہ ہی سے ملاقات نصیب میں ہو تو پھر موت اور قتل کی تکلیف ہی کیا ہے؟ جس موت یا قتل کے بعد اپنے حقیقی محبوب کی طرف سفر درپیش ہو تو اس ملاقات کی لذت میں مومن ومسلمان موت اور قتل کی تکلیف کو تو بھول ہی جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس حقیقت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۳۱۷) | ## رسولِ رحمت ﷺ کی نرم دلی | آلِ عمران:۱۵۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظّاً غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّواْ مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَبِمَا پھر بہ سبب رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ اللہ کی رحمت کے لِنتَ لَهُمْ آپ نرم ہو گئے ان کے لئے وَلَوْ كُنتَ اور اگر ہوتے آپ فَظّاً تندخو غَلِيْظَ الْقَلْبِ سخت دل لَانْفَضُّواْ تو وہ ضرور منتشر ہو جاتے مِنْ حَوْلِكَ آپ کے پاس سے فَاعْفُ چنانچہ آپ معاف کر دیں عَنْهُمْ انہیں وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ اور بخشش مانگیں ان کیلئے وَشَاوِرْهُمْ اور ان سے مشورہ کریں فِي الْأَمْرِ (اہم) معاملے میں فَإِذَا پھر جب عَزَمْتَ آپ پختہ ارادہ کر لیں فَتَوَكَّلْ تو توکل کریں عَلَى اللّٰهِ اللہ پر إِنَّ اللّٰهَ بلاشبہ اللہ يُحِبُّ پسند کرتا ہے الْمُتَوَكِّلِيْنَ توکل کرنے والوں کو

ترجمہ: ان واقعات کے بعد اللہ کی رحمت ہی تھی جس کی بنا پر (اے پیغمبر!) تم نے اِن لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کیا۔ اگر تم سخت مزاج اور سخت دِل والے ہوتے تو یہ تمہارے آس پاس سے ہٹ کر تتر بتر ہو جاتے۔ لہٰذا ان کو معاف کر دو، اِن کے لئے مغفرت کی دُعا کرو اور اِن سے (اہم) معاملات میں مشورہ لیتے رہو۔ پھر جب تم رائے پختہ کر کے کسی بات کا عزم کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ یقیناً توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اللہ کی رحمت کا نتیجہ ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ لوگوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں۔

۲۔ اگر رسولِ رحمت ﷺ سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ سارے لوگ آپ ﷺ کے آس پاس سے دور ہو جاتے۔

۳۔ آپ لوگوں کو معاف کر دیں۔

۴۔ آپ لوگوں کے لئے مغفرت کی دعا کریں۔

۵۔آپ ان لوگوں سے اہم معاملات میں مشورہ لیتے رہیں۔
۶۔کسی کام کا عزم کرلیں تو اللہ پر بھروسہ رکھیں۔
۷۔اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔

جنگِ احد میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے جو لغزشیں ہوئی تھیں ان لغزشوں سے رسولِ رحمت ﷺ کو تکلیف پہنچی، آپ ﷺ غمگین بھی ہوئے مگر رسولِ رحمت ﷺ نے اپنی اعلیٰ ظرفی سے کام لیا۔آپ ﷺ تو بلند اخلاق کے حامل پیغمبر ہیں۔قرآنِ مجید نے گواہی دی اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیۡمٍ کہ آپ ﷺ بلند اخلاق پر فائز ہیں۔رسولِ رحمت ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی لغزش پر نہ ہی انہیں ڈانٹ ڈپٹ کی اور نہ ہی ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا بلکہ آپ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی دلجوئی کی اور ان کے ساتھ نرم برتاؤ کیا۔اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی تعریف بھی فرمائی اور آپ ﷺ کو اس معاملہ میں چند کاموں کے کرنے کا حکم بھی دیا تاکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی دلداری بھی ہوجائے۔آپ ﷺ کی تعریف اس طرح کی کہ اللہ کی رحمت ہی کا نتیجہ ہے کہ پیغمبر! آپ نے صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا اور اگر آپ بالفرض ان (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم) کے ساتھ سخت دلی اور سخت مزاجی کا معاملہ کرتے تو نتیجہ تو ظاہر ہے کہ یہی نکلتا کہ یہ صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) آپ (ﷺ) سے ایک ایک کرکے دور ہوجاتے اور اِدھر اُدھر منتشر ہوجاتے۔ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دین پر جمائے رکھنے کے لئے پیغمبر! آپ پہلے تو انہیں معاف کردیجئے۔غور کریں کہ خود اللہ تعالیٰ نے عَفَا اللّٰهُ عَنۡهُمۡ کے ذریعہ خود بھی معاف کردیا اور آپ ﷺ کو بھی حکم دیا فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ آپ بھی انہیں معاف کردیجئے۔کس قدر خوش نصیب ہیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جن کو خود اللہ نے بھی معاف کردیا اور اپنے نبی کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی معاف کردیں؟ قرآنِ مجید نے اپنے ماننے والوں کو معاف کرنے اور درگزر کرنے کی تعلیم دی ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۱۰۹ میں ہے فَاعۡفُوا وَاصۡفَحُوا حَتّٰى يَأۡتِىَ اللّٰهُ بِأَمۡرِهٖ تو درگزر کرو اور نظرانداز کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر فرمائے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر۲۳۷ میں یوں کہا گیا وَأَنۡ تَعۡفُوا أَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰى اور یہ کہ تم اپنا حق معاف کرو یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔ اتنا ہی نہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں مغفرت کی دعاء بھی کیجئے اور ان کی حوصلہ افزائی کے لئے ان سے اہم معاملات میں مشورہ بھی لیتے رہا کیجئے اور جب بھی آپ کوئی عزم وارادہ کریں تو اللہ پر بھروسہ رکھیئے اور یہ حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جو بندہ اپنے رب پر بھروسہ کرے گا وہ اس کا محبوب بن جائے گا۔سورۂ نساء کی آیت نمبر۸۱ میں اعراض اور توکل کی تعلیم دی گئی فَأَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ وَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيۡلًا ان سے اعراض کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ بھروسہ کیلئے کافی ہے۔

درس نمبر (۳۱۸)

اللہ ہی پر توکّل کریں

آلِ عمران:۱۶۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

إِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلاَ غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِىْ يَنْصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنْ يَّنصُرْكُمُ اگر مدد کریں تمہاری اللّٰهُ اللہ فَلاَ غَالِبَ تو نہیں کوئی غالب آنے والا ہے لَكُمْ تم پر وَإِنْ يَّخْذُلْكُمْ اوراگر وہ تمہیں (بے مدد) چھوڑ دے فَمَن تو کون ہے ذَا الَّذِىْ وہ جو يَنْصُرُكُم تمہاری مدد کرے گا مِّن بَعْدِه اس کے بعد وَعَلَى اللّٰهِ اوراللہ ہی پر فَلْيَتَوَكَّلِ چاہیۓ کہ توکل کریں الْمُؤْمِنُونَ مومن

ترجمہ: اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اوراگر وہ تمہیں تنہا چھوڑ دے تو کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے؟ اور مؤمنوں کو چاہیۓ کہ وہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں۔

تشریح: اِس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اگر اللہ تمہاری مدد فرمائے تو تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں۔

۲۔ اگر اللہ تمہاری مدد کرنا چھوڑ دے تو پھر دوسرا کوئی تمہاری مدد نہیں کرسکتا۔

۳۔ مومن کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ پر ہی بھروسہ رکھتا ہے۔

زندگی اور موت، نفع اور نقصان، عروج وزوال، کامیابی وناکامی، عزت وذلت، قوت وکمزوری، صحت اور بیماری، ہدایت وگمراہی، مالداری اور غریبی، فتح وشکست ان سب کے پیچھے اللہ کا ارادہ کام کررہا ہے۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ انسان اپنی دولت، طاقت، کامیابی، عروج، صحت اور عزت کی بلندیوں پر پہنچ کر اپنے اس حقیقی خالق ومالک کو بھول جاتا ہے جس نے یہ سب کچھ عطا فرمایا ہے۔ مومن ومسلمان کی شان یہ ہونی چاہیۓ کہ وہ اپنے رب کے سامنے بندہ، غلام، محکوم اور محتاج بن کر رہے۔ اس میں بندہ کی بندگی کا اظہار ہوتا ہے۔ ہروقت ہرحالت میں وہ اس کی طرف رجوع ہواور اسی سے مدد مانگے۔ سورۂ فاتحہ میں ہمیں یہ بہترین سبق دیا گیا کہ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اللہ کی عبادت کرنا اور اللہ ہی سے مانگنا یہی مومن بندے کی پہچان ہے۔ مومن ومسلمان اس یقین کے ساتھ زندگی بسر کرے کہ اگر میرا رب میری مدد کا ارادہ کرے تو پھر مجھ پر کوئی غالب نہیں آسکتا اوراگر میرا رب میری مدد کا ارادہ ترک کردے پھر کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ کوئی میری مدد کرے۔ یہ ہمارے ایمان کی کمزوری کی علامت ہے کہ ہم کو جب بھی کسی چیز کی ضرورت ہو ہم سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے بجائے کمزور بندوں کی طرف رجوع ہوجاتے ہیں۔ ہمیں ہرچیز اللہ تعالیٰ سے مانگنی ہے، اسی سے ہر حالت میں مدد مانگنی چاہیۓ اور اسی پر بھروسہ رکھنا چاہیۓ۔ یہ مومن کی شان کے خلاف ہے کہ وہ ذُوالْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ اور

فَعَّالٌ لِمَا یُرِیْدُ اورقادرِ مطلق رب ذوالجلال پربھروسہ کرنے کے بجائے اس انسان پر بھروسہ کرے جس کے بارے میں خود پیدا کرنے والے نے یہ اعلان کردیا ہے کہ خَلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری ہرحال میں مدد فرمائے اور ہمیں اسی کی طرف رجوع کرنے اور اسی پر بھروسہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۳۱۹) ## خیانت کا انجام آلِ عمران: ۱۶۱-۱۶۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

وَمَا کَانَ لِنَبِیٍّ أَنْ یَّغُلَّ وَمَنْ یَّغْلُلْ یَأْتِ بِمَا غَلَّ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ وَهُمْ لاَ یُظْلَمُوْنَ O أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ کَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ O هُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللّٰهِ واللّٰهُ بَصِیْرٌ بِمَا یَعْمَلُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا کَانَ اورنہیں ہے لِنَبِیٍّ لائق کسی نبی کے أَنْ یَّغُلَّ کہ خیانت کرے وَمَنْ یَّغْلُلْ اور جو خیانت کرے یَأْتِ (تو) لائے گا وہ بِمَاغَلَّ اسے جو اس نے خیانت کی ہوگی یَوْمَ الْقِیَامَةِ قیامت کے دن ثُمَّ تُوَفّٰی پھر پورا (بدلہ) دیا جائے گا کُلُّ نَفْسٍ ہر نفس کو مَّا کَسَبَتْ جو اس نے کمایا وَهُمْ اور وہ لاَ یُظْلَمُوْنَ ظلم نہیں کئے جائیں گے Oأَفَمَنِ کیا پھر جس نے اتَّبَعَ پیروی کی رِضْوَانَ اللّٰهِ رضائے الٰہی کی کَمَنْ اس شخص کے مانند ہوگا جو بَاءَ لوٹا بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ اللہ کی ناراضی کے ساتھ وَمَأْوَاهُ اور اس کا ٹھکانہ جَهَنَّمُ جہنم ہے وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ اور وہ بری لوٹنے کی جگہ Oهُمْ دَرَجَاتٌ وہ (الگ الگ) درجوں میں ہونگے عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے ہاں واللّٰهُ اور اللہ بَصِیْرٌ خوب دیکھنے والا ہے بِمَا اس کو جو یَعْمَلُوْنَ وہ کرتے ہیں

ترجمہ: اور کسی نبی سے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ مالِ غنیمت میں خیانت کرے اور جو کوئی خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن وہ چیز لیکر آئے گا جو اس نے خیانت کر کے لی ہوگی، پھر ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا O بھلا جو شخص اللہ کی خوشنودی کا تابع ہو وہ اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف سے ناراضی لے کر لوٹا ہو اور جس کا ٹھکانہ جہنم ہو؟ اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے O اللہ کے نزدیک اِن لوگوں کے درجات مختلف ہیں اور جو کچھ یہ کرتے ہیں اللہ اس کو خوب دیکھتا ہے۔

تشریح: ان تین آیات میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کریں۔

۲۔ جو شخص خیانت کرے گا وہ اس خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن لے کر آئے گا۔

۳۔ ہر شخص کو قیامت کے دن اس کے عمل کا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

۴۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کا طلبگار ہو وہ اس شخص کے جیسا ہرگز نہیں ہوسکتا جو اپنے گناہوں کی وجہ

سے اللہ کے غضب کا مستحق ہو، دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

۵۔ جس پر اللہ کا غضب ہوگا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور دوزخ تو بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔

٦۔ یہ لوگ اللہ کے نزدیک درجہ کے اعتبار سے مختلف ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

دراصل جنگِ بدر میں غنیمت کے مال میں سے ایک لال چادر گم ہوگئی، کسی کو نہیں مل پا رہی تھی، جو کم سمجھ تھے یا منافق تھے انہوں نے یہ کہا کہ شاید یہ لال چادر رسول اللہ ﷺ نے لے لی ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ بات رسولِ رحمت ﷺ کی شان میں گستاخی تھی، اس لئے کہ رسولِ رحمت ﷺ صادق وامین ہیں۔ آپ ﷺ کی سچائی اور امانت پر داغ آ جائے یہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، اللہ تعالیٰ نے اسی موقع پر یہ آیت نازل فرمائی کہ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کریں۔ یہ نبی رحمت ﷺ سے ناممکن ہے کہ وہ مالِ غنیمت میں سے خفیہ طور پر کوئی چیز لے لیں۔ جس شخص نے بھی جس چیز میں بھی خیانت کی ہوگی قیامت کے دن وہی چیز وہ لے کر آئے گا۔ یہ صورت اس لئے ہوگی تا کہ سارے لوگوں کے درمیان اس کی رسوائی ہو۔

دنیا میں جو شخص اچھا یا بُرا عمل کرتا ہے اس کا پورا بدلہ قیامت کے دن دیا جائے گا، ایسا نہیں ہوگا کہ کسی کے کسی اچھے عمل کا بدلہ ہی نہ دیا جائے یا بدلہ میں کمی کی جائے۔ تُوَفّٰى کا لفظ مومنوں کے دلوں میں یہ یقین پیدا کر رہا ہے کہ بدلہ آدھا یا پاؤ نا نہیں دیا جائے گا بلکہ پورا صد فیصد بدلہ دیا جائے گا۔ ہاں! جہاں تک بُرے عمل کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ چاہیں تو اس کے اس بُرے عمل کو معاف کر دیں، قیامت کے دن کسی بھی قسم کا ظلم ہرگز نہیں ہوگا۔ دنیا میں دو قسم کے آدمی ہیں ایک وہ جو اپنے نیک اعمال سے اللہ کی رضامندی کے مستحق ہوتے ہیں اور دوسرے وہ جو اپنے بُرے عمل کی وجہ سے اللہ کے غضب کے مستحق ہوتے ہیں۔ یہ دونوں درجہ کے اعتبار سے برابر نہیں ہو سکتے۔ جس پر اللہ کا غضب ہو گیا سمجھ جانا چاہئے کہ وہ دوزخ کا اہل ہو گیا۔ ہر ایک کو اس کے ایمان، عمل، اخلاق وکردار و دیگر معاملات کی بنیاد پر الگ درجہ ملے گا ہر ایک کے درجات الگ ہوں گے۔

درس نمبر (۳۲۰) — مومنوں پر اللہ کا بڑا احسان — آلِ عمران: ۱۶۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُواْ مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلاَلٍ مُّبِيْنٍ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَقَدْ البتہ تحقیق مَنَّ اللّٰهُ اللہ نے احسان کیا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں پر إِذْ بَعَثَ جب اس نے بھیجا فِيْهِمْ رَسُولاً ان میں ایک رسول مِّنْ أَنفُسِهِمْ انہی میں سے يَتْلُوْا وہ تلاوت کرتا ہے عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ ان پر اس کی آیتیں وَيُزَكِّيهِمْ اور انہیں پاک کرتا ہے وَيُعَلِّمُهُمُ اور انہیں سکھلاتا ہے الْكِتَابَ کتاب وَالْحِكْمَةَ اور حکمت

وَإِن كَانُواْ اور بلاشبہ تھے وہ مِن قَبْلُ اس سے پہلے لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ظاہر گمراہی میں

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مؤمنوں پر بڑا اِحسان کیا کہ اُن کے درمیان اُنہی میں سے ایک رسول بھیجا جواُن کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرے، اُنہیں پاک صاف بنائے اور اُنہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے، جبکہ یہ لوگ اِس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔رسولِ رحمت ﷺ کی بعثت ایمان والوں پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔

۲۔رسولِ رحمت ﷺ آیاتِ الٰہی کی تلاوت کرتے تھے۔

۳۔لوگوں کا تزکیہ کرتے تھے۔

۴۔کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے تھے۔

۵۔حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں کی طرف رسولِ رحمت ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا گیا وہ لوگ آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان فرمایا،اس طور پر کہ انہی میں سے ایک رسول کواس دنیا میں بھیجا۔رسولِ رحمت ﷺ کواس دنیا میں بھیجا جانا اس لئے مومنوں پر بڑا احسان ہے کہ آپ ﷺ کے اس دنیا میں تشریف لانے سے پہلے سارے ہی لوگ شرک و بت پرستی میں مبتلا تھے۔ بہت کم لوگ ایسے تھے جوشرک وکفر سے پاک تھے۔شیطان نے پوری انسانیت کو بھٹکا رکھا تھا۔لوگ دوزخ کی طرف جارہے تھے،انسانیت نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔شراب، جوا، زنا، چوری، ڈاکہ زنی، بے حیائی، قتل، ظلم، جھوٹ، وعدہ خلافی، دشمنی، لڑائیاں، تعصب، جھگڑے، کینہ، حسد، بغض غرض ہر قسم کی برائیاں عام تھیں۔اللہ تعالیٰ کوانسانیت پر رحم آیا اور ایک ایسی ذاتِ بابرکت کا وجود بخشا جنھوں نے انسانیت کی تربیت کے لئے اور انہیں ایک اچھا انسان اور سچا مسلمان بنانے کے لئے اس دستورِ حیات کتابِ مقدس کی تلاوت کا سلسلہ جاری رکھا اوراس کے ذریعہ سے اپنے ماننے والوں کونکھارا، ان میں پاکیزہ عقائد، اچھے اعمال، عمدہ اخلاق، صاف و شفاف معاملات اور مثالی سماج قائم کرنے کے گُر بتلائے، دلوں کی کدورتوں اور ناپاکیوں کونکالا، قلوب کا تزکیہ کیا اور کتاب وحکمت کی تعلیم انہیں دی۔

درود وسلام ہو رسولِ عربی ﷺ پر جن کی محنتوں نے کروڑوں انسانوں کے دلوں کوموڑا۔ قیامت تک آنے والے اربوں انسانوں کوجن کی محنت سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اوراس کی مغفرت ورحمت ملے گی اوراس کی بنائی ہوئی وہ جنت ملے گی جس کی کشادگی زمین وآسمانوں کے برابر ہے۔ دنیا کے اندر جتنے درختوں کے جتنے پتے ہیں ہر پتہ کے عوض ایک درود وسلام ہم سب کی جانب سے رسولِ رحمت ﷺ پر ہو۔

درس نمبر(۳۲۱) **اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے** آلِ عمران:۱۶۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّى هَذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أَوَلَمَّا کیا اور جب أَصَابَتْكُم پہنچی تمہیں مُّصِيبَةٌ مصیبت قَدْ أَصَبْتُم حالانکہ تم پہنچا چکے تھے مِّثْلَيْهَا (بدر کے دن) اس سے دوگنی قُلْتُمْ تم نے کہا أَنَّى کہاں سے آئی هَذَا یہ؟ قُلْ هُوَ کہہ دیجئے وہ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ تمہاری ہی طرف سے ہے إِنَّ اللّٰهَ بلاشبہ اللہ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز پر قَدِيْرٌ خوب قادر ہے

ترجمہ: جب تمہیں ایک ایسی مصیبت پہنچی جس سے دُگنی تم (دُشمن کو) پہنچا چکے تھے تو کیا تم ایسے موقع پر یہ کہتے ہو کہ ''یہ مصیبت کہاں سے آ گئی؟'' کہہ دو کہ ''یہ خود تمہاری طرف سے آئی ہے۔'' بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ اگر جنگِ احد میں کافروں کی طرف سے تم کو تکلیف پہنچی ہے تو تم اس بات پر بھی غور کرو کہ جنگِ بدر میں تم دوگنی تکلیف ان کافروں کو پہنچا چکے ہو۔

۲۔ اس کے باوجود تم یہ کہتے ہو اے مسلمانو! یہ مصیبت ہم کو کہاں سے پہنچی؟

۳۔ یہ جو جنگِ احد میں تم کو تکلیف پہنچی وہ تمہاری ہی وجہ سے پہنچی کہ جس پہاڑی پر رکے رہنے کا حکم تمہیں دیا گیا تھا تم وہاں سے ہٹ گئے اور پیٹھ پھیر کر تم بھاگنے لگے۔

۴۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں۔

جنگِ احد میں مسلمانوں کو جو شکست ہوئی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے اور زخمی بھی تو جو تکلیف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اس وقت ہوئی اس کی وجہ سے بعض مسلمانوں کی زبان سے یہ جملہ نکلا کہ یہ مصیبت ہم کو کہاں سے پہنچی؟ اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ سے فرمایا کہ پیغمبر! آپ فرما دیجئے کہ یہ تکلیف تو تمہاری ہی وجہ سے پہنچی ہے اس لئے کہ تم کو تمہارے نبی نے جو حکم دیا تھا کہ جس پہاڑی پر تمہیں ٹھہرے رہنا ہے تمہیں وہیں رہنا چاہئے تھا، مگر تم میں سے بعض وہاں سے ہٹ گئے اور جب دشمن سے مقابلہ تیز ہوگیا تو تم بھاگنے لگے۔ تمہاری اسی لغزش کی وجہ سے تم کو یہ تکلیف ہوئی کہ عارضی طور پر تمہیں شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور دشمن کے حملوں سے تمہارے کچھ ساتھیوں کو شہید ہونا پڑا اور کچھ کو زخمی بھی ہونا پڑا، تمہیں اس بات پر بھی غور کرنا چاہئے کہ جو تکلیف تم کو جنگِ احد میں ہوئی اس سے دوگنی تکلیف تو جنگِ بدر میں تمہارے دشمنوں کو ہوئی کہ ستّر مشرک ہلاک ہوئے اور ستّر مشرک قیدی بن کر آئے۔

اس آیت میں یہ سبق دیا گیا ہے کہ حسنِ انجام کیلئے نبی ﷺ کی اطاعت لازمی ہے اور یہ بات بتائی گئی کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم کو غالب کرنے کی اور دشمن کو شکست دینے کی بھی قدرت رکھتے ہیں اور وہ دشمن کو غالب کر کے تم کو شکست بھی دے سکتے ہیں۔

درس نمبر (۳۲۲) جب دونوں لشکر آپس میں ٹکرائے آلِ عمران: ۱۶۶۔۱۶۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ O وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُواْ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْاْ قَاتِلُواْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَوِ ادْفَعُواْ قَالُواْ لَوْ نَعْلَمُ قِتَالاً لَّاتَّبَعْنَاكُمْ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلإِيْمَانِ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا اور جو کچھ أَصَابَكُمْ پہنچا تمہیں يَوْمَ الْتَقَى جس دن ملیں الْجَمْعَانِ دو جماعتیں فَبِإِذْنِ اللّٰهِ تو (وہ) اللہ کے حکم سے (تھا) وَلِيَعْلَمَ اور تا کہ جان لے وہ الْمُؤْمِنِينَ مومنوں کو O وَلِيَعْلَمَ اور تا کہ وہ جان لے الَّذِينَ ان لوگوں کو جنہوں نے نَافَقُواْ منافقت کی وَقِيلَ اور کہا گیا لَهُمْ ان سے تَعَالَوْاْ تم آؤ قَاتِلُواْ لڑو فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اللہ کے راستہ میں أَوِادْفَعُواْ یا تم دفاع کرو قَالُواْ تو انہوں نے کہا لَوْ نَعْلَمُ اگر ہم جانتے قِتَالاً لڑائی کو لَّاتَّبَعْنَاكُمْ تو ضرور ہم تمہارے ساتھ چلتے هُمْ لِلْكُفْرِ وہ کفر کے يَوْمَئِذٍ اس دن أَقْرَبُ زیادہ قریب تھے مِنْهُمْ ان سے لِلإِيْمَانِ بہ نسبت ایمان کے يَقُولُونَ وہ کہتے تھے بِأَفْوَاهِهِم اپنے مونہوں سے مَّا لَيْسَ وہ جو نہیں تھا فِي قُلُوبِهِمْ ان کے دلوں میں وَاللّٰهُ أَعْلَمُ اور اللہ خوب جانتا ہے بِمَا ساتھ اس کے جو يَكْتُمُونَ وہ چھپاتے تھے

ترجمہ: اور تمہیں جو مصیبت اس دن پہنچی جب دونوں لشکر ٹکرائے تھے، وہ اللہ کے حکم سے پہنچی، تا کہ وہ مؤمنوں کو بھی پرکھ کر دیکھ لے O اور منافقین کو بھی دیکھ لے اور اِن (منافقوں) سے کہا گیا تھا کہ ''آؤ اللہ کے راستے میں جنگ کرو یا دِفاع کرو'' تو انہوں نے کہا تھا کہ: ''اگر ہم دیکھتے کہ (جنگ کی طرح) جنگ ہوگی تو ہم ضرور آپ کے پیچھے چلتے۔'' اُس دن (جب وہ یہ بات کہہ رہے تھے) وہ ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔ وہ اپنے منہ سے وہ بات کہتے ہیں جو اُن کے دِلوں میں نہیں ہوتی۔ اور جو کچھ یہ چھپاتے ہیں اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ جب دونوں لشکر آپس میں ٹکرائے اور تم کو جو تکلیف پہنچی وہ اللہ ہی کے حکم سے پہنچی ہے۔

۲۔ یہ جو تکلیف پہنچی اس میں حکمت یہ تھی کہ دراصل اللہ تعالیٰ یہ آزمانا چاہتے تھے کہ تم میں کون مخلص مسلمان ہے اور کون گھٹیا منافق ہے؟

۳۔ جب منافقوں سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں جنگ کرو یا دفاع کرو تو ان منافقوں نے کہا کہ اگر ہم جنگ کرنا جانتے تو ضرور تمہارے ساتھ ہو جاتے۔

۴۔ یہ منافق ایمان کے مقابلہ میں کفر سے زیادہ قریب ہیں۔

۵۔ یہ منافق اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں۔

۶۔ یہ منافق جو باتیں چھپاتے ہیں اللہ کو اس کا بخوبی علم ہے۔

جنگِ احد میں جب مسلمانوں اور کافروں کے درمیان مقابلہ ہوا اور اس میں جو تکلیف مسلمانوں کو پہنچی اس تکلیف کی ایک ظاہری وجہ تو یہ تھی کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے لغزش ہوگئی تھی اور باطنی طور پر اس تکلیف کی وجہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا ایک تکوینی یعنی باطنی نظام ہے اور اس کے اس نظام میں ہزاروں حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ کسی نہ کسی حکمت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ جنگِ بدر میں تم سب نے پوری اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ نے تم کو غالب کر دیا اور جنگِ احد میں تم سے لغزش ہوئی تو تم کو مغلوب کر دیا۔

جنگِ احد میں جو تکلیف تم کو ہوئی اس میں یوں تو کئی حکمتیں ہیں، ان میں سے ایک اہم حکمت یہ تھی کہ ہم آزمانا چاہتے تھے کہ تم میں سے کون مخلص مسلمان ہے اور کون ریا کار، فاسق و فاجر منافق ہے؟ جنہوں نے اس جنگ میں جم کر حصہ لیا ان کے ایمان کا امتحان ہوا اور وہ اس امتحان میں کامیاب ہوگئے اور جو منافق تھے وہ پیچھے ہٹ گئے، چنانچہ منافقوں کا سردار جو اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر جنگ سے پہلے ہی الگ ہوگیا، ان سب کا نفاق ظاہر و باہر ہوگیا اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوگیا۔ مسلمانوں کا مضبوط ایمان بھی سامنے آ گیا اور منافقوں کا کھوکھلا نفاق بھی کھل کر سامنے آ گیا۔ اب منافقوں کے شر اور ان کی شرارتوں سے بچنا بھی مسلمانوں کے لئے آسان ہوگیا۔ جب ان منافقوں سے یہ کہا گیا کہ آؤ کافروں کے خلاف جنگ کرو، اگر لڑائی کی ہمت تم میں نہیں ہے تو کم از کم مسلمانوں کی گنتی بڑھا کر دشمنوں کی مدافعت تو کرو، اس لئے کہ بہت سی بھیڑ بھی رعب اور دبدبہ کا سبب ہوتی ہے۔ مگر ان منافقوں نے کہا کہ اگر ڈھنگ کی جنگ ہوتی تو ہم بھی حصہ لیتے اور ہم آپ کے پیچھے چلتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کے بارے میں یہ حقیقت بیان کر دی کہ ان منافقوں کی حقیقت یہ ہے کہ یہ ایمان کے مقابلہ میں کفر سے زیادہ قریب ہیں، جن کے دلوں سے ایمان دور ہو چکا ہو اور کفر ان کے قریب آ چکا ہو ان سے اتنی بڑی توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ اللہ کی راہ میں اپنی جان دینے کے لئے تیار ہوں یا کم از کم میدانِ جنگ میں کھڑے ہونے کے لئے تیار ہوں۔ یہ اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں۔ منافقوں کا شیوہ ہی یہ ہوتا ہے کہ اندر الگ اور باہر الگ ہوتے ہیں، ان کی زبان ان کے دل کے موافق نہیں ہوتی۔ یہ منافق یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو وہ سب کچھ معلوم ہے جو یہ منافق لوگ چھپا رہے ہیں۔

درس نمبر (۳۲۳) ## اگر تم سچے ہو تو اپنے آپ ہی سے موت کو ٹال دو آلِ عمران:۱۶۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَلَّذِيْنَ قَالُواْ لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُواْ لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا قُلْ فَادْرَؤُوا عَنْ أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنتُمْ صَادِقِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے قَالُواْ کہا لِإِخْوَانِهِمْ اپنے بھائیوں سے وَقَعَدُواْ جبکہ وہ خود بیٹھے رہے لَوْ أَطَاعُونَا اگر وہ ہماری اطاعت کرتے مَا قُتِلُوا تو نہ قتل کئے جاتے وہ قُلْ کہہ دیجئے فَادْرَؤُوا تم ٹال لو عَنْ أَنفُسِكُمْ اپنے نفسوں سے الْمَوْتَ موت کو إِنْ كُنتُمْ اگر تم ہو صَادِقِيْنَ سچے

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے (شہید) بھائیوں کے بارے میں بیٹھے بیٹھے یہ باتیں بناتے ہیں کہ اگر وہ ہماری بات مانتے تو قتل نہ ہوتے۔ کہہ دو کہ: ''اگر تم سچے ہو تو خود اپنے آپ ہی سے موت کو ٹال دینا''

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ منافقوں نے مخلص مسلمانوں کو یہ طعنہ دیا کہ اگر یہ مسلمان جو شہید ہو گئے ہماری بات مان جاتے تو قتل نہ کئے جاتے بلکہ زندہ بچ جاتے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے منافقوں سے یہ بات فرمائی کہ اگر جنگ میں جانے ہی سے موت آتی ہے ورنہ نہیں تو تمہاری موت کا جب وقت آئے گا تو اگر تم سچے ہو تو اس وقت موت کو ٹال کر تو دیکھو۔

مخلص مسلمان کے نزدیک اللہ کی رضا مندی اصل ہوتی ہے۔ وہ اپنے حقیقی رب کو راضی کرنے کے لئے اپنی جان بھی دے دیتا ہے۔ اللہ کی محبت کے سامنے اس کی جان کی کوئی حیثیت اس مخلص مسلمان کے نزدیک نہیں ہوتی، اس کے مقابلہ میں جو منافق ہوتا ہے اس کو اپنی جان قیمتی اور پیاری ہوتی ہے۔ جنگِ احد میں مخلص مسلمان اور فاسق منافق دونوں کی پہچان ہوگئی، جو مخلص مسلمان تھے انہوں نے اپنی جان دے دی اور شہید بھی ہو گئے اور اللہ کے رسول کے ساتھ جنگ کی تکلیف اٹھائی، زخمی ہوئے وغیرہ۔ مگر جو منافق تھے انہوں نے جب دیکھ لیا کہ دشمن زیادہ طاقتور ہے اور جنگ کا انجام ان کی جانوں کی ہلاکت ہے تو ان کو اپنی جان زیادہ محبوب اور قیمتی لگی، وہ جنگ سے پہلے ہی جنگ کے میدان سے دور ہو گئے۔ جنگِ احد کے بعد منافقوں نے مخلص مسلمانوں کو یہ طعنہ دینا شروع کیا کہ خواہ مخواہ ہمارے یہ بھائی جنگ میں شریک ہو کر شہید ہو گئے، اگر ہماری اطاعت کر لیتے اور جنگ میں نہ جاتے تو قتل نہ کئے جاتے اور ان کی جان سلامت رہتی۔ منافقوں کے اس بدترین اور تکلیف دہ جملہ کا جواب اللہ تعالیٰ نے بڑے پیارے انداز میں دیا کہ پیغمبر! آپ ان منافقوں سے کہئے کہ اگر موت جنگ میں جانے ہی کی وجہ سے آتی ہے تو جب ان کے پاس موت کا وقت آ جائے تو ان سے کہئے کہ ذرا یہ اپنے اوپر سے موت کو ٹال دیں۔ یہ ہرگز اپنی موت ٹال نہیں سکیں گے۔ ہر ایک کی موت کا وقت اور اس کی جگہ مقرر ہے، جس وقت جس جگہ جس حالت میں موت کا آنا مقدر ہے وہ ضرور آ کر رہے گی۔ اس موت کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

درس نمبر (۳۲۴) ## شہیدوں کومردہ خیال مت کرو آلِ عمران:۱۶۹۔۱۷۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُواْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتاً بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ O فَرِحِيْنَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُواْ بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ O يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللّٰهَ لاَ يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلاَ تَحْسَبَنَّ اورآپ ہرگز گمان نہ کریں الَّذِيْنَ ان لوگوں کوجو قُتِلُواْ جوقتل کردئے گئے فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کےراستہ میں أَمْوَاتاً مردے بَلْ أَحْيَاءٌ بلکہ وہ زندہ ہیں عِنْدَ رَبِّهِمْ اپنے رب کے ہاں يُرْزَقُونَ وہ رزق دئے جاتے ہیںO فَرِحِيْنَ وہ خوش ہیں بِمَا اس پر جو آتَاهُمُ اللّٰهُ اللہ نے انہیں دیا مِنْ فَضْلِهِ اپنےفضل سے وَيَسْتَبْشِرُونَ وہ خوشی محسوس کرتے ہیں بِالَّذِيْنَ ان کے ساتھ جو لَمْ يَلْحَقُواْ جونہیں ملے بِهِم ان کو مِّنْ خَلْفِهِمْ ان کے پیچھے سے أَلَّا یہ کہ نہ خَوْفٌ کوئی خوف ہوگا عَلَيْهِمْ ان پر وَلاَ هُمْ اورنہ وہ يَحْزَنُونَ غمگین ہوں گےO يَسْتَبْشِرُونَ وہ خوشی محسوس کرتے ہیں بِنِعْمَةٍ ساتھ احسان کے مِّنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف وَفَضْلٍ اور(ساتھ اس کے) فضل کے وَأَنَّ اللّٰهَ بلاشبہ اللہ لاَ يُضِيْعُ ضائع نہیں کرتا أَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اجر مومنوں کا

ترجمہ: اور(اے پیغمبر!) جولوگ اللہ کے راستے میں قتل ہوئے ہیں، انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ زندہ ہیں، انہیں اپنے رب کے پاس سے رزق ملتا ہےO اللہ نے ان کواپنے فضل سے جوکچھ دیا ہے، وہ اس پرمگن ہیں اوران کے پیچھے جولوگ ابھی ان کے ساتھ تھے(شہادت میں) شامل نہیں ہوئے، اُن کے بارے میں اِس بات پربھی خوشی مناتے ہیں کہ(جب وہ ان سے آ کرملیں گےتو) نہ اُن پرکوئی خوف ہوگا اورنہ وہ غمگین ہوں گےO اوروہ اللہ کی نعمت اورفضل پربھی خوشی مناتے ہیں اوراس بات پربھی کہ اللہ مؤمنوں کا اَجرضائع نہیں کرتا

تشریح: ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔شہید مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں۔

۲۔شہیدوں کواللہ کے پاس روزی بھی ملتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی عطاؤں سے وہ خوش بھی ہیں۔

۳۔یہ شہیداس بات پربھی خوش ہیں کہ جولوگ دنیامیں ابھی زندہ ہیں اگروہ بھی شہید ہوجائیں تو ان کوبھی وہی انعام ملے گا جوان کوملاہےاوران پربھی کسی قسم کاخوف واقع ہونے والانہیں ہےاورنہ ہی وہ کسی طرح غم زدہ ہوں گے۔

۴۔وہ اللہ کی نعمت اوراس کےفضل سے خوش وخرم رہیں گے۔

۵۔اللہ تعالیٰ مومنوں کااجرضائع نہیں کرتے۔

سوال یہ ہے کہ جولوگ اللہ کی راہ میں شہید ہوگئے، ان کے بارے میں قرآنِ مجید یہ واضح کررہا ہے کہ وہ

زندہ ہیں، تم انہیں مردہ مت سمجھو تو ان کے زندہ رہنے کی تفصیل اور اس کی نوعیت کیا ہے؟ اس سلسلہ میں مسلم کی یہ روایت ہے کہ حضرت مسروق تابعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کا مطلب معلوم کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے اس کا مطلب معلوم کر چکے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ان کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں۔ ان کے لئے قندیل ہیں جو عرش سے لٹکے ہوئے ہیں۔ وہ جنت میں جہاں چاہیں چلتے پھرتے ہیں، پھر ان قندیلوں میں واپس آ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی جانب خاص توجہ فرمائی اور ان سے دریافت کیا کہ تمہیں کس چیز کی خواہش ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہمیں کس چیز کی خواہش ہوگی؟ حال یہ ہے کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں چلتے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تین مرتبہ اس طرح سوال فرمایا جب انہوں نے سمجھ لیا کہ ہمیں کچھ نہ کچھ جواب دینا ہی پڑے گا تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے رب! ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری روحیں ہمارے جسموں میں واپس کر دی جائیں تا کہ پھر ایک بار ہم قتل کر دیئے جائیں۔ جب یہ بات ظاہر ہوگئی کہ انہیں کوئی اور حاجت نہیں تو سوال کرنا چھوڑ دیا جائے گا۔

بہر حال شہیدوں کو دائمی زندگی عطا کر دی گئی ہے کہ وہ مرے نہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور مزید وضاحت بھی کر دی گئی کہ انہیں رزق بھی دیا جاتا ہے، گویا شہید کو مرتے ہی جنت کا رزق جاری ہو جاتا ہے۔ ان شہیدوں کو جن نعمتوں سے نوازا جاتا ہے ان سے وہ ہمیشہ خوش وخرم اور شاداں وفرحاں رہتے ہیں۔ یہ خوشی تو ان کی اس بات پر ہے کہ ان کو یہ نعمتیں عطا ہوتی ہیں اور دوسری خوشی ان کی اس بات پر ہوگی کہ جن متعلقین اور رشتہ داروں وغیرہ کو وہ چھوڑ کر اس دنیا سے چلے گئے اگر وہ لوگ بھی دنیا میں نیک عمل کریں گے اور اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے تو ان کو بھی یہ نعمتیں ملیں گی اور ان لوگوں پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ وہ مومنوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ مومن جو بھی عمل اپنی زندگی میں کرتا ہے اس کا صلہ وہ دنیا اور آخرت میں ضرور پاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں حقیقی معنی میں شہادت کی تمنا پیدا فرما دے۔ آمین

درس نمبر (۳۲۵) ## نیکی اور تقویٰ پر اجرِ عظیم آلِ عمران:۳:۱۷۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُواْ لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُواْ مِنْهُمْ وَاتَّقَواْ أَجْرٌ عَظِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے اسْتَجَابُواْ حکم مانا لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ اللہ اور رسول کا مِن بَعْدِ مَا بعد اس کے کہ أَصَابَهُمُ پہنچے انہیں الْقَرْحُ زخم لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کیلئے جنہوں نے أَحْسَنُواْ احسان کیا مِنْهُمْ ان میں سے وَاتَّقَواْ اور تقویٰ اختیار کیا أَجْرٌ عَظِيْمٌ اجرِ عظیم ہے

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسول کی پکار کا فرماں برداری سے جواب دیا، ایسے نیک اور متقی لوگوں کے لئے زبردست اجر ہے

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو تسلیم کرنے والوں کا اس آیت میں ذکر خیر ہے۔

۲۔ ایسے نیک لوگوں کا انجام بھی کہ ان نیک اور متقی لوگوں کے لئے آخرت میں اجرِ عظیم ہے۔

اِس آیت میں جنگِ احد کے دوسرے دن پیش آئے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ جب مکہ کے مشرکین احد کے میدان سے واپس ہو گئے تو راستہ ہی میں انہیں اس احساس نے ستایا کہ ہم غالب آنے کے باوجود خواہ مخواہ واپس لوٹ آئے۔ ہمیں چاہئے تھا کہ اسی وقت ایک ہی جھٹکہ میں سارے ہی مسلمانوں کو ختم کر دیتے۔ اسی خیال کا اثر تھا کہ وہ دوبارہ مدینہ منورہ کی طرف لوٹنے کا ارادہ کرنے لگے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین مکہ پر ایسا رعب ڈال دیا کہ ان میں مدینہ منورہ کی طرف واپس آنے کی ہمت نہ ہوئی اور وہ مکہ مکرمہ کی طرف رخ کرنے لگے، لیکن جاتے جاتے ایک شرارت یہ کر دی کہ جو مسافر مدینہ منورہ کی طرف جا رہے تھے ان سے یہ کہلا بھیجا کہ جب تم مدینہ پہنچو تو مسلمانوں کے دلوں میں ہمارا رعب جماؤ اور کہو کہ مکہ والے دوبارہ تم پر حملہ کرنے کے لئے آ رہے ہیں۔ ادھر مکہ کے مشرکین نے یہ شرارت سوجھی اور اُدھر اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو بذریعہ وحی اس بات کی اطلاع دے دی کہ اس طرح مشرکین مکہ کا ارادہ ہے۔ ابنِ جریر کی روایت کے مطابق رسولِ رحمت ﷺ مکہ کے مشرکین کے تعاقب کے لئے حمراء الاسد تک پہنچے۔ حمراء الاسد، مدینہ مبارکہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جنگِ احد کے دوسرے دن رسولِ رحمت ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ اعلان فرمایا کہ ہمیں مشرکین مکہ کا تعاقب کرنا ہے، مگر اس میں صرف وہی لوگ جا سکیں گے جو کل جنگِ احد میں ہمارے ساتھ تھے۔ رسولِ رحمت ﷺ کے اس اعلانِ مبارک پر دو سو مجاہدین کھڑے ہو گئے۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق اس اعلان پر ستر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے ہوئے جن میں ایسے صحابہ بھی تھے جو جنگِ احد میں شدید زخمی ہو چکے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان مجاہدین کی تعریف کی ہے جنہوں نے جنگِ احد میں شدید زخمی ہونے کے باوجود رسولِ رحمت ﷺ کے اعلان پر لبیک کہا اور دوسرے ہی دن مشرکین کے تعاقب کے لئے مدینہ سے روانہ ہو گئے۔ یہی وہ جذبہ اور تقویٰ ہے جس کا اجر اللہ تعالیٰ اپنی شایانِ شان انہیں آخرت میں عطا فرمائیں گے۔

درس نمبر (۳۲۶) | **اللہ ہمارے لئے کافی ہے** | آلِ عمران: ۱۷۳۔۱۷۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُواْ لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيْمَاناً وَقَالُواْ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ O

فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَّذِيْنَ وہ لوگ کہ قَالَ لَهُمُ کہا ان سے النَّاسُ لوگوں نے اِنَّ النَّاسَ بلاشبہ لوگوں نے قَدْ جَمَعُوْا تحقیق جمع کیا ہے (لشکر) لَكُمْ تمہارے مقابلے میں فَاخْشَوْهُمْ چنانچہ تم ان سے ڈرو فَزَادَهُمْ تو انہیں (اس بات نے) زیادہ کردیا اِيْمَانًا ایمان میں وَّقَالُوْا اور انہوں نے کہا حَسْبُنَا اللّٰهُ اللہ ہمیں کافی ہے وَنِعْمَ اور (وہ) اچھا ہے الْوَكِيْلُ کارساز O فَانْقَلَبُوْا پھر وہ لوٹے بِنِعْمَةٍ احسان کے ساتھ مِّنَ اللّٰهِ اللہ سے وَفَضْلٍ اور فضل کے (ساتھ) لَّمْ يَمْسَسْهُمْ نہیں پہنچی انہیں سُوْٓءٌ کوئی برائی وَّاتَّبَعُوْا اور انہوں نے پیروی کی رِضْوَانَ اللّٰهِ رضائے الٰہی کی وَاللّٰهُ اور اللہ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ بڑے فضل والا ہے

ترجمہ: جب ان سے لوگوں نے آ کر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے مقابلے کے لئے لشکر کثیر جمع کیا ہے تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے ہم کو اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔ پھر وہ اللہ کی نعمتیں اور اس کے فضل کے ساتھ خوش وخرم واپس آئے ان کو کسی طرح کا ضرر نہ پہنچا اور وہ اللہ کی خوشنودی کے تابع رہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ جب لوگوں نے مجاہدین سے یہ کہا کہ دشمن نے تمہارے مقابلہ کے لئے ساز وسامان تیار کرلیا ہے، اس لئے تم ان سے ڈرو تو اس جملہ نے ان مجاہدین کے ایمان میں اور اضافہ کردیا۔

۲۔ ان مجاہدین کی زبانوں سے یہ پیارا جملہ نکلا کہ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ

۳۔ یہ مجاہدین حمراء الاسد سے اللہ کی نعمت اور اس کے فضل کے ساتھ اس طرح محفوظ لوٹے کہ انہیں ذرا بھی تکلیف نہیں ہوئی۔

۴۔ یہ مجاہدین اللہ کی رضامندی کے تابع رہے۔

۵۔ اللہ بڑے فضل والے ہیں۔

واقعہ یہ ہوا کہ جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رسولِ رحمت ﷺ کے ساتھ حمراء الاسد نامی مقام تک پہنچے تو وہاں ایک شخص نے خبر دی کہ ابوسفیان اپنے مزید لشکر کو لے کر مدینہ پر چڑھائی کی تیاری میں ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے جذبۂ ایمانی کے ساتھ یہ کہا کہ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔ اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ ایک آدمی جو مسلمانوں کا خیر خواہ تھا جو مدینہ سے مکہ کی طرف جارہا تھا اس نے ابوسفیان کو دیکھا کہ وہ مدینہ کی طرف واپسی کے ارادہ میں ہے تو اس نے کہا کہ تم لوگ دھوکہ میں ہو کہ مسلمان کمزور ہو گئے۔ میں ان کے بڑے لشکر کو حمراء الاسد میں چھوڑ کر آیا ہوں جو پوری تیاری کے ساتھ تمہارا پیچھا کررہے ہیں۔ اس خبر نے ابوسفیان پر اپنا اثر ڈالا اور وہ اپنے لوگوں کے ساتھ مکہ واپس ہو گیا۔

آیت کے اس جزئیہ سے ہم مسلمانوں کو یہ سبق ملتا ہے کہ جب کبھی دشوار اور کٹھن حالات آ جائیں تو ہماری نظر اپنی کمزوری پر نہیں بلکہ رب ذوالجلال کی قدرت و طاقت پر ہونی چاہئے، اس لئے کہ ہمارے کام ہم کہاں بناتے ہیں، ہمارے کاموں کا بنانے والا تو وہ رب ذوالجلال ہے جس کے قبضۂ قدرت میں زمین وآسمان، چاند وسورج، ستارے وسیارے اور کُل کائنات ہے۔ اسی کے ساتھ یہ حقیقت بھی ہے کہ زندگی میں پیش آنے والے حادثات حقیقی مومن کے ایمان میں اضافہ کرتے ہیں۔ ان کے ایمان میں تازگی اور جوش پیدا ہوجاتا ہے جب وہ ناموافق اور مشکل ترین حالات سے دوچار ہوجاتے ہیں۔

اس وقت بھارت کے مسلمان دشوار اور کٹھن حالات سے دوچار ہیں۔ فرقہ پرستوں کی فرقہ پرستی اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کی بھرپور کوششوں اور سازشوں نے مسلمانوں کو تشویش اور الجھن میں مبتلا کر دیا ہے۔ لیکن یہ بات مسلمان اپنے دل میں پیوست کرلیں کہ ہم ان کافروں، دشمنوں اور فرقہ پرستوں کی طاقتوں کو اللہ تعالیٰ کی قوت و طاقت کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتے ہیں۔ ہمارے کاموں کا بنانے والا وہ زندۂ جاوید پروردگار ہے جو اَلْحَیُّ الْقَیُّوْم ہے، غالب ہے، مختار ہے اور قدیر و مقتدر ہے۔ بھارت کے مسلمان اس بات پر غور کریں کہ کورونا وائرس کی اس عالم گیر پریشانی نے ہمارے ملک کے حالات بھی بدل دیئے ہیں۔ اب کسی کی زبان پر نہ این آر سی ہے اور نہ ہی این پی آر ہے۔ اب سب کی زبان پر لاک ڈاؤن اور کورونا وائرس ہے۔

غزوۂ حمراء الاسد کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو تین نعمتیں عطا کیں۔ پہلی نعمت یہ کہ کافروں کے دلوں میں رعب اور ہیبت ڈال دی جس کے نتیجہ میں وہ بھاگ گئے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم قتل وقتال سے محفوظ رہے۔ اس کو اس آیت میں بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ سے تعبیر کیا گیا۔ دوسری نعمت یہ عطا فرمائی کہ ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حمراء الاسد کے بازار میں تجارت کا بھی موقع ملا اور اس تجارت میں انہیں نفع بھی ملا۔ اس نفع کو وَفَضْلٍ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔ تیسری نعمت یہ عطا کی گئی کہ ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اقدام وتوکل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی انہیں نصیب ہوئی۔ بندۂ مومن کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے فضل وکرم کی امید رکھے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں پر بے حد فضل فرمانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا فضل عطا فرمائے اور ہم سے راضی اور خوش ہوجائے۔ آمین

درس نمبر (۳۲۷) | **تم مجھ ہی سے ڈرو** | آلِ عمران: ۱۷۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ یقیناً یہ (تو) الشَّيْطَانُ شیطان ہی ہے يُخَوِّفُ وہ ڈراتا ہے أَوْلِيَاءَهُ اپنے دوستوں سے فَلَا تو نہ تَخَافُوهُمْ تم ان سے ڈرو وَخَافُونِ اور مجھ ہی سے ڈرو إِنْ كُنْتُمْ اگر ہو تم مُّؤْمِنِيْنَ مومن

ترجمہ: درحقیقت یہ تو شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، لہٰذا اگر تم مؤمن ہو تو اس سے خوف نہ کھاؤ

اور بس میرا خوف رکھو۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ مسلمانوں کو ایسی شیطانی خبروں سے گھبرانا نہیں چاہئے جو وہ اپنے ہم مذہب کافروں سے ڈرانا چاہتے ہیں۔

۲۔ اگر تم مومن ہو تو صرف اللہ ہی سے ڈرو

پوری دنیا کے مسلمانوں کا آج حال یہ ہے کہ انہیں ہر طرح ڈرانے، دھمکانے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ ان دشمنوں کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان اس قدر بزدل اور کم ہمت ہو جائیں کہ اپنے مذہب کے احکام پر عمل کرنے کی اور اس سے تعلق قائم رکھنے کی ان میں ہمت ہی باقی نہ رہے۔ مسئلہ چاہے فلسطین اور کشمیر کا ہو، سیریا یا شام کا ہو، ہندوستانی مسلمانوں کا ہو یا پڑوسی ملک کا ہو بلکہ اب تو عرب ممالک کا حال بھی تقریباً یہی ہے۔ یہودی لابی عالمگیر پیمانہ پر مسلمانوں کو ڈرانے دھمکانے پر تلی ہوئی ہے۔ ۱۴؍مارچ ۲۰۱۹ء کو نیوزی لینڈ کی مسجد پر ہوئے حملہ نے یہ صاف طور پر بتلا دیا ہے کہ اس قسم کے واقعات کے ذریعہ مسلمانوں کو مرکز اسلامی سے دور کرنے اور ان کی ہمتوں کو پست کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ ہمارے ملک میں فرقہ پرست طاقتوں کی یلغار ہے اور مختلف موضوعات کو عنوان بنا کر مسلمانوں کے حوصلوں کو پست کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔

تین طلاق والا بل، یکساں سیول کوڈ بل، این آر سی، این پی آر جیسے سیاہ قوانین، ان سب فیصلوں اور سازشوں کے ذریعہ مسلمانوں کو پست ہمت کرنے کی ایک طرح کی کوشش ہے اور ۲۳؍فروری ۲۰۲۰ء کو ہوئے دہلی کے فسادات بھی اسی کوشش اور سازش کا ایک حصہ ہیں۔ مگر مومنوں اور مسلمانوں کو ان تمام تشویشناک فیصلوں اور سازشوں سے گھبراہٹ کا شکار نہیں ہونا چاہئے بلکہ ان حالات کا مقابلہ اپنی ایمانی طاقت کے ذریعہ کرنا چاہئے۔ اب مسلمانوں کو ان فرقہ پرست کافروں سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ ایک وقت آئے گا کہ ہندوستانی مسلمانوں کی کثیر آبادی سے یہ خود ڈریں گے بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ تو پہلے ہی سے ڈرے ہوئے ہیں۔

غزوۂ احد کے بعد پیش آئے غزوۂ حمراء الاسد اس ملک کے مسلمانوں کیلئے یقیناً ایک بڑا سبق ہے۔ مسلمانوں کو مرعوب کرنے کیلئے مکہ کے مشرکین کے دوبارہ مدینہ لوٹنے کی خبر دینے والا جو شیطان ہے جس نے اپنے ہم مذہب کافروں کے ذریعہ مسلمانوں کو ڈرانا چاہا، ان کے حوصلوں کو پست کرنا چاہا، جس کی طرف اشارہ اس آیت میں کیا گیا **إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَ** یہ شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے **فَلَا تَخَافُوهُمْ** تم ان سے مت ڈرو۔

ہندوستانی مسلمانوں کے سامنے ماضی اور حال کے مقابلہ میں مستقبل میں نت نئے انداز میں ڈرانے دھمکانے کی شکلیں اور صورتیں آئیں گی۔ مسلمانوں کے سامنے اللہ کی رضا اور اس کا فضل اور اس کی بنائی ہوئی وہ جنت ہونی چاہئے جس کی چوڑائی اور لمبائی کا اندازہ مشکل ہے۔ ہوسکتا ہے کہ حالات ایسے آئیں گے کہ ہم جھنجوڑے جائیں، لیکن امتحان کی ان دشوار گھڑیوں میں ہم پست ہمت نہ ہوں۔ جب ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت ہو جو رب ذوالجلال ہر ایک کے کام کو بنا سکتا ہے تو پھر خوف و گھبراہٹ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ میں تو کہتا ہوں کہ اب ہر طرف حوصلہ، ہمت، شجاعت، بہادری، ثابت قدمی، استقلال، انابت الی اللہ، رجوع الی اللہ، استغناء اور توکل کی باتیں ہونی چاہئیں تا کہ اس دشوار گھاٹی کے آنے سے پہلے ہی ہم کمر بستہ ہو جائیں۔

ہم مسلمانوں کے دلوں کیلئے تو خوف اور ڈر کا ایک ہی خانہ ہے وہ ہے اللہ کہ ہم صرف اور صرف اللہ سے ڈریں۔اس لئے اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ وَخَافُونِ إِنْ كُنتُم مُّؤمِنِينَ مجھ ہی سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔

درس نمبر (۳۲۸) آپ کو وہ رنجیدہ نہ کریں آلِ عمران:۱۷۶۔۱۷۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَلاَ يَحْزُنكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِيْ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَن يَّضُرُّواْ اللّهَ شَيْئاً يُرِيْدُ اللّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظّاً فِيْ الآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ O إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُاْ الْكُفْرَ بِالإِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّواْ اللّهَ شَيْئاً وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلاَ يَحْزُنكَ اورآپ کوغم میں نہ ڈالیں الَّذِينَ وہ لوگ جو يُسَارِعُونَ جلدی کرتے ہیں فِيْ الْكُفْرِ کفر میں إِنَّهُمْ بلاشبہ وہ لَن يَّضُرُّواْ اللّهَ ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اللہ کو شَيْئاً کچھ بھی يُرِيْدُ اللّهُ ارادہ کرتا ہے اللہ أَلَّا يَجْعَلَ کہ نہ رکھے لَهُمْ ان کے لیے حَظّاً کوئی حصہ فِيْ الآخِرَةِ آخرت میں وَلَهُمْ اوران کے لیے عَذَابٌ عَظِيْمٌ بہت بڑا عذاب ہےO إِنَّ الَّذِيْنَ بیشک وہ لوگ جنہوں نے اشْتَرَوُاْ خریدا الْكُفْرَ کفرکو بِالإِيْمَانِ ایمان کے بدلے لَنْ يَّضُرُّواْ اللّهَ ہرگز وہ نقصان نہ پہنچا سکیں گے اللہ کو شَيْئاً کچھ بھی وَلَهُمْ اوران کیلئے ہے عَذَابٌ أَلِيْمٌ دردناک عذاب ہے

ترجمہ: اور جو لوگ کفر میں جلدی کرتے ہیں ان کی وجہ سے غمگین نہ ہونا۔ یہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کر سکتے، اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کو کچھ حصہ نہ دے اوران کے لئے بڑا عذاب تیار ہے O جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر خریدا وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اوران کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔پیغمبر! آپ کو وہ لوگ رنجیدہ نہ کریں جو تیزی کے ساتھ کفر میں جا پڑتے ہیں

۲۔یہ کافر اللہ کو کچھ بھی ضرر نہ دے سکیں گے

۳۔اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ ان کافروں کو آخرت میں کچھ بھی حصہ نہ دے بلکہ ان کے حصہ میں تو بڑا عذاب ہے۔

۴۔جن لوگوں نے ایمان کے بدلہ میں کفر کو خرید لیا وہ ہرگز اللہ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔

۵۔ان کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

پہلی آیت میں جو پہلی بات بیان کی گئی ہے وہ دراصل رسولِ رحمت ﷺ کے لئے تسلی کے کلمات ہیں لیکن یہ قیامت تک کے تمام ہی مسلمانوں کے لئے وقتاً فوقتاً تسلی ہے جب تک دنیا باقی ہے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں اور شرارتوں کا سلسلہ جاری رہے گا اور ہماری آنکھوں کے سامنے لوگ کفر کی طرف دوڑتے نظر آئیں گے۔ ہمیں غمگین، افسردہ اور مایوسی کا شکار ہونا نہیں چاہئے۔اسی شر کے پیچھے عین ممکن ہے کہ کوئی خیر کا پہلو نظر آجائے۔

این آر سی، این پی آر جیسے سیاہ قوانین کے نفاذ کے بعد بھارت بھر میں جو احتجاجات کا تسلسل رہا اور جس وسیع وعریض پیمانہ پر یہ طویل المدت احتجاجات ہوئے۔ اس نے ایک طرف تو ایک تاریخ رقم کر دی تو دوسری طرف خوابیدہ مسلمانوں کی بیداری اور مسلمانوں اور دلت طبقات کے اتحاد کی ایک مثالی جھلک فرقہ پرستوں کو محسوس ہوئی اور ایک انچ پیچھے نہ ہٹنے والے ظالم اب کئی فیٹ پیچھے ہٹنے کیلئے اندرونی طور پر تیار ہو چکے ہیں۔ یہی رب ذوالجلال کا نظام ہے جو شر کے پیچھے خیر کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور رکھتا ہے۔

اگر دنیا بھر کے سارے ہی لوگ کفر کی طرف دوڑ پڑیں تو اس میں اللہ کا کیا نقصان ہے؟ کافروں کے کفر سے نہ اللہ کا نقصان ہے اور نہ ہی اس کے دینِ حق کا کوئی نقصان ہے اور نہ ہی مسلمانوں کا نقصان ہے۔

جن منافقوں نے یہ سمجھا کہ ہم نے جنگ میں شرکت نہ کی، بہت اچھا ہوا ہماری جان بچ گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہیں دنیا میں زندگی تو مل گئی مگر یاد رکھو کہ تم جیسے کافروں کا آخرت میں کوئی حصہ ہی نہیں ہے۔ اللہ نے ارادہ کرلیا ہے تمہاری محرومی کا کہ تم کو آخرت میں کچھ بھی نہ ملے گا۔

جنہوں نے ایمان کے بدلہ میں کفر کو خرید لیا یعنی دین اسلام کو چھوڑ کر کفر کو اختیار کرلیا، یہ اپنی ذات کو نقصان تو پہنچا رہے ہیں اس سے اللہ کا کوئی نقصان ہرگز نہیں ہے۔

کافروں کی ان شرارتوں پر انہیں یوں ہی نہیں چھوڑا جائے گا بلکہ دردناک عذاب دیا جائے گا۔

درس نمبر (۳۲۹) **کافر اللہ کی ڈھیل کو اچھی چیز نہ سمجھیں** آلِ عمران:۱۷۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلاَ يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْاْ أَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْاْ إِثْماً وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلاَ يَحْسَبَنَّ اور ہرگز گمان نہ کریں الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْاْ کفر کیا أَنَّمَا نُمْلِيْ کہ ہم ڈھیل دے رہے ہیں لَهُمْ انہیں خَيْرٌ وہ بہتر ہے لِّأَنفُسِهِمْ ان کی جانوں کے لئے إِنَّمَا نُمْلِيْ ہم تو صرف مہلت دیتے ہیں لَهُمْ انہیں لِيَزْدَادُوْاْ تاکہ وہ زیادہ ہو جائیں إِثْماً گناہ میں وَلَهُمْ اور ان کے لیے عَذَابٌ مُّهِيْنٌ رسوا کرنے والا عذاب ہے

ترجمہ: اور کافر لوگ یہ نہ خیال کریں کہ ہم جو ان کو مہلت دیئے جاتے ہیں تو یہ ان کے حق میں اچھا ہے، نہیں! بلکہ ہم ان کو اس لئے مہلت دیتے ہیں کہ اور گناہ کرلیں، آخر کار ان کو ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ کافر اللہ کی ڈھیل کو اپنے لئے اچھی بات نہ سمجھیں۔

۲۔ کافروں کو ڈھیل اس لئے دی جارہی ہے تا کہ وہ گناہ میں اور آگے بڑھ جائیں۔

۳۔ان کافروں کوذلت آمیز عذاب ہوگا۔

کافراپنے دل میں یہ خیال کرتے ہیں کہ ہماری زندگی تو خوب عیش وعشرت میں چل رہی ہے۔کفروشرک میں مبتلا ہونے کے باوجود ہمارے پاس مال ودولت بھی ہے،آرام وراحت کے اسباب بھی ہیں۔حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مال ودولت اورآرام وراحت ان کے کفروشرک اور گناہوں کی کثرت کے باوجود دے رہے ہیں اور یہ اللہ کی طرف سے ڈھیل ہے،مہلت ہے اور یہ ڈھیل اور مہلت کے بارے میں کافر یہ نہ سمجھیں کہ یہ ان کی جانوں کے حق میں بہتر اور مفید ہے، ایسا ہرگز نہیں، یہی مہلت اور یہی ڈھیل ان کے لئے نقصاندہ بھی ہے۔کسی کافرومشرک اور دشمنِ خدا کا صاحبِ مال اور صاحبِ اولاد ہونا اس کے محبوبِ خدا ہونے کی علامت نہیں ہے۔سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۵۵ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ **فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ** ان کافروں کے مال اور ان کی اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں،اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے دنیاوی زندگی میں ان کو عذاب میں گرفتار رکھے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔یہ جو کافروں کو ڈھیل اور مہلت دی جاتی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کا منصوبہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گناہوں میں مزید ترقی کریں۔اصولی طور پر یہ بات ذہن میں رکھی جائے کہ ایمان اور نیک اعمال کی مشغولیت کے ساتھ جس کو حلال مال مل جائے وہ اگرچہ کہ تھوڑا ہی ہو بہت بہت مبارک ہے جس میں برکت بھی اور اللہ کی رضامندی بھی ہے۔ایمان سے محرومی کے ساتھ کفروشرک اور گناہوں کے ساتھ جتنی بھی دولت مل جائے وہ نحوست اور وبال کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔اسی لئے کافروں کی دولت پر رشک نہ کیا جائے کہ ان کے پاس کتنی زیادہ دولت ہے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ ہرگز کسی فاجر کی نعمت پر رشک نہ کرو کیونکہ تمہیں معلوم نہیں کہ موت کے بعد اسے کس مصیبت سے دوچار ہونا ہے؟ اس کے لئے اللہ کے نزدیک ایک قاتل ہے جو کبھی نہ مرے گا یعنی دوزخ کی آگ۔(مشکوٰۃ) جنہوں نے دنیا کی یہ زندگی اسلام سے دور اور کفر اور شرک کے ساتھ گزاری وہ جب اللہ کے ہاں پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں ذلت والا عذاب دیں گے،ایک تو عذاب کی تکلیف اور دوسرے ذلت کی تکلیف۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔آمین

درس نمبر (۳۳۰) ناپاک لوگوں کو پاک لوگوں سے جدا کردے گا آلِ عمران:۱۷۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

مَّا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ حَتَّى يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَإِن تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَّا كَانَ اللّٰهُ ایسا نہیں ہے کہ اللہ لِيَذَرَ کہ چھوڑدے الْمُؤْمِنِينَ مومنوں کو عَلَى مَا اس (حالت) پر کہ أَنتُمْ عَلَيْهِ (ہو) تم اس پر حَتَّى یہاں تک کہ يَمِيزَ وہ علحدہ کردے الْخَبِيثَ ناپاک کو مِنَ الطَّيِّبِ پاک سے وَمَا كَانَ اللّٰهُ اور ایسا نہیں ہے کہ اللہ لِيُطْلِعَكُمْ کہ وہ تمہیں مطلع کرے عَلَى الْغَيْبِ غیب پر وَلَكِنَّ اللّٰهَ اور لیکن اللہ

يَجۡتَبِىۡ پسند کرلیتا ہے مِن رُّسُلِهٖ اپنے رسولوں میں سے مَنۡ يَشَاءُ جسے چاہتا ہے فَاٰمِنُوۡا لہٰذا تم ایمان لاؤ بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ وَرُسُلِهٖ اوراس کے رسولوں کے (ساتھ) وَاِنۡ تُؤۡمِنُوۡا اوراگر تم ایمان لاؤ گے وَتَتَّقُوۡا اورتقویٰ اختیار کرو گے فَلَكُمۡ تو تمہارے لیے ہے اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ بہت بڑا اجر

ترجمہ: لوگو! جب تک اللہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کردے گا مومنوں کو اس حال میں جس میں تم ہو ہرگز نہیں رہنے دے گا اور اللہ تم کو غیب کی باتوں سے بھی مطلع نہیں کرے گا۔ البتہ اللہ اپنے پیغمبروں میں سے جسے چاہتا ہے منتخب کرلیتا ہے سوتم اللہ پر اوراس کے رسولوں پر ایمان رکھو اوراگر ایمان پر قائم رہو گے اور پرہیز گاری اختیار کرو گے تو تم کو اجرِعظیم ملے گا۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ مسلمان اب جس حالت میں ہیں اسی حالت میں اللہ انہیں رہنے نہیں دے گا بلکہ ناپاک لوگوں کو پاک لوگوں سے جدا کردے گا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے غیب کی بات بتلا دیتا ہے، انہی میں سے یہ بھی کہ کون منافق ہے اور کون مومن ہے؟

۳۔ تم اللہ اوراس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔

۴۔ اگر تم ایمان پر قائم رہو اور تقویٰ اختیار کرلو تو تمہارے لئے اجرِعظیم ہے۔

مدنی دور میں ایک ایسا دور بھی گزرا کہ مخلص مسلمان اور شاطر منافق دونوں گھل مل گئے تھے۔ یہ جاننا آسان نہیں تھا کہ مخلص مسلمان کون ہے اور فاسق منافق کون ہے؟ منافق بعض نمازوں میں حاضر رہتے تھے اوران کے ظاہری اعمال کی وجہ سے قطعی طور پر یہ کہنا مشکل تھا کہ یہ مخلص مسلمان ہیں یا منافق؟ ظاہر ہے کہ ایسی صورتِ حال اسلامی تمدن کیلئے نقصاندہ تھی۔ انصاف کا تقاضہ یہ تھا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے۔ چنانچہ جنگِ احد سے پہلے یہ فیصلہ کن حقیقت سامنے آئی اور منافق اپنے سردار کے ساتھ مخلص مجاہدین سے الگ ہوگئے اور یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ کون مخلص اور پاکیزہ مسلمان ہے اور کون شاطر، ریاکار، فاسق اور خبیث منافق ہے؟ اس حقیقت کو اس آیت کی ابتداء میں بتلایا گیا کہ جس حالت میں اب مسلمان ہیں انہیں اس حالت میں اللہ تعالیٰ رہنے نہیں دے گا بلکہ ناپاک لوگوں کو پاک لوگوں سے جدا کردے گا۔ اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو ان منافقین کے بارے میں بطور وحی اس بات کی اطلاع دے دی کہ ان میں سے کون منافق ہیں؟

اس آیت میں اس بات کا مطالبہ بھی کیا گیا کہ حقیقی معنی میں جس طرح اللہ اوراس کے رسول پر ایمان لانا چاہئے اس معیار کا ایمان لے آؤ۔ یہاں یہ حقیقت بھی بتلائی گئی کہ اگر تمہارے اندر یہ دو صفتیں پائیدار انداز میں آجائیں کہ تم حقیقی مومن اور حقیقی متقی بن جاؤ تو اللہ کے ہاں تمہیں محروم نہیں کیا جائے گا بلکہ رب ذوالجلال کے دربار میں اجرِعظیم ان کا استقبال کرے گا۔

قرآنِ مجید میں ایمان کے ساتھ تقویٰ کا ذکر کئی جگہ کیا گیا ہے۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵۷ میں کہا گیا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ اوراللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔

درس نمبر(۳۳۱) **قیامت کے دن گلے کا طوق** آلِ عمران:۱۸۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلاَ يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْراً لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُواْ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيْرٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَ اور لاَ يَحْسَبَنَّ ہرگز گمان نہ کریں الَّذِيْنَ وہ لوگ جو يَبْخَلُونَ بخل کرتے ہیں بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ اس کے ساتھ جو اللہ نے انہیں دیا مِنْ فَضْلِهِ اپنے فضل سے هُوَ (کہ) وہ خَيْراً بہتر ہے لَّهُمْ ان کے لئے بَلْ بلکہ هُوَ وہ شَرٌّ بدتر ہے لَّهُمْ ان کے لئے سَيُطَوَّقُونَ عنقریب وہ طوق پہنائے جائیں گے مَا اس (مال) کا کہ بَخِلُواْ انہوں نے بخل کیا تھا بِهِ اس کے ساتھ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن وَلِلّٰهِ اور اللہ ہی کے لئے مِيْرَاثُ ملکیت ہے السَّمَاوَاتِ آسمانوں وَالأَرْضِ اور زمین کی وَاللّٰهُ اور اللہ بِمَا تَعْمَلُونَ جو کچھ تم کرتے ہو خَبِيْرٌ خوب خبردار ہے

ترجمہ: جو لوگ اس مال میں جو اللہ نے اپنے فضل سے ان کو عطا فرمایا ہے بخل کرتے ہیں وہ اس بخل کو اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں وہ اچھا نہیں بلکہ ان کے لئے بُرا ہے وہ جس مال میں بخل کرتے ہیں قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کی گردنوں میں ڈالا جائے گا اور آسمانوں اور زمین کا وارث اللہ ہی ہے اور جو عمل تم کرتے ہو اللہ کو معلوم ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں بخل سے کام لینا کوئی اچھی بات ہرگز نہ سمجھیں بلکہ یہ تو ان کے حق میں بہت بری بات ہے۔

۲۔ جس مال میں دنیا میں بخل کیا گیا وہی مال قیامت کے دن گلے کا طوق بن جائے گا۔

۳۔ سارے آسمان اور زمین کے حقیقی وارث صرف اللہ ہی ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کو تمہارے تمام اعمال کی پوری پوری خبر ہے۔

بخل کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا جس پر واجب قرار دیا گیا ہو وہ اس کو خرچ نہ کرے، مثلاً ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر اس کے مال کی زکوٰۃ فرض کی گئی ہے اور وہ کوئی زیادہ بھی نہیں ہے، صرف ڈھائی فیصد ہے۔ اگر کوئی شخص اس فرض مقدار کو بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتا تو وہ شریعت کی نگاہ میں بخیل ہے۔ اس طرح بخل کرنا حرام ہے جن مواقع پر خرچ کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اگر آدمی ان مواقع پر خرچ نہ کرے تو اگرچہ کہ وہ حرام نہیں ہے مگر بہتر بھی نہیں ہے۔

عربی میں اس کو لفظ شُحّ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شُحّ اور ایمان کسی مسلمان کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے؟ (قرطبی) اس آیت کے شروع میں یہ بات کہی گئی کہ جو لوگ بخل کرتے ہیں یعنی اللہ کی راہ میں فراخ دلی سے خرچ نہیں کرتے اور اس بخل کو اچھی چیز سمجھتے ہیں وہ اپنے اس عمل کو کوئی اچھا عمل نہ سمجھیں بلکہ یہ بخل ان کے لئے بہت بری بات ہے۔ اس کی سزا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس شکل میں دیں گے کہ جس مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر

بخل کیا اس مال کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اس کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جسے اللہ نے مال دیا پھر اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو اس کا مال قیامت کے دن گنجا سانپ بنا دیا جائے گا۔ یہ گنجا سانپ اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا، پھر وہ اس کی دونوں باچھوں کو پکڑ کر کہے گا اَنَا مَالُکَ۔ اَنَا کَنْزُکَ میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

سورۂ نساء کی آیت نمبر ۳۷ میں بخل کے بارے میں یوں کہا گیا اَلَّـذِیْـنَ یَبْـخَـلُـوْنَ وَیَـأْمُرُوْنَ النَّـاسَ بِـالْبُخْلِ وَیَـکْتُمُوْنَ مَا آتَاهُمُ اللّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِيْنَ عَذَاباً مُّهِيْناً جولوگ بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخالت کا مشورہ دیتے ہیں اور اللہ نے اپنے فضل میں سے جو کچھ انہیں دے رکھا ہے اس کو چھپاتے ہیں۔ ہم نے ایسے ناشکروں کیلئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۷۶ میں یوں کہا گیا فَلَـمَّا آتَاهُم مِّنْ فَضْلِهِ بَخِلُواْ بِهِ وَتَوَلَّواْ وَّهُم مُّعْرِضُوْنَ اللہ تعالیٰ نے جب ان کو اپنے فضل میں سے عطا فرمایا تو وہ اس میں بخیل بن بیٹھے اور برگشتہ ہو کر منہ پھیر لیا۔

آسمانوں اور زمین کی میراث سب اللہ کے لئے ہے۔ ساری چیزوں کا حقیقی مالک وہی ہے۔ حقیقی مالک ہونے میں اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ جب قیامت قائم ہو جائے گی تو بتاؤ یہ دینار و درہم، یہ ریال اور ڈالر، یہ پونڈ و سکہ، یہ سونے اور چاندی کے ڈھیر وغیرہ کے مالک کون رہیں گے؟ جب سارے انسان مر جائیں گے تو کوئی انسان مالک نہیں رہے گا۔ ساری دنیا کے حقیقی مالک تو اللہ ہی ہیں جو حـــی و قیوم ہیں زندۂ جاوید ہیں۔ مسلمان اس حقیقت کو ذہن میں رکھتے ہوئے زندگی بسر کریں کہ ہم جتنے بھی عمل کر رہے ہیں ان تمام اعمال سے اللہ تعالیٰ پوری طرح باخبر ہے۔

درس نمبر (۳۳۲) یہودیوں نے کہا اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں آلِ عمران: ۱۸۱۔۱۸۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَّـقَـدْ سَـمِـعَ الـلّـهُ قَـوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْاْ إِنَّ اللّهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ أَغْنِيَاءَ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْاْ وَقَتْلَهُمُ الأَنبِيَاء بِغَيْرِ حَقٍّ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُواْ عَذَابَ الْحَرِيْقِ O ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيْكُمْ وَأَنَّ اللّهَ لَيْسَ بِظَلاَّمٍ لِّلْعَبِيْدِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَّقَدْ البتہ تحقیق سَـمِـعَ اللّهُ سن لی اللہ نے قَـوْلَ الَّذِيْنَ ان لوگوں کی بات جنہوں نے قَـالُوْاْ کہا إِنَّ اللّهَ بیشک اللہ فَقِيْرٌ فقیر ہے وَنَحْنُ اور ہم أَغْنِيَاء مالدار ہیں سَنَكْتُبُ یقیناً ہم لکھتے ہیں مَا قَالُوْاْ جو کچھ انہوں نے کہا وَقَتْلَهُمُ اوران کے قتل کرنے کو (بھی) الأَنبِيَاء انبیاء کا بِغَيْرِ حَقٍّ ناحق وَنَقُوْلُ اور ہم کہیں گے ذُوْقُواْ چکھو تم عَـذَابَ الْـحَرِيْقِ جلانے والا عذاب O ذٰلِكَ یہ بِـمَا بسبب اس کے جو قَـدَّمَتْ آگے بھیجا أَيْـدِيْكُمْ تمہارے ہاتھوں نے وَأَنَّ اللّهَ اور یہ کہ اللہ لَيْسَ بِظَلاَّمٍ ظلم کرنے والا نہیں ہے لِّلْعَبِيْدِ بندوں پر

ترجمہ: اللہ نے ان لوگوں کا قول سن لیا ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں۔ یہ جو کچھ کہتے ہیں ہم اس کو لکھ لیں گے اور پیغمبروں کو جو یہ ناحق قتل کرتے رہے ہیں اس کو بھی قلمبند کر رکھیں گے اور قیامت کے روز کہیں گے کہ سخت جلن والی

آ گ کے عذاب کے مزے چکھتے رہو O یہ ان کاموں کی سزا ہے جو تمہارے ہاتھ آ گے بھیجتے رہے ہیں اور اللہ تو بندوں پر مطلق ظلم نہیں کرتا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

ا۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کا یہ جملہ سن لیا ہے کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں۔

۲۔ یہودیوں کے اس گستاخانہ جملہ کو ہم اپنے نامۂ اعمال میں لکھ لیتے ہیں اور اس بات کو بھی کہ انہوں نے ناحق نبیوں کو قتل کیا ہے۔

۳۔ ان سے کہا جائے گا کہ دہکتی آ گ کا مزہ چکھو۔

۴۔ یہ سزا تمہارے ان ہاتھوں کے کرتوتوں کے نتیجہ کے طور پر ہے جو تم نے اپنے آ گے بھیج رکھا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کبھی ظلم نہیں کرتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک دن یہودیوں کے پاس گئے جو فخاص نامی شخص کے پاس جمع تھے۔ فخاص نے کہا کہ اے ابوبکر! ہمیں اللہ کی طرف کوئی محتاجی نہیں ہے بلکہ اللہ ہمارا محتاج ہے۔ اگر اللہ غنی و بے نیاز ہوتا تو ہم سے قرض کیوں مانگتا؟ اس بات پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور فخاص کے چہرہ پر طمانچہ مار دیا۔ فخاص، رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور کہنے لگا کہ تمہارے ساتھی نے مجھے طمانچہ مارا ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے وجہ دریافت کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں۔ فخاص اپنی بات سے مُکر گیا اور صاف انکار کر بیٹھا کہ میں نے یہ بات ہرگز نہیں کہی ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بات سن لی ہے جو انہوں نے کہی کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں۔ انہیں جان لینا چاہئے کہ ان یہودیوں کا قول اور ان کا عمل سب کچھ ان کے نامۂ اعمال میں لکھا جارہا ہے۔ ان یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی گستاخی کی اور اللہ تعالیٰ کو فقیر قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں سے خطاب کرتے ہوئے یہ حقیقت سمجھا دی ہے کہ تم سب فقیر و محتاج ہو۔ سورۂ فاطر کی آیت نمبر ۱۵ میں یوں ہے **يَـا أَيُّهَـا الـنَّـاسُ أَنْتُـمُ الْـفُـقَـرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ** اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو، اللہ تو بے نیاز ہے اور ستودہ صفات ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جن نبیوں کو ان کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا ان نبیوں کو ناحق قتل کر دیا۔ ان کی اس گستاخی اور ظلم و بربریت کی سزا انہیں دی جائے گی اور دوزخ کی دہکتی آ گ ان کا انجام ہوگا اور ان کی سزا کو دوگنا کرنے کیلئے کہا جائے گا کہ دہکتی آ گ کا مزہ چکھو۔ یہ سزا تم کو اس لئے دی جارہی ہے کہ تم نے اپنے آ گے گناہوں کا جو انبار بھیجا تھا کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کی گستاخی کی اور غنی و بے نیاز رب کو فقیر قرار دیا اور خود کو بے نیاز قرار دیا اور ناحق نبیوں کو قتل کر دیا۔ یاد رکھو کہ اس قدر سخت عذاب دیئے جانے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ اس کا یہ عذاب اس کے انصاف پر مبنی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر احسان اور انصاف تو کرتے ہیں مگر کبھی ظلم نہیں کرتے۔

درس نمبر (۳۳۳)

پیغمبر! آپ غمگین نہ ہوں

آلِ عمران:۱۸۳۔۱۸۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

اَلَّذِيْنَ قَالُوْآ اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَا اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَآءَ كُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِىْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِىْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْا بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے قَالُوْآ کہا اِنَّ اللّٰهَ بلاشبہ اللہ نے عَهِدَ عہد لیا ہے اِلَيْنَا ہم سے اَلَّا نُؤْمِنَ کہ ہم ایمان نہ لائیں لِرَسُوْلٍ کسی رسول پر حَتّٰى یہاں تک کہ يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ وہ ہمارے پاس ایسی قربانی لائے تَاْكُلُهُ کہ کھا جائے اسے النَّارُ آگ قُلْ کہہ دیجئے قَدْ جَآءَ كُمْ تحقیق آئے تمہارے پاس رُسُلٌ کئی رسول مِّنْ قَبْلِىْ مجھ سے پہلے بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل کے ساتھ وَبِالَّذِىْ اور اس کے ساتھ جو قُلْتُمْ تم نے کہا فَلِمَ پھر کیوں قَتَلْتُمُوْهُمْ تم نے انہیں قتل کیا اِنْ كُنْتُمْ اگر ہو تم صٰدِقِيْنَ سچے○ فَاِنْ پھر اگر كَذَّبُوْكَ انہوں نے آپ کو جھٹلایا ہے فَقَدْ تو تحقیق كُذِّبَ جھٹلائے گئے رُسُلٌ کئی رسول مِّنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے جَآءُوْا وہ آئے تھے بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل کے ساتھ وَالزُّبُرِ اور صحیفے وَالْكِتٰبِ اور کتاب الْمُنِيْرِ روشن

ترجمہ: جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں حکم بھیجا کہ جب تک کوئی پیغمبر ہمارے پاس ایسی نیاز لے کر نہ آئے جس کو آگ آ کر کھا جائے تب تک ہم اس پر ایمان نہ لائیں گے، اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ مجھ سے پہلے کئی پیغمبر تمہارے پاس کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے اور وہ معجزہ بھی لائے پھر تم کیوں قتل کرتے ہو اگر تم سچے ہو؟○ پھر اگر یہ لوگ تم کو جھٹلا رہے ہیں تو تم سے پہلے بہت سے پیغمبر کھلی ہوئی نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آ چکے ہیں کہ ان کو بھی جھٹلایا گیا تھا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ یہودیوں نے نبی رحمت ﷺ سے یہ بات کہی کہ اللہ نے ہم کو اس بات کی تاکید کی ہے کہ کسی بھی رسول پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک کہ وہ پیغمبر ہمارے پاس ایسی نیاز لے کر نہ آئے جس کو آگ آ کر کھا جائے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس اعتراض کے جواب میں رسولِ رحمت ﷺ سے کہا کہ آپ ان سے پوچھئے کہ مجھ سے پہلے کئی پیغمبر تمہارے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے اور وہ معجزہ بھی لے کر آئے جس کا تم مطالبہ کر رہے ہو تو بتلاؤ کہ تم نے اس کے باوجود ان نبیوں کو کیوں قتل کیا؟

۳۔ پیغمبرؐ! آپ غمگین نہ ہوں اگر ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ آپ سے پہلے بھی کئی رسولوں کو جھٹلایا جا چکا ہے، حالانکہ وہ پیغمبر بھی ان کے پاس واضح دلائل، صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے تھے۔

اس آیت کو سمجھنے سے پہلے بنیادی طور پر اس حقیقت کو ذہن میں رکھیں کہ پچھلی امتوں میں یہ معمول تھا کہ صدقہ کا مال

کسی میدان یا پہاڑ میں رکھ دیا جاتا تھا۔اس صدقہ کی قبولیت کی علامت یہ تھی کہ آسمان سے ایک آگ آتی اور اس مال کو جلا دیتی تھی۔ یہ اللہ کا اس آخری امت پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس امت کے صدقہ کا مال آسمانی آگ جلا نہیں دیتی بلکہ وہ امت کے غریبوں، فقیروں اور محتاجوں کے کام آجاتا ہے۔ جب رسولِ رحمت ﷺ تشریف لائے تو یہودیوں نے اپنی ہٹ دھرمی، حیلہ بازی اور شرارتوں کا سلسلہ جاری رکھا۔کسی نہ کسی حیلہ سے وہ رسولِ رحمت ﷺ کی نبوت کو جھٹلاتے تھے۔ یہودیوں نے رسولِ رحمت ﷺ سے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ ہم اس وقت تک کسی نبی کی تصدیق نہ کریں جب تک کہ وہ نبی یہ معجزہ بتلا دے کہ اس کے صدقہ کے مال کو آسمان کی آگ جلا نہ دے۔ یہودیوں کا یہ مطالبہ صرف حیلہ بازی کے طور پر تھا، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔اس لئے ان پر یہ سوال داغا گیا کہ مجھ سے پہلے کتنے رسول تمہارے پاس آئے جو واضح نشانیاں لے کر آئے تھے اور تم جو بات کہہ رہے ہو کہ آسمانی آگ ان کے صدقہ کو کھا جائے، یہ معجزہ بھی انہوں نے بتلایا تھا مگر تم نے ان کو بھی جھٹلایا بلکہ ان کو تو تم نے قتل بھی کر دیا۔اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہوتے تو ہرگز ایسا نہ کرتے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ رسولِ رحمت ﷺ کو یہودیوں کی ہٹ دھرمی پر پہنچے صدمہ پر تسلی دے رہے ہیں کہ پیغمبر! دنیا کی تاریخ میں یہ پہلا قصہ نہیں ہے کہ ان یہودیوں نے کسی نبی کو جھٹلایا ہو۔آپ سے پہلے بھی کئی رسولوں کو جھٹلایا گیا اور وہ پیغمبر بھی خالی ہاتھ نہیں آئے تھے بلکہ وہ واضح نشانیاں، صحیفے اور آسمانی روشن کتابیں لے کر آئے تھے۔

درس نمبر (۳۳۴) ## ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے ## آلِ عمران:۱۸۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَما الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: كُلُّ نَفْسٍ ہر نفس ذَآئِقَةُ چکھنے والا ہے الْمَوْتِ موت کو وَإِنَّمَا اور بلاشبہ تُوَفَّوْنَ تم پورے دیئے جاؤ گے أُجُورَكُمْ اپنے اجر يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن فَمَنْ پھر جو زُحْزِحَ دور کر دیا گیا عَنِ النَّارِ آگ سے وَأُدْخِلَ اور داخل کر دیا گیا الْجَنَّةَ جنت میں فَقَدْ فَازَ تو یقیناً وہ کامیاب ہو گیا وَما اور نہیں ہے الْحَيَاةُ الدُّنْيَا دنیا کی زندگانی إِلَّا مگر مَتَاعُ سامان الْغُرُورِ دھوکہ کا

ترجمہ: ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو قیامت کے دن تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا تو جو شخص دوزخ سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچ گیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکہ کا سامان ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔

۲۔ سارے انسانوں کے اعمال کا پورا پورا بدلہ قیامت کے دن ملے گا۔

۳۔جس کو دوزخ سے دور ہٹا دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا حقیقی معنی میں وہی کامیاب ہوگا۔

۴۔جنت کے مقابلہ میں دنیا کی یہ زندگی دھوکہ کا سامان ہے۔

دنیا کے ماہر محقق حضرات نے ہر چیز میں اختلاف کیا مگر ایک چیز ہے جس میں کوئی اختلاف نہ کر سکا، وہ ہے موت۔موت ایک حقیقت ہے، برحق ہے، کسی کو اس سے چھٹکارا نہیں۔امیر غریب، حاکم محکوم، بادشاہ رعایا، طاقتور کمزور، مرد عورت، بچہ بوڑھا ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔زندگی کے سارے مزے چکھنے کے بعد ایک مزہ اور بھی ہر ایک کو چکھنا ہوگا وہ ہے موت کا مزہ۔موت سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔دنیا میں ہزاروں چھوٹے بڑے، معمولی غیر معمولی، عقلمند، دانش سب آئے بھی اور چلے بھی گئے۔اب جو ہیں وہ بھی ایک دن چلے جائیں گے۔ڈیڑھ سو سال سے زائد عمر کا کوئی انسان اس سرزمین پر شاید ہی مل جائے۔وہ سب کہاں چلے گئے؟ وہ سب موت کے منہ میں سما گئے۔اسی حقیقت کو بیان کیا گیا کہ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔سورۂ رحمٰن کی آیت نمبر ۲۶ میں کہا گیا كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں۔

انسان دنیا میں جو بھی عمل کر رہا ہے، یہ نہ سمجھے کہ یہ سارے عمل ضائع ہو جائیں گے۔قادر مطلق رب ذوالجلال کا وعدہ ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ نیکوکاروں کے اجر کو اللہ ضائع نہیں کریں گے۔ہر ایک کو قیامت کے دن پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ہماری نمازوں کا بدلہ، ہمارے روزوں کا بدلہ، ہمارے حج اور عمرہ کا بدلہ، ہمارے صدقہ و خیرات کا بدلہ، ہماری تلاوت اور ذکر و اذکار کا بدلہ، ہمارے حسنِ سلوک اور اخلاقِ حسنہ کا بدلہ، ہماری خدمت اور لوگوں کے ساتھ احسان و ایثار کا بدلہ پورا پورا قیامت کے دن دیا جائے گا۔

اصل کامیابی کیا ہے؟ ہر شخص اپنی سمجھ اور عقل کے اعتبار سے کامیابی کی مہر لگا لیتا ہے۔تاجر اپنی تجارت میں نفع کو کامیابی سمجھتا ہے۔سیاستدان اپنی کرسی کی بقاء کو کامیابی سمجھتا ہے، سائنسدان اپنی ریسرچ کے نتیجہ کو کامیابی سمجھتا ہے، طالب علم اپنے وقتی امتحان میں کامیابی کو کامیابی سمجھتا ہے۔حقیقی، دائمی اور ابدی اصل کامیابی وہ ہے جس کو اس آیت میں بیان کیا گیا کہ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ جس شخص کو قیامت کے دن دوزخ سے ہٹا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا، بس وہ کامیاب ہو گیا۔اگر ہم اس کامیابی کو اپنی زندگی کا ہدف اور نشانہ بنا لیں تو پھر مرنے کے بعد غم والم اور خوف و مایوسی سے نجات مل جائے گی۔

دنیا کی یہ زندگی دھوکہ کا سامان ہے۔اس دنیا سے کتنے ایسے بادشاہ گزر گئے جن کی دولت اور شان و شوکت کا ایک زمانہ میں طوطی بولتا تھا، کتنے ارب پتی اور کھرب پتی دنیا سے گزر گئے، آج ان کا نام و نشان باقی نہیں ہے۔کتنے بڑے بڑے لوگ آئے بھی اور چلے بھی گئے؟ یہ دنیا صرف ایک دھوکہ ہے۔جنت کی ابدی، دائمی اور حقیقی نعمتوں کے سامنے دنیا کی یہ ساری چیزیں دھوکہ کے سوا کچھ بھی نہیں۔

درس نمبر (۳۳۵)

صبر اور تقویٰ کا حسنِ انجام

آلِ عمران:۱۸۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَتُبْلَوُنَّ فِيْ أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا أَذًى كَثِيْراً وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوْا فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَتُبْلَوُنَّ البتہ ضرور تم آزمائے جاؤ گے فِيْ أَمْوَالِكُمْ اپنے مالوں میں وَأَنْفُسِكُمْ اور اپنی جانوں (میں) وَلَتَسْمَعُنَّ اور بالیقین ضرور تم سنو گے مِنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں سے جو أُوتُوا دیئے گئے الْكِتَابَ کتاب مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے وَمِنَ الَّذِيْنَ اور ان لوگوں سے جنہوں نے أَشْرَكُوْا شرک کیا أَذًى ایذا (کی باتیں) كَثِيْراً بہت سی وَإِنْ اور اگر تَصْبِرُوا تم صبر کرو وَتَتَّقُوْا اور تقویٰ اختیار کرو فَإِنَّ تو بلاشبہ ذٰلِكَ یہ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ ہمت کے کاموں میں سے ہیں

ترجمہ: اے اہلِ ایمان! تمہارے مال و جان میں تمہاری آزمائش ضرور کی جائے گی اور تم اہلِ کتاب سے اور ان لوگوں سے جو مشرک ہیں بہت سی ایذا کی باتیں سنو گے تو اگر صبر اور پرہیزگاری کرتے رہو گے تو یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ مسلمانو! تمہاری جانوں اور مالوں کے معاملہ میں تمہیں ضرور آزمایا جائے گا۔

۲۔ اہلِ کتاب اور مشرکین دونوں سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے۔

۳۔ اگر تم نے صبر اور تقویٰ ان دو صفتوں کو اختیار کر لیا تو یقیناً یہی کام بڑی ہمت کے ہیں۔

یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے۔ مختلف شکلوں میں ہماری آزمائش ہوسکتی ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۵۵ میں یہ حقیقت مزید وضاحت کے ساتھ بتلائی گئی ہے کہ ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے۔ کبھی خوف سے اور کبھی بھوک سے اور کبھی مال و جان اور پھلوں میں کمی کر کے اور جو لوگ ان حالات میں صبر سے کام لیں گے ان کے لئے خوشخبری ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لَتُبْلَوُنَّ فِيْ أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ تمہاری جانوں اور تمہارے مالوں کے معاملہ میں تمہیں آزمایا جائے گا۔ اب تک تمہاری جو آزمائش ہوئی وہی آخری آزمائش نہیں ہے۔ جنگ کا ماحول تمہارے سامنے آیا، تمہاری آزمائش کی گئی، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے تقاضے تمہارے سامنے آئے، تمہاری آزمائش کی گئی۔ مستقبل میں بھی تمہاری آزمائش ضرور ہوگی۔ یہ آزمائش دو پہلوؤں سے ہوگی۔ آدمی کو مال اور جان دو چیزوں سے پیار ہوتا ہے۔ اس سے محبت ہوتی ہے۔ تمہارا امتحان ان دونوں پہلوؤں سے ہوگا کہ تم مالوں کے معاملہ میں بھی آزمائے جاؤ گے اور جانوں کے معاملہ میں بھی آزمائے جاؤ گے۔

ایک طرف یہود و نصاریٰ اور دوسری طرف یہ مشرکین تمہیں ایذا پہنچاتے رہیں گے اور تم مستقبل میں ان دونوں قسم کے

لوگوں سے ایسی باتیں سنو گے جن سے تمہیں دکھ پہنچے گا۔ یہ دشمن اپنی ناپاک سازشوں اور حرکتوں سے باز نہیں آئیں گے۔ تمہیں ان کی ایذاؤں، تکلیفوں اور ان کی بدزبانیوں سے خوف و گھبراہٹ کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔ آیت کے اس حصہ میں دنیا جہاں کے سارے ہی مسلمانوں کو قیامت تک کے لئے یہ سبق دیا گیا ہے کہ دین پر قائم رہنے کے دوران مختلف قسم کی آزمائشیں ہوسکتی ہیں۔ اپنے ایمان کی مضبوطی اور دین کی بقاء کے لئے تمہیں اس کڑوی حقیقت کو تسلیم کرنا ہوگا کہ ناموافق حالات تمہاری زندگی میں آتے رہیں گے۔ دشمنوں کی طرف سے موقع بموقع ایسی ایسی باتیں آتی رہیں گی جن سے تمہیں ضرور تکلیف ہوگی۔ تمہیں پہلے ہی سے ان تکلیف دہ باتوں کو برداشت کرنے کیلئے ذہنی طور پر تیار رہنا ہوگا۔

بھارت کے مسلمانوں کو بھی اس ملک کے ظالم فرقہ پرستوں کی طرف سے ایذاء دینے والی باتیں سننا پڑ رہا ہے۔ یہ ایک آزمائش ہے جس سے ہم سب کو گزرنا ہے۔ ایسے موقع پر صبر اور تقویٰ کا دامن جو تھام لیتے ہیں وہی کامیاب و بامراد رہتے ہیں۔ بلکہ مصیبتوں اور تکلیفوں کا سامنا کرنے کیلئے بہترین فارمولہ یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی میں ان دو چیزوں کو لازم پکڑ لیں۔ ایک تو یہ کہ ان مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کرنے کے عادی بن جائیں اور دوسرے یہ کہ پرہیزگاری اختیار کرلیں، یقیناً یہ ہمت کے کاموں میں سے ہیں۔ جس مومن کے دل میں تقویٰ اور اس کی زندگی میں صبر وتحمل کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے وہ ایک کامیاب مومن اور بندۂ خدا بن جائے گا۔

اگر بھارتی مسلمان اس وقت تقویٰ اور صبر ان دوصفتوں کو اختیار کرلیں تو ان دشمنوں کی سازشوں سے کوئی نقصان ہم مسلمانوں کو نہیں ہوگا۔ سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۲۰ میں یہی حقیقت بتلائی گئی وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئاً اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان کی چال تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گی۔

درس نمبر (۳۳۶) **عہد کی خلاف ورزی** آلِ عمران: ۱۸۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَناً قَلِيْلاً فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذْ اور جب أَخَذَ اللّٰهُ لیا اللہ نے مِيْثَاقَ عہد الَّذِيْنَ ان لوگوں سے جو أُوتُوا دیئے گئے الْكِتَابَ کتاب لَتُبَيِّنُنَّهُ البتہ ضرور تم بیان کروگے اسے لِلنَّاسِ لوگوں کیلئے وَلَا اور نہ تَكْتُمُونَهُ تم اسے چھپاؤگے فَنَبَذُوهُ پھر بھی پھینک دیا انہوں نے اسے وَرَاءَ پیچھے ظُهُوْرِهِمْ اپنی پیٹھوں کے وَاشْتَرَوْا اورخرید لیا بِهِ اس کے بدلے ثَمَناً مول قَلِيْلاً تھوڑا سا فَبِئْسَ چنانچہ بُرا ہے (وہ) مَا جو يَشْتَرُوْنَ وہ خریدتے ہیں

ترجمہ: اور جب اللہ نے ان لوگوں سے جن کو کتاب عنایت کی گئی تھی اقرار لیا کہ اس میں جو کچھ لکھا ہے اسے لوگوں سے صاف صاف بیان کرتے رہنا اور اس کی کسی بات کو نہ چھپانا تو انہوں نے اس کو پس پشت پھینک دیا اور اس کے بدلے

تھوڑی سی قیمت حاصل کی۔ یہ جو کچھ حاصل کرتے ہیں بُرا ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ آسمانی کتاب کو لوگوں کے سامنے کھول کھول کر بیان کریں گے اور اس کو نہیں چھپائیں گے۔

۲۔ اہل کتاب نے اپنے عہد کی خلاف ورزی کی اور اس کے بدلے میں تھوڑی سی قیمت حاصل کر لی۔

۳۔ کتنی بُری ہے وہ چیز جو یہ مول رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کو آسمانی کتاب عطا فرمائی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ یہودیوں کو آسمانی کتاب تورات دی گئی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ نصاریٰ کو آسمانی کتاب انجیل دی گئی تھی اور یہود و نصاریٰ کے علماء سے اللہ تعالیٰ نے یہ عہد لیا تھا کہ جو کتاب ان کی ہدایت کے لئے دی گئی ہے اس کے احکامات کو لوگوں کے سامنے بیان کر دیں اور کسی بھی حکم کو نہ چھپائیں۔ مگر حقیر دنیا حاصل کرنے کے لئے اس آسمانی کتاب کے مضامین کو ان علماء نے چھپایا اور حق بات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا اور اپنی عوام کی مرضی کے مطابق تحریف کی اور اس کے معاوضہ میں ان سے دنیا کی حقیر دولت حاصل کی، گویا بڑے نقصان کا سودا کیا کہ دنیا کے عارضی اور فانی فائدہ کے لئے ابدی، دائمی اور باقی رہنے والی آخرت کا نقصان حاصل کرلیا اور تھوڑی سی حقیر دنیا کی خاطر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی مول لی۔ یقیناً یہود و نصاریٰ کے علماء نے جو سودا کیا وہ بہت ہی بُرا سودا کیا۔

اس آیت کی روشنی میں ہمارے لئے یہ سبق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت و رہنمائی کیلئے رسولِ رحمت ﷺ کے ذریعہ جو آسمانی کتاب دی ہے، ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اس کتاب کے پیغام کو دنیا کے سارے انسانوں تک پہنچائیں اور یہ کتاب چُھپانے کے لئے نہیں اُتاری گئی ہے۔ یہ کتاب سینہ بہ سینہ قیامت تک کے انسانوں تک پہنچانے کیلئے اتاری گئی ہے۔ یہ کتابِ ہدایت ہے۔ اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کو پڑھا جائے' اس کو سمجھا جائے' اس پر عمل کیا جائے اور اس کو لوگوں تک پہنچایا جائے۔

درس نمبر (۳۳۷) ## آسمانوں اور زمین کی سلطنت آلِ عمران: ۱۸۸۔۱۸۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوا وَّيُحِبُّونَ أَنْ يُّحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلاَ تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ O وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللّٰهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لاَ تَحْسَبَنَّ آپ ہرگز گمان نہ کریں الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو يَفْرَحُونَ خوش ہوتے ہیں بِمَا اس کے ساتھ جو أَتَوا انہوں نے (کرتوت) کئے وَّيُحِبُّونَ اور وہ پسند کرتے ہیں أَنْ یہ کہ يُحْمَدُوا وہ تعریف کیے جائیں بِمَا اس کے ساتھ جو لَمْ نہیں يَفْعَلُوا کیا انہوں نے فَلاَ تَحْسَبَنَّهُمْ پھر ہرگز نہ سمجھیں آپ ان کیلئے بِمَفَازَةٍ نجات پا جانا مِّنَ الْعَذَابِ عذاب سے وَلَهُمْ اور ان کے لئے ہے عَذَابٌ عذاب أَلِيْمٌ دردناک O

وَلِلّٰہِ اوراللہ ہی کے لئے ہے مُلْکُ بادشاہی السَّمَاوَاتِ آسمانوں وَالْأَرْضِ اورزمین کی وَاللّٰہُ اوراللہ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ ہرچیز پر قَدِیْرٌ خوب قادر ہے

ترجمہ: جولوگ اپنے کئے ہوئے کاموں سے خوش ہوتے ہیں اوروہ کام جوکرتے نہیں ان کیلئے چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے ان کی نسبت خیال نہ کرنا کہ وہ عذاب سے چھٹکارا پائیں گے اورانہیں دردناک عذاب ہوگاO اورآسمانوں اورزمین کی بادشاہی اللہ ہی کو ہے اوراللہ ہرچیز پرقادر ہے۔

تشریح: ان دوآیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔جولوگ اپنے کئے پرخوش ہیں اوروہ چاہتے ہیں کہ ان کے نہ کئے ہوئے کاموں پرتعریف بھی کی جائے۔

۲۔یہ مت سمجھو کہ یہ عذاب سے بچنے میں کامیاب ہوں گے،ان کے لئے دردناک سزا ہے۔

۳۔آسمانوں اورزمین کی سلطنت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

۴۔اللہ تعالیٰ ہرچیز پرمکمل قدرت رکھتے ہیں۔

اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں مفسرین نے دوباتیں نقل کی ہیں۔ایک یہ کہ رسولِ رحمت ﷺ نے یہودیوں سے ایک بات پوچھی کہ کیا یہ بات تورات میں ہے؟ یہودیوں نے وہ بات چھپائی اور جوبات تورات میں تھی اس کے خلاف بات بیان کردی۔اس پرتبصرے بھی کرنے لگے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کوخوب دھوکہ دیا۔یہودیوں کی اس شرارت پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جولوگ اپنے کئے پرخوش ہیں اورنہ کئے ہوئے کاموں پرتعریف کئے جانے کی خواہش بھی رکھتے ہیں۔وہ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ اللہ کےعذاب سے بچ جائیں گے۔

دوسری بات مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ یہودی منافقوں کاایک طرزِعمل یہ بھی تھا کہ جب کسی جہاد کاوقت آتا تو بہانے بناکرگھرمیں بیٹھ جاتے تھےاور جہاد کی تکلیف ومشقت سے بچنے پرتنہائیوں میں خوشیاں مناتے تھےاور جب رسولِ رحمت ﷺ جہاد سے واپس تشریف لاتے توآپ ﷺ کے سامنے جھوٹی قسمیں کھاکھاکرعذر ومعذرت کرلیتے تھےاوریہ خواہش ان کی ہوتی تھی کہ ان کے اس عمل کی تعریف بھی کی جائے۔منافقوں کی اس ذلیل حرکت پریہ آیت نازل ہوئی اوران کےحق میں یہ خوشخبری دی گئی کہ انہیں دردناک عذاب دیاجائے گا۔

وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ کےذریعہ سارےہی انسانوں کوجھنجوڑا گیاہےاورغفلت سے بیدار کیاگیاہے کہ یہ دنیادھوکہ کاسامان ہے۔حقیر دنیاہی کوسب کچھ مت سمجھ بیٹھواوروقتی طورپراگرتمہیں بہت ساری دنیوی دولت مل جائے توغرور وتکبر مت کرواورکسی فاسق وفاجر کے پاس زیادہ مال اوردولت ہوتواس کی طرف نظریں مت اٹھاؤ۔یہ بات یادرکھوکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے۔آسمانوں اورزمین کی ساری سلطنت اللہ ہی کی ہےاور یہ بات بھی یادرکھوکہ اللہ تعالیٰ ہرچیز پرقادر ہے۔اگراللہ چاہےتووہ نعمتیں جودشمنوں کے پاس ہیں اس سے زیادہ نعمتیں وہ تمہیں بھی دے گا۔اللہ تعالیٰ توہرچیز پرقدرت رکھتے ہیں۔

درس نمبر (۳۳۸)

عقلمند کون ہیں؟

آلِ عمران: ۱۹۰۔۱۹۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلاَفِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لآيَاتٍ لِّأُوْلِيْ الأَلْبَابِ O الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَاماً وَّقُعُوداً وَّعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذا بَاطِلاً سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ بیشک فِيْ خَلْقِ پیدائش میں السَّمَاوَاتِ آسمانوں وَالْأَرْضِ اورزمین کی وَاخْتِلاَفِ اور بدل بدل کرآنے جانے میں اللَّيْلِ رات وَالنَّهَارِ اوردن کے لآيَاتٍ البتہ نشانیاں ہیں لِّأُوْلِيْ الأَلْبَابِ عقل مندوں کے لئے O الَّذِيْنَ وہ لوگ جو يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ یادکرتے ہیں اللہ کو قِيَاماً کھڑے وَقُعُوداً اور بیٹھے وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ اور اپنے پہلوؤں پر وَيَتَفَكَّرُوْنَ اورغورکرتے ہیں فِيْ خَلْقِ پیدائش میں السَّمَاوَاتِ آسمانوں کی وَالأَرْضِ اورزمین کی رَبَّنَا (اورکہتے ہیں) اے ہمارے رب! مَا نہیں خَلَقْتَ تونے پیدا کیا هَذا یہ بَاطِلاً بےفائدہ سُبْحَانَكَ توپاک ہے فَقِنَا چنانچہ تو ہمیں بچا عَذَابَ النَّارِ آگ کے عذاب سے

ترجمہ: بیشک آسمانوں اورزمین کی پیدائش اوررات اوردن کے بدل بدل کرآنے جانے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیںO جوکھڑے اوربیٹھے اورلیٹے ہرحال میں اللہ کویادکرتے اورآسمان اورزمین کی پیدائش میں غورکرتے ہیں اورکہتے ہیں کہ اے پروردگار! تونے اس کائنات کوبےفائدہ نہیں پیدا کیا۔توپاک ہے۔تو قیامت کے دن ہمیں دوزخ کےعذاب سے بچا۔

تشریح: ان دوآیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔آسمانوں اورزمین کی پیدائش اوردن اوررات کی تبدیلی میں عقلمندوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔

۲۔عقلمندوہ ہیں جواٹھتے بیٹھتے اورلیٹتے ہرحال میں اللہ کویادکرتے ہیں اورآسمانوں اورزمین کی تخلیق پرغوروفکرکرتے ہیں۔

۳۔یہ عقلمندغوروفکرکے بعدیہ بول اٹھتے ہیں کہ اے ہمارے رب! آپ نے یہ سب کچھ بے مقصد پیدانہیں کیا۔آپ ہمیں دوزخ کےعذاب سے بچالیجئے۔

حقیقت یہ ہے کہ آدمی کوئی معمولی سی وہ چیز جوعجیب وغریب ہوتی ہے،اس کی جانب تعجب سے دیکھنے لگتا ہے،ٹکنالوجی کےاس دورمیں نت نئی چیزیں ہمارے سامنےآتی ہیں اورہم ان ساری چیزوں کوتعجب سے دیکھتے ہیں،لیکن چونکہ یہ بلندآسمان جوکسی بھی ستون پرکھڑاہوانہیں ہےاوریہ وسیع وعریض زمین جوپھیلی ہوئی ہےجس کوانسان اپنی پیدائش ہی سے دیکھ رہاہے،اس لئے اتنے بڑےآسمان کے بغیرستون کے قائم رہنے پرکوئی تعجب نہیں کرتا اوریہ دن کارات میں بدل جانا اوریہ رات کادن میں بدل جانا یہ حقیقت میں حیرتناک بات ہے۔منٹوں میں ساراملک اندھیراہوجائے اورمنٹوں میں ساراملک روشن ہوجائے۔یہ سورج کاطلوع اورغروب اورچاندکی یہ منزلیں اوراس کی چاندنی اگرانسان غورکرےاوراپنی عقل کااستعمال کرےتوان ساری ہی

چیزوں میں قدرت کی عظیم نشانیاں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت بتلائی کہ عقلمندوں کے لئے زمین اور آسمان کی پیدائش اور رات اور دن کی تبدیلی میں بڑی نشانیاں ہیں۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۴ میں بھی آسمان وزمین کی تخلیق اور رات اور دن کی تبدیلی کا ذکر یوں موجود ہے إِنَّ فِيُ خَلُقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرُضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيُلِ وَالنَّهَارِ قدرت کی ان نشانیوں کو دیکھ کر خالق کائنات کی تسبیح وتعریف کرنا چاہئے جیسا کہ سورۂ انعام کی آیت نمبر ا میں ہے اَلُحَمُدُ لِلّٰهِ الَّذِیُ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرُضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور روشنی کو بنایا۔

اس حقیقت کو بتلانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے عقلمندوں کی چند علامتیں بتلائیں کہ عقلمند حقیقت میں کون ہیں؟

حقیقت میں عقلمند تو وہ ہیں جو زمین اور آسمان کو دیکھ کر اس کے حقیقی خالق ومالک کو یاد کرنے لگتے ہیں اور ان کی یادیں یوں ہی رسمی نہیں ہوتی کہ کبھی یاد کرلیا اور کبھی بھول گئے بلکہ ان عقلمندوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، لیٹتے، کھاتے، پیتے، غرض ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور وہ کروٹ بھی بدلتے ہیں تو اپنے حقیقی رب کی انہیں یاد آجاتی ہے اور ان کی زبانوں سے اللہ اللہ کے پیارے کلمات نکلنے لگتے ہیں اور ان کا ذکر صرف زبانی حد تک نہیں ہوتا بلکہ ان کے ذکر میں ان کا دل ودماغ بھی شامل رہتا ہے اور وہ اس سوچ میں ڈوبے رہتے ہیں اور اس تدبر وتفکر میں غوطہ لگاتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت وطاقت سے اس زمین وآسمان کو پیدا کیا اور بالآخر اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ کائنات کی کوئی بھی چیز بے کار پیدا نہیں کی گئی، ہر چیز کی تخلیق میں فائدے اور حکمتیں ہیں۔ پھر وہ اللہ کی تعریف کرتے ہیں کہ اے اللہ! آپ پاک ہیں آپ اپنے فضل سے ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا دیجئے۔

درس نمبر (۳۳۹) | آلِ عمران: ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴

ظالموں کا کوئی مددگار نہیں

أَعُوُذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيُطَانِ الرَّجِيُمِ . بِسُمِ اللّٰهِ الرَّحُمٰنِ الرَّحِيُمِ

رَبَّنَا إِنَّکَ مَنُ تُدُخِلِ النَّارَ فَقَدُ أَخُزَيُتَهُ وَمَا لِلظَّالِمِيُنَ مِنُ أَنُصَارٍ O رَّبَّنَا إِنَّنَا سَمِعُنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيُ لِلإِيُمَانِ أَنُ آمِنُوا بِرَبِّكُمُ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغُفِرُ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرُ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الأَبُرَارِ O رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدتَّنَا عَلَى رُسُلِکَ وَلاَ تُخُزِنَا يَوُمَ الُقِيَامَةِ إِنَّکَ لاَ تُخُلِفُ الُمِيُعَادَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: رَبَّنَا اے ہمارے رب! إِنَّکَ بلاشبہ تو مَن جس کو تُدُخِلِ داخل کرے گا النَّارَ آگ میں فَقَدُ تو یقیناً أَخُزَيُتَهُ تو نے اسے رسوا کردیا وَمَا اور نہیں لِلظَّالِمِيُنَ ظالموں کے لئے مِنُ أَنُصَارٍ کوئی مددگار O رَّبَّنَا اے ہمارے رب! إِنَّنَا بلاشبہ ہم نے سَمِعُنَا سنا مُنَادِيًا ایک منادی کو يُنَادِيُ وہ پکارتا ہے لِلإِيُمَانِ ایمان کی طرف أَنُ یہ کہ آمِنُوا تم ایمان لاؤ بِرَبِّكُمُ اپنے رب کے ساتھ فَآمَنَّا چنانچہ ہم ایمان لائے رَبَّنَا اے ہمارے رب! فَاغُفِرُ لہٰذا تو بخش دے لَنَا ہمارے لئے ذُنُوبَنَا ہمارے گناہ وَكَفِّرُ اور دور کردے عَنَّا ہم سے سَيِّئَاتِنَا ہماری برائیاں وَتَوَفَّنَا

اورہمیں فوت کر مَعَ ساتھ الأَبْرَارِ نیک لوگوں کے O رَبَّنَا اے ہمارے رب وَآتِنَا اورتو ہمیں دے مَا وہ جس کا وَعَدتَّنَا تو نے ہم سے وعدہ کیا عَلَى رُسُلِكَ اپنے رسولوں کی وَلاَ اورنہ تُخْزِنَا رسوا کرنا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن إِنَّكَ بلاشبہ تو لاَ نہیں تُخْلِفُ خلاف ورزی کرتا الْمِيعَادَ وعدے کی

ترجمہ: اے پروردگار! جس کو تو نے دوزخ میں ڈالا، اسے رسوا کیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگاO اے پروردگار! ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ ایمان کے لئے پکار رہا تھا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے۔ اے پروردگار! ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیوں کو ہم سے دور کردے اور ہم کو دنیا سے نیک بندوں کے ساتھ اٹھاO اے پروردگار! تو نے جن جن چیزوں کی ہم سے اپنے پیغمبروں کے واسطے سے وعدے کئے ہیں وہ ہمیں عطا فرما اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کیجئے کچھ شک نہیں کہ تو خلافِ وعدہ نہیں کرے گا۔

تشریح: ان تین آیتوں میں عقلمند بندوں کی جانب سے بارگاہِ رب العزت میں کی گئی پانچ دعائیں مذکور ہیں۔

ا۔اے ہمارے رب! جس کو آپ نے دوزخ میں داخل کردیا، اسے آپ نے یقیناً رسوا کردیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔

۲۔اے ہمارے رب! ہم نے ایک پکارنے والے کی یہ پکار سنی کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ چنانچہ ہم ایمان لے آئے۔

۳۔اے ہمارے رب! ہماری خاطر ہمارے گناہ بخش دیجئے۔ ہماری برائیوں کو ہم سے مٹا دیجئے اور ہمیں نیک لوگوں میں شامل فرما کر اپنے پاس بلایئے۔

۴۔اے ہمارے رب! ہمیں وہ سب کچھ عطا فرمایئے جس کا وعدہ آپ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ ہم سے کیا ہے۔

۵۔ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ فرمایئے، بیشک آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔

عقلمندوں کی ان قیمتی دعاؤں کو ذہن میں رکھئے اور خود بھی یہ دعائیں اپنے رب سے مانگتے رہئے تاکہ اللہ تعالیٰ ہمارا شمار بھی عقلمندوں میں کردے۔

بندہ غور وفکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اے اللہ! دنیا کی یہ عارضی زندگی کی رسوائی اصل رسوائی نہیں ہے۔ اصل رسوائی تو یہ ہے کہ جس کے حق میں یہ فیصلہ ہو جائے کہ وہ دوزخی ہے رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ اے ہمارے رب! آپ نے جس کو دوزخ میں ڈال دیا تو واقعی آپ نے اس کو رسوا کردیا اور یہ حقیقت ہے کہ ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں جنہوں نے شرک جیسا بھاری ظلم کیا اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔

یہ عقلمند اپنے پروردگار سے مناجات کرتے ہوئے یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نے رسولِ رحمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بحیثیت منادی وداعی یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے لوگو! تم اپنے پروردگار پر ایمان لے آؤ، بس اے اللہ ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب! ہماری آپ سے یہی گزارش ہے کہ آپ ہمارے گناہوں کو معاف کردیجئے اور ہمارے گناہوں اور برائیوں کو ہمارے نامۂ اعمال سے مٹا دیجئے اور جب دنیا سے رختِ سفر باندھنے کا وقت آئے تو گناہگاروں کے ساتھ نہیں نیکوکاروں کے ساتھ

ہمیں اپنے ہاں بلا لیجئے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں جو دو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ذُنُوبَ اور سَیِّـئَـاتِ ۔ ذَنبٌ کی جمع ذُنُوبَ اور سَیِّئَۃٌ کی جمع سَیِّئَاتِ ہے۔ اس میں ذُنُوبَ سے کبیرہ گناہ اور سَیِّئَاتِ سے صغیرہ گناہ مراد ہیں۔ عقلمند بندے اللہ تعالیٰ سے ہر قسم کے گناہوں کی معافی مانگ رہے ہیں۔ پھر یہ عقلمند اپنے رب سے یوں کہتے ہیں کہ اے اللہ! ہماری آپ سے یہ عاجزانہ درخواست ہے کہ ہمارے اعمال میں جو کمی اور کوتاہی ہوئی ہے اس سے درگزر فرما کر ہمیں وہی پورا ثواب عطا کیجئے جس کا آپ نے رسولوں سے زبانی وعدہ فرمایا ہے۔ بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ مَـا وَعَـدتَّـنَا سے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد فرمانے کی درخواست ہے۔ اے اللہ! آخرت کی رسوائی سے ہمیں بچا دیجئے۔ آپ کی شان یہ ہے کہ جب آپ کوئی وعدہ فرماتے ہیں تو اس وعدہ کو برابر پورا کرتے ہیں۔ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی آپ کی شان کے خلاف ہے۔

درس نمبر (۳۴۰) | آلِ عمران: ۱۹۵

گناہوں کا کفارہ اور جنت کا داخلہ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَـاسۡتَـجَـابَ لَهُمۡ رَبُّهُمۡ أَنِّیۡ لاَ أُضِيۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡكُم مِّنۡ ذَكَرٍ أَوۡ أُنثَى بَعۡضُكُم مِّن بَعۡضٍ فَالَّذِيۡنَ هَاجَرُواۡ وَأُخۡرِجُواۡ مِنۡ دِيَارِهِمۡ وَأُوذُواۡ فِیۡ سَبِيۡلِیۡ وَقَاتَلُواۡ وَقُتِلُواۡ لأُكَفِّرَنَّ عَنۡهُمۡ سَيِّئَاتِهِمۡ وَلأُدۡخِلَنَّهُمۡ جَنَّاتٍ تَجۡرِیۡ مِن تَحۡتِهَا الأَنۡهَارُ ثَوَاباً مِّنۡ عِنۡدِ اللّهِ وَاللّهُ عِنۡدَهُ حُسۡنُ الثَّوَابِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَـاسۡتَجَـابَ تو قبول کی (دعا) لَهُمۡ ان کی رَبُّهُمۡ ان کے رب نے أَنِّیۡ یہ کہ میں لاَ نہیں أُضِيۡعُ ضائع کروں گا عَمَلَ عمل عَامِلٍ کسی عمل کرنے والے کا مِّنۡكُم تم میں سے مِّن ذَكَرٍ مرد (ہو) أَوۡ یا أُنثَى عورت بَعۡضُكُم بعض تمہارا مِّن بَعۡضٍ بعض سے ہے (یعنی تم ایک ہی ہو) فَالَّذِيۡنَ چنانچہ وہ لوگ جنہوں نے هَاجَرُواۡ ہجرت کی وَأُخۡرِجُواۡ وہ نکال دیئے گئے مِـن دِيَارِهِمۡ اپنے گھروں سے وَأُوذُواۡ اور تکلیف دیئے گئے فِـیۡ سَبِيۡلِیۡ میرے راستے میں وَقَـاتَـلُواۡ اور وہ لڑے وَقُتِلُواۡ اور قتل کردیئے گئے لأُكَـفِّـرَنَّ تو میں ضرور دور کردوں گا عَـنۡهُمۡ ان سے سَيِّـئَاتِهِمۡ ان کی برائیاں وَلأُدۡخِلَنَّهُمۡ اور یقیناً میں انہیں داخل کروں گا جَنَّاتٍ ایسے باغوں میں تَجۡرِیۡ (کہ) چلتی ہیں مِـنۡ تَحۡتِهَا ان کے نیچے الأَنۡهَارُ نہریں ثَوَاباً بطور ثواب کے مِّـنۡ عِـنۡدِ اللّهِ اللہ کی طرف سے وَالـلّهُ اور اللہ عِندَهٗ اسی کے پاس حُسۡنُ اچھا الثَّوَابِ ثواب

ترجمہ: تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کرلی اور فرمایا کہ میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو مرد ہو یا عورت ضائع نہیں کرتا۔ تم ایک دوسرے کے ہم جنس ہو تو جو لوگ میرے لئے وطن چھوڑ گئے اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور لڑے اور قتل کئے گئے میں ان کے گناہ دور کردوں گا اور ان کو بہشتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہ اللہ کے ہاں سے بدلہ ہے اور اللہ کے ہاں اچھا بدلہ ہے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔عقلمند مسلمان بندوں کودعاؤں کی قبولیت کی بشارت دی گئی کہ ان کے رب نے ان کی دعاؤں کوقبول کرلیا ہے۔

۲۔اللہ تعالیٰ نے ان مسلمان بندوں سے یہ وعدہ کیا ہے کہ میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع نہیں کروں گا چاہے مرد ہو یا عورت

۳۔تم سب مسلمانو! آپس میں ایک جیسے ہو۔

۴۔ہجرت اور جہاد کرنے والوں اور شہید ہونے والوں کواس بات کی بشارت دی گئی کہ ان سب کی برائیوں کوضرور مٹادیا جائے گا اور ایسے باغات میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں ہوں گی۔

۵۔یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے بطور انعام ہوگا اور اللہ ہی کے پاس بہترین انعام ہے۔

پچھلی تین آیتوں میں وہ دعائیں تھیں جو اللہ کے بندوں نے اللہ تعالیٰ سے کیں۔اس آیت میں یہ بشارت دی گئی ہے کہ اللہ نے ان دعاؤں کوقبول کرلیا ہے۔اس بشارت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ بھی فرمایا کہ مرد ہو یا عورت جو کوئی نیک عمل کرے گا میں اس کے عمل کوضائع نہیں کروں گا۔سورۂ نساء کی آیت نمبر۱۲۴ بھی اس کی تائید کرتی ہے وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتَ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُوْلَـٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلا يُظْلَمُونَ نَقِيْراً اور جونیکی کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہے تو یہی لوگ ہیں جو جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرا بھی حق تلفی نہ ہوگی۔سورۂ نحل کی آیت نمبر۹۷ میں بھی مرد اور عورت دونوں کے نیک اعمال کا صلہ برابر قرار دیا گیامَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً جو کوئی نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان پر ہے تو ہم اس کوایک پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے۔

اعمال کی مقبولیت میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ایسا نہیں ہے کہ مرد کے عمل کوقبول کیا جائے گا اور عورت کے عمل کوقبول نہیں کیا جائے گا۔اللہ تعالیٰ کے ہاں انصاف واحسان کا معاملہ ہوتا ہے۔وہ ہر ایک کے عمل کوقبول کرلیتا ہے،جیسا کہ ان دو آیتوں سے بھی معلوم ہوا۔بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ کے ذریعہ اس کی وضاحت کردی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں مرد عورتوں کی طرح ہیں اور عورتیں مردوں کی طرح ہیں، جو بھی فرمانبردار ہوگا اپنا اجر وثواب برابر پائے گا۔یہ جملہ ایسے ہی ہے جیسے کہ سورۂ توبہ کی آیت نمبر۷۱ میں کہا گیا کہ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہیں۔جولوگ دینِ اسلام کی محبت میں اور اللہ کی رضامندی کی خاطر وطنِ عزیز چھوڑ دیتے ہیں اور وہ لوگ جنہیں ان کے شہروں سے محض دینِ حق کواختیار کرنے کی وجہ سے نکال دیا گیا اور جنہیں اللہ کی راہ میں تکلیفیں اور اذیتیں دی گئیں اور جنہوں نے دینِ اسلام کی سربلندی کیلئے اللہ کی راہ میں قتال کیا اور دشمنوں سے مقابلہ کیا اور جو سعادتمند خوش نصیب اللہ کی راہ میں شہید ہوگئے۔یہ وہ قابلِ صد تحسین افراد ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی محنتوں اور مجاہدات کے بدلہ میں ان کے سارے سَيِّـئَـاتِ کومٹادے گا اور ان کے نامۂ اعمال کو گناہوں کے داغ دھبوں سے پاک کردے گا اور انہیں ایسی جنت میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔یہ اجر وثواب زمین وآسمان کے خالق ومالک کی طرف سے بطورِ اعزاز وانعام دیا جارہا ہے اور اللہ ہی ہے جس کے پاس بہتر سے بہتر انعام واعزاز ملتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے برابر یا اس سے بڑھ کرکوئی بھی اس قسم کا اعزاز وانعام دے نہیں سکتا۔

درس نمبر (۳۴۱)

چند دن کی خوشحالی ایک دھوکہ

آلِ عمران: ۱۹۶۔۱۹۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ O مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَا نہ يَغُرَّنَّكَ آپ کو دھوکے میں ڈالے تَقَلُّبُ چلنا پھرنا الَّذِيْنَ ان لوگوں کا جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا فِي الْبِلَادِ شہروں میں O مَتَاعٌ (یہ) فائدہ ہے قَلِيْلٌ تھوڑا سا ثُمَّ پھر مَأْوٰهُمْ ان کا ٹھکانہ جَهَنَّمُ جہنم ہے وَبِئْسَ اور (وہ) برا الْمِهَادُ بچھونا ہے

ترجمہ: اے پیغمبر! کافروں کا شہروں میں ٹھاٹ سے گھومنا تمہیں دھوکہ نہ دے O یہ دنیا کا تھوڑا سا فائدہ ہے۔ پھر آخرت میں تو ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بُری جگہ ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ کافروں کا شہروں میں خوشحالی کے ساتھ چلنا پھرنا تمہیں ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے۔

۲۔ یہ چند دن کا مزہ ہے جو یہ دنیا میں اڑا رہے ہیں۔

۳۔ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بدترین بچھونا ہے۔

بعض مرتبہ بعض مسلمانوں کے ذہنوں میں یہ بات آجاتی ہے کہ جو لوگ اللہ کے دشمن ہیں ان کے پاس دنیا کی ساری نعمتیں ہیں۔ مال و دولت، تجارت، آرام و راحت کے اسباب، عمدہ سواریاں، بہترین بنگلے اور عمارتیں وغیرہ اور ہم جب کہ اللہ کے نیک بندے ہیں، مومن و مسلمان ہیں، ایک اللہ کے روبرو سجدہ کرنے والے ہیں، ہم تو غربت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ سوال آج کے مسلمان کے ذہن میں بھی آتا ہے اور اس قسم کا سوال رسولِ رحمت ﷺ کے زمانہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ذہنوں میں بھی آ گیا تھا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت مکہ کے مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی۔ مشرکینِ مکہ بڑے خوشحال تھے۔ وہ تجارت کرتے تھے اور دنیا کے ساز و سامان کی ان کے پاس کمی نہیں تھی۔ ان کی بہترین حالت اور پھر اپنی غربت کو دیکھ کر بعض مسلمانوں کی زبانوں سے یہ بات نکلی کہ اللہ کے دشمن تو اچھے حال میں ہیں اور ہم بھوک اور مشقت سے دوچار ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو یوں تسلی دی گئی کہ کافروں کا شہروں میں آنا جانا تمہیں ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے۔ تم اس بات پر غور کرو کہ ان کافروں کو جو چیز دی گئی ہے وہ چند روزہ زندگی کا سامان ہے۔ وہ اپنی زندگی کے چند سال تو اس آرام و راحت میں گزار لیں گے، مگر جب وہ اسی کفر کی حالت میں مرنے کے بعد ہمارے پاس آئیں گے تو ہم ان کی مہمان نوازی دوزخ کی دہکتی آگ سے کریں گے اور یہ بات یاد رکھو کہ وہ دوزخ بہت بُرا بچھونا ہے۔

درس نمبر (۳۴۲) **متقیوں کے لئے جنت** آلِ عمران: ۱۹۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَـكِـنِ الَّـذِيْـنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلاً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَـكِـنِ الَّذِيْنَ لیکن وہ لوگ جو اتَّـقَوْا ڈرگئے رَبَّهُمْ اپنے رب سے لَهُمْ ان کے لئے ہیں جَـنَّاتٌ باغات تَجْرِىْ چلتی ہیں مِـنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے الْأَنْهَارُ نہریں خَـالِدِيْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے فِيْهَا ان میں نُزُلاً بطور مہمان نوازی کے مِّـنْ عِندِ اللّٰهِ اللہ کے پاس سے وَمَا اور وہ جو عِـنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس ہے خَيْرٌ (وہ) بہترین ہے لِّلْأَبْرَارِ نیک لوگوں کے لئے

ترجمہ: لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہے ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ اللہ کے ہاں سے ان کی مہمانی ہے اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ نیکو کاروں کے لئے بہت اچھا ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ جو لوگ اللہ سے ڈرنے والے ہوتے ہیں ان کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

۲۔ یہ انعامات کی بارش ہمیشہ کے لئے رہے گی میزبانی کے طور پر۔

۳۔ جو کچھ اللہ کے پاس ہے نیک لوگوں کے لئے وہ بہت بہتر ہے۔

پچھلی آیت میں مسلمانوں سے یہ بات کہی گئی کہ کافروں کی یہ اچھی حالت اور ان کا آرام و راحت میں زندگی بسر کرنا یہ چند روز کا نفع اٹھانا ہے پھر ان کے کفر و شرک کی سزا کا وقت آئے گا تو دوزخ کی دہکتی آگ ہمیشہ ہمیش کیلئے ان کا نصیبہ بن جائے گی۔ لیکن مسلمانو! سعادتمند تو تم ہو کہ یہ مشقت، بھوک، فاقہ، پریشانی وغیرہ تمہارے لئے صرف چند دن کے لئے ہے۔ مختصر سی یہ زندگی تو کسی بھی طرح گزر جائے گی۔ تم جب اپنے ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ساتھ آخرت کا توشہ لے کر ہمارے پاس آؤ گے تو ہمارے پاس تمہیں ہمیشہ ہمیش کے لئے آرام، راحت، خوشی، مسرت، سکون و اطمینان کے ساتھ رہنا ہے۔ ہم تمہارے تقویٰ و پرہیزگاری کے بدلہ میں ہمیشہ کیلئے وہ باغات عطا کریں گے جن کے نیچے شہد، شراب دودھ اور خوشگوار پانی کی نہریں عطا کریں گے۔ یہ مہمان نوازی زمین و آسمان کے خالق و مالک کی طرف سے شاہانہ انداز میں کی جائے گی۔

یاد رکھو! جو چیز اللہ کے پاس ہے وہ نیک بندوں کے لئے بہتر ہی بہتر ہے۔ اس لئے کافروں کے احوال اور اموال کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھاؤ اور اپنے دلوں میں یہ بات مت لاؤ کہ کافر تو اچھی حالت میں ہیں اور ہم بری حالت میں ہیں۔ چند دن کی خستہ حالت کے بعد ہمیشہ کی اچھی حالت بہتر ہوتی ہے، اس کے مقابلہ میں کہ چند دن کا عیش و آرام مل جائے اور ہمیشہ کیلئے دہکتی آگ مل جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

درس نمبر (۳۴۳) **اللہ تعالیٰ حساب بہت جلد چکانے والا ہے** آلِ عمران:۱۹۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خَاشِعِينَ لِلّٰهِ لاَ يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ ثَمَناً قَلِيلاً أُولٰئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِنَّ اور بلاشبہ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ اہلِ کتاب میں سے لَمَنْ البتہ وہ (بھی) ہے جو يُؤْمِنُ ایمان لاتا ہے بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ وَمَا اور (اس کے ساتھ) جو أُنْزِلَ نازل کیا گیا إِلَيْكُمْ تمہاری طرف وَمَا اور جو أُنْزِلَ نازل کیا گیا إِلَيْهِمْ ان کی طرف خَاشِعِينَ وہ جھکنے والے ہیں لِلّٰهِ اللہ کے لئے لاَ نہیں يَشْتَرُونَ وہ خریدتے (لیتے) بِآيَاتِ اللّٰهِ اللہ کی آیات کے بدلے ثَمَناً مول قَلِيلاً تھوڑا أُولٰئِكَ یہ لوگ لَهُمْ ان کیلئے أَجْرُهُمْ ان کا اجر ہے عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے ہاں إِنَّ بلاشبہ اللّٰهَ اللہ سَرِيعُ الْحِسَابِ بہت جلد حساب لینے والا ہے

ترجمہ: اور بعض اہلِ کتاب ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور اس کتاب پر جو تم پر نازل ہوئی اور اس پر جو اُن پر نازل ہوئی ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کے آگے عاجزی کرتے ہیں اور اللہ کی آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہیں لیتے۔ یہی لوگ ہیں جن کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں تیار ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

تشریح: اِس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اہلِ کتاب میں بھی ایسے نیک لوگ موجود ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور جو اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو تمہاری طرف نازل کی گئی یعنی قرآنِ مجید اور اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو ان پر نازل کی گئی یعنی تورات وانجیل۔

۲۔ یہ نیک لوگ اتنے متقی اور محتاط ہیں کہ اللہ کی آیتوں کو حقیر قیمت کے عوض نہیں بیچتے۔

۳۔ ان نیک لوگوں کے لئے ان کے رب کے ہاں ان کا اجر ہے۔

۴۔ بیشک اللہ حساب جلد چکانے والا ہے۔

قرآنِ مجید میں اہلِ کتاب کی خامیاں، کوتاہیاں اور خرابیاں نیز ان کی ہٹ دھرمی، شرارت اور مکروفریب کے بارے میں بار بار بتلایا گیا ہے۔ اس سے کہیں یہ گمان نہ ہو کہ سارے ہی اہلِ کتاب بُرے ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اہلِ کتاب سب ہی ایسے نہیں ہیں کہ سارے کے سارے کفر پر ہوں اور آخری نبی اور آخری کتاب کا انکار کرتے ہوں۔ ان اہلِ کتاب میں بعض ایسے نیک بخت بھی ہیں جو اللہ پر ایمان بھی رکھتے ہیں اور جو تمہاری طرف اتارا گیا یعنی قرآنِ مجید پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا یعنی تورات وانجیل وغیرہ آسمانی کتابوں اور صحیفوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ ان اہلِ کتاب میں جو سعادتمند لوگ ہیں وہ اللہ کے سامنے جھکنے والے اور خشوع وخضوع رکھنے والے بھی ہیں۔ ان میں غرور وتکبر بھی نہیں ہے۔ وہ دوسرے اہلِ کتاب کی طرح اللہ کی آیتوں کو تھوڑی سی قیمت پر فروخت بھی نہیں کرتے۔ اہلِ کتاب کے یہ نیک لوگ دنیا کی

طلب سے پاک ہیں، وہ آخرت کے طلبگار ہیں۔ یہ نیک بخت اہلِ کتاب کل قیامت کے دن اللہ کے ہاں اپنے نیک اعمال کا اجروثواب پائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ جلد حساب لینے والا ہے۔ جس دن اللہ تعالیٰ حساب لیں گے، نیک لوگوں کو ان کی تمام نیکیوں کا بدلہ دیا جائے گا اور کافروں، منافقوں، مشرکوں اور فاسقوں کو ان کے بُرے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

درس نمبر (۳۴۴) **مقابلہ کے وقت ثابت قدم رہو** آلِ عمران:۲۰۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اصْبِرُواْ وَصَابِرُواْ وَرَابِطُواْ وَاتَّقُواْ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اے لوگو جو آمَنُواْ ایمان لائے ہو! اصْبِرُواْ صبر کرو وَصَابِرُواْ اور ڈٹے رہو وَرَابِطُواْ اور کمر بستہ رہو وَاتَّقُواْ اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرو لَعَلَّكُمْ تاکہ تم تُفْلِحُونَ فلاح پاؤ

ترجمہ: اے اہلِ ایمان! کفار کے مقابلے میں ثابت قدم رہو اور استقامت رکھو اور مورچوں پر جمے رہو اور اللہ سے ڈرو تاکہ مراد حاصل کرو۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو چار باتوں کا حکم دیا ہے۔

۱۔ اے ایمان والو! صبر اختیار کرو۔

۲۔ مقابلہ کے وقت ثابت قدم رہو

۳۔ سرحدوں کی حفاظت کے لئے جمے رہو۔

۴۔ اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

یہ سورۂ آل عمران کی آخری آیت ہے جس میں ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے چار نصیحتیں کی گئی ہیں۔

۱۔ صبر کے معنی یہ ہیں کہ آدمی نیک کاموں پر استقامت، مضبوطی اور پابندی کے ساتھ قائم رہے اور گناہوں سے بچنے کا پورا اہتمام کرے اور دین پر قائم رہنے میں جو تکلیفیں پیش آئیں اس میں شکوہ شکایت نہ کرے بلکہ اللہ کے ہر فیصلہ پر راضی رہے۔ قرآنِ مجید میں بار بار صبر کی تلقین کی گئی ہے اور صبر کرنے والوں کی تحسین بھی کی گئی ہے۔ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۸۷ میں فرمایا گیا فَاصْبِرُواْ حَتَّى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا صبر کرو یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کردے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے کہا تھا کہ اِسْتَعِيْنُوا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُواْ۔ (اعراف:۱۲۸) اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور ثابت قدم رہو۔ سورۂ یونس میں حضور ﷺ کو یوں حکم دیا گیا وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ثابت قدم رہو یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کردے۔

جب دشمنوں سے مقابلہ کا وقت آجائے تو خوب جم کر مقابلہ کریں۔ عام حالات کے مقابلہ میں جنگ کی صورت میں صبر کی اہمیت اور فضیلت بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔

وَرَابِطُوا اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ جنگ کی حالت میں اسلامی سرحدوں کی حفاظت کیلئے تیار رہو اور اس کے لئے قیام کرو۔ حضرت سہیل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے راستہ میں ایک دن کا رباط دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (بخاری) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دن رات رباط ایک مہینہ کے مسلسل روزے اور تمام راتوں کو عبادت میں گزارنے سے بہتر ہے اور اگر وہ اسی حال میں مرگیا تو اس کے اس عمل کا روزانہ ثواب ہمیشہ کے لئے جاری رہے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا رزق جاری رہے گا اور وہ شیطان سے مامون و محفوظ رہے گا۔ دوسرا مطلب مفسرین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ نماز باجماعت کی ایسی پابندی کرو کہ ایک نماز کے بعد ہی سے دوسری نماز کا انتظار شروع ہوجائے، گویا وہ دو نمازیں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں وہ چیز بتاتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کردیں اور تمہارے درجات بلند کریں، وہ چیزیں یہ ہیں۔ وضو کو مکمل طور پر کرنا باوجود یہ کہ سردی کی وجہ سے یا کسی زخم کے درد کی وجہ سے وضو کے اعضاء کا دھونا مشکل نظر آرہا ہو اور مسجد کی طرف کثرت سے جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار، پھر فرمایا ذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ اور یہی رباط فی سبیل اللہ ہے۔

الحمدللہ، بتاریخ ۷رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ م یکم مئی ۲۰۲۰ء بروز جمعہ مکمل تصحیح کے ساتھ سورۂ آل عمران مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ عام فہم درسِ قرآن کی تکمیل کے مواقع، اسباب، مناسب ماحول اور اس کے لئے درکار شرحِ صدر اور صحت و عافیت بخشے۔ آمین

سورۂ نساء مَدَنِيَّةٌ

یہ سورت ۲۴ رکوع اور ۱۷۶ آیات پر مشتمل ہے۔

درس نمبر (۳۴۵)

رشتہ داروں کی حق تلفی سے ڈرو

النسآء:۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيباً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! اتَّقُوا تم ڈرو رَبَّكُمُ اپنے رب سے الَّذِي وہ جس نے خَلَقَكُم تمہیں پیدا کیا مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ ایک جان سے وَخَلَقَ اور اس نے پیدا کیا مِنْهَا اسی سے زَوْجَهَا اس کا جوڑا وَبَثَّ اور اس نے پھیلائے مِنْهُمَا ان دونوں سے رِجَالاً مرد كَثِيراً کثرت سے وَنِسَاءً اور عورتیں وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور تم اللہ سے ڈرو الَّذِي وہ کہ تَسَآءَلُونَ تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو بِهِ اس کے واسطے سے وَالْأَرْحَامَ

اور (ڈروتم) رشتوں (کے توڑنے) سے إِنَّ بلاشبہ اللّٰهَ الله كَانَ ہے عَلَيْكُمْ تم پر رَقِيْباً نگہبان

ترجمہ: لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا یعنی اول اس سے اس کا جوڑا بنایا پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت پیدا کر کے روئے زمین پر پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے حقوق کا مطالبہ کرتے ہو اور قطع رحمی سے بچو کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

ا۔ اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلا دیئے۔

۲۔ اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حقوق مانگتے ہو۔

۳۔ رشتہ داریوں کی حق تلفی سے ڈرو

۴۔ یقین رکھو کہ اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔

سورۂ نساء کی یہ پہلی آیت ہے۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے کہیں يَـا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا سے خطاب کیا ہے تو کہیں يَـا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا سے خطاب کیا ہے، کہیں يَـا أَيُّهَـا الـنَّاسُ کہہ کر ساری انسانیت کو پکارا ہے تو کہیں يَـا أَهْـلَ الْـكِتَابِ کے ذریعہ یہود و نصاریٰ کو مخاطب کیا ہے۔ سورۂ نساء کا آغاز يَـا أَيُّهَـا الـنَّاسُ سے کیا گیا اور ساری انسانیت کو یہ دعوت دی گئی کہ وہ اپنے حقیقی رب سے ڈریں يَـا أَيُّهَـا الـنَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔ رب کا یہ لفظ بتاتا ہے کہ زمین اور آسمان کا خالق و مالک ساری مخلوقات کی پرورش کرنے والا ہے۔ لوگوں کو چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ کو یاد کریں تو اس تصور کے ساتھ یاد کریں کہ اللہ تعالیٰ کل کائنات کے خالق بھی ہیں اور مالک بھی اور تمام مخلوقات کی پرورش کرنے والے بھی ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جو حکم ساری انسانیت کو دیا ہے وہ یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کرو۔ مسلمان کی اصل پونجی اللہ کا خوف ہے۔ جس دل میں اللہ کا خوف پیدا ہو جاتا ہے اس کی زندگی سے گناہ چھوٹتے چلے جاتے ہیں۔ تقویٰ ہمارے سارے کاموں کی زینت اور رونق ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اللہ سے ڈرنے کو لازم پکڑ لو کیونکہ اس سے تمہارے ہر کام میں زینت آ جائے گی۔ (مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا حکم اپنے بندوں کو دیتے ہوئے یہ بات یاد دلائی کہ تم اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا یعنی پوری انسانیت کے باپ حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی پسلی سے حضرت حوا کو پیدا کیا۔ یہ دونوں میاں بیوی ہو گئے تو ان سے دنیا میں کروڑوں، اربوں انسانوں کا مرد اور عورت کی شکل میں وجود بخشا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بیس لڑکے اور بیس لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ان ہی سے ساری نسل چلی، جن سے کروڑوں انسان زمین میں پھیل گئے۔ (درمنثور)

اس آیت میں دوسری مرتبہ پھر سے اللہ سے ڈرنے کا حکم دوسرے انداز میں دیا گیا وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَاءَ لُوْنَ بِهٖ وَالْأَرْحَامَ یعنی تم اس اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے آپس میں سوال کرتے ہو اور رشتہ داری کا حق مارنے سے بھی ڈرو اور بچو یعنی جب کوئی تمہارا حق مارتا ہے یا حق ادا کرنے میں دیر لگا دیتا ہے تو تم اس سے کہتے ہو کہ اللہ سے ڈرو اور میرا حق دے دو۔ اسی طرح دوسری ضروریات کے لئے بھی تم ایک دوسرے سے کہتے ہو کہ اللہ کے لئے میرا یہ کام کر دو۔ جس رب ذوالجلال کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے حق مانگتے ہو اس اللہ سے ڈرو اور تم لوگ رشتہ داری کے حقوق ضائع کرنے سے ڈرو۔ لفظ وَالْأَرْحَامَ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نصیحت کر رہے ہیں کہ تمہیں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنی چاہئے، ان کے حق برابر ادا کرنے چاہئیں۔ رشتہ داروں کا حق مارنے اور ضائع کرنے سے بچو اور یہ بات ذہن میں رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔ وہ دیکھ رہا ہے کہ تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ کر رہے ہو؟

درس نمبر (۳۴۶) ## یتیموں کا مال ان کے حوالے کر دو النسآء:۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَآتُوا الْیَتَامٰى أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلٰى أَمْوَالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حُوْبًا كَبِیْرًا

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَآتُوا اور تم دو الْیَتَامٰى یتیموں کو أَمْوَالَهُمْ ان کے مال وَلَا اور نہ تَتَبَدَّلُوا تم بدل کرلو الْخَبِیْثَ ناپاک کو بِالطَّیِّبِ پاک کے عوض وَلَا اور نہ تَأْكُلُوا تم کھاؤ أَمْوَالَهُمْ ان کے مال إِلٰى أَمْوَالِكُمْ اپنے مالوں کے ساتھ (ملا کر) إِنَّهُ بلاشبہ یہ كَانَ ہے حُوْبًا گناہ كَبِیْرًا بہت بڑا

ترجمہ: اور یتیموں کا مال جو تمہاری تحویل میں ہو ان کے حوالے کر دو اور ان کے پاکیزہ اور عمدہ مال کو اپنے ناقص اور بُرے مال سے نہ بدلو اور نہ ان کا مال اپنے مال میں ملا کر کھاؤ کہ یہ بڑا سخت گناہ ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ یتیموں کا جو مال تمہارے قبضہ میں ہے وہ یتیموں کے حوالے کر دو۔

۲۔ ان یتیموں کے اچھے مال کو خراب مال سے تبدیل نہ کرو۔

۳۔ ان یتیموں کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر ان یتیموں کا حصہ جان بوجھ کر لاپرواہی سے خود استعمال مت کرو۔

۴۔ تمہارا یہ عمل بہت بڑا گناہ ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ بنی غطفان نامی قبیلہ کے ایک شخص کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس شخص کی پرورش میں ایک یتیم بچہ تھا جو اس کا بھتیجہ تھا۔ جب یہ بالغ ہو گیا تو اس نے اپنے چچا سے اپنا مال طلب کیا۔ چچا نے اس کا مال سپرد کرنے سے انکار کر دیا۔ چچا بھتیجے دونوں رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ جب چچا نے یہ آیت سنی اور یہ حکم سنا کہ وَآتُوا الْیَتَامٰى أَمْوَالَهُمْ یتیموں کو ان کا مال دے دو تو اس نے کہا کہ ہم اللہ اور

رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور بڑے گناہ سے پناہ مانگتے ہیں۔ چنانچہ چچا نے اپنے یتیم بھتیجے کے حوالے اس کا مال کر دیا۔ اگر یتیم بچہ کی ملکیت میں کچھ مال ہو چاہے وہ مال کسی کی طرف سے تحفہ میں ملا ہو یا وراثت میں اس کو حاصل ہوا ہو، دونوں صورتوں میں اس یتیم کے سرپرست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس یتیم بچہ کے بالغ اور سمجھدار ہونے کے بعد اس کے حوالے کر دے۔ یتیم کو اس کا مال کب حوالے کرنا چاہئے، اس کی وضاحت اس سورت کی آیت نمبر ۶ میں کی گئی ہے۔

ان یتیموں کے اچھے مال کو خراب مال سے تبدیل نہ کرو۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ تمہارے پاس اللہ نے جو حلال مال دیا ہے جو تمہاری اپنی کمائی کا ہے اس کو چھوڑ کر یتیموں کا مال مت کھاؤ جو کہ حرام ہے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے طیب کو چھوڑ کر خبیث کو اختیار کیا۔ یہ صورت بھی درست نہیں ہے کہ اپنا گھٹیا مال یتیم کے حصہ میں لگا کر اس کا اچھا مال تم لے لو۔ ظاہر ہے کہ یہ بھی حرام ہی ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں بعض لوگ ایسا کرتے تھے کہ یتیم کے مال کی تعداد تو محفوظ رکھتے تھے مگر اس میں جو اچھی چیز نظر آ جاتی خود لے لیتے تھے اور اس کی جگہ اپنی خراب چیز رکھ دیتے تھے۔ عمدہ بکری کے بدلہ میں لاغر بیمار بکری اس یتیم کے مال میں لگا دیتے تھے۔ نقد رقم جو کھری ہوتی تھی اس کے بدلے میں کھوٹی رقم رکھ دیتے تھے۔ اس قسم کی تمام صورتوں سے منع کیا گیا کہ وَلاَ تَتَبَدَّلُواْ الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ ان یتیموں کے اچھے مال کو خراب مال سے مت بدلو۔

وَلاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَهُمْ إِلَى أَمْوَالِكُمْ یتیموں کے مال کو اپنے مال میں ملا کر نہ کھا جاؤ۔ جن لوگوں کی پرورش میں یتیم بچے ہوتے ہیں ان میں جن کا مزاج خیانت کا ہوتا ہے، ایسے لوگ مختلف تدبیروں سے یتیموں کا مال اپنے مالوں میں ملا کر کھا جاتے ہیں۔ اس قسم کی صورتوں سے بچنا چاہئے۔ یتیم کے سرپرست کی ذمہ داری ہے کہ وہ پوری طرح احتیاط سے یتیم کا مال خرچ کرے۔ یتیم کے ساتھ ناانصافی کا یہ رویہ بہت بڑا گناہ ہے۔ اس سے بچنا چاہئے۔

درس نمبر (۳۴۷) | النسآء:۳

ایک سے زائد نکاح کی اجازت

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ تُقْسِطُواْ فِي الْيَتَامَى فَانكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلاَثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ تَعْدِلُواْ فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلاَّ تَعُولُواْ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِنْ اور اگر خِفْتُمْ تم ڈرو أَلاَّ (اس سے) کہ نہ تُقْسِطُواْ تم انصاف کر سکو گے فِي الْيَتَامَى یتیم عورتوں کے بارے میں فَانكِحُواْ تو (ان کی بجائے) تم نکاح کرو مَا ان سے جو طَابَ اچھی لگیں لَكُم تمہیں مِّنَ النِّسَاءِ عورتوں سے مَثْنَى دو دو وَثُلاَثَ اور تین تین وَرُبَاعَ اور چار چار فَإِنْ پھر اگر خِفْتُمْ تم ڈرو أَلاَّ اس بات سے کہ نہ تَعْدِلُواْ تم انصاف کر سکو گے فَوَاحِدَةً تو (نکاح کرو) ایک ہی سے أَوْ یا مَا جس کے مَلَكَتْ مالک ہوئے أَيْمَانُكُمْ تمہارے دائیں ہاتھ ذَلِكَ یہ أَدْنَى زیادہ قریب ہے أَلاَّ تَعُولُواْ کہ ناانصافی کرو تم

ترجمہ: اوراگرتم کواس بات کا خوف ہوکہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کرسکو گے توان کے سوا جوعورتیں تم کو پسند ہوں دودو یا تین تین یا چار چار عورتوں سے نکاح کرلواوراگراس بات کا اندیشہ ہوکہ کئی عورتوں سے انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی عورت سے نکاح کرو یا باندی سے تعلق رکھو جس کے تم مالک ہواس طرح تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اگرتمہیں یتیم لڑکیوں کے ساتھ ناانصافی کا اندیشہ ہوتوان سے نکاح مت کرو بلکہ دوسری عورتوں سے نکاح کروجواللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں۔

۲۔ اس آیت میں ایک سے چار تک نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔

۳۔ ایک سے زائد نکاح کی اجازت اس شرط پر دی گئی ہے کہ ان دو یا تین یا چار بیویوں کے درمیان انصاف کرسکواوراگرانصاف نہ کرنے کا اندیشہ ہوتوایک ہی بیوی پر اکتفاء کرو۔

۴۔ یاان باندیوں پر اکتفاء کروجوتمہاری ملکیت میں ہیں۔

۵۔ مذکورہ ہدایات پرعمل کرناظلم سے بچانے کے لئے بہت زیادہ قریب تر ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں جن لوگوں کی سرپرستی میں یتیم لڑکیاں ہوتی تھیں جن کی ملکیت میں کوئی جائیداد یا مال و دولت ہوتی تھی اوروہ یتیم لڑکیاں شکل وصورت سے اچھی بھی لگتی تھیں تو خودان کے سرپرست ان یتیم لڑکیوں سے نکاح کرلیتے تھے یا اپنے بیٹوں سے ان کا نکاح کردیتے تھے اوران یتیم لڑکیوں کی بیچارگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کم سے کم مہرمقررکرتے تھےاورجس طرح چاہےانہیں رکھتے تھے۔ چونکہ ان یتیم لڑکیوں کا باپ نہیں ہوتا تھا تو یہ سرپرست اس کا ناجائز فائدہ اٹھاتے تھے۔ رسولِ رحمت ﷺ کے زمانہ میں ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ ایک شخص کی سرپرستی میں ایک یتیم لڑکی تھی اوراس کا ایک باغ تھا جس میں یہ یتیم لڑکی بھی حصہ دار تھی۔ اس شخص نے اس یتیم لڑکی سے خود ہی نکاح کرلیااوراس لڑکی کومہر دینا تو دورکی بات اس کے باغ کا حصہ بھی اپنے ہی قبضہ میں رکھ لیا۔ قرآنِ مجید کی یہ آیت نازل ہوئی کہ وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَى فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ اگرتمہیں یہ خطرہ ہوکہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے میں تم انصاف پرقائم نہ رہ سکو گے بلکہ ایسی صورت میں ان کی حق تلفی ہوجائے گی تو تمہارے لئے دوسری عورتیں ہیں ان میں سے جوتمہارے لئے حلال اور پسند ہیں تم ان سے نکاح کرلو۔

اس آیت میں ایک سے زائد نکاح کرنے کی اجازت دی گئی اوراس کی حد چار مقرر کردی گئی مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ دودو، تین تین، چار چار، ان الفاظ سے اجازت دی گئی کہ آدمی بہ یک وقت چار بیویاں رکھ سکتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ایک سے زائد نکاح فرض یا واجب نہیں ہے، صرف اس کی اجازت ہےاور جب قرآنِ مجید نے ایک سے زائد یعنی چار بیویوں تک رکھنے کی اجازت دی ہے تو پھر کسی انسان کواس بات کا اختیار نہیں ہے کہ وہ ایک سے زائد نکاح کرنے والے کوطعنہ دے یا اس کوسماج میں کمتر مقام دے۔ خود رسولِ رحمت ﷺ نے متعدد نکاح فرمائے اور آپ ﷺ کے لئے تواس باب میں زیادہ رعایت

دی گئی۔صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ کریں تو یہ بات خود بخود محسوس ہوگی کہ اکثر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے متعدد نکاح فرمائے ہیں اور دورِ رسالت اور دورِ صحابہ اور دورِ تابعین میں بھی متعدد نکاح کو معیوب نہیں سمجھا گیا۔عرب، ہندوستان، ایران، مصر، بابل وغیرہ ممالک کی ہر قوم میں ایک سے زائد نکاح کا رواج تھا اور ایک سے زائد نکاح ایک فطری ضرورت ہے، اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔احقر نے اس سلسلہ میں ایک مستقل کتاب بنام ''کیا دوسرا نکاح معیوب ہے؟'' تحریر کی ہے جس میں مزید تفصیلات موجود ہیں جو ویب سائٹ **www.payaamerashadi.org** پر دستیاب ہے۔

قرآنِ مجید نے یہ ہدایت جاری کی کہ اگر تمہیں ان بیویوں کے درمیان انصاف نہ کرنے کا خوف ہو تو تم ایک ہی بیوی پر بس کرو یا جو شرعی اعتبار سے باندی ہے، اس باندی سے گزارہ کرلو۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ ایک سے زائد نکاح اسی صورت میں مناسب ہے کہ شریعت کے مطابق سب بیویوں میں برابری کر سکے اور سب کے حقوق کا لحاظ رکھ سکے۔اگر اس انصاف کی طاقت نہ ہو تو ایک ہی بیوی پر اکتفاء کرے۔برابری کا تعلق ان امور سے ہے جو انسان کے اختیار میں ہے، مثلاً نفقہ یعنی خرچ میں برابری، شب باشی یا رات گزارنے میں برابری رہے۔وہ امور جو انسان کے اختیار میں نہیں ان میں برابری کا وہ شخص مکلّف نہیں مثلاً دل کا کسی کی طرف زیادہ میلان ہوجانا ظاہر ہے یہ غیر اختیاری ہے۔خود رسولِ رحمت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے ارشاد فرمایا اَللّٰھُمَّ ھٰذَا قَسْمِیْ فِیْمَا اَمْلِکُ فَلَا تَلُمْنِیْ فِیْمَا تَمْلِکُ وَلَا اَمْلِکُ اے اللہ! یہ میری برابر والی تقسیم ہے۔ان چیزوں میں جو میرے اختیار میں ہیں، اب وہ چیز جو آپ کے قبضہ میں ہے، میرے اختیار میں نہیں، اس پر مجھ سے مواخذہ نہ فرمایئے۔

ذٰلِکَ أَدْنٰی أَلَّا تَعُوْلُوْا اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک بیوی پر اکتفاء کرنا یا باندی کے ساتھ گزارہ کر لینا، یہ ایسی چیز ہے کہ اس کو اختیار کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے میں تم ظلم کرنے سے بچ سکوگے۔

درس نمبر (۳۴۸) **عورتوں کو ان کے مہر خوشدلی سے دیدو** النسآء:۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَآتُوْا النَّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْساً فَكُلُوْهُ هَنِيْئاً مَّرِيْئاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَآتُوْا اور دو تم النَّسَاءَ عورتوں کو صَدُقَاتِهِنَّ ان کے مہر نِحْلَةً خوش دلی سے فَإِنْ پھر اگر طِبْنَ وہ خوشی سے دیں لَكُمْ تم کو عَنْ شَيْءٍ کچھ مِّنْهُ اس میں سے نَفْساً دل سے فَكُلُوْهُ تو تم کھالو اسے هَنِيْئاً رچتا مَّرِيْئاً پچتا

ترجمہ: اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دیا کرو ہاں! اگر وہ اپنی خوشی سے اس میں سے کچھ تم کو چھوڑ دیں تو اسے مزے سے کھالو۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں۔

ا۔عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دیا کرو۔

۲۔اگر عورتیں خود ہی مہر کا کچھ حصہ خوشدلی سے معاف کر دیں تو اسے خوشگوار اور مزے سے کھالو۔

زمانۂ جاہلیت میں عرب میں مہر سے متعلق مختلف شکلوں سے ظلم ہوتا تھا۔ایک شکل یہ تھی کہ مہر جولڑکی کا حق ہے اس کو سرے سے دیا ہی نہیں جاتا تھا۔لڑکی کے سر پرست اس کے شوہر سے مہر وصول کر لیتے تھے۔ظاہر ہے کہ یہ سراسر ظلم ہے۔قرآنِ مجید نے اس سلسلہ میں واضح حکم دیا کہ تم عورتوں کو ان کا مہر خوشی سے دو،یعنی حکم یہ ہے کہ مہر کی رقم مرد اپنی ہونے والی بیوی کو دے۔یہ اس لڑکی کا حق ہے،یہ رقم لڑکی کے سر پرست کو نہ دے اور اگر لڑکی کے سر پرستوں کو دیا جائے تو ان کی ذمہ داری ہیکہ مہر کی یہ رقم لڑکی کے حوالے کر دیں،اس رقم کو اپنے خرچ میں نہ لائیں۔

دوسرا ظلم مہر سے متعلق لڑکی پر یہ ہوتا تھا کہ مہر کی یہ رقم اگر دینا بھی پڑتا تو بہت تلخی کے ساتھ بادلِ ناخواستہ دیتے تھے۔قرآنِ مجید نے لفظ نِحۡلَةً کہہ کر اس بات پر زور دیا کہ مہر کی جو رقم تم لڑکی کو دیتے ہو خوشی سے دو،بوجھ سمجھ کر مجبوری کی صورت بنا کر مت دو۔ہاں! اگر لڑکی ہی خود سے کسی دباؤ کے بغیر یا کسی قسم کی زبردستی کے بغیر اندر کے جذبات سے دل کی گہرائی سے دے یا معاف کر دے تو شوہر خوشگواری کے ساتھ اس کو کھا سکتا ہے،استعمال کر سکتا ہے۔مہر کے سلسلہ میں اگر شوہر اپنی بیوی پر زبردستی کرے گا۔زبردستی منوا کر معاف کروالے گا یا لکھوالے گا یا دھوکہ دے کر دستخط کروالے گا یا انگوٹھا لگوالے گا اور مہر کی رقم اینٹھ لے گا تو یہ اس کے لئے ناجائز ہے۔یہ مہر کا حق اس پر بہر حال باقی رہے گا۔دنیا میں اگر نہ دیا تو آخرت میں تو ادا کرنا پڑے گا۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا،خبردار! ظلم نہ کرو اور اچھی طرح سے سمجھ لو کہ کسی شخص کا مال دوسرے شخص کے لئے حلال نہیں ہے،جب تک کہ اس کے نفس کی خوشی سے حاصل نہ ہو۔

درس نمبر (۳۴۹) یتیموں سے مناسب انداز میں بات کرو النسآء:۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلاَ تُؤْتُواْ السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَاماً وَّارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُواْ لَهُمْ قَوْلاً مَّعْرُوفاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلاَ اور نہ تُؤْتُواْ دو تم السُّفَهَاءَ بےوقوفوں کو أَمْوَالَكُمُ اپنے مال الَّتِىْ وہ جن کو جَعَلَ اللّٰهُ بنایا ہے اللہ نے لَكُمْ تمہارے لئے قِيَاماً گزران کا سبب وَارْزُقُوهُمْ اور تم انہیں کھلاؤ فِيهَا اس میں سے وَاكْسُوهُمْ اور انہیں پہناؤ وَقُولُواْ اور تم کہو لَهُمْ ان سے قَوْلاً بات مَّعْرُوفاً معقول

ترجمہ: اور کم عقلوں کو ان کا مال جسے اللہ نے تم لوگوں کے لئے سبب معیشت بنایا ہے مت دو ہاں! اس میں سے ان کو کھلاتے اور پہناتے رہو اور ان سے معقول بات کہتے رہو۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔کم عقلوں کو پیسہ کی ٹھیک ٹھاک دیکھ بھال کی سمجھ اور اسے صحیح معنی میں خرچ کرنے کا سلیقہ جب تک نہ آجائے انہیں ان کا مال مت دو۔

۲۔یتیموں کے مال میں سے انہیں کھلاؤ پلاؤ اور پہناؤ۔
۳۔ان یتیموں سے مناسب انداز میں بات کرو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قرآنِ مجید کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ پورا مال کم عقل بچوں یا عورتوں کے سپرد کر کے خود ان کے محتاج نہ بن جاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو قوام اور منتظم یعنی انتظام کرنے والا بنایا ہے۔تم مال کو خود اپنی حفاظت میں رکھ کر بقدرِ ضرورت انکے کھلانے، پلانے اور پہنانے پر خرچ کرتے رہو اور اگر وہ مال کو اپنے قبضہ میں لینے کا مطالبہ بھی کریں تو ان کو معقول بات کہہ کر سمجھا دو جس میں دل شکنی بھی نہ ہو اور مال بھی ضائع نہ ہونے پائے، مثلاً یہ کہہ دو کہ یہ سب تمہارے لئے ہی رکھا ہے، ذرا تم ہوشیار ہو جاؤ گے تو تمہیں دے دیا جائے گا۔صاحبِ معارف القرآن رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس تفسیر سے یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان سب عورتوں، بچوں اور کم عقل ناتجربہ کار لوگوں کو مال سپرد کرنے پر مال میں نقصان کا خطرہ ہے، خواہ وہ اپنے بچے ہوں یا یتیم بچے ہوں اور خواہ وہ مال ان بچوں اور یتیموں کا اپنا ہو یا ان کے سرپرستوں کا ہو۔

پچھلی آیتوں میں چونکہ یتیموں کا تذکرہ ہے، اسلئے اس آیت میں بظاہر یتیموں سے تخصیص محسوس ہو رہی ہے کہ یہاں السُّفَهَاءَ یعنی بے عقلوں سے مراد صرف یتیم ہیں لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر سے عموم معلوم ہوتا ہیکہ چاہے بچے یتیم ہوں یا غیر یتیم ہوں یا عورتیں ہوں۔اگر یہ ناسمجھ ہوں اور ان میں پیسے کے استعمال کا شعور نہ ہو اور مال کے ضائع ہو جانیکا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں سرپرست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس مال کو اپنی نگرانی میں رکھے اور ان پر خرچ کرے، ان کو کھلائے پلائے، پہنائے اور ان کے ضروری اخراجات پورے کرے اور ان سے مناسب اور معقول انداز میں بات بھی کرے۔غرض یہ کہ ان کی خیر خواہی دل میں ہو اور صدقِ دل سے جس طرح آدمی اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے ان کم عقلوں کے مال کی بھی حفاظت کرے جو اس کی سرپرستی میں ہیں اور ان کا مال اس کی نگرانی میں ہے۔اسی لئے یہاں یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہیکہ اللہ تعالیٰ نے أَمْوَالَكُمْ کا لفظ استعمال کیا کہ تمہارا مال حالانکہ وہ مال جس کے بارے میں گفتگو کی جارہی ہے وہ تو کم عقل یتیموں یا بچوں یا عورتوں کا ہے، مگر اشارہ أَمْوَالَكُمْ کے ذریعہ یہ کیا گیا کہ اے سرپرستو! جس طرح تم اپنے مال کی حفاظت اور نگرانی کرتے ہو اور دردمندی کے ساتھ اس مال کا استعمال کرتے ہو، اسی طرح ان کم عقلوں کا مال اسی دردمندی کے ساتھ استعمال کرو۔مال کا ملنا کمال نہیں ہے مال کا استعمال کمال ہے۔

درس نمبر (۳۵۰) | **یتیموں کے مال میں فضول خرچی مت کرو** | النسآء:۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُم مِّنْهُمْ رُشْداً فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافاً وَّبِدَاراً أَنْ يَّكْبَرُوا وَمَنْ كَانَ غَنِيّاً فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيراً فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ فَإِذَا دَفَعْتُمْ

إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ وَكَفَى بِاللّٰهِ حَسِيبًا

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَابْتَلُوا اور تم جانچ پرکھ کرو الْيَتَامَى یتیموں کی حَتَّىٰ یہاں تک کہ إِذَا جب بَلَغُوا وہ پہنچ جائیں النِّكَاحَ نکاح (کی عمر) کو فَإِنْ پھر اگر آنَسْتُم تم پاؤ مِّنْهُمْ ان میں رُشْدًا سمجھداری فَادْفَعُوا تو سونپ دو إِلَيْهِمْ ان کی طرف أَمْوَالَهُمْ ان کے مال وَلَا اور نہ تَأْكُلُوهَا تم کھاؤ ان کو إِسْرَافًا حد سے بڑھ کر وَبِدَارًا اور جلدی کرتے ہوئے أَنْ اس سے کہ يَكْبَرُوا وہ (یتیم) بڑے ہو جائیں گے وَمَن اور جو کوئی كَانَ ہو غَنِيًّا مالدار فَلْيَسْتَعْفِفْ تو چاہئے کہ وہ بچے وَمَن جو کوئی كَانَ ہو فَقِيرًا فقیر فَلْيَأْكُلْ تو چاہئے کہ وہ کھالے بِالْمَعْرُوفِ دستور کے موافق فَإِذَا پھر جب دَفَعْتُمْ تم سونپو إِلَيْهِمْ انہیں أَمْوَالَهُمْ ان کے مال فَأَشْهِدُوا تو گواہ ٹھہرالو عَلَيْهِمْ ان پر وَكَفَى اور کافی ہے بِاللّٰهِ اللہ حَسِيبًا خوب حساب لینے والا

ترجمہ: اور یتیموں کو بالغ ہونے تک کام کاج میں مصروف رکھو اور جانچتے رہو پھر بالغ ہونے پر اگر ان میں عقل کی پختگی دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو اور اس خوف سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے یعنی بڑے ہو کر تم سے اپنا مال واپس لے لیں گے اس کو فضول خرچی اور جلدی میں نہ اڑا دینا اور جو شخص آسودہ حال ہو اس کو ایسے مال سے قطعی طور پر پرہیز رکھنا چاہئے اور جو ضرورت مند ہو وہ مناسب طور پر یعنی بقدر خدمت کچھ لے لے اور جب ان کا مال ان کے حوالے کرنے لگو تو گواہ کر لیا کرو اور حقیقت میں تو اللہ ہی گواہ اور حساب لینے والا کافی ہے۔

تشریح: اِس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ یتیموں کو جانچتے رہو یہاں تک کہ جب یہ یتیم نکاح کے لائق عمر کو پہنچ جائیں تو اگر تم یہ محسوس کرو کہ ان میں سمجھداری آ چکی ہے تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو۔

۲۔ یتیموں کے مال میں فضول خرچی مت کرو اور یہ سوچ کر بھی ان کا مال جلدی جلدی مت کھاؤ کہ وہ کہیں بڑے نہ ہو جائیں۔

۳۔ یتیم کا سرپرست اگر مالدار ہو تو یتیم کا مال کھانے سے اپنے آپ کو بالکل پاک رکھے۔

۴۔ اگر یتیم سرپرست خود محتاج ہو تو معروف طریقہ سے ضرورت کے بقدر کھالے۔

۵۔ جب یتیم کا مال ان کے حوالے کرو تو گواہ بھی بنالو۔

۶۔ اللہ تعالیٰ حساب لینے کے لئے کافی ہے۔

یتیموں کو ان کا مال حوالے کرنے سے پہلے ان کے سرپرستوں کو اس آیت میں ہدایت یہ دی گئی کہ ان یتیموں کے بالغ ہونے سے پہلے ہی خریدنے بیچنے کے معمولی چھوٹے معاملات ان کے سپرد کرتے ہوئے ان کی صلاحیت کا امتحان لیتے رہو کہ ان میں مال کے مناسب انداز میں استعمال کی کس قدر صلاحیت پیدا ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ نکاح

کے قابل یعنی بالغ ہوجائیں تو اب خاص طور سے اس کا اندازہ لگاؤ کہ وہ اپنے معاملات میں ہوشیار ہوگئے یا نہیں؟ جب ہوشیاری محسوس ہوجائے تو اب ان کے مال ان کے سپرد کردو اور اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوجاؤ۔

سرپرستوں کو یتیموں کے مال سے متعلق ہدایت یہ بھی دی گئی کہ ان یتیموں کے مال کو اس خوف سے جلدی جلدی فضول خرچی کرتے ہوئے مت اڑاؤ کہ یہ بالغ ہوجائیں گے تو ان کے حوالے یہ مال کرنا پڑے گا۔ اس کا مطلب یہ کہ یتیموں کا مال ضرورت کے بقدر خرچ کیا جائے، اس ڈر سے کہ یہ یتیم بڑے ہوجائیں گے تو ہمارا اختیار ختم ہوجائے گا، چلو ابھی جلدی جلدی ان کا مال خرچ کر لیتے ہیں۔ یہ حرکت بالکل درست نہیں ہے۔ یتیموں کے مال کے خرچ کرنے میں ان کے حق میں خیر خواہی کا جذبہ ہونا چاہئے۔ یتیموں کے سرپرست دو قسم کے ہوسکتے ہیں، ایک وہ جو مالدار ہیں صاحبِ حیثیت ہیں ایسے سرپرستوں کو یہ تیسری ہدایت دی گئی کہ وہ یتیموں کے مال میں سے اپنی خدمت کا معاوضہ نہ لیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں مال و دولت سے نوازا ہے تو پھر یتیم کے مال میں سے اپنی خدمت کا معاوضہ لینے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اس میں مالدار سرپرست کیلئے یتیم کا مال خرچ کرنے کی گنجائش ختم کردی گئی۔ یتیم کے اس سرپرست کے لئے جو خود تنگدست ہو۔ ایسی صورت میں یتیم کے سرپرست کے لئے گنجائش ہے کہ وہ یتیم کے مال میں سے مناسب مقدار کھاسکتا ہے وہ بھی بنیادی ضروریات کے بقدر ہو۔ یتیم کے ولی کو یہ ہدایت دی گئی کہ جب یتیم کا مال یتیم کے حوالے کرنے کا وقت آجائے تو یونہی چھپے چھپائے خاموشی سے اس کا مال حوالے نہ کرے، اس سے مستقبل میں مسائل پیدا ہوسکتے ہیں، اس لئے کہ یہ معاملات ہیں۔ اس لئے یتیم کو اس کا مال جب حوالے کیا جائے تو سرپرست اپنی ذمہ داری سے گواہ بھی بنالے۔ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنالے اور ان کے سامنے یہ مال حوالے کرے۔

اللہ تعالیٰ حساب لینے کے لئے کافی ہے۔ جب ایک مسلمان کے ذہن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے محاسبہ کا خیال رہے گا تو وہ ناجائز مال کھانے سے گریز کرے گا اور خیانت نہیں کرے گا۔

درس نمبر (۳۵۱) **وراثت کے احکام** النسآء: ۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيباً مَّفْرُوضاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لِّلرِّجَالِ مردوں کے لئے نَصِيبٌ حصہ ہے مِّمَّا اس میں سے جو تَرَكَ چھوڑ جائیں الْوَالِدَانِ ماں باپ وَالْأَقْرَبُونَ اور قرابت دار وَلِلنِّسَاءِ اور عورتوں کے لئے (بھی) نَصِيبٌ حصہ ہے مِّمَّا اس میں سے جو تَرَكَ چھوڑ جائیں الْوَالِدَانِ ماں باپ وَالْأَقْرَبُونَ اور قرابت دار مِمَّا اس (متروکہ) سے کہ قَلَّ تھوڑا ہو مِنْهُ اس میں سے أَوْ كَثُرَ یا زیادہ نَصِيباً اس حال میں کہ وہ حصہ ہے مَّفْرُوضاً مقرر کیا ہوا

ترجمہ: جو مال ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ جائیں تھوڑا ہو یا بہت اس میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی۔ یہ حصے اللہ کے مقرر کیے ہوئے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ مردوں کے لئے اس مال میں سے حصہ ہے جو ان کے ماں باپ نے اور رشتہ داروں نے چھوڑا۔

۲۔ عورتوں کے لئے اس مال میں سے حصہ ہے جو ان کے ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا۔

۳۔ وہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ یہ حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں عورتوں کے کچھ حقوق ہی نہیں تھے، بلکہ عرب کے جاہل صنفِ نازک عورت کو انسان تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ اسلام آیا، رحمت اور انصاف کا پیغام لے آیا۔ اسلام نے مردوں کی طرح عورتوں کے بھی حقوق بتلائے۔ اہلِ عرب یہ کہتے تھے کہ وراثت کا مستحق صرف وہ ہے جو گھوڑے پر سوار ہو اور دشمنوں کا مقابلہ کرکے ان کا مال غنیمت جمع کرے۔ اس طرح بچوں اور عورتوں کو وراثت کے حق سے محروم کر دیا گیا تھا۔ رسولِ رحمت ﷺ کے زمانہ میں ایک واقعہ پیش آیا۔ اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ ان کی دو لڑکیاں، ایک نابالغ لڑکا اور ایک بیوی وارث چھوڑے۔ عرب کے پرانے دستور کے مطابق ان کے دو چچازاد بھائیوں نے آکر اوس بن ثابت کے سارے مال پر قبضہ کرلیا اور نہ ان کی بیوی کو کچھ دیا اور نہ ہی ان کی بیٹیوں کو کچھ دیا اور نہ ہی بیٹے کو کچھ دیا۔ اس طرح پورے مال کے وارث دو چچازاد بھائی ہو گئے۔ اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بیوہ نے رسولِ رحمت ﷺ سے شکایت کی اور اپنی اور اپنے بچوں کی بے کسی اور محرومی کی تفصیلات بتلائیں۔ چونکہ اس وقت تک وراثت سے متعلق احکامات نازل نہیں ہوئے تھے اس لئے رسولِ رحمت ﷺ نے سکوت اختیار فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار فرمایا۔ اسی وقت قرآنِ مجید کی یہ آیت نازل ہوئی اور پرانے زمانہ کے ظالمانہ رواج کا خاتمہ کیا گیا اور انصاف و رحمت والا یہ قانون نافذ کیا گیا۔

سورۂ نساء کی آیت ۱۱ اور ۱۲ میں وراثت سے متعلق متعدد احکامات کی تفصیلات بتلائی گئیں۔ اس آیت میں جو دو باتیں بتلائی گئی ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مردوں کا بھی اپنے والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے چھوڑے ہوئے مالوں میں حصہ مقرر ہے اور عورتوں کے لئے بھی اپنے ماں باپ اور دوسرے رشتہ داروں کے چھوڑے ہوئے مالوں میں حصہ مقرر ہے۔ آج بھی بہت سی قوموں میں یہ ظالمانہ رواج ہے کہ پہلے تو لوگ وراثت تقسیم ہی نہیں کرتے جس کے قبضہ میں جو کچھ ہوتا ہے اس پر وہی قبضہ جمائے بیٹھ جاتا ہے اور اگر حصہ دیا بھی جاتا ہے تو مردوں کو تو دیا جاتا ہے مگر عورتوں کو محروم کر دیا جاتا ہے۔ شوہر کا انتقال ہوتا ہے تو بیوی کو محروم کر دیا جاتا ہے، باپ مرتا ہے تو بیٹیوں کو محروم کر دیا جاتا ہے اور جس کی دو بیویاں ہوتی ہیں تو وہ بیوی محروم ہو جاتی ہے جس سے اولاد نہیں ہوئی۔ مرحوم کی اس بیوی کی اولاد ہی قابض ہو جاتی ہے جس کو اولاد ہوئی۔ اس لئے اس آیت کے دوسرے جزئیہ میں وضاحت کے ساتھ یہ جامع اصول بتلا دیا گیا کہ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ اور اسی طرح عورتوں کے لئے بھی خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی حصہ مقرر ہے۔ اس چیز میں سے جس کو عورتوں کے ماں

باپ یا دوسرے بہت نزدیک کے رشتہ دار اپنے مرنے کے وقت چھوڑ جائیں۔ یہاں یہ بات بھی بتلادی گئی کہ چھوڑی ہوئی چیز اگر زیادہ ہے جب ہی وراثت میں تقسیم ہوگی ورنہ نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ خواہ وہ چھوڑی ہوئی چیز تھوڑی ہو یا زیادہ بہرصورت وہ چیز وراثت میں تقسیم کی جائے گی۔ میت کی ملکیت میں جو چیز بھی تھی خواہ بڑی ہو یا چھوٹی ہر چیز میں ہر وارث کا حق ہے۔ کسی بھی وارث کو کوئی چیز بغیر تقسیم کے خود رکھ لینا درست نہیں ہے۔ آخر میں نَصِيباً مَّفْرُوضاً کے ان دو الفاظ کے ذریعہ یہ بھی بتلادیا گیا کہ مختلف وارثوں کے جو مختلف حصے قرآنِ مجید نے مقرر کردیئے ہیں یہ رب ذوالجلال کی طرف سے مقرر کردہ حصے ہیں۔ ان حصوں کے بارے میں کسی کو اپنی رائے دینے کا یا اس سلسلہ میں قیاس کرنے کا یا اس میں کمی بیشی یا تبدیلی کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ اسی سورت کی آیت نمبر ۱۱ اور ۱۲ میں حصوں کی تقسیم کی تفصیلات موجود ہیں۔ نیز یہ بات ذہن میں رہے کہ وراثت کے سلسلہ میں مقامی مفتیان کرام سے مسائل دریافت کرلیں۔

درس نمبر (۳۵۲) وراثت کی تقسیم کے وقت اس بات کا خیال رکھیں النسآء:۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُوْلُواْ الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُواْ لَهُمْ قَوْلاً مَّعْرُوفاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذَا اور جب حَضَرَ حاضر ہو الْقِسْمَةَ تقسیم کے وقت أُوْلُواْ الْقُرْبَى رشتے دار وَالْيَتَامَى اور یتیم وَالْمَسَاكِيْنُ اور مساکین فَارْزُقُوهُم تو تم دو انہیں مِّنْهُ کچھ اس (مقسوم) میں سے وَقُولُواْ اور تم کہو لَهُمْ ان سے قَوْلاً بات مَّعْرُوفاً معقول

ترجمہ: اور جب میراث کی تقسیم کے وقت غیر وارث رشتہ دار اور یتیم اور نادار لوگ آجائیں تو ان کو بھی اس میں سے کچھ دے دو اور ان سے معقول بات کہو۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ وراثت کی تقسیم کے موقع پر رشتہ دار اور یتیم اور مسکین حاضر ہوجائیں تو اس مال میں سے ان کو بھی کچھ دے دو۔

۲۔ ان رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں سے اچھے طریقہ پر بات کرو۔

شریعت نے وراثت کے احکام تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وراثت کے حقدار قریبی رشتہ دار ہی ہوتے ہیں۔ بیٹا، بیٹی، بیوی، ماں باپ، شوہر وغیرہ۔ جب کسی کی وراثت تقسیم ہوتی ہے تو بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایسے دور کے رشتہ دار اور یتیم اور مسکین وغیرہ بھی حاضر ہوجاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا وراثت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ شرعی طور پر ان رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کو دینا ضروری تو نہیں ہے لیکن اخلاق کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ جن قریبی رشتہ داروں کو وراثت میں حصہ ملا ہے وہ اپنے حصہ میں سے کچھ ان دور کے رشتہ داروں یا مسکینوں یا یتیموں کو بھی دے دیں جو وراثت کی تقسیم کے موقع پر جمع ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کے دل میں بھی کچھ امیدیں ہوتی ہیں۔ ان کی امیدوں کا لحاظ رکھ لیا جائے۔ عین ممکن ہے کہ ان رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کو دینا رزق میں برکت کا ذریعہ بن جائے اور آخرت میں ہمارے

گناہوں کی مغفرت کا سبب بھی بن جائے۔انہیں کچھ دے دینا ایک قسم کا صدقہ ہے اور اجر وثواب کا باعث بھی ہے۔ایسے موقع پر یہ خیال کرلیا جائے کہ وراثت کا یہ مال ہماری محنت اور کوشش کے بغیر محض اللہ تعالیٰ کے اس دین کی وجہ سے ہمیں مل رہا ہے تو ایسی صورت میں اللہ کے نام سے ان رشتہ داروں، مسکینوں اور یتیموں کو دینے کا دل میں ارادہ اور جذبہ پیدا ہونا چاہئے۔ غور کرو کہ اگر دین وشریعت میں وراثت کے یہ احکام ہی نہ ہوتے تو وراثت کے اس مال کے تم حقدار ہی نہ ہوتے۔اس قسم کا غور وفکر ایسے موقعوں پر مستحق افراد پر خرچ کرنے کا داعیہ پیدا کرتا ہے اور یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ وراثت کی تقسیم کے موقع پر دور کے رشتہ دار یا یتیم یا مسکین وفقیر قسم کے لوگ جمع ہو جائیں تو دل میں تنگی بھی پیدا نہیں ہونی چاہئے۔اس نعمت کے شکرانہ کے طور پر ان لوگوں کو خوشدلی سے کچھ دے دو۔اگر تم ان پر رحم کرو گے تو تمہارا رب تم پر رحم کرے گا۔

ان سے معروف ومعقول بات کرو یعنی وراثت کی تقسیم کے وقت بعض مرتبہ دور کے رشتہ دار اور ان رشتہ داروں میں سے یتیم ومسکین قسم کے افراد اس بات پر راضی بھی نہیں ہوتے کہ تم تھوڑا مال انہیں دے دو، ہوسکتا ہے کہ وہ وراثت میں حصہ کا مطالبہ کریں۔اگرچہ کہ شرعی طور پر ان کا کوئی وراثت میں حق نہیں ہے تو ایسی صورت میں تم صبر وتحمل سے ان کے ساتھ سلوک کرو۔کوئی ایسی بات مت کہو جس سے ان کا دل ٹوٹ جائے بلکہ اخلاق عظیمہ کا تقاضا یہ ہے کہ تم ان کو معقول طریقہ سے محبت کے پیرایہ میں سمجھا دیا کرو۔

درس نمبر (۳۵۳) **اللہ سے ڈریں اور سیدھی بات کریں** النسآء:۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافاً خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلاً سَدِيْداً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلْيَخْشَ اور چاہئے کہ ڈریں الَّذِيْنَ وہ لوگ کہ لَوْ اگر تَرَكُوْا چھوڑ جائیں وہ مِنْ خَلْفِهِمْ اپنے پیچھے ذُرِّيَّةً اولاد ضِعَافاً کمزور خَافُوْا تو (کیسے) وہ خوف کھاتے عَلَيْهِمْ ان پر فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ تو چاہئے کہ وہ اللہ سے ڈریں وَلْيَقُوْلُوْا اور چاہئے کہ وہ کہیں قَوْلاً بات سَدِيْداً سیدھی

ترجمہ: اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہئے جو ایسی حالت میں ہوں کہ اپنے بعد ننھے بچے چھوڑ جائیں اور ان کو ان کی نسبت خوف ہو کہ ہمارے مرنے کے بعد ان بیچاروں کا کیا ہوگا؟ پس چاہئے کہ یہ لوگ اللہ سے ڈریں اور درست بات کہیں۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

(۱) وہ لوگ یتیموں کے مال میں خرد برد کرنے سے ڈریں جو اگر اپنے پیچھے کمزور بچے چھوڑ کر جائیں تو ان کی طرف سے فکرمند رہیں گے

(۲) لہٰذا وہ اللہ سے ڈریں

(۳) سیدھی بات کہا کریں۔

ہم ہمارے معاشرہ پر ایک سرسری نظر ڈالیں تو ہمیں اس بات کا اندازہ ضرور ہوگا کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جب کسی ایسے آدمی کا انتقال ہو جاتا ہے جو وراثت میں اپنا مال چھوڑ کر جاتا ہے تو معاملہ ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' والا ہو جاتا ہے۔ اگر باپ کا انتقال ہوگا تو جس بھائی کی زیادہ دال گلتی تھی وہی مال پر قابض ہوگیا۔ باپ کے انتقال کے بعد شریعت کی تعلیم کا تقاضا یہ تھا کہ فوراً باپ کی چھوڑی ہوئی وراثت وارثین میں تقسیم کردی جاتی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ ایسا نہیں کرتے۔ دیندار سمجھے جانے والے وہ لوگ جن کا تقویٰ سر سے پیر تک بظاہر محسوس ہوتا ہے جن کی زندگی کا ظاہر ہر سنت پر عمل پیرا نظر آتا ہے، جن کے ہاتھ سے تسبیح نہیں چھوٹتی۔ مگر بات معاملات کی آتی ہے تو ان کا عمل فاسقوں اور فاجروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ وراثت کی تقسیم فوراً کرنے کے بجائے خود ہی اس مالِ وراثت پر قابض بن کر بیٹھ جاتے ہیں اور بیچارے دوسرے وارثین منہ تکتے رہ جاتے ہیں۔ یہ ظلم ہے جو آج ان معصوموں پر ہو رہا ہے۔ اس آیت میں اسی بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اس کا پورا پورا اہتمام کریں کہ مرنے والے کا ترکہ اس کی اولاد کو پورا پہنچ جائے اور ہر ایسے طریقہ سے گریز کریں کہ جس میں اولاد کو ان کے حصہ کے ملنے پر ناگوار اثر پڑتا ہو۔ صاحبِ معارف القرآن نے اس آیت کی تفسیر میں اس جانب بھی اشارہ فرمایا ہے کہ اولاد کو وراثت کا حصہ ملنے میں جو ناگوار اثر پڑتا ہے اس میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ کوئی شخص ایسی وصیت کرے جس سے اس کی اولاد اور دوسرے وارثوں کو نقصان پہنچ جانے کا خطرہ ہو جیسا کہ رسولِ رحمت ﷺ نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو ان کا پورا مال یا آدھا مال صدقہ کرنے سے روک دیا اور صرف ایک تہائی مال صدقہ کرنے کی اجازت دی، کیونکہ پورا مال یا آدھا مال صدقہ کر دیا جاتا تو وارثوں کا حصہ ختم یا کم ہو جاتا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کسی آدمی کے مرنے کے بعد مثلاً باپ کے مرنے کے بعد وراثت کا مال جن کے قبضہ میں آئے وہ اس مال کو خود ہی لے کر بیٹھ نہ جائیں بلکہ شرعی طور پر جو حصہ دار ہیں یعنی وارث ہیں، ان کو ان کے حصے دے کر جلد از جلد سبکدوش ہو جائیں۔ اگر وقت پر ان کا حصہ نہیں دیا گیا تو ظاہر ہے کہ ان کی زندگی اس کی وجہ سے اجیرن بھی ہو سکتی ہے۔

اس آیت میں یہ بات بھی کہی گئی کہ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ کہ وراثت کا مال وارثین کو دینے کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ تقویٰ کی طاقت ہی تمہیں وراثت کا معاملہ درست انداز میں وارثوں کے حوالہ کرنے پر مجبور کرے گی۔ اگر اللہ کا ڈر ہی دل سے نکل جائے تو آدمی کسی کا حق کیا ادا کرے گا؟

وراثت کے معاملہ میں معقول، معروف اور درست بات کہی جائے۔ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ وراثت کے مال کی حرص میں معقول آدمی بھی نامعقول بن جاتا ہے اور مال کی محبت اس کو اندھا بنا دیتی ہے۔

درس نمبر (۳۵۴) **یتیموں کا مال ناحق کھانے کا انجام** النسآء:۱۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ بلاشبہ الَّذِيْنَ وہ لوگ جو يَأْكُلُوْنَ کھاتے ہیں أَمْوَالَ مال الْيَتَامَى یتیموں کے ظُلْمًا ظلم

سے اِنَّمَا (تو)بلاشبہ یَـأۡكُلُونَ وہ کھاتے ہیں فِیۡ بُطُونِهِمۡ اپنے پیٹوں میں نَاراً آگ وَسَيَصۡلَوۡنَ اور عنقریب وہ داخل ہوں گے سَعِيۡراً دہکتی آگ میں

ترجمہ: جولوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور ضرور دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں۔

ا۔ جولوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں۔

۲۔ ایسے لوگوں کو جلد ہی ایک دہکتی آگ میں داخل ہونا ہوگا۔

سورۂ نساء کی ابتداء ہی سے یتیموں کے بارے میں مسلسل ہدایات واحکامات بیان کئے جارہے ہیں۔ سورۂ نساء کی دوسری آیت میں یتیموں کو ان کا مال دینے کا حکم دیا گیا۔ ان یتیموں کے مالوں کو اپنے مالوں میں ملانے سے روکا گیا۔ تیسری آیت میں یہ کہا گیا کہ اگر یتیم لڑکیوں کے معاملہ میں انصاف نہ کرنے کا خوف ہو تو دوسری ایسی عورتوں سے نکاح کرنے کا حکم دیا گیا جو انہیں پسند ہیں۔ پانچویں آیت میں یہ کہا گیا کہ یتیموں کو ان کا مال اس وقت تک نہ دو جب تک کہ وہ اس کو خرچ کرنے کا سلیقہ نہ رکھتے ہوں، البتہ ان کے مالوں میں سے ان کو کھلانے، پہنانے اور ان سے معروف طریقہ سے بات کرنے کا حکم دیا گیا۔ چھٹویں آیت میں ان یتیموں کو نکاح کی عمر تک پہنچنے تک پرکھتے رہنے کا حکم دیا گیا اور جب ان میں سمجھداری آجائے تو ان یتیموں کا مال انہیں حوالے کر دینے کا حکم بھی دیا گیا۔ ساتویں آیت میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی کہ وراثت کی تقسیم کے وقت اگر دیگر رشتہ داروں اور مسکینوں کے ساتھ یتیم آجائیں تو تھوڑا بہت ان کو بھی دے دیا جائے۔ اس آیت میں یتیموں کے مالوں کو ناحق اور ظلم کرتے ہوئے جولوگ کھاجاتے ہیں ان کے لئے یہ وعید بیان کی گئی کہ یہ لوگ بظاہر انکا مال کھا رہے ہیں مگر نتیجہ اور انجام کے اعتبار سے اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور ایسے لوگوں کا انجام دوزخ ہی ہے۔

آج بھی ہمارے سماج میں ایسے ظالم بھیڑیئے موجود ہیں جو یتیم بچوں کا مال دھڑلے سے کھاجاتے ہیں اور بڑی آسانی سے ڈکار لے لیتے ہیں۔ بڑے بھائی کا انتقال ہوا، اسی کے ساتھ چھوٹے بھائی کا رہنا ہوتا تھا۔ بڑے بھائی کے بچے ہیں اور ان بچوں کے چچانے سارے مال پر قبضہ کرلیا۔ اس فہرست میں دیندار، متقی اور پرہیزگار کہلائے جانے والے لوگ بھی ہیں جن کی تہجد بھی قضاء نہیں ہوتی۔ لمبی لمبی تسبیح روزانہ چلتی ہے، نفل روزے کبھی نہیں چھوٹتے۔ مگر معاملات میں اس قدر کچے ہیں کہ ذرا بھی شرم نہیں آتی کہ اپنے ہی بھائی کے معصوم بچے سڑک پر آگئے۔ بیوہ بھابھی کسمپرسی کا شکار ہوگئی اور یہ ہیں کہ اپنے بھائی کی وراثت کے مال میں سے مزے لے لے کر کھا رہے ہیں۔ یہ ظالم اور جاہل اپنے ہاتھوں سے اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں۔ بظاہر روٹی سے پیٹ بھر رہے ہیں، لیکن حقیقت میں اپنے پیٹ میں آگ کے انگارے بھر رہے ہیں۔

درس نمبر (۳۵۵)

وراثت کے احکام ومسائل (۱)

النسآء:۱۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَّوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَآؤُكُمْ وَأَبناؤُكُمْ لا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفعاً فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْما حَكِيْماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يُوصِيْكُمُ تمہیں وصیت کرتا ہے اللّٰهُ اللہ فِي أَوْلَادِكُمْ تمہاری اولاد کی بابت لِلذَّكَرِ مرد کیلئے ہے مِثْلُ مثل حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ دوعورتوں کے حصے کی فَإِن پھر اگر كُنَّ ہوں نِسَآءً (صرف) عورتیں (ہی دو یا) فَوْقَ زیادہ اثْنَتَيْنِ دو سے فَلَهُنَّ تو ان کے لئے ہے ثُلُثَا دوتہائی مَا (اس میں سے) جو تَرَكَ وہ چھوڑ گیا وَإِن اور اگر كَانَتْ ہو وَاحِدَةً ایک ہی (لڑکی) فَلَهَا تو اس کے لئے ہے النِّصْفُ آدھا وَلِأَبَوَيْهِ اور اس کے ماں باپ کے لئے لِكُلِّ وَاحِدٍ ہر ایک کے لئے مِّنْهُمَا ان دونوں میں سے السُّدُسُ چھٹا حصہ ہے مِمَّا اس میں سے جو تَرَكَ وہ چھوڑ گیا إِن اگر كَانَ ہے لَهُ اس کی وَلَدٌ اولاد فَإِن پھر اگر لَّمْ نہ يَكُن ہو لَّهُ اس کی وَلَدٌ اولاد وَوَرِثَهُ اور اس کے وارث ہوں أَبَوَاهُ اس کے ماں باپ ہی فَلِأُمِّهِ تو اس کی ماں کے لئے ہے الثُّلُثُ تیسرا حصہ فَإِن پھر اگر كَانَ ہوں لَهُ اس کے إِخْوَةٌ (ایک سے زیادہ) بھائی بہن فَلِأُمِّهِ تو اس کی ماں کا ہے السُّدُسُ چھٹا حصہ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ وصیت کے بعد يُوصِي (کہ) وہ وصیت کر جائے بِهَا اس کی أَوْ یا دَيْنٍ قرض کے (بعد) آبَآؤُكُمْ تمہارے باپ وَأَبناؤُكُمْ اور تمہارے بیٹے لا نہیں تَدْرُونَ تم جانتے أَيُّهُمْ ان میں سے کون أَقْرَبُ زیادہ قریب ہے لَكُمْ تمہارے لئے نَفْعاً باعتبار نفع کے فَرِيْضَةً (یہ حصے) مقرر ہیں مِّنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے إِنَّ بلاشبہ اللّٰهَ اللہ كَانَ ہے عَلِيْما خوب جاننے والا حَكِيْماً بڑا حکمت والا

ترجمہ: اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو ارشاد فرماتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے اور اگر اولاد میت صرف لڑکیاں ہی ہوں یعنی دو یا دو سے زیادہ تو کُل ترکے میں ان کا دو تہائی ہے اور اگر صرف ایک لڑکی ہو تو اس کا نصف ہے اور میت کے ماں باپ کا یعنی دونوں میں سے ہر ایک کا ترکے میں چھٹا حصہ ہے۔ بشرطیکہ میت کے اولاد ہو اور اگر اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو ایک تہائی ماں کا حصہ ہے اور اگر میت کے بھائی بھی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہوگا اور یہ تقسیم ترکہ میت کی وصیت کی تعمیل کے بعد جو اس نے کی ہو یا قرض کے ادا ہونے کے بعد جو اس کے ذمہ ہو عمل میں آئے گی تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ داداؤں اور بیٹوں پوتوں میں سے فائدے کے لحاظ سے کون تم سے زیادہ قریب ہے؟ یہ حصے اللہ کے مقرر کئے ہوئے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔

۲۔ اگر صرف بیٹیاں ہی ہوں، دو یا دو سے زیادہ تو مرنے والے نے جو کچھ چھوڑا ہے ان بیٹیوں کو اس کا دو تہائی حصہ ملے گا۔

۳۔ اور اگر صرف ایک بیٹی ہو تو اسے ترکہ کا آدھا حصہ ملے گا۔

۴۔ مرنے والے کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا بشرطیکہ مرنے والے کی کوئی اولاد ہو۔

۵۔ اور اگر مرنے والے کی کوئی اولاد نہ ہو اور کوئی بھائی بھی نہ ہو یا صرف ایک بھائی ہو تو متروکہ مال کا تہائی حصہ ماں کو ملے گا اور ورثہ کی تقسیم کے بعد جو کچھ بچ جائے گا وہ باپ کو ملے گا۔

۶۔ مرنے والے کو اولاد تو نہ ہو لیکن ایک سے زائد بھائی ہوں، اس صورت میں ماں کو چھٹا حصہ ملے گا اور تقسیم کے بعد جو کچھ بچ جائے وہ باپ کو ملے گا۔ یہ بھی واضح ہو کہ میراث کی تقسیم قرض کی ادائیگی اور وصیت کی تکمیل کے بعد ہے۔

سورۂ نساء کے اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے تفصیل کے ساتھ وراثت کی تقسیم کے احکام بتلائے ہیں۔ وراثت کے بعض احکام کی تفصیلات سورۂ نساء کے آخری رکوع میں بھی بتلائے گئے ہیں۔ وراثت سے متعلق تفصیل سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتلائی کہ یُوصِيكُمُ اللَّهُ فِيٓ أَوۡلَٰدِكُمۡ اللہ تعالیٰ تم کو اولاد کی میراث کے بارے میں حکم دیتا ہے۔ اس ارشادِ گرامی کے ذریعہ اس بات کی طرف اشارہ کردیا گیا ہے کہ وراثت کی تقسیم میں لوگوں کا اختیار نہیں ہے کہ جس طرح چاہیں وراثت کا مال تقسیم کرلیں بلکہ مرنے والے کے چھوڑے ہوئے مال میں جو حصے دیئے جا رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردیئے گئے ہیں۔ مرنے والے کو یا کسی بھی حکومت کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ وراثت کے احکام میں ردوبدل کریں۔ ہر شخص کو وراثت کے سلسلہ میں وہی آفاقی قانون تسلیم کرنا پڑے گا جو قرآنِ مجید میں بیان کیا گیا ہے۔ جو کوئی اپنی طرف سے قانون بنائے گا وہ قانون باطل ہوگا۔ قانون تو بس اللہ کا قانون چلے گا جو قرآنِ مجید اور احادیثِ شریفہ سے ثابت ہے۔

درس نمبر (۳۵۶) وراثت کے احکام ومسائل (۲) النسآء: ۱۲/۱۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَكُمۡ نِصۡفُ مَا تَرَكَ أَزۡوَٰجُكُمۡ إِن لَّمۡ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٞۚ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٞ فَلَكُمُ ٱلرُّبُعُ مِمَّا تَرَكۡنَۚ مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٖ يُوصِينَ بِهَآ أَوۡ دَيۡنٖۚ وَلَهُنَّ ٱلرُّبُعُ مِمَّا تَرَكۡتُمۡ إِن لَّمۡ يَكُن لَّكُمۡ وَلَدٞۚ فَإِن كَانَ لَكُمۡ وَلَدٞ فَلَهُنَّ ٱلثُّمُنُ مِمَّا تَرَكۡتُمۚ مِّنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٖ تُوصُونَ بِهَآ أَوۡ دَيۡنٖ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَكُمۡ اور تمہارے لئے نِصۡفُ آدھا ہے مَا (اس) کا جو تَرَكَ چھوڑ گئیں أَزۡوَٰجُكُمۡ تمہاری بیویاں إِن اگر لَّمۡ نہ يَكُن ہو لَّهُنَّ ان کی وَلَدٞ اولاد فَإِن پھر اگر كَانَ ہو لَهُنَّ ان کی وَلَدٞ اولاد فَلَكُمُ تو تمہارے لئے ہے ٱلرُّبُعُ چوتھا حصہ مِمَّا اس سے جو تَرَكۡنَ وہ چھوڑ گئیں مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٖ بعد وصیت کے يُوصِينَ

(کہ) وہ وصیت کر جائیں بِهَا اس کی أَوْ یا دَيْنٍ قرض کے (بعد) وَلَهُنَّ اوران (بیویوں) کے لئے ہے الرُّبُعُ چوتھا حصہ مِمَّا اس سے جو تَرَكْتُمْ تم چھوڑ جاؤ إِن اگر لَّمْ نہ يَكُن ہو لَّكُمْ تمہاری وَلَدٌ اولاد فَإِن پھر اگر كَانَ ہو لَكُمْ تمہاری وَلَدٌ اولاد فَلَهُنَّ تو ان (بیویوں) کے لئے ہے الثُّمُنُ آٹھواں حصہ مِمَّا اس سے جو تَرَكْتُم تم چھوڑ جاؤ مِّن بَعْدِ وَصِيَّةٍ وصیت کے بعد تُوصُونَ (کہ) تم وصیت کر جاؤ بِهَا اس کی أَوْ یا دَيْنٍ قرض کے (بعد)

ترجمہ: اور جو مال تمہاری بیویاں چھوڑ مریں۔ اگر ان کے اولاد نہ ہو تو اس میں سے نصف حصہ تمہارا ہے۔ پھر اگر ان کے اولاد ہو تو ترکے میں تمہارا حصہ چوتھائی ہے لیکن یہ تقسیم وصیت کی تعمیل کے بعد جو انہوں نے کی ہو یا قرض کے ادا ہونے کے بعد جو ان کے ذمے ہو کی جائے گی اور جو مال تم مرد چھوڑ مرو۔ اگر تمہارے اولاد نہ ہو تو تمہاری بیویوں کا اس میں چوتھا حصہ ہے۔ پھر اگر تمہاری اولاد ہو تو ان کا آٹھواں حصہ ہے۔ یہ حصے تمہاری وصیت کی تعمیل کے بعد جو تم نے کی ہو اور ادائے قرض کے بعد تقسیم کئے جائیں گے۔

تشریح: وراثت کی تقسیم سے متعلق اہم اصول اس آیت میں بھی بیان کئے جا رہے ہیں تاہم اس آیت کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ میاں بیوی کی وراثت سے متعلق اور دوسرا حصہ کلالہ سے متعلق ہے، جس کی تفصیل آگے درس میں کی جائے گی۔

۱۔ تمہاری بیویاں جو کچھ وراثت میں چھوڑ کر جائیں اس میں تمہارا حصہ آدھا ہے، اس شرط پر کہ ان کی کوئی اولاد نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر بیوی لاولد ہے تو شوہر کو چھوڑے ہوئے مال میں سے آدھا حصہ ملے گا۔

۲۔ اگر تمہاری بیویوں کی اولاد ہو تو ایسی صورت میں تمہیں ان کی وراثت کا چوتھائی حصہ ملے گا، لیکن یہ اس وصیت کی تکمیل کے بعد ہے جو ان بیویوں نے کی ہوگی یا اس قرض کی ادائیگی کے بعد جو ان پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر بیوی صاحبِ اولاد ہو خواہ اس شوہر سے یا دوسرے شوہر سے تو شوہر کو وراثت کا چوتھائی حصہ ملے گا۔

۳۔ تم جو کچھ وراثت میں چھوڑ جاتے ہو تمہاری بیویوں کو اس میں سے چوتھائی حصہ ملے گا جبکہ تم کو اولاد نہ ہو، اگر شوہر لاولد مرا ہو تو بیوی کو متروکہ مال کا چوتھائی حصہ ملے گا۔

۴۔ اگر ایسی صورت میں تم کو اولاد ہو چاہے یہ اولاد اس بیوی سے یا دوسری بیوی سے ہو تو تمہاری بیوی کو تمہاری وراثت کا آٹھواں حصہ ملے گا، اس وصیت کی تکمیل کے بعد جو تم نے کی ہوگی یا اس قرض کی ادائیگی کے بعد جو تم پر ہے۔

پچھلی آیت میں وراثت سے متعلق جو جزئیات بیان کئے گئے، ان جزئیات کا تعلق نسب سے تھا یعنی ماں باپ کی وراثت بیٹوں کی وراثت وغیرہ۔

اس آیت میں وراثت کے جو جزئیات بیان کی گئیں ان کا تعلق ازواج سے ہے یعنی بیوی کا انتقال ہو جائے تو کس صورت میں شوہر کو کس قدر حصہ ملے گا اور اگر شوہر کا انتقال ہو جائے تو کس صورت میں بیوی کو کس قدر حصہ ملے گا؟ یعنی شوہر اور بیوی کے حصوں کے بارے میں قرآنِ مجید قانون بیان کر رہا ہے۔

درس نمبر(۳۵۷) **کلالہ کی حقیقت** النسآء:۱۲/۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيمِ . بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيمِ

وَإِنْ كَـانَ رَجُلٌ يُّورَثُ كَلالَةً أَو امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوْا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَى بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِن اوراگر كَانَ ہو رَجُلٌ وہ مرد يُورَثُ (کہ)وراثت کی جارہی ہے(اس کی) كَلالَةً کلالہ أَو یا امْـرَأَةٌ عورت ہو(ایسی ہی) وَلَهُ اوراس کا أَخٌ ایک بھائی ہے أَوْ یا أُخْتٌ ایک بہن فَـلِكُلِّ وَاحِدٍ توہرایک کے لئے مِّنْهُمَا ان دونوں میں سے السُّدُسُ چھٹا حصہ ہے فَإِن پھراگر كَانُوْا ہوں وہ أَكْثَرَ زیادہ مِن ذٰلِكَ اس سے فَهُمْ تووہ شُرَكَاءُ شریک ہوں گے فِيْ الثُّلُثِ تہائی حصے میں مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ وصیت کے بعد يُوصَى (کہ)وصیت کردی جائے بِهآ اس کی أَوْ یا دَيْنٍ قرض کے(بعد) غَيْـرَ مُضَآرٍّ بشرطیکہ نہ نقصان پہنچانے والا ہووہ وَصِيَّةً (یہ)وصیت ہے مِّنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے وَاللّٰهُ اوراللہ عَلِيمٌ خوب جاننے والا حَلِيمٌ بڑا بردبار ہے

ترجمہ: اوراگر ایسے مرد یاعورت کی میراث ہوجس کے نہ باپ ہونہ بیٹا مگراس کے بھائی یا بہن ہوتو ان میں سے ہرایک کا چھٹا حصہ ہےاوراگرایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے۔یہ حصے بھی بعدادائے وصیت وقرض بشرطیکہ ان سے میت نے کسی کا نقصان نہ کیا ہو تقسیم کئے جائیں گے۔یہ اللہ کا فرمان ہےاوراللہ نہایت علم والا ہے بردبار ہے۔

تشریح: سورۂ نساء کی آیت نمبر۱۲ کے دوسرے حصہ میں کلالہ کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

آیت نمبر۱۲ کے پہلے حصے میں میاں بیوی کے سلسلہ میں وراثت کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں اوراس آیت کے دوسرے حصہ میں کلالہ سے متعلق تفصیلات بیان کی جارہی ہیں۔تفسیر کی روشنی میں فقہ کی اصطلاح میں کلالہ کا اطلاق اس شخص پر کیا گیا ہے جس نے اپنے مرنے کے وقت اپنے پیچھے نہ اصول چھوڑے ہوں اور نہ فروع چھوڑے ہوں۔ اصول سے مراد باپ دادااورفروع سے مراد بیٹے اور پوتے ہیں۔یعنی ایک ایسا شخص جس کے انتقال کے وقت نہ اس کے باپ دادا تھےاور نہ ہی بیٹے اور پوتے تھے تو ایسی صورت میں دیکھا جائے گا کہ اگراس نے ایک بھائی یا ایسی بہن جو ماں شریک ہے چھوڑے ہوں تو ان دونوں میں سے ہرایک کو چھٹا حصہ ملے گااوراگرایک بھائی یا بہن سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی ان سب کے درمیان مساوی تقسیم ہوجائے گا۔

نوٹ: قرآنِ مجید میں مطلق بھائی بہن کا ذکر ہے،لیکن فقہاءکرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہاں بھائی بہن سے اخیافی یعنی ماں شریک بھائی بہن مراد ہیں۔ایسے مسائل کے سلسلہ میں مفتیانِ کرام سے رجوع ہوں۔

درس نمبر (۳۵۸) **یہ اللہ کے حدود ہیں** النسآء:۱۳۔۱۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ O وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَاراً خَالِداً فِيْهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: تِلْكَ یہ حُدُودُ اللّٰهِ اللہ کی حدیں ہیں وَمَن اور جوکوئی يُطِعِ اللّٰهَ اللہ کی اطاعت کرے گا وَرَسُولَهُ اور اس کے رسول کی يُدْخِلْهُ (تو) وہ اسے داخل کرے گا جَنَّاتٍ ایسے باغوں میں کہ تَجْرِىْ چلتی ہیں مِن تَحْتِهَا ان کے نیچے الْأَنْهَارُ نہریں خَالِدِيْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے فِيْهَا ان میں وَذٰلِكَ اور یہ ہے الْفَوْزُ کامیابی الْعَظِيْمُ بہت بڑی O وَمَنْ اور جوکوئی يَعْصِ اللّٰهَ اللہ کی نافرمانی کرے گا وَرَسُولَهُ اور اس کے رسول کی وَيَتَعَدَّ اور تجاوز کرے گا حُدُودَهُ اس کی حدوں سے يُدْخِلْهُ (تو) وہ داخل کرے گا اس کو نَاراً آگ میں خَالِداً وہ ہمیشہ رہے گا فِيْهَا اس میں وَلَهُ اور اس کے لئے ہے عَذَابٌ عذاب مُّهِيْنٌ رسوا کن

ترجمہ: یہ تمام احکام اللہ کی حدیں ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر کی فرمانبرداری کرے گا اللہ اس کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہہ رہی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے O اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدوں سے نکل جائے گا اس کو اللہ دوزخ میں ڈالے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کو ذلت کا عذاب ہوگا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تین باتیں بتلائی ہیں۔

۱۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کی ہوئی حدیں ہیں۔

۲۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

۳۔ جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی حدوں سے آگے بڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے ذلت والا عذاب ہوگا۔

پچھلی آیتوں میں وراثت سے متعلق تفصیلی احکام بتلائے گئے کہ اولاد کا حق کیا ہے؟ ماں باپ کا حق کیا ہے؟ مرد کا حق کتنا ہے؟ عورت کا حق کتنا ہے؟ بیوی اور شوہر کا حق کتنا ہے؟ وغیرہ۔

وراثت سے متعلق یہ مسائل صرف سننے اور سمجھنے کے لئے نہیں ہیں بلکہ یہ مسائل اپنی عملی زندگی میں لانے کے لئے بتلائے گئے ہیں۔ آدمی حکومت کے بنائے ہوئے قوانین پر سختی سے عمل کرتا ہے، اس لئے کہ اس کو اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ حکومت کے قوانین کی خلاف ورزی پر جیل کی سزا ہوگی یا بھاری جرمانہ لگے گا۔ زمین و آسمان کا خالق و مالک جو حقیقی بادشاہ ہے

جس کی سلطنت اور حکومت ہی حقیقی دائمی اور ابدی سوپر پاور حکومت ہے۔افسوس کہ اس کے احکام کا پاس ولحاظ نہیں کیا جاتا جبکہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کے حکموں کی خلاف ورزی کی سزا وقتی اور عارضی نہیں بلکہ ابدی ودائمی ہے۔وہ سزا چھوٹی نہیں بلکہ بہت بڑی ہے جو دہکتی آگ کی شکل میں ظاہر ہوگی۔ ہمارے معاشرے میں آپس کے مالی معاملات میں خرد برد کرنے ،حقوق کو پامال کرنے اور ایک دوسرے کا مال ناحق اور ناجائز طریقہ سے کھانے کا رواج عام ہوگیا ہے۔ وراثت کی وہ آفاقی تقسیم جو انصاف پر مبنی ہے ہم نے اس تقسیم کے اصول کو چھوڑ دیا اور اپنی مرضی سے وراثت کی تقسیم کرنے لگے۔آج کے معاشرہ میں بہنوں اور بیٹیوں کی وراثت برابر تقسیم نہیں ہوتی۔سورۂ نساء میں اہمیت کے ساتھ وراثت کی تقسیم کے تمام اصول بتلائے گئے ہیں تاکہ ہم کسی کا حق نہ ماریں۔

وراثت کے اصول بتلائے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یہ دنیا کے کسی کمزور انسان کے بتلائے ہوئے حدود نہیں ہیں کہ تم اس سے غفلت برتو بلکہ یہ اس مالک الملک کے بتلائے ہوئے حدود ہیں جو زمین وآسمان کا خالق ہے اور یہ بات یادرکھو کہ رب ذوالجلال کا یہ دستور ہے کہ دنیا میں جو اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر اس قدر مہربان ہوں گے کہ اس کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور ایسا نہیں ہوگا کہ یہ جنت چند دن کے لئے دی جائے گی بلکہ اس جنت میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے اور کسی شخص کا جنت میں داخلہ مل جانا ہی بہت بڑی کامیابی ہے اور جس شخص نے اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے حدود کو توڑا اور حد سے تجاوز کیا تو اس کی سزا وہ دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہے گا۔ یہ بات یادرکھنے کی ہے کہ دوزخ کا داخلہ ذلت کا عذاب ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کی ذلت والے عذاب سے حفاظت فرمائے۔

حدودِ الٰہی کے سلسلہ میں قرآنِ مجید میں مختلف مقامات پر تنبیہ کی گئی ہے۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۷ میں یوں کہا گیا **تِـلْکَ حُـدُودُ اللّٰـهِ فَلاَ تَقْرَبُوهَا** یہ اللہ کی مقررہ حدیں ہیں تو ان کے پاس نہ پھٹکنا۔سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۹ میں یوں کہا گیا کہ **تِـلْکَ حُـدُودُ اللّٰهِ فَلاَ تَعْتَدُوهَا وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَأُولٰـئِکَ هُمُ الظَّالِمُونَ** یہ اللہ کے حدود ہیں تو ان سے تجاوز نہ کرو اور جو اللہ کے حدود سے تجاوز کرتے ہیں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

درس نمبر (۳۵۹) زنا کے ثبوت کیلئے چار مردوں کی گواہی مطلوب ہے النسآء:۱۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِن نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ فَإِن شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيلاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاللَّاتِي اور وہ جو يَأْتِينَ کریں الْفَاحِشَةَ بےحیائی (کا کام) مِن نِّسَآئِكُمْ تمہاری عورتوں میں سے فَاسْتَشْهِدُوا تو تم گواہ ٹھہرالو عَلَيْهِنَّ ان پر أَرْبَعَةً چار (مرد) مِّنكُمْ اپنے میں سے فَإِن پھر اگر شَهِدُوا وہ گواہی دیں فَأَمْسِكُوهُنَّ تو انہیں بند رکھو فِي الْبُيُوتِ گھروں میں حَتَّىٰ یہاں تک کہ يَتَوَفَّاهُنَّ

انہیں ختم کردے الْمَوْتُ موت أَوْ یا یَجْعَلَ بنادے اللّٰہُ اللہ لَهُنَّ ان کے لئے سَبِيْلاً کوئی راستہ

ترجمہ: مسلمانو! تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کا ارتکاب کربیٹھیں ان پر اپنے لوگوں میں سے چار اشخاص کی شہادت لو اگر وہ ان کی بدکاری کی گواہی دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ موت ان کا کام تمام کردے یا اللہ ان کے لئے کوئی اور سبیل پیدا کرے۔

تشریح: اِس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں۔

ا۔تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں بے حیائی کا کام کریں تو تم ان کی اس بے حیائی پر چار آدمیوں کی گواہی طلب کرلو جو تم میں سے ہوں۔

۲۔اگر وہ چار گواہ اس عورت کی بے حیائی پر گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں روکے رکھو یہاں تک کہ اللہ ان کو موت دے یا ان کے لئے کوئی راہ تجویز فرمادے۔

زنا بہت بڑا بھاری جرم ہے۔ یہ سماج کیلئے ایک زہریلا عمل ہے۔اس فحش کام سے زندگیاں اجیرن اور خاندان تباہ ہوجاتے ہیں، جن عورتوں سے ایسی بے حیائی کی حرکت سرزد ہوجائے تو اس سلسلہ میں کیا کرنا چاہیئے؟ اس آیت میں اس کے ثبوت کیلئے پہلے تو چار گواہ طلب کئے جائیں گے، یعنی کسی بھی عورت کے بارے میں زنا کی نسبت کی جائے تو اس بات کو کسی ایک آدمی یا دو آدمی کے محض کہہ دینے سے معتبر تسلیم نہیں کیا جائے گا بلکہ جن ذمہ داران کے پاس یا جن حکام کے پاس یہ معاملہ پیش کیا جائے گا تو اس زنا کے ثبوت کیلئے ایک یا دو نہیں بلکہ چار گواہ طلب کئے جائیں گے اور وہ بھی ایسے گواہ جو گواہی دینے کی اہلیت رکھتے ہوں اور اس معاملہ میں صرف مردوں کی گواہی معتبر ہوگی عورتوں کی نہیں۔کسی بھی عورت کی طرف زنا کی نسبت کرنے کے سلسلہ میں شریعت نے سخت شرط لگائی ہے، اس لئے کہ یہ عورت کی عزت وناموس اور خاندانوں کے ننگ وعار کا مسئلہ ہے۔اس لئے پہلے تو یہ شرط لگائی گئی کہ چار گواہ ہوں اور وہ بھی مرد ہوں۔ظاہر ہیکہ یہ شرط بہت سخت ہے۔اس شرط کی حکمت یہ ہے کہ بعض مرتبہ عورت کا شوہر یا اس کی والدہ یا بہن ذاتی دشمنی کی وجہ سے اس عورت پر خواہ مخواہ الزام نہ لگادیں یا دوسرے بری نیت رکھنے والے لوگ دشمنی کی وجہ سے کسی عورت پر الزام اور تہمت نہ لگا بیٹھیں، اس لئے اس معاملہ میں چار افراد سے کم کی گواہی کا اعتبار نہیں کیا گیا۔اس کے بعد اس آیت میں یہ بات کہی گئی کہ اگر چار مرد کسی عورت پر زنا کی گواہی دے دیں تو ایسی صورت میں اس زنا کار عورت کو گھر میں بند رکھا جائے۔ یہاں تک کہ موت ہی اس کا خاتمہ کردے یا اللہ تعالیٰ اس کے لئے کوئی اور راہ یعنی کوئی دوسرا حکم تجویز فرمادیں۔ چنانچہ بعد میں وہ سبیل بھی سورۂ نور میں بیان کردی گئی کہ زنا کار مرد ہو یا عورت ہر ایک کو سو کوڑے مارے جائیں۔ یہ غیر شادی شدہ مرد اور عورت کے لئے حکم ہے اور اگر دونوں شادی شدہ ہیں تو انہیں شریعت کے حکم کے مطابق رجم کردیا جائے گا یعنی اس قدر سنگسار کیا جائے گا کہ اسی میں ان کی ہلاکت ہوجائے۔

اس آیت میں زنا کرنے اوراس پر چار افراد کی گواہی ملنے پر جو گھروں میں محبوس کرنے کا حکم تھا یہ سورۂ نور کی اس آیت کی وجہ سے منسوخ ہوگیا جس میں باکرہ یعنی غیر شادی شدہ کیلئے زنا کا ثبوت ملنے پر سو کوڑے اور ثیّبہ یعنی شادی شدہ کیلئے رجم یعنی سنگسار کا حکم دیا گیا۔ سورۂ نور میں اس بات کی بھی وضاحت کردی گئی کہ لَمۡ یَاۡتُوا بِالشُّهَدَاء فَأُوۡلَئِکَ عِنۡدَ اللّٰهِ هُمُ الۡكَاذِبُونَ اگر کسی عورت پر کوئی زنا کرنے کی بات کہے اور اس پر وہ لوگ چار گواہ نہ لائیں تو اللہ کے نزدیک وہ لوگ جھوٹے ہیں۔

درس نمبر (۳۶۰) **توبہ اور اصلاح** النسآء:۱۶

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالَّذَانَ يَأۡتِيَانِهَا مِنۡكُمۡ فَآذُوهُمَا فَإِنۡ تَابَا وَأَصۡلَحَا فَأَعۡرِضُواۡ عَنۡهُمَا إِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّاباً رَّحِيۡماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَالَّذَانَ اور وہ دو مرد جو يَأۡتِيَانِهَا کریں یہی (بے حیائی کا کام) مِنۡكُمۡ تم میں سے فَآذُوهُمَا تو انہیں ایذا دو فَإِنۡ پھر اگر تَابَا وہ دونوں توبہ کرلیں وَأَصۡلَحَا اور دونوں اصلاح کرلیں فَأَعۡرِضُواۡ تو درگزر کرو عَنۡهُمَا ان دونوں سے إِنَّ اللّٰهَ بلاشبہ اللہ كَانَ ہے تَوَّاباً بہت توبہ قبول کرنے والا رَّحِيۡماً نہایت رحم کرنے والا

ترجمہ: اور جو دو مرد تم میں سے بدکاری کریں تو ان کو ایذا دو پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نیکوکار ہو جائیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو۔ بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے مہربان ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ جو بھی دو شخص تم میں سے بے حیائی کا کام کریں ان کو اذیت پہنچاؤ۔

۲۔ پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو ان سے درگزر کرو۔

۳۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

پچھلی آیت میں بے حیائی کا کام کرنے والی عورتوں کے بارے میں زنا کے ثبوت کیلئے چار گواہوں کو طلب کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس آیت میں جو بھی دو شخص اور عورت بدکاری کریں تو حکم یہ دیا گیا کہ تم ان کو ایذا دو۔ ایذا دینے کا خاص طریقہ تو اس آیت میں نہیں بتلایا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں ایذاء دینے کے معنی یہ ہیں کہ ان کو زبان سے عار دلائی جائے اور شرمندہ کیا جائے اور ہاتھ سے ان کی کچھ مرمت بھی کی جائے۔ ہاں! یہ سب کام حکام کی طرف سے ہونی چاہئیں۔ دارالقضاء کے ذمہ داران، علماء ومفتیانِ کرام اس سلسلہ میں شرعی قوانین کی روشنی میں فیصلہ کریں گے۔

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک الَّذَانَ يَأۡتِيَانِهَا سے وہ دو مرد مراد ہیں جو غیر فطری طریقہ پر قضاءِ شہوت کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ قوم لوط سے منسوب یہ عمل بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت کا موجب

ہے۔حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے آسان ترجمۂ قرآن میں لکھا ہے کہ یہ مردوں کے خلافِ فطرت ہم جنسی کے عمل کی طرف اشارہ ہے۔اس کی کوئی متعین سزا مقرر کرنے کے بجائے یہ ہدایت دی گئی ہے کہ ایسے مردوں کو اذیت دی جائے جس کے مختلف طریقے فقہاء کرام نے تجویز کئے ہیں۔صحیح یہ ہے کہ اس کو حاکم کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے۔ اگر بے حیائی کے مرتکب یہ مرد وعورت سچی توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں اور پھر ان سے اس قسم کا کوئی کام سرزد نہ ہو تو ان دونوں کو درگزر کردو اور یہ بات یادرکھو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی ہے کہ وہ سچی توبہ کرنے والے کی توبہ کو قبول کرتے ہیں اور اپنے بندوں پر بڑی مہربانی کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہیکہ جب آدمی بے حیائی کا کوئی کام کرتا ہے یا کوئی عورت بے حیائی کا کام کر بیٹھتی ہے تو عین ممکن ہے کہ انہوں نے سچی توبہ کرلی ہو۔جب وہ علی الاعلان حکام کے سامنے بھی اپنی سچی توبہ کا اعلان کردیں اور اپنی اصلاح بھی کرلیں اور اپنا راستہ بدل لیں اور سیدھے راستہ پر قائم ہوجائیں تو عام لوگوں کو اس شخص کے حق میں اچھا گمان رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے عین ممکن ہے کہ اس کی توبہ قبول کرلی ہو،جس کو اللہ نے معاف کردیا ہے ہم کو کیا حق ہے کہ برسوں کے گزرجانے کے باوجود ہم اس شخص کو طعنہ دیتے رہیں؟ اس شخص کی غیبت کرتے رہیں اور اس شخص پر لعنت و ملامت کرتے رہیں۔اس پر غور کرنے اور دوسروں کی اصلاح سے پہلے خود ہمیں اپنی اصلاح کی جانب توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

درس نمبر(۳۶۱)

کن لوگوں کی توبہ قبول ہوتی ہے؟

النسآء:۱۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَأُوْلَئِكَ يَتُوبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْماً حَكِيْماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّمَا یقیناً التَّوْبَةُ توبہ(کا قبول کرنا) عَلَى اللّٰهِ اللہ کے ذمے لِلَّذِيْنَ انہی لوگوں کے لئے ہے جو يَعْمَلُوْنَ کرتے ہیں السُّوْءَ بُرا کام بِجَهَالَةٍ جہالت سے ثُمَّ پھر يَتُوبُوْنَ وہ توبہ کرلیتے ہیں مِن قَرِيْبٍ جلدی ہی فَأُوْلَئِكَ تو یہی لوگ ہیں يَتُوبُ (کہ)متوجہ ہوتا ہے اللّٰهُ اللہ عَلَيْهِمْ ان پر(یعنی توبہ قبول کرلیتا ہے) وَكَانَ اور ہے اللّٰهُ اللہ عَلِيْماً بہت جاننے والا حَكِيْماً خوب حکمت والا

ترجمہ:اللہ انہی لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی سے بُری حرکت کر بیٹھتے ہیں پھر جلد ہی توبہ کرلیتے ہیں پس ایسے لوگوں پر اللہ توجہ کرتا ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔انہی لوگوں کی توبہ اللہ قبول کرتا ہے جو نادانی سے بری حرکت کرتے ہیں پھر جلد ہی توبہ کرلیتے ہیں۔

۲۔ایسے لوگوں پر اللہ توجہ کرتا ہے۔

۳۔اللہ تعالیٰ علم وحکمت کا مالک ہے۔

اس آیت میں ایک اہم ترین بات یہ بتلائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کرنے کی جو ذمہ داری لی ہے وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو نادانی سے کوئی برائی کر ڈالتے ہیں، پھر جلدی ہی توبہ کر لیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر بات کو جانتے بھی ہیں اور حکمت والے بھی ہیں۔

اس آیت کو واضح طور پر سمجھنے کیلئے توبہ کی حقیقت کو سمجھنا ضروری ہے۔لوگ عموماً یہ سمجھتے ہیں کہ توبہ کا مطلب وہی معصوم بچے کی توبہ کی طرح ہے جو دونوں کان پکڑ کر کہنے لگ جائے کہ آئندہ سے نہیں کرتا توبہ توبہ۔ پس ان دونوں الفاظ کے بعد پھر اس بچہ کی وہی روش رہتی ہے۔لوگ مسجدوں میں جاتے ہیں، نماز کے بعد آہستہ سے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہروں پر طمانچے مار لیتے ہیں اور پھر وہی کرتے ہیں جو انہیں کرنا ہوتا ہے۔ایسی توبہ میں گناہ کو چھوڑنے کا کوئی جذبہ کارفرما نہیں ہوتا۔اصل توبہ جس کو حقیقی توبہ کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی سے جب کوئی گناہ ہو جائے تو وہ اس گناہ پر دل سے نادم اور شرمندہ ہو اور اس بات پر ایسی شرمندگی ہو کہ وہ دل سے یوں کہنے لگ جائے کہ ہائے یہ میں نے کیا کر دیا؟ میں نے اپنے حقیقی خالق و مالک ورزاق کی نافرمانی کر دی۔اس شرمندگی کے بعد اس گناہ کے دوبارہ نہ کرنے کا پختہ اور مضبوط ارادہ کر لے اور آئندہ نہ کرنے کا عزم و ارادہ کر لے۔

یہاں یہ نکتہ بھی ذہن میں رہے کہ اس آیت میں یہ جو کہا گیا کہ يَعْمَلُونَ السُّوٓءَ بِجَهَالَةٍ کا جملہ ہے اس سے بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ نادانی اور انجانے سے کئے گئے گناہ کی توبہ قبول ہوتی ہے اور جان بوجھ کر کئے گئے گناہ کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔حقیقت یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس آیت کی جو تفسیر بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ جہالت سے اس جگہ یہ مراد ہے کہ اس کو گناہ کے برے انجام اور آخرت کے عذاب سے غفلت اس گناہ کا سبب ہوگئی۔اگر گناہ کو گناہ جانتا ہو، اگر اس کا قصد اور ارادہ بھی کیا ہو، ایسی صورت میں یہ معنی ہوا کہ حماقت اور بیوقوفی سے یہ گناہ کیا ہے۔کسی بھی کام کے انجام سے غافل ہو کر کام کرنے کو جہالت کہا جاتا ہے۔ بندہ اس آیت کے ظاہری مفہوم سے اللہ تعالیٰ کی ذات سے مایوس نہ ہو جائے کہ اس شخص کے لئے توبہ کا دروازہ گویا بند ہو گیا ہے، جس نے عمداً گناہ کیا ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ غرغرہ کی حالت سے پہلے تک کے لئے کھلا رکھا ہے۔

درس نمبر (۳۶۲) مسلسل گناہ توبہ کی قبولیت کیلئے رکاوٹ النسآء:۱۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتّٰى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ أُولٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَيْسَتِ اورنہیں التَّوْبَةُ توبہ (قبول ہوتی) لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کی جو يَعْمَلُونَ کرتے (رہتے) ہیں کام السَّيِّئَاتِ بُرے حَتّٰى یہاں تک کہ إِذَا حَضَرَ جب آتی ہے أَحَدَهُمُ ان میں سے ایک کو الْمَوْتُ موت قَالَ

(تو)وہ کہتا ہے إِنِّیْ بیشک میں نے تُبْتُ توبہ کی الآنَ اب وَلاَ اورنہ(ہی) الَّذِیْنَ ان لوگوں کی جو یَمُوتُونَ مرتے ہیں وَ هُمْ اس حال میں کہ وہ کُفَّارٌ کافرہی ہوتے ہیں أُوْلَـئِکَ یہ لوگ أَعْتَدْنَا ہم نے تیار کیا ہے لَهُمْ ان کیلئے عَذَاباً عذاب أَلِيْماً دردناک

ترجمہ: اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو ساری عمر بُرے کام کرتے رہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آموجود ہوتو اس وقت کہنے لگے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ ان کی توبہ قبول ہوتی ہے جو کفر کی حالت میں مریں، ایسے لوگوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کررکھا ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو ساری عمر بُرے کام کرتے رہیں۔

۲۔یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آموجود ہوتو اس وقت کہنے لگتے ہیں کہ اب میں توبہ کرتا ہوں۔

۳۔اور نہ ان کی توبہ قبول ہوتی ہے جو کفر کی حالت میں مرجائیں۔

۴۔ایسے لوگوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کررکھا ہے۔

اس آیت میں یہ حقیقت واضح انداز میں بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کی توبہ قبول نہیں کرتے جو برابر یعنی مسلسل گناہ کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت آکھڑی ہوتی ہے اور دوسرے عالم کی چیزیں نظر آنے لگتی ہیں تو اب کہنے لگتا ہے کہ میں اب توبہ کرتا ہوں۔ایسے وقت کی توبہ قبول نہیں ہوتی، جب موت ہی آکھڑی ہوجائے۔اسی لئے حکم ہے کہ موت سے پہلے توبہ کرنے میں جلدی کیا کرو۔رسولِ رحمت ﷺ نے ارشادفرمایا کہ اِنَّ اللّٰہ یَقْبَلُ تَوْبَةَ العَبْدِ مَالَم یُغَرْغِرْ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرماتے ہیں جب تک اس پر موت اورنزع کا غرغرہ طاری نہ ہوجائے،لیکن جب نزع کا وقت طاری ہوجائے تو اب توبہ کا دروازہ بند کردیا جاتا ہے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو بندۂ مومن موت سے ایک مہینہ پہلے اپنے گناہ سے توبہ کرلے یا ایک دن یا ایک گھڑی پہلے توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائیں گے بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ سچی توبہ کی گئی ہو۔(ابنِ کثیر)اس سے معلوم ہوا کہ موت سے پہلے جو توبہ کرلی جائے قبول ہوگی البتہ غرغرۂ موت کے وقت کی توبہ مقبول نہیں ہوگی۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے تفسیر بیان القرآن میں ایک اہم بات بیان فرمائی ہے کہ موت کے قریب دوحالتیں پیش آتی ہیں ایک تو ناامیدی کی حالت ہوتی ہے جبکہ انسان ہر دوا اور تدبیر سے عاجز ہوکر یہ سمجھ لیتا ہے کہ اب موت آنے والی ہے،اس کو حالتِ یأس کہا جاتا ہے۔اس کے بعد کی دوسری حالت یاس کی ہے۔جب غرغرہ کا وقت آجاتا ہے جس کو نزع کا وقت کہا جاتا ہے، پہلی حالت میں بھی توبہ قبول ہوجاتی ہے،مگر دوسری حالت جب پیش آجاتی ہے تو توبہ قبول نہیں ہوتی۔اس آیت میں دوسری حقیقت یہ بتلائی گئی ہے کہ ان لوگوں کی بھی توبہ قبول نہیں ہوتی جن کی موت کفر کی حالت میں آجاتی ہے۔اللہ تعالیٰ

ایسی بدترین موت سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ جولوگ زندگی بھرکفر پر زندہ رہیں اور جب نزع کی حالت آ جائے اب کفر سے توبہ کریں تو ایسے لوگوں کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی۔ تیسری حقیقت یہ بتلائی گئی کہ ان کافرلوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے دردناک سزا تیار کررکھی ہے۔

درس نمبر (۳۶۳) بیویوں کے ساتھ بھلے انداز سے پیش آ ؤ النسآء:۱۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُواْ النِّسَاءَ كَرْهاً وَلاَ تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُواْ بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَّأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُواْ شَيْئاً وَيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْراً كَثِيْراً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اے لوگو جو آمَنُواْ ایمان لائے ہو! لاَ نہیں ہے يَحِلُّ حلال لَكُمْ تمہارے لئے أَن یہ کہ تَرِثُواْ تم وارث ہوجاؤ النِّسَاءَ عورتوں کے كَرْهاً زبردستی وَلاَ اور نہ تَعْضُلُوهُنَّ تم انہیں روکو لِتَذْهَبُواْ تاکہ تم لے لو بِبَعْضِ کچھ (حصہ) مَا اس (حق مہر) کا جو آتَيْتُمُوهُنَّ تم نے انہیں دیا إِلَّا مگر أَنْ یہ کہ يَأْتِيْنَ وہ کریں بِفَاحِشَةٍ بےحیائی مُّبَيِّنَةٍ کھلی وَعَاشِرُوهُنَّ اورتم ان کے ساتھ گزر بسر کرو بِالْمَعْرُوفِ خوش اسلوبی سے فَإِن پھر اگر كَرِهْتُمُوهُنَّ تم ان کو ناپسند کرو فَعَسَى تو شاید أَن کہ تَكْرَهُواْ تم ناپسند کرو شَيْئاً کسی چیز کو وَيَجْعَلَ اور کردے اللّٰهُ اللہ فِيْهِ اس میں خَيْراً بھلائی كَثِيْراً بہت

ترجمہ: مومنو! تم کو جائز نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور اس نیت سے کہ جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ لے لو انہیں گھروں میں مت روک رکھنا ہاں! اگر وہ کھلے طور پر بدکاری کی مرتکب ہوں تو اور بات ہے اور ان کے ساتھ اچھی طرح سے رہو سہو۔ پھر اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت سی بھلائی پیدا کردے۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار باتیں بتلائی ہیں۔

۱۔اے ایمان والو! یہ بات تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے مالک بن بیٹھو۔

۲۔ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت کروکہ تم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس کا کچھ حصہ لے اُڑو الاّ یہ کہ وہ کھلی بےحیائی کا ارتکاب کریں۔

۳۔ان عورتوں کے ساتھ بھلے انداز میں زندگی بسر کرو۔

۴۔اگر تم انہیں پسند نہ کرتے ہوتو یہ عین ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔

زمانۂ جاہلیت میں عورتوں پر بہت ظلم ہوتا تھا اور مختلف شکلوں میں ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے جاتے تھے۔ایک بہت بڑا ظلم یہ ہوتا تھا کہ مرد، عورتوں کی جان اوران کے مال کے خود ہی زبردستی مالک بن جاتے تھے۔ جس کے نکاح میں عورت آ گئی گویا اس کا شوہر اس کی جان کا بھی مالک بن جاتا تھا اور اس کے مال کا بھی مالک بن جاتا تھا۔ جب کسی عورت کا شوہر مر جاتا تھا تو اس شوہر کی وراثت کے مال پر جیسا قبضہ ہوتا تھا اس عورت پر بھی ایسے ہی گویا قبضہ ہو جاتا تھا جو سراسر انصاف کے خلاف اور ظلم پر مبنی دستور تھا۔ کسی کے مرنے کے بعد اس کے وارث جس طرح اس کے چھوڑے ہوئے مال کے وارث اور مالک ہوتے تھے اسی طرح اس کی بیوی کے بھی وارث اور مالک مانے جاتے تھے، چاہیں تو وہ وارث خود اس عورت سے نکاح کرلیں یا کسی اور سے اس کا نکاح مال لے کر کردیں، یہاں تک کہ باپ کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کر لیتا تھا۔ اس طرح عورتوں پر سینکڑوں قسم کے ظلم ہوا کرتے تھے۔

اس آیت کے پہلے حصے میں اس قسم کے ظلم سے منع کیا گیا کہ اے ایمان والو! یہ بات تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے مالک بن جاؤ۔ زمانۂ جاہلیت میں اس قسم کا بھی ظلم ہوتا تھا کہ اگر عورت نے اپنے اس مال پر جو اس کو وراثت میں حصہ کے طور پر ملا ہے اس پر قبضہ کر ہی لیا تو مرد اس کو نکاح کرنے سے اس لئے روکتے کہ یہ اپنا مال باہر نہ لے جاسکے بلکہ یہیں مر جائے اور جب وہ مال چھوڑ جائے گی تو ہمارے قبضہ ہی میں وہ مال آ جائے گا۔ زمانۂ جاہلیت میں کہیں کہیں اس قسم کا ظلم بھی ہوتا تھا کہ بعض اوقات بیوی کا کوئی قصور نہ ہونے کے باوجود محض طبعی طور پر وہ شوہر کو پسند نہ ہوتی تو شوہر اس کی زوجیت کے حقوق ادا نہ کرتا اور طلاق بھی نہیں دیتا تھا تاکہ یہ مجبور عورت تنگ آ کر زیور اور مہر وغیرہ جو اسے دے چکا ہے وہ واپس کر دے یا اگر مہر نہیں دیا ہے ابھی تک تو وہ اس مہر کو معاف کر دے۔ اس قسم کے تمام مظالم سے اس آیت میں مسلمانوں کو روکا گیا ہے۔ مردوں کو حکم دیا گیا کہ تم ان عورتوں کے ساتھ بھلے انداز میں زندگی بسر کرو۔ اگر تمہیں اپنی بیویوں کی کوئی عادت یا کوئی چیز ناپسند ہے تو یاد رکھو کہ اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی بھی رکھ دی ہو۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ رنگ و روپ اور شکل و صورت کے لحاظ سے عورت دل کو نہیں بھاتی، لیکن اس کی خدمت گزاری اس قدر مثالی ہوتی ہے کہ مرد اس پر قربان ہو جائے۔ وہ شوہر کے مال کی حفاظت کرتی ہے۔ گھر بار کو سنبھال کر رکھتی ہے۔ بچوں کی تربیت کرتی ہے اور ان کو تقویٰ کی راہ پر ڈالتی ہے۔ یہ کوئی معمولی نعمت نہیں ہے۔

درس نمبر (۳۶۴) — بیوی سے مہر واپس مت لو — النسآء:۲۱۔۲۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِنْ أَرَدتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَاراً فَلاَ تَأْخُذُواْ مِنْهُ شَيْئاً أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَاناً وَّإِثْماً مُّبِيناً ○ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَى بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ وَّأَخَذْنَ مِنكُم مِّيْثَاقاً غَلِيْظاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِنْ اور اگر أَرَدتُّمُ تم چاہو اسْتِبْدَالَ بدلنا زَوْجٍ ایک بیوی کا مَّكَانَ زَوْجٍ ایک بیوی کی جگہ

وَ آتَيْتُمْ جب کہ تم نے دیا ہو إِحْدَاهُنَّ ان میں سے ایک کو قِنطَاراً بہت سا مال فَلاَ تو نہ تَأْخُذُواْ (واپس) لوتم مِنْهُ اس میں سے شَيْئاً کچھ بھی أَ کیا تَـأْخُذُونَهُ تم لوگے اسے بُهْتَاناً بہتان باندھ کر وَإِثْـماً مُّبِيْناً اور گناہ صریح سےO وَ كَيْفَ اور کیسے تَأْخُذُونَهُ لوگے تم اسے وَقَدْ جبکہ تحقیق أَفْضَى ملاپ کر چکا ہے بَعْضُكُمْ ایک تمہارا إِلَى بَعْضٍ دوسرے سے وَأَخَذْنَ اور ان عورتوں نے لیا ہے مِنكُم تم سے مِّيْثَاقاً عہد غَلِيْظاً پختہ

ترجمہ: اور اگر تم ایک عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت کرنی چاہو اور پہلی عورت کو ڈھیر سا مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ مت لینا۔ بھلا تم بہتان لگا کر اور کھلا گناہ کر کے اپنا مال اس سے واپس لو گے؟ O اور تم دیا ہوا مال کیونکر واپس لے سکتے ہو جبکہ تم ایک دوسرے کے ساتھ صحبت کر چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد بھی لے چکی ہیں؟

تشریح: ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تین باتیں بتلائی ہیں۔

ا۔ اگر دوسری عورت سے نکاح کرنے کی غرض سے پہلی بیوی کو چھوڑنا چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ جو مہر یا مہر کے علاوہ بطور ہبہ اور تحفہ دے چکے ہو اس میں سے تم ہرگز نہ لو۔

۲۔ کیا تم اس پر بہتان باندھ کر اور صریح گناہ کا ارتکاب کر کے مہر واپس لے لو گے؟

۳۔ آخر تم کیسے وہ مہر واپس لے سکتے ہو جبکہ تم ایک دوسرے کے اتنے قریب ہو چکے تھے اور انہوں نے تم سے بڑا بھاری عہد بھی لے لیا تھا۔

اس آیت میں یہ بات بتلائی گئی ہے کہ اگر تم خود اپنی رغبت کی وجہ سے بجائے ایک بیوی کے یعنی پہلی بیوی کے دوسری بیوی کرنا چاہو اور پہلی بیوی کا کوئی قصور نہ ہو اور تم اس پہلی بیوی کو مہر میں یا ویسے ہی بطور ہبہ یا تحفہ یا عطیہ کے انبار کا انبار مال دے چکے ہو تو تم اس دیئے ہوئے میں سے اس کو تنگ کر کے کچھ بھی واپس مت لو اور زبردستی معاف کرانا بھی حکماً واپس لینا ہے۔ اگر کسی شخص کے نکاح میں کوئی عورت ہو اور وہ اسے طلاق دے کر دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہے تو اس صورت میں یہاں یہ تنبیہ کی جارہی ہے کہ اگر کسی بیوی کو چھوڑ رہے ہو جسے تم نے مہر میں یا مہر کے علاوہ بھی بہت سارا مال دے چکے ہو تو اب اس مال میں سے کچھ نہ لو، یہ اچھی بات نہیں ہے۔ پہلے تو طلاق دینا بھی کوئی اچھا کام نہیں ہے، پھر جس عورت کے ساتھ ایک عرصہ تک زندگی گزاری گئی اور بالخصوص ایسی صورت میں جبکہ اس کا کوئی قصور بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں خواہ مخواہ اس کو طلاق دینا اور جو مال دیا ہے اس کو واپس لے لینا یقیناً غیر اخلاقی حرکت ہے اور اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔ ظاہر ہے کہ جب اس عورت کا ظاہری سہارا چھوٹ رہا ہو تو ایک طرف تو وہ اپنے سہارے سے محروم ہو رہی ہے، پھر وہ اگر اس مال سے بھی محروم ہو جائے تو اس کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ اس لئے اس مال کے واپس لینے کا ارادہ مت کرو۔ بعض مرتبہ اس سے وہ مال حاصل کرنے کے لئے اس عورت پر کسی طرح کی تہمت رکھ دی جاتی ہے یا زبردستی اس سے چھین لیا جاتا ہے۔ یقیناً یہ سراسر ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ سوال کر رہے ہیں کہ وَ كَيْفَ تَـأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَى بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ جب تم ایک دوسرے سے بے حجاب ہو کر مل چکے ہو، جس عورت نے اپنی

ذات کوتمہارے حوالے کر دیا تھااور مہر تو اسی کا عوض تھا،اب تم اسی عوض والی چیز کو واپس لیتے ہو؟ یہ کس قدر گھٹیا حرکت ہے جوتم کرر ہے ہو؟ اوراس بات پر بھی غور کرو کہ وہ عورتیں تم سے مضبوط اقرار لے چکی تھیں آپس میں ایک دوسرے سے عہد و معاہدے ہو چکے تھے،اب تم ان کے ساتھ یہ گھٹیا حرکت کرر ہے ہو کہ دیا ہوا مہر یا دی ہوئی چیزیں تم ان سے واپس لے رہے ہو۔ایسی گھٹیا حرکت کو نہ اسلام برداشت کرتا ہےاور نہ ہی عقل اس کو تسلیم کرتی ہے۔

درس نمبر (۳٦۵) **باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو** النسآء:۲۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلاَ تَنكِحُواْ مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم مِّنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتاً وَسَاءَ سَبِيْلاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلاَ اور نہ تَنكِحُواْ تم نکاح کرو مَا جن سے نَكَحَ نکاح کیا آبَاؤُكُم تمہارے باپوں نے مِّنَ النِّسَاءِ عورتوں سے إِلَّا مگر مَا جو قَدْ سَلَفَ پہلے گزر چکا إِنَّهُ بلاشبہ یہ كَانَ ہے فَاحِشَةً بےحیائی (کا کام) وَمَقْتاً اور ناراضی کی بات وَسَاءَ اور بُرا ہے سَبِيْلاً طریقہ

ترجمہ: اور جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا نے نکاح کیا ہو ان سے نکاح نہ کرنا مگر جاہلیت میں جو ہو چکا سو ہو چکا یہ نہایت بےحیائی اور اللہ کی ناخوشی کی بات تھی اور بہت بُرا دستور تھا۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا کسی وقت نکاح کر چکے ہوں تم انہیں اپنے نکاح میں نہ لاؤ۔

۲۔جو اب تک ہو گیا وہ ہو گیا،آئندہ کبھی ایسا نہ ہو۔

۳۔یہ بڑی بےحیائی اور گھناونا عمل ہے اور بے راہ روی کی بات ہے۔

جاہلیت کے زمانہ میں جہاں دوسری خرابیاں اور برائیاں حد کو پار کر چکی تھیں وہیں بےحیائی کے میدان میں یہ بےشرمی والی حرکت بھی تھی جس میں اس زمانہ کے لوگوں کو اس بات پر عار نہیں تھا کہ وہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس کی بیوی سے نکاح کر لیتے تھے،یعنی اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کر لیتے تھے۔اسلام آیا اور اس نے بےحیائی کی اس فحش حرکت کو ختم کر دیا اور یہ حکم جاری کیا کہ جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا نے نکاح کیا ہو ان سے نکاح نہ کرو مگر زمانۂ جاہلیت میں جو ہو چکا وہ ہو چکا اور یہ بات یاد رکھو کہ آئندہ یہ حرکت ہرگز نہیں ہونی چاہئے۔یہ حرکت انتہائی بےحیائی کی حرکت ہے اور اللہ کو ناراض کرنے والی اور تہذیب وتمدن کے لحاظ سے بہت بُرا راستہ ہے۔

مفسرین نے اس آیت کے شانِ نزول میں یہ بات لکھی ہے کہ یہ آیت حصن بن ابی قیس کے بارے میں نازل ہوئی، جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کرنا چاہا۔ان کے علاوہ بھی کچھ لوگوں نے یہ حرکت کی۔ابوقیس کی بیوی کو جب ابوقیس کے بیٹے نے نکاح کا پیغام دیا تو وہ کہنے لگی کہ میں تو تجھے اپنا بیٹا سمجھتی ہوں، تجھ سے کیسے نکاح کروں؟ میں رسول اللہ ﷺ سے

اس سلسلہ میں دریافت کرتی ہوں۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ ﷺ کے سامنے اپنی بات رکھی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ وَلاَ تَنكِحُواْ مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم مِّنَ النِّسَاءِ إِلاَّ مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتاً وَسَاءَ سَبِيْلاً اور ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہیں، مگر جو پہلے گزر چکا۔ بے شک یہ بے حیائی کا اور غصہ کا کام ہے اور بُرا راستہ ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میرے ماموں ابو بردہ میرے پاس سے گزرے۔ ان کے پاس ایک جھنڈا تھا۔ میں نے کہا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا، آپ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کی طرف بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے۔ مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کا سر کاٹ کر لاؤں۔ (مشکوٰۃ)

درس نمبر (۳۶۶) کون کونسی عورتوں سے نکاح حرام ہے؟ النسآء: ۲۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالاَتُكُمْ وَبَنَاتُ الأَخِ وَبَنَاتُ الأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللاَّتِيْ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللاَّتِيْ فِيْ حُجُورِكُم مِّن نِّسَآئِكُمُ اللاَّتِيْ دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُواْ دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلاَئِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ أَصْلاَبِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُواْ بَيْنَ الأُخْتَيْنِ إَلاَّ مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوراً رَّحِيماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: حُرِّمَتْ حرام کی گئی ہیں عَلَيْكُمْ تم پر أُمَّهَاتُكُمْ تمہاری مائیں وَبَنَاتُكُمْ اور تمہاری بیٹیاں وَأَخَوَاتُكُمْ اور تمہاری بہنیں وَعَمَّاتُكُمْ اور تمہاری پھوپھیاں وَخَالاَتُكُمْ تمہاری خالائیں وَبَنَاتُ الأَخِ اور بھائیوں کی بیٹیاں (بھتیجیاں) وَبَنَاتُ الأُخْتِ اور بہنوں کی بیٹیاں (بھانجیاں) وَأُمَّهَاتُكُمُ اور تمہاری مائیں اللاَّتِيْ وہ جنہوں نے أَرْضَعْنَكُمْ تمہیں دودھ پلایا وَأَخَوَاتُكُم اور تمہاری بہنیں مِّنَ الرَّضَاعَةِ رضاعی وَأُمَّهَاتُ اور مائیں نِسَآئِكُمْ تمہاری بیویوں کی (تمہاری ساسیں) وَرَبَائِبُكُمُ اور تمہاری سوتیلی بیٹیاں اللاَّتِيْ وہ جو فِيْ حُجُورِكُم (پرورش پائیں) تمہاری گودوں میں مِّن نِّسَآئِكُمُ تمہاری ان عورتوں (کے بطن) سے اللاَّتِيْ وہ جو دَخَلْتُم صحبت کی تم نے بِهِنَّ ان سے فَإِن پس اگر لَّمْ تَكُونُواْ نہیں تم نے دَخَلْتُم صحبت کی بِهِنَّ ان سے فَلاَ جُنَاحَ تو نہیں کوئی گناہ عَلَيْكُمْ تم پر وَحَلاَئِلُ اور بیویاں أَبْنَائِكُمُ تمہارے بیٹوں کی (تمہاری بہوئیں) الَّذِيْنَ وہ جو مِنْ أَصْلاَبِكُمْ تمہاری پشتوں سے ہیں وَأَن تَجْمَعُواْ اور (حرام ہے تم پر) جمع کرنا تمہارا بَيْنَ الأُخْتَيْنِ درمیان دو بہنوں کے إَلاَّ مگر مَا جو قَدْ سَلَفَ پہلے گزر گیا إِنَّ بلاشبہ اللّٰهَ اللہ كَانَ ہے غَفُوراً بہت بخشنے والا رَّحِيماً نہایت رحم کرنے والا

ترجمہ: تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو اور رضاعی بہنیں اور ساسیں حرام کر دی گئی ہیں اور جن عورتوں سے تم خلوت کر چکے ہو ان کی لڑکیاں جنہیں

تم پرورش کرتے ہو وہ بھی تم پر حرام ہیں ہاں اگر ان کے ساتھ تم نے خلوت نہ کی ہو تو ان کی لڑکیوں کے ساتھ نکاح کر لینے میں تم پر کچھ گناہ نہیں اور تمہارے صلبی بیٹوں کی عورتیں بھی اور دو بہنوں کا اکٹھا کرنا بھی حرام ہے مگر جو ہو چکا سو ہو چکا بے شک اللہ بخشنے والا ہے بڑا مہربان ہے۔

تشریح: اِس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ کن کن عورتوں سے نکاح حرام ہے؟ جن عورتوں سے نکاح حرام ہے، وہ یہ ہیں:

(۱) تمہاری مائیں (۲) تمہاری بیٹیاں (۳) تمہاری بہنیں (۴) تمہاری پھوپھیاں (۵) تمہاری خالائیں (۶) تمہاری بھتیجیاں (۷) تمہاری بھانجیاں (۸) تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے (۹) تمہاری دودھ شریک بہنیں (۱۰) تمہاری بیویوں کی مائیں (۱۱) تمہارے زیر پرورش تمہاری سوتیلی بیٹیاں جو تمہاری ان بیویوں کے پیٹ سے ہوں جن کے ساتھ تم نے خلوت کی ہو (۱۲) تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں (۱۳) دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کرنا (۱۴) وہ عورتیں جو دوسرے شوہروں کے نکاح میں ہوں۔

سورۂ نساء کی آیت نمبر ۳ میں یہ کہا گیا کہ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلاَثَ وَرُبَاعَ کہ تم نکاح کرلو جو عورتیں بھی تمہیں پسند آئیں دو دو تین تین چار چار۔ مگر یہاں یہ نہیں بتلایا گیا تھا کہ کن کن عورتوں سے نکاح نہیں کیا جاسکتا۔ اس آیت میں پوری تفصیل کے ساتھ فہرست بتلا دی گئی کہ آدمی کن کن عورتوں سے نکاح نہیں کرسکتا۔ اس کو چار قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی قسم یہ کہ ایک مرد جن جن عورتوں سے نکاح نہیں کرسکتا کل تیرہ قسم کی عورتوں سے نکاح کے حرام ہونے کی بات بتلائی گئی ہے، ان میں ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی، یہ سات تو وہ ہیں جن کا تعلق نسب سے ہے، جن کو محرمات نسبیہ کہا جاتا ہے۔ دوسری قسم یہ کہ وہ ماں جس نے تمہیں دودھ پلایا ہے، جس کی وجہ سے وہ رضاعی ماں ہو جاتی ہے اور وہ بہن جس کی ماں کا دودھ تم نے پیا ہے جس کی وجہ سے وہ تمہاری رضاعی بہن بن گئی یا اس بہن نے جس نے تمہاری حقیقی یا رضاعی ماں کا دودھ پیا ہے، جب بھی وہ تمہاری رضاعی بہن ہوگئی۔ اس طرح یہ دو قسم کی عورتیں ہوگئیں۔ یہ عورتیں رضاعت کی وجہ سے حرام ہیں، اس لئے ان کو محرماتِ رضاعیہ کہا جاتا ہے۔ تیسری قسم یہ کہ تمہاری بیوی کی ماں، اس میں بیوی کے تمام اصول آ گئے یعنی بیوی کی دادی، پڑدادی، نانی، پڑنانی اور بیوی کی بیٹیاں یعنی بیوی کے سب فروع آ گئے، بیٹی، پوتری، نواسی۔ یہاں یہ بات وضاحت کے ساتھ بتادی گئی کہ بیوی سے مراد وہ بیوی جن کے ساتھ تم نے صحبت کی ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی عورت کے ساتھ صرف نکاح کرنے سے اس عورت کی بیٹی حرام نہیں ہو جاتی۔ تمہارے بیٹوں کی بیوی بھی حرام ہے اور دو بہنوں کو ایک ساتھ ایک نکاح میں رکھنا بھی حرام ہے۔ یہ چار قسم کی عورتیں ہیں جو مصاہرت کی وجہ سے حرام ہیں، جن کو محرمات بالمصاہرہ کہا جاتا ہے۔ چوتھی قسم یہ کہ وہ عورت جس کا پہلے سے شوہر ہو۔ شوہر والی عورت سے نکاح بھی حرام ہے۔ ایک عورت جو پہلے ہی سے ایک شخص کے نکاح میں ہے اس سے دوسرا کوئی شخص نکاح نہیں کرسکتا۔ محرمات نسبیہ میں سات عورتیں، محرمات رضاعیہ میں دو عورتیں، محرمات مصاہرت میں چار عورتیں اور چوتھی قسم میں صرف ایک عورت یعنی وہ جو شوہر والی ہے۔ اس طرح کل ۱۴ قسم کی عورتیں ہیں جن سے نکاح حرام ہے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ ماں کے عموم میں دادیاں اور نانیاں سب داخل ہیں۔اپنی صلبی لڑکی سے نکاح جو حرام ہے تو اس لڑکی کی لڑکی سے بھی اور بیٹے کی لڑکی سے بھی نکاح حرام ہے۔مطلب یہ ہوا کہ بیٹی، پوتی، پڑپوتی، نواسی، پڑنواسی ان سب سے نکاح کرنا حرام ہے۔

حقیقی بہن سے نکاح حرام ہے۔اس میں تفصیل یہ ہے کہ حقیقی بہن کی طرح اس بہن سے بھی نکاح حرام ہے جو باپ شریک ہے جس کو علاتی بہن کہا جاتا ہے اور اس بہن سے بھی نکاح حرام ہے جو ماں شریک ہے جس کو اخیافی بہن کہا جاتا ہے۔اسی طرح پھوپھی سے جو نکاح حرام ہے اس میں حقیقی پھوپھی کے علاوہ اپنے باپ کی علاتی اور اخیافی بہن سے بھی نکاح حرام ہے۔اسی طرح والدہ کی بہن یعنی حقیقی خالہ کے علاوہ علاتی اور اخیافی خالہ یعنی ماں کی باپ شریک اور ماں شریک بہن سے بھی نکاح حرام ہے۔اسی طرح بھتیجی سے نکاح حرام ہے یعنی اپنے حقیقی بھائی کی لڑکی اور اپنے اخیافی بھائی کی لڑکی اور اپنے علاتی بھائی کی لڑکی سے بھی نکاح حرام ہے۔اسی طرح حقیقی بھانجی سے جس طرح نکاح حرام ہے اسی طرح اخیافی اور علاتی بھانجیوں سے بھی نکاح حرام ہے۔

جس عورت نے تمہیں دودھ پلایا ہے وہ بھی حقیقی ماں کی طرح ہے جس کو رضاعی ماں کہا جاتا ہے۔دودھ چاہے تھوڑا پیا ہو یا زیادہ ایک مرتبہ پیا ہو یا کئی دفعہ ہر صورت میں اس عورت سے نکاح حرام ہے، اس لئے کہ وہ رضاعی ماں ہے۔یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ یہ رضاعت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب کہ رضاعت کی مدت یعنی دو سال تا ڈھائی سال کے اس زمانہ میں پیا ہو اگر کسی نے کسی عورت کا دودھ ڈھائی سال کے بعد کسی عمر میں پیا ہے تو وہ حکم میں رضائی ماں نہیں ہوگی۔اسی طرح رضاعی بہن بھی حرام ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کسی لڑکی یا لڑکے نے مدت رضاعت میں کسی عورت کا دودھ پی لیا تو وہ عورت اس کی رضاعی ماں بن گئی اور اس عورت کا شوہر اس کا رضاعی باپ بن گیا اور اس عورت کی جتنی نسبی اولاد ہے وہ اس کے بھائی بہن ہو گئے اور اس عورت کی بہنیں اس کی خالائیں ہو گئیں۔اس عورت کا جیٹھ اور دیور اس کے رضاعی چچا ہو گئے وغیرہ۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ اس سلسلہ میں جو بھی نیا مسئلہ درپیش ہو تو مقامی مفتیانِ کرام سے رجوع فرمائیں۔

درس نمبر(۳۶۷) — **نکاح کا مقصد کیا ہے؟** — النسآء:۲۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُواْ بِأَمْوَالِكُم مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيْضَةً وَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرَاضَيْتُم بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْماً حَكِيْماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَالْمُحْصَنَاتُ اور (حرام ہیں) شادی شدہ مِنَ النِّسَاءِ عورتیں (بھی) إِلَّا مگر مَا جن کے مَلَكَتْ مالک ہوں أَيْمَانُكُمْ تمہارے دائیں ہاتھ كِتَابَ اللّٰهِ (یہ) لکھ دیا ہے اللہ نے عَلَيْكُمْ تم پر وَأُحِلَّ اور حلال کردی گئی ہیں لَكُم تمہارے لئے مَّا جو وَرَاءَ علاوہ ہیں ذَلِكُمْ ان کے أَنْ تَبْتَغُواْ بشرطیکہ تم تلاش

کرو بِـأَمْوَالِكُم اپنے مالوں کے بدلے مُّـحْصِنِيْنَ نکاح میں لانے والے ہو غَيْـرَ مُسَـافِحِيْنَ نہ کہ بدکاری کرنے والے فَمَا پھر جو اسْتَـمْتَعْتُم فائدہ اٹھایا تم نے بِهٖ اس کے بدلے مِنْهُنَّ ان سے فَـآتُوهُنَّ تو تم دو انہیں أُجُورَهُنَّ ان کے مہر فَرِيْضَةً مقرر شدہ وَلاَ اورنہیں جُنَاحَ کوئی گناہ عَلَيْكُمْ تم پر فِيْمَا اس (کمی بیشی) میں کہ تَـرَاضَيْتُم تم باہم راضی ہوجاؤ بِـهٖ اس کے ساتھ مِـنْ بَـعْـدِ الْفَرِيْضَةِ مقرر کر لینے کے بعد إِنَّ بلاشبہ اللّٰهَ اللہ كَانَ ہے عَلِيْماً خوب جاننے والا حَكِيْماً بڑا حکمت والا

ترجمہ: اورشوہر والی عورتیں بھی تم پر حرام ہیں مگر وہ جو قید ہو کر باندیوں کے طور پر تمہارے قبضے میں آ جائیں۔ یہ حکم اللہ نے تم کو لکھ دیا ہے اور ان محرمات کے سوا دوسری عورتیں تم کو حلال ہیں اس طرح سے کہ مال خرچ کر کے ان سے نکاح کر لو بشرطیکہ نکاح سے مقصود عفت قائم رکھنا ہو نہ کہ شہوت پرستی تو جن عورتوں سے تم لطف اندوز ہوئے ان کا مہر جو مقرر کیا ہوا ادا کر دو اور اگر مقرر کرنے کے بعد آپس کی رضامندی سے مہر میں کمی بیشی کر لو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ بیشک اللہ سب کچھ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ وہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں جو دوسرے شوہروں کے نکاح میں ہوں۔

۲۔ البتہ جو باندیاں تمہاری ملکیت میں آ جائیں وہ مستثنیٰ ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے یہ احکام تم پر فرض کئے ہیں۔

۴۔ مذکورہ چودہ قسم کی عورتوں کے علاوہ باقی عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں کہ ان پر تم اپنا مال یعنی مہر خرچ کر کے انہیں اپنے نکاح میں لانا چاہو تو لا سکتے ہو، بشرطیکہ تم ان سے باقاعدہ نکاح کا رشتہ قائم کر کے عفت حاصل کرو، صرف شہوت نکالنا مقصود نہ ہو۔

۵۔ جن عورتوں سے نکاح کر کے تم نے لطف اٹھایا ہو ان کو ان کا وہ مہر ادا کر دو جو مقرر کیا گیا ہو۔

۶۔ مہر مقرر کرنے کے بعد بھی جس کی بیشی پر تم آپس میں راضی ہو جاؤ اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

۷۔ یقین رکھو کہ اللہ ہر بات کا علم بھی رکھتا ہے، حکمت کا بھی مالک ہے۔

پچھلی آیت میں ان عورتوں کی فہرست تھی جن سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اُس آیت میں تیرہ قسم کی ایسی عورتوں کا ذکر تھا جن سے نکاح کرنا حرام ہے، صرف ایک قسم کی عورت جس سے نکاح حرام ہے اس کا ذکر اس آیت کے آغاز میں ہے۔ وَالْـمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ یعنی وہ عورتیں بھی حرام ہیں جو دوسرے شوہروں کے نکاح میں ہیں۔ ہم نے اس کی تشریح پچھلی آیت ہی میں کر دی تا کہ محرمات کا بیان مکمل ہو جائے۔

إِلاَّ مَـا مَلَكَتْ سے وہ عورتیں مراد ہیں جو دارالحرب سے قید کر کے لائی گئی ہوں اور ان کے شوہر وہیں دارالحرب

میں رہ گئے ہوں جو باندیاں جہاد کے دوران گرفتار کر کے دارالاسلام لائی جاتی تھیں اوران کے شوہر دارالحرب ہی میں رہ جاتے تھے ان کا نکاح ان شوہروں سے ختم ہوجاتا تھا، لہٰذا جب وہ دارالاسلام میں آنے کے بعد ایک حیض کی مدت پوری کرلیتیں اوران کو پچھلے شوہر سے حمل نہ ہوتا تو ان کا نکاح دارالاسلام کے کسی مسلمان سے جائز تھا، مگر یہ حکم انہی باندیوں کا ہے جو شرعی طور پر باندی بنائی گئی ہوں۔آج کل ایسی کنیزوں یا باندیوں کا کہیں وجود ہی نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے نکاح کے کرنے نہ کرنے سے متعلق جواحکام نازل کئے ہیں یہ وہ احکام ہیں جن پر عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ان احکامات سے منہ موڑنا سراسر نافرمانی ہے۔

وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاءَ ذَالِكُمْ کے ذریعہ اب وضاحت کے ساتھ یہ اجازت دی گئی کہ ان عورتوں کے علاوہ (جن سے نکاح کرنا حرام ہے) دوسری عورتوں سے نکاح حلال کردیا گیا ہے، اب تمہیں اجازت ہے کہ ان کے علاوہ دیگر عورتوں سے اس شرط کے ساتھ نکاح کر سکتے ہو کہ تم ان پر اپنا مال خرچ کرو یعنی ان کا مہر ادا کردو اور یہ بات بھی یاد رکھو کہ نکاح کا مقصد صرف شہوت نکالنا نہیں ہے۔مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ کے ذریعہ امت میں یہ مزاج پیدا کیا جارہا ہے کہ مالوں کے ذریعہ جو عورتیں تلاش کی جائیں اس سے عفت وعصمت کو باقی رکھنا اور پاکدامن رہنا مقصود ہو، صرف شہوت رانی پیشِ نظر نہ ہو۔ایک مومن کے نکاح کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ اس نکاح کے ذریعہ نسلیں بڑھیں اور نفس اور نظر کی حفاظت ہو اور عفت وعصمت کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔زنا کاری میں بھی اگرچہ مال خرچ ہوتا ہے، لیکن اس میں صرف شہوت رانی مقصود ہوتی ہے جس میں عفت وعصمت کی چادر چاک کردی جاتی ہے اور اس میں اولاد کی طلب کا کوئی جذبہ بھی نہیں ہوتا اور اگر اس سے اولاد ہو بھی جاتی ہے تو وہ حرامی اولاد ہوتی ہے جس کو عزت کا مقام بھی نہیں دیا جاسکتا۔اس لئے اسلام نے زنا کو حرام قرار دیا اور نکاح کو آدھا ایمان قرار دیا۔

اس آیت میں یہ بھی حکم دیا گیا کہ جن عورتوں سے نکاح کر کے تم لطف اٹھا رہے ہو ان کو ان کا مہر ادا کردو جو مقرر کیا گیا ہو۔اگر نکاح کرنے کے بعد خلوت صحیحہ ہوگئی تو جو مہر مقرر ہوا تھا وہ پورا ادا کرنا شوہر پر واجب ہوجاتا ہے اور اگر کسی وجہ سے خلوت صحیحہ سے پہلے ہی بیوی کو طلاق دے دیا تو آدھا مہر شوہر پر واجب ہے۔قرآنِ مجید نے عورتوں کو ان کا حق مہر دینے کا حکم دیا ہے اور توجہ دلائی ہے، مگر اس کے باوجود امت کا ایک بڑا طبقہ اس سلسلہ میں بے توجہی اور غفلت کا شکار ہے۔جوڑے اور جہیز کا مطالبہ جو کہ حرام ہے اس کے حاصل کرنے میں اس قدر عجلت کہ نکاح سے دو چار مہینے پہلے ہی جوڑے کی رقم حاصل کرلی جاتی ہے اور نکاح سے چند دن پہلے جہیز کا سامان لڑکے کے گھر چلا جاتا ہے، لیکن مہر کی ادائیگی جو کہ واجب ہے اس سلسلہ میں اس قدر غفلت کہ نکاح کے وقت میں مہر موٴجل کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے اور مہینوں بلکہ سالوں گزرنے کے باوجود مہر کی رقم عورت کو نہیں دی جاتی جو کہ عورت پر سراسر ظلم ہے اور قرآنِ مجید نے یہاں اس بات کی بھی وضاحت کردی ہے کہ اگر میاں بیوی دونوں آپس کی رضامندی سے مہر کی ادائیگی میں مہلت یا

کمی بیشی کرلیں تو اس کی گنجائش بھی دی گئی ہے بشرطیکہ عورت پر شوہر کی طرف سے یا اس کے سرپرستوں کی طرف سے کوئی دباؤ نہ ہو۔عورت خود ہی اپنے شوہر کے حالات اور مصلحتوں پر نظر رکھتے ہوئے معاف کردے یا اس میں کچھ کمی کردے تو اس کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

درس نمبر (۳٦۸) **تم سب آپس میں ایک جیسے ہو** النسآء:۲۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلاً أَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِإِيْمَانِكُمْ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ فَانكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلاَ مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ فَإِذَا أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ذَالِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنكُمْ وَأَنْ تَصْبِرُواْ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَنْ اور جو شخص لَّمْ نہ يَسْتَطِعْ رکھے مِنكُمْ تم میں سے طَوْلاً طاقت أَنْ يَّنكِحَ نکاح کرنے کی الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ آزاد مومن عورتوں سے فَمِن تو (نکاح کرلے) اس سے مَّا جن کے مَلَكَتْ مالک ہوئے أَيْمَانُكُم دائیں ہاتھ تمہارے مِّنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ تمہاری مومن لونڈیوں سے وَاللّٰهُ اور اللہ أَعْلَمُ خوب جانتا ہے بِإِيْمَانِكُمْ تمہارے ایمان کو بَعْضُكُم ایک تمہارا مِّن بَعْضٍ دوسرے سے ہے فَانكِحُوهُنَّ چنانچہ تم ان سے نکاح کرلو بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ ان کے مالکوں کی اجازت سے وَآتُوهُنَّ اور تم دو انہیں أُجُورَهُنَّ ان کے مہر بِالْمَعْرُوفِ دستور کے موافق مُحْصَنَاتٍ جبکہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ اس حال میں کہ نہ ہوں بدکاری کرنے والیاں وَلاَ اور نہ مُتَّخِذَاتِ بنانے والیاں ہوں أَخْدَانٍ چھپے یار فَإِذَا پھر جب أُحْصِنَّ وہ نکاح میں لائی جاچکیں فَإِنْ پھر اگر أَتَيْنَ وہ کریں بِفَاحِشَةٍ بےحیائی (کا کام) فَعَلَيْهِنَّ تو ان پر ہے نِصْفُ آدھی مَا اس سے جو عَلَى الْمُحْصَنَاتِ آزاد عورتوں پر ہے مِنَ الْعَذَابِ سزا سے ذَالِكَ یہ (اجازت) لِمَنْ اس کے لئے ہے جو خَشِيَ ڈرے الْعَنَتَ گناہ میں پڑنے سے مِنكُمْ تم میں سے وَأَن اور یہ کہ تَصْبِرُوْا صبر کرو خَيْرٌ بہتر ہے لَّكُمْ تمہارے لئے وَاللّٰهُ اور اللہ غَفُورٌ بہت بخشنے والا رَّحِيْمٌ نہایت رحم کرنے والا ہے

ترجمہ: اور جو شخص تم میں سے مومن آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کا مقدور نہ رکھے تو مومن باندیوں ہی سے جو تمہارے قبضے میں آگئی ہوں نکاح کرلے اور اللہ تمہارے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے تم آپس میں ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔ پھر ان لونڈیوں کے ساتھ ان کے مالکوں سے اجازت حاصل کرکے نکاح کرلو اور دستور کے مطابق ان کا مہر بھی ادا کردو بشرطیکہ وہ پاکدامن ہوں۔ نہ ایسی کہ کھلم کھلا بدکاری کریں اور نہ درپردہ دوستی کرنا چاہیں۔ پھر اگر وہ نکاح میں آکر بدکاری کا ارتکاب

کر بیٹھیں تو جو سزا آزاد عورتوں کے لئے ہے اس کی آدھی ان کو دی جائے۔ یہ باندی کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت اس شخص کو ہے جسے گناہ کر بیٹھنے کا اندیشہ ہو اور یہ بات کہ صبر کرو تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان ہے۔

تشریح: اس آیت میں نو باتیں بتلائی گئی ہیں۔

ا۔آزاد عورتوں سے نکاح کی اگر تم میں استطاعت نہ ہو تو مسلمان باندیوں سے نکاح کر سکتے ہو جو تمہاری ملکیت میں ہوں۔

۲۔اللہ تعالیٰ کو تمہارے ایمان کی پوری حالت کا خوب علم ہے۔

۳۔تم سب آپس میں ایک جیسے ہو۔

۴۔باندیوں سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرلو۔

۵۔قاعدے کے مطابق ان کے مہر بھی ادا کر دو بشرطیکہ ان سے نکاح کا رشتہ قائم کر کے انہیں پاک دامن بنایا جائے نہ وہ صرف شہوت پوری کرنے کے لئے کوئی ناجائز کام کریں اور نہ خفیہ طور پر ناجائز آشنائیاں پیدا کریں۔

۶۔اگر نکاح کے بعد باندیاں کسی بڑی بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان باندیوں کو غیر شادی شدہ آزاد عورتوں کے لئے جو سزا مقرر ہے اس کی آدھی سزا ان پر واجب ہوگی۔

۷۔ان باندیوں سے نکاح کرنا تم میں سے ان لوگوں کے لئے ہے جن پر نکاح نہ کرنے کی صورت میں گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو۔

۸۔اگر تم صبر ہی کرلو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

۹۔اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

اس آیت کے آغاز میں جو بات کہی گئی کہ اگر تمہارے اندر آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی استطاعت نہ ہو تو ان مسلمان باندیوں سے نکاح کر سکتے ہو جو تمہاری ملکیت میں ہیں یعنی جس کے پاس اس قدر سامان اور طاقت نہیں ہے کہ وہ آزاد عورت سے نکاح کر سکے تو وہ مومن باندی سے نکاح کر سکتا ہے۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ جہاں تک ممکن ہو آزاد عورت سے ہی نکاح کرنا چاہئے اور اگر باندی سے نکاح کرنا ہی پڑ جائے تو مومن باندی تلاش کرے۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ آزاد عورت سے نکاح کی طاقت ہونے کے باوجود باندی سے نکاح کر لینا مکروہ ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے ائمہ کے نزدیک آزاد عورت سے نکاح کی قدرت ہوتے ہوئے باندی سے نکاح کرنا حرام ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ باندی سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ باندی کے مالک کی غلام ہوگی اور اگر کافر باندی سے اولاد ہوگی تو اندیشہ یہی ہے کہ وہ باندی کا دین اختیار کرے گی۔اس لئے مومن باندی سے ہی نکاح کا حکم دیا گیا۔

اس کے بعد اس بات کی بھی وضاحت کردی گئی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان سے پوری طرح باخبر ہیں اور اصل تو ایمان ہی ہے جو فضیلت کا باعث ہے۔بَعۡضُكُم مِّنۢ بَعۡضٍ تم سب ایک جیسے ہی ہو غلام ہو یا آزاد سب ایک ہی جنس کے ہی تو ہیں۔ بعض مرتبہ غلام اور باندی ایمانی مرتبہ میں آزاد مرد اور عورت سے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں، اس لئے مومن باندی سے نکاح کرنے کو قابلِ نفرت بھی نہ جانیں بلکہ ان کے ایمان کی قدر کریں۔

یہاں ایک اور بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ باندیوں سے جب نکاح کیا جائے تو ان کے مالکوں سے اجازت لے کر نکاح کرنا چاہئے۔ اگر مالک اجازت نہ دے تو اس باندی سے نکاح صحیح نہیں ہوگا اس لئے کہ باندی کو خود اپنے نفس کا اختیار نہیں ہے اور ساتھ ہی یہ بات بھی بتلادی گئی کہ باندی سے بھی اگر تم نکاح کرو تو ان کا مہر بھی خوبی سے ادا کردو، یہ نہ سمجھو کہ باندی ہے اس کا کیا مہر دیں؟

اس آیت میں ان باندیوں سے نکاح کی اجازت دی گئی جو پاکدامن ہیں۔ ایسی باندیاں جو علانیہ زنا کرتی ہیں یا خفیہ طریقہ سے آشنائی رکھتی ہیں ان سے نکاح مت کرو۔

آخر میں یہ بھی بتلادیا گیا کہ اگر باندیاں زنا کر بیٹھیں تو انہیں آزاد عورت کے مقابلے میں آدھی سزا دی جائے گی۔

درس نمبر (۳۶۹) اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہاری طرف توجہ فرمائے النسآء:۲۶۔۲۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ O وَاللّٰهُ يُرِيْدُ أَن يَّتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلاً عَظِيْماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يُرِيْدُ ارادہ کرتا ہے اللّٰهُ اللہ لِيُبَيِّنَ کہ بیان کرے لَكُمْ تمہارے لیے وَيَهْدِيَكُمْ اور تمہیں ہدایت کرے سُنَنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں کے طریقوں کی جو مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے ہوئے وَيَتُوبَ اور وہ متوجہ ہو عَلَيْكُمْ تم پر وَاللّٰهُ اور اللہ عَلِيْمٌ خوب جاننے والا حَكِيْمٌ نہایت حکمت والا ہے O وَاللّٰهُ اور اللہ يُرِيْدُ ارادہ کرتا ہے أَن یہ کہ يَتُوبَ وہ توجہ کرے عَلَيْكُمْ تم پر وَيُرِيْدُ اور ارادہ کرتے ہیں الَّذِيْنَ وہ لوگ جو يَتَّبِعُوْنَ پیروی کرتے ہیں الشَّهَوَاتِ خواہشات کی أَن یہ کہ تَمِيْلُوْا تم (حق سے) پھر جاؤ مَيْلاً پھر جانا عَظِيْماً بہت زیادہ

ترجمہ: اللہ چاہتا ہے کہ اپنی آیتیں تم سے کھول کھول کر بیان فرمائے اور تم کو اگلے لوگوں کے طریقے بتائے اور تم پر مہربانی کرے اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے O ترجمہ: اور اللہ تو چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی کرے اور جو لوگ اپنی خواہشوں کے پیچھے چلتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھے رستے سے بھٹک کر دور جا پڑو۔

تشریح: ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے چار باتیں بتلائی ہیں۔

۱۔ اللہ چاہتا ہیکہ تمہارے لئے احکامات کی وضاحت کردے اور جو نیک لوگ تم سے پہلے گزرے ہیں تم کو ان کے طور طریقوں پر لے آئے اور تم پر اپنی رحمت کے ساتھ توجہ فرمائے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ہر بات کو جاننے والے اور حکمت والے ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہاری طرف توجہ فرمائے۔

۴۔ جو لوگ نفسانی خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم راہِ راست سے ہٹ کر بہت دور جا پڑو۔

پچھلی آیتوں میں مختلف احکامات جو معاشرتی زندگی سے متعلق ہیں بیان کیے گئے ۔ یہ جو احکامات ہیں ان احکامات سے اللہ تعالیٰ کا کوئی فائدہ تو نہیں ہے بلکہ فائدہ تو ان لوگوں کا ہے جو ان احکامات پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگی درست کرلیں ۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کے احوال بھی بتلا دیئے تا کہ ان کے احوال کو دیکھ کر تمہارے اندر اتباع کرنے کی رغبت پیدا ہو اور پاکیزہ زندگی گزارنے کا ذوق وشوق بھی پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ تو تم پر اپنی رحمت کے ساتھ توجہ دینا چاہتے ہیں ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی ہے کہ کسی نہ کسی طرح وہ تم پر اپنی مہربانی کرنا چاہتے ہیں ۔ ان کی رحمت تو اپنے بندوں پر رحم کرنے میں بہانہ تلاش کرتی ہے ۔ تم اپنے رب کی طرف اتنا متوجہ نہیں ہوتے جتنا کہ تمہارا رب تمہاری جانب توجہ دیتا ہے ۔ اس نے تم پر کتنے احسانات کئے، تمہیں اپنی سینکڑوں نعمتیں عطا کیں، دنیا اور آخرت کی بھلائیاں اور سرفرازیاں عطا کیں ۔ بندۂ مومن کو چاہئے کہ وہ اپنے رب کی ان توجہات پر غور کرے اور اس کی نعمتوں کا شکر بجالائے ۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ تم سے پہلے جو نیک لوگ گزرے ہیں ان کی راہ پر چلائے ۔ اسی لئے قرآنِ مجید میں گزرے ہوئے نیک لوگوں کے تذکرے بھی موجود ہیں ۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ کی شانِ رحیمی ہیکہ وہ تمہارے حال پر رحمت کے ساتھ توجہ فرمانا چاہتا ہے مگر دوسری طرف یہ کافر، فاسق وفاجر قسم کے لوگ ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھے راستے سے نکل جاؤ اور بھٹک جاؤ اور ہدایت سے بہت دور کہیں جا پڑو۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں عفت وعصمت اور حیاء وشرم محبوب نہیں ہے ۔ ان کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف شہوت پرستی، فحاشی اور عیاشی ہے ۔ یہ خود بھی ہدایت سے بہت دور پڑے ہوئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی انہی کی طرح سیدھے راستہ سے بھٹک جاؤ اور حیاء کا دامن چھوڑ کر بے حیائی اور کھلی فحاشی میں پڑ جاؤ۔ اس لئے ہوش سنبھالو، اپنی زندگی کا رخ تبدیل کرو۔ مقصدِ حیات کو پہچانو اور اپنے آپ کو نیک لوگوں کی طرح بنانے کیلئے اللہ والوں کے قریب ہوجاؤ، ان کی صحبتِ بابرکت سے رب ذوالجلال کا قرب حاصل کرو۔

درس نمبر (۳۷۰) **انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے** النسآء:۲۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُرِيْدُ اللّٰهُ أَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الإِنْسَانُ ضَعِيْفاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يُرِيْدُ اللّٰهُ ارادہ کرتا ہے اللہ أَن یہ کہ يُخَفِّفَ آسانی فرمائے عَنكُمْ تم سے وَخُلِقَ اور پیدا کیا گیا ہے الإِنسَانُ انسان ضَعِيْفاً بہت کمزور

ترجمہ: اللہ چاہتا ہے کہ تم پر سے بوجھ ہلکا کرے اور انسان طبعاً کمزور پیدا ہوا ہے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں ۔

۱۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ کرے۔

۲۔ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کل کائنات کے خالق و مالک ہیں جنہوں نے اپنی قدرت سے انسان کو پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ ہی کو یہ حقیقت

بخوبی معلوم ہے کہ انسان میں کس قدر کمزوری ہے؟ انسان اپنی کمزوری کو ایک حد تک خود بھی سمجھ سکتا ہے کہ وہ کس قدر کمزور ہے؟ انسان اتنا کمزور ہے کہ ایک دو دن سے زیادہ بھوکا اور پیاسا نہیں رہ سکتا۔ وہ ایک حد تک ہی اپنے کاندھے پر وزن رکھ سکتا ہے۔ وہ زیادہ دیر تک بیدار بھی نہیں رہ سکتا۔ وہ نیند کے بغیر چین سے زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ اسی طرح وہ جنسی خواہشات کا مقابلہ بھی نہیں کرسکتا۔ فطری طور پر انسان میں جنسی خواہشات رکھی گئی ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ اس فطرت کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو جنسی خواہش کو جائز طریقہ پر پورا کرنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے نکاح کو آسان بھی بنادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی کمزوری کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسے احکامات نازل فرمائے جس میں اس کی کمزوری کی پوری رعایت رکھی گئی جو وضو کرنے پر قادر نہیں حکم دیا گیا کہ وہ تیمّم کرلے۔ فَلَمْ تَجِدُواْ مَاءً فَتَيَمَّمُواْ صَعِيداً طَيِّباً (النساء:۴۳) اور اگر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمّم کرلو۔ روزہ کے سلسلہ میں آسانی دی گئی کہ اگر واقعتاً بیمار ہو یا سفر میں ہو تو روزہ کی قضاء کرلو۔ فَمَنْ كَانَ مِنكُم مَّرِيضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ (البقرہ:۱۸۴) پس جو کوئی تم میں بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں اس کی قضاء کرلے۔ قسم کھا کر توڑ دینے پر دس مسکینوں کو کھانا کھلانے کا حکم دیا گیا۔ اگر اس کی گنجائش نہیں ہے تو اس میں آسانی کی صورت پیش کی گئی کہ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلاثَةِ أَيَّامٍ (المائدہ:۸۹) جو اس قدر گنجائش نہیں رکھتا ہو تو بس تین دن کے روزے رکھ لے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی بھی وضاحت کردی کہ احکامات کے نافذ کرنے میں اللہ تعالیٰ کا رحمدلانہ دستور یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کے ساتھ آسانی کا معاملہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں فرمایا يُرِيدُ اللّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلاَ يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرۃ:۱۸۵) اللہ تعالیٰ کا ارادہ تم سے آسانی کا ہے سختی کا نہیں ہے۔

درس نمبر (۳۷۱) ایک دوسرے کا مال ناحق طریقہ سے نہ کھاؤ النسآء:۲۹-۳۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلاَّ أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلاَ تَقْتُلُواْ أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيماً O وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ عُدْوَاناً وَظُلْماً فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَاراً وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللّهِ يَسِيراً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ اے لوگو جو آمَنُواْ ایمان لائے ہو! لاَ نہ تَأْكُلُواْ تم کھاؤ أَمْوَالَكُمْ اپنے مال بَيْنَكُمْ آپس میں بِالْبَاطِلِ ناحق طریقے سے إِلاَّ مگر أَن یہ کہ تَكُونَ ہو تِجَارَةً تجارت عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ تمہاری باہمی رضامندی سے وَلاَ اور نہ تَقْتُلُواْ تم قتل کرو أَنفُسَكُمْ اپنے نفسوں کو إِنَّ بلاشبہ اللّهَ اللہ كَانَ ہے بِكُمْ تمہارے ساتھ رَحِيماً نہایت رحم کرنے والا O وَمَن اور جو کوئی يَفْعَلْ کرے گا ذَلِكَ یہ (کام) عُدْوَاناً زیادتی سے وَظُلْماً اور ظلم سے فَسَوْفَ تو عنقریب نُصْلِيهِ ہم اسے داخل کریں گے نَاراً آگ میں وَكَانَ اور ہے ذَلِكَ یہ عَلَى اللّهِ اللہ پر يَسِيراً نہایت آسان

ترجمہ: مومنو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ ہاں! اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو اور اس

سے مالی فائدہ حاصل ہوجائے تو وہ جائز ہے اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تم پر مہربان ہے O اور جو زیادتی کرتے ہوئے اور ظلم سے ایسا کرے گا تو ہم اس کو عنقریب جہنم میں داخل کریں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے چھ باتیں بتلائی ہیں۔

ا۔ آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طریقہ سے نہ کھاؤ۔

۲۔ ہاں! اگر کوئی تجارت آپسی رضامندی سے وجود میں آئی تو وہ جائز ہے۔

۳۔ اپنے آپ کو قتل مت کرو۔

۴۔ یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ تم پر بہت مہربان ہے۔

۵۔ جو شخص ظلم وزیادتی کے طور پر ایسا کرے گا ہم اس کو آگ میں داخل کریں گے۔

۶۔ یہ بات اللہ کے لئے بالکل آسان ہے۔

پہلی آیت میں یہ جو کہا گیا ہے کہ **لَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ** کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طریقہ سے نہ کھاؤ تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ کوئی شخص دوسرے کا مال ناجائز طریقہ پر نہ کھائے۔ اس مطلب پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے۔ تفسیر بحرِ محیط میں ابوحیّان نے لکھا ہے کہ کسی شخص کا اپنا ہی مال ناجائز طور پر کھانا بھی ممنوع ہے۔ مثلاً یہ کہ آدمی اپنا ہی مال اسراف کرے، فضول خرچی میں استعمال کرے جیسا کہ آج کل شادی بیاہ کے موقع پر فضول خرچی کی جاتی ہے۔ آدمی ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ میرا مال ہے، مجھے اختیار ہے کہ میں جیسے چاہے خرچ کروں، بلکہ اللہ کے ہاں اسے اس کا جواب دینا ہوگا۔ اگر واقعی اس نے فضول خرچی کی ہے اور اسراف کیا ہے تو اس پر اس کا مواخذہ ہوگا۔ **ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ** (التکاثر:۸) کے ذریعہ تنبیہ بھی کی گئی کہ جو نعمتیں تمہیں دی گئی ہیں ان کے بارے میں تم سے سوال ہوگا۔ یہاں **لَا تَأْكُلُوْٓا** سے صرف یہی مراد نہیں ہے کہ آدمی کسی کا مال کھائے، مت کھاؤ سے مراد عام ہے کہ کسی کا مال ناحق طور پر تصرف کرنا یعنی خرچ کرنا یا استعمال کرنا بھی ناجائز ہے۔ مثلاً کسی کی سواری ہے، اس کی اجازت اور مرضی کے بغیر کوئی استعمال کرتا ہے تو یہ بھی **لَا تَأْكُلُوْٓا** میں شامل ہے۔ یہاں صرف کھانا مراد نہیں بلکہ استعمال بھی مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مال حاصل کرنے کی جائز صورتیں رکھی ہیں، مثلاً تجارت یعنی خرید وفروخت اور آپسی رضامندی سے تجارت کے ذریعہ جو مال حاصل کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ جائز ہے۔ اس میں ملازمت، مزدوری اور کرایہ کے وہ جائز معاملات سب داخل ہیں جو جائز صورتیں ہیں۔ جائز طور پر مال حاصل کرنے کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے تجارت کا تذکرہ کیا۔ ظاہر ہے کہ اس کے علاوہ بھی دوسری صورتیں مال حاصل کرنے کی ہیں۔ مثلاً ملازمت، محنت مزدوری وغیرہ۔ لیکن ان تمام میں تجارت کو زیادہ فضیلت حاصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سچا تاجر جو امانتدار ہو وہ

انبیاء،صدیقین اورشہداء کے ساتھ ہوگا۔(ترمذی)وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ کے ذریعہ اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ آدمی خودکشی کرے اوراس کے یہ معنی بھی ہیں کہ ایک دوسرے کوناحق قتل نہ کریں۔

دوسری آیت میں اس بات کی وضاحت کی گئی کہ جوکوئی ان قرآنی ہدایات کی خلاف ورزی کرے گا یعنی دوسروں کا مال ناحق کھائے گا یاکسی کوناحق قتل کرے گا توعنقریب ہم اس کودوزخ میں داخل کریں گے۔

درس نمبر(۳۷۲) بڑے گناہوں سے بچنا چھوٹے گناہوں کا کفارہ ہے النسآء:۳۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُم مُّدْخَلاً كَرِيْماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنْ اگر تَجْتَنِبُوا تم بچوگے كَبَآئِرَ بڑے گناہوں سے مَا وہ جو تُنْهَوْنَ تمہیں روکا جاتا ہے عَنْهُ ان سے نُكَفِّرْ (تو)ہم دورکردیں گے عَنْكُمْ تم سے سَيِّئَاتِكُمْ تمہاری برائیاں وَنُدْخِلْكُم اورہم تمہیں داخل کریں گے مُّدْخَلاً كَرِيْماً عزت کی جگہ میں

ترجمہ: اگرتم بڑے گناہوں سے جن سے تم کومنع کیا جاتا ہے پرہیزکروگےتو ہم تمہارے چھوٹے گناہ معاف کردیں گےاورتمہیں عزت کے مکانوں میں داخل کریں گے۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے گناہوں سے پرہیزکرنے والوں کودوانعامات کے دیئے جانے کی خوشخبری دی ہے کہ اگر بندۂ مومن کبیرہ گناہوں سے بچے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر پہلا انعام واحسان یہ کریں گے کہ اس کی چھوٹی برائیوں کا اللہ تعالیٰ خودکفارہ کردیں گے،یعنی بڑے گناہوں سے پرہیزکرنے والے کے چھوٹے گناہوں کو اللہ تعالیٰ خود ہی معاف کرتے رہیں گے،جیسا کہ احادیث میں اس کی وضاحت آئی ہے کہ جب آدمی وضوکرتا ہےتو جس عضوکودھوتا ہے اس عضوسے متعلق اس کے صغیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔اسی طرح نمازسے بھی صغیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔صدقہ و خیرات سے بھی صغیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔معلوم یہ ہوا کہ بڑے گناہوں سے بچنے کے نتیجہ میں چھوٹے گناہوں کی معافی کی خوشخبری اس آیت میں دی گئی ہے۔دوسرے انعام کی خوشخبری یہ دی گئی کہ وَنُدْخِلْكُم مُّدْخَلاً كَرِيْماً اس شخص کوجو بڑے گناہوں سے بچتا ہے ہم اسے ایک باعزت جگہ داخل کریں گے یعنی جنت عطا کریں گے۔

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ گناہ دوقسم کے ہوتے ہیں کبیرہ اورصغیرہ،یعنی بڑے گناہ اورچھوٹے گناہ۔اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی علم ہوا کہ جوشخص اس بات کی ہمت کرلیتا ہے کہ وہ بڑے گناہوں کوچھوڑدے اوران سے بچ جائے تو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ ان کے چھوٹے گناہوں کووہ خودمعاف فرمادیں گے۔

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ بڑے گناہ صرف توبہ سے معاف ہوتے ہیں،بغیرتوبہ کے بڑے گناہ معاف نہیں ہوتے۔اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگرکوئی شخص بڑے گناہوں میں مبتلا رہتے ہوئے وضوکرتا رہے اورنمازادا کرتا رہے تو

محض وضو اور نماز کی وجہ سے اس کے چھوٹے گناہوں کا بھی کفارہ نہیں ہوگا، صغیرہ گناہوں کا کفارہ اسی وقت ہوگا جب آدمی کبیرہ گناہوں سے بچ جائے۔

اب سوال یہ ہے کہ کبیرہ گناہ یعنی بڑے گناہ کی تعریف کیا ہے؟ کس قسم کے گناہوں کو کبیرہ گناہ کہا گیا ہے؟

آیاتِ قرآنی، احادیث شریفہ اور اسلاف کے اقوال کی روشنی میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ قرآنِ مجید میں جس گناہ پر شرعی حد مقرر کی گئی ہے یعنی دنیا میں سزا مقرر کی گئی ہے یا جس گناہ پر لعنت کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں یا جس گناہ پر دوزخ کی وعید بیان کی گئی ہے۔ وہ سب کبیرہ گناہ ہیں یعنی بڑے گناہ ہیں، مثلاً چند کبیرہ گناہ یہ ہیں۔ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، جھوٹی گواہی دینا، جھوٹ بولنا، زنا کرنا، چوری کرنا، قتل کرنا، غیبت کرنا، کسی کی بے عزتی کرنا، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوجانا، یتیم کا مال ناجائز طریقہ سے کھانا، سود کا مال کھانا، پاجامہ یا لنگی کو ٹخنے سے نیچے پہننا، احسان جتلانا، غرور کرنا وغیرہ۔

درس نمبر (۳۷۳) ## اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگا کرو ## النسآء: ۳۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلاَ تَتَمَنَّوْاْ مَا فَضَّلَ اللّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُواْ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُواْ اللّهَ مِن فَضْلِهِ إِنَّ اللّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلاَ اور نہ تَتَمَنَّوْاْ تم تمنا کرو مَا اس کی جو فَضَّلَ فضیلت دی اللّهُ اللہ نے بِهِ اس کے ساتھ بَعْضَكُمْ تمہارے بعض کو عَلَى بَعْضٍ بعض پر لِّلرِّجَالِ مردوں کے لیے نَصِيبٌ حصہ ہے مِّمَّا اس سے جو اكْتَسَبُواْ انہوں نے کمایا وَلِلنِّسَاء اور عورتوں کے لیے نَصِيبٌ حصہ ہے مِّمَّا اس سے جو اكْتَسَبْنَ انہوں نے کمایا وَاسْأَلُواْ اللّهَ اور تم اللہ سے سوال کرو مِن فَضْلِهِ اس کے فضل کا إِنَّ بلاشبہ اللّهَ اللہ كَانَ ہے بِكُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کو عَلِيماً خوب جاننے والا

ترجمہ: اور جس چیز میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اس کی تمنا مت کرو۔ مردوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کئے اور عورتوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کئے اور اللہ سے اس کا فضل و کرم مانگتے رہو کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں چار باتیں بتلائی ہیں۔

۱۔ جن چیزوں میں ہم نے تم کو ایک دوسرے پر فوقیت دی ہے ان کی تمنا نہ کرو۔

۲۔ مرد جو کچھ عمل کریں گے ان کو اس میں سے حصہ ملے گا اور عورتیں جو کچھ عمل کریں گی ان کو اس میں سے حصہ ملے گا۔

۳۔ اللہ سے اس کا فضل مانگا کرو۔

۴۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

انسان کی فطرت میں یہ بات ہوتی ہے کہ جب انسان اپنے آپ کو دوسروں سے مال و دولت، عیش و آرام، حسن و خوبی، علم و ہنر وغیرہ میں کم پاتا ہے تو اس کے دل میں حسد کی کیفیت ابھرنے لگتی ہے۔ حسد کے اسی تقاضے کی وجہ سے اس کے دل میں یہ بات آتی ہے کہ میں بھی اس کے برابر ہو جاؤں یا اس سے بڑھ کر ہو جاؤں۔ بعض مرتبہ باوجود چاہت کے آدمی اس پر قادر نہیں ہوتا، اس لئے کہ بہت سے کمالات ایسے ہوتے ہیں جن میں انسان کی کوشش اور محنت کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ وہ محض اللہ تعالیٰ کے انعام و احسان کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جیسے کسی شخص کا مرد ہونا عورت نہ ہونا، ظاہر ہے کہ اس میں خود اس کا کوئی اختیار نہیں۔ آدمی کا حسین و جمیل اور خوبصورت ہونا، ظاہر ہے یہ بھی انسان کے اپنے اختیار کی بات نہیں ہے۔ کسی اعلیٰ خاندان میں پیدا ہونا اور یہ بھی آدمی کے اپنے اختیار کی بات نہیں ہے۔ آدمی اگر عمر بھر کوشش کرے تو اکثر اوقات وہ چیز پا نہیں سکتا۔

رسولِ رحمت ﷺ کے زمانہ میں بعض عورتوں نے اپنی اس تمنا کا اظہار کیا تھا کہ اگر وہ مرد ہوتیں تو وہ بھی جہاد وغیرہ میں حصہ لے کر مزید اجر و ثواب پا لیتیں۔ اسی لا حاصل تمنا کے سلسلہ میں اس آیت میں وضاحت کر دی گئی کہ جن چیزوں میں ہم نے تم کو ایک دوسرے پر فوقیت عطا کی ہے ان کی تمنا مت کرو۔ ہم نے کسی کو مرد بنایا اور کسی کو عورت بنایا ہے۔ کسی میں طاقت اور بہادری ہے تو کسی میں حسن و جمال اور نزاکت ہے۔ مرد جو کچھ کمائی کریں گے ان کو اس میں سے حصہ ملے گا اور عورتیں جو کچھ کمائی کریں گی ان کو اس میں سے حصہ ملے گا۔ تمہارا کام تو یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگتے رہو اور یوں کہتے رہو کہ **اَللّٰھُمَّ اِنِّی أَسأَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ** اے اللہ! ہم آپ سے آپ کا فضل مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس کو جو چیز عطا کریں اس پر اس کو خوش ہونا اور خوش رہنا چاہئے۔ دوسروں کے فضائل اور کمالات کی تمنا میں مت پڑو۔ اس کا نتیجہ تو صرف اپنے لئے رنج اور غم کے سوا کچھ نہیں اور مزید نقصان یہ ہے کہ حسد کا گناہ تمہارے حصہ میں ہوگا۔ ہاں! جن اعمال اور افعال کے حاصل کرنے میں اختیار ہے اور جو چیزیں محنت اور مشقت سے حاصل ہو سکتی ہیں ان کی تمنا تم کر سکتے ہو۔ توکل، استقامت، تقویٰ، نیکی، ریاضت، مجاہدات، انابت، عبادت وغیرہ۔ اس میدان میں تمنا کرو ظاہر ہے کہ اس تمنا کا فائدہ یہ ہوگا کہ تم بھی نیک، متقی، مجاہد اور عابد بن جاؤ گے۔

درس نمبر (۳۷۴) | النسآء:۳۳

ہر مال کے وارث مقرر ہیں

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُوْنَ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلِكُلٍّ اور ہر ایک کے لیے جَعَلْنَا ہم نے بنائے مَوَالِيَ وارث مِمَّا اس (مال) کے جو تَرَكَ چھوڑا الْوَالِدَانِ ماں باپ نے وَالْأَقْرَبُوْنَ اور قریب تر رشتے داروں نے وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جن سے عَقَدَتْ گرہ باندھی (عہد کیا) أَيْمَانُكُمْ تمہارے دائیں ہاتھوں نے فَآتُوْهُمْ تو تم انہیں دو نَصِيْبَهُمْ ان کا حصہ إِنَّ بے شک اللّٰهَ اللہ كَانَ ہے عَلَى كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز پر شَهِيْدًا گواہ

ترجمہ: اور جو مال ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑ مریں تو حقداروں میں تقسیم کردو کہ ہم نے ہر ایک کے حقدار مقرر کر دیئے ہیں اور جن لوگوں سے تم عہد کر چکے ہو ان کو بھی ان کا حصہ دو۔ بیشک اللہ ہر چیز پر نگران ہے۔

تشریح: اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین باتیں بیان کی ہیں۔

۱۔ ہم نے ہر اس مال کے کچھ وارث مقرر کئے ہیں جو والدین اور قریب ترین رشتہ دار چھوڑ کر جائیں۔

۲۔ جن لوگوں سے تم نے کوئی عہد باندھا ہو تو ان کو ان کا حصہ دے دو۔

۳۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا گواہ ہے۔

ماں باپ اور دوسرے قریبی رشتہ دار اپنے مرنے کے بعد جو کچھ مال چھوڑ جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس مال کے وارث مقرر کر دیئے ہیں۔، جس کی تفصیلات سورۂ نساء کی ابتدائی آیات میں ہیں کہ باپ کا انتقال ہو تو بیٹے اور بیٹی کو کتنا ملے گا، شوہر کا انتقال ہو جائے تو بیوی کو کتنا ملے گا وغیرہ۔ جب وراثت کی تقسیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کر دی گئی ہے تو اب تمہیں یہ حق نہیں ہے کہ اس میں کسی کا مقررہ حق مار دو یا کسی کو اس کے حصہ سے زیادہ دو یا کسی کو اس کے مقررہ حصہ سے کم دو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وراثت کے سلسلہ میں جو رہنمایانہ خطوط پیش کر دیئے گئے ہیں، انہی خطوط کے مطابق وراثت کی تقسیم ہونی چاہئے۔ اپنی طرف سے بہن کا یا بیٹی کا حق مارنا اور بہن یا بیٹی کو وراثت سے محروم کرنا یقیناً بہت بڑا جرم ہے۔ جن لوگوں سے تمہارا معاہدہ ہوا ہو ان کو ان کا حصہ دے دو۔ اس کی اصل یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ دو شخص آپس میں پورا اقرار کر لیتے تھے کہ ہماری تمہاری آپس میں دوستی ہے۔ جب ہم میں سے کوئی جنایت (یعنی کوئی ایسا جرم کرے جس پر دیت (جرمانہ) لازمی ہوتا ہے) کرے تو دوسرا اس کی دیت برداشت کرے۔ اس طرح یہ بھی معاہدہ کر لیتے تھے کہ جب دونوں میں سے کوئی مر جائے تو اس کے مال کا وہ وارث ہوگا جو ان دونوں میں سے بچ جائے۔ ان میں سے ہر شخص کو مولی الموالاۃ کہا جاتا تھا۔ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں بھی یہ رواج رہا اور آپس میں معاہدہ کرنے والا بھی گویا اپنے دوست کے انتقال پر اس کے مال کا وارث بن جاتا تھا۔ لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی کہ وَأُوْلُوْا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ (الاحزاب:۶) اور رشتہ دار کتاب اللہ کی رو سے بہ نسبت دوسرے مومنوں اور مہاجروں کے آپس میں زیادہ حقدار ہیں۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اس آیت پر عمل منسوخ ہو گیا۔ اب اگر کوئی دو آدمی آپس میں اس قسم کا معاہدہ کر لیں کہ ہم دونوں میں سے کوئی ایک مر جائے تو دوسرا وارث ہوگا تو اس قسم کے معاہدہ کا اعتبار نہ ہوگا۔ ہاں! اگر ایسے دو آدمی میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جائے اور مرنے والے کا کوئی وارث ہی نہ ہو (نہ اصحاب فرائض میں اور نہ عصبات میں) تو ایسی صورت میں اس شخص کو وراثت مل جائے گی۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے۔ حضرت امام مالک اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کسی بھی صورت میں ایسے معاہدہ کرنے والوں کو ایک دوسرے کی میراث نہیں ملے گی بلکہ وارث نہ ہونے کی صورت میں یہ مال عامۃ المسلمین کو ملے گا یعنی اس کو بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔

درس نمبر (۳۷۵)

مرد، عورتوں کے نگران ہیں

النسآء:۳۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُواْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ وَاللاَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلاَ تَبْغُواْ عَلَيْهِنَّ سَبِيلاً إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيّاً كَبِيراً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلرِّجَالُ مرد قَوَّامُونَ حاکم ہیں عَلَى النِّسَاءِ عورتوں پر بِمَا بسبب اس کے جو فَضَّلَ اللّٰهُ اللہ نے فضیلت دی بَعْضَهُمْ اُن میں سے بعض کو عَلَى بَعْضٍ بعض پر وَبِمَا اور بسبب اس کے جو أَنفَقُواْ وہ خرچ کرتے ہیں مِنْ أَمْوَالِهِمْ اپنے مالوں سے فَالصَّالِحَاتُ پس نیک عورتیں قَانِتَاتٌ فرمانبردار ہوتی ہیں حَافِظَاتٌ حفاظت کرنے والیاں لِّلْغَيْبِ پیٹھ پیچھے بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ بسبب اللہ کی حفاظت کے وَاللاَّتِي اور وہ عورتیں کہ تَخَافُونَ تم ڈرتے ہو نُشُوزَهُنَّ ان کی سرکشی سے فَعِظُوهُنَّ تو تم انہیں نصیحت کرو وَاهْجُرُوهُنَّ اور انہیں الگ کردو فِي الْمَضَاجِعِ خواب گاہوں میں وَاضْرِبُوهُنَّ اور انہیں مارو فَإِنْ پھر اگر أَطَعْنَكُمْ وہ تمہاری اطاعت کریں فَلاَ تو نہ تَبْغُواْ تم تلاش کرو عَلَيْهِنَّ ان پر سَبِيلاً کوئی راہ (ستانے کی) إِنَّ بلاشبہ اللّٰهَ اللہ كَانَ ہے عَلِيّاً نہایت بلند كَبِيراً بہت بڑا

ترجمہ: مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس لئے کہ اللہ نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے اور اس لئے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو جو نیک بیبیاں ہیں وہ فرمانبردار ہوتی ہیں اور ان کی پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت میں مال و آبرو کی خبرداری کرتی ہیں اور جن عورتوں کی نسبت تمہیں معلوم ہو کہ سرکشی اور بدخوئی کرنے لگی ہیں تو پہلے ان کو زبانی سمجھاؤ اگر نہ سمجھیں تو پھر ان کے ساتھ سونا ترک کردو اگر اس پر بھی باز نہ آئیں تو زدوکوب کرو۔ پھر اگر تمہارا کہنا مان لیں تو پھر ان کو ایذا دینے کا کوئی بہانہ مت ڈھونڈو۔ بیشک اللہ بہت اونچا ہے بڑا ہے۔

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ مرد، عورتوں کے نگران ہیں۔

۲۔ اس لئے کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔

۳۔ اس لئے بھی کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔

۴۔ نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں اور مرد کی غیر موجودگی میں اللہ کی دی ہوئی حفاظت سے اپنے شوہر کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔

۵۔ جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا خدشہ ہو تو پہلے انہیں سمجھاؤ۔

۶۔اگر سمجھانے سے کام نہ چلے تو انہیں خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ و۔

۷۔اور اگر خواب گاہوں میں تنہا چھوڑنے سے کام نہ چلے تو انہیں مار بھی سکتے ہو۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طمانچہ مار دیا۔ وہ عورت رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں آئی اور اپنے شوہر کی شکایت کی۔ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا کہ قصاص یعنی بدلہ ہوگا۔ اتنے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ مرد، عورتوں کے نگران ہیں۔ اس کے بعد عورتوں کی سرکشی پر تربیت کی ترتیب بتلائی گئی کہ پہلے تو ایسی عورت کو جو سرکشی کرے پیار و محبت سے اسے سمجھا دینا چاہئے کہ جو سرکشی تم کر رہی ہو وہ مناسبت نہیں ہے۔ اگر سمجھانے پر بھی اس کا رویہ تبدیل نہ ہو تو ایسی صورت میں اس کو اس کے بستر پر تنہا چھوڑ دینا چاہئے۔ اگر اس پر بھی اس کا رویہ وہی ہو تو اعتدال کو ملحوظ رکھتے ہوئے مارنے کی گنجائش بھی دی گئی۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے ایک بات کا ارادہ کیا یعنی بدلہ دلانے کا اور اللہ تعالیٰ نے دوسری بات کا ارادہ فرمایا۔

اِس آیت میں مردوں کے عورتوں پر حاکم، نگران اور ذمہ دار ہونے کی بات بتلائی گئی اور اس کی دو وجوہات بھی بتلا دی گئیں۔ ایک وجہ تو یہ بتلائی گئی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے کہ وہ جس کو جس پر چاہے فضیلت اور فوقیت بخشے۔ چونکہ مرد عموماً سمجھدار ہوتے ہیں اور ان کی فکر میں بہت کچھ نشیب و فراز آتا رہتا ہے۔ وہ پیش آنے والے حالات کے پھیلاؤ اور اس کی گہرائی کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ مردوں کے مقابلہ میں عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں، جس کی وضاحت حدیث میں بھی موجود ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے عورتوں کے بارے میں نَاقِصَاتُ الْعَقْلِ وَالدِّیْن کا جملہ ارشاد فرمایا ہے کہ عورتیں عقل اور دین میں ناقص ہوتی ہیں اور مردوں کے عورتوں پر نگران ہونے کی دوسری وجہ یہ بیان کی گئی کہ مرد عورتوں پر اپنی محنت سے کمایا ہوا مال خرچ کرتے ہیں۔ عورتوں کے روٹی، کپڑے، مکان اور علاج معالجہ و دیگر ضروریات پر خرچ کرتے ہیں۔ اس لئے عقل کا تقاضا یہ ہے کہ عورت، مرد کے حکموں کی پابند رہے۔ یہاں یہ بات ضرور ملحوظ رہے کہ مرد حاکم، ذمہ دار یا نگران ہے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اپنی عورت پر ظلم کرنے کا روادار رہے۔ مرد کو حاکم بنایا گیا ہے ظالم نہیں اور حاکم وہ ہوتا ہے جو اپنے محکوموں کے ساتھ ہمدردی، احسان، ایثار اور انصاف کا رویہ رکھتا ہے۔

اس آیت میں نیک عورتوں کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ نیک عورتوں کی ایک صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ فرمانبرداری کی صفت اپنے اندر رکھتی ہیں۔ یعنی مان کر چلنے کی ان میں عادت ہوتی ہے۔ دوسری صفت یہ بتلائی گئی کہ اپنے شوہر کے غائبانہ میں بھی وہ اپنی آبرو کی حفاظت کرتی ہیں۔ نیز اپنے شوہر کے مال کی حفاظت بھی کرتی ہیں۔ غور کریں کہ یہ کوئی معمولی نعمت نہیں ہے کہ آدمی عورت کی اس خوبی کی وجہ سے بے خوف و خطر اپنی مصروفیات میں لگا رہتا ہے۔ اس کو یقین ہوتا ہے کہ اس کی بیوی اپنی عفت کی بھی حفاظت کرتی ہے اور اس کے مال کی بھی حفاظت کرتی ہے۔

جن عورتوں کے مزاج میں ضد، سرکشی اور نافرمانی ہو ان عورتوں کو سیدھے راستہ پر لانے اور ان کی اصلاح کرنے کے تین مراحل بیان کئے گئے۔ پہلے تو بیوی کو سلجھے ہوئے انداز میں اس کو اعتماد میں لیتے ہوئے سمجھا دینا چاہئے۔ اگر وہ سمجھانے پر

بھی اپنی اسی سرکشی پر قائم رہے تو اس کا بستر الگ کر دینا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ اس کی تنہائی اس کو سوچنے پر مجبور کر دے گی اور درمیانی رات ہی میں اپنے عمل پر نادم ہوگی اور شوہر سے معافی مانگے گی اور اپنا رویہ تبدیل کرے گی۔ اگر اس کا بستر الگ کرنے کے باوجود بھی اس میں تبدیلی نہ آئے تو اس کی سرزنش کے لئے میانہ روی کے ساتھ مارنے کی اجازت ہے۔ مارنے کی جو اجازت ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کی ہڈی پسلی ٹوٹ جائے یا کوئی ایسی شدید تکلیف پہنچے جو ناقابلِ برداشت ہو، بلکہ محتاط انداز میں مارنے کی اجازت ہے۔

درس نمبر (۳۷۶) **ازدواجی زندگی سے متعلق ایک ہدایت** النسآء:۳۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُواْ حَكَماً مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَماً مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيْدَا إِصْلاَحاً يُوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْماً خَبِيْراً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِنْ اور اگر خِفْتُمْ تم ڈرو شِقَاقَ اختلاف سے بَيْنِهِمَا ان دونوں کے درمیان فَابْعَثُواْ تو تم مقرر کرو حَكَماً ایک منصف مِّنْ أَهْلِهِ اس (مرد) کے کنبے سے وَحَكَماً اور ایک منصف مِّنْ أَهْلِهَا اس (عورت) کے کنبے سے إِن اگر يُرِيْدَا چاہیں گے یہ دونوں (منصف) إِصْلاَحاً صلح کروانا يُوَفِّقِ (تو) موافقت پیدا کردے گا اللّٰهُ اللہ بَيْنَهُمَا ان دونوں کے درمیان إِنَّ بے شک اللّٰهَ اللہ كَانَ ہے عَلِيْماً خوب جاننے والا خَبِيْراً بڑا خبردار

ترجمہ: اور اگر تم لوگوں کو معلوم ہو کہ میاں بیوی میں ان بن ہے تو ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو۔ وہ اگر صلح کرا دینا چاہیں گے تو اللہ ان میں موافقت پیدا کر دے گا۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ سب باتوں سے خبردار ہے۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین باتیں بتلائی ہیں۔

۱۔ اگر میاں بیوی کے درمیان پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہو تو ان کے درمیان فیصلہ کرانے کے لئے مرد کے خاندان سے ایک اور عورت کے خاندان میں سے ایک فیصلہ کرنے والے کو بھیج دو۔

۲۔ اگر وہ دونوں اصلاح کرانا چاہیں گے تو اللہ دونوں کے درمیان اتفاق پیدا فرما دے گا۔

۳۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر بات کا علم اور ہر بات کی خبر ہے۔

بات میاں بیوی کی ہو یا دوسرے عام دو انسانوں کی، جب دو افراد کے درمیان کاروباری معاملہ ہو یا کوئی اور معاملہ کبھی کبھی ناگواری تو ہو ہی جاتی ہے، ظاہر ہے کہ ایک ہی گھر میں ایک مرد اور ایک عورت میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی بسر کریں تو مزاج میں اختلاف کی وجہ سے چھوٹی بڑی باتوں پر ان بن ہو جاتی ہے۔ دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ اس نا اتفاقی کو

میاں بیوی آپس میں حکمت اور سمجھداری کے ساتھ ختم کرلیں اور ایسا ہوتا بھی ہے کہ جب میاں بیوی کے درمیان کسی بات میں بحث ہوجاتی ہے تو چند گھنٹوں یا چند دنوں ہی میں مصالحت ہوجاتی ہے اور تجربہ بتاتا ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر جب دونوں میں ان بن ہوجاتی ہے اور دونوں اس پر سنجیدگی سے غور کرتے ہیں اور آپس میں معافی تلافی ہوجاتی ہے تو دونوں میں محبت اور بڑھ جاتی ہے۔ ہاں! بعض جوڑوں میں ناچاقی اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ یہ ناچاقی دونوں کے قابو سے باہر نکل جاتی ہے۔ ایسی صورت میں دونوں کے درمیان صلح صفائی کے لئے تیسرے فریق کی ضرورت پڑتی ہے۔ قرآنِ مجید نے میاں بیوی کی اس ناچاقی اور اختلاف کو دور کرنیکے لئے ایک فارمولہ پیش کیا۔ وہ یہ کہ ان دونوں میاں بیوی کے پاس دو ایسے اعتدال پسند اور منصف مزاج افراد کو بھیجا جائے جن میں سے ایک کا تعلق مرد کے خاندان سے ہو اور دوسرے کا تعلق عورت کے خاندان سے ہو تاکہ فیصلہ کے دوران جانبداری اور ناانصافی کی صورتِ حال پیش نہ آئے۔ یہ دونوں حضرات دونوں طرف کی شکایتیں سنیں گے اور مصالحت کی فکریں کریں گے۔ اگر ان دونوں میں نیک جذبات ہوں اور اخلاص کے ساتھ کوشش کریں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان دونوں میں موافقت پیدا کردے گا۔

میاں بیوی کے درمیان فیصلہ کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ ان دونوں کے درمیان اختلاف کو بڑھانے کی باتیں نہ کریں۔ معاملہ کو الجھانا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ دونوں کو چاہئے کہ معاملہ کو سلجھانے کی تدبیریں کریں اور عدل وانصاف کے ساتھ دونوں کے درمیان فیصلہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور اس بات کی پوری پوری خبر ہے کہ یہ فیصلہ کرنے والے کیا کررہے ہیں؟ ان کی باتوں سے بھی باخبر ہے اور ان کی نیتوں سے بھی باخبر ہے۔

درس نمبر (۳۷۷) تکبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا النسآء:۳٦

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاعْبُـدُواْ اللّهَ وَلاَ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئاً وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِيْ الْـقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالجَنبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالاً فَخُوراً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَاعْبُدُواْ اور تم عبادت کرو اللّهَ اللہ کی وَلاَ اور نہ تُشْرِكُواْ شریک ٹھہراؤ بِهِ اس کے ساتھ شَيْئاً کسی چیز کو وَبِالْوَالِدَيْنِ اور ماں باپ کے ساتھ إِحْسَاناً احسان (کرو) وَبِذِي الْقُرْبَى اور رشتہ داروں کے ساتھ وَالْيَتَامَى اور یتیموں (کے ساتھ) وَالْمَسَاكِيْنِ اور مسکینوں (کے ساتھ) وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى اور قرابت دار پڑوسی (کے ساتھ) وَالْجَارِ الْجُنُبِ اور اجنبی پڑوسی (کے ساتھ) وَالصَّاحِبِ بِالجَنبِ اور ہم نشین (کے ساتھ) وَابْنِ السَّبِيْلِ اور مسافر (کے ساتھ) وَمَا اور (ان کے ساتھ) جن کے مَلَكَتْ مالک ہوئے أَيْمَانُكُمْ تمہارے دائیں ہاتھ إِنَّ بلاشبہ اللّهَ اللہ لاَ نہیں يُحِبُّ پسند کرتا مَن اس کو جو كَانَ ہے مُخْتَالاً اترانے والا فَخُوراً فخر کرنے والا

ترجمہ: اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور ناداروں اور رشتہ دار ہمسایوں اور اور اجنبی ہمسایوں اور پاس بیٹھنے والوں اور مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں سب کے ساتھ حسن سلوک کرو بیشک اللہ تکبر کرنے والے بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی ہیں۔

(۱) اللہ کی عبادت کرو

(۲) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ

(۳) والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو

(۴) رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریب والے پڑوسی، دور والے پڑوسی، ساتھ بیٹھے ہوئے شخص اور راہ گیر اور اپنے غلاموں، باندیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو

(۵) بیشک اللہ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتے۔

اس آیت میں سب سے پہلے توحید کا سبق دیا گیا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک قرار نہ دیا جائے۔ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ بندۂ مومن کو چاہئے کہ ہر قسم کے شرک سے بیزار رہے اور توحید خالص پر قائم رہے۔ اللہ کی عبادت کا حکم دینے کے بعد ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا گیا۔ وہ ماں باپ جو کسی بھی انسان کے اس دنیا میں وجود میں آنے کا ظاہری سبب اور ذریعہ ہیں، ایک اچھا انسان ان ماں باپ کے حقوق ادا کرنے سے منہ نہیں موڑ سکتا۔ حسنِ سلوک میں وہ ساری باتیں شامل ہیں جو ماں باپ کی اطاعت، فرمانبرداری، خدمت اور ان کے علاج معالجہ اور ان کی دیگر بنیادی ضروریات کی تکمیل وغیرہ جبکہ وہ اس کے محتاج ہوں۔ ماں باپ کے بعد رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا گیا۔ قرآنِ مجید میں رشتہ داروں کے بارے میں یہ حکم بھی دیا گیا کہ وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ (بنی اسرائیل:۲۶) رشتہ داروں کو ان کا حق دو۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رشتوں کو جوڑنے کے لئے بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ رشتے توڑنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ جو تم سے اپنا رشتہ توڑ لے تم اس سے اپنا رشتہ جوڑ لو۔ رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا چاہئے۔ موقع بموقع ان سے ملاقات کرنا۔ بیمار ہوں تو مزاج پرسی کرنا، تنگدست ہوں تو مالی مدد کرنا، ان کے حالات سے باخبر رہنا، دکھ سکھ میں ان کے ساتھ رہنا وغیرہ۔ رشتہ داروں کے بعد یتیموں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا گیا۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا دونوں جنت میں اس قدر قریب ہوں گے جس قدر ہاتھ کی انگلیاں قریب ہوتی ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرتا ہے اس کے ہر بال کے عوض اللہ تعالیٰ اس کو ایک ایک نیکی عطا فرماتے ہیں۔ یتیموں کے بعد مسکینوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا گیا۔ قرآنِ مجید میں متعدد مرتبہ مسکینوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تعلیم دی گئی ہے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک صاحب آئے اور اپنے دل کی سختی کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اِمْسَحْ رَأْسَ الْيَتِيمِ وَأَطْعِمِ الْمِسْكِينَ تم یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرو اور مسکین کو کھانا کھلاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو نرم کر دے گا۔ اس کے بعد قریب رہنے والے پڑوسی اور دور رہنے

والے پڑوسی۔ نیز تھوڑی دیر کے لئے ساتھ بیٹھنے والے شخص کے ساتھ اور مسافروں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا گیا۔

غور کیجئے کہ کتنی پیاری تعلیمات دی گئی ہیں ہم مسلمانوں کو؟ سفر کے دوران جو شخص ہمارے بازو بیٹھا ہوا ہوتا ہے چاہے بس میں ہو یا ٹرین میں ہو یا ہوائی جہاز میں، وہ چاہے ہندو ہو یا مسلمان، سکھ ہو یا عیسائی، مالدار ہو یا غریب، ہمیں اس کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کرنا چاہئے۔ ہم اس جانب عموماً توجہ نہیں کرتے۔ مسلمانوں کو اپنے اخلاق غیر مسلموں تک پہنچانے اور اسلام کی دعوت دینے کا کس قدر حسین موقع نصیب ہوتا ہے؟ مگر اکثر مسلمان اس فریضہ سے غافل ہیں۔

آخر میں یہ حقیقت بھی بتلا دی گئی کہ اللہ تعالیٰ شیخی بازی کرنے والے اور غرور کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم تواضع اختیار کریں۔

درس نمبر (۳۷۸) ## بُخل کا انجام النسآء:۳۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِيْنَ عَذَاباً مُّهِيْناً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جو يَبْخَلُونَ بخل کرتے ہیں وَيَأْمُرُونَ اور حکم دیتے ہیں النَّاسَ لوگوں کو بِالْبُخْلِ بخل کرنے کا وَيَكْتُمُونَ اور وہ چھپاتے ہیں مَا اس کو جو آتَاهُمُ اللّٰهُ اللہ نے انہیں دیا مِنْ فَضْلِهِ اپنے فضل سے وَأَعْتَدْنَا اور ہم نے تیار کر رکھا ہے لِلْكَافِرِيْنَ کافروں کیلئے عَذَاباً عذاب مُّهِيْناً رسوا کرنے والا

ترجمہ: جو خود بھی بخل کریں اور لوگوں کو بھی بخل سکھائیں اور جو مال اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے اسے چھپا کے رکھیں اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو خود بھی بُخل کریں۔
۲۔ لوگوں کو بھی بخل سکھائیں۔
۳۔ جو مال اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے اسے چھپا کے رکھیں۔
۴۔ ہم نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

سورۂ نساء کی پچھلی آیت کے آخر میں یہ بات بتائی گئی کہ اللہ تعالیٰ اترانے والے اور شیخی بگارنے والے کو پسند نہیں کرتے۔ یہاں ایسے مغرور لوگوں کی یہ صفت بیان کی جارہی ہے اور اس پر وعید بھی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے اس آیت میں وعید بیان کی ہے۔ جو خود بھی کنجوسی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی کنجوسی کرنے کی تلقین کرتے ہیں اور اللہ نے اپنے فضل سے جو کچھ انہیں دے رکھا ہے اسے چھپاتے ہیں۔ ہم نے ایسے ناشکروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اپنے سے متعلق جو مالی حقوق ہیں ان مالی حقوق میں کوتاہی کرنے کا نام بخل ہے۔مثلاً باپ پر اپنی اولاد کو کھلانے پلانے، کپڑا پہنانے اور انہیں تعلیم دلوانے کی ذمہ داری ہے۔اگر باپ اپنی اولاد سے متعلق ان حقوق میں کوتاہی کررہا ہے تو گویا وہ بخل سے کام لے رہا ہے۔اسی طرح شوہر اپنی بیوی سے متعلق جو واجب حقوق ہیں مثلاً بیوی کے کھانے پینے کا انتظام کرنا،اس کے لئے کپڑوں کا نظم اور اس کے رہنے سہنے کا نظم اور بیمار ہو تو واجب انداز میں علاج معالجہ کا نظم۔اگر شوہر ان حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کررہا ہے تو وہ بخل سے کام لے رہا ہے۔ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کا بخل ہرگز پسند نہیں ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مدینہ کے یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔مدینہ کے یہودی بہت زیادہ مغرور بھی تھے اور انتہاء درجہ کے کنجوس اور بخیل بھی تھے۔وہ آسمانی کتابیں تورات و انجیل کے علم کو چھپاتے تھے۔ان آسمانی کتابوں میں حضور ﷺ کے آخری نبی بن کر آنے کی بشارت تھی۔ان یہودیوں نے اس کو چھپادیا۔اللہ تعالیٰ نے ایسے کافروں کیلئے توہین آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں بخل کرنا اور علم اور ایمان کے معاملہ میں بخل کرنا اور آسمانی تعلیمات کو چھپانا،اہانت آمیز عذاب کا سبب ہے۔اس آیت سے مسلمانوں کو اس بات کا سبق حاصل کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال کو ان لوگوں پر بھی خرچ کریں جن پر خرچ کرنے کی ذمہ داری ہے۔اولاد، بیوی، ماں باپ اور دیگر رشتہ دار وغیرہ۔ ان کے علاوہ غریبوں، مسکینوں، محتاجوں،، تنگدستوں، پریشان حال مسافروں اور ضرورتمندوں پر بھی خرچ کریں۔نیز دینی مدارس و مکاتب اور دینی امور پر بھی خرچ کریں۔جو آدمی اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اس کا اچھا عوض دنیا و آخرت میں ضرور ملتا ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ہر صبح کے وقت دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! بھلائی کے راستہ میں خرچ کرنے والے کو اچھا عوض عطا فرما۔دوسرا کہتا ہے اے اللہ! بخیل کو تباہی سے ہمکنار فرما۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں بخل سے بچائے اور اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

درس نمبر (۳۷۹) | شیطان بدترین ساتھی ہے | النسآء:۳۸۔۳۹

شیطان بدترین ساتھی ہے

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلاَ يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلاَ بِالْيَوْمِ الآخِرِ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِيْناً فَسَآءَ قِرِيْناً ○ وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُواْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَأَنْفَقُواْ مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِم عَلِيْماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو يُنفِقُونَ خرچ کرتے ہیں أَمْوَالَهُمْ اپنے مال رِئَاءَ النَّاسِ لوگوں کو دکھانے کے لیے وَلاَ اور نہیں يُؤْمِنُونَ وہ ایمان لاتے بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ وَلاَ اور نہ بِالْيَوْمِ الآخِرِ آخرت کے دن کے ساتھ وَمَنْ اور جو شخص کہ يَكُنِ ہو الشَّيْطَانُ شیطان لَهُ اس کا قَرِيْناً ہم نشین فَسَآءَ تو بُرا ہے

(وہ) قِـرِیْناً ہم نشین O وَمَاذَا اورکیا عَلَیْہِمْ نقصان ہوتاان کا لَوْ اگر آمَنُواْ وہ ایمان لےآ تے بِـاللّٰہِ اللہ کےساتھ وَالْیَـوْمِ الآخِرِ اوریومِ آخرت کے(ساتھ) وَأَنـفَـقُواْ اوروہ خرچ کرتے مِـمَّا اس (مال) سے جو رَزَقَھُمُ اللّٰہُ اللہ نےان کودیا وَکَانَ اورہے اللّٰہُ اللہ بِھِم ان کو عَلِیْماً خوب جاننے والا

ترجمہ: اور جوخرچ بھی کریں تو اللہ کے لئے نہیں بلکہ لوگوں کے دکھانے کو اور ایمان نہ اللہ پر لائیں نہ روز آخر پر اور جس کا ساتھی شیطان ہوا تو کچھ شک نہیں کہ وہ بُرا ساتھی ہے O اور اگر یہ لوگ اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان لاتے اور جو کچھ اللہ نے ان کو دیا تھا اس میں سے خرچ کرتے تو ان پر کیا مصیبت آ پڑتی ؟ اور اللہ ان کو خوب جانتا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے چار باتیں بیان کی ہیں۔

ا۔وہ لوگ جو اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور وہ نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ آخرت پر تو انہیں معلوم ہو جانا چاہئے کہ جس کا ساتھی شیطان بن جائے وہ ان کا بدترین ساتھی ہے۔

۲۔اگر یہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لا لیتے تو بھلا ان کا کیا بگڑ جاتا؟

۳۔اور اگر یہ اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے نیک کاموں میں کچھ خرچ کر لیتے تو کیا ہو جاتا؟

۴۔اللہ تعالیٰ کو ان کا حال خوب معلوم ہے۔

پچھلی آیتوں میں شیخی بگارنے والوں، اترانے والوں اور غرور کرنے والوں کا تذکرہ کیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتے اور یہ مغرور قسم کے اترانے والے لوگوں کی ایک صفت تو یہ ہوتی ہے جس کا پچھلی آیت میں تذکرہ تھا کہ خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تلقین کرتے ہیں۔اس آیت میں انہی مغرور لوگوں کی یہ صفت بیان کی جارہی ہے کہ یہ مغرور لوگ پہلے تو اللہ کی راہ میں خرچ ہی نہیں کرتے اور بخل سے کام لیتے ہیں اور اگر خرچ کرتے بھی ہیں تو لوگوں کو بتانے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ریاکاری کے ناپاک جذبے اور جراثیم ان کے دلوں میں ہوتے ہیں۔اگر ان کے دل میں اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان ہوتا تو یہ اللہ کے لئے خرچ کرتے، ریاکاری سے کام نہ لیتے، چونکہ یہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان کامل نہیں رکھتے، جس کے نتیجہ میں اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے اخلاص کو پیچھے ڈال دیتے ہیں اور ریاکاری اور دکھاوے کیلئے خرچ کرتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ متقی اور دیندار کو اللہ کی رضا مطلوب ہوتی ہے۔وہ صرف اس کی رضا و خوشنودی کی غرض سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔مگر دنیادار، مغرور اور گھمنڈی شخص کو دنیا کی شہرت اور دنیا کے عہدے مطلوب ہوتے ہیں۔وہ جب بھی خرچ کرتے ہیں صرف ریاکاری ہی کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ان کا منشا اور مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ لوگ ان کی تعریف کریں اور لوگوں میں ان کی مالداری ظاہر ہو۔اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی اس آیت میں ایک خاص انداز میں مذمت فرمائی اور اشارہ دیا کہ یہ ریاکار لوگ اللہ کے ولی، دوست اور محبوب نہیں ہیں۔یہ شیطان کے ساتھی ہیں۔ان کی ریاکاری سے اللہ ناراض ہوتا ہے اور شیطان خوش ہوتا ہے۔اسی لئے یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَمَنْ یَّکُنِ الشَّیْطَانُ لَهُ قَرِیْناً فَسَآءَ قِرِیْناً اور شیطان

جس کا ساتھی ہو بس وہ تو بہت بُرا ساتھی ہے۔ کتنے بدنصیب ہیں وہ ریا کار جو اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں؟ مگر ان کی نیت چونکہ ریا کاری کی ہوتی ہے، اس لئے ان کا مال بھی ضائع ہو جاتا ہے اور سب سے بڑی رسوائی کی بات یہ ہوتی ہے کہ شیطان ان کا ساتھی ہو جاتا ہے اور جس کا ساتھی شیطان بن جائے اس پر ماتم کے سوا کیا کیا جا سکتا ہے؟

یہاں یہ بات بھی بیان کر دی گئی کہ اگر یہ کافر اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لا لیتے اور اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے کچھ خرچ کر لیتے تو ان پر کیا وبال آ جاتا اور ان کا کیا نقصان ہو جاتا اور ان کو وہ کونسی تکلیف پہنچ جاتی؟ اس جملہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انہیں تنبیہ کر رہے ہیں اور انہیں متوجہ کر رہے ہیں کہ اپنی زندگی کے بارے میں وہ خود غور کریں اور فیصلہ کریں کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ کتنی بُری بات ہے؟

درس نمبر (۳۸۰) | **اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتے** | النسآء: ۴۰۔۴۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَکُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ أَجْراً عَظِيماً O فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيْداً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ اللّٰهَ بلاشبہ اللہ لَا نہیں يَظْلِمُ ظلم کرتا مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ایک ذرّے کے برابر وَإِن اور اگر تَکُ ہو حَسَنَةً کوئی نیکی يُضَاعِفْهَا (تو) وہ اسے دگنا کر دے گا وَيُؤْتِ اور دے گا مِن لَّدُنْهُ اپنی طرف سے أَجْراً اجر عَظِيماً بہت بڑا O فَكَيْفَ پھر کیا حال ہوگا إِذَا جب جِئْنَا ہم لائیں گے مِن كُلِّ أُمَّةٍ ہر امت سے بِشَهِيْدٍ ایک گواہ وَجِئْنَا اور ہم لائیں گے بِکَ آپ کو (اے رسول!) عَلَى هَؤُلَاءِ ان پر شَهِيْداً گواہ

ترجمہ: اللہ کسی کی ذرا بھر بھی حق تلفی نہیں کرتا اور اگر کسی نے نیکی کی ہوگی تو اس کو کئی گنا کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجر عظیم بخشے گا O بھلا اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے احوال بتانے والے کو بلائیں گے اور تم کو اے نبی (ﷺ) ان لوگوں کا حال بتانے کو بطور گواہ طلب کریں گے۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پانچ باتیں بتلائی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتے۔

۲۔ اگر کوئی نیکی کا کام کرے تو اسے کئی گنا بڑھا کر دے دیتے ہیں۔

۳۔ اللہ خود اپنے پاس سے عظیم ثواب دیتے ہیں۔

۴۔ پھر اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لے کر آئیں گے؟

۵۔ اے پیغمبر! ہم تم کو ان لوگوں کے خلاف گواہ کے طور پر پیش کریں گے۔

پہلی بات کی وضاحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی بندہ کو نافرمانی کے بغیر عذاب نہیں دیں گے، یعنی ایسا کبھی نہیں ہوگا

کہ کسی شخص نے زنا ہی نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ اس کو زنا کی سزا دیں، اس لئے کہ یہ انصاف کے خلاف ہے کہ کسی جرم کی سزا اس کو دی جائے جس نے کوئی جرم ہی نہیں کیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی کو ضائع بھی نہیں کریں گے۔ ایسا نہیں ہوگا کہ کسی نے نماز ادا کی اور قیامت کے دن یہ کہہ دیا جائے کہ تم کو اس نماز کا ثواب نہیں دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں احسان اور انصاف ہے۔ ظلم ہرگز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحیمانہ عدالت کا نظام یہ ہے کہ وہاں ایک نیکی کا بدلہ دس گنا اضافہ کر کے دیا جاتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ۔ (الانعام:۱۶۰) دوسری آیات میں ایک کے بدلہ سات سو گنا اضافہ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بدلہ دیئے جانے کی بات کہی گئی ہے۔

دوسری آیت میں آخرت کے میدان میں قیامت کے دن پیش آنے والے منظر کو بتلایا گیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی امتوں کے ساتھ آئیں گے اور ہر نبی اپنی امت کے بارے میں گواہی دے گا کہ یہ لوگ عقیدہ اور ایمان کے اعتبار سے نیز اپنے اعمال، افعال اور اخلاق و کردار کے اعتبار سے ایسے ایسے لوگ تھے۔ ان انبیاء کرام علیہم السلام کی گواہیوں پر رسولِ رحمت ﷺ گواہی دیں گے کہ یہ سارے انبیاء جو گواہی دے رہے ہیں یہ سچی گواہی ہے۔

اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خود بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا آپ کے سامنے تلاوت کروں حالانکہ آپ پر ہی تو قرآن نازل ہوا ہے؟ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں! میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ کسی دوسرے سے سنوں۔ اس پر میں نے سورۂ نساء پڑھنی شروع کی، یہاں تک کہ جب میں اس آیت پر پہنچا فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بس کرو میں نے جو نظر اٹھا کر دیکھا تو آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ (بخاری)

درس نمبر (۳۸۱) قیامت کے دن کافروں کی تمنا النسآء:۴۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ وَعَصَوُاْ الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّى بِهِمُ الْأَرْضُ وَلاَ يَكْتُمُونَ اللّٰهَ حَدِيْثاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَوْمَئِذٍ اس دن يَوَدُّ چاہیں گے الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُواْ کفر کیا وَعَصَوُاْ اور انہوں نے نافرمانی کی الرَّسُولَ رسول کی لَوْ کاش کہ تُسَوَّى برابر کردی جائے بِهِمُ اس کے ساتھ الْأَرْضُ زمین وَلاَ اور نہ يَكْتُمُونَ اللّٰهَ وہ اللہ سے چھپا سکیں گے حَدِيْثاً کوئی (بھی) بات

ترجمہ: اس روز کافر اور پیغمبر کے نافرمان آرزو کریں گے کہ کاش ان کو دھنسا کر زمین برابر کردی جاتی اور وہ اللہ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے۔

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو باتیں بیان کی ہیں۔

۱۔ نافرمان کافر قیامت کے دن یہ تمنا کریں گے کہ کاش انہیں زمین میں دھنسا کر اس کے برابر کردیا جائے۔

۲۔ یہ نافرمان کافر اللہ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے۔

اس آیت میں قیامت کے دن ہونے والی کافروں کی بدحالی بیان کی جارہی ہے کہ جن کافروں نے دنیا میں کفر کیا اور رسولوں کی نافرمانی کی ، یہ نافرمان کافر قیامت کے دن یہ تمنا کریں گے کہ ہائے کاش! ہم آج کے دن دفن کر دیئے جاتے اور زمین کا پیوند بنا دیئے جاتے اور اس عذاب اور مصیبت سے رہائی ہوجاتی ،جس عذاب میں وہ گرفتار ہیں ۔ یہ کافر قیامت کے دن اپنے کفر اور اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے اس قدر بے بس ہوجائیں گے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپا بھی نہ سکیں گے۔ان کی زبانیں خود اقرار کریں گی۔ان کے ہاتھ پیران کے خلاف گواہی دیں گے اور جسم کے سارے اعضاء جرائم اور گناہوں کا اقرار واعتراف کریں گے۔ یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ آج ہم ان کے مونہوں پر مُہر کر دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے کیے کی گواہی دیں گے۔(یٰسٓ:۶۵) پہلے تو یہ کافر اپنے گناہوں کا انکار ہی کر دیں گے، جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے کہ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ وہ یوں کہیں گے کہ قسم اللہ کی اپنے پروردگار کے ہم مشرک نہ تھے۔لیکن جب ان کے اعضاء یعنی ہاتھ پیر سب ان کے خلاف گواہی دیں گے تو ان گواہیوں کے بعد اپنی نافرمانیوں کا اقرار کرلیں گے۔ اس وقت ان کی زبانوں سے یہ بات نکلے گی کہ کاش ہم زمین کے برابر کر دیئے جاتے اور زمین کا پیوند بنا دیئے جاتے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کفر وشرک سے اور دیگر نافرمانیوں سے بچائے۔آمین

درس نمبر (۳۸۲) حالتِ نشہ میں نماز کے قریب مت جاؤ النسآء:۴۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تَقْرَبُواْ الصَّلاَةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّىٰ تَعْلَمُواْ مَا تَقُوْلُوْنَ وَلاَ جُنُباً إِلاَّ عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُواْ وَإِنْ كُنتُم مَّرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنْكُم مِّنْ الْغَآئِطِ أَوْ لاَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُواْ مَاءً فَتَيَمَّمُواْ صَعِيْداً طَيِّباً فَامْسَحُواْ بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيْكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوّاً غَفُوراً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اے لوگو جو آمَنُواْ ایمان لائے ہو! لاَ تَقْرَبُواْ نہ تم قریب جاؤ الصَّلاَةَ نماز کے وَأَنْتُمْ جبکہ تم سُكَارَى نشے میں ہو حَتَّىٰ یہاں تک کہ تَعْلَمُواْ تمہیں علم ہو مَا تَقُوْلُوْنَ جو تم کہتے ہو وَلاَ اور نہ جُنُباً حالتِ جنابت میں إِلاَّ مگر عَابِرِيْ عبور کرنے والے ہو سَبِيْلٍ راستے کو حَتَّىٰ یہاں تک کہ تَغْتَسِلُواْ تم غسل کرلو وَإِن اور اگر كُنتُم ہو تم مَّرْضَى بیمار أَوْ یا عَلَى سَفَرٍ سفر پر أَوْ یا جَآءَ آئے أَحَدٌ کوئی مِّنْكُم تم میں سے مِّنْ الْغَآئِطِ قضائے حاجت سے أَوْ یا لاَمَسْتُمُ تم نے صحبت کی ہو النِّسَاءَ عورتوں سے فَلَمْ پھر نہ تَجِدُواْ پاؤ تم مَاءً پانی فَتَيَمَّمُواْ تو تیمّم کرلو صَعِيْداً طَيِّباً پاک مٹی سے فَامْسَحُواْ پھر تم مسح کرو بِوُجُوهِكُمْ اپنے چہروں کا وَأَيْدِيْكُمْ اور اپنے ہاتھوں کا إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بلاشبہ اللہ ہے عَفُوّاً بہت معاف کرنے والا غَفُوراً بڑا بخشنے والا۔

ترجمہ: مومنو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو جب تک ان الفاظ کو جو منہ سے کہو سمجھنے نہ لگو نماز کے پاس نہ جاؤ اور جنابت کی حالت میں بھی نماز کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ غسل کرلو۔ ہاں! اگر بحالت سفر راستے چلے جا رہے ہو

اور پانی نہ ملنے کے سبب غسل نہ کرسکوتو تیمّم کر کے نماز پڑھ لواور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا کوئی تم میں سے بیت الخلاء سے ہوکر آیا ہو یا تم نے عورتوں سے مقاربت کی ہواور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی لواور منہ اور ہاتھوں کا مسح کر کے تیمّم کولو۔ بیشک اللہ معاف کرنے والا ہے بخشنے والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ جب تم نشہ کی حالت میں ہوتو اس وقت نماز کے قریب بھی مت جاؤ، یہاں تک جو کچھ تم کہہ رہے ہواسے سمجھنے نہ لگو۔

۲۔ جنابت کی حالت میں بھی نماز کے قریب مت جاؤ جب تک کہ غسل نہ کرلو۔

۳۔ ہاں! اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کی جگہ سے آیا ہو یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو پھر تم کو پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمّم کرلو۔

۴۔ تیمّم یہ ہے کہ اپنے چہروں اور ہاتھوں کا اس مٹی سے مسح کرلو۔

۵۔ بیشک اللہ بڑا معاف کرنے والا بڑا بخشنے والا ہے۔

درس نمبر (۳۸۳) اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے النسآء: ۴۴۔۴۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ أُوْتُواْ نَصِيْباً مِّنَ الْكِتَابِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلاَلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ أَنْ تَضِلُّواْ السَّبِيْلَ Oوَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيّاً وَكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْراً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أَلَمْ تَرَ کیا نہیں آپ نے دیکھا إِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرف جو أُوْتُواْ دیئے گئے نَصِيْباً کچھ حصہ مِّنَ الْكِتَابِ کتاب کا يَشْتَرُوْنَ وہ خریدتے ہیں الضَّلاَلَةَ گمراہی کو وَيُرِيْدُوْنَ اور وہ چاہتے ہیں أَن یہ کہ تَضِلُّواْ تم گمراہ ہوجاؤ السَّبِيْلَ راستے سے O وَاللّٰهُ اور اللہ أَعْلَمُ خوب جانتا ہے بِأَعْدَائِكُمْ تمہارے دشمنوں کو وَكَفٰى اور کافی ہے بِاللّٰهِ اللہ وَلِيّاً دوست وَكَفٰى اور کافی ہے بِاللّٰهِ اللہ نَصِيْراً مددگار

ترجمہ: بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب کا حصہ دیا گیا تھا کہ وہ گمراہی کو خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راستے سے بھٹک جاؤO اور اللہ تمہارے دشمنوں سے خوب واقف ہے اور اللہ ہی کافی کارساز ہے اور اللہ ہی کافی مددگار ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ جن لوگوں کو کتاب یعنی تورات میں سے ایک حصہ دیا گیا تھا، کیا تم نے ان کو نہیں دیکھا کہ وہ کس طرح گمراہی مول رہے ہیں؟

۲۔ اہل کتاب چاہتے ہیں کہ تم بھی راستے سے بھٹک جاؤ۔

۳۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ رکھوالا بننے کے لئے بھی کافی ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ مددگار بننے کے لئے بھی کافی ہے۔

تفسیر درمنثور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا گیا ہے کہ رفاعہ بن زید یہودیوں کا ایک چودھری تھا۔ وہ رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں آتا تو اپنی زبان موڑ کر بات کرتا تھا۔ اس نے رفتہ رفتہ اسلام کے خلاف طعنہ زنی شروع کردی اور اسلام کے احکامات میں عیب نکالنے لگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یہودیوں کے جو بڑے لوگ تھے جن کے پاس تورات کا علم تھا اور سردار قسم کے لوگ تھے، انہیں حق بات معلوم تھی۔ انہوں نے تورات میں تحریف کرلی۔ انہیں معلوم تھا کہ حضور ﷺ آخری پیغمبر ہیں، مگر اس بات کو ان ظالموں اور بدبختوں نے چھپایا، نہ ہی خود وہ اسلام کی طرف آئے اور نہ ہی اپنی عوام کو اس کی طرف آنے دیا۔ انہوں نے ہدایت کی جگہ گمراہی خریدلی۔ انہوں نے اپنی قوم کو بھی سرکشی اور کفر پر جمایا اور مسلمانوں کو بھی اسلام سے ہٹانے کی سازش اور کوشش کی۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۵ میں بھی ہدایت کے بدلہ گمراہی خریدنے والوں کا ذکر ہے" أُولٰـئِكَ الَّـذِيْـنَ اشْتَـرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلہ اور عذاب کو مغفرت کے بدلے خریدلیا ہے، یہ لوگ آگ کا عذاب کتنا برداشت کرنے والے ہیں؟" اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کی حقیقت حال سے آگاہ کردیا اور ان کا پول کھول دیا اور مسلمانوں کو اس طور پر تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے دشمنوں کا خوب علم ہے اور تمہاری مدد کے لئے اللہ کافی ہے۔

درس نمبر (۳۸۴) **یہودی تورات میں تحریف کرتے تھے** النسآء:۴۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِّـنَ الَّـذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِـأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَكِن لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلاَ يُؤْمِنُوْنَ إِلاَّ قَلِيْلاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مِّنَ الَّذِيْنَ کچھ ان لوگوں میں سے جو هَادُوْا یہودی ہوئے يُحَرِّفُوْنَ بدل ڈالتے ہیں الْكَلِمَ باتوں کو عَن مَّوَاضِعِهٖ ان کی جگہوں سے وَيَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں سَمِعْنَا ہم نے سنا وَعَصَيْنَا اور ہم نے نافرمانی کی وَاسْمَعْ اور سن تو غَيْرَ نہ مُسْمَعٍ سنایا جائے وَرَاعِنَا اور (کہتے ہیں) راعنا لَيًّا موڑتے ہوئے بِأَلْسِنَتِهِمْ اپنی زبانیں وَطَعْنًا اور طعن کرتے ہوئے فِي الدِّيْنِ دین میں وَلَوْ اور اگر أَنَّهُمْ بلاشبہ وہ قَالُوْا کہتے سَمِعْنَا ہم نے سنا وَأَطَعْنَا اور ہم نے اطاعت کی وَاسْمَعْ اور سنیے وَانْظُرْنَا اور ہمیں دیکھئے لَكَانَ تو یقیناً ہوتا خَيْرًا بہت بہتر لَّهُمْ ان کے لئے وَأَقْوَمَ اور درست تر وَلَكِن لیکن لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ اللہ نے ان پر لعنت کی بِكُفْرِهِمْ بسبب ان کے کفر کے فَلاَ لہٰذا نہیں يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان لاتے إِلاَّ مگر قَلِيْلاً تھوڑے ہی

ترجمہ: اور یہ جو یہودی ہیں ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ کتاب اللہ کے کلمات کو ان کے مقامات سے ہٹا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور نہیں مانا اور کہتے ہیں سنو نہ سنوائے جاؤ اور زبان کو مروڑ کر اور دین میں طعن کی راہ سے تم سے گفتگو کے وقت راعنا کہتے ہیں اور اگر یوں کہتے کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور صرف اسمع اور راعنا کی جگہ انظرنا کہتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا

اور بات بھی بہت درست ہوتی لیکن اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کر رکھی ہے تو یہ کچھ تھوڑے ہی ایمان لاتے ہیں۔

تشریح: اِس آیت میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ تورات کے الفاظ کو ان کے موقع محل سے یہ یہودی ہٹا ڈالتے تھے۔

۲۔ دوسری یہ کہ اپنی زبانوں کو توڑ مروڑ کر دین میں طعنہ زنی کرتے تھے۔ سمعنا واطعنا پھر اسمع وانظرنا کہنے کے بجائے شرارتاً سمعنا وعصینا اسمع غیر مسمع کہتے تھے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی۔

۴۔ ان میں سے بہت کم لوگ ہی ایمان لاتے ہیں۔

یہودیوں کی یہ بدترین حرکت کہ اللہ کی کتاب ہی میں رد و بدل کرتے ہیں جس کو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ قرآنِ مجید کی دوسری آیتوں میں بھی ان کی اس بدترین حرکت کا تذکرہ ہے۔ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۱۳ اور ۴۱ میں یوں ہے ''**يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ** وہ کلام کو اس کی جگہ سے بدل ڈالتے تھے۔'' سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۷۵ میں یوں بیان کیا گیا ''**أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ** مومنو! کیا تم امید رکھتے ہو کہ یہ لوگ تمہارے دین کے قائل ہو جائیں گے حالانکہ ان میں سے کچھ لوگ کلام اللہ یعنی تورات کو سننے پھر اس کے سمجھ لینے کے بعد اسکو جان بوجھ کر بدل دیتے رہے ہیں۔''

یہودیوں کی ایک اور شرارت اور بدترین قسم کی حرکت یہ بھی تھی کہ وہ رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو زبان موڑ کر باتیں کرتے تھے۔ ایسے الفاظ بولتے تھے کہ ان الفاظ کا ظاہری اعتبار سے کچھ اور معنی ہوتا اور وہ اپنے دل میں دوسرا معنی مراد لیتے تھے جس کے ذریعہ وہ رسولِ رحمت ﷺ کی گستاخی کرتے تھے۔ انہی الفاظ میں سے ایک لفظ رَاعِنَا بھی ہے جس کے معنی عربی زبان میں یہ ہیں کہ آپ ہماری رعایت فرمایئے جبکہ یہودیوں کی اپنی زبان میں یہ لفظ رَاعِنَا موت کی بددعاء کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ اسی لئے ایمان والوں کو اس قسم کے الفاظ جن کے ظاہری معنی کچھ اور باطنی کچھ اور ہوں (اور جس سے نبی ﷺ کی گستاخی ہوسکتی ہو) ان کے استعمال سے روک دیا گیا۔ چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۴ میں یوں حکم دیا گیا ''**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَقُولُواْ رَاعِنَا وَقُولُواْ انظُرْنَا** اے ایمان والو رَاعِنَا مت کہو بلکہ اُنْظُرْنَا کہو'' جس کا مطلب یہ ہے کہ ''آپ ہماری طرف توجہ فرمایئے۔''

درس نمبر (۳۸۵) اللہ کا حکم ہمیشہ پورا ہو کر ہی رہتا ہے النسآء:۴۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُواْ الْكِتَابَ آمِنُواْ بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقاً لِّمَا مَعَكُم مِّن قَبْلِ أَن نَّطْمِسَ وُجُوهاً فَنَرُدَّهَا عَلَى أَدْبَارِهَا أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا أَصْحَابَ السَّبْتِ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُولاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ اے لوگو جو أُوتُواْ دیئے گئے ہو الْکِتَابَ کتاب! آمِنُواْ تم ایمان لاؤ بِمَا اس کے ساتھ جو نَزَّلْنَا ہم نے نازل کیا مُصَدِّقاً وہ تصدیق کرنے والا ہے لِّمَا اس کی جو مَعَکُم تمہارے پاس ہے مِّن قَبْلِ اس سے پہلے أَن کہ نَّطْمِسَ ہم مٹادیں وُجُوھاً چہروں کو فَنَرُدَّھَا پھر ہم انہیں لوٹا دیں عَلَی أَدْبَارِھَا ان کی پیٹھوں پر أَوْ یا نَلْعَنَھُمْ ہم ان پر لعنت کریں کَمَا جس طرح لَعَنَّا ہم نے لعنت کی أَصْحَابَ السَّبْتِ سبت (ہفتے کے دن) والوں پر وَکَانَ اور ہے أَمْرُ اللّٰہِ اللہ کا حکم مَفْعُولاً کیا ہوا (یعنی اٹل)

ترجمہ: اے کتاب والو! قبل اس کے کہ ہم کچھ چہروں کو مٹادیں اور پھر ان کی پیٹھ کی طرف پھیر دیں یا ان پر اس طرح لعنت کریں جس طرح ہفتے والوں پر لعنت کی تھی ہماری نازل فرمائی ہوئی کتاب پر جو تمہاری کتاب کی بھی تصدیق کرتی ہے ایمان لے آؤ اور اللہ نے جو حکم فرمایا سو سمجھ لو کہ ہو چکا۔

تشریح: اِس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اے اہلِ کتاب! جس کتاب کو ہم نے اب نازل کیا ہے اس پر ایمان لاؤ جو کتاب تمہارے سے پہلے موجود کتاب کی تصدیق کرتی ہے۔

۲۔ اس سے پہلے پہلے ایمان لالو کہ ہم کچھ چہروں کو مٹا کر انہیں گدی جیسا بنادیں یا ان پر ایسی پھٹکار ڈال دیں جیسی پھٹکار ہفتہ والوں پر ڈالی تھی۔

۳۔ اللہ کا حکم ہمیشہ پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے یہودیوں کے سرداروں سے گفتگو کی جن میں عبداللہ بن صوریا اور کعب بن اسد وغیرہ موجود تھے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ان سے فرمایا، اے یہودیو! اللہ سے ڈرو اور اسلام قبول کرو۔ اللہ کی قسم تم جانتے ہو کہ جو دین میں لے کر آیا ہوں وہ حق ہے۔ یہ سردار قسم کے لوگ کہنے لگے کہ اے محمدؐ! ہم تم کو نہیں پہچانتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اے اہلِ کتاب! جو کتاب ہم نے نازل کی ہے اس پر ایمان لے آؤ۔ یہ کتاب اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو تمہیں دی گئی تھی یعنی تورات شریف کی قرآنِ شریف تصدیق کرتی ہے۔ اس سے پہلے ایمان لالو کہ تمہارے اس پر ایمان نہ لانے کے نتیجہ میں ہم سزا کے طور پر تمہارے چہروں کو بالکل مٹادیں اور ان کو گدی کی طرح بالکل صفاچٹ بنادیں۔ اس طرح کہ ناک، آنکھ، منہ کچھ بھی باقی نہ رہے یا ہم ان لوگوں پر ایسے ہی لعنت کریں جس طرح کہ ہم نے ہفتہ کے دن زیادتی کرنے والوں پر لعنت کی تھی۔ واقعہ یہ ہوا تھا کہ یہودیوں کو ہفتہ کے دن کی تعظیم کا حکم دیا گیا تھا اور اس تعظیم کی ایک شکل یہ بھی تھی کہ وہ اس دن شکار نہ کریں، مگر ان لوگوں نے نافرمانی کی اور مچھلی کا شکار کیا اور اللہ نے ان کو بندر بنادیا، کُونُواْ قِرَدَةً خَاسِئِیْنَ (البقرہ:۶۵) کی سزا سنائی گئی کہ تم لوگ ذلیل بندر بن جاؤ۔ چونکہ یہ واقعہ یہودیوں ہی کا تھا جو ان کے باپ دادا سے وہ سنتے آرہے تھے، اس لئے دورِ رسالت کے یہودیوں کو اس واقعہ کی یاد دلائی گئی اور اس بات سے آگاہ کیا گیا کہ تمہارے ساتھ بھی ایسا ہو سکتا ہے۔

اس جملہ سے مزید تنبیہ کی گئی کہ اللہ کا حکم بندوں کی طرح نہیں ہے کہ ہو بھی سکتا ہے نہیں بھی ہو سکتا ہے بلکہ اللہ کا حکم تو

قطعی ہے، وہ واقع ہو کر ہی رہنے والا ہے وَ كَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُولاً کہ اللہ کا حکم تو پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۵ اور سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۳۷ میں بھی یہی جملہ موجود ہے وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلاً۔

درس نمبر (۳۸۶) شرک نا قابلِ معافی جرم ہے النسآء:۴۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى إِثْماً عَظِيْماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ اللّٰهَ بلاشبہ اللہ لاَ يَغْفِرُ نہیں بخشے گا أَن یہ کہ يُشْرَكَ شرک کیا جائے بِهٖ اس کے ساتھ وَيَغْفِرُ اور وہ بخش دے گا مَا دُوْنَ جو علاوہ ہے ذٰلِكَ اس کے لِمَنْ جس کے لئے يَشَاءُ چاہے گا وَمَنْ اور جو کوئی يُشْرِكْ شریک ٹھہرائے بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ فَقَدِ تو تحقیق افْتَرٰى اس نے گھڑا إِثْماً گناہ عَظِيْماً بہت بڑا

ترجمہ: اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے اور جس نے اللہ کا شریک مقرر کیا اس نے بڑا بہتان باندھا۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تین باتیں بتلائی ہیں۔۔

۱۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں کرتے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔

۲۔ شرک سے کم والے گناہ کو جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔

۳۔ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے وہ ایسا بہتان باندھتا ہے جو بڑا زبردست گناہ ہے۔

اس آیت میں رب کائنات کی جانب سے یہ واضح اعلان جاری کیا گیا ہے کہ شرک کرنے والا اسی شرک کی حالت میں بغیر ایمان لائے مر جائے گا تو اس کی بخشش کے سارے دروازے بند ہو جائیں گے۔ اب کوئی گنجائش نہیں ہوگی کہ اسے معاف کر دیا جائے۔ رہی بات شرک کے علاوہ جتنے گناہ ہیں ان کے بارے میں یہ گنجائش رکھی گئی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ کے اختیار کی بات ہے کہ شرک کے علاوہ دوسرے گناہوں کے بارے میں جس کو چاہے معاف کر دے اور جس کو چاہے اس گناہ پر سزا اور عذاب دے۔

جس رب ذوالجلال نے ہمیں پیدا کیا اور اس نے ہماری زندگی کے سارے اسباب پیدا کئے، اگر ہم اسی رب ذوالجلال کو چھوڑ کر اس کی بنائی ہوئی مخلوق ہی سے کسی کو اپنا معبود بنالیں تو عقل بھی یہی کہتی ہے کہ یہ وہ جرم ہے جو نا قابلِ معافی ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کا کس قدر اپنے بندوں پر رحم وکرم اور مہربانی ہے کہ اس نے شرک کرنے والے کو بھی توبہ کا موقع دیا کہ اگر وہ ہوش وحواس کے عالم میں شرک سے توبہ کرلے اور ایمان لے آئے اور اپنی اصلاح کرلے اور شرک سے گریز کرلے تو پھر ظاہر ہے کہ وہ شخص قابلِ معافی بھی ہے۔

شرک اور کفر دو الگ الگ گناہ ہیں۔ شرک اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کرنا اور جس طرح اللہ کی عبادت کی جاتی ہے اس

کی عبادت میں کسی اور کو شامل کرنا اور کفر اللہ کی ذات کا انکار ہی کر دینا ہے۔کافروں کے سلسلہ میں قرآنِ مجید میں یہ وضاحت موجود ہے إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ وَظَلَمُواْ لَمْ يَكُنِ اللّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلاَ لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقاً O إِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَداً وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللّهِ يَسِيْراً جولوگ کافر ہوئے اور ظلم کیا ہرگز اللہ تعالیٰ ان کو بخشنے والا نہیں اور نہ ہی ان کو اللہ تعالیٰ راہ دکھلائے گا،مگر یہ کہ وہ دوزخ کی راہ دیکھیں گے،جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور اللہ کے لئے یہ بات آسان ہے۔

آخر میں یہ بات بتلا دی گئی کہ جس نے شرک جیسا جرم کیا اس نے کوئی معمولی جرم نہیں کیا ہے بلکہ اس نے بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو شرک،کفر اور دوسرے گناہوں سے بچائے۔آمین

درس نمبر(۳۸۷) ## خود پسندی ناپسندیدہ ہے النسآء:۴۹۔۵۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ أَنفُسَهُمْ بَلِ اللّهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاءُ وَلاَ يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلاً O اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّهِ الْكَذِبَ وَكَفَى بِهِ إِثْماً مُّبِيْناً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أَلَمْ تَرَ کیا نہیں آپ نے دیکھا إِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرف جو يُزَكُّوْنَ پاک کہتے ہیں أَنفُسَهُمْ اپنے آپ کو؟ بَلِ اللّهُ بلکہ اللہ ہی يُزَكِّيْ پاک کرتا ہے مَن يَّشَاءُ جس کو چاہتا ہے وَلاَ اور نہیں يُظْلَمُوْنَ وہ ظلم کیئے جائیں گے فَتِيْلاً دھاگے برابر(بھی)O اُنْظُرْ دیکھئے! كَيْفَ کیسے يَفْتَرُوْنَ وہ گھڑتے ہیں عَلَى اللّهِ اللہ پر الْكَذِبَ جھوٹ وَكَفَى بِهِ اور کافی ہے یہ(افتراء باندھنا) إِثْماً گناہ مُّبِيْناً ظاہر

ترجمہ: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں؟نہیں!بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے پاکیزہ کرتا ہے اور ان پر دھاگے برابر بھی ظلم نہیں ہوگاO دیکھو!یہ اللہ پر کیسا جھوٹ بہتان باندھتے ہیں؟اور یہی کھلا گناہ کافی ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تین باتیں بیان کی ہیں۔

۱۔کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاکیزہ بتاتے ہیں؟

۲۔حقیقت یہ ہے کہ پاکیزگی تو اللہ جس کو چاہتا ہے اسے عطا کرتا ہے۔

۳۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جاتا۔

اپنے آپ کو پاکیزہ سمجھنے کی یہ بیماری یہود و نصاریٰ میں تھی۔یہود و نصاریٰ نے یہ کہا تھا کہ نَحْنُ أَبْنَاءُ اللّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ ہم اللہ کے بیٹے اور اللہ کے محبوب و پسندیدہ بندے ہیں۔اسی طرح ان یہود و نصاریٰ نے یہ بھی کہا تھا کہ لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُوْداً أَوْ نَصَارَى جنت میں یہود و نصاریٰ کے سوا دوسرا کوئی داخل نہیں ہوگا۔جب یہود و نصاریٰ نے اپنے آپ کو نیک،صالح،جنتی اور اللہ کا محبوب ہونے کا دعویٰ کیا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات سے منہ موڑنے کے باوجود اپنی تعریف آپ کرنے سے باز نہیں آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی کہ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو

اپنی جانوں کو پاکیزہ بناتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے پاکیزہ بناتا ہے۔ یہ اصول ذہن میں رہے کہ آدمی کا خود کو پاک سمجھنا اس کے پاک ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ پاک وہ ہے جس کو رب ذوالجلال پاک قرار دے۔

اور ان یہود و نصاریٰ کی اس بدعملی کی جب سزا دی جائے گی تو ایسا نہیں ہوگا کہ ان کے جرم سے بڑھ کر سزا دی جائے، ان کو جو سزا ہوگی وہ انصاف کے ساتھ ہوگی، کھجور کی گٹھلی کے بقدر بھی ان پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔

کسی بھی حقیر چیز کی مثال دینے کیلئے اہلِ عرب تین الفاظ کا استعمال کرتے تھے۔نقیر یعنی کھجور کی گٹھلی کا گڑھا فتیل یعنی کھجور کے گڑھے میں تاگا نما چیز اور قطمیر یعنی کھجور کی گٹھلی پر جو ہلکا سا چھلکا ہوتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے فتیل کا لفظ استعمال کیا کہ ایسے مجرموں پر اللہ تعالیٰ کھجور کے گڑھے میں جو تاگا ہوتا ہے اس کے بقدر بھی ظلم نہیں کریں گے۔ چونکہ یہود و نصاریٰ نے اپنے آپ کو اللہ کا محبوب قرار دیا تو اللہ تعالیٰ ان کی اس بدعملی پر فرما رہے ہیں کہ دیکھو! یہ لوگ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھتے ہیں؟ یہ اللہ کے مقبول بندے ہو ہی نہیں سکتے۔اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کر رہے ہیں اور کافر اللہ کا محبوب ہو ہی نہیں سکتا۔ان یہود و نصاریٰ کا یہ قول سراسر بہتان ہونے کیلئے کافی ہے۔

درس نمبر (۳۸۸)

اہلِ کتاب کی ایک خیانت

النسآء:۵۱۔۵۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَلَـمْ تَـرَ إِلَـى الَّـذِيْـنَ أُوتُـواْ نَـصِيْباً مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُواْ هٰؤُلَاءِ أَهْدَى مِنَ الَّذِيْنَ آمَنُواْ سَبِيْلاً O أُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيْراً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أَلَمْ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا إِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرف جو أُوتُواْ دیئے گئے ہیں نَصِيْباً کچھ حصہ مِّنَ الْكِتَابِ کتاب سے يُؤْمِنُونَ وہ ایمان لاتے ہیں بِالْجِبْتِ ساتھ بتوں کے وَالطَّاغُوتِ اور شیطان کے وَيَقُولُونَ اور وہ کہتے ہیں لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لئے جنہوں نے كَفَرُواْ کفر کیا هٰؤُلَاءِ یہی لوگ أَهْدَى زیادہ ہدایت والے ہیں مِنَ الَّـذِيْنَ ان لوگوں سے جو آمَنُواْ ایمان لائے سَبِيْلاً راستے کے لحاظ سے O أُوْلٰئِكَ یہ لوگ الَّذِيْنَ وہ ہیں کہ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ لعنت کی ان پر اللہ نے وَمَن اور جس پر يَلْعَنِ لعنت کرے اللّٰهُ اللہ فَلَن تو ہرگز نہیں تَجِدَ پائیں گے آپ لَهُ اس کے لئے نَصِيْراً کوئی مددگار

ترجمہ: بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب سے حصہ دیا گیا ہے کہ بتوں اور شیطان کو مانتے ہیں اور کفار کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ مومنوں کی نسبت سیدھے راستے پر ہیں O یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ لعنت کرے تو تم اس کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بیان کی گئی ہیں۔

ا۔ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن لوگوں کو کتاب میں سے ایک حصہ دیا گیا تھا۔اس کے باوجود وہ بتوں اور شیطان کی تصدیق کر رہے ہیں۔۔

۲۔ یہ لوگ کتاب کا علم رکھنے کے باوجود کافروں کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ یہ مومنوں سے زیادہ سیدھے راستہ پر ہیں۔

۳۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن پر اللہ نے لعنت کی ہے۔

۴۔ جس پر اللہ کی لعنت ہو اس کے لئے تم کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہودیوں کے علماء اور مذہبی قائدین جو قبیلۂ بنی نضیر میں سے تھے مکۂ مکرمہ پہنچے۔ مکہ کے قریش نے آپس میں کہا کہ یہ لوگ یہود کے علماء ہیں۔ یہ لوگ پہلی کتابوں کا بھی علم رکھتے ہیں۔ ان سے دریافت کرو کہ ہمارا دین بہتر ہے یا محمد ﷺ کا دین بہتر ہے؟ چنانچہ انہوں نے یہود کے علماء سے دریافت کیا۔ یہود کے علماء کو معلوم تھا کہ مکہ کے قریش مشرک ہیں اور دینِ ابراہیمی سے بھی ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کے باوجود یہود کے علماء نے جواب میں کہا کہ تم لوگ محمد ﷺ سے اور ان کا اتباع کرنے والوں کی نسبت زیادہ ہدایت پر ہو۔ یہودی علماء کی اس غلط بیانی پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

درس نمبر (۳۸۹) کافروں کیلئے دہکتی جہنم کافی ہے النسآء:۵۳۔۵۴۔۵۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذاً لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيراً O أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكاً عَظِيماً O فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُم مَّنْ صَدَّ عَنْهُ وَكَفَى بِجَهَنَّمَ سَعِيراً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أَمْ کیا لَهُمْ ان کے لئے نَصِيبٌ کچھ حصہ ہے مِّنَ الْمُلْكِ بادشاہی سے فَإِذاً تب تو لَّا نہیں يُؤْتُونَ وہ دیں گے النَّاسَ لوگوں کو نَقِيراً تل برابر (بھی) O أَمْ کیا يَحْسُدُونَ وہ حسد کرتے ہیں النَّاسَ لوگوں سے عَلَى مَا اس پر جو آتَاهُمُ اللّٰهُ اللہ نے ان کو دیا مِن فَضْلِهِ اپنے فضل سے فَقَدْ پس تحقیق آتَيْنَا ہم نے دی آلَ إِبْرَاهِيمَ آلِ ابراہیم کو الْكِتَابَ کتاب وَالْحِكْمَةَ اور حکمت وَآتَيْنَاهُم اور ہم نے دی ان کو مُّلْكاً بادشاہی عَظِيماً بہت بڑی O فَمِنْهُم چنانچہ بعض ان میں سے مَّنْ وہ ہیں جو آمَنَ ایمان لائے بِهِ اس کے ساتھ وَمِنْهُم اور بعض ان میں سے مَّن وہ ہیں جو صَدَّ رُکے رہے عَنْهُ اس سے وَكَفَى اور کافی ہے بِجَهَنَّمَ جہنم سَعِيراً دہکتی ہوئی

ترجمہ: کیا ان کے پاس بادشاہی کا کچھ حصہ ہے؟ اس صورت میں تو یہ لوگوں کو تل برابر بھی نہ دیں گے یا جو ان لوگوں کو اپنے فضل سے دے رکھا ہے اس کا حسد کرتے ہیں تو ہم نے خاندان ابراہیم کو کتاب اور دانائی عنایت فرمائی تھی اور سلطنت عظیم بھی بخشی تھی۔ پھر لوگوں میں سے کسی نے تو اس کتاب کو مانا اور کوئی اس سے رکا رہا تو ان نہ ماننے والوں کے لئے دوزخ کی جلتی ہوئی آگ کافی ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ کیا ان یہودیوں کو دنیا کی بادشاہت کا کچھ حصہ مل گیا ہے؟

۲۔ اگر ان کو دنیا کی بادشاہت کا کچھ حصہ مل جاتا تو گٹھلی کے شگاف کے برابر بھی کچھ نہ دیتے۔

۳۔ یہ لوگوں سے اس لئے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے ان کو اپنا فضل عطا فرمایا ہے۔

۴۔ ہم نے تو ابراہیم کے خاندان کو کتاب اور حکمت عطا کی تھی اور انہیں بڑی سلطنت دی تھی۔

۵۔ ان میں سے کچھ ان پر ایمان لائے اور کچھ نے ان سے منہ موڑ لیا۔

۶۔ ان کافروں کی خبر لینے کیلئے بھڑکتی ہوئی آگ کی شکل میں یہ جہنم کافی ہے۔

یہودیوں کا معاملہ یہ تھا کہ وہ حق بات کو قبول نہیں کرتے تھے بلکہ دین اسلام پر اور رسولِ رحمت ﷺ پر اور آپ ﷺ پر اتری ہوئی کتاب پر بیجا اعتراضات کیا کرتے تھے۔ ان یہودیوں کو رسولِ رحمت ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں نقص نکالنے کے لئے جب کچھ بھی نہ ملا تو آپ ﷺ کی زندگی کے اس پہلو پر اعتراض کیا کہ آپ ﷺ نے کثرت سے نکاح کئے اور کثرت سے ازواج اپنے پاس رکھی ہیں۔ ان یہودیوں نے یہ بھی کہا کہ محمد ﷺ تو یوں کہتے ہیں کہ ان کو جو کچھ دیا گیا تواضع کی وجہ سے دیا گیا اور ان کی نو بیویاں ہیں۔ ان کا مقصد تو بس نکاح کرنا ہی ہے اور اس سے بڑھ کر کون سا بادشاہ ہوگا؟ نعوذ باللہ۔ اس طرح کے بیجا اعتراضات اہلِ کتاب نے کئے۔ یہ ان اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی جہالت تھی کہ اس قسم کے بیجا اعتراضات رسولِ رحمت ﷺ پر کئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا جواب یوں دیا کہ ان اہلِ کتاب کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے۔ اگر سلطنت کا کچھ حصہ ان کے پاس ہوتا تو کسی کو نقیر یعنی ذرا سی چیز بھی نہ دیتے۔ ان کا حال یہ ہے کہ خود تو کسی کو ذرہ برابر کوئی چیز دینے کے لئے تیار نہیں ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کسی کو کچھ عطا فرمایا ہے تو اس پر وہ حسد کرتے ہیں۔ حسد کرنا اور اسی حسد کی آگ میں جل بُھن کر رہ جانا یہودیوں کا وطیرہ ہے۔ ہم کو چاہئے کہ کسی پر حسد کرنے سے باز رہیں۔ یہ مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی پر حسد کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان اہلِ کتاب کو یاد دلایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل اولاد میں کتاب بھی دی، حکمت بھی دی اور ان کو بڑا ملک بھی عطا کیا، جیسا کہ حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام ہیں کہ ان دونوں کو نبوت، حکمت اور بادشاہت سب کچھ عطا کیا گیا اور حضرت داود علیہ السلام کو آسمانی کتاب زبور بھی دی گئی وَاٰتَیۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا (النساء:۱۶۳) اور ہم نے حضرت داود علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی۔

درس نمبر (۳۹۰) مومنوں کیلئے جنت میں پاکیزہ بیویاں النسآء:۵۶۔۵۷

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

إِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِآيَاتِنَا سَوۡفَ نُصۡلِيۡهِمۡ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُوۡدُهُمۡ بَدَّلۡنَاهُمۡ جُلُوۡدًا غَيۡرَهَا لِيَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا O وَالَّذِيۡنَ آمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدۡخِلُهُمۡ جَنَّاتٍ تَجۡرِيۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡأَنۡهَارُ خَالِدِيۡنَ فِيۡهَا أَبَدًا لَهُمۡ فِيۡهَا أَزۡوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَنُدۡخِلُهُمۡ ظِلًّا ظَلِيۡلًا

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ بلاشبہ الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُواْ کفر کیا بِآيَاتِنَا ہماری آیات کا سَوْفَ عنقریب نُصْلِيْهِمْ ہم انہیں داخل کریں گے نَاراً آگ میں كُلَّمَا جب بھی نَضِجَتْ جل جائیں گی جُلُودُهُمْ ان کی کھالیں بَدَّلْنَاهُمْ (تو) ہم بدل دیں گے ان کو جُلُوداً کھالیں غَيْرَهَا ان کے علاوہ لِيَذُوقُواْ تاکہ وہ چکھیں الْعَذَابَ عذاب إِنَّ یقیناً اللّهَ كَانَ اللہ ہے عَزِيْزاً نہایت غالب حَكِيْماً خوب حکمت والا O وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو آمَنُواْ ایمان لائے وَعَمِلُواْ اور انہوں نے عمل کئے الصَّالِحَاتِ نیک سَنُدْخِلُهُمْ عنقریب ہم انہیں داخل کریں گے جَنَّاتٍ ایسے باغات میں تَجْرِيْ (کہ) بہتی ہیں مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے سے الأَنْهَارُ نہریں خَالِدِيْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے فِيْهَا ان میں أَبَداً ہمیشہ لَّهُمْ ان کے لئے فِيْهَا ان میں أَزْوَاجٌ بیویاں ہیں مُّطَهَّرَةٌ پاک صاف وَنُدْخِلُهُمْ اور ہم انہیں داخل کریں گے ظِـلاًّ سائے ظَلِيْلاً بہت گھنے

ترجمہ: جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا ان کو ہم عنقریب آگ میں داخل کریں گے۔ جب کبھی ان کی کھالیں گل جائیں گے تو ہم ان کو اور کھالیں بدل کر دیں گے تاکہ ہمیشہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں۔ بیشک اللہ غالب ہے حکمت والا ہے O جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو ہم بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے وہاں ان کے لئے پاک بیبیاں ہیں اور ان کو ہم گھنے سائے میں داخل کریں گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا ہم انہیں آگ میں داخل کریں گے۔

۲۔ جب بھی ان کی کھالیں جل کر پک جائیں گی تو ہم انہیں ان کے بدلے دوسری کھالیں دے دیں گے تاکہ عذاب کا مزہ چکھیں۔

۳۔ بیشک اللہ صاحبِ اقتدار بھی ہے اور صاحبِ حکمت بھی ہے۔

۴۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں ہم ان کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

۵۔ ان کے لئے ان باغات میں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ہم انہیں گھنی چھاؤں میں داخل کریں گے۔

درس نمبر (۳۹۱) امانتیں ادا کیجئے اور فیصلوں میں انصاف کیجئے النسآء:۵۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ اللّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤدُّواْ الأَمَانَاتِ إِلٰى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُواْ بِالْعَدْلِ إِنَّ اللّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهٖ إِنَّ اللّهَ كَانَ سَمِيْعاً بَصِيْراً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ بلاشبہ اللّهَ اللہ يَأْمُرُكُمْ تمہیں حکم دیتا ہے أَن یہ کہ تُؤدُّواْ تم ادا کرو الأَمَانَاتِ امانتیں إِلٰى أَهْلِهَا ان کے اہل کو وَإِذَا اور جب حَكَمْتُم تم فیصلہ کرو بَيْنَ النَّاسِ لوگوں کے درمیان أَن یہ کہ تَحْكُمُواْ تم

فیصلہ کرو بِالْعَدْلِ انصاف کے ساتھ اِنَّ بلاشبہ اللّٰهَ اللہ نِعِمَّا بہت ہی اچھی بات ہے وہ يَعِظُكُم (کہ) نصیحت کرتا ہے تمہیں بِهٖ اس کے ساتھ اِنَّ اللّٰهَ بلاشبہ اللہ كَانَ ہے سَمِيْعًا خوب سننے والا بَصِيْرًا خوب دیکھنے والا

ترجمہ: مسلمانو! اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو۔ اللہ تمہیں بہت خوب نصیحت کرتا ہے۔ بیشک اللہ سنتا ہے دیکھتا ہے۔

تشریح: اِس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے حقداروں تک پہنچاؤ۔

۲۔ جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلے کرو۔

۳۔ یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ تم کو جس بات کی نصیحت کرتا ہے وہ بہت اچھی ہوتی ہے۔

۴۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر بات کو سنتا ہے اور ہر چیز کو دیکھتا ہے۔

جس دن مکہ فتح ہوا، رسولِ رحمت ﷺ ہزاروں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مکۂ مکرمہ کی سرزمین میں موجود تھے۔ ان دنوں کعبۃ اللہ کی کنجی عثمان بن طلحہ کے پاس تھی اور اسی خاندان میں زمانۂ دراز سے کعبۃ اللہ کو کھولنے اور بند کرنے کی خدمت کا سلسلہ جاری تھا۔ رسولِ رحمت ﷺ کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے اور وہاں نماز ادا فرمائی۔ جب کعبۃ اللہ کے اندر سے باہر تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رسولِ رحمت ﷺ سے درخواست کی کہ کعبۃ اللہ کی کنجی ہمیں دے دیجئے، جس طرح بنی ہاشم کا خاندان کعبۃ اللہ میں حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت کر رہا ہے اسی طرح کعبۃ اللہ کی کنجیوں کی ذمہ داری بھی اسی خاندان کو نصیب ہو۔ اس طرح دونوں خدمتیں ایک جگہ جمع ہوں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ درخواست کی تھی۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ان دونوں میں سے کسی کو بھی یہ کنجی نہ دی۔ اتنے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ إِنَّ اللّٰـهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا رب رحمٰن ورحیم تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کو ان کی امانتیں دے دیا کرو وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلے کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلے کرو۔ چنانچہ رسولِ رحمت ﷺ نے کعبۃ اللہ کی کنجی جن سے لی تھی انہی کو دے دی یعنی عثمان بن طلحہ کے ہاتھوں سے کعبۃ اللہ کی کنجی لی تھی دوبارہ یہ کنجی انہی کے حوالے کر دی۔ نورٌ علیٰ نور آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ خُذُوْهَا يَا بَنِیْ اَبِیْ طَلْحَه بِاَمَانَةِ اللّٰهِ لَا يَنْزِعُهَا مِنْكُمْ اِلَّا ظَالِمٌ اے بنی ابی طلحہ! اس کنجی کو اللہ کی امانت کے طور پر لے لو۔ اس کنجی کو تم سے ظالم کے علاوہ کوئی نہیں چھینے گا۔ وہ ظالم ہوگا جو تمہارے خاندان سے اس کنجی کو چھینے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خُذُوْهَا يَا بَنِیْ اَبِیْ طَلْحَةَ خَالِدَتاً قَالِدَةً اے بنی ابی طلحہ! اس کو ہمیشہ کیلئے لے لو۔ یہ تمہارے لئے خاندانی میراث ہے۔ چنانچہ ڈیڑھ ہزار سال گزرنے جا رہے ہیں، آج بھی یہ کنجی اسی خاندان میں موجود ہے۔ مکہ کے لوگ اس خاندان کو شَیبی خاندان کہتے ہیں۔ اس آیت نے یہ سبق دیا ہے کہ امانت داری کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے اور آپسی معاملات میں کسی بھی قسم کی خیانت نہ کی جائے۔ یہ بات یاد رکھیں کہ امانت کا تعلق ایمان سے ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهٗ اس کا کوئی ایمان نہیں جو امانتدار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی خیانت کرنے والے

دھوکہ دینے والے کو بے ایمان کہتے ہیں۔اس لئے خیانت کو منافق کی علامت قرار دیا گیا کہ منافق وہ ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔اسی طرح جب کسی کے درمیان فیصلہ کیا جائے تو جانبداری سے کام نہ لیا جائے بلکہ انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے۔عدل وانصاف کرنے والوں کو احادیث میں خوشخبریاں دی گئی ہیں۔قیامت کے دن جن سات قسم کے لوگوں کو خصوصی سایہ عطا کیا جائے گا ان میں ایک انصاف کرنے والا حاکم اور امام ہے۔

درس نمبر (۳۹۲) اللہ، رسول اور صاحبِ اختیار لوگوں کی اطاعت کا حکم النسآء:۵۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيم . بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيم

يَـا أَيُّهَـا الَّـذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمرِ مِنكُم فَإِن تَنَازَعتُم فِي شَيءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُم تُؤمِنُونَ بِاللّهِ وَاليَومِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيرٌ وَأَحسَنُ تَأوِيلاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ اے لوگو جو آمَنُوا ایمان لائے ہو! أَطِيعُوا اللّهَ تم اللہ کی اطاعت کرو وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ اور رسول کی اطاعت کرو وَأُولِي الأَمرِ اور اصحاب امر کی مِنكُم اپنے میں سے فَإِن پھر اگر تَنَازَعتُم تم باہم اختلاف کرو فِي شَيءٍ کسی چیز میں فَرُدُّوهُ تو لوٹا دو اس کو إِلَى اللّهِ وَالرَّسُولِ اللہ اور رسول کی طرف إِن اگر كُنتُم ہو تم تُؤمِنُونَ ایمان رکھتے ہو بِاللّهِ اللہ کے ساتھ وَاليَومِ الآخِرِ اور یوم آخرت کے ساتھ ذَلِكَ یہ خَيرٌ بہتر ہے وَأَحسَنُ اور بہت اچھا ہے تَأوِيلاً انجام میں

ترجمہ: مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی۔پھر اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو۔یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو۔

۲۔اللہ کے رسول ﷺ کی بھی اطاعت کرو۔

۳۔تم میں سے جو لوگ صاحبِ اختیار ہوں ان کی بھی اطاعت کرو۔

۴۔اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اگر واقعی تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اسے اللہ اور رسول کے حوالے کر دو۔

۵۔یہی طریقہ بہترین ہے اور اس کا انجام بھی سب سے بہتر ہے۔

اس آیت میں تین اطاعتوں کا حکم دیا گیا ہے۔ایک اطاعت اللہ کی، دوسری رسول اللہ ﷺ کی اور تیسری صاحبِ اختیار لوگوں کی یعنی امیر، حاکم، امام وغیرہ۔

علامہ آلوسی نے روح المعانی میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو رسولِ رحمت ﷺ نے

ایک فوجی دستہ کا امیر بنا کر بھیجا۔ ان کی ماتحتی میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے اپنے امیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی اجازت کے بغیر ہی ایک شخص کو امان دے دی یعنی انکو پناہ دے دی۔ اس بات کی اطلاع حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے ناگواری کا اظہار فرمایا۔ اس طرح دونوں میں کچھ تلخی سی ہوگئی۔ رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش ہوا تو رسولِ رحمت ﷺ نے اس امان کو تو نافذ کر دیا جو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے دی تھی، البتہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آئندہ امیر کی رائے لئے بغیر کسی کو امان نہ دینا۔ اس طرح حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے درمیان رضامندی بھی ہوگئی۔

وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ کے ذریعہ اس آیت میں جن کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے وہ أُولِي الْأَمْرِ کون ہیں؟ اس سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ أُولِي الْأَمْرِ سے مراد امراء ہیں۔ حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ أُولِي الْأَمْرِ سے مراد فقہاء اور علماء ہیں جو لوگوں کو دینی احکام سکھاتے ہیں۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ أُولِي الْأَمْرِ سے مراد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ أُولِي الْأَمْرِ سے مراد مہاجرین، انصار اور تابعین ہیں۔ ابنِ کثیر فرماتے ہیں کہ أُولِي الْأَمْرِ سے مراد امراء اور علماء ہیں۔ علماء کے ہاتھ میں دین کا نظام ہوتا ہے، جس کی وجہ سے ان کی فرمانبرداری ضروری ہے اور امراء کے ہاتھ میں حکومت کا نظام ہوتا ہے، ان کی بھی فرمانبرداری ضروری ہے۔ دونوں کی فرمانبرداری سے دین کے تمام شعبوں پر عمل ہو سکتا ہے اور اتحاد و اتفاق بھی باقی رہ سکتا ہے۔

اس ہدایت کے بعد ایک اہم ترین بات یہ بتلائی گئی کہ اگر تم آپس میں کسی معاملہ میں جھگڑنے لگ جاؤ تو صرف آپس کی ضد اضدی، ہٹ دھرمی، انانیت اور غرور و گھمنڈ کے نشہ میں نہ رہ جاؤ، بلکہ اپنے اس معاملہ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دو اگر واقعی تم مومن ہو۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ایمان کا تقاضا صرف نماز، روزہ اور تسبیح و تلاوت ہی نہیں ہے، بلکہ ایمان کا تقاضا یہ بھی ہے کہ آپسی جھگڑوں میں اپنی انا کو تسکین دینے کے بجائے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی طرف پلٹ جاؤ اور ایسے مواقع پر جو حکم قرآنِ مجید اور احادیث شریفہ کے ذریعہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مل جائے اس کو تسلیم کرلو اور آپسی جھگڑوں میں دارالقضاء اور دارالافتاء کے محکمہ سے جو فیصلے قاضی حضرات اور مفتیانِ کرام یا علماء عظام دیں ان کو بسر و چشم تسلیم کرلو۔

ہمارے سماج میں ایسے بھی افراد ہیں جو بہت سے جھگڑوں میں اللہ کا حکم دیکھنے کے بجائے اپنا مفاد دیکھتے ہیں۔ وراثت کا مسئلہ سامنے آتا ہے تو بعض لوگ حکم ربانی کو پیشِ نظر رکھنے کے بجائے اپنے مفاد کو سامنے رکھتے ہیں۔ اگر انہیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ شریعت کے فیصلے کو تسلیم کریں گے تو اس میں ان کا نقصان ہے تو وہ فوراً ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کے دروازے کھٹکھٹاتے ہیں۔ اپنے مفاد کیلئے آسمانی دین کو چھوڑ کر ملکی قانون کو ترجیح دینا درست نہیں ہے۔

درس نمبر (۳۹۳) **شیطان گمراہی میں مبتلا کرنا چاہتا ہے** النسآء:۶۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُواْ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُونَ أَن يَّتَحَاكَمُواْ إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُواْ أَنْ يَّكْفُرُواْ بِهٖ وَيُرِيْدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلاَلاً بَعِيْداً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أَلَمْ کیانہیں تَرَ آپ نے دیکھا إِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرف جو يَزْعُمُونَ دعویٰ کرتے ہیں أَنَّهُمْ (اس بات کا) کہ وہ آمَنُواْ ایمان لائے ہیں بِمَا اس کے ساتھ جو أُنْزِلَ نازل کیا گیا إِلَيْكَ آپ کی طرف وَمَا اور جو أُنْزِلَ نازل کیا گیا مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے يُرِيْدُونَ وہ ارادہ کرتے ہیں أَنْ یہ کہ يَتَحَاكَمُواْ فیصلہ لے جائیں إِلَى الطَّاغُوتِ طاغوت کی طرف وَقَدْ حالانکہ تحقیق أُمِرُواْ وہ حکم دیئے گئے تھے أَنْ کہ يَكْفُرُواْ وہ کفر کریں بِهٖ اس کے ساتھ وَيُرِيْدُ اور ارادہ کرتا ہے الشَّيْطَانُ شیطان أَنْ یہ کہ يُضِلَّهُمْ انہیں گمراہ کردے ضَلاَلاً گمراہ کرنا بَعِيْداً دور کا

ترجمہ: کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو کتاب تم پر نازل ہوئی اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل ہوئیں ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنا مقدمہ اللہ کے باغی کے پاس لے جا کر فیصل کرائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اسکو نہ مانیں اور شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ ان کو بہکا کر رستے سے دور ڈال دے۔

تشریح: اِس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ کیا آپ نے ان دعویداروں کو نہیں دیکھا؟ وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کلام پر بھی ایمان لے آئے ہیں جو تم پر نازل کیا گیا ہے اور اس پر بھی ایمان لے آئے ہیں جو تم سے پہلے نازل کیا گیا تھا۔

۲۔ اس کے باوجود ان کی یہ حالت ہے کہ وہ اپنا مقدمہ فیصلے کے لئے طاغوت کے پاس لے جانا چاہتے ہیں۔

۳۔ جبکہ انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس کا کھل کر انکار کردیں۔

۴۔ شیطان یہ چاہتا ہے کہ انہیں بھٹکا کر پرلے درجے کی گمراہی میں مبتلا کردے۔

اس آیت میں ایسے لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو مسلمان ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں اور صاف طور پر یہ کہتے ہیں کہ قرآن پر بھی ایمان لے آئے اور پچھلی کتابوں پر بھی ایمان لے آئے۔ ان کے اس دعویٰ کا تقاضا یہ تھا کہ وہ قرآنِ مجید اور رسولِ رحمت ﷺ کے فیصلے کو مان لیتے مگر یہ بدنیت لوگ ایسے ہیں کہ جب کوئی جھگڑا ہوتا ہے تو کتابِ الٰہی اور رسولِ رحمت ﷺ کے حکم کے مطابق فیصلے کرانے پر راضی نہیں ہوتے بلکہ اپنے مقدمہ کو ایسے لوگوں کے پاس لے جانے کی کوشش کرتے ہیں جن سے امید ہوتی ہے کہ رشوت لے کر ان کی خواہش کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ زور وشور سے اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والے یہ ایسے کھوکھلے ہیں کہ ان کی رگ رگ سے نفاق جھلکتا ہے۔ اس آیت میں ایسے ہی بدنیت لوگوں کا تذکرہ کیا گیا۔ چنانچہ یہ آیت اسی قسم کے ایک واقعہ کے پس منظر میں نازل ہوئی۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بشر نامی ایک منافق تھا۔ اس

کے اور ایک یہودی کے درمیان کسی معاملہ میں جھگڑا ہو گیا۔ دونوں کو فیصلہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہودی نے کہا کہ محمد ﷺ کے پاس جائیں گے۔ وہ جو فیصلہ کریں اس کو تسلیم کر لیں گے۔ لیکن بشر نامی منافق نے کہا کہ کعب ابن اشرف کے پاس چلیں گے۔ اس منافق کو امید یہ تھی کہ چونکہ کعب بن اشرف منافقوں کا سردار ہے۔ وہ اس کے حق میں فیصلہ کرے گا۔ مگر یہودی نے کہا کہ نہیں! محمد ﷺ ہی کے پاس چلیں۔ بہرحال دونوں رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے دونوں کا مقدمہ سنا اور چونکہ یہودی حق پر تھا تو فیصلہ یہودی ہی کے حق میں کر دیا۔ جب دونوں دربارِ رسالت ﷺ سے باہر آئے تو بشر منافق نے کہا کہ چلو عمر کے پاس چلتے ہیں۔ وہ جو فیصلہ کریں گے اس کو مان لیں گے۔ چنانچہ دونوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ یہودی نے پورا واقعہ سنایا اور یہ بھی بتا دیا کہ ہم لوگ محمد ﷺ کے پاس گئے تھے اور آپ ﷺ نے فیصلہ چونکہ میرے حق میں سنایا تھا، مگر اس نے یہ کہا کہ چلو عمر کے پاس چلیں، وہ جو فیصلہ کریں گے اس کو مان لیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ذرا ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں، یہ کہہ کر وہ اندر گھر میں تشریف لے گئے اور اندر سے تلوار لے کر نکلے جس سے بشر نامی منافق کی گردن اڑا دی اور فرمایا کہ جو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے پر راضی نہ ہو ہمارے نزدیک اس کا یہی فیصلہ ہے کہ اس کی گردن ہی اڑا دی جائے۔ اس پر یہ آیت اتری اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ عمر نے حق اور باطل کے درمیان فرق کر کے دکھا دیا۔ اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق کہا جانے لگا۔

درس نمبر (۳۹۴) آپ انہیں نظر انداز کیجئے اور انہیں نصیحت کیجئے النسآء:۶۱۔۶۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُوْلِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْداً ○ فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآؤُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَاناً وَّتَوْفِيْقاً ○أُولٰـئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْ أَنْفُسِهِمْ قَوْلاً بَلِيْغاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذَا اور جب قِيْلَ کہا جاتا ہے لَهُمْ ان سے تَعَالَوْا تم آؤ إِلَى مَا اس کی طرف جو أَنْزَلَ اللّٰهُ اللہ نے نازل کیا وَإِلَى الرَّسُوْلِ اور رسول کی طرف (آؤ) رَأَيْتَ (تو) آپ دیکھیں گے الْمُنَافِقِيْنَ منافقوں کو يَصُدُّوْنَ وہ روکتے ہیں عَنْكَ آپ سے صُدُوْداً اعراض کرتے ہوئے ○ فَكَيْفَ پھر کیا حال ہوتا ہے إِذَا جب أَصَابَتْهُمْ انہیں پہنچتی ہے مُّصِيْبَةٌ کوئی مصیبت بِمَا بوجہ اس کے جو قَدَّمَتْ آگے بھیجا أَيْدِيْهِمْ ان کے ہاتھوں نے ثُمَّ پھر جَآؤُوْكَ آتے ہیں آپ کے پاس يَحْلِفُوْنَ وہ قسمیں کھاتے ہیں بِاللّٰهِ اللہ کی إِنْ نہیں أَرَدْنَا ہم نے ارادہ کیا تھا إِلَّا مگر إِحْسَاناً بھلائی کا وَتَوْفِيْقاً اور موافقت کا ○ أُولٰئِكَ یہ الَّذِيْنَ وہ لوگ ہیں کہ يَعْلَمُ جانتا ہے اللّٰهُ اللہ مَا اس کو جو فِيْ قُلُوْبِهِمْ ان کے دلوں میں ہے فَأَعْرِضْ چنانچہ آپ اعراض کریں عَنْهُمْ ان سے وَعِظْهُمْ اور نصیحت کریں انہیں وَقُلْ اور کہیں لَّهُمْ ان سے فِيْ أَنْفُسِهِمْ ان

کے دلوں میں قَوْلاً بَلِيْغاً اثر کرنے والی بات

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو حکم اللہ نے نازل فرمایا اس کی طرف رجوع کرو اور پیغمبر کی طرف آؤ تو تم منافقوں کو دیکھتے ہو کہ تم سے گریز کرتے اور رُکے جاتے ہیں O پھر کیسی ندامت کی بات ہے کہ جب ان کے اعمال کی شامت سے ان پر کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو تمہارے پاس بھاگے آتے ہیں اور قسمیں کھاتے ہیں کہ واللہ ہمارا مقصود تو بھلائی اور مصالحت تھا O ان لوگوں کے دلوں میں جو کچھ ہے اللہ اس کو خوب جانتا ہے تم ان کی باتوں کا کچھ خیال نہ کرو اور انہیں نصیحت کرو اور ان سے ایسی باتیں کہو جو ان کے دلوں میں اثر کر جائیں۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ یہ منافق تم سے پوری طرح منہ موڑے بیٹھے ہیں۔ جب ان سے یہ کہا جاتا ہیکہ تم اللہ کے اتارے ہوئے حکم کی طرف آؤ اور رسول کی طرف اتارے ہوئے حکم کی طرف آؤ۔

۲۔ پھر اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب خود اپنے ہاتھوں کے کرتوت کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت آپڑے گی؟

۳۔ اس وقت آپ کے پاس یہ لوگ اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں کہ ہمارا مقصد صرف بھلائی کرنا اور ملاپ کر دینا ہی تھا۔

۴۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کی ساری باتیں خوب جانتا ہے۔

۵۔ آپ انہیں نظر انداز کر دیجئے اور انہیں نصیحت کیجئے۔

۶۔ ان سے خود ان کے بارے میں ایسی بات کہتے رہئیے کہ ان کے دل میں اتر جائے۔

بشر نامی منافق کے اسی سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے کہ جس نے رسولِ رحمت ﷺ کے فیصلے کو ٹھکرا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کو قبول کرنے کی بات کہی تھی، دراصل اس منافق کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی کوئی عقیدت و محبت نہیں تھی، مسئلہ یہ تھا کہ رسولِ رحمت ﷺ نے جو فیصلہ کیا تھا وہ اس کی مرضی اور مفاد کے خلاف تھا۔ اس آیت نے بشر نامی منافق کے پول کو مزید وضاحت کے ساتھ کھول دیا بلکہ بشر منافق کا پوسٹ مارٹم کیا گیا کہ وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُولِ آؤ اس حکم کی طرف جو اللہ نے نازل کیا اور اللہ کے رسول کی طرف تو رَأَيْتَ الْمُنَافِقِيْنَ تم منافقوں کو ایسی صورت میں دیکھتے ہو کہ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُوداً کہ یہ منافقین رسولِ رحمت ﷺ کے پاس آنے سے بچتے ہیں اور کٹتے ہیں اور رسولِ رحمت ﷺ کو حَکم یعنی جج تسلیم کرنے کے بجائے دوسروں سے فیصلہ چاہتے ہیں۔ یہ مسئلہ صرف بشر نامی منافق ہی کا نہیں تھا بلکہ دیگر منافقوں کا بھی یہی حال تھا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بشر نامی منافق کو قتل کر دیا تو اسکے وارثین خون کا بدلہ طلب کرنے کے لئے حاضر ہوگئے۔ انہیں یہ سمجھایا گیا کہ تمہارے آدمی نے تو رسولِ رحمت ﷺ کے فیصلہ کو ٹھکرا کر آپ ﷺ کی توہین کی جس کی سزا اس کو دی گئی تو اس کے وارثین تاویلیں کرنے لگے۔ جب بشر منافق کی تائید میں منافقانہ باتیں ہونے لگیں تو یہ آیت نازل ہوئی فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ۔ الخ۔ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا کہ جب ان کے کرتوتوں کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچ جائے تو آپ کے پاس مدد طلب کرنے کے لئے آئیں اور

قسمیں کھا کھا کر کہیں کہ بشر والے معاملہ میں ہمارا مقصد اچھی صورت نکالنا تھا اور باہمی رضامندی کے ذریعہ موافقت و مصالحت پیدا کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ منافقوں کے نفاق کو کھول کر رکھ دیا، پھر بتلا دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دلوں کا حال پورا پورا معلوم ہے، پھر رسولِ رحمت ﷺ کو یہ ہدایت دی گئی کہ پیغمبر! آپ ان سے اعراض کیجئے اور ان کو نصیحت کیجئے۔ یعنی تنہائی میں ان کو نصیحت فرمایئے، کیونکہ تنہائی میں سمجھانا نصیحت قبول کرنے کیلئے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

درس نمبر (۳۹۵) ہر رسول کو اس لئے بھیجا گیا کہ اس کی اطاعت کی جائے النسآء:۶۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَآؤُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّاباً رَّحِيماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا اور نہیں أَرْسَلْنَا ہم نے بھیجا مِن رَّسُولٍ کوئی رسول إِلَّا مگر لِيُطَاعَ اس لئے کہ وہ اطاعت کیا جائے بِإِذْنِ اللّٰهِ اللہ کے حکم سے وَلَوْ اور اگر أَنَّهُمْ بلاشبہ وہ لوگ إِذ جب ظَّلَمُوا انہوں نے ظلم کیا أَنفُسَهُمْ اپنی جانوں پر جَآؤُوكَ وہ آپ کے پاس آتے فَاسْتَغْفَرُوا پھر وہ معافی مانگتے اللّٰهَ اللہ سے وَاسْتَغْفَرَ اور معافی مانگتا لَهُمُ ان کے لئے الرَّسُولُ رسول لَوَجَدُوا اللّٰهَ (تو) یقیناً وہ پاتے اللہ کو تَوَّاباً بہت توبہ قبول کرنے والا رَّحِيماً نہایت رحم کرنے والا

ترجمہ: اور ہم نے جو پیغمبر بھی بھیجا ہے اسی لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے اور یہ لوگ جب اپنے حق میں ظلم کر بیٹھتے تھے اگر تمہارے پاس آتے اور اللہ سے بخشش مانگتے اور پیغمبر بھی ان کے لئے بخشش طلب کرتے تو اللہ کو معاف کرنے والا بڑا مہربان پاتے۔

تشریح: اِس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں۔

ا۔ ہم نے ہر رسول کو صرف اس لئے بھیجا تا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

۲۔ جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر اسی وقت یہ لوگ آپ کے پاس آ کر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول ﷺ بھی ان کے لئے مغفرت کی دعاء کرتے تو یہ اللہ تعالیٰ کو بہت معاف کرنے والا اور بڑا مہربان پاتے۔

پچھلی آیتوں میں بشر نامی منافق کی تفصیلات شانِ نزول کے طور پر بیان ہوئیں۔ ایک تو بشر نامی منافق نے یہ گستاخی کی کہ رسولِ رحمت ﷺ کے فیصلے کو ٹھکرا دیا اور اپنے مفاد کیلئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس فیصلہ لینے کیلئے روانہ ہوا اور اسی نافرمانی کے نتیجہ میں قتل بھی کر دیا گیا اور نارِ جہنم کا مستحق بن گیا۔ پھر اس کے وارثین اور متعلقین نے اس کے اس عمل کی تاویلیں کیں اور اس کے بُرے عمل کو اچھا عمل ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ اس طرح اس کے متعلقین بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نافرمان بن گئے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ لوگ رسولِ رحمت ﷺ کے پاس آتے اور اپنی لغزش اور نافرمانی پر رسولِ رحمت ﷺ سے معافی مانگتے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور آپ ﷺ بھی ان کی مغفرت کے لئے دعاء فرماتے۔ اس طرح ان لوگوں کی

مغفرت اور بخشش ہو جاتی اور وہ رب ذوالجلال کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔

اسی حقیقت کو اس آیت میں بتلا دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں رسولوں کو اس لئے نہیں بھیجتے کہ ان کی نافرمانی اور گستاخی کی جائے، انہیں جھٹلایا جائے اور انہیں قتل کیا جائے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جس رسول کو بھی دنیا میں بھیجا اس کا مقصد یہی تھا کہ اس رسول کی اطاعت کی جائے وَمَا أَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذۡنِ اللّٰهِ۔ یہ آیت ہر فرد بشر کو چوکنا کرتی ہیکہ وہ نبی کی اطاعت کو لازم پکڑ لے اور نبی کی نافرمانی سے اپنے آپ کو بچائے رکھے، کیوں کہ نبی آتے ہی اس لئے ہیں کہ لوگ ان کی اطاعت کریں۔

جن لوگوں نے نبی ﷺ کی نافرمانی کرتے ہوئے اپنی جانوں پر ظلم کیا ان کی اس گستاخی کا تقاضا یہ تھا کہ وہ خود رسولِ رحمت ﷺ کے پاس آتے اور آپ ﷺ کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور نبی ﷺ بھی ان کے لئے استغفار کرتے۔ اس طرح نبی ﷺ کے ان کے حق میں استغفار کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف کر دیتے اور اللہ تعالیٰ کو وہ توبہ قبول کرنے والا پاتے اور رحم کرنے والا بھی۔

درس نمبر (۳۹۶) وہ مومن نہیں جو رسولِ رحمت ﷺ کو حَکَم (جج) نہ مانے النسآء:۶۵

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤۡمِنُونَ حَتَّىَ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيۡنَهُمۡ ثُمَّ لاَ يَجِدُواۡ فِيۡ أَنفُسِهِمۡ حَرَجاً مِّمَّا قَضَيۡتَ وَيُسَلِّمُواۡ تَسۡلِيماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَلاَ وَرَبِّكَ آپ کے رب کی قسم! لاَ نہیں يُؤۡمِنُونَ وہ مومن ہو سکتے حَتَّىَ یہاں تک کہ يُحَكِّمُوكَ وہ آپ کو حاکم مانیں فِيمَا اس چیز میں کہ شَجَرَ اختلاف ہو جائے بَيۡنَهُمۡ ان کے درمیان ثُمَّ پھر لاَ نہ يَجِدُواۡ وہ پائیں فِيۡ أَنفُسِهِمۡ اپنے دلوں میں حَرَجاً کوئی تنگی مِّمَّا اس سے جو قَضَيۡتَ آپ فیصلہ کر دیں وَيُسَلِّمُواۡ اور وہ تسلیم کر لیں تَسۡلِيماً (دل و جان سے) تسلیم کرنا

ترجمہ: پس تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ بھی نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ تمہارے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک یہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تمہیں حُکَم (جج) نہ بنائیں۔

۲۔ پھر تم جو کچھ فیصلہ کر و اس کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں۔

۳۔ اور اس حکم کے آگے مکمل طور پر سرِ تسلیم خم کر دیں۔

یہ آیت خاص واقعہ کے پس منظر میں نازل ہوئی۔ صحیح بخاری کے مطابق حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا ایک انصاری سے کھیت کی سیرابی کے سلسلہ میں جھگڑا ہو گیا۔ دونوں رسولِ رحمت ﷺ

کی خدمت میں آئے۔رسولِ رحمت ﷺ نے معاملہ کو سننے کے بعد ارشاد فرمایا کہ زبیر! تم پہلے اپنی کھیتی کو سیراب کرلو پھر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو۔اس انصاری نے کہا کہ یارسول اللہ! یہ آپ کی پھوپھی کا بیٹا ہے اس لئے آپ نے اس کے حق میں فیصلہ سنادیا اور اس کو ترجیح دی۔حالانکہ اس میں ترجیح کی کوئی بات ہی نہیں تھی۔انصاری کی اس بات پر رسولِ رحمت ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہوگیا اور فرمایا کہ اے زبیر! تم اپنی زمین کو سیراب کرو اور پانی کو یہاں تک روک لو کہ تمہاری کیاریوں کے اوپر تک آجائے پھر اپنے پڑوسی کی طرف پانی چھوڑ دو۔گویا انصاری کے غصہ دلانے والے کلمات کی وجہ سے رسولِ رحمت ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ان کا پورا حق دلا دیا۔آپ ﷺ نے جو پہلے فیصلہ کیا تھا اس میں اس انصاری کی بھی رعایت رکھی گئی اور دونوں کیلئے گنجائش بھی تھی۔مگر جب انصاری نے ایسی بات کہی جو آپ ﷺ کی ناراضگی کا سبب بنی تو آپ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو پورا حق دلا دیا۔حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل ہوئی۔گویا اس آیت کے ذریعہ یہ بتلا دیا گیا کہ آپسی نزاعی معاملات جب ہوجائیں تو تمہیں رسولِ رحمت ﷺ کو حکم تسلیم کرلینا چاہئے۔رسولِ رحمت ﷺ جو فیصلہ صادر فرمائیں دل میں تنگی لائے بغیر اس فیصلہ کو تسلیم کرلینا چاہئے۔ایمان کا بھی تقاضا یہی ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ کے فیصلوں کو دل و جان سے قبول کرلیا جائے اور جو فیصلہ بھی آپ ﷺ کا ہو اس فیصلہ کے خلاف اپنے دل میں ذرا بھی تنگی محسوس نہیں ہونی چاہئے بلکہ سرِخم تسلیم کرتے ہوئے دل و جان سے دل کی کشادگی کے ساتھ آپ ﷺ کے فیصلہ کو قبول کرلینا چاہئے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے کہ ہمارے سامنے ہماری زندگی کے تمام حالات میں اور ان تمام معاملات کی جزئیات میں قرآن وحدیث میں رہنمائی موجود ہے۔ہر مسئلہ کی وضاحت قرآنِ مجید اور احادیثِ شریفہ اور فقہی کتابوں میں موجود ہے۔اس قدر صاف وشفاف اور تیار شریعت کو تسلیم کرنا مسلمانوں کا کام ہے۔بڑے المیہ اور دکھ کی بات ہے کہ مسلمانوں کا بے شعور طبقہ اسلامی دارالقضاء اور دارالافتاء کے فیصلوں اور فتوؤں سے بالکل بے نیاز ہوکر محض اپنے مفاد کی خاطر سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے فیصلوں کو ماننے کیلئے دل وجان سے تیار ہے۔محض اس لئے کہ اس میں ان کا دنیوی نفع ہے۔وہ اسلامی شریعت سے بھاگتے ہیں اور مادی نفع کیلئے اپنی روح اور آخرت کو مجروح کرتے ہیں۔

درس نمبر (۳۹۷) | **نصیحت پر عمل باعثِ خیر ہے** | النسآء:۶۶۔۶۷۔۶۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِن دِيَارِكُم مَّا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِّنْهُمْ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا O وَإِذًا لَّآتَيْنَاهُم مِّن لَّدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا O وَلَهَدَيْنَاهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَوْ اور اگر أَنَّا بیشک ہم كَتَبْنَا فرض کردیتے عَلَيْهِمْ ان پر أَنِ یہ کہ اقْتُلُوا تم قتل کرو

أَنفُسَكُمْ اپنی جانوں کو أَوِ یا اخْرُجُواْ تم نکلو مِن دِيَارِكُم اپنے گھروں سے مَّا (تو)نہ فَعَلُوهُ وہ کرتے یہ کام إِلاَّ مگر قَلِيلٌ تھوڑے مِّنْهُمْ ان میں سے وَلَوْ اوراگر أَنَّهُمْ بلاشبہ وہ فَعَلُواْ کرلیتے مَا وہ(کام) کہ يُوعَظُونَ وہ نصیحت کیے جاتے ہیں بِهِ اس کی لَكَانَ تو ہوتا خَيْراً بہت بہتر لَّهُمْ ان کے لیے وَأَشَدَّ اورزیادہ تَثْبِيتاً ثابت قدم رکھنے والا(دین میں) O وَإِذاً اورتب لَّآتَيْنَاهُم البتہ ہم دیتے انہیں مِّن لَّدُنَّـا اپنی طرف سے أَجْراً اجر عَظِيماً بہت بڑاO وَلَهَدَيْنَاهُمْ اورہم انہیں ضرور چلاتے صِرَاطاً مُّسْتَقِيماً سیدھے راستے پر

ترجمہ: اور اگر ہم ان پر فرض کردیتے کہ اپنے آپ کو قتل کرڈالو یا اپنے گھر چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں سے تھوڑے ہی لوگ ایسا کرتے اور اگر یہ اس نصیحت پر کاربند ہوتے جو ان کو کی جاتی ہے تو ان کے حق میں بہتر اور دین میں زیادہ ثابت قدمی کا موجب ہوتاO اور اس صورت میں ہم ان کو اپنے ہاں سے اجر عظیم بھی عطا فرماتے O اور ان کو سیدھا راستہ بھی دکھاتے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

ا۔ اگر ہم ان کے لئے یہ فرض قرار دے دیتے کہ تم اپنے آپ کو قتل کرو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو ان میں سے تھوڑے سے لوگوں کے سوا کوئی اس پر عمل نہ کرتا۔

۲۔ جس بات کی انہیں نصیحت کی جارہی ہے اگر یہ لوگ اس پر عمل کر لیتے تو ان کے حق میں کہیں بہتر ہوتا۔

۳۔ اور ان میں خوب ثابت قدمی پیدا کردیتا۔

۴۔ ایسی صورت میں ہم انہیں خود اپنے پاس سے یقیناً اجر عظیم عطا کرتے۔

۵۔ اور انہیں ضرور سیدھے راستہ تک پہنچا دیتے۔

پچھلی آیتوں میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور نبی رحمت ﷺ کو حکم ماننے کی بات آئی۔ اس آیت میں یہ بات بتائی جارہی ہیکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا کوئی ایسا مشکل کام نہیں ہے کہ جس پر عمل ہی نہ ہوسکے۔ دین تو آسان ہے اَلدِّيْنُ يُسْرٌ اور جو احکامات بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے دیئے جاتے ہیں وہ فطرت کے موافق اور آسان ہوتے ہیں اور اس میں اس قدر مشقت نہیں کہ آدمی برداشت نہ کرسکے۔ تمہیں یہ حکم تو نہیں دیا جارہا ہے کہ اپنی جانوں کو قتل کرو اور نہ ہی تمہیں یہ حکم دیا جارہا ہے کہ اپنے گھروں سے نکل جاؤ جیسا کہ اس قسم کے مشکل کاموں کا حکم بنی اسرائیل کو ان کے جرائم کی بنیاد پر دیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ یہاں یہ بیان فرمارہے ہیں کہ اگر ہم ان پر یہ فرض کردیتے کہ اپنی جانوں کو قتل کرو یا یہ کہ اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو ظاہر ہے کہ ان میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا باقی سب اس پر عمل نہ کرتے۔ اگر یہ لوگ ان باتوں اور نصیحتوں پر عمل کرتے جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا تو وہ ان کے حق میں بہتر تھا اور یہ ان کے ایمان کو اور زیادہ مضبوط اور پختہ کرنے والا عمل ہوتا اور اگر وہ ایسا کر لیتے تو ہم اپنے

پاس سے ضرور اجرِ عظیم عطا کرتے اور ہم ان کو سیدھے راستہ پر ضرور چلاتے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسولِ رحمت ﷺ سے فرمایا کہ اگر مجھے آپ حکم دیں کہ اپنی جان کو قتل کروں تو میں ضرور ایسا کروں گا۔ رسولِ رحمت ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوبکر! تم نے سچ کہا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چند صحابہ نے کہا کہ اگر یہ ہمیں حکم ہوگا تو ہم ضرور عمل کر لیں گے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ بات رسولِ رحمت ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان ان صحابہ کے دلوں میں مضبوطی کے ساتھ جمے ہوئے پہاڑوں سے بھی زیادہ جما ہوا ہے۔

درس نمبر (۳۹۸) اللہ اور رسول کی اطاعت کا حسنِ انجام النسآء:۶۹۔۷۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيْقاً O ذَالِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَنْ اور جو کوئی يُطِعِ اللّٰهَ اطاعت کرے اللہ کی وَالرَّسُولَ اور رسول کی فَأُولٰٓئِكَ تو یہ لوگ مَعَ ساتھ ہوں گے الَّذِيْنَ ان لوگوں کے کہ أَنْعَمَ اللّٰهُ انعام کیا اللہ نے عَلَيْهِم ان پر مِّنَ النَّبِيِّيْنَ نبیوں سے وَالصِّدِّيْقِيْنَ اور صدیقوں (سے) وَالشُّهَدَاء اور شہیدوں (سے) وَالصَّالِحِيْنَ اور صالحین (سے) وَحَسُنَ اور اچھے ہیں أُولٰٓئِكَ یہ لوگ رَفِيْقاً رفیق (ساتھی) کے طور پر O ذَالِكَ یہ الْفَضْلُ فضل ہے مِنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے وَكَفٰى اور کافی ہے بِاللّٰهِ اللہ عَلِيْماً جاننے والا

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ قیامت کے روز ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے بڑا فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور صالحین اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے O یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ جاننے والا کافی ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔

۲۔ اور وہ یعنی انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین کتنے اچھے ساتھی ہیں؟

۳۔ یہ فضیلت اللہ کی طرف سے ملتی ہے۔

۴۔ لوگوں کے حالات سے باخبر ہونے کیلئے اللہ کافی ہے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا کس قدر بہترین صلہ آخرت میں ملے گا؟ یہ آیت اس

واقعہ کے پس منظر میں نازل ہوئی۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے آزاد کردیا، گویا وہ حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے بے حد محبت کیا کرتے تھے۔ انہیں اس وقت تک چین نہ آتا تھا جب تک وہ اپنی آنکھوں سے حضور ﷺ کو نہ دیکھ لیتے۔ ایک دن حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے۔ ان کے چہرہ کا رنگ بدلا ہوا تھا اور چہرہ سے رنج وغم کے آثار جھلک رہے تھے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم کیوں غمگین ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے نہ کوئی بیماری ہے اور نہ ہی کوئی تکلیف ہے۔ میرا معاملہ یہ ہے کہ مجھے آپ کی ملاقات کا بہت زیادہ شوق رہتا ہے۔ آپ کو دیکھے بغیر مجھے چین نہیں آتا۔ میرے ذہن میں اچانک یہ خیال آ گیا کہ دنیا میں تو میں آپ کو جب چاہے دیکھ لیتا ہوں، آخرت میں کیا ہوگا؟ آپ تو نبیوں کے درجات میں ہوں گے۔ اگر مجھے جنت مل گئی تو آپ تو جنت کے اونچے درجات میں ہوں گے اور ہمارا درجہ تو آپ کے برابر نہ ہوگا تو پھر آپ سے جنت میں ملاقات کا کیا ہوگا؟ آج اس خیال اور سوال نے مجھے رنجیدہ کردیا ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی اس بے چینی کو دور کرنے کیلئے یہ آیت نازل ہوئی اور یہ بشارت دی گئی کہ جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے وہ جنت میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام کیا یعنی وہ فرمانبردار لوگ جنت میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوں گے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی بتادیا گیا کہ وَحَسُنَ أُولٰئِکَ رَفِیقاً کہ حضرات انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین بہت اچھے رفیق ہیں۔

بخاری کی ایک روایت ہے۔ رسول رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اَلمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ انسان اس کے ساتھ ہے جس سے محبت کرتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ اس شخص کے جواب میں فرمایا جس نے آپ ﷺ سے یہ کہا تھا کہ ایسے شخص کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے جس نے کسی قوم سے محبت کی اور علم وعمل کے اعتبار سے ان کے مقام کو نہ پہنچا؟

اللہ تعالیٰ اور رسولِ رحمت ﷺ کی اطاعت کرنے والے انبیاء وغیرہ کے ساتھ جنت میں رہیں گے تو اس کی نوعیت کیا ہوگی؟ اس سلسلہ میں مفسرین نے یہ تشریح کی ہے کہ نیچے کے درجات والے مسافت کی دوری کے باوجود اوپر کے درجات والوں کو دیکھ سکیں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ نیچے کے درجات والوں کو اوپر کے درجات والوں کے پاس جانے کی اجازت دی جائے اور بلند درجات والوں کو نیچے آنے کی اجازت دی جائے تاکہ وہ اپنے متعلقین کی زیارت کرسکیں۔

اِس آیت میں ان جماعتوں کا ذکر ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا: (۱) انبیاء (۲) صدیقین (۳) شہداء (۴) صالحین۔ انبیاء وہ جنہیں رب ذوالجلال کی طرف سے مبعوث کیا جاتا ہے، جن کے ذریعہ سے قوموں کی ہدایت کا سامان ہوتا ہے۔ صدیقین وہ جو ان نبیوں کی تصدیق میں ذرا بھی تامّل نہیں کرتے، جیسے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب

سے پہلے آپ ﷺ پر ایمان لائے۔شہداء وہ جنہوں نے اللہ کے دین کی سر بلندی کے لئے دشمنوں سے جنگ لڑی اور کافروں کے ہاتھ قتل کیے گئے اور صالحین وہ جن کے دل برائیوں سے دور اور نیکیوں کی طرف راغب ہوتے ہیں۔

درس نمبر (۳۹۹) دشمن سے مقابلہ کے وقت اپنے بچاؤ کا سامان ساتھ رکھو النسآء:۷۱-۷۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ خُذُواْ حِذْرَكُمْ فَانفِرُواْ ثُبَاتٍ أَوِ انفِرُواْ جَمِيْعاً O وَإِنَّ مِنكُمْ لَمَن لَّيُبَطِّئَنَّ فَإِنْ أَصَابَتْكُم مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ إِذْ لَمْ أَكُن مَّعَهُمْ شَهِيْداً O وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُولَنَّ كَأَن لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ يَّا لَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَأَفُوْزَ فَوْزاً عَظِيْماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اے لوگو جو آمَنُواْ ایمان لائے ہو! خُذُواْ تم لے لو حِذْرَكُمْ اپنے بچاؤ کا سامان فَانفِرُواْ پھر تم نکلو ثُبَاتٍ گروہ گروہ أَوِ یا انفِرُواْ تم نکلو جَمِيْعاً اکٹھے O وَإِنَّ اور بلاشبہ مِنكُمْ تم میں سے بعض لَمَن البتہ وہ ہے لَّيُبَطِّئَنَّ یقیناً دیر کرتا ہے (نکلنے میں) فَإِنْ پھر اگر أَصَابَتْكُم تمہیں پہنچے مُّصِيْبَةٌ کوئی مصیبت قَالَ (تو) وہ کہتا ہے قَدْ تحقیق أَنْعَمَ اللّٰهُ اللہ نے انعام کیا عَلَيَّ مجھ پر إِذْ جبکہ لَمْ نہیں أَكُن تھا میں مَّعَهُمْ ان کے ساتھ شَهِيْداً حاضر O وَلَئِنْ اور البتہ اگر أَصَابَكُمْ پہنچے تمہیں فَضْلٌ فضل مِّنَ اللّٰهِ اللہ کا لَيَقُولَنَّ تو وہ ضرور کہے گا كَأَن گویا کہ لَّمْ نہ تَكُن تھی بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان وَبَيْنَهُ اور اس کے درمیان مَوَدَّةٌ کوئی دوستی يَا لَيْتَنِيْ کاش کہ میں كُنْتُ میں ہوتا مَعَهُمْ ان کے ساتھ فَأَفُوْزَ تو حاصل کر لیتا میں فَوْزاً کامیابی عَظِيْماً بہت بڑی

ترجمہ: مومنو! جہاد کے لئے ہتھیار لے لیا کرو پھر یا تو جماعت ہو کر نکلا کرو یا سب اکٹھے کوچ کیا کرو O اور تم میں کوئی ایسا بھی ہے کہ خواہ مخواہ دیر لگاتا ہے اور پیچھے رہ جاتا ہے۔ پھر اگر تم پر کوئی مصیبت پڑ جائے تو کہتا ہے کہ اللہ نے مجھ پر بڑی مہربانی کی کہ میں ان میں موجود نہ تھا O اور اگر اللہ تم پر فضل کرے تو اس طرح سے کہ گویا تم میں اس میں دوستی تھی ہی نہیں افسوس کرتا اور کہتا ہے کہ کاش میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو مقصد عظیم حاصل ہوتا۔

تشریح: ان تین آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اے ایمان والو! دشمن سے مقابلہ کے وقت اپنے بچاؤ کا سامان ساتھ رکھو۔

۲۔ پھر الگ الگ دستوں کی شکل میں جہاد کے لئے نکلو یا سب لوگ اکٹھے ہو کر نکل جاؤ۔

۳۔ یقیناً تم میں کوئی ایسا بھی ضرور ہوگا جو جہاد میں جانے سے سستی دکھائے گا۔

۴۔ پھر جہاد کے دوران تم پر کوئی مصیبت آ جائے تو وہ کہے گا کہ اللہ نے مجھ پر بڑا انعام کیا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ موجود نہیں تھا۔

۵۔اوراگراللہ کی طرف سے کوئی فضل، فتح اور مالِ غنیمت کی صورت میں تمہارے ہاتھ آجائے تو وہ کہے گا گویا تمہارے اوراس کے درمیان کبھی کوئی دوستی تو تھی ہی نہیں کہ کاش میں بھی ان لوگوں کے ساتھ ہوتا تو بہت کچھ میرے بھی ہاتھ لگ جاتا۔

اس آیت میں مسلمانوں کو یہ ہدایت دی جارہی ہے کہ دشمنوں کی جانب سے ہمیشہ چوکنے رہنا چاہئے اور دفاع کیلئے ہتھیار بھی تیار رکھنا چاہئے۔ایمان والوں کو خُـذُوا حِـذۡرَکُـمۡ کے ذریعہ یہ بتلایا گیا کہ دشمن کے مقابلہ کیوقت اپنے بچاؤ کا سامان ساتھ رکھو۔ایسا نہیں کہ یوں ہی خالی ہاتھ نکل جاؤ اور مقابلہ کا وقت آجائے تو بغلیں جھانکنے لگو۔ یہ دنیا دارالاسباب ہے۔اللہ پر توکّل کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم دشمن سے مقابلہ کے وقت ہتھیار سے غافل رہو۔توکّل کا مطلب یہ ہے کہ اسباب کو اختیار رکھتے ہوئے نظر اللہ تعالیٰ کی ذات پر رکھو۔دوسری بات یہ کہی گئی کہ جب جنگ کے لئے نکلنے کا وقت آجائے تو موقع کے مطابق نکل کھڑے ہوجاؤ۔ یہاں اپنی سہولت، اپنی مرضی اور اپنا مفاد پیشِ نظر نہ رہے بلکہ اعلاءِ کلمۃ الحق کے لئے جب بھی تقاضا ہونکل جاؤ۔ جہاں چھوٹی جماعتوں سے ضرورت پوری ہوتی ہو وہاں چھوٹی جماعتیں چلی جائیں اور جہاں بڑی جماعتوں کی ضرورت ہو وہاں بڑی جماعت چلی جائے۔ان دو ہدایتوں کے بعد منافقوں کے بارے میں اس بات سے آگاہ کیا گیا کہ چونکہ منافق مسلمانوں کے ساتھ مل جل کر رہتے ہیں ،اس لئے اس بات کا دھیان رکھو کہ تم میں بعض وہ لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے جہاد میں جانے کی بات آتی ہے تو اندر سے ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ان پر جہاد میں جانا بہت دشوار اور بوجھ محسوس ہوتا ہے،اس لئے وہ دل کے شوق کے ساتھ شرکت نہیں کرتے بلکہ دل کی تنگی کے ساتھ بد دلی سے جہاد میں نکلتے ہیں۔ چوتھی حقیقت یہ بیان کی گئی کہ ان کے دل کے اندر اسلام اور مسلمانوں سے نفرت اور دشمنی کی وجہ سے ان کی زبانوں سے کچھ اس طرح کی باتیں نکلتی ہیں، جب مسلمانوں کو کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے تو یہ منافق کہتے ہیں کہ اچھا ہی ہوا کہ اللہ نے مجھے گھر میں بیٹھنے کے انعام سے نوازا اور میں ان لوگوں کے ساتھ حاضر نہیں ہوا اور جب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل نصیب ہوتا ہے اور مسلمانوں کو فتح وکامرانی مل جاتی ہے اور مالِ غنیمت بھی حاصل ہوجاتا ہے تو اب ان کی زبانوں کے بول بالکل بدل جاتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ ہائے! کیا ہی اچھا ہوتا جو میں بھی ان مسلمانوں کے ساتھ ہوتا اور مجھے بھی بڑی کامیابی حاصل ہوجاتی اور مجھے بھی مال مل جاتا اور کفِ افسوس ملتے ہوئے کہتے ہیں کہ کاش ہم بھی ساتھ ہوتے تو ہم کو بھی کچھ مل جاتا۔ گویا ان منافقوں کا تعلق دینِ اسلام سے کچھ بھی نہیں بلکہ صرف اور صرف مال ودولت سے ان کا تعلق ہے۔

درس نمبر (۴۰۰)

اللہ کی راہ میں لڑنے کا اجر

النسآء:۷۴۔۷۵

أَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ . بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فَلۡیُقَـاتِـلۡ فِـیۡ سَبِیۡـلِ الـلّٰہِ الَّذِیۡنَ یَشۡرُوۡنَ الۡحَیَاۃَ الدُّنۡیَا بِالۡآخِرَۃِ وَمَنۡ یُّقَاتِلۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَیُقۡتَلۡ أَوۡ یَغۡلِبۡ فَسَوۡفَ نُؤۡتِیۡہِ أَجۡراً عَظِیۡماً O وَمَا لَکُمۡ لاَ تُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَالۡمُسۡتَضۡعَفِیۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالـنِّسَاءِ وَالۡوِلۡدَانِ الَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا أَخۡرِجۡنَا مِنۡ ھٰـذِہِ الۡقَرۡیَۃِ الظَّالِمِ أَھۡلُھَا وَاجۡعَل لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ وَلِیّاً وَّاجۡعَل لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ نَصِیۡراً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَلْيُقَاتِلْ چنانچہ چاہیے کہ لڑیں فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کے راستے میں الَّذِيْنَ وہ لوگ جو يَشْرُوْنَ بیچتے ہیں الْحَيَاةَ زندگی الدُّنْيَا دنیا کی بِالْآخِرَةِ آخرت کے بدلے وَمَن اور جوکوئی يُقَاتِلْ لڑے فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کے راستے میں فَيُقْتَلْ پھر وہ قتل کر دیا جائے أَوْ یا يَغْلِبْ غالب آ جائے فَسَوْفَ تو عنقریب نُؤْتِيْهِ ہم اس کو دیں گے أَجْرًا اجر عَظِيْمًا بہت بڑا O وَمَا اور کیا ہے لَكُمْ تمہیں لَا (کہ) نہیں تُقَاتِلُوْنَ تم لڑتے فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کے راستے میں وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ اور (ان لوگوں کی خاطر) جو کمزور ہیں مِنَ الرِّجَالِ مردوں میں سے وَالنِّسَاءِ اور عورتوں (میں سے) وَالْوِلْدَانِ اور بچوں (میں سے) الَّذِيْنَ وہ جو يَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں رَبَّنَا اے ہمارے رب! أَخْرِجْنَا ہمیں نکال مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ اس بستی سے الظَّالِمِ کہ ظالم ہیں أَهْلُهَا اس کے باشندے وَاجْعَل اور کر دے لَّنَا ہمارے لیے مِن لَّدُنكَ اپنی طرف سے وَلِيًّا کوئی حمایتی وَاجْعَل اور کر دے لَّنَا ہمارے لیے مِن لَّدُنكَ اپنی طرف سے نَصِيْرًا کوئی مددگار

ترجمہ: اب جو لوگ آخرت کو خریدتے اور اس کے بدلے دنیا کی زندگی کو بیچنا چاہتے ہیں ان کو چاہیے کہ اللہ کی راہ میں جنگ کریں اور جو شخص اللہ کی راہ میں جنگ کرے پھر شہید ہو جائے یا غلبہ پائے ہم عنقریب اس کو بڑا ثواب دیں گے O اور تم کو کیا ہوا ہے کہ اللہ کی راہ میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم کو اس شہر سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں نکال کر کہیں اور لے جا اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا اور اپنی ہی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار مقرر فرما۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اللہ کے راستہ میں وہ لوگ لڑیں جو دنیوی زندگی کو آخرت کے بدلے بیچ دیں۔

۲۔ جو اللہ کے راستہ میں لڑے گا پھر چاہے قتل ہو جائے یا غالب آ جائے ہر صورت میں ہم اس کو زبردست ثواب عطا کریں گے۔

۳۔ اے مسلمانو! تمہارے پاس کیا جواز ہے کہ اللہ کے راستہ میں اور ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو یہ دعاء کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لائیے جس کے باشندے ظلم توڑ رہے ہیں اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی حامی پیدا کر دیجئے اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی مددگار کھڑا کر دیجئے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو ان کافروں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے جو کافر لوگ آخرت کے بدلے دنیوی زندگی کو اختیار کیئے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد ان لوگوں کو اجرِ عظیم کی خوشخبری دی گئی ہے جو اللہ کے راستہ میں لڑتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب مومن بندے اللہ کی راہ میں کافروں سے قتال کریں گے تو دو صورتیں پیش آئیں گی یا تو یہ مومن بندے مارے جائیں گے یا غالب آ جائیں گے۔ ان دونوں صورتوں میں بھی مومن بندہ نفع ہی نفع میں ہے۔ اس کے لئے خیر اور بھلائی ہی ہے۔ اگر غالب آئے گا تو دنیوی نفع ملے گا اور اجرِ عظیم بھی ملے گا اور اگر مارا جائے گا تو شہادت کا وہ درجہ ملے گا جس درجہ کو پانے کیلئے انبیاء کرام علیہم السلام نے تمنا فرمائی۔ اس کے بعد مسلمانوں سے باز پرس کی جا رہی ہے کہ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یہ تو بتاؤ مسلمانو! کہ

تمہارے پاس اللہ کی راہ میں جہاد نہ کرنے کا کیا عذر موجود ہے؟ اس لئے کہ ہر مسلمان پر اللہ کے کلمہ کو بلند کرنا ضروری ہے اور جب جہاد کا تقاضا سامنے آجائے تو ہر مسلمان کیلئے باطل کے مقابلہ میں اور حق کی تائید میں جہاد تو ضروری ہی ہو جاتا ہے۔ یہ بات یاد رکھو کہ تمہارے لئے اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، دوسرے اس لئے بھی جہاد وقتال ضروری ہے کہ عورتیں اور بچے اور کمزور مرد ظالم کافروں کے ظلم وستم سے رہائی حاصل کرنے کے لئے پریشانی کے عالم میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کررہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو کسی طرح اس بستی سے یعنی مکہ سے باہر نکال دے جس کے رہنے والے سخت ظالم ہیں کہ ان ظالموں نے ہم پر آفت ڈھا رکھی ہے اور یہ بوڑھے، بچے اور عورتیں یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمارے لئے غیب سے کوئی حامی بھیج دیجئے جو کافروں کے مقابلہ میں ہماری حمایت کرے۔

مظلوم کی فریادرسی کے لئے ظالم کے مقابلہ میں لڑنا یہ بھی ایک اہم فریضہ ہے۔ یہ آیت ان حالات کو بتلا رہی ہے جب مکہ مکرمہ میں ایسے کمزور مسلمان رہ گئے تھے جو جسمانی کمزوری اور کم سامانی کی وجہ سے ہجرت نہ کرسکے تھے اور مکہ کے کافروں نے بھی ان کو مدینہ جانے سے روک دیا تھا اور انہیں طرح طرح کی اذیتیں دے رہے تھے تاکہ یہ لوگ اسلام سے پھر جائیں۔ مگر یہ صحابہ تھے جنہوں نے ہر ظلم کو برداشت کیا اور دینِ اسلام پر قائم رہے۔ کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں نے اللہ تعالیٰ سے دو دعائیں کیں، ایک یہ کہ اے اللہ! ہمیں اس بستی سے نکال دیجئے اور دوسری دعا یہ کہ اے اللہ! ہمارے لئے کوئی مددگار بھیج دیجئے۔ چنانچہ جب مکہ فتح ہوا تو حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں رسول اللہ ﷺ نے ان کمزور مسلمانوں کو ان ظالموں سے نجات دلائی۔

درس نمبر (۴۰۱) مسلمانو! تم شیطان کے دوستوں سے لڑو النسآء:۷۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيْفاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جو آمَنُوْا ایمان لائے يُقَاتِلُوْنَ وہ لڑتے ہیں فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کے راستے میں وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا يُقَاتِلُوْنَ وہ لڑتے ہیں فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ شیطان کے راستے میں فَقَاتِلُوْا چنانچہ تم لڑو أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ شیطان کے دوستوں سے إِنَّ بلاشبہ كَيْدَ الشَّيْطَانِ شیطان کا مکر كَانَ ہے ضَعِيْفاً نہایت کمزور

ترجمہ: جو مومن ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں سو تم شیطان کے مددگاروں سے لڑو اور ڈرو مت کیونکہ شیطان کا داؤ کمزور ہوتا ہے۔

تشریح: اِس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔جولوگ اللہ پر ایمان لا چکے ہیں ان کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے راستہ میں لڑتے ہیں۔
۲۔اور جن لوگوں نے کفر کو اپنا لیا ہے وہ ایسے بدنصیب ہیں کہ وہ طاغوت کے راستہ میں لڑتے ہیں۔
۳۔مسلمانو! تم شیطان کے دوستوں سے لڑو۔
۴۔اس حقیقت کو یاد رکھو کہ شیطان کی چالیں درحقیقت کمزور ہیں۔

اس آیت میں اس حقیقت سے آگاہ کیا گیا ہے کہ جولوگ حقیقی مومن ہوتے ہیں ان کا ایمان انہیں اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں لڑیں۔اسی رغبت وشوق کی وجہ سے مومن ومسلمان اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، جس قتال و جہاد کا مقصد صرف اللہ کی رضا مندی ہوتی ہے کہ ان کی اس محنت سے اللہ تعالیٰ راضی اور خوش ہوجائے۔اسی طرح اس جہاد وقتال سے ان مسلمانوں کا مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ اللہ کا دین دنیا میں بلند اور غالب ہوجائے۔اس کے مقابلہ میں جولوگ کافر ہوتے ہیں ان کا کفران کو اس کام میں لگا دیتا ہے کہ وہ حق کے خلاف جنگ لڑیں اور ان کا مقصد اس جنگ سے یہ ہوتا ہے کہ کفر کو غلبہ نصیب ہو اور دین اسلام مغلوب ہوجائے۔یہ کافر لوگ طاغوت یعنی شیطان کے راستہ میں لڑتے ہیں۔

ان دوحقیقتوں کو بتلانے کے بعد اب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دے رہے ہیں کہ فَقَاتِلُواْ أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ مسلمانو! تم شیطان کے دوستوں یعنی ان کافروں سے لڑو اور اس بات کو یاد رکھو کہ تمہارے ساتھ ربانی طاقت کام کررہی ہوتی ہے، جب تم اخلاص کے ساتھ اللہ کے راستے میں لڑ رہے ہوتے ہو اور شیطان اپنے دوستوں کی مدد کرتا ہے، لیکن یہ حقیقت ذہنوں میں پیوست رہے کہ اللہ کی قوت اور مدد کے مقابلہ میں شیطان کی مدد اور قوت کی کوئی حیثیت اور حقیقت ہے ہی نہیں۔یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی تھوڑی سے جماعت کے مقابلہ میں کافروں کی بڑی بھاری جماعت عاجز اور بے بس ہوجاتی ہے اور شیطان کی ساری تدبیریں اللہ کی تدبیروں کے سامنے دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔

درس نمبر(۴۰۲) دنیا کا فائدہ تو تھوڑا سا ہے النسآء:۷۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيمِ

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّواْ أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيْمُواْ الصَّلاَةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً وَقَالُواْ رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلا أَخَّرْتَنَا إِلٰى أَجَلٍ قَرِيْبٍ قُلْ مَتَاعُ الدَّنْيَا قَلِيْلٌ وَّالآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَى وَلاَ تُظْلَمُونَ فَتِيْلاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أَلَمْ کیا نہیں تَرَ آپ نے دیکھا إِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرف کہ قِيْلَ کہا گیا لَهُمْ ان سے كُفُّواْ تم روکے رکھو أَيْدِيَكُمْ اپنے ہاتھ وَأَقِيْمُواْ اور تم قائم کرو الصَّلاَةَ نماز وَآتُواْ اور تم دو الزَّكَاةَ زکوٰۃ فَلَمَّا پھر جب كُتِبَ لکھ دیا (فرض کردیا) گیا عَلَيْهِمُ ان پر الْقِتَالُ لڑنا إِذَا تب فَرِيْقٌ ایک فریق مِّنْهُمْ ان میں سے يَخْشَوْنَ وہ ڈرتے تھے النَّاسَ لوگوں سے كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اللہ سے ڈرنے کے مانند أَوْ یا

أَشَدَّ (اس سے بھی) زیادہ سخت خَشْيَةً ڈرنا وَقَالُواْ اورانہوں نے کہا رَبَّنَا اے ہمارے رب! لِمَ کیوں كَتَبْتَ لکھا (فرض کیا) تونے عَلَيْنَا ہم پر الْقِتَالَ لڑنا لَوْلا کیوں نہ أَخَّرْتَنَا مہلت دی تونے ہمیں إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ ایک مدتِ قریب تک قُلْ کہہ دیجئے مَتَاعُ فائدہ الدُّنْيَا دنیا کا قَلِيلٌ تھوڑا ہے وَالْآخِرَةُ اور آخرت خَيْرٌ بہت بہتر ہے لِّمَنِ اس کے لئے جس نے اتَّقَى تقویٰ اختیار کیا وَلا اور نہ تُظْلَمُونَ تم ظلم کئے جاؤ گے فَتِيلاً دھاگے برابر

ترجمہ: بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو پہلے یہ حکم دیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو جنگ سے روکے رہو اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ پھر جب ان پر جہاد فرض کر دیا گیا تو بعض لوگ ان میں سے لوگوں سے یوں ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرا کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اور کہنے لگے کہ اے اللہ! تو نے ہم پر جہاد جلد کیوں فرض کر دیا؟ تھوڑی مدت اور ہمیں کیوں مہلت نہ دی؟ اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے اور بہت اچھی چیز تو پرہیزگار کے لئے نجاتِ آخرت ہے اور تم پر دھاگے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں مکی زندگی میں یہ کہا جاتا تھا کہ انتقام لینے سے اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔

۲۔ پھر جب ان پر جنگ فرض کی گئی تو ان میں سے ایک جماعت ان دشمنوں سے ایسے ڈرنے لگی جیسے اللہ سے ڈرا جاتا ہے یا اس سے بھی زیادہ ڈرنے لگی۔

۳۔ ایسے لوگ کہنے لگے کہ اے ہمارے رب! آپ نے ہم پر جنگ کیوں فرض کر دی؟ تھوڑی مدت تک ہمیں مہلت کیوں نہیں دی؟

۴۔ آپ کہہ دیجئے کہ دنیا کا فائدہ تو تھوڑا سا ہے۔

۵۔ جو شخص تقویٰ اختیار کرے اس کے لئے آخرت کہیں زیادہ بہتر ہے۔

۶۔ اور تم پر تاگے کے برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی رسولِ رحمت ﷺ کے پاس تشریف لائے جبکہ ابھی ہجرت کا واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم جب مشرک تھے تو عزت کے ساتھ تھے، پھر جب ایمان لے آئے تو ہمیں مکہ کے مشرکین کی طرف سے ذلت اٹھانی پڑ رہی ہے۔ اب ہمیں دین کے ان دشمنوں سے ضرور جنگ کرنا چاہئے۔ یہ سن کر رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے درگزر کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس لئے ابھی جنگ نہ کرو۔ پھر جب ہجرت کا واقعہ پیش آیا اور رسولِ رحمت ﷺ اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان مدینہ پہنچ گئے تو اب جنگ کا حکم دیا گیا۔ جب جنگ کا حکم دیا گیا تو اس وقت بعض لوگ جنگ کرنے سے بچنے لگے۔ اس صورتِ حال پر

اس آیت میں تنبیہ کی گئی کہ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّواْ أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ پیغمبر! کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جنہیں حکم دیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو جنگ سے روکے رکھو، بس تم نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً پھر جب ان پر جنگ فرض کردی گئی تو وہی لوگ جو جنگ کا مطالبہ کررہے تھے اب لوگوں سے ایسے ڈر رہے ہیں جیسے اللہ سے ڈرتے ہوں بلکہ اس سے بھی زیادہ لوگوں سے ڈرتے ہیں وَقَالُواْ رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ پھر سونے پہ سہاگہ کہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم پر آپ نے کیوں جنگ کو فرض کردیا؟ لَوْلا أَخَّرْتَنَا إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ ہم کو جنگ کرنے کیلئے تھوڑی مدت کے لئے مہلت کیوں نہ دی گئی؟ ان لوگوں کے اس قول پر اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ سے فرمایا کہ قُلْ مَتَاعُ الدَّنْيَا قَلِيلٌ آپ کہہ دیجئے کہ دنیا کا نفع تھوڑا سا ہے وَالآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَى اور آخرت اس شخص کیلئے بہتر ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور یہ بات یاد رکھو کہ وَلاَ تُظْلَمُونَ فَتِيلاً تم لوگوں پر کھجور کی گٹھلی کے تاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اس آیت میں اس بزدلی کی مذمت کی گئی ہے جو اپنی جان کے خوف کے نتیجہ میں پیدا ہوجاتی ہے اور اس بزدلی کے نتیجہ میں دلوں سے اللہ کا خوف نکل جاتا ہے اور لوگوں کا خوف سوار ہوجاتا ہے۔ اس آیت میں اس جانب بھی بندوں کو متوجہ کیا گیا ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں اصل دنیا تھوڑی ہی ہے اور اس تھوڑی دنیا میں سے بھی تھوڑی دنیا انسان کو ملی ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟ ایک مومن ومسلمان کی نگاہ اس آخرت کے نفع پر ہونی چاہئے جو دنیا کے مقابلہ میں لاکھوں کروڑوں گنا زیادہ ہے اور اس کا نفع ابدی اور دائمی ہے۔

درس نمبر (۴۰۳) تم جہاں بھی رہو گے موت تمہیں آ پکڑے گی النسآء:۷۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

أَيْنَمَا تَكُونُواْ يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ وَإِن تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُواْ هَـذِهِ مِنْ عِندِ اللّـهِ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُواْ هَـذِهِ مِنْ عِندِكَ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللّهِ فَمَا لِهَـؤُلاءِ الْقَوْمِ لاَ يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أَيْنَمَا جہاں کہیں بھی تَكُونُواْ تم ہوگے يُدْرِككُّمُ پالے گی تمہیں الْمَوْتُ موت وَلَوْ خواہ كُنتُمْ ہو تم فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ مضبوط قلعوں میں وَإِن اور اگر تُصِبْهُمْ پہنچے ان کو حَسَنَةٌ کوئی بھلائی يَقُولُواْ (تو) کہتے ہیں هَـذِهِ یہ مِنْ عِندِ اللّهِ اللہ کی طرف سے ہے وَإِن اور اگر تُصِبْهُمْ پہنچے ان کو سَيِّئَةٌ کوئی برائی (تکلیف) يَقُولُواْ (تو) کہتے ہیں هَـذِهِ یہ مِنْ عِندِكَ تیری طرف سے ہے قُلْ کہہ دیجئے كُلٌّ سب کچھ مِّنْ عِندِ اللّهِ اللہ کی طرف سے ہے فَمَالِهَـؤُلاء الْقَوْمِ پھر کیا حال ہے ان لوگوں کا لاَ نہیں يَكَادُونَ قریب کہ يَفْقَهُونَ وہ سمجھیں حَدِيثاً بات کو۔

ترجمہ: اے جہاد سے ڈرنے والو! تم کہیں رہو موت تو تمہیں آ کر رہے گی خواہ مضبوط قلعوں میں رہو اور ان

لوگوں کو اگر کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اے پیغمبر! تم سے کہتے ہیں کہ یہ آپ کی وجہ سے ہمیں پہنچی ہے۔ کہہ دو کہ رنج وراحت سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ بات بھی نہیں سمجھ سکتے؟

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ تم جہاں بھی ہو گے ایک نہ ایک دن موت تمہیں آ پکڑے گی چاہے تم مضبوط قلعوں ہی میں کیوں نہ رہ رہے ہو۔

۲۔ اگر منافقوں کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

۳۔ اگر منافقوں کو کوئی بُرا واقعہ پیش آ جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ بُرا واقعہ آپ ﷺ کی وجہ سے ہوا ہے۔ نعوذ باللہ۔

۴۔ آپ کہہ دیجئے پیغمبر! ہر واقعہ اللہ کی طرف سے ہی ہوتا ہے۔

۵۔ ان منافقوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ کوئی بات سمجھنے کے نزدیک ہی نہیں آتے؟

پچھلی آیت میں ان لوگوں کا تذکرہ تھا جو موت کے خوف سے جہاد سے کتراتے ہیں۔ یہاں اس حقیقت سے باخبر کیا جا رہا ہے کہ اگر تم موت کے ڈر سے جنگ سے دور بھاگنے کی کوشش میں ہو تو اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ **أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ** تم جہاں بھی ہو ایک نہ ایک دن تمہیں موت آ پکڑے گی اور یہ مت سمجھو کہ یہ موت صرف ان لوگوں کو آتی ہے جو جھونپڑیوں، چوراہوں اور چھپروں کے نیچے زندگی بسر کر رہے ہوں بلکہ یہ موت تو تمہیں کہیں بھی نہیں چھوڑے گی۔ جس دن جس گھڑی اور جس جگہ مرنا ہے، تمہیں موت وہاں آ کر پکڑے گی اور اس کے شکنجہ سے تم بچ نہیں پاؤ گے **وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ** اگر تم مضبوط قلعوں کے اندر تالوں پر تالے ڈال کر بیٹھ جاؤ وہاں بھی موت تم کو ضرور آ پکڑے گی۔

جب رسولِ رحمت ﷺ مدینۂ منورہ تشریف لائے تو مدینہ کے انصار نے دل کی گہرائیوں سے آپ کا استقبال کیا اور آپ ﷺ کا بے حد اکرام کیا اور آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے ساتھ آنے والے تمام مہاجرین کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا۔ مگر یہودیوں اور منافقوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ آپ ﷺ کے تشریف لانے کے بعد مدینہ میں ہمارے پھل کم ہوتے جا رہے ہیں اور کھیتوں کی پیداوار گھٹتی جا رہی ہے۔ ان بدبختوں نے پھلوں کی کمی اور پیداوار کی قلت کو رسولِ رحمت ﷺ کی طرف منسوب کیا اور کہنے لگے کہ یہ سب محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کے آنے کی نحوست ہے، نعوذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں اور یہودیوں کی اس نامعقول بات کی تردید اس نفیس جملہ سے کر دی کہ **قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللَّهِ** پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔ یہ نعمت اور خوشحالی اور یہ مصیبت اور بدحالی سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ان یہودیوں اور منافقوں کے بارے میں یہ بھی فرمایا گیا کہ **فَمَا لِهَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا** ان لوگوں کو کیا ہوا کہ بات سمجھنے کے پاس بھی نہیں پھٹکتے؟ یہ لوگ باتوں کو کیا سمجھیں گے، باتوں کو سمجھنے کے پاس بھی نہیں گزرتے، ان کی جہالت ان پر غالب آ چکی ہے۔

درس نمبر(۴۰۴) تمہیں جو اچھائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے النسآء:۷۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَّـا أَصَـابَكَ مِـنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولاً وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْداً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَّا جو أَصَابَكَ پہنچے(اے انسان!) تجھ کو مِنْ حَسَنَةٍ کوئی بھلائی فَمِنَ اللّٰهِ تو(وہ)اللہ کی طرف سے ہے وَمَا اورجو أَصَابَكَ پہنچے تجھ کو مِنْ سَيِّئَةٍ کوئی برائی (تکلیف) فَمِن نَّفْسِكَ تو(وہ) تیری اپنی طرف سے ہے وَأَرْسَلْنَاكَ اورہم نے بھیجاہے آپ کو لِلنَّاسِ لوگوں کے لئے رَسُولاً رسول بنا کر وَكَفٰى کافی ہے بِاللّٰهِ اللہ شَهِيْداً گواہ

ترجمہ: اے آدم زاد! تجھ کو جو فائدہ پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو نقصان پہنچے وہ تیری ہی شامتِ اعمال کی وجہ سے ہے اور اے نبی! ہم نے تم کو لوگوں کی ہدایت کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور اس بات کا اللہ ہی گواہ کافی ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔تمہیں جو کچھ اچھائی پہنچتی ہے تو وہ محض اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔

۲۔اور جو کوئی برائی پہنچتی ہے وہ تو تمہارے اپنے سبب سے ہوتی ہے۔

۳۔اور اے پیغمبر! ہم نے آپ کو لوگوں کے پاس رسول بنا کر بھیجا ہے۔

۴۔اللہ تعالیٰ اس بات کی گواہی دینے کیلئے کافی ہے۔

ایک مومن و مسلمان کو ان حقیقتوں کے ساتھ زندگی گزارنا چاہئے جو حقیقتیں آفاقی ہیں جن کو آسمانی کتابوں بالخصوص آخری کتاب قرآنِ مجید کے ذریعہ بیان کیا گیا ہے۔ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ اس آیت میں بیان کی گئی اس حقیقت کو ہمیشہ ذہن میں رکھے۔وہ یہ کہ جس شخص کو جس طرح کا فائدہ بھی پہنچتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے ارادہ سے پہنچتا ہے۔دنیا میں ہمیں نفع ملتا ہے، ترقی ملتی ہے، عروج نصیب ہوتا ہے، عزت اور دولت نصیب ہوتی ہے، مقبولیت مل جاتی ہے، عہدے اور مقام و منصب مل جاتا ہے، قوت و طاقت، صحت اور کامیابی مل جاتی ہے۔ان سب کے پیچھے رب ذوالجلال کے ارادہ کا دخل ہے۔اللہ ہی کے ارادے سے سب کو یہ ساری نعمتیں، بھلائیاں اور اچھائیاں ملتی ہیں۔اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی مہربانی سے یہ سب کچھ ملتا ہے۔اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا کہ مَّـا أَصَـابَكَ مِـنْ حَسَـنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ جو کچھ اچھائی تمہیں پہنچتی ہے تو وہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور دوسری حقیقت یہ ہے کہ انسان کو جو کچھ نقصان پہنچتا ہے، آدمی بے عزت اور ذلیل ہوتا ہے، آدمی ناکام و نامراد ہوتا ہے، آدمی کمزور، بیمار و ناتواں ہوجاتا ہے، آدمی نقصان، مصیبت اور تنگی کا شکار ہوجاتا ہے تو یہ بھی اگرچہ کہ اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ یہ فیصلے اسی وقت فرماتے ہیں جب اس شخص

نے اپنے اختیاری عمل سے کوئی غلطی کی ہو۔اس حقیقت کو یوں بیان کیا گیا کہ وَمَا أَصَابَکَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ جو کوئی برائی پہنچتی ہے تو تمہارے اپنے سبب سے ہوتی ہے۔اس لئے مصائب ،مشکلات ، بلائیں ،آفتیں ، بیماریاں ، نقصان ، زوال ، ذلت ورسوائی وغیرہ زندگی پر اگر چھا جائیں تو آدمی کو چوکنا ہوجانا چاہئے اور اپنے اعمالِ بد کا جائزہ لینا چاہئے اور اپنے رب کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں رسولِ رحمت ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ وَأَرْسَلْنَاکَ لِلنَّاسِ رَسُولاً ہم نے آپ کو لوگوں کے لئے رسول بنایا ہے۔آپ ﷺ صرف مسلمانوں کے لئے یا صرف عرب کیلئے یا صرف کسی مخصوص ذات یا برادری کے لئے رسول نہیں ہیں بلکہ ساری انسانیت کے لئے آپ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔اس بات کی گواہی دینے کیلئے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں ،اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے۔

درس نمبر (۴۰۵) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی النسآء:۸۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

مَّنْ يُّطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَا أَرْسَلْنَاکَ عَلَيْهِمْ حَفِيظاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَّنْ جس نے يُطِعِ اطاعت کی الرَّسُولَ رسول کی فَقَدْ تو تحقیق أَطَاعَ اللّٰهَ اس نے اطاعت کی اللہ کی وَمَن اور جس نے تَوَلّٰى روگردانی کی فَمَا تو نہیں أَرْسَلْنَاکَ بھیجا ہم نے آپ کو عَلَيْهِمْ ان پر حَفِيظاً نگہبان

ترجمہ: جو شخص رسول کی فرمانبرداری کرتا ہے تو بیشک اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور جو نافرمانی کرے تو اے پیغمبر تمہیں ہم نے ان کا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔

ا۔جس نے رسولِ رحمت ﷺ کی فرمانبرداری کی گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔

۲۔اور جس نے روگردانی کی تو یہ جان لینا چاہئے کہ پیغمبر! ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا ہے۔

اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ جب رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهُ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰه جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی'' تو آپ ﷺ کے اس ارشادِ مبارک پر بعض منافقین نے کہا کہ بس! یہ آدمی تو یہی چاہتا ہے کہ ہم اسے اپنا رب ہی بنالیں جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو رب بنالیا تھا۔جب منافقوں نے اس قسم کی گستاخانہ باتیں کہیں تو یہ آیت نازل ہوئی اور اس حقیقت سے ساری انسانیت کو باخبر کردیا گیا کہ رسولِ رحمت ﷺ کی اطاعت کا معیار کس قدر بلند ہے؟ مَّنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے حقیقت میں

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ جو بھی ارشاد فرماتے ہیں وہ بس وہی ہوتا ہے جو وحی کے ذریعہ سے آپ ﷺ کو بتلایا گیا ہوتا ہے۔قرآنِ مجید اس حقیقت کی یوں گواہی دیتا ہے: ''وَمَـا يَـنْـطِقُ عَنِ الْهَوٰى O اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰی ۔(النجم) اور نہ یہ خواہش نفس سے کچھ بولتے ہیں O مگر وہی بولتے ہیں جو ان کی طرف وحی بھیجی جاتی ہے۔'' یہ فطری حقیقت ہے کہ پیغام پہنچانے والے کے واسطہ سے جو پیغام پہنچے وہ دراصل پیغام بھیجنے والے ہی کا حکم ہوتا ہے، گویا پیغام پہنچانے والے کے حکم پر عمل کرنا دراصل پیغام بھیجنے والے کے حکم پر عمل کرنے کے برابر ہے۔اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پیغام لانے والا رب ہو جائے جیسا کہ یہ یہودی اور منافقین آپ ﷺ کے بارے میں یہ گستاخانہ جملہ کہتے ہیں کہ یہ تو یہی چاہتا ہے کہ ہم اسے رب ہی بنالیں۔نعوذ باللہ۔اس آیت میں ایک اور حقیقت بھی بتلا دی گئی کہ وَمَنْ تَوَلّٰی فَمَـآ اَرْسَلْنٰـکَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظاً کہ جو شخص رسولِ رحمت ﷺ کی لائی ہوئی شریعت سے منہ موڑلے اور روگردانی کرے اور وہ سیدھا راستہ اختیار نہ کرے جو آپ ﷺ لے کر آئے ہیں تو اسے یہ جان لینا چاہیے کہ اس سے خود اسی کا نقصان ہے جو اس سے منہ موڑ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسولِ رحمت ﷺ کو نبی، رسول، داعی، روشن چراغ، بشیر و نذیر و مبلغ بنا کر بھیجا ہے۔آپ ﷺ کا میدانِ عمل یہی ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو دینِ حق کی دعوت دیں۔حق کا پیغام لوگوں تک پہنچائیں، نیک لوگوں کو خوشخبری دیں اور برے لوگوں کو ڈرائیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو داروغہ یا نگران بنا کر نہیں بھیجا ہے۔اس حقیقت کو قرآنِ مجید کی اس آیت میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ فَذَكِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ O لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ پیغمبر! آپ لوگوں کو نصیحت کیجئے، بے شک آپ نصیحت کرنے والے ہیں، آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔

درس نمبر (۴۰۶) — **اللہ تعالیٰ پر آپ بھروسہ رکھئے** — النسآء:۸۱

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَيَـقُـوْلُـوْنَ طَـاعَةٌ فَـإِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِیْ تَقُوْلُ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَيَـقُـوْلُـوْنَ اور وہ (منافق) کہتے ہیں طَـاعَةٌ (ہمارا کام تو) فرمانبرداری ہے فَـإِذَا پھر جب بَرَزُوْا وہ نکلتے ہیں مِنْ عِنْدِكَ آپ کے پاس سے بَيَّتَ (تو) رات کو مشورہ کرتا ہے طَآئِفَةٌ ایک گروہ مِّنْهُمْ ان میں سے غَيْرَ خلاف الَّذِیْ اس (بات) کے جو تَقُوْلُ آپ کہتے ہیں وَاللّٰهُ اور اللہ يَكْتُبُ لکھتا ہے مَا جو يُبَيِّتُوْنَ وہ رات کو مشورہ کرتے ہیں فَـأَعْرِضْ چنانچہ آپ اعراض کریں عَنْهُمْ ان سے وَتَوَكَّلْ اور آپ توکل کریں عَلَى اللّٰهِ اللہ پر وَكَفٰى اور کافی ہے بِاللّٰهِ اللہ وَكِيْلاً کارساز

ترجمہ: اور یہ لوگ منہ سے تو کہتے ہیں کہ آپ کی فرمانبرداری دل سے منظور ہے لیکن جب تمہارے پاس سے چلے جاتے ہیں تو ان میں سے بعض لوگ رات کو تمہاری باتوں کے خلاف مشورے کرتے ہیں اور جو مشورے یہ کرتے ہیں اللہ ان کو

لکھ لیتا ہے۔ ان کا کچھ خیال نہ کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ ہی کافی کارساز ہے۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ یہ منافق لوگ سامنے تو اطاعت کا نام لیتے ہیں۔

۲۔ یہ منافق جب تمہارے پاس سے باہر جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کے وقت تمہاری باتوں کے خلاف مشورے کرتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ لکھ رہا ہے جو یہ رات کے وقت مشورے کرتے ہیں۔

۴۔ لہٰذا آپ ان کی پرواہ مت کیجئے۔

۵۔ اللہ پر آپ بھروسہ رکھئے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ تمہاری حمایت کیلئے بالکل کافی ہے۔

منافقوں کی بُری عادتیں قرآنِ مجید کی مختلف آیتوں میں بیان کی گئی ہیں۔ ان کی بدترین عادت یہ تھی کہ وہ کسی کے سامنے جس طرح کی باتیں کرتے تھے ان کے پیچھے ان کی باتیں دوسری طرح کی ہوتی تھیں، مثلاً مسلمانوں کے سامنے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے اور جب کافروں کے پاس جاتے تو اپنے آپ کو ایسا ظاہر کرتے تھے کہ گویا وہ ان کے قریبی دوست ہیں۔ ان کا یہ نفاق مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتا تھا۔ اس آیت میں ان منافقوں کی ایک بدعملی ظاہر کی گئی ہے کہ جب یہ منافقین رسولِ رحمت ﷺ کے سامنے ہوتے تھے تو کہتے تھے کہ ’طَـــاعَةٌ ‘‘یعنی ہمارا معاملہ آپ کے ساتھ اور ہمارا طرۂ امتیاز آپ کے ساتھ یہ ہے کہ ہم آپ کے مطیع وفرمانبردار ہیں۔ اپنے آپ کو ایسا ظاہر کرتے تھے کہ بس اطاعت کا پیکر وسرچشمہ ہیں۔ مگر آپ ﷺ کی مجلس سے جب باہر نکل جاتے تو ان کی پڑی ہی بدل جاتی تھی۔ فَإِذَا بَرَزُواْ مِنْ عِندِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِىْ تَقُولُ یہ منافق جب آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو ان منافقوں میں کا ایک گروہ رات کے وقت تمہاری باتوں کے خلاف مشورے کرتا ہے یعنی سامنے اطاعت کا لبادہ اوڑھتے تھے اور پیچھے مخالفت پر کمربستہ رہتے تھے اور آپ ﷺ کی مخالفت اور خلاف ورزی میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کے بارے میں یہ بات بتلادی کہ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ لکھ رہے ہیں جو وہ آپ ﷺ کے خلاف رات کے وقت مشورے کررہے ہیں۔ منافقوں کے سلسلہ میں ان حقائق کو بتلانے کے بعد اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ پیغمبر! فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ آپ ان بدبخت منافقوں سے اعراض کیجئے یعنی ان کی پرواہ کئے بغیر ان سے بدلہ لینے کی فکر بھی مت کیجئے اور دوسرا حکم آپ ﷺ کو دیا جارہا ہے کہ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ان منافقوں کی ان گستاخیوں اور شرارتوں کی طرف سے آپ اپنی توجہ ہٹایئے اور ربِ ذوالجلال پر بھروسہ کیجئے اور یہ بات یادرکھئے وَكَفَى بِاللّٰهِ وَكِيْلاً آپ کے کاموں کو بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ یہ منافقین اگر آپ کے کاموں کو بگاڑنے کی کوشش میں ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے کاموں کو بنانے میں لگے ہیں۔ آپ کے پیچھے ربانی طاقت وقوت شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ان منافقوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

درس نمبر (۴۰۷)

کیا یہ لوگ قرآنِ مجید میں غور وفکر نہیں کرتے؟

النسآء:۸۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

أَفَلاَ يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُواْ فِيْهِ اخْتِلاَفاً كَثِيْراً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: أَ کیا فَلاَ پھر نہیں یَتَدَبَّرُونَ وہ تدبر (غوروفکر) کرتے الْقُرْآنَ قرآن وَلَوْ اوراگر كَانَ ہوتا یہ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ غیراللہ کی طرف سے لَوَجَدُواْ تو وہ پاتے فِيْهِ اس میں اخْتِلاَفاً اختلاف كَثِيْراً بہت زیادہ

ترجمہ: بھلا یہ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو اس میں وہ بہت سا اختلاف پاتے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ کیا یہ لوگ قرآنِ مجید میں غور وفکر سے کام نہیں لیتے؟

۲۔ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بکثرت اختلافات پاتے۔

اگر یہ منافقین قرآنِ مجید میں غور وفکر کرتے تو یقیناً انہیں یہ بات معلوم ہوجاتی کہ واقعی یہ قرآنِ مجید اللہ ہی کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور یہ بھی انہیں معلوم ہوجاتا کہ حقیقت میں محمد عربی ﷺ اللہ کے رسول ہیں، جن کے رسول ہونے کی گواہی قرآنِ مجید نے دی ہے۔ قرآن مجید کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ قرآنِ مجید کی خبروں میں تضاد نہیں ہے۔ اگر قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی جانب سے ہوتا تو وہ لوگ اس میں کثرت سے اختلاف پاتے، اس کی بعض باتیں صحیح اور بعض باتیں غلط ہوتیں، جبکہ قرآنِ مجید کا بغور مطالعہ کرنے والا جانتا ہے کہ اس میں کوئی نقص اور جھول نہیں ہے، قرآن مجید قیامت تک کیلئے ایک چیلنج ہے، اگر یہ کسی انسان کی ایجاد ہوتی تو پھر قرآن مجید جیسی اور کوئی کتاب بھی عرب کے بڑے بڑے ادیب اور شعراء تیار کردیتے، قرآن مجید نے ڈنکے کی چوٹ یہ چیلنج کیا کہ اسکی جیسی کتاب تم سب مل کر لے آؤ اگر پوری کتاب نہیں تو دس سورتیں لے آؤ اور اگر دس سورتیں تم اپنی فصاحت وبلاغت کو استعمال کرنے کے باوجود نہیں لاسکتے تو چلو قرآن مجید جیسی ایک سورت تو لے آؤ چاہے وہ چھوٹی ہی سورت کیوں نہ ہو اگر ایک سورت نہیں لاسکتے تو قرآن مجید جیسی ایک بات تو لے آؤ قرآن مجید نے فیصلہ کردیا کہ لَا يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ یہ سارے لوگ مل کر بھی ایسا ہرگز نہیں کرسکتے اس آیت میں بات تدبر قرآن کی کہی گئی ہے تدبر غور وفکر کو کہتے ہیں، قرآن مجید صرف کتابِ تلاوت نہیں ہے بلکہ یہ کتاب تلاوت بھی ہے اور کتاب ہدایت بھی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی تمام آیتوں کے معانی ومطالب پر غور وفکر کیا جائے، جن لوگوں کو اللہ نے علم وفہم عطا کیا ہے انہیں چاہئے کہ وہ قرآن مجید میں تدبّر کریں، ہر شخص اپنی فہم اور استعداد کے مطابق تدبر کرسکتا ہے اور جن آیات کے سمجھنے میں دشواری ہو وہ اس میدان کے ماہر اور لائق افراد سے رجوع کرے اور قرآن مجید کو سمجھنے کی کوشش اور فکر کرے، قرآن مجید کو سمجھنے کے سلسلہ میں ایک بنیادی حقیقت ذہن میں رہے کہ ایک تو یہ کہ قرآن مجید کو قرآن مجید سے سمجھنا یعنی کسی ایک آیت کی توضیح

اورتشریح دوسری آیتوں میں مل جاتی ہے اور اگر کسی آیت کی تشریح قرآن مجید کی کسی دوسری آیت میں نہ ملے تو پھر اس آیت کی تشریح مستند احادیث شریفہ میں تلاش کرے، حدیث کی مستند کتابوں میں بھی مقدس آیتوں کی تشریح آپ کو ملے گی، ظاہر ہے کہ قرآن مجید کو وہی سب سے سہی طریقہ پر سمجھانے کے اہل ہے جن پر یعنی رسولِ رحمت ﷺ پر قرآنِ مجید نازل ہوا۔ اگر کسی آیت کی تفسیر حدیث میں بھی نہ ملے تو دیکھا جائے کہ اس آیت کی تشریح کے سلسلہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا کہا ہے؟ اس آیت کے بارے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت ابن عباسؓ کو تفسیر قرآن میں اونچا مقام حاصل ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رسولِ رحمت ﷺ کے بعد قرآن مجید کو سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے، چونکہ ان کی آنکھوں کے سامنے آیاتِ قرآنی کا نزول ہوا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آیات کی تشریح و تفسیر میں احتیاط بھی برتتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے سورۂ عبس کی آیت وَفَاكِهَةً وَّ اَبًّا کا مطلب پوچھا گیا تو فرمایا مجھے کونسا آسمان سایہ دے گا اور کونسی زمین مجھے اٹھائے گی اگر میں اللہ کی کتاب کے بارے میں وہ بات کہہ دوں جس کا مجھے علم نہیں، قرآن مجید کی تفسیر میں تدبر کرنا چاہئے اور اپنی رائے سے تفسیر کرنے سے گریز کرنا چاہئے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص نے قرآن مجید کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ کہا وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنالے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے قرآن کے بارے میں اپنی رائے سے کچھ کہا اور ٹھیک کہا تب بھی اس نے غلط کام کیا۔

درس نمبر (۴۰۸) — النسآء:۸۳

بلا تحقیق بات کو پھیلانا منافقوں کی عادت

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذَا جَاءَ هُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُواْ بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُوْلِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلاَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لاَتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلاَّ قَلِيْلاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذَا اور جب جَاءَ هُمْ آتی ہے ان کے پاس أَمْرٌ کوئی بات مِّنَ الْأَمْنِ امن کی أَوِ یا الْخَوْفِ خوف (کی) أَذَاعُواْ (تو) وہ مشہور کردیتے ہیں بِهِ اسے وَلَوْ اور اگر رَدُّوهُ وہ اسے لوٹاتے إِلَى الرَّسُولِ رسول کی طرف وَإِلَى أُوْلِي الْأَمْرِ اور اصحابِ امر کی طرف مِنْهُمْ اپنے میں سے لَعَلِمَهُ تو جان لیتے اس (کی حقیقت) کو الَّذِيْنَ وہ لوگ جو يَسْتَنْبِطُونَهُ تحقیق کرتے ہیں اس کی مِنْهُمْ ان میں سے وَلَوْ اور اگر لاَ نہ (ہوتا) فَضْلُ اللّٰهِ اللہ کا فضل عَلَيْكُمْ تم پر وَرَحْمَتُهُ اور اس کی رحمت لاَتَّبَعْتُمُ ضرور تم پیچھے لگ جاتے الشَّيْطَانَ شیطان کے إِلاَّ مگر قَلِيْلاً تھوڑے ہی

ترجمہ: اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے مشہور کردیتے ہیں۔ حالانکہ اس کو اگر پیغمبر اور اپنے ذمہ داروں کے پاس پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو

چندآدمیوں کے سواتم سب شیطان کے پیرو ہوجاتے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں

ا۔ جب منافقوں کو کوئی بھی خبر پہنچتی ہے چاہے وہ امن کی ہو یا خوف پیدا کرنے والی تو یہ لوگ اسے تحقیق کے بغیر پھیلانا شروع کردیتے ہیں۔

۲۔ اگر یہ منافقین اسی خبر کو بجائے ادھر ادھر پھیلانے کے سیدھے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچادیتے یا اس معاملہ میں جو صاحبِ اختیار ہیں ان کے پاس پہنچادیتے تو جو لوگ اس خبر کی کھوج نکالنے والے ہیں وہ اس خبر کی حقیقت معلوم کرلیتے۔

۳۔ اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تھوڑے لوگوں کے سوا باقی سارے کے سارے شیطان کے پیچھے لگ جائے۔

اس آیت کی تشریح وتفسیر میں مفسرین کے دو اقوال ہیں حضرت ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت منافقون کے بارے میں نازل ہوئی۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے شانِ نزول میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کرنی چاہیئے وہ یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دیدی ہے تو وہ اپنے گھر سے مسجد کی طرف آئے جب مسجد کے دروازے پر پہنچے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سنا کہ مسجد کے اندر لوگوں میں بھی یہی ذکر ہورہا ہے یہ دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رسول رحمت ﷺ کے پاس پہنچے اور پوچھا کہ کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس تحقیق کے بعد میں مسجد کی طرف واپس آیا اور دروازہ پر کھڑے ہوکر یہ اعلان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی ہے آپ لوگ جو کہہ رہے ہو یہ خبر بالکل غلط ہے، اس واقعہ کے پس منظر میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت کے ذریعہ مسلمانوں کو اس بات کا اشارہ دیا گیا کہ ہر سنی سنائی بات کو بغیر کسی تحقیق کے بیان نہیں کرنا چاہیئے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بغیر تحقیق کے بیان کردے اگر کوئی بات ہمارے سامنے آئے تو عافیت اسی میں ہے کہ اس کو صاحبِ اختیار اور ذمہ دار قسم کے افراد تک پہنچادی جائے وہ اس بات کی تحقیق کریں گے اور اس معاملہ میں مناسب فیصلہ کریں گے، رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ حکم دیا گیا کہ وہ ایسی باتوں کو اللہ کے رسول اور صاحبِ اختیار افراد تک پہنچادیں تاکہ وہ اس معاملہ کی تحقیق کریں،

اس آیت کی تفسیر میں علامہ بغویؒ لکھتے ہیں کہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم مختلف علاقوں میں فوج بھیجا کرتے تھے جب وہ دستے وہاں سے واپس ہوتے تو منافق جلدی سے آگے بڑھ کران سے پوچھتے تھے کہ جس مہم کے لئے گئے ہوئے تھے اس کا نتیجہ کیا نکلا، آپ لوگ غالب آگئے یا شکست کھا گئے؟ وہ لوگ سادگی میں حقیقت بتلادیتے

تھے یہ منافقین اس بات کو رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے سے پہلے ہی لوگوں میں پھیلا دیتے تھے ظاہر بات ہے کہ اگر وہ خبر شکست کی ہوتی تو اس سے مسلمانوں کے دلوں میں کمزوری پیدا ہوتی تھی اس قسم کی باتوں کو قبل از وقت پھیلا دینے یا بغیر تحقیق کسی بھی بات کو افواہ کے طور پر لوگوں میں عام کر دینے سے متعلق اس آیت میں آگاہ کر دیا گیا وَإِذَا جَاءَ هُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُواْ بِهِ جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آجاتی ہے تو وہ اسے اور لوگوں کی طرف پہنچا دیتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل اور رحمت نہ ہوتی یعنی اگر اللہ تعالیٰ تمہاری ہدایت کے لئے قرآن مجید نازل نہ کرتا اور تمہاری رہنمائی کے لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث نہ کرتا تو سوائے چند لوگوں کے تم سب شیطان کی پیروی کرنے والے ہو جاتے۔

درس نمبر (۴۰۹) مومنوں کو قتال کی ترغیب دیجئے النسآء:۸۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّهِ لاَ تُكَلَّفُ إِلاَّ نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللّهُ أَن يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُواْ وَاللّهُ أَشَدُّ بَأْساً وَأَشَدُّ تَنكِيلاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَقَاتِلْ چنانچہ آپ لڑیں فِي سَبِيلِ اللّهِ اللہ کے راستے میں لاَ نہیں تُكَلَّفُ آپ ذمہ دار بنائے گئے إِلاَّ مگر نَفْسَكَ اپنی ہی ذات کے وَحَرِّضِ اور آپ رغبت دلائیں الْمُؤْمِنِينَ مومنوں کو عَسَى امید ہے اللّهُ اللہ أَن یہ کہ يَكُفَّ روک دے بَأْسَ لڑائی الَّذِينَ ان لوگوں کی جنہوں نے كَفَرُواْ کفر کیا وَاللّهُ اور اللہ أَشَدُّ بہت سخت ہے بَأْساً لڑائی میں وَأَشَدُّ اور بہت سخت ہے تَنكِيلاً سزا دینے میں

ترجمہ: اے پیغمبر! تم اللہ کی راہ میں لڑو۔ تم اپنے سوا کسی کے ذمہ دار نہیں ہو اور مومنوں کو بھی ترغیب دو۔ قریب ہے کہ اللہ کافروں کی لڑائی کو بند کر دے اور اللہ شدید ترین جنگ کرنے والا ہے اور سزا دینے کے لحاظ سے بھی بہت سخت ہے۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں،

(۱) پیغمبر! آپ اللہ کے راستہ میں قتال فرمائے،

(۲) آپ پر اپنے سوا کسی اور کی ذمہ داری نہیں ہے،

(۳) مومنوں کو بھی اس قتال کی ترغیب دیتے رہیے،

(۴) امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی جنگ کا زور توڑ دے

(۵) اور اللہ کا زور سب سے زیادہ زبردست ہے،

(۶) اور اللہ کی سزا بھی بڑی سخت ہے،

جنگِ احد کے بعد رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے مشرکین کے سپہ سالار ابوسفیان سے وعدہ کر لیا تھا

کہ ذی قعدہ میں بدر کے موقع پر جنگ ہوگی۔ چونکہ جنگِ بدر شوال کے مہینہ میں ہوئی تھی اور ذی قعدہ میں دوبارہ جنگ کا وعدہ تھا تو وعدہ کے مطابق جنگ کی تیاری کرنے کا آپ ﷺ نے ارادہ کیا۔ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض لوگ جنگِ احد میں زخمی بھی ہوئے تھے اس لئے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دوبارہ جنگ کیلئے نکلنے میں ناگواری ہوئی۔ اس صورتِ حال میں یہ آیت نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ پیغمبر! کوئی تیار ہو نہ ہو آپ اپنا کام کیجئے اور آپ خود ہی جنگ کیلئے نکل جایئے اور آپ قتال فرمایئے۔ آپ اس بات کو ذہن میں رکھئے کہ آپ پر آپ کے سوا دوسرے کسی کی ذمہ داری نہیں ہے۔ کوئی ساتھ دے جب بھی آپ کو قتال کرنا ہے اور کوئی ساتھ نہ دے جب بھی آپ کو قتال کرنا ہے۔ آپ تو صرف اپنی جان کے مکلّف ہیں۔ آپ خود ہی اکیلے نکل جایئے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ آپ کی مدد کرے گا۔ ہاں! البتہ آپ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب تو دیتے رہیئے اور جنگ و جہاد کا جو ثواب ہے اس فضیلت سے آگاہ کرتے رہیئے۔ آپکی اس ترغیب پر جو بات مان لے گا اور جنگ میں شریک ہوگا اس کا ثواب اسے ملے گا۔ چنانچہ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسلمانوں کو ترغیب دیتے رہے۔ بالآخر آپ ﷺ ستر سواروں کو لے کر نکل کھڑے ہوئے۔ اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ اس وقت جنگ کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس امید کا بھی اظہار کیا تھا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ کافروں کے زور کو روک دے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حقیقت سے بھی آگاہ کر دیا گیا تھا کہ اصل زور تو اللہ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت زیادہ قوت و طاقت اور زور کے مالک ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کی آپ ﷺ کے ساتھ مدد و نصرت ہے تو پھر آپ ﷺ کے سوا کون غالب آسکتا ہے؟ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جو آپ ﷺ کے مقابلہ میں آئے گا وہ دنیا اور آخرت میں سخت سزا اور عذاب میں گرفتار ہوگا۔

درس نمبر (۴۱۰) | النسآء:۸۵

اچھی اور بُری سفارش

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ . بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَّنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهُ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهُ كِفْلٌ مِّنْهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ مُّقِيْتاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَّن جوکوئی يَشْفَعْ سفارش کرے شَفَاعَةً حَسَنَةً اچھی سفارش يَكُن ہوگا لَّهُ اس کے لئے نَصِيْبٌ حصہ مِّنْهَا اس میں سے وَمَن اور جوکوئی يَشْفَعْ سفارش کرے شَفَاعَةً سَيِّئَةً بری سفارش يَكُن ہوگا لَّهُ اس کے لئے كِفْلٌ حصہ مِّنْهَا اس میں سے وَكَانَ اور ہے اللّٰهُ اللہ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ ہر چیز پر مُّقِيْتاً نگہبان

ترجمہ: جو شخص نیک بات کی سفارش کرے تو اس کو اس کے ثواب میں سے حصہ ملے گا اور جو بری بات کی سفارش کرے اس کو اس کے عذاب میں سے حصہ ملے گا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں

(۱) جو شخص کوئی اچھی سفارش کرتا ہے اس کو اس میں سے حصہ ملتا ہے
(۲) جو کوئی بری سفارش کرتا ہے اس برائی میں سے اسے حصہ ملتا ہے
(۳) اللہ ہر چیز پر نظر رکھنے والا ہے

دنیا میں بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی بات کو صاحبِ اقتدار یا ذمہ دار احباب تک پہنچا نہیں سکتے۔ زبان و بیان کی وہ صلاحیت ان میں نہیں ہوتی کہ وہ اپنے دل کی بات رکھیں اور اپنا مدعا پیش کر سکیں یا بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو ایسے ذمہ داران تک پہنچ نہیں پاتے۔ ایسی صورت میں ان تک ایسے افراد کی بات کو پہنچانے کیلئے سفارش کی ضرورت ہوتی ہے سفارش کے سلسلہ میں رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ حکم دیا کہ اِشْــفَــعُـوْا فَـلْتَـوْجَـرُوْا وَيَـقْـضِي اللّٰهُ عَلىٰ لِسَانِ رَسُوْلِهٖ مَاشَاءَ (بخاری) تم سفارش کر دیا کرو تم کو اجر دیا جائے گا اور اللہ اپنے رسول کی زبانی جو چاہے فیصلہ فرمائے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری سفارش سے وہ کام ہو جائے گا رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس شخص کی حاجت مجھ تک پہنچا دیا کرو جو خود اپنی حاجت نہیں پہنچا سکتا کیونکہ جو شخص کسی صاحبِ اقتدار کے پاس کسی ایسے شخص کی حاجت پہنچا دے جو خود اپنی حاجت نہیں پہنچا سکتا تو اللہ تعالی قیامت کے دن اس کو ثابت قدم رکھے گا۔

اس آیت میں سفارش و شفاعت کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں (۱) شفاعت حسنہ اچھی سفارش (۲) شفاعت سیئہ بری سفارش، اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہر سفارش کا اچھا ہونا بھی ضروری نہیں اور ہر سفارش کا برا ہونا بھی ضروری نہیں ہے، اس آیت میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی کہ مَّنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَّهُ نَصِيْبٌ مِّنْهَا جو کوئی اچھی سفارش کرتا ہے اس کو اس میں سے حصہ ملتا ہے اور وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَّهُ كِفْلٌ مِّنْهَا اور جو کوئی بری سفارش کرتا ہے اس برائی سے اسے حصہ ملتا ہے، یہاں قابل غور نکتہ یہ ہے کہ اچھی سفارش کے صلہ کیلئے اللہ تعالیٰ نے نَـصِيْـبٌ کا لفظ استعمال فرمایا اور بری سفارش کے بدلہ کیلئے اللہ تعالی نے كِـفْـلٌ کا لفظ استعمال فرمایا لغت میں نَـصِيْبٌ اور كِـفْلٌ دونوں کے معنی اگرچہ کہ ایک ہی ہیں یعنی حصہ مگر عام اصطلاح میں نَـصِيْبٌ کا لفظ اچھے حصہ کے لئے اور كِـفْلٌ کا لفظ برے حصہ کے لئے استعمال ہوتا ہے ہاں! کہیں کہیں اچھے حصہ کے لئے بھی لفظِ کفل استعمال کیا گیا جیسا کہ فرمایا گیا کہ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ۔ (الحدید:۲۸) اللہ تمہیں رحمت کا دوہرا حصہ دے گا۔

جائز سفارش کے لئے شرط یہ ہے کہ جس کی سفارش کی جائے اس کا مطالبہ حق اور جائز ہو۔ کسی کے حق کے خلاف ناجائز سفارش کرنا یا دوسروں کو اس سفارش کے قبول کرنے پر مجبور کرنا شفاعتِ حسنہ میں شامل نہیں ہوگا بلکہ ایسی سفارش بری سفارش ہوگی جس کو قرآن مجید نے شفاعتِ سیئہ قرار دیا ہے۔ یہ بھی ذہن میں رہے کہ سفارش ایک گزارش کے درجہ میں ہوتی ہے اپنے تعلق اور وجاہت کی وجہ سے سفارش کرنے میں زور زبردستی اور دباؤ کا جو طریقہ استعمال کیا جاتا ہے وہ ظلم ہے اور یہ صورت بھی شفاعتِ سیئہ میں داخل ہے

بہر حال جو شخص کسی کے جائز حق اور جائز کام کے لئے جائز طریقہ پر سفارش کرے گا تو اس ثواب کا حصہ اسے ملے گا اور اسی طرح جو کسی ناجائز کام کیلئے یا ناجائز طریقہ پر سفارش کرے گا اس کو عذاب کا حصہ ملے گا، یہاں حصہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص سے سفارش کی گئی ہے وہ جب اس مظلوم یا محروم کا کام کردے گا تو جس طرح اس کام کرنے والے افسر کو ثواب ملے گا اس طرح سفارش کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا

اللہ تعالیٰ کے لئے یہ مشکل کام نہیں کہ وہ ہر ایک کو جزا یا سزا دے وہ تو قادر مطلق اور مختار کل ہے۔

درس نمبر (۴۱۱) سلام کا جواب دینے کا طریقہ النسآء:۸۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذَا حُيِّيْتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّواْ بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْباً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذَا اور جب حُيِّيْتُم تم دعا دیئے جاؤ بِتَحِيَّةٍ کوئی دعا فَحَيُّواْ تو تم دعا دو بِأَحْسَنَ زیادہ بہتر کے ساتھ مِنْهَا اس سے أَوْ یا رُدُّوهَا اسی (دعا) ہی کو لوٹا دو إِنَّ تحقیق اللّٰهَ اللہ كَانَ ہے عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کا حَسِيْباً خوب حساب لینے والا

ترجمہ: اور جب تم کو کوئی دعاء دے تو جواب میں تم اس سے بہتر کلمے سے اسے دعاء دو یا انہی لفظوں سے دعاء دو۔ بیشک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ جب تمہیں کوئی شخص سلام کرے تو تم اسے اس سے بھی بہتر طریقہ پر سلام کیا کرو۔

۲۔ یا کم از کم انہی الفاظ میں اس کا جواب دے دو جن الفاظ میں تمہیں سلام کیا گیا۔

۳۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب رکھنے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سلام کا جواب دینے کا طریقہ بیان کیا ہے اور سلام کے جواب میں دو اختیاری صورتیں پیش کی ہیں۔ سلام کے جواب کی بہتر صورت یہ بتلائی گئی کہ جن الفاظ کے ذریعہ سلام کیا گیا ہے، جواب اس سے بہتر انداز میں دو، مثلاً اگر کوئی یہ کہے کہ السلام علیکم تو تم اس سے بہتر طور پر یوں جواب دو کہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ اور اگر کوئی یوں کہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تو تم اس سے بہتر طور پر یوں جواب دو کہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

سلام کے جواب کی دوسری اختیاری صورت یہ ہے کہ جن الفاظ میں سلام کیا گیا تم بھی اسی طرح اس کا جواب دے دو، مثلاً کوئی یوں کہے کہ السلام علیکم تو تم بھی وعلیکم السلام کہہ دو، یا اگر کوئی یوں کہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تو تم بھی اس طرح جواب دے دو کہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔

یہ دو بنیادی باتیں بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْباً بیشک اللہ

تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو چاہئے کہ وہ یہ بات ذہن میں رکھے کہ حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کی جائے سلام کا جواب بھی مسلمان کا ایک حق ہے،اس حق کی ادائیگی میں اگر تم کوتاہی کرو گے تو یہ بات یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ اس غفلت اور کوتاہی کا بھی تم سے حساب لے گا۔

سلام کرنے کے سلسلہ میں قرآن مجید میں دوسری جگہوں پر بھی کچھ ہدایات دی گئی ہیں۔سورۂ نور کی آیت نمبر ۶۱ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ **فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتاً فَسَلِّمُوا عَلَى أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً** پھر جب تم گھروں میں داخل ہوتو اپنے لوگوں کو سلام کرلیا کرو دعاء کے طور پر جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے اور یہ برکت والی عمدہ چیز ہے۔اس سے یہ اصول معلوم ہوا کہ جب گھروں میں داخل ہوں تو اپنے لوگوں کو سلام کرنا چاہئے۔ترمذی کی روایت ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور انکے اندر روح پھونکی تو ان کو چھینک آئی،انہوں نے الحمدللہ کہا،ان کے رب نے **يَرْحَمُكَ اللّٰهُ** فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ اے آدم!تم ان فرشتوں کی طرف جاؤ جو وہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کو السلام علیکم کہو۔ حضرت آدم علیہ السلام نے وہاں پہنچ کر السلام علیکم کہا تو فرشتوں نے اس کے جواب میں علیک السلام ورحمۃ اللہ کہا پھر وہ واپس آئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بلاشبہ یہ تحیہ ہے تمہارا اور آپس میں تمہارے بیٹوں کا۔

ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنا چاہئے کہ سلام محبت کا ذریعہ ہے۔اللہ تعالیٰ کو ہمارا ایک دوسرے کو سلام کرنا بہت زیادہ مرغوب اور محبوب ہے۔رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوں گے جب تک کہ تم مومن نہ ہوجاؤ گے اور تم اس وقت تک مومن نہ ہوگے جب تک کہ آپس میں محبت نہ کرو گے،کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتادوں کہ اس پر عمل کرو گے تو آپس میں محبت پیدا ہوگی؟ پھر فرمایا کہ آپس میں خوب سلام کو پھیلاؤ۔(مسلم)

سارے ہی مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ہر ایک مسلمان کو سلام کریں۔سلام، برادری،مکتبِ فکر،نسل،خاندان،رنگ اور مسلک کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ جو بھی مسلمان ہے اس کا حق یہ ہے کہ اس کو سلام کیا جائے اور ہر سلام کا جواب دیا جائے۔

درس نمبر (۴۱۲) — النسآء:۸۷

اللہ سے زیادہ بات کا سچا کون ہے؟

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَللّٰهُ لا إِلٰـهَ إِلاَّ هُوَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لاَ رَيْبَ فِيهِ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَللّٰهُ اللہ لاَ نہیں إِلٰـهَ کوئی معبود (برحق) إِلاَّ مگر هُوَ وہی لَيَجْمَعَنَّكُمْ وہ ضرور جمع کرے گا تمہیں إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن لاَ نہیں ہے رَيْبَ کچھ شک فِيهِ اس میں وَمَنْ اور کون أَصْدَقُ زیادہ سچا ہے مِنَ اللّٰهِ اللہ سے حَدِيْثاً بات میں

ترجمہ: اللہ وہ معبود برحق ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔وہ قیامت کے دن تم سب کو ضرور جمع کرے گا اور اللہ سے بڑھ کر بات کا سچا کون ہوگا؟

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۲۔اللہ تعالیٰ ضرور تمہیں قیامت کے دن اکٹھا کرے گا۔

۳۔قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔

۴۔اور کون ہے جو اللہ سے زیادہ بات کا سچا ہو؟

اسلام کے بنیادی عقائد اس آیت میں بیان کئے گئے ہیں، جس پر ہم سب کا یقین ہے۔پہلی بات یہ بتائی گئی کہ اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق ہیں۔اللہ کے سوا مخلوق میں کوئی اس قابل ہی نہیں کہ اس کی عبادت کی جائے، جس ربِ ذوالجلال نے زمین وآسمان کا وجود بخشا، جو دن کو رات میں اور رات کو دن میں تبدیل کرتا ہے، جس کے قبضہ میں سورج، چاند، ستارے، سیارے، جمادات، نباتات، حیوانات اور حشراتُ الارض ہیں، جو اپنی ساری مخلوقات کو روزی پہنچاتا ہے، جس نے سب کو زندہ کیا اور زندہ رکھا، جو زندگی اور موت کا خالق و مالک ہے، وہی اول ہے جس کی ابتداء نہیں، وہی آخر ہے جس کی انتہاء نہیں۔ جب سب کچھ وہی ہے اور اسی کے ہاتھ میں سارے خزانے ہیں اور اس کا اختیار زمین وآسمان کے ذرہ ذرہ پر چلتا ہے تو پھر وہی اس قابل ہے کہ اسی کی عبادت کی جائے۔اس آیت کے آغاز میں یہی بنیادی حقیقت بتلائی گئی ہے کہ اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ اللہ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

دوسری بنیادی حقیقت یہ بتلائی گئی کہ قیامت کے دن تم سب کو ربِ ذوالجلال جمع کرے گا۔حضرت آدم علیہ السلام اور انکی وہ ساری نسل جو آج تک پیدا ہوئی اور ہورہی ہے اور قیامت تک پیدا ہوگی، ان سارے انسانوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک ہی میدان میں جمع کریں گے، کوئی ایک انسان بھی چھوٹ کر بھاگ نہ سکے گا، ساری انسانیت اس دن جمع ہوگی۔تیسری حقیقت یہ بیان کی گئی کہ قیامت کا دن لَا رَيْبَ دن ہے، جس دن کے واقع ہونے کے بارے میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے، جو اس دن کے واقع ہونے پر یقین رکھے گا وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب اور مومن بندہ شمار ہوگا اور جو اس دن کا انکار کرے گا اس کی اللہ کی نظروں میں کوئی قیمت نہیں ہوگی اور اس کا شمار کافروں میں ہوگا۔چوتھی حقیقت یہ بتلائی گئی کہ یہ باتیں سچائی پر مبنی ہیں، ان باتوں کو جھوٹی باتیں تصور مت کرو، اس لئے کہ زمین وآسمان کے خالق اور مالک کی بات جھوٹی نہیں ہوسکتی۔تم یہ تو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی بات سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہوسکتی ہے؟ سب سے زیادہ سچی بات تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

درس نمبر (۴۱۳) جس کو اللہ نے گمراہ کیا اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا النسآء:۸۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ أَرْكَسَهُم بِمَا كَسَبُوا أَتُرِيْدُونَ أَنْ تَهْدُوا مَنْ أَضَلَّ اللّٰهُ وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيْلاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَمَا پھر کیا ہے لَكُمْ تمہیں (کہ) فِي الْمُنَافِقِيْنَ منافقوں (کے بارے) میں فِئَتَيْنِ دوگروہ (ہوگئے) وَاللّٰهُ اوراللہ نے أَرْكَسَهُم الٹ دیاانہیں بِمَا بہ سبب ان (اعمال) کے جو كَسَبُوْا انہوں نے کمائے أَ کیا تُرِيْدُوْنَ تم چاہتے ہو أَن یہ کہ تَهْدُوْا تم ہدایت دو مَنْ ان کوجنہیں أَضَلَّ گمراہ کیا اللّٰهُ اللہ نے وَمَن اور جسے يُضْلِلِ گمراہ کرے اللّٰهُ اللہ فَلَن توہرگزنہیں تَجِدَ پائیں گےآپ لَهُ اس کے لئے سَبِيْلاً کوئی راہ

ترجمہ: اب کیا سبب ہے کہ مسلمانو! تم منافقوں کے بارے میں دوگروہ بن گئے ہو؟ حالانکہ اللہ نے ان کوان کے کرتوتوں کے سبب اوندھا کردیا ہے۔ کیاتم چاہتے ہوکہ جس شخص کواللہ نے گمراہ رہنے دیا ہےاس کوراستے پرلے آؤاور جس شخص کواللہ گمراہ رہنے دےتم اس کے لئے کبھی بھی راستہ نہیں پاؤ گے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

ا۔تمہیں کیا ہوگیا کہ منافقوں کے بارے میں تم دوگروہ بن گئے؟

۲۔حالانکہ ان منافقوں نے جیسے کام کئے ہیں ان کی بناء پراللہ نے ان کواوندھا کردیا ہے۔

۳۔ کیاتم یہ چاہتے ہوکہ ایسے شخص کوہدایت پرلاؤ جسےاس کی خواہش کے مطابق اللہ تعالیٰ نے گمراہی میں مبتلا کردیا ہے؟

۴۔جس کواللہ تعالیٰ گمراہی میں مبتلا کردےاس کے لئےتم ہرگزکبھی بھلائی کاراستہ نہیں پاسکتے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے دوباتیں تحریر کی ہیں۔ایک تو یہ کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آئے اورانہوں نے اس بات کااظہار کیا کہ وہ مہاجر ہیں،ہجرت کرکے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آئے ہیں۔مگربعد میں وہ لوگ مرتد ہوگئے اور یہ بہانہ بنا کرکہ ہم مکہ مکرمہ جاکراپناتجارتی سامان لےآئیں گے،رسولِ رحمت ﷺ سے اجازت مانگی۔ان لوگوں کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپس میں اختلاف ہوگیا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کہنےلگی کہ یہ لوگ منافق ہیں اوردوسری جماعت کہنےلگی کہ یہ مومن ہیں۔اس اختلاف کے درمیان یہ آیت نازل ہوئی اورصاف طورپرکہہ دیا گیا کہ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ تمہیں کیا ہوگیا کہ ان منافقین کے بارے میں دوگروہ ہوگئے کہ ایک گروہ انہیں اب بھی مسلمان کہتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کوعلانیہ طورپرکفرکی طرف الٹا پھیر دیا ہے۔ان کے بُرے عمل کی وجہ سے کہ انہوں نے دارالاسلام مدینہ منورہ کوچھوڑ دیااورمکہ کی طرف رخ کیااورمشرکین سے جاملے۔کیاتم لوگ یہ ارادہ رکھتے ہوکہ ایسےلوگوں کوہدایت دوجن کواللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے گمراہی کواختیارکرنے کی وجہ سے گمراہی میں ڈال رکھا ہے۔ مطلب یہ کہ جوغیرمومن اورگمراہ ہیں تم انہیں ہدایت یافتہ مومن مت کہواور یہ بات یادرکھوکہ جس کواللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دےاسکےمومن ہونے کی کوئی سبیل تم نہیں پاؤ گے۔بہرحال انہیں مومن نہیں کہنا چاہئے۔

مفسرین نے اس سلسلہ میں دوسری بات یہ نقل فرمائی ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جومکہ معظّمہ ہی میں رہ گئے تھے،دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح انہوں نے ہجرت نہیں کی،ان لوگوں نے اپنے ایمان کااعلان تو کیا تھامگراپنے دین کیلئے ہجرت جوضروری تھی اس سے گریز کیا تھا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کوان کے بارے میں اختلاف ہوگیا۔بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

ان سے تعلق اور محبت قائم رکھی اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے بیزاری کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم ان سے بیزار ہیں جنہوں نے رسولِ رحمت ﷺ کے ساتھ ہجرت نہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں صاف طور پر بتلا دیا کہ یہ منافق ہیں، جب تک وہ ہجرت کر کے نہ آئیں ان سے دوستی کا تعلق نہ رکھیں۔

آیت کے آخر میں یہ بات بھی بتلائی گئی کہ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیں تم ایسے لوگوں کی ہدایت کی کوئی راہ نہ پاؤ گے۔

درس نمبر (۴۱۴) | ## منافقوں کو اپنا دوست نہ بناؤ | النسآء:۸۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَدُّواْ لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُواْ فَتَكُونُونَ سَوَاءً فَلاَ تَتَّخِذُواْ مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ حَتَّىَ يُهَاجِرُواْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَإِن تَوَلَّوْاْ فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَلاَ تَتَّخِذُواْ مِنْهُمْ وَلِيّاً وَلاَ نَصِيْراً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَدُّواْ وہ (لوگ) چاہتے ہیں لَوْ کاش کہ تَكْفُرُونَ تم کفر کرو كَمَا جس طرح كَفَرُواْ انہوں نے کفر کیا فَتَكُونُونَ پھر ہو جاؤ تم (اور وہ) سَوَاءً برابر فَلاَ لہٰذا نہ تَتَّخِذُواْ تم بناؤ مِنْهُمْ ان میں سے أَوْلِيَاءَ (کسی کو) دوست حَتَّىَ یہاں تک کہ يُهَاجِرُواْ وہ ہجرت کریں فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کے راستے میں فَإِن پھر اگر تَوَلَّوْاْ وہ پھر جائیں فَخُذُوهُمْ تو تم ان کو پکڑو وَاقْتُلُوهُمْ اور ان کو قتل کرو حَيْثُ جہاں کہیں وَجَدتُّمُوهُمْ تم ان کو پاؤ وَلاَ اور نہ تَتَّخِذُواْ تم بناؤ مِنْهُمْ ان میں سے (کسی کو) وَلِيّاً دوست وَلاَ اور نہ نَصِيْراً مددگار

ترجمہ: وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ خود کافر ہیں اسی طرح تم بھی کافر ہو کر سب برابر ہو جاؤ تو جب تک وہ اللہ کی راہ میں وطن نہ چھوڑ جائیں ان میں سے کسی کو دوست نہ بنانا۔ اگر ترکِ وطن کو قبول نہ کریں تو ان کو پکڑ لو اور جہاں پاؤ قتل کر دو اور ان میں سے کسی کو اپنا رفیق اور مددگار نہ بناؤ۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ یہ منافقین چاہتے ہیں کہ جس طرح انہوں نے کفر کو اپنا لیا ہے اسی طرح تم بھی کافر بن کر سب کے سب برابر ہو جاؤ۔

۲۔ مسلمانو! تم ان میں سے کسی کو اس وقت تک دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ کے راستے میں ہجرت نہ کریں۔

۳۔ اگر وہ ہجرت سے منہ موڑ لیں تو ان کو پکڑو اور جہاں بھی ان کو پاؤ قتل کر دو۔

۴۔ ان میں سے کسی کو نہ اپنا دوست بناؤ اور نہ مددگار۔

جنگِ بدر اور جنگِ احد کے بعد سراقہ بن مالک نے رسولِ رحمت ﷺ کے پاس آ کر یہ درخواست کی کہ ہماری قوم بنی مدلج سے آپ صلح کر لیجئے۔ آپ ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو صلح سے متعلق گفتگو کے لئے اس قوم کے پاس بھیجا۔ صلح کا مضمون یہ تھا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے خلاف کسی کی مدد نہ کریں گے اور قریش مسلمان ہو جائیں گے تو ہم بھی مسلمان ہو جائیں گے اور جو قومیں ہم سے متحد ہوں گی وہ بھی اس معاہدہ میں ہمارے شریک ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور یہ معلومات

وہدایات مسلمانوں کو دی گئیں کہ ان کی خواہش ہے کہ کاش تم بھی کافر ہو جاؤ جیسا کہ انہوں نے کفر اختیار کیا، اس طرح سے تم اور وہ برابر ہو جاؤ، ایسے نالائقوں کو تم ہرگز دوست مت بناؤ۔ ہاں! اگر یہ لوگ اللہ کے لئے دین اسلام کی محبت میں ہجرت کریں جو اس بات کی علامت ہے کہ یہ واقعی مومن ہیں تو ایسی صورت میں ان لوگوں سے دوستی کی جاسکتی ہے۔

اگر یہ لوگ اللہ کے راستہ میں ہجرت کرنے سے انکار کر دیں اور منہ پھیر لیں تو جب بھی تمہیں ان پر قدرت حاصل ہو ان کو جہاں بھی پاؤ ان کو قتل کرو اور ان میں سے کسی کو اپنا دوست مت بناؤ۔

درس نمبر (۴۱۵) اگر اللہ چاہتا تو انہیں تم پر مسلط کر دیتا النسآء:۹۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

إِلَّا الَّـذِيْـنَ يَـصِـلُـوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيْثَاقٌ أَوْ جَآؤُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ أَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ أَوْ يُقَاتِلُواْ قَوْمَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتَلُوْكُمْ فَإِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَأَلْقَوْاْ إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِلَّا سوائے الَّذِيْنَ ان لوگوں کے جو يَصِلُوْنَ جاملتے ہیں إِلَى قَوْمٍ اس قوم سے (کہ) بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان وَبَيْـنَهُـم اور ان کے درمیان مِّيْثَاقٌ عہد ہے أَوْ یا جَـآؤُوْكُمْ وہ آتے ہیں تمہارے پاس حَصِرَتْ (اس حال میں کہ) تنگ ہیں صُدُوْرُهُمْ ان کے سینے أَن (اس بات سے) کہ يُقَاتِلُوْكُمْ وہ لڑیں تم سے أَوْ یا يُقَاتِلُواْ وہ لڑیں قَوْمَهُمْ اپنی قوم سے وَلَوْ اور اگر شَاءَ چاہتا اللّٰهُ اللہ لَسَلَّطَهُمْ (تو) ضرور انہیں مسلط کر دیتا عَلَيْكُمْ تم پر فَلَقَاتَلُوْكُمْ تو وہ تم سے لڑتے فَإِنِ پھر اگر اعْتَزَلُوْكُمْ وہ تم سے کنارہ کش رہیں فَلَمْ اور نہ يُقَاتِلُوْكُمْ لڑیں تم سے وَأَلْقَوْاْ اور وہ پیش کریں إِلَيْكُمْ تمہاری طرف السَّلَمَ صلح فَمَا تو نہیں جَعَلَ بنائی اللّٰهُ اللہ نے لَكُمْ تمہارے لئے عَلَيْهِمْ ان پر سَبِيْلاً کوئی راہ (ان سے لڑنے کی)

ترجمہ: مگر جو لوگ ایسے لوگوں سے جاملے ہوں جن میں اور تم میں صلح کا عہد ہو یا اس حال میں کہ ان کے دل تمہارے ساتھ یا اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے بھنچ رہے ہوں تمہارے پاس آجائیں تو اور بات ہے اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر غالب کر دیتا تو وہ تم سے ضرور لڑتے۔ پھر اگر وہ تم سے کنارہ کشی کریں یعنی تم سے نہ لڑیں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں تو اللہ نے تمہارے لئے ان پر زبردستی کرنے کی کوئی سبیل مقرر نہیں کی۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ قتل کا جو حکم دیا گیا اس حکم سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو کسی ایسی قوم سے جاملیں جن کے اور تمہارے درمیان کوئی صلح کا معاہدہ ہو یا وہ لوگ جو تمہارے پاس اس طرح آئیں کہ ان کے دل تمہارے خلاف جنگ کرنے سے بھی بیزار ہوں اور اپنی قوم کے خلاف جنگ کرنے سے بھی۔

۲۔اگراللہ چاہتا تو انہیں تم پر مسلط کر دیتا تو وہ ضرور تم سے جنگ کرتے۔

۳۔چنانچہ اگر وہ تم سے کنارہ کشی کرتے ہوئے تم سے جنگ نہ کریں اور تم کو امن کی پیشکش کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے تم کو انکے خلاف کسی کارروائی کا کوئی حق نہیں دیا۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو قتل کرنے سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے جو ان لوگوں سے مل جائیں جن سے مسلمانوں کا عہد ہے یعنی مسلمانوں اور ان لوگوں کے درمیان صلح ہو چکی ہے۔اسی طرح اس آیت میں قتل سے ان لوگوں کو بھی مستثنیٰ کر دیا گیا ہے جو مسلمانوں کے پاس اس حالت میں آجائیں کہ ان کا دل جنگ کرنے سے بیزار ہوا اور وہ مسلمانوں سے لڑنا گوارا ہی نہ کریں اور نہ ہی وہ اپنی قوم سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوں۔یہ وہ لوگ ہیں جو دونوں جماعتوں سے صلح رکھنا چاہتے ہیں تو ایسے لوگوں کو نہ گرفتار کیا جائے گا اور نہ ہی انہیں قتل کیا جائے گا۔

یہاں اس بات کی بھی وضاحت کر دی گئی کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کو تم پر مسلط فرما دیتا اور وہ تم سے جنگ کرتے اور تمہیں پریشانی ہو جاتی۔اب جب وہ خود ہی تم سے کنارہ کشی اختیار کر رہے ہیں اور تم سے جنگ کرنے پر بھی آمادہ نہیں ہیں بلکہ تمہارے سامنے صلح کی پیش کش کر رہے ہوں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں پکڑنے اور قتل کرنے کا راستہ ہی بند کر دیا۔اب اس بات کی اجازت ان لوگوں کے سلسلہ میں تمہیں نہیں ہے کہ تم انہیں پکڑو اور قتل کرو۔

درس نمبر (۴۱۶) **منافقوں کے بارے میں ایک حکم** النسآء:۹۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

سَتَجِدُونَ آخَرِيْنَ يُرِيْدُونَ أَن يَّأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُواْ قَوْمَهُمْ كُلَّ مَا رُدُّوَاْ إِلَى الْفِتْنِةِ أُرْكِسُواْ فِيهَا فَإِن لَّمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُواْ إِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوَاْ أَيْدِيَهُمْ فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثِقِفْتُمُوهُمْ وَأُوْلٰئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَاناً مُّبِيْناً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: سَتَجِدُونَ عنقریب تم پاؤ گے آخَرِيْنَ کچھ اور لوگوں کو يُرِيْدُونَ جو چاہتے ہیں أَنْ کہ يَّأْمَنُوكُمْ وہ امن میں رہیں تم سے وَيَأْمَنُواْ اور امن میں رہیں قَوْمَهُمْ اپنی قوم سے (بھی) كُلَّمَا جب بھی رُدُّوَاْ وہ لوٹائے جاتے ہیں إِلَى الْفِتْنِةِ فتنے کی طرف أُرْكِسُواْ (تو) الٹا دیئے جاتے ہیں فِيهَا اس میں فَإِن پھر اگر لَّمْ نہ يَعْتَزِلُوكُمْ وہ کنارہ کش رہیں تم سے وَيُلْقُواْ اور (نہ) پیش کریں إِلَيْكُمْ تمہاری طرف السَّلَمَ صلح وَيَكُفُّوَاْ اور (نہ) روکیں تم سے أَيْدِيَهُمْ اپنے ہاتھ فَخُذُوهُمْ تو تم پکڑو ان کو وَاقْتُلُوهُمْ اور تم قتل کرو ان کو حَيْثُ جہاں کہیں بھی ثَقِفْتُمُوهُمْ تم پاؤ ان کو وَأُوْلٰئِكُمْ اور یہی لوگ ہیں جَعَلْنَا (کہ) ہم نے بنایا لَكُمْ تمہارے لئے عَلَيْهِمْ ان پر سُلْطَاناً غلبہ مُّبِيْناً ظاہر

ترجمہ: تم کچھ اور لوگ ایسے بھی پاؤ گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں

رہیں۔لیکن جب فتنہ انگیزی کو بلائے جائیں تو اس میں اوندھے منہ گر پڑیں تو ایسے لوگ اگر تم سے لڑنے سے کنارہ کشی نہ کریں اور نہ تمہاری طرف پیغامِ صلح بھیجیں اور نہ اپنے ہاتھوں کو روکیں تو ان کو پکڑلو اور جہاں پاؤ قتل کردو اور انہی لوگوں کے مقابلے میں ہم نے تمہیں کھلی چھوٹ دے دی ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

ا۔ان منافقین میں کچھ دوسرے لوگ تمہیں ایسے ملیں گے جو یہ چاہتے ہیں کہ وہ تم سے بھی محفوظ رہیں اور اپنی قوم سے بھی۔

۲۔مگر جب کبھی ان منافقین کو فتنے کی طرف واپس بلایا جائے تو وہ اس میں اوندھے منہ جا گرتے ہیں۔

۳۔اگر یہ لوگ تم سے جنگ کرنے سے علٰحدگی اختیار نہ کریں اور نہ ہی تمہیں امن کی پیشکش کریں اور نہ اپنے ہاتھ روکیں تو ان کو بھی پکڑ واور جہاں کہیں انہیں پاؤ انہیں قتل کرو۔

۴۔ایسے لوگوں کے خلاف اللہ تعالیٰ نے تم کو کھلا اختیار دے دیا ہے۔

اس آیت میں ان منافقین کے بارے میں مسلمانوں کو ہدایت دی جارہی ہے جو منافقین اپنی غرض اور اپنے مفاد کیلئے اس مقصد سے مسلمانوں سے صلح کریں کہ مسلمانوں کی طرف سے بے خوف وخطر زندگی گزاریں اور اپنی قوم کی طرف سے بھی بے خوف وخطر زندگی گزاریں جب تک وہ امن کے ساتھ رہیں تم بھی ان کے ساتھ امن ہی کا رویہ اختیار رکھو۔لیکن اس جماعت کی بدنیتی اور چالبازی یہ ہے کہ جب کبھی ان کو شرارت اور فتنے کی طرف دشمن متوجہ کرتا ہے تو وہ دشمن کی بات کو فوراً قبول کرلیتی ہے اور مسلمانوں کے خلاف یہ جماعت لڑنے کیلئے تیار ہوجاتی ہے اور مسلمانوں سے کیا ہوا اپنا عہد توڑ دیتی ہے۔اب اگر یہ لڑائی،شرارت اور فتنہ کی روش اختیار کرنے لگ جائیں اور تم سے کنارہ کشی اختیار کرلیں اور ان کے دلوں کی نیت بگڑ جائے اور سلامتی کی روش سے دور بھاگنے لگیں تو اب تم انہیں پکڑ واور جہاں کہیں پاؤ انہیں قتل کرو،ہم تمہیں ایسے فتنہ پرور بدترین لوگوں کے ساتھ اس قسم کا رویہ اختیار کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔

درس نمبر(۴۱۷) ## قتلِ خطا کا کفارہ النسآء:۹۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيم . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡم

وَمَا كَانَ لِمُؤۡمِنٍ أَن يَّقۡتُلَ مُؤۡمِناً إِلَّا خَطَئاً وَمَنۡ قَتَلَ مُؤۡمِناً خَطَئاً فَتَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَى أَهۡلِهٖ إِلَّا أَنۡ يَّصَّدَّقُواۡ فَإِنۡ كَانَ مِنۡ قَوۡمٍ عَدُوٍّ لَّكُمۡ وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَتَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةٍ وَّإِنۡ كَانَ مِنۡ قَوۡمٍ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهُمۡ مِّيۡثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَى أَهۡلِهٖ وَتَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةً فَمَن لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ شَهۡرَيۡنِ مُتَتَابِعَيۡنِ تَوۡبَةً مِّنَ اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡماً حَكِيۡماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَا اور نہیں كَانَ ہے(لائق) لِمُؤۡمِنٍ کسی مومن کے أَنۡ یہ(بات) کہ يَقۡتُلَ وہ قتل کرے مُؤۡمِناً کسی مومن کو إِلَّا مگر خَطَئاً غلطی سے وَمَن اور جوکوئی قَتَلَ قتل کرے مُؤۡمِناً کسی مومن کو خَطَئاً

غلطی سے فَتَحْرِيْرُ تو آزادکرنا ہے رَقَبَةٍ ایک گردن مُّؤْمِنَةٍ مومن کا وَدِيَةٌ اوردیت مُّسَلَّمَةٌ سونپی جائے گی إِلَى أَهْلِهٖ اس کےوارثوں کی طرف إِلَّا مگر أَن یہ کہ يَصَّدَّقُواْ وہ معاف کردیں فَإِن پھراگر كَانَ ہووہ (مقتول) مِن قَوْمٍ ایسی قوم میں سے جو عَدُوٍّ دشمن ہے لَّكُمْ تمہاری وَهُوَ اوروہ(خود) مُؤْمِنٌ مومن تھا فَتَحْرِيْرُ تو آزادکرنا ہے رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ایک مومن گردن کا وَإِنْ اوراگر كَانَ ہووہ مِنْ قَوْمٍ ایسی قوم سے کہ بَيْنَكُمْ تمہارےدرمیان وَبَيْنَهُمْ اوران کےدرمیان مِّيْثَاقٌ عہد ہے فَدِيَةٌ تودیت مُّسَلَّمَةٌ سونپی جائے گی إِلَى أَهْلِهِ اس کےوارثوں کی طرف وَتَحْرِيْرُ اورآزادکرنا ہے رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةً ایک مومن گردن کا فَمَن پھرجو لَّمْ نہ يَجِدْ پائے (غلام) فَصِيَامُ توروزے رکھنے ہیں شَهْرَيْنِ دومہینے مُتَتَابِعَيْنِ لگاتار تَوْبَةً (یہ کفارہ) توبہ(کا قبول کرنا) ہے مِّنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے وَكَانَ اورہے اللّٰهُ اللہ عَلِيْماً خوب جاننے والا حَكِيْماً خوب حکمت والا

ترجمہ:اورمومن کوشایاں نہیں کہ دوسرے مومن کو مارڈالے مگر غلطی سے ایسا کر بیٹھےاور جو غلطی سے بھی مومن کو مارڈالے تو وہ ایک مسلمان غلام آزاد کردے اور مقتول کے وارثوں کو خون بہادے۔مگر یہ کہ وہ معاف کردیں پھر اگر مقتول تمہارے دشمنوں کی جماعت میں سے ہواور وہ خود مومن ہو تو صرف ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہئے اور اگر مقتول ایسے لوگوں میں سے ہو جن میں اور تم میں صلح کا عہد ہو تو وارثان مقتول کو خون بہا دینا اور ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہئے اور جس کو یہ میسر نہ ہو وہ متواتر دو مہینے کے روزے رکھے یہ کفارہ اللہ کی طرف سے قبول توبہ کے لئے ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے بڑی حکمت والا ہے۔

تشریح:اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

ا۔کسی مسلمان کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کو قتل کرے الا یہ کہ غلطی سے ایسا ہو جائے۔

۲۔جو شخص کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کر بیٹھے تو اس پر فرض ہے کہ وہ ایک مسلمان غلام آزاد کرے اور دیت (خون بہا) مقتول کے وارثین کو پہنچائے الا یہ کہ وہ معاف کردیں۔

۳۔اور اگر مقتول کسی ایسی قوم سے تعلق رکھتا ہو جو تمہاری دشمن ہے مگر وہ خود مسلمان ہو تو بس ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا فرض ہے،اس صورت میں خون بہا واجب نہیں ہے۔

۴۔اور اگر مقتول ان لوگوں میں سے ہو جو مسلمان نہیں مگر ان کے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ ہے تو بھی یہ فرض ہے کہ خون بہا اس کے وارثین تک پہنچا دیا جائے اور ایک مسلمان کو آزاد کیا جائے۔

۵۔ہاں! اگر کسی کے پاس غلام نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ دو مہینے تک مسلسل روزے رکھے۔

۶۔یہ توبہ کا طریقہ ہے جو اللہ نے مقرر کیا ہے اور اللہ علیم وحکیم ہے۔

قتل دوطرح کا ہوتا ہے،ایک تو غلطی سے کسی کا قتل ہو جانا جس کو قتلِ خطا کہتے ہیں اور دوسرا عمداً (جان بوجھ کرارادتاً) قتل کرنا جس کی تفصیل اگلی آیت میں آئے گی۔اگر کوئی شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس پر فرض ہے کہ وہ ایک غلام یا ایک باندی آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو دیت بھی ادا کردے۔رہی بات دیت کی کہ اس کی مقدار کیا ہے؟ ایک جان کی

قیمت قتلِ خطا (غلطی سے قتل کرنے) میں یہ ہے کہ ایک سو اونٹ مقتول کے وارثین کو دیا جائے، اگر اونٹوں کے علاوہ دوسرے مال سے دیت دی جائے تو ہزار دینار سونے کے اور دس ہزار درہم چاندی کے دیئے جائیں۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دیت صرف انہیں تین (اونٹ، دینار، درہم) چیزوں سے ادا کی جائے گی۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ گائے، بکری اور کپڑے کے ذریعہ بھی دیت دی جاسکتی ہے اور اگر ان سے دیت دی جائے تو سو گائے دی جائیں۔ اگر بکریوں سے دی جائے تو ایک ہزار بکریاں دی جائیں اور کپڑوں سے ادا کی جائے تو دوسو (۲۰۰) جوڑے ادا کئے جائیں، حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے میں دیت یہی مقرر فرمائی تھی۔ اگر مقتول کے وارثین دیت معاف کردیں تو اس کا بھی وارثین کو اختیار ہے اور اگر مقتول کا تعلق ایسی جماعت سے ہو جن سے تمہاری دشمنی ہے، خود تو وہ مقتول مومن ہے مگر اس کی قوم مسلمان نہیں ہوئی اور ان لوگوں سے صلح بھی نہیں ہے تو کفارہ کے طور پر ایک غلام یا باندی آزاد کرنا واجب ہوگا، ایسی صورت میں دیت نہیں ہوگی اور اگر غلام یا باندی میسر نہ ہو تو ایسی صورت میں دو ماہ مسلسل روزے رکھے، یہ حکم توبہ کے طور پر ہے۔

درس نمبر (۴۱۸) قتلِ عمد کا انجام النسآء:۹۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّداً فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِداً فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَاباً عَظِيْماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَنْ اور جوکوئی يَقْتُلْ قتل کرے مُؤْمِناً کسی مومن کو مُّتَعَمِّداً جان بوجھ کر فَجَزَآؤُهُ تو اس کی سزا ہے جَهَنَّمُ جہنم خَالِداً وہ ہمیشہ رہے گا فِيْهَا اس میں وَغَضِبَ اور غضبناک ہوا اللّٰهُ اللہ عَلَيْهِ اس پر وَ اور لَعَنَهُ اس نے اس پر لعنت کی وَأَعَدَّ اور اس نے تیار کر رکھا ہے لَهُ اس کے لئے عَذَاباً عذاب عَظِيْماً بہت بڑا

ترجمہ: اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً مار ڈالے گا تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ جلتا رہے گا اور اللہ اس پر غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور ایسے شخص کے لئے اس نے بڑا سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

۲۔ اللہ اس پر غضب نازل کرے گا اور لعنت بھیجے گا۔

۳۔ اللہ نے اس کے لئے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔

پچھلی آیت میں غلطی سے قتل پر احکامات کی تفصیلات بیان کی گئی تھیں۔ اس آیت میں قتل کی دوسری صورت بیان کی جارہی ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو عمداً یعنی جان بوجھ کر قتل کردے تو اس کی سزا یہ بیان کی گئی کہ اس کی جزاء جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہے گا۔ اسکے علاوہ اللہ کا غضب بھی اس پر ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی لعنت کا بھی وہ مستحق ہوگا۔ نیز اس کے لئے عذابِ عظیم تیار رکھا گیا ہے۔ عمداً قتل کرنے کی یہ اخروی سزا ہے۔

حضرت ابوسعیداور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشادفرمایا کہ اگر تمام آسمان اور زمین والے کسی مومن کے خون میں شریک ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو اوندھے منہ کر کے دوزخ میں ڈال دے گا۔ (ترمذی) حضرت ابوالدرداءرضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشادفرمایا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر گناہ کو معاف فرمادے مگر جوشخص مشرک ہوتے ہوئے مرگیا اور جس نے کسی مومن کوقتل کردیا ان کی مغفرت نہیں ہے۔ (ابوداؤد، نسائی) حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے ارشادفرمایا کہ پوری دنیا کا ختم ہوجانا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان آدمی کے قتل کے مقابلے میں معمولی چیز ہے۔

آیاتِ شریفہ اور احادیثِ مبارکہ میں کسی مومن کے ناحق قتل کرنے پر اس قدر وعیدوں کے باوجود آج معمولی ناموافقت اور جھگڑوں کی وجہ سے ایک دوسرے کا قتل کیا جارہا ہے اور اس کو معمولی گناہ سمجھا جارہا ہے۔ مال کی محبت تعصب، دشمنی، حسد، کینہ اور بغض نے دلوں میں اس قدر جگہ لے لی ہے کہ انہی بنیادوں پر دوسروں کو بے دردی سے قتل کرنا آسان ہوگیا ہے۔ اس طرح کے قتل کو بہادری اور پہلوانی سے تعبیر کیا جارہا ہے اور بے دردانہ قتل کے حادثات کی کیمرہ فون کے ذریعہ منظرکشی کی جارہی ہے اور اس کو وائرل بھی کیا جارہا ہے۔ کسی بھی سماج کے ظالم ہونے کیلئے یہی عمل کافی ہے۔ جھگڑا معمولی بات پر شروع ہوتا ہے اور نوجوانوں کے ہاتھوں میں تلواریں چمکنے لگتی ہیں اور برسرِ عام گلا کاٹنے اور چھرا گھونپنے کے مناظر دیکھے جاتے ہیں۔ ایسے لوگ اس حدیث پرغور کریں:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جب دومسلمان اپنی تلواریں لے کر آمنے سامنے آجائیں تو وہ دونوں دوزخ والوں میں سے ہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ ان میں سے جوقتل کرے اس کا دوزخ میں جانا سمجھ میں آتا ہے، جوقتل ہوگیا وہ دوزخ میں کیوں جائے گا؟ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشادفرمایا کہ مقتول بھی تو یہی ارادہ کئے ہوئے تھا کہ میں اس شخص کوقتل کردوں۔ لہٰذا وہ اپنی نیت کی وجہ سے دوزخ میں گیا۔ (بخاری)

درس نمبر (۴۱۹) حالتِ سفر میں تحقیق کا حکم النسآء:۹۴

أَعُوذُ بِاللّهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيمِ . بِسمِ اللّهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ فَتَبَيَّنُواْ وَلاَ تَقُولُواْ لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلاَمَ لَسْتَ مُؤْمِناً تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِندَ اللّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ كَذَلِكَ كُنتُم مِّن قَبْلُ فَمَنَّ اللّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُواْ إِنَّ اللّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيراً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اے لوگو جوایمان لائے ہو! إِذَا جب ضَرَبْتُمْ تم سفرکرو فِي سَبِيلِ اللّهِ اللہ کے راستے میں فَتَبَيَّنُواْ توتم تحقیق کرلیا کرو وَلاَ اورنہ تَقُولُواْ تم کہو لِمَنْ اس شخص کوجو أَلْقَى عرض کرے إِلَيْكُمُ تمہیں السَّلاَمَ سلام لَسْتَ نہیں ہے تو مُؤْمِناً مومن تَبْتَغُونَ تم طلب کرتے ہو عَرَضَ سامان

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا حیاتِ دنیا کا فَعِندَ اللّٰهِ تو اللہ کے ہاں مَغَانِمُ غنیمتیں ہیں كَثِيرَةٌ بہت سی كَذٰلِكَ اسی طرح كُنتُم تھے تم مِّن قَبْلُ (اس سے) پہلے فَمَنَّ اللّٰهُ پھر اللہ نے احسان کیا عَلَيْكُمْ تم پر فَتَبَيَّنُوا چنانچہ تم تحقیق کرلیا کرو إِنَّ یقیناً اللّٰهَ اللہ كَانَ ہے بِمَا اس کے ساتھ جو تَعْمَلُونَ تم عمل کرتے ہو خَبِيرًا خوب خبردار

ترجمہ: مومنو! جب تم اللہ کی راہ میں باہر نکلا کرو تو تحقیق سے کام لیا کرو اور جو شخص تم کو سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو کہ اس سے تمہاری غرض یہ ہو کہ دنیا کی زندگی کا فائدہ حاصل کرو۔ اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں تم بھی تو پہلے ایسے ہی تھے۔ پھر اللہ نے تم پر احسان کیا چنانچہ آئندہ تحقیق کرلیا کرو۔ بیشک جو عمل تم کرتے ہو اللہ کو سب کی خبر ہے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اے ایمان والو! جب تم اللہ کے راستے میں سفر کرو تو تحقیق سے کام لیا کرو۔

۲۔ جو شخص تم کو سلام کرے تو دنیوی زندگی کا سامان حاصل کرنے کی خواہش میں اس کو یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو۔

۳۔ اللہ کے پاس مالِ غنیمت کے بڑے ذخیرے ہیں۔

۴۔ تم بھی تو پہلے ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر فضل کیا لہٰذا تحقیق سے کام لو۔

۵۔ بیشک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ ان سب سے پوری طرح باخبر ہے۔

یہ آیت دورِ رسالت میں پیش آئے ایک واقعہ کے پس منظر میں نازل ہوئی۔ اس واقعہ کو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے یوں نقل کیا کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ جارہے تھے۔ ان سے کسی ایسے شخص کی ملاقات ہوئی جو اپنا مال لئے ہوئے جارہا تھا۔ اس نے کہا السلام علیکم۔ ان لوگوں نے اس کو قتل کردیا اور اس کا مال لے لیا۔ (بخاری)

اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر کرو تو تحقیق کرلیا کرو اور جو شخص تمہارے سامنے اطاعت ظاہر کرے اسے یوں نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے، تم دنیا والی زندگی کا سامان تلاش کرتے ہو، یہ بات یاد رکھو کہ اللہ کے پاس غنیمت کے بہت مال ہیں، تم بھی تو اس سے پہلے ایسے ہی تھے، اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا، اس لئے پہلے خوب تحقیق کرلیا کرو، بغیر تحقیق کے کسی کو کافر سمجھنا اور قتل کردینا درست کام نہیں ہے، جو کام تم کررہے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما ہی سے ترمذی کے حوالہ سے ایک اور روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ بنی سلیم میں کا ایک شخص اپنی بکریاں چراتے ہوئے چند صحابہ رضی اللہ عنہم پر سے گزرا۔ اس نے انہیں سلام کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں کہنے لگے کہ اس نے اپنی جان بچانے کیلئے سلام کیا ہے، یعنی یہ مسلمان نہیں ہے، ہمیں دیکھ کر ڈر گیا کہ یہ قتل کردیں گے، اس لئے سلام کرلیا تاکہ مسلمان سمجھ کر اس کو چھوڑ دیں۔ چنانچہ ان حضرات نے اس کو قتل کردیا اور اسکی بکریاں لے لیں۔ بکریاں لیکر رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں آئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ بات بھی یاد دلائی گئی کہ آج تم سلام کرنے والے کو یہ کہتے ہو کہ تم مومن نہیں ہو؟ تم لوگ اپنا زمانہ یاد کرو کہ تم بھی کبھی ایسے ہی تھے، اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا اور تم اسلام کے کاموں میں آگے بڑھ گئے اور تمہاری ایک جماعت بن گئی۔ تمہارے بارے میں سب نے جان لیا کہ تم مسلمان ہو۔ اب تمہاری اس قدر معرفت اور پہچان کی وجہ سے دوسروں کو یہ کہنے لگ گئے ہو کہ تم مسلمان نہیں ہو۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ کسی کے بارے میں فیصلہ کرنے سے پہلے خوب تحقیق کر لینا ضروری ہے۔

درس نمبر (۴۲۰) **اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھائی کا وعدہ کیا ہے** النسآء: ۹۵-۹۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

لَّا يَسْتَوِیْ الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُوْلِیْ الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً وَّكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنَى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ أَجْراً عَظِيْماً O دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوراً رَّحِيْماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَّا نہیں يَسْتَوِیْ برابر ہو سکتے الْقَاعِدُونَ (وہ جو ہیں) بیٹھ رہنے والے مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں میں سے غَيْرُ نہیں ہیں وہ أُوْلِیْ الضَّرَرِ تکلیف (عذر رکھنے) والے وَالْمُجَاهِدُونَ اور جو جہاد کرنے والے ہیں فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کے راستے میں بِأَمْوَالِهِمْ اپنے مالوں وَأَنفُسِهِمْ اور اپنی جانوں کے ساتھ فَضَّلَ اللّٰهُ اللہ نے فضیلت دی ہے الْمُجَاهِدِيْنَ جہاد کرنے والوں کو بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ بیٹھ رہنے والوں پر دَرَجَةً مرتبے میں وَكُلًّا اور سب سے وَعَدَ اللّٰهُ اللہ نے وعدہ کیا ہے الْحُسْنَى بھلائی (جنت) کا وَفَضَّلَ اللّٰهُ اور اللہ نے فضیلت دی ہے الْمُجَاهِدِيْنَ مجاہدین کو عَلَى الْقَاعِدِيْنَ بیٹھ رہنے والوں پر أَجْراً عَظِيْماً بلحاظ اجرِ عظیم کے O دَرَجَاتٍ (یعنی) درجے ہیں مِّنْهُ اس کی طرف سے وَمَغْفِرَةً اور بخشش وَرَحْمَةً اور رحمت وَكَانَ اور ہے اللّٰهُ اللہ غَفُوراً بہت بخشنے والا رَّحِيْماً نہایت رحم کرنے والا

ترجمہ: جو مسلمان گھروں میں بیٹھ رہتے اور لڑنے سے جی چراتے ہیں اور کوئی عذر نہیں رکھتے وہ اور جو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے والے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اللہ نے درجے میں فضیلت بخشی ہے اور بہترین انجام کا وعدہ اللہ نے سب سے کیا ہے اور اجرِ عظیم کے لحاظ سے اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر کہیں فضیلت بخشی ہے۔ یعنی اللہ کی طرف سے درجات میں اور بخشش میں اور رحمت میں اور اللہ بڑا بخشنے والا ہے بڑا مہربان ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

ا۔جن مسلمانوں کوکوئی معذوری لاحق نہ ہواور وہ جہاد میں جانے کے بجائے گھر میں بیٹھے رہیں، وہ اللہ کے راستہ میں اپنے جان و مال سے جہاد کرنے والوں کے برابرنہیں ہیں۔

۲۔جولوگ اپنے مال اور جان سے جہاد کرتے ہیں ان کواللہ نے بیٹھے رہنے والوں پر درجے میں فضیلت دی ہے۔

۳۔اوراللہ نے سب سے اچھائی کا وعدہ کررکھا ہے۔

۴۔اوراللہ نے مجاہدین کو بیٹھے رہنے والوں پر بڑی فضیلت دے کر بڑا ثواب بخشا ہے۔

۵۔یعنی خاص اپنے پاس سے بڑے درجے،مغفرت اور رحمت عطا کی ہے اوراللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ رحمت ﷺ نے وحی کی کتابت کرنے والے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا تا کہ وہ یہ آیت یعنی لَّا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لکھ دیں۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ روشنائی اور تختی لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں آئے۔ رسولِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لکھو لَّا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ رسولِ رحمت ﷺ کے پیچھے اس وقت عبداللہ بن ام مکتوم موجود تھے جو نابینا تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں تو بینائی سے محروم ہوں، مجھے جہاد کی یہ فضیلت کیسے ملے گی؟ اس پر یہ جملہ بھی نازل ہوا کہ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ کہ مسلمانوں میں جو صاحبِ عذر ہوں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں،تو اب آیت اس طرح ہوگئی کہ لَّا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو جنگِ بدر میں شرکت سے رہ گئے۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ جنہوں نے جنگِ بدر میں شرکت کی اور جو اس جنگ میں شریک نہیں ہوئے یہ دونوں درجہ اور فضیلت میں برابر نہیں ہوں گے۔ (بخاری)۔

کلمۂ حق کی سربلندی کے لئے جب بھی تقاضہ آجائے مومن بندوں کو اپنے قدم آگے بڑھانا چاہئے۔حق اور باطل کے مقابلہ کا معاملہ ہوتو جولوگ مقابلہ کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں ان کا درجہ اور مرتبہ یقیناً بلند ہوتا ہے،ان لوگوں کے مقابلہ میں جو ایسے وقت میں اپنے گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ جنگ میں گئے بغیر بیٹھنے والے گنہگار تو نہیں ہیں،فرق درجات کی بلندی کا ہے۔اس لئے وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى کے ذریعہ یہ بات بتادی گئی کہ مجاہدوں اور ان لوگوں سے جو گھروں میں بیٹھے رہے ان سب سے اللہ نے بھلائی (جنت) کا وعدہ کررکھا ہے۔ البتہ بیٹھنے والوں کے مقابلہ میں مجاہدین کو جو اجر ملے گا وہ زیادہ ہی ہوگا اور ان مجاہدین کو درجات کے علاوہ خصوصی مغفرت اور رحمت کا خصوصی اعزاز بھی ملے گا اور اللہ تعالیٰ تو بڑے ہی بخشنے والے اور رحم کرنے والے ہیں۔

درس نمبر (۴۲۱) **کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی؟** النسآء:۹۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الَّـذِيْـنَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلآئِكَةُ ظَالِمِيْٓ أَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْأَرْضِ قَالُوْٓا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا فَأُوْلٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَ تْ مَصِيْراً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ الَّذِيْنَ تحقیق وہ لوگ کہ تَوَفَّاهُمُ فوت کرتے ہیں ان کو الْمَلآئِكَةُ فرشتے ظَالِمِيْٓ دراں حالیکہ وہ ظلم کرنے والے ہیں أَنْفُسِهِمْ اپنی جانوں پر قَالُوْا (تو فرشتے) کہتے ہیں فِيْمَ کس (حال) میں كُنْتُمْ تھے تم قَالُوْا وہ کہتے ہیں كُنَّا ہم تھے مُسْتَضْعَفِيْنَ کمزور فِي الْأَرْضِ زمین میں قَالُوْٓا وہ (فرشتے) کہتے ہیں أَ کیا لَمْ نہ تَكُنْ تھی أَرْضُ اللّٰهِ اللہ کی زمین وَاسِعَةً فراخ فَتُهَاجِرُوْا لہٰذا تم ہجرت کرتے فِيْهَا اس میں فَـأُوْلٰـئِكَ چنانچہ یہ لوگ مَـأْوَاهُمْ ان کا ٹھکانہ ہے جَهَـنَّمُ جہنم وَسَاءَ تْ اور بہت بُری ہے (وہ) مَصِيْراً پھرنے کی جگہ

ترجمہ: جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جب فرشتے ان کی جان قبض کرنے لگتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم ملک میں عاجز و ناتواں تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کا ملک فراخ نہیں تھا کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ پس ایسے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بُری جگہ ہے لوٹنے کی۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ جن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور اسی حالت میں فرشتے ان کی روح قبض کرنے آئے تو بولے کہ تم کس حالت میں ہو؟

۲۔ وہ کہنے لگے کہ ہم تو زمین میں بے بس بنا دیئے گئے تھے۔

۳۔ فرشتوں نے کہا کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے؟

۴۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ نہایت برا انجام ہے۔

اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں دو روایتیں تفسیر کی کتابوں میں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی روایت بخاری شریف کی ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا، مگر دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح ہجرت نہیں کی تھی۔ یہ لوگ مکہ کے مشرکین ہی کے ساتھ رہتے تھے اور ہوتا یہ تھا کہ جب کبھی مشرکینِ مکہ کہیں جنگ کرنے کیلئے جاتے تو یہ بھی ان کے ساتھ چلے جاتے تھے، جس کے نتیجہ میں مشرکین کی جماعت میں اضافہ ہو جاتا تھا، نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ان مسلمانوں کو بھی بعض مرتبہ تیر لگ جاتے تھے جس سے وہ قتل ہو جاتے تھے۔

دوسری روایت مفسرین نے یہ بھی نقل کی ہے کہ کچھ لوگ مکہ میں مسلمان ہو گئے تھے۔ جب رسولِ رحمت ﷺ نے

ہجرت کی تو ان لوگوں کو ہجرت کرنا گوارانہ ہوااور اپنی جان اور مال کے خوف سے وہ ہجرت سے باز آ گئے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔اس آیت کے نازل ہونے میں مذکورہ دو باتیں بھی ہوسکتی ہیں۔

اس آیت میں ایسے لوگوں کے غلط رویہ پر ناراضگی کا اظہار کیا گیا کہ دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جس طرح ہجرت کے مواقع میسر آئے اور انہوں نے ہجرت کی، ان لوگوں کو بھی چاہئے تھا کہ ہجرت کا موقع ملنے پر ہجرت کر لیتے اور اپنے دین وایمان پر اور اسلام کے انفرادی واجتماعی اعمال پر قائم ہوجاتے۔مگر یہ لوگ کافروں اور مشرکوں ہی میں گھسے رہے، گویا انہی کا حصہ ہوکر رہ گئے تو قرآنِ مجید نے ایسے لوگوں کے حق میں یہ جملہ استعمال کیا کہ ظَالِمِیٓ أَنْفُسِهِمْ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔اسکے ساتھ ساتھ ان کے حق میں یہ بات بھی بیان کردی گئی کہ جب فرشتے ان کی جانیں قبض کرنے لگتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تم کہاں تھے؟ تم دین کے ضروری کام بجا کیوں نہیں لائے؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہمارا رہنا سہنا ایسی سرزمین میں تھا جہاں ہم مغلوب تھے،شکست خوردہ تھے،اس لئے بہت سے دین کے بنیادی اعمال پر قائم نہ رہ سکے۔فرشتے ان کے اس غیر معقول جواب پر کہتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین وسیع اور کشادہ نہ تھی تم اپنا وطن چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جاسکتے تھے اور اسلام کے فرائض پر قائم رہ سکتے تھے؟

بہر حال اس آیت میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے جنہوں نے اسلام قبول تو کیا تھا مگر قدرت وطاقت اور ہجرت کے مواقع میسر آنے کے باوجود ہجرت نہیں کی تھی تو چونکہ ہجرت کرنا فرض تھا اور اس فرض کو چھوڑ دینے اور ان کے مکہ میں قیام کرنے کی وجہ سے مشرکوں کو مدد مل رہی تھی تو اس آیت میں انہیں بھی عذاب کی وعید بیان کی گئی اور کہا گیا کہ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

اس دور میں بھی مختلف علاقوں میں ایسے حالات پیش آجاتے ہیں کہ ان کیلئے دینِ اسلام پر عمل کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔ ایسی صورت میں انہیں چاہئے کہ وہ اپنے دین وایمان کی حفاظت کیلئے مال ودولت کی قربانی دیں اور مقامی علماء کرام سے مشاورت کے بعد اس علاقہ کو چھوڑ کر ایسی جگہ آباد ہوں جہاں دین محفوظ رہ سکے۔

درس نمبر (۴۲۲) امید ہے کہ اللہ انہیں معاف کردے النسآء:۹۸۔۹۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلاً O فَأُوْلٰئِكَ عَسَى اللّٰهُ أَن يَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوّاً غَفُوراً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِلَّا مگر الْمُسْتَضْعَفِيْنَ (وہ) جو کمزور ہیں مِنَ الرِّجَالِ مردوں سے وَالنِّسَاءِ اور جو عورتوں (سے) وَالْوِلْدَانِ اور بچوں (سے) لَا نہیں يَسْتَطِيْعُوْنَ (اختیار) کرسکتے وہ حِيْلَةً کوئی تدبیر وَلَا اور نہ يَهْتَدُوْنَ وہ پاتے ہیں سَبِيْلاً کوئی راہO فَأُوْلٰئِكَ پس یہ لوگ عَسَى امید ہے اللّٰهُ اللہ أَن یہ کہ يَعْفُوَ معاف فرمادے عَنْهُمْ انہیں وَكَانَ اور ہے اللّٰهُ اللہ عَفُوّاً نہایت معاف کرنے والا غَفُوراً بہت بخشنے والا

ترجمہ: ہاں ! جو مرد اور عورتیں اور بچے بے بس ہیں کہ نہ تو کوئی تدبیر کرسکتے ہیں اور نہ راستہ ہی جانتے ہیں O تو قریب ہے کہ اللہ ایسوں کو معاف کردے اور اللہ بڑا معاف کرنے والا ہے بڑا بخشنے والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ بیشک وہ بے بس مرد، عورتیں اور بچے اس انجامِ بد سے مستثنٰی ہیں جو ہجرت کی کوئی تدبیر نہیں کرسکتے اور نہ نکلنے کا کوئی راستہ پاتے ہیں۔

۲۔ پوری امید ہے کہ اللہ ان کو معاف فرمادے، اللہ بڑا معاف کرنے والا بہت بخشنے والا ہے۔

پچھلی آیت میں ہجرت کے مواقع ہونے کے باوجود ہجرت نہ کرنے پر وعید بیان کی گئی تھی۔ اس آیت میں ان بے بس اور کمزور افراد کو چاہے وہ مرد ہوں یا عورتیں ہوں یا بچے ہوں اور وہ اس علاقہ میں مغلوب ہوں اور ہجرت کرنے کی بھی کوئی شکل وصورت باقی نہ رہے اور وہاں سے بچ نکلنے کی کوئی تدبیر بھی انکے سامنے نہ ہو تو ایسے لوگوں کو اس سزا اور وعید سے مستثنٰی قرار دیا گیا ہے جو پچھلی آیت میں بیان کی گئی۔ ظاہر ہے کہ طاقتور آدمی تو آسانی سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ بعض مرتبہ کمزور مرد اور بے بس عورتیں اور بچے ایسے ہوتے ہیں جن کے سامنے کوئی راستہ ہی نہیں ہوتا کہ کہاں جائیں اور کیا کریں؟ تو ایسے بے بس لوگ تو یقیناً اس وعید کے دائرے میں نہیں آئیں گے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ میں اور میری والدہ بھی انہیں لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ نے معذور قرار دیا۔ (بخاری شریف) ان کے علاوہ بھی بعض معذور اور کمزور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے جو مجبوری اور مصیبت میں کافروں کے ماحول میں پڑے ہوئے تھے۔ رسولِ رحمت ﷺ ان کے حق میں فکرمند بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ ان کے لئے قنوتِ نازلہ میں دعاء کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے کمزور اور بے بس افراد کے حق میں یہ ارشاد فرمایا کہ فَأُوْلَـٰئِکَ عَسَى اللّٰهُ أَن يَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوّاً غَفُوراً یہ وہ ہیں کہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کردے اور اللہ تعالیٰ تو معاف کرنے والے اور بخشنے والے ہیں۔

درس نمبر (۴۲۳) ہجرت کی فضیلت النسآء:۱۰۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَماً كَثِيْراً وَّسَعَةً وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِراً إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوراً رَّحِيْماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَن اور جو شخص يُهَاجِرْ ہجرت کرے فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کے راستے میں يَجِدْ وہ پائے گا فِي الْأَرْضِ زمین میں مُرَاغَماً جگہ كَثِيْراً بہت وَسَعَةً اور فراوانی وَمَن اور جو کوئی يَخْرُجْ نکلے مِنْ بَيْتِهِ اپنے گھر سے مُهَاجِراً ہجرت کرتے ہوئے إِلَى اللّٰهِ اللہ کی طرف وَرَسُوْلِهِ اور اس کے رسول (کی طرف) ثُمَّ پھر يُدْرِكْهُ پکڑے اسکو الْمَوْتُ موت فَقَدْ پس تحقیق وَقَعَ ثابت ہوگیا أَجْرُهُ اس کا اجر عَلَى اللّٰهِ اللہ پر

وَكَانَ اور ہے اللّٰہُ اللہ غَفُوراً بہت بخشنے والا رَّحِیماً نہایت رحم کرنے والا

ترجمہ: اور جو شخص اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ جائے وہ زمین میں بہت سی رہنے کی جگہ اور کشائش پائے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے گھر سے نکل جائے پھر اس کو موت آ پکڑے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہو چکا اور اللہ بڑا بخشنے والا ہے بڑا مہربان ہے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں۔

ا۔ جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور بڑی گنجائش پائے گا۔

۲۔ اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اسکے رسول کی طرف ہجرت کے لئے نکلے پھر اسے موت آ پکڑے تب بھی اس کا ثواب اللہ کے پاس طے ہو چکا ہے اور اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

کس قدر خوش نصیب ہیں اللہ کے وہ نیک بندے جو اللہ کو راضی کرنے کیلئے اور اپنے دین وایمان کو بچانے کیلئے اللہ کے راستہ میں ہجرت کیلئے نکل کھڑے ہوتے ہیں اور راستے ہی سے اپنی حقیقی منزل تک (اللہ کے ہاں) پہنچ جاتے ہیں اور انہیں راستے میں موت آتی ہے۔ وہ لوگ جو گھروں میں بیٹھے بیٹھے یا لیٹے لیٹے موت کے آغوش میں چلے جاتے ہیں ان کے مقابلہ میں یقیناً وہ لوگ قابلِ رشک ہیں جن کی موت اللہ کی راہ ہی میں ہو جاتی ہے اور وہ وہیں سے اپنے رب سے مل جاتے ہیں۔

اس آیت میں ایسے ہی خوش نصیب افراد کیلئے خوشخبریاں دی گئی ہیں۔ اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں دو واقعات مفسرین نے تحریر فرمائے ہیں۔ ایک روایت حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ حضرت حمزہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی نیت سے مکہ مکرمہ سے نکلنے کا ارادہ کیا۔ اپنے گھر والوں سے کہا کہ مجھے سواری پر سوار کر دو اور مشرکین کی سرزمین سے نکال دو۔ میں رسول اللہ ﷺ تک پہنچ جاؤں گا۔ جب وہ مکہ مکرمہ سے روانہ ہو گئے تو راستہ ہی میں موت آ گئی اور وہ رسولِ رحمت ﷺ تک پہنچ نہ سکے۔ رسول رحمت ﷺ پر اس آیت کا نزول ہوا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں اپنے وطن چھوڑ دے وہ زمین میں جانے کی بہت سی جگہ پائے گا اور اسے بہت کشادگی ملے گی اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اسکے رسول کی طرف ہجرت کی نیت سے نکل کھڑا ہو پھر اس کو موت آ پکڑے تو یقینی طور پر اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ثابت ہو گیا اور اللہ بڑا بخشنے والا ہے بڑا مہربان ہے۔

دوسرا واقعہ ابوحمزہ زرقی رضی اللہ عنہ کا ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں مشرکین میں پھنسے ہوئے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ''وہ کمزور مرد عورتیں اور بچے جو مغلوب ہوں اور ہجرت کرنے سے قاصر ہوں اور کوئی تدبیر بھی سامنے نہ ہو تو ان پر کوئی حرج نہیں''، تو حضرت ابوحمزہ زرقی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں مالدار ہوں، میں نکلنے کی تدبیر کر سکتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے ہجرت کا سامان تیار کیا اور رسولِ رحمت ﷺ تک پہنچنے کی نیت سے مکہ مکرمہ سے نکل کھڑے ہوئے اور مدینہ

منورہ کے قریب مقامِ تنعیم میں ان کی موت ہوگئی۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اللہ کو راضی کرنے اور اپنے آپ کو کفر و شرک سے بچائے رکھنے کیلئے ہجرت کرنا اچھا ٹھکانہ مل جانے کا سبب ہے۔ نیز مالی طور پر کشادگی کا بھی ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کے ملنے کا باعث ہے۔ رسولِ رحمت ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کی۔ چند ہی سالوں میں مکہ مکرمہ فتح ہوا، بہت سے علاقے مسلمانوں کے قبضے میں آئے اور غنیمت کے اس عملِ خیر کی وجہ سے مغفرت کا سامان بھی ملے گا۔

درس نمبر (٤٢٤) **حالتِ سفر میں قصر** النسآء:١٠١

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ الأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُواْ مِنَ الصَّلاَةِ إِنْ خِفْتُمْ أَن يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ إِنَّ الْكَافِرِيْنَ كَانُواْ لَكُمْ عَدُوّاً مُّبِيْناً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذَا اور جب ضَرَبْتُمْ تم سفر کرو فِيْ الأَرْضِ زمین میں فَلَيْسَ تو نہیں عَلَيْكُمْ تم پر جُنَاحٌ کوئی گناہ أَن یہ کہ تَقْصُرُواْ تم قصر کرو مِنَ الصَّلاَةِ نماز إِنْ اگر خِفْتُمْ تم ڈرو أَن اس بات سے کہ يَفْتِنَكُمُ تمہیں فتنے میں ڈال دیں گے الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُواْ کفر کیا إِنَّ یقیناً الْكَافِرِيْنَ کافر كَانُواْ ہیں لَكُمْ تمہارے عَدُوّاً دشمن مُّبِيْناً ظاہر

ترجمہ: اور جب تم سفر کو جاؤ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز کو کم کر کے پڑھو۔ بشرطیکہ تم کو خوف ہو کہ کافر لوگ تم کو ستائیں گے۔ بیشک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی ہیں۔

١۔ جب تم زمین میں سفر کرو اور تمہیں اس بات کا خوف ہو کہ کافر لوگ تمہیں پریشان کریں گے تو تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم نماز میں قصر کرلو۔

٢۔ یقیناً کافر لوگ تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

پچھلی آیتوں میں چونکہ مسلسل جہاد اور ہجرت سے متعلق باتیں ہو رہی تھیں، ظاہر ہے کہ جہاد ہو یا ہجرت دونوں صورتوں میں سفر کرنا ضروری ہوتا ہے اور ایسے مواقع پر سفر کرنا جب کہ دشمن کا خوف طاری ہو تو دینِ اسلام نے گنجائشیں اور رعایتیں رکھی ہیں۔ اسلام آسان دین ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ عائد نہیں کرتے **لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَهَا**۔ عام حالات میں تو آدمی پوری نماز ادا کرتا ہے۔ فجر کی نماز میں دو رکعت فرض اور دو رکعت سنت، ظہر کی نماز میں چار رکعت سنت، چار رکعت فرض اور دو رکعت سنت، عصر کی نماز میں چار رکعت فرض، مغرب کی نماز میں تین رکعت فرض اور دو رکعت سنت اور عشاء کی نماز میں چار رکعت فرض، دو رکعت سنت اور تین رکعت وتر۔

سفر کی حالت میں کبھی دشمن کا خوف غالب ہوتا ہے اور کبھی سواری وغیرہ کے حاصل کرنے میں عجلت ہوتی ہے۔اس لئے اس آیت میں اس بات کی گنجائش دی گئی ہے کہ سفر میں قصر کر لی جائے، وہ نمازیں جن میں فرض رکعتیں چار ہوں۔ان نمازوں میں صرف دو رکعت ہی پڑھ لی جائیں،مثلاً ظہر،عصر اور عشاء کی نماز۔ظاہر ہے کہ ان نمازوں میں حالتِ سفر میں صرف دو رکعت فرض ہی ادا کی جائیں گی۔ ہاں! اگر کوئی مسافر کسی ایسے امام کی اقتداء کرے جو مقیم ہے مسافر نہیں ہے تو اسکی اقتداء میں مسافر کو پورے چار رکعت ہی ادا کرنے ہوں گے اور اگر مسافر امام ہے اور مقتدی مقیم ہو تو مقتدی کو چاہئے کہ باقی دو رکعت امام کے سلام پھیرنے کے بعد مکمل کرلے۔

شرعی طور پر سفر اس کو کہیں گے جس کی مسافت ۴۸ میل اور کلو میٹر کے حساب سے تقریباً ۸۳ کلو میٹر ہو۔ جب اتنی مسافت یا اس سے زیادہ مسافت کی نیت سے اپنی بستی کے حدود سے نکل گیا تو اب قصر پڑھنا ہوگا،مثلاً ایک شخص کرنول جانے کی نیت سے حیدرآباد سے نکل گیا،دن کے گیارہ بجے اب وہ ظہر کی نماز راستہ ہی میں قصر ہی کرے گا جب کہ وہ آبادی سے نکل چکا ہو، چاہے وہ ۴۸ میل کا سفر طے کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

سفر میں سنتوں کے سلسلہ میں حکم یہ ہے کہ اگر سواری چھوٹ جانے کا ڈر ہو تو سنتیں بالکل ہی چھوڑی جاسکتی ہیں، اگر اطمینان ہو اور جلدی کا تقاضہ نہ ہو تو سنتیں بھی پڑھ لیں، البتہ وتر کی نماز نہ چھوڑیں، اسلئے کہ وہ واجب ہے۔اگر کسی بستی یا شہر میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرلے تو اب آدمی مسافر نہیں رہے گا اور اب وہ قصر نہیں کرے گا۔ اگر پندرہ دن سے کم دنوں تک کسی جگہ ٹھہرنے کی نیت ہے تو ایسی صورت میں قصر کرے گا۔سفر کی حالت میں قصر کرنے کی جو سہولت دی گی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آیت سے تو یہ معلوم ہو رہا ہے کہ کافروں کی طرف سے خوف ہو کہ وہ تمہیں فتنہ میں ڈال دیں گے، اب تو خوف نہیں ہے امن وامان ہو گیا ہے، تو کیا ہم پوری نماز پڑھ لیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے یہی سوال رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر صدقہ ہے، لہٰذا اللہ کا صدقہ قبول کرو۔(مسلم)

درس نمبر (۴۲۵) | **حالتِ جنگ میں بھی نماز** | النسآء:۱۰۲

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيم . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيم

وَإِذَا كُنتَ فِيهِمۡ فَأَقَمۡتَ لَهُمُ الصَّلاَةَ فَلۡتَقُمۡ طَآئِفَةٌ مِّنۡهُم مَّعَكَ وَلۡيَأۡخُذُواۡ أَسۡلِحَتَهُمۡ فَإِذَا سَجَدُواۡ فَلۡيَكُونُواۡ مِن وَرَآئِكُمۡ وَلۡتَأۡتِ طَآئِفَةٌ أُخۡرَى لَمۡ يُصَلُّواۡ فَلۡيُصَلُّواۡ مَعَكَ وَلۡيَأۡخُذُواۡ حِذۡرَهُمۡ وَأَسۡلِحَتَهُمۡ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُواۡ لَوۡ تَغۡفُلُونَ عَنۡ أَسۡلِحَتِكُمۡ وَأَمۡتِعَتِكُمۡ فَيَمِيلُونَ عَلَيۡكُم مَّيۡلَةً وَاحِدَةً وَّلاَ جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ إِن كَانَ بِكُمۡ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوۡ كُنتُم مَّرۡضَى أَن تَضَعُواۡ أَسۡلِحَتَكُمۡ وَخُذُواۡ حِذۡرَكُمۡ إِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلۡكَافِرِينَ عَذَاباً مُّهِيناً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِذَا اور جب كُنتَ ہوں آپ فِيهِمْ ان میں فَأَقَمْتَ پھر آپ قائم کریں لَهُمُ ان کے لئے الصَّلَاةَ نماز فَلْتَقُمْ تو چاہیئے کہ کھڑی ہو طَآئِفَةٌ ایک جماعت مِّنْهُم ان میں سے مَّعَكَ آپ کے ساتھ وَلْيَأْخُذُواْ اور چاہیئے کہ (ساتھ) لے لے وہ أَسْلِحَتَهُمْ اپنے ہتھیار فَإِذَا پھر جب سَجَدُواْ وہ سجدہ کر لے فَلْيَكُونُواْ تو ہو جائے مِن وَّرَآئِكُمْ تمہارے پیچھے وَلْتَأْتِ اور چاہیئے کہ آئے طَآئِفَةٌ جماعت أُخْرَى دوسری لَمْ (کہ) نہیں يُصَلُّواْ اس نے نماز پڑھی فَلْيُصَلُّواْ تو وہ نماز پڑھے مَعَكَ آپ کے ساتھ وَلْيَأْخُذُواْ اور چاہیئے کہ لے لے حِذْرَهُمْ اپنا بچاؤ وَأَسْلِحَتَهُمْ اور اپنے ہتھیار وَدَّ چاہتے ہیں الَّذِينَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُواْ کفر کیا لَوْ کاش کہ تَغْفُلُونَ تم غافل ہو جاؤ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ اپنے اسلحے سے وَأَمْتِعَتِكُمْ اور اپنے سامان سے فَيَمِيلُونَ پھر وہ ٹوٹ پڑیں عَلَيْكُم تم پر مَّيْلَةً ٹوٹ پڑنا وَاحِدَةً یکبارگی وَلاَ اور نہیں جُنَاحَ کوئی گناہ عَلَيْكُمْ تم پر إِن اگر كَانَ ہو بِكُمْ تمہیں أَذًى تکلیف مِّن مَّطَرٍ بارش (کی وجہ) سے أَوْ یا كُنتُم ہو تم مَّرْضَى بیمار أَن یہ کہ تَضَعُواْ تم رکھ دو أَسْلِحَتَكُمْ اپنے ہتھیار وَخُذُواْ اور تم (ساتھ) لئے رکھو حِذْرَكُمْ اپنا بچاؤ إِنَّ اللّهَ تحقیق اللہ نے أَعَدَّ تیار کر رکھا ہے لِلْكَافِرِينَ کافروں کے لئے عَذَاباً عذاب مُّهِيناً رسوا کن

ترجمہ: اور اے پیغمبر! جب تم ان مجاہدین کے لشکر میں ہو اور ان کو نماز پڑھانے لگو تو چاہیئے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ مسلح ہو کر کھڑی رہے۔ جب وہ سجدہ کر چکیں تو تم سے پیچھے چلے جائیں اور دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی ان کی جگہ آئے اور ہوشیار اور مسلح ہو کر تمہارے ساتھ نماز ادا کرے۔ کافر تو چاہتے ہی ہیں کہ تم ذرا اپنے ہتھیاروں اور سامان سے غافل ہو جاؤ کہ تم پر یکبارگی حملہ کر دیں اور اگر تم بارش کے سبب تکلیف میں ہو یا بیمار ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار رکھو مگر اپنا بچاؤ ضرور کر رکھو۔ اللہ نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اے پیغمبر! جب آپ ان کے درمیان موجود ہوں اور انہیں نماز پڑھاؤ دشمن سے مقابلہ کے وقت، اس کا طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ تمہارے ساتھ کھڑا ہو جائے اور اپنے ہتھیار ساتھ لے پھر جب یہ لوگ سجدہ کر چکیں تو تمہارے پیچھے ہو جائیں۔

۲۔ اور دوسرا گروہ جس نے ابھی تک نماز نہ پڑھی ہو آگے آ جائے اور وہ تمہارے ساتھ نماز پڑھے اور وہ اپنے ساتھ اپنے بچاؤ کا سامان لے۔

۳۔ کافر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے غافل ہو جاؤ تو وہ ایک دم تم پر ٹوٹ پڑیں۔

۴۔ اور اگر تمہیں بارش کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو اس میں بھی تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو ہاں اپنے بچاؤ کا سامان ساتھ لے لو۔

۵۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

جنگ کی صورتِحال ہواور دشمن کی طرف سے حملہ کا خوف ہوتو اس خوف کے عالم میں بھی نماز معاف نہیں ہے۔ مسلمانوں کو حکم ہے کہ اس قدر سنگین صورتِحال میں بھی نماز جیسے اہم ترین فریضہ کوادا کرنا چاہئے۔ ایسی صورت میں باجماعت نماز کا طریقہ اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ نماز بھی ہوجائے اور جانوں کی حفاظت بھی ہوجائے۔اس حالت میں جونماز ادا کی جاتی ہے اس کوصلوۃ الخوف سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حضرت ابوعیاش زرقی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم رسولِ رحمت ﷺ کے ساتھ مقامِ عسفان میں تھے،سامنے سے مشرکین آ گئے۔ یہ لوگ ایسی جگہ تھے جو ہمارے اور ہمارے قبیلہ کے درمیان تھی۔رسولِ رحمت ﷺ نے ہم کوظہر کی نماز پڑھائی تو مشرکین کہنے لگے کہ ہم نے غلطی کی جب یہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے اس وقت ان پر حملہ کردیتے ان کوتو ہمارے حملے کا خیال بھی نہ تھا، پھر کہنے لگے کہ ابھی ایک اور نماز آنے والی ہے یعنی نمازِ عصر، وہ نماز مسلمانوں کو اپنے بیٹوں اور اپنی جانوں سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ جب یہ لوگ اس نماز میں مشغول ہوجائیں تو ان پر حملہ کردیا جائے۔حضرت جبرئیل علیہ السلام ظہر اور عصر کے درمیان یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔

صلوٰۃ الخوف کا طریقہ یہ بتایا گیا کہ امام نمازیوں کی دو جماعتیں بنائے ان میں سے ایک جماعت دشمن کی طرف متوجہ رہے اور دشمن کی نگرانی کرے اور دوسری جماعت امام کے پیچھے کھڑی ہوجائے۔جب امام کے ساتھ کھڑی ہونے والی جماعت پہلی رکعت کے دونوں سجدوں سے فارغ ہوجائے تو یہ لوگ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں اور دشمن کی طرف چلے جائیں اور وہ دوسری جماعت آجائے جنہوں نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی، ان کے آنے تک امام ان کے انتظار میں بیٹھا رہے۔اب یہ گروہ ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھ لے، امام سلام پھیر دے۔امام کی دو رکعتیں ہوگئیں اور دونوں جماعتوں کی ایک ایک۔اب یہ دوسری جماعت سلام پھیرے بغیر دشمن کی طرف چلی جائے اور پہلی جماعت آجائے جس کی ایک رکعت باقی ہے، یہ اپنی باقی ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اور دشمن کی طرف چلی جائے۔ پھر دوسری جماعت آجائے اور وہ اپنی ایک رکعت پڑھ لے۔

درس نمبر(۴۲۶) **نماز کے بعد ذکرِ الٰہی کا حکم** النسآء:۱۰۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلاَةَ فَاذْكُرُواْ اللّهَ قِيَاماً وَقُعُوداً وَعَلَى جُنُوبِكُمْ فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ إِنَّ الصَّلاَةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَاباً مَّوْقُوتاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَإِذَا پھرجب قَضَيْتُمُ تم پوری کرلو الصَّلاَةَ نماز فَاذْكُرُواْ اللّهَ توتم ذکر کرو اللہ کا قِيَاماً کھڑے ہوئے وَقُعُوداً اور بیٹھے ہوئے وَعَلَى جُنُوبِكُمْ اور اپنی کروٹوں پر فَإِذَا پھرجب اطْمَأْنَنتُمْ تم بے خوف ہوجاؤ فَأَقِيمُواْ توتم قائم کرو الصَّلاَةَ نماز إِنَّ تحقیق الصَّلاَةَ نماز كَانَتْ ہے عَلَى الْمُؤْمِنِينَ

مومنوں پر کِتَاباً فرض مَّوْقُوتاً مقررہ وقتوں میں

ترجمہ: پھر جب تم یہ نماز تمام کر چکو تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہر حالت میں اللہ کو یاد کرو۔ پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ تو پورے آداب کے ساتھ نماز پڑھو بیشک نماز کا مومنوں پر اوقات مقررہ میں ادا کرنا فرض ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئیں ہیں۔

۱۔ پھر تم نماز پوری کر چکو تو اللہ تعالیٰ کو ہر حالت میں یاد کرتے رہو کھڑے بھی بیٹھے بھی اور لیٹے ہوئے بھی۔

۲۔ پھر جب تمہیں دشمن کی طرف سے اطمینان حاصل ہو جائے تو نماز قاعدے کے مطابق پڑھو۔

۳۔ بیشک نماز مسلمانوں کے ذمہ ایک ایسا فریضہ ہے جو وقت کا پابند ہے

نماز اللہ کا ذکر ہے قرآن مجید میں یہ حکم دیا گیا کہ **وَاَقِمِ الصَّلواۃَ لِذِکْرِیْ** میری یاد کیلئے نماز قائم کرو، نماز گویا دل کا بھی ذکر ہے زبان کا بھی ذکر ہے اور روح کا بھی ذکر ہے، نماز میں یہ کیفیت غالب رہے کہ ہمارا دل بھی اللہ کی یاد میں لگا رہے اور ہماری زبان بھی اللہ کے ذکر میں لگی رہے اور ہماری روح بھی اللہ کے ذکر میں مصروف رہے

اس آیت میں نماز کے بعد کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں اللہ کی یاد میں لگے رہنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اللہ کا ذکر ہر وقت اور ہر جگہ چلتا رہے، ایک مومن کی خصوصیت اور اسکی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ سب کچھ بھول سکتا ہے مگر اپنے اس رب کو بھول نہیں سکتا جس نے اس کا وجود بخشا، جس کی دی ہوئی نعمتوں سے وہ دیکھ رہا ہے، سن رہا ہے اور بول رہا ہے جس کے احسانات کے نتیجہ میں وہ سانس لے رہا ہے، کھا اور پی رہا ہے، سو اور جاگ رہا ہے۔ صحت وقوت، مال ودولت، سکون وراحت سب کچھ اسی اللہ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ خلوت اور جلوت دونوں حالتوں میں اپنے رب کو یاد رکھیں۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹۰ اور ۱۹۱ میں ان لوگوں کو عقلمند قرار دیا گیا ہے جو کھڑے، بیٹھے اور پہلو بدلتے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے ہیں **إِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلاَفِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ لآیَاتٍ لِّأُوْلِیْ الألْبَابِ. الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّہَ قِیَاماً وَقُعُوداً وَعَلَیَ جُنُوبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھَذا بَاطِلاً سُبْحَانَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ** بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے پروردگار! تو نے اس کائنات کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا۔ تو پاک ہے۔ تو قیامت کے دن ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ کسی جگہ بیٹھے انہوں نے اپنی مجلس میں اللہ کا ذکر نہ کیا اور اپنے نبی پر درود نہ بھیجا تو یہ مجلس ان کے لئے نقصان کا سبب ہوگی پھر اگر اللہ چاہے تو ان کو عذاب دے اور اگر چاہے تو ان کی مغفرت فرما دے، اگر کوئی شخص کسی جگہ لیٹا اور اس انے اس

لیٹنے کی حالت میں اللہ کو یاد کیا تو یہ لیٹنا اس کے لئے اللہ تعالی کی طرف سے نقصان کا سبب ہوگا اور جو شخص کسی جگہ چلا اور اس چلنے میں اس نے اللہ کو یاد نہ رکھا تو اللہ کی طرف سے اس کا یہ چلنا نقصان کا باعث ہوگا (ترغیب وترہیب)

اس کے بعد اس آیت میں یہ بات بتلائی گئی ہے کہ جب تم مطمئن ہو تو نماز کو قائم کرو یعنی خوف کی حالت ختم ہو جائے تو اب پوری نماز پڑھ لیں اب قصر کرنے کی اجازت نہ ہوگی، نماز ایک ایسا فریضہ ہے جس کے اوقات مقرر ہیں، ہر حال میں چاہے آدمی مسافر ہو یا مقیم، خوف میں ہو یا امن میں، تندرست ہو یا بیمار ہر حالت میں نماز اپنے وقت پر فرض ہے۔

درس نمبر (۴۲۷) دشمنوں کا پیچھا کرنے میں کمزوری نہ دکھاؤ النسآء:۱۰۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَهِنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا تَأْلَمُونَ وَتَرْجُونَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُونَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَا اور نہ تَهِنُوا تم ہمت ہارو فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ (دشمن) قوم کی تلاش میں إِنْ اگر تَكُونُوا ہو تم تَأْلَمُونَ دکھ اٹھاتے فَإِنَّهُمْ تو بلاشبہ وہ (بھی) يَأْلَمُونَ دکھ اٹھاتے ہیں كَمَا جیسے تَأْلَمُونَ تم دکھ اٹھاتے ہو وَتَرْجُونَ اور تم امید رکھتے ہو مِنَ اللّٰهِ اللہ سے مَا جس کی لَا نہیں يَرْجُونَ وہ امید رکھتے وَكَانَ اور ہے اللّٰهُ اللہ عَلِيمًا خوب جاننے والا حَكِيمًا بڑا حکمت والا

ترجمہ: اور ان کفار کا پیچھا کرنے میں سستی نہ کرنا۔ اگر تم بے آرام ہوتے ہو تو جس طرح تم بے آرام ہوتے ہو اسی طرح وہ بھی بے آرام ہوتے ہیں اور تم تو اللہ سے ایسی ایسی امیدیں رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھتے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے بڑی حکمت والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئیں ہیں۔

۱۔ تم ان لوگوں یعنی دشمن کافروں کا پیچھا کرنے میں کمزوری نہ دکھاؤ

۲۔ اگر تمہیں تکلیف پہنچی ہے تو ان کو بھی اس طرح تکلیف پہنچی ہے، جیسے تمہیں پہنچی ہے

۳۔ اور تم اللہ سے اس بات کے امیدوار ہو جس کے وہ امیدوار نہیں

۴۔ اور اللہ علم کا بھی مالک ہے حکمت کا بھی مالک ہے

جہاد اور ہجرت سے متعلق اہم ترین باتوں کا سلسلہ جاری ہے، دشمن سے مقابلہ کی صورت میں ایک اہم ہدایت مسلمانوں کو اس آیت میں دی جارہی ہے کہ دشمنوں کا پیچھا کرنے میں کبھی کمزوری مت دکھاؤ اس لئے کہ اگر مقابلہ کے وقت دشمن کا پیچھا کرنے میں کمزوری دکھائی جاتی ہے تو دشمن شیر ہوجاتا ہے فطری طور پر اس میں مزید ہمت اور طاقت پیدا ہوجاتی ہے اور جب قوت کے ساتھ پیچھا کیا جاتا ہے تو دشمن مسلمانوں کو طاقتور سمجھ کر حملہ کرنے کا ارادہ

کرنے سے گریز کرتا ہے، اس لئے یہاں یہ حکم دیا گیا ہے کہ دشمن کا پیچھا کرنے میں ہمت نہ ہارو اور دوسری اہم ترین بات اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے یہ کہی کہ اگر تم کو کوئی دکھ پہنچتا ہے تو تمہیں اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہئے کہ تمہارے دشمن بھی دکھ اور تکلیف میں مبتلا ہوئے ہیں جس طرح جنگ میں تم زخمی ہوتے ہو اور قتل کئے جاتے ہو تو یہ بات بھی غور کرو کہ دشمن بھی تو زخمی ہوئے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں، اس بات کو ذہن میں رکھو کہ تم کو جو تکلیف پہنچتی ہے اس پر ثواب کی امید ہے بڑے بڑے درجات کی بھی امیدیں ہیں اور کافروں کیلئے نہ ثواب کی امید ہے اور نہ درجات کی، یہ ظاہر ہے کہ نفع اور فائدے میں تو مسلمان ہی ہیں اور جنگ میں تو تکلیف ہوتی ہی ہے لیکن جنت کی آرزو تکلیف کے احساس کو ختم کر دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو تمہاری نیتوں اور اعمال کا پورا پورا علم ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مصلحتوں کو بھی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حکمت والا بھی ہے۔ اس کے جتنے احکامات ہیں وہ سب حکمت پر مبنی ہیں۔ تم اللہ کے بندے ہو، پس اللہ کے حکم کے مطابق کام کرو۔ اللہ کے حکم کے مطابق تمہارا عمل تمہاری کامیابی اور کامرانی کا ذریعہ ہے۔

درس نمبر (۴۲۸) — **خیانت کرنے والوں کے طرفدار نہ بنو** — النسآء: ۱۰۵۔۱۰۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللّٰهُ وَلاَ تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْماً O وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوراً رَّحِيْماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّا تحقیق ہم نے أَنْزَلْنَا نازل کی إِلَيْكَ آپ کی طرف الْكِتَابَ کتاب بِالْحَقِّ حق کے ساتھ لِتَحْكُمَ تاکہ آپ فیصلہ کریں بَيْنَ درمیان النَّاسِ لوگوں کے بِمَا اس کے ساتھ جو أَرَاكَ اللّٰهُ آپ کو اللہ نے سکھلایا وَلاَ اور نہ تَكُنْ ہوں آپ لِّلْخَآئِنِيْنَ خیانت کرنے والوں کی خاطر خَصِيْماً جھگڑنے والے O وَاسْتَغْفِرِ اور بخشش مانگیں اللّٰهَ اللہ سے إِنَّ بیشک اللّٰهَ اللہ كَانَ ہے غَفُوراً بہت بخشنے والا رَّحِيْماً نہایت رحم کرنے والا

ترجمہ: اے پیغمبر! ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے تاکہ اللہ کی ہدایات کے مطابق لوگوں کے مقدمات فیصل کرو اور دغابازوں کی حمایت میں کبھی بحث نہ کرنا O اور اللہ سے بخشش مانگتے رہو۔ بیشک اللہ بخشنے والا ہے بڑا مہربان ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئیں ہیں،

(۱) بیشک ہم نے حق پر مشتمل کتاب آپ پر اس لئے اتاری ہے تاکہ تم لوگوں کے درمیان اس طریقہ کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے تم کو سمجھا دیا ہے۔

(۲) اور تم خیانت کرنے والوں کے طرف دار نہ بنو

(۳) اوراللہ سے مغفرت طلب کرو

(۴) بیشک اللہ بہت بخشنے والا بڑامہربان ہے،

آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں امام ترمذی نے حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے قبیلہ میں تین آدمی تھے بِشرُ ،بُشَیرُ ،مُبَشّر ،ان تینوں کو بنی ابیرق کہا جاتا تھا،ان میں بشیر نامی جوشخص تھاوہ منافق تھا، وہ اپنے اشعار کے ذریعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی برائیاں بیان کرتا تھا کہ فلاں شاعر نے یوں کہا، فلاں نے یوں کہا۔مگرصحابہ رضی اللہ عنہم ان اشعار کوسن کرسمجھ جاتے تھے کہ یہ بشیر نامی شخص ہی کی حرکت ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شام سے کچھ تاجر آئے ان سے میرے چچا رفاعہ بن زید نے میدہ خریدلیا اور اسے اوپر کی منزل کے ایک کمرہ میں رکھ دیا اس کمرے میں ہتھیار بھی تھے، زرہ اور تلوار بھی تھی۔کسی شخص نے اس کمرے میں نقاب ڈال کر کھانے کی چیز میدہ اور ہتھیار چوری کر لئے۔جب صبح ہوئی تو میرے چچا رفاعہ میرے پاس آئے اور فرمایا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے !اس رات میں ہمارے اوپر زیادتی کی گئی ہے اور کھانے کا سامان اور ہتھیار کوئی شخص لے گیا ہے۔اس پر ہم کو تجسس ہوااور چور کی تفتیش میں لگ گئے۔تحقیق پر معلوم ہوا کہ بنی ابیرق نے اس رات میں آگ جلائی ہے یعنی کھانا پکایا ہے۔ہمارااندازہ یہی ہے کہ انہوں نے آپ لوگوں کا مال چرا کر کھانے پکانے میں رات گزاری ہو، جب پوچھ گچھ ہورہی تھی تو اس وقت بنوابیرق بھی موجود تھے، یہ کہہ رہے تھے کہ اللہ کی قسم! آپ لوگوں کا یہ مال لبید بن سہیل نے چرایا ہے، لبید بن سہیل تو نیک آدمی تھے سچے پکے مسلمان تھے، انہوں نے جب یہ الزام کی بات سنی تو تلوار نکال کر کہنے لگے کہ کیا میں چوری کروں گا؟ اللہ کی قسم یا تو یہ چوری پوری طرح ظاہر ہو جائے ورنہ میں اس تلوار سے تمہاری خبر لےلوں گا، بہرحال یہ مقدمہ رسول رحمت ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس بارے میں مشورہ کروں گا، دوسری طرف بنوابیرق کے لوگ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ بغیر کسی گواہ اور ثبوت کے ہمارے اوپر چوری کی تہمت لگائی گئی ہے، رسول رحمت ﷺ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جس خاندان کے بارے میں یہ کہا گیا کہ وہ مسلمان ہے اور نیک ہے تم بغیر کسی دلیل کے چوری کی تہمت کیوں لگا رہے ہو؟ ادھر حضرت قتادہؓ اور حضرت رفاعہؓ اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس معاملہ میں اللہ سے مدد مانگی، تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ یہ آیت نازل ہوئی، بیشک ہم نے آپ کے پاس یہ کتاب بھیجی ہے جس سے واقع کے موافق فیصلہ کریں جو کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو اصل حال بتلا دیا ہے وہ وحی یہ ہے کہ واقع میں بُشیر چور ہے اور قبیلہ بنوابیرق جو اس کے حامی ہیں جھوٹے ہیں جب اصل حال معلوم ہو گیا تو آپ ان خیانت کرنے والوں کی طرف داری کی بات نہ کیجئے۔

درس نمبر (۴۲۹) **اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا** النسآء:۱۰۷۔۱۰۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلاَ تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُونَ أَنْفُسَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ لاَ يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّاناً أَثِيْماً O يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلاَ يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لاَ يَرْضَى مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيْطاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلاَ اورنہ تُجَادِلْ آپ جھگڑا کریں عَنِ الَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرف سے جو يَخْتَانُونَ خیانت کرتے ہیں أَنْفُسَهُمْ اپنے آپ سے إِنَّ تحقیق اللّٰهَ اللہ لاَ يُحِبُّ نہیں پسند کرتا مَن اس شخص کو كَانَ ہے خَوَّاناً خائن أَثِيْماً گنہگار O يَسْتَخْفُونَ وہ چھپتے ہیں مِنَ النَّاسِ لوگوں سے وَلاَ اور نہیں يَسْتَخْفُونَ وہ چھپ سکتے مِنَ اللّٰهِ اللہ سے وَهُوَ اور وہ مَعَهُمْ ان کے ساتھ ہوتا ہے إِذْ جبکہ يُبَيِّتُونَ وہ مشورہ کرتے ہیں مَا اس چیز کا کہ لاَ نہیں يَرْضَى وہ راضی ہوتا مِنَ الْقَوْلِ اس بات سے وَكَانَ اور ہے اللّٰهُ اللہ بِمَا اس کو جو يَعْمَلُونَ وہ کرتے ہیں مُحِيْطاً گھیرنے والا

ترجمہ: اور ان کی طرف سے جھگڑا نہ کرو جو خود اپنی ہی خیانت کرتے ہیں کیونکہ اللہ دغا باز اور گنہگار کو دوست نہیں رکھتا O یہ لوگوں سے تو چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے حالانکہ جب یہ راتوں کو ایسی باتوں کے مشورے کیا کرتے ہیں جن کو وہ پسند نہیں کرتا تو وہ ان کے ساتھ ہوا کرتا ہے اور اللہ ان کے تمام کاموں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اور کسی تنازعہ میں ان لوگوں کی وکالت نہ کرنا جو خود اپنی جانوں سے خیانت کرتے ہیں

۲۔ اللہ کسی بھی خیانت کرنے والے گنہگار کو پسند نہیں کرتا

۳۔ یہ لوگوں سے تو شرماتے ہیں اور اللہ سے نہیں شرماتے حالانکہ وہ اسوقت بھی ان کے پاس ہوتا ہے جب وہ راتوں کو ایسی باتیں کرتے ہیں جو اللہ کو پسند نہیں۔

۴۔ اور جو کچھ یہ کررہے ہیں اللہ نے اس سب کا احاطہ کررکھا ہے۔

ایک ہے امانت اور دوسری ہے خیانت، جہاں کہیں معاملہ امانت کا ہو تو ظاہر بات ہے کہ وہاں کسی قسم کا کوئی جھگڑا ہی نہیں ہوتا، جہاں بات خیانت کی ہوتی ہے وہاں نزاعی کیفیت خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسے موقع پر جب کہ کسی معاملے میں جھگڑا ہو اور ایک فریق خیانت کرتا ہو تو منصف مزاج لوگوں کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ خیانت کرنے والے کی طرف داری نہ کریں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس شخص کو ہرگز پسند نہیں کرتے جو خیانت کرتا ہو رب ذوالجلال کی نگاہ میں وہ گنہگار اور مجرم ہے۔ ایسے مجرموں کی وکالت کرنا اور ان کی طرف داری کرنا ظاہر بات ہے کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ جو لوگ اس دنیا میں خیانت کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں سے

شرماتے ہیں لیکن اللہ سے نہیں شرماتے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے پاس ہوتا ہے جب وہ راتوں میں ایسی باتیں کرتے ہیں جو اللہ کو سخت ناپسند ہوتی ہیں۔خلوت اور تنہائیوں میں جو لوگ خیانت کی باتیں کرتے ہیں انہیں اس بات کا احساس ویقین ہونا چاہیے کہ وہ جہاں خیانت کی باتیں کررہے ہیں وہاں اللہ تبارک و تعالیٰ ضرور موجود ہیں۔ان کی ان شر پسند باتوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ سنتا اور جانتا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم کے احاطہ سے کوئی باہر جانہیں سکتا۔مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنی معاشرتی اور سماجی زندگی کے تمام معاملات میں امانت داری کو ملحوظ رکھیں اور ہر قسم کی خیانت سے گریز کریں۔

درس نمبر(۴۳۰) — **اللہ تعالیٰ بخشنے والے بڑے مہربان ہیں** — النسآء:۱۰۹۔۱۱۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَاأَنتُمْ هٰـؤُلاءِ جَادَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَم مَّنْ يَّكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلاً O وَمَن يَّعْمَلْ سُوْءاً أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوراً رَّحِيْماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: هَاأَنتُمْ (ہاں) تم هٰؤُلاءِ وہی لوگ ہو جَادَلْتُمْ (کہ) تم نے جھگڑا کیا عَنْهُمْ ان کی طرف سے فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا زندگانی دنیا میں فَمَنْ پھر کون يُجَادِلُ اللّٰهَ جھگڑا کرے گا اللہ سے عَنْهُمْ ان کی طرف سے يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن أَم یا مَّنْ کون يَكُونُ ہوگا عَلَيْهِمْ ان کی طرف سے وَكِيْلاً وکیل؟O وَمَن اور جو کوئی يَعْمَلْ عمل کرے سُوْءاً برا أَوْ یا يَظْلِمْ ظلم کرے نَفْسَهُ اپنی جان پر ثُمَّ پھر يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ وہ اللہ سے بخشش مانگے يَجِدِ اللّٰهَ (تو) پائے گا اللہ کو غَفُوراً بہت بخشنے والا رَّحِيْماً نہایت رحم کرنے والا

ترجمہ: بھلا تم لوگ دنیا کی زندگی میں تو ان کی طرف سے بحث کر لیتے ہو۔سو قیامت کے دن ان کی طرف سے اللہ کے ساتھ کون بحث کرے گا اور کون ان کا وکیل بنے گا O اور جو شخص کوئی بُرا کام کر بیٹھے یا اپنے حق میں ظلم کرلے پھر اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ کو بڑا بخشنے والا بڑا مہربان پائے گا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں،

۱۔تمہارا ابساط تو یہی ہے کہ تم نے دنیوی زندگی میں لوگوں سے جھگڑ کر ان خیانت کرنے والوں کی حمایت کرلی۔

۲۔بھلا اس کے بعد قیامت کے دن اللہ سے جھگڑ کر کون ان کی حمایت کرے گا اور کون ان کا وکیل بنے گا؟

۳۔جو شخص کوئی برا کام کر گزرے یا اپنی جان پر ظلم کر بیٹھے پھر اللہ سے معافی مانگ لے تو وہ اللہ کو بہت بخشنے والا بڑا مہربان پائے گا۔

ہم دنیوی زندگی میں لوگوں سے جھگڑ کر ان خیانت کرنے والوں کی حمایت تو کرلیتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ جب قیامت کا دن قائم ہوگا اور اس وقت رب ذوالجلال میزانِ عدل قائم کریں گے اور جب فیصلے کریں گے تو اس وقت

ہے کوئی اللہ کے روبرو کسی خیانت کرنے والے کی طرفداری اور حمایت کرے اور اس کی مدد کرے؟ کسی میں اس کی ہمت نہیں ہوگی۔تم دنیوی زندگی میں ان کی طرف سے جواب دہی کرتے ہو، یہاں کی جوابدہی کرنے سے اگر کوئی شخص اپنے کالے کرتوت سے بری ہو بھی جائے تو قیامت میں جب معاہدہ ہوگا اس وقت کون اللہ کے سامنے پیشی کے وقت ان کی طرف سے جواب دہی کرے گا اور وہاں ان کا کون مددگار رہوگا؟ وہاں نہ کوئی حمایتی ہوگا، نہ وکیل ہوگا، اپنا کیا ہر ایک کو خود بھگتنا ہوگا۔ یہاں ان لوگوں کو تنبیہ ہے جو مال چرا کر یا خیانت کر کے یا ڈاکہ ڈال کر یا فائلوں میں ردوبدل کر کے یا کسی صاحبِ اقتدار سے مل جل کر اپنا کیس دبا دیتے ہیں اور دوسروں کا مال کھا جاتے ہیں۔ یہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ دنیا میں ہم نے کاغذات چیک کر کے یا کسی صاحبِ اقتدار کی پناہ لے کر اپنی جان کو دنیا میں بچالیا تو آخرت میں بچ گئے۔آخرت کا حساب ہر گھڑی سامنے رکھنا لازم ہے۔ وہاں کوئی مددگار نہ ہوگا۔ جو کوئی شخص برا عمل کرتا ہے یا اپنی جان پر ظلم کر بیٹھتا ہے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ سے معافی مانگ لیتا ہے اسے جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بخشنے والا ہے۔ رب ذوالجلال کو بندے کا معافی مانگنا، توبہ کرنا اور استغفار کرنا بڑا اچھا لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو بڑی محبت سے دیکھتے ہیں جو بندے اپنے گناہوں پر معافی مانگتے ہیں، توبہ اور استغفار کرتے ہیں۔ وہ بندہ جس نے اپنے رب ذوالجلال کی طرف رجوع کیا، معافی مانگی اور اپنی اصلاح کر لی تو وہ اپنے پروردگار کو بڑا ہی مہربان اور بخشنے والا پائے گا۔

درس نمبر (۴۳۱) گناہ کا نقصان گنہگار کو النسآء: ۱۱۱۔۱۱۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ يَّكْسِبْ إِثْماً فَإِنَّمَا يَكْسِبُهُ عَلَى نَفْسِهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْماً حَكِيْماً O وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْئَةً أَوْ إِثْماً ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيْئاً فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَاناً وَّإِثْماً مُّبِيْناً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَنْ اور جو شخص يَكْسِبْ كماتا ہے إِثْماً كوئی گناہ فَإِنَّمَا تو بلاشبہ يَكْسِبُهُ وہ کماتا ہے اسے عَلَى نَفْسِهِ اپنے ہی خلاف وَكَانَ اور ہے اللّٰهُ اللہ عَلِيْماً خوب جاننے والا حَكِيْماً نہایت حکم والاO وَمَنْ اور جو شخص يَكْسِبْ کرتا ہے خَطِيْئَةً کوئی خطا أَوْ یا إِثْماً کوئی گناہ ثُمَّ پھر يَرْمِ وہ الزام لگاتا ہے بِهِ اس کا بَرِيْئاً (کسی) بے گناہ پر فَقَدِ تو تحقیق احْتَمَلَ اس نے اپنے ذمے لے لیا بُهْتَاناً بہتان وَإِثْماً اور گناہ مُّبِيْناً ظاہر

ترجمہ: اور جو کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا وبال اسی پر ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے حکمت والا ہےO اور جو شخص کوئی قصور یا گناہ تو خود کرے لیکن اسکا الزام کسی بے گناہ پر ڈال دے تو اس نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

ا۔ جو شخص کوئی گناہ کمائے تو وہ اس کمائی سے خود اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے اور اللہ پورا علم بھی رکھتا ہے اور حکمت کا بھی مالک ہے۔

۲۔اگر کوئی شخص کسی غلطی یا گناہ کا مرتکب ہو پھر اس کا الزام کسی بے گناہ کے ذمہ لگا دے تو وہ بڑا بھاری بہتان اور کھلا گناہ اپنے اوپر لادلیتا ہے۔

ہم دنیاوی زندگی میں لوگوں سے جھگڑ کر ان خیانت کرنے والوں کی حمایت تو کر لیتے ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ جب قیامت کا دن قائم ہوگا اور اس وقت رب ذوالجلال میزان عدل قائم کریں گے اور جب فیصلے کریں گے تو اس وقت ہے کوئی اللہ کے روبرو کسی خیانت کرنے والے کی طرفداری اور حمایت کرے؟ اور اس کی مدد کرے؟ کسی میں اس کی ہمت نہیں ہوگی تم دنیاوی زندگی میں ان کی طرف سے جواب دہی کرتے ہو۔ یہاں کی جوابدہی کرنے سے اگر کوئی شخص اپنے کالے کرتوت سے بری ہو بھی جائے تو قیامت میں جب معاہدہ ہوگا اس وقت کون اللہ کے سامنے پیشی کے وقت ان کی طرف سے جواب دہی کرے گا اور وہاں ان کا کون مددگار ہوگا ،،،؟ وہاں نہ کوئی حمایتی ہوگا نہ وکیل ہوگا اپنا کیا ہر ایک کو خود بھگتنا ہوگا۔ یہاں ان لوگوں کو تنبیہ ہے جو مال چرا کر یا خیانت کر کے یا ڈاکہ ڈال کر یا فائلوں میں ردوبدل کر کے یا کسی صاحب اقتدار سے مل جل کر اپنا کیس دبا دیتے ہیں اور دوسروں کا مال کھا جاتے ہیں یہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ دنیا میں ہم نے کاغذات چیک کر کے یا کسی صاحب اقتدار کی پناہ لے کر اپنی جان کو دنیا میں بچالیا تو آخرت میں بچ گئے آخرت کا حساب ہر گھڑی سامنے رکھنا لازم ہے وہاں کوئی مددگار نہ ہوگا باقی۔ جو کوئی شخص برا عمل کرتا ہے یا اپنی جان پر ظلم کر بیٹھتا ہے پھر اللہ تبارک وتعالی سے معافی مانگ لیتا ہے اسے جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کو بخشنے والا ہے رب ذوالجلال کو بندے کا معافی مانگنا توبہ کرنا استغفار کرنا بڑا اچھا لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو بڑی محبت سے دیکھتے ہیں جو بندے اپنے گناہوں پر معافی مانگتے ہیں توبہ اور استغفار کرتے ہیں، وہ بندہ جس نے اپنے رب ذوالجلال کی طرف رجوع کیا معافی مانگی اپنی اصلاح کر لی تو وہ اپنے پروردگار کو بڑا ہی مہربان اور بخشنے والا پائے گا۔

درس نمبر (۴۳۲) — النسآء:۱۱۳

تم پر اللہ کا فضل ہمیشہ رہا ہے

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّت طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ أَن يُّضِلُّوكَ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ وَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَ اور لَوْلَا اگر نہ ہوتا فَضْلُ اللّٰهِ اللہ کا فضل عَلَيْكَ آپ پر وَرَحْمَتُهُ اور اس کی رحمت لَهَمَّت (تو) یقیناً ارادہ کر لیا تھا طَّآئِفَةٌ ایک گروہ نے مِّنْهُمْ ان میں سے أَن یہ کہ يُّضِلُّوكَ آپ کو بہکائیں وَمَا اور نہیں يُضِلُّونَ وہ بہکاتے إِلَّآ مگر أَنفُسَهُمْ اپنے آپ ہی کو وَمَا اور نہیں يَضُرُّونَكَ وہ آپ کو نقصان

پہنچاسکتے مِنْ شَیْءٍ کچھ بھی وَأَنزَلَ اللّٰهُ اوراللہ نے نازل کی عَلَیْکَ آپ پر الْکِتَابَ کتاب وَالْحِکْمَةَ اورحکمت وَعَلَّمَکَ اوراس نے آپ کوسکھایا مَا وہ جو لَمْ نہیں تَکُنْ تھےآپ تَعْلَمُ جانتے وَکَانَ اور ہے فَضْلُ اللّٰهِ اللہ کافضل عَلَیْکَ آپ پر عَظِیْماً بہت بڑا

ترجمہ: اورا ے نبی! اگرتم پراللہ کافضل اوراس کی مہربانی نہ ہوتی توان میں سے ایک جماعت تم کو بہکانے کا قصد کرہی چکی تھی اور یہ اپنے سوا کسی کو بہکا نہیں سکتے اور نہ تمہارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں اوراللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی ہےاورتمہیں وہ باتیں سکھائی ہیں جوتم جانتے نہیں تھےاورتم پرتو اللہ کا بڑا فضل رہا ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں

ا۔ اگراللہ کا فضل اور رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے تم کوسیدھی راہ سے بھٹکانے کاارادہ کرہی لیا تھا۔

۲۔ یہ اپنے سوا کسی کونہیں بھٹکا رہے ہیں اور یہ تم کوذرا بھی نقصان نہیں پہنچا ئیں گے۔

۳۔اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی ہےاورتم کوان باتوں کاعلم دیاہے جوتم نہیں جانتے تھے۔

۴۔اورتم پراللہ کافضل ہمیشہ بہت زیادہ رہا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگراللہ تعالیٰ کافضل اوراس کی رحمت آپ کے ساتھ نہ ہوتی جس وحی کے ذریعہ آپ کوحقیقت حال سے باخبر فرمادیا۔ کچھ لوگ یہ ارادہ کرہی چکے تھے کہ آپ کوغلطی میں مبتلا کردیں ان لوگوں نے جو کچھ کیا اس کے ذریعے خود ہی راہ حق سے ہٹ گئے۔ یہ لوگ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی ہےاورآپ کووہ چیزیں بتائیں جنہیں آپ نہیں جانتے تھےاورآپ پراللہ کا بڑا فضل ہے۔قرآن مجید میں جگہ جگہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل اوراپنی رحمت کوایک ساتھ بیان کیا ہے جس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ آدمی اللہ کے فضل اوراس کی رحمت کے بغیر شرور سے بچ نہیں سکتا ہر قسم کی مصیبت اور ہرقسم کے شراور برائی سے آدمی اسی وقت سکتا ہے جب کہ اس کا رب اس کے ساتھ اپنا خصوصی فضل فرمائے اوراپنی رحمت نازل فرمائے اللہ کے بندوں کو چاہیے کہ وہ اپنے رب ذوالجلال سے اس کا فضل مانگیں حکم ربانی ہے کہ تم اللہ سے اس کا فضل مانگواللہ تعالیٰ نے یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی نعمت کا بھی اظہار فرمایا کہ وَأَنزَلَ اللّٰهُ عَلَیْکَ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ پیغمبراللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی اورآپ کووہ علم دیا جوعلم آپ نہیں جانتے تھےاس سے یہ معلوم ہوا کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کووہ خصوصی علم دیا گیا ہے جوعلم دوسروں کو نہیں دیا گیااوراسی کے ساتھ ساتھ یہ حقیقت بھی بیان کردی گئی کہ اللہ تبارک وتعالی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بڑا فضل کیا ہے جوفضل عظیم ہے۔

درس نمبر (۴۳۳) **کونسی سرگوشی اچھی ہوتی ہے؟** النسآء:۱۱۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَّا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَن يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ أَجْراً عَظِيْماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَّا نہیں ہے خَيْرَ کوئی بھلائی فِيْ كَثِيْرٍ اکثر میں مِّن نَّجْوَاهُمْ ان کی سرگوشیوں سے إِلَّا مگر مَنْ جو شخص أَمَرَ حکم دے بِصَدَقَةٍ صدقے کا أَوْ یا مَعْرُوفٍ نیکی کا أَوْ یا إِصْلَاحٍ صلح کرانے کا بَيْنَ درمیان النَّاسِ لوگوں کے وَمَن اور جو شخص يَفْعَلْ کرے ذٰلِكَ یہ ابْتِغَاءَ تلاش کرنے کے لیے مَرْضَاتِ اللّٰهِ اللہ کی رضامندی فَسَوْفَ تو عنقریب نُؤْتِيْهِ ہم اسے دیں گے أَجْراً اجر عَظِيْماً بہت بڑا

ترجمہ: ان لوگوں کی بہت سی سرگوشیاں اچھی نہیں ہاں اس شخص کی سرگوشی اچھی ہوسکتی ہے جو خیرات یا نیک بات یا لوگوں میں صلح کرنے کو کہے اور جو ایسے کام اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کرے گا تو ہم اس کو بڑا ثواب دیں گے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتائی گئی ہیں:

۱۔ ان لوگوں کی بہت سی سرگوشیاں اچھی نہیں۔

۲۔ ہاں! اس شخص کی سرگوشی اچھی ہوسکتی ہے جو خیرات یا نیک بات یا لوگوں میں صلح کرنے کو کہے۔

۳۔ جو ایسے کام اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کرے گا تو ہم اسکو بڑا ثواب دیں گے۔

بنو ابیرق سے متعلق جو چوری کا واقعہ گزرا اسی پس منظر میں یہ بات بتائی جارہی ہے، چونکہ وہ لوگ رات کے وقت طرح طرح کے آپس میں مشورے کیا کرتے تھے کہ اس کا الزام کس پر لگایا جائے اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہاں یہ بات بتائی کہ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ جو لوگ آپس میں سرگوشی کرتے ہیں ان کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مشورے اللہ کی رضا کے خلاف بھی ہوتے ہیں اور ان مشوروں میں احکام اسلامیہ کے خلاف بھی باتیں ہوتی ہیں۔ ان سرگوشیوں میں اگر کوئی ایسی بات ہو کہ ایک دوسرے کو آپس میں صدقہ دینے کے لیے کہا جائے یا کسی نیک کام کے کرنے کا حکم ہو یا لوگوں کے درمیان صلح کردینے کی بات ہو تو یہ سرگوشیاں خیر کی سرگوشیاں ہوں گی۔ اللہ کی رضا کے لئے جو شخص یہ کام کرے گا اسے اللہ تعالیٰ بڑا اجر عطا فرمائے گا۔ وہ رات کو ایسے مشورے کرتے رہے کہ ہم چوری کے الزام سے کیسے بچیں اور اس کو کس کے سر دھریں؟ اسباب نزول تو ان چوری کرنے والوں کا عمل ہے لیکن قرآن مجید میں ایک عام طریقے پر مشوروں (سرگوشیوں) کا حکم بیان فرما دیا گیا کہ لوگوں کے مشوروں (سرگوشیوں) میں عام طور پر خیر نہیں ہوتی۔ جو لوگ اللہ کی رضا کے لیے کوئی مشورہ کرتے ہیں اور خیر کے کاموں کے لیے فکر کرتے ہیں اور اس فکر کے لیے سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں یہ لوگ بڑے اجر کے مستحق ہیں۔ سورۂ مجادلہ کی آیت نمبر ۹ میں فرمایا گیا ”يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا

تَتَنَـاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ إِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اے ایمان والو! جب تم آپس میں خفیہ طریقہ پر مشورہ کروتو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کے مشورے نہ کرو اور بھلائی کے اور تقویٰ کے مشورے کرو اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم سب جمع کئے جاؤ گے۔'' مومن کی انفرادی اور اجتماعی زندگی سب اللہ کی رضا کے لئے ہونی چاہیے۔ ہر عمل میں تقویٰ کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ اس آیت میں صدقہ کا حکم، امر بالمعروف یعنی بھلائی کا حکم اور لوگوں کے درمیان صلح کر دینا وغیرہ، ان کاموں کا مشورہ ہونا چاہیے۔ اصلاح بین الناس یعنی لوگوں کے درمیان صلح کرا دینا، ان کی رنجشیں دور کر دینا، ان کے دلوں کو جوڑنے کی کوشش کرنا، روٹھے ہوئے دوستوں کو منانا اور میاں بیوی کے درمیان موافقت پیدا کر دینا بہت بڑے ثواب کی چیزیں ہیں۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو نفلی روزوں اور صدقات دینے اور نفلی نماز پڑھنے کے درجے سے بھی افضل چیز نہ بتادوں؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیے، آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہ آپس میں صلح کر دینا ہے پھر فرمایا آپس کا بگاڑ مونڈھ دینے والا ہے۔

درس نمبر (۴۳۴) اسلام کے علاوہ کسی دوسرے راستہ پر چلنے کا انجام النسآء:۱۱۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَمَنْ اور جو شخص يُشَاقِقِ مخالفت کرے الرَّسُوْلَ رسول کی مِنْ بَعْدِ مَا بعد اس کے تَبَيَّنَ واضح ہوگئی لَهُ اس کے لیے الْهُدٰى ہدایت وَيَتَّبِعْ اور وہ پیروی کرے غَيْرَ سوائے سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے راستے کے نُوَلِّهٖ (تو) ہم اسے پھیر دیں گے مَا جدھر تَوَلّٰى وہ پھرتا ہے وَنُصْلِهٖ اور ہم اس کو داخل کریں گے جَهَنَّمَ جہنم میں وَسَآءَتْ اور (وہ) بُری ہے مَصِيْرًا پھرنے کی جگہ

ترجمہ: اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے اُدھر ہی چلا دیں گے اور قیامت کے دن اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُری جگہ ہے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتائی گئی ہیں:

۱۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت ظاہر ہو چکی۔

۲۔ اور مسلمانوں کے راستے کے خلاف کسی دوسرے راستے کا اتباع کرے۔

۳۔ ہم اس کو وہ کام کرنے دیں گے جو وہ کرتا ہے۔

۴۔ اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے۔

۵۔ وہ بُرا ٹھکانا ہے۔

جوشخص ہدایت ظاہر ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے کے علاوہ دوسرے راستے کا اتباع کرے ہم اسے وہ کرنے دیں گے جو وہ کرتا ہے یعنی اپنے اختیار سے جس برائی میں لگا ہوا ہے دنیا میں ہم اسے کرنے دیں گے، اس کا اختیار سلب نہیں کریں گے اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور دوزخ بری جگہ ہے۔ اس آیت میں دو وجوہات پر دوزخ کے داخلے کی خبر دی گئی ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ جو شخص ہدایت ظاہر ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے گا وہ دوزخ میں داخل ہوگا وہ تمام لوگ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا علم ہوا اور پھر اسلام قبول نہ کیا اور ہر وہ شخص جس نے اسلام قبول کرلیا اور پھر اسلام قبول کر کے اسلام سے پھر گیا وہ سب لوگ اس آیت کی وعید میں شامل ہیں۔ چوری کرنے والا وہ شخص جس کا واقعہ ان آیات کا سبب نزول بنا وہ مرتد ہو کر چلا گیا تھا۔ اس لیے اس بات کو یہاں ذکر کیا گیا لیکن مفہوم اس کا عام ہے ہمیشہ جب کبھی بھی کوئی شخص اسلام کو قبول کرے پھر مرتد ہو جائے اس آیت کا مضمون اس پر صادق آئے گا یعنی وہ دوزخ میں جائے گا دوسری بات یہ بتائی گئی کہ جو شخص مومنوں کے راستے کے علاوہ دوسرا کوئی راستہ اختیار کرے گا وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔

درس نمبر (۴۳۵) جس نے شرک کیا وہ بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا النسآء:۱۱۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ اللّٰهَ لاَ يَغْفِرُ أَن يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَن يَّشَاءُ ۚ وَمَن يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلاَلاً بَعِيْداً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ یقیناً اللّٰهَ اللہ لاَ نہیں يَغْفِرُ بخشے گا أَن یہ کہ يُّشْرَكَ شرک کیا جائے بِهٖ اس کے ساتھ وَيَغْفِرُ اور وہ بخش دے گا مَا جو دُونَ ذٰلِكَ اس کے علاوہ ہے لِمَن يَّشَاءُ جس کے لیے وہ چاہے گا وَ اور مَن جو شخص يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ شریک ٹھہرائے اللہ کے ساتھ فَقَدْ تو تحقیق ضَلَّ وہ گمراہ ہوگیا ضَلاَلاً گمراہ ہونا بَعِيْداً دور کا

ترجمہ: اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک بنایا تو بیشک وہ راستے سے دور جا پڑا۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے

۲۔ شرک سے کمتر ہر گناہ کی جس کیلئے چاہتا ہے بخشش کر دیتا ہے

۳۔ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے وہ راہ راست سے بھٹک کر بہت دور جا گرتا ہے

توحید دین اسلام کا بنیادی پیغام اور سبق ہے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت وہ حقیقت ہے جس کو تسلیم کرنا ہر مومن و مسلمان پر لازمی ہے، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا تقاضہ اور مطالبہ یہی ہے کہ ایک اللہ کو تسلیم کرلیا جائے وہ اللہ ایسا ہے کہ اس کا نہ

کوئی شریک ہےاورنہ اس کی کوئی مثال ہے،وہ وَحدَہٗ لا شَرِیکَ لَہٗ ہےاورلَیسَ کَمِثلِہٖ شَیئٌ کہ اس کے جیسی کوئی اور چیز ہے ہی نہیں ،توحید کی ضد شرک ہے یعنی اللہ تعالی کیلئے کسی کو شریک ماننا۔ مذہب اسلام میں شرک کیلئے کوئی دروازہ نہیں ہے یہ ایسا شعبہ ہے جس میں مصالحت کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور ایسے خبیث اور نجس شخص کے بارے میں جس کے دل میں شرک ہو قرآن مجید کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ شخص نا قابل معافی ہے اگر وہ اسی شرک کیساتھ اس دنیا سے رخصت ہو جائے۔ اللہ تعالی نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے مشرک کے لئے ابھی دروازہ کھلا رکھا گیا ہے کہ وہ اپنی اسی مختصر سی زندگی میں دنیا و مافیہا پر غور کرے اور یہ فیصلہ کر لے کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں پھر اب تک کی زندگی میں اس نے جو شرک کیا ہے اور اللہ کے سوا کسی اور کی پرستش کی ہے تو وہ ندامت کے آنسو بہائے اللہ تعالی سے سچی توبہ کر لے تو پھر اللہ تعالی اس کو معاف کر دیں گے لیکن اگر کوئی انسان چاہے وہ حاکم و بادشاہ ہو، چاہے وہ دنیا کا ماہر و تجربہ کار ہوا گر وہ اسی شرک کی نجاست کے ساتھ مر جائے تو پھر مغفرت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہے گی،اس آیت میں یہی فیصلہ کر دیا گیا کہ إِنَّ اللّـهَ لا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے ہاں! اس کے علاوہ دوسرے جتنے گناہ ہیں اللہ جن کے بارے میں چاہیگا معاف کر دے گا کسی نے شراب پی ممکن ہے کہ اللہ تعالی اپنی مرضی سے اس کو معاف کر دیں لیکن یہ آفاقی فیصلہ برحق ہے کہ کسی بھی انسان کو جس نے شرک کیا اور اسی شرک کی حالت میں مر گیا تو اس کے حق میں مغفرت کا سوال ہی پیدا نہیں ہو گا وہ تو بہت دور کی گمراہی میں پڑ چکا ہے اس کی نصیب میں سوائے دہکتی آگ کے اور کوئی چیز نہیں ہے۔

درس نمبر(۴۳۶) شیطان کس طرح انسان کو گمراہ کرتا ہے النسآء:۱۱۷۔۱۱۸۔۱۱۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيمِ . بِسمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيمِ

إِنْ يَّدْعُونَ مِنْ دُونِهٖ إِلَّآ إِنَاثاً وَإِن يَّدْعُونَ إِلَّآ شَيْطَاناً مَّرِيْداً ۝ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْباً مَّفْرُوضاً ۝ وَلَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ وَمَن يَّتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيّاً مِّنْ دُونِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَاناً مُّبِيْناً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنْ نہیں يَدْعُونَ وہ پکارتے مِن دُونِهٖ اس (اللہ) کے سوا إِلَّآ مگر إِنَاثاً عورتوں کو وَإِن اور نہیں يَدْعُونَ وہ پکارتے إِلَّآ مگر شَيْطَاناً شیطان مَّرِيْداً سرکش کو ۝ لَّعَنَهُ اللّٰهُ اللہ نے اس پر لعنت کی وَقَالَ اور اس (شیطان) نے کہا لَأَتَّخِذَنَّ البتہ میں ضرور لوں گا مِنْ عِبَادِكَ تیرے بندوں میں سے نَصِيْباً ایک حصہ مَّفْرُوضاً مقرر ۝ وَ اور لَأُضِلَّنَّهُمْ البتہ میں ضرور ان کو گمراہ کروں گا وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ اور میں ضرور ان کو امیدیں دلاؤں گا وَلَآمُرَنَّهُمْ اور میں ضرور ان کو حکم دوں گا فَلَيُبَتِّكُنَّ تو وہ ضرور چیریں گے آذَانَ کان الْأَنْعَامِ چوپایوں

کے وَلَآمُرَنَّهُمْ اور یقیناً میں ان کو حکم دوں گا فَلَيُغَيِّرُنَّ تو وہ ضرور تبدیل کریں گے خَلْقَ اللّٰهِ اللہ کی بناوٹ وَمَن اور جو کوئی يَّتَّخِذِ بناتا ہے الشَّيْطَانَ شیطان کو وَلِيّاً دوست مِّنْ دُونِ اللّٰهِ سوائے اللہ کے فَقَدْ تو تحقیق خَسِرَ اس نے خسارہ اٹھایا خُسْرَاناً خسارہ مُّبِيناً ظاہر

ترجمہ: یہ لوگ اللہ کے سوا جو پرستش کرتے ہیں تو کچھ دیویوں کی اور پکارتے بھی ہیں تو شیطان سرکش ہی کو O جس پر اللہ نے لعنت کی ہے اور وہ اللہ سے کہنے لگا میں تیرے بندوں سے غیر اللہ کی نیاز دلوا کر مال کا ایک مقرر حصہ لے لیا کروں گا O اور ان کو گمراہ کرتا اور انہیں امیدیں دلاتا رہوں گا اور یہ سکھاتا رہوں گا کہ جانوروں کے کان چیرتے رہیں اور انہیں سمجھاتا رہوں گا تو وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو بگاڑتے رہیں گے اور جس شخص نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنایا وہ صاف گھاٹے میں رہا۔

تشریح: ان تین آیتوں میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اللہ کو چھوڑ کر جن سے یہ دعائیں مانگ رہے ہیں وہ صرف دیویاں ہیں۔

۲۔ اور جس کو یہ پکار رہے ہیں وہ اس سرکش شیطان کے سوا کوئی نہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر پھٹکار ڈال رکھی ہے۔

۴۔ اس شیطان نے یہ کہہ رکھا ہے کہ میں تیرے بندوں سے ایک طے شدہ حصہ لے کر رہوں گا اور میں انہیں راہ راست سے بھٹکا کر رہوں گا

۵۔ اور میں انہیں خوب آرزوئیں دلاؤں گا اور انہیں حکم دوں گا تو وہ چوپایوں کے کان چیر ڈالیں گے۔

۶۔ اور انہیں حکم دونگا تو وہ اللہ کی تخلیق میں تبدیلی پیدا کر دیں گے۔

۷۔ جو شخص اللہ کے بجائے شیطان کو دوست بنائے اس نے کھلے خسارے کا سودا کیا،

مکہ کے مشرکین جن دیویوں کی پوجا کرتے تھے وہ ان سب دیویوں کو مؤنث سمجھتے تھے جو مشہور بت تھے مثلاً لات ،منات، عزیٰ ان سب کو مکہ کے مشرکین مؤنث یعنی عورت سمجھتے تھے، دیویوں کا درجہ انہیں دے رکھا تھا اور ان کی عقلوں پر ماتم کیا جا سکتا ہے کہ یہ مکہ کے مشرکین ایک طرف تو عورتوں کو حقیر نگاہوں سے دیکھتے تھے اور سب سے کمتر اور بدتر انہیں سمجھتے تھے مگر وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اور انہوں نے جو بت بنا رکھے تھے وہ سب مؤنث تھے ایک طرف عورتوں کو حقیر سمجھنا اور دوسری طرف بتوں اور فرشتوں کو مؤنث سمجھنا یقیناً ان کی بے وقوفی کی دلیل تھی۔

یہ مشرکین انہیں دیویوں کو پکارتے ہیں یعنی ان کی پوجا کرتے ہیں اور یہ سرکش شیطان کی پوجا کرتے ہیں، جس اللہ نے انہیں انسان بنایا اپنی نعمتوں سے نوازا انہیں چاہیئے تھا کہ اس رب ذوالجلال کی دی ہوئی عقل سے غور کرتے اور عقل سے کام لیتے اور حقیقی خالق اور مالک کو پہچانتے اور اسی کی عبادت کرتے، اس کے بجائے ان کم بختوں نے دیوی دیوتاؤں کی پوجا کی اور سرکش شیطان کی پوجا کی اور یہ شیطان تو وہ ہے جس پر اللہ نے لعنت کی ہے اپنی بارگاہ میں اسے مردود بنا دیا ہے۔ یہ وہ

شیطان ہے جس نے اللہ تعالی سے صاف طور پر یہ کہا تھا کہ میں تیرے بندوں سے ایک طے شدہ حصہ لے کر رہوں گا یعنی تیرے بہت سے بندوں کو گمراہ کر کے انہیں اپنا بنالوں گا اور ان سے ایسے کام کرواؤں گا جو تیری مرضی کے مطابق ہوں اور اس منصوبہ کی تکمیل میں ان انسانوں کو خوب آرزوئیں دلاؤں گا اور انہیں حکم دونگا تو وہ چوپایوں کے کان چیر ڈالیں گے، عرب کے مشرکین بعض چوپایوں کے کان چیر کر بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور ایسے جانوروں سے فائدہ اٹھانے کو جائز نہیں سمجھتے تھے مشرکوں کا یہ طریقہ آج بھی ہمارے ملک کے بعض علاقوں میں ہے۔ اس کے بعد اس حقیقت سے بھی آگاہ کر دیا گیا کہ وہ شخص کھلے نقصان اور خسارہ میں ہے جو اللہ تعالی کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنالے۔

درس نمبر (۴۳۷) شیطان انسان کو آرزوؤں میں مبتلا کرتا ہے النسآء: ۱۲۰۔۱۲۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُوراً O أُوْلٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَلاَ يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَعِدُهُمْ وہ (شیطان) ان کو وعدہ دیتا ہے وَيُمَنِّيْهِمْ اور وہ انہیں امیدیں دلاتا ہے وَمَا اور نہیں يَعِدُهُمْ وعدہ دیتا انہیں الشَّيْطَانُ شیطان إِلَّا مگر غُرُوراً دھوکے کا O أُوْلٰئِكَ یہ لوگ ہیں مَأْوَاهُمْ ان کا ٹھکانہ جَهَنَّمُ جہنم ہے وَلاَ اور نہیں يَجِدُوْنَ وہ پائیں گے عَنْهَا اس (جہنم) سے مَحِيْصاً کوئی بھاگنے کی جگہ

ترجمہ: وہ انکو وعدے دیتا ہے اور امیدیں دلاتا ہے اور جو کچھ شیطان انہیں وعدے دیتا ہے وہ دھوکہ ہی دھوکہ ہے O ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ وہاں سے کوئی راہ فرار نہیں پاسکیں گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ شیطان تو ان سے وعدے کرتا ہے اور انہیں آرزوؤں میں مبتلا کرتا ہے۔

۲۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطان ان سے جو بھی وعدے کرتا ہے وہ دھوکہ کے سوا کچھ نہیں۔

۳۔ ان سب کا ٹھکانا جہنم ہے اور ان کو اس سے بچنے کے لئے کوئی راہ فرار نہیں ملے گی۔

شیطان کی انسانوں سے ازلی دشمنی ہے یہ دشمنی قیامت تک باقی رہے گی شیطان انسانوں کو نشانہ بناتا ہے اس کا منصوبہ یہی ہے کہ وہ انسانوں کو راہ ہدایت سے ہٹادے اور گمراہی میں مبتلا کر دے۔ حلال چیزوں سے محروم کر دے اور حرام چیزوں میں مبتلا کر دے، اللہ کی رحمت سے محروم کر دے اور اللہ کی لعنت کا مستحق بنادے، خیر اور بھلائی کے کاموں سے روک کر برائی اور بے حیائی کے کاموں میں انسان کو مبتلا کر دے، اللہ کی رضا مندی والے اعمال سے دور کر دے اور اللہ کی ناراضگی والے اعمال میں مصروف کر دے۔ اس آیت میں اس حقیقت کی ترجمانی کی گئی ہے کہ یہ شیطان تو انسانوں سے وعدے کرتا ہے اور انہیں مختلف قسم کی آرزووں میں مبتلا کر دیتا ہے، برائیوں اور گناہوں کی طرف راغب کرتا اور ابھارتا ہے۔ قرآن مجید کی ایک اور آیت میں شیطان کی اس چالبازی کی جانب انسانوں کو متوجہ کیا گیا کہ اَلشَّيْطَانُ

یَعِدُ کُمُ الْفَقْرَ شیطان انسان کوڈراتا ہے کہ اگر تم اللہ کی راہ میں مال ودولت خرچ کرو گے تو تم غریب اور تنگدست بن جاؤ گے جب کہ قدرت کا نظام یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے مال و دولت میں اضافہ ہوتا ہے، شیطان مختلف میدانوں میں انسان کو مختلف قسم کی آرزوئیں دلاتا ہے اور دلوں میں یہ وسوسے ڈالتا ہے نوجوانوں سے کہتا ہے کہ دل کھول کر گناہ کرلو اور لمبی زندگی باقی ہے بعد میں توبہ کر لینا اور بوڑھوں سے کہتا ہے کہ تمہاری اچھی خاصی عمر باقی ہے، ابھی تھوڑی ہی تمہیں مرنا ہے۔ یہ اور اس قسم کی بہت سی آرزوں میں مبتلا کرتا ہے اور گناہوں میں پھنسا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ حقیقت بتلادی کہ شیطان کے جتنے وعدے ہیں وہ دھوکہ ہی دھوکہ ہے اس میں حقیقت کا نام ونشان نہیں ہے۔ اس لئے شیطان کے دھوکہ میں مت آؤ، جو شیطان کے دھوکہ میں آجاتے ہیں اور اس کے فریب میں مبتلا ہو جاتے ہیں ایسے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے اودوزخ ایک ایسا ٹھکانہ ہے کہ اگر کسی کے حق میں اس دوزخ کا فیصلہ ہو گیا تو وہ بچنے کی کوئی جگہ نہ پائے گا۔

درس نمبر (۴۳۸) ایمان اور اعمالِ صالحہ پر جنت کی بشارت النسآء:۱۲۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَداً وَعْدَ اللّٰهِ حَقّاً وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَالَّذِيْنَ اور جولوگ آمَنُواْ ایمان لائے وَعَمِلُواْ اور انہوں نے عمل کیے الصَّالِحَاتِ نیک سَنُدْخِلُهُمْ عنقریب ہم ان کو داخل کریں گے جَنَّاتٍ (ایسے) باغات میں تَجْرِيْ (کہ) بہتی ہیں مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے الأَنْهَارُ نہریں خَالِدِيْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے فِيْهَا ان میں أَبَداً ابد تک وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ ہے حَقّاً سچا وَمَنْ اور کون أَصْدَقُ زیادہ سچا ہے مِنَ اللّٰهِ اللہ سے قِيْلاً قول (وقرار) میں

ترجمہ: اور جولوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کو ہم بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے اور اللہ سے زیادہ بات کا سچا کون ہوسکتا ہے؟

تشریح: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار باتیں بتلائی ہیں:

۱۔ جولوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں ہم ان کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

۲۔ یہ لوگ ان باغات میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

۳۔ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے

۴۔ اللہ سے زیادہ بات کا سچا کون ہوسکتا ہے؟

کس قدر خوش نصیب اور نیک بخت ہیں وہ ایمان والے جنہیں ایک طرف ایمان کی وہ انمول نعمت نصیب ہوئی جس نعمت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہوسکتی اور اس ایمان کی نعمت کے ساتھ ساتھ نورٌ علی نور کہ نیک اعمال کی بھی توفیق نصیب ہوگئی اللہ تعالی اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو مومن بھی بنا دے اور نیک اعمال پر قائم رہنے کی توفیق بھی بخش دے۔ایمان اور اعمالِ صالحہ، یہ دو نعمتیں جس کو مل گئیں سمجھ جاؤ کہ جنت کا وہ مستحق بن گیا۔رب ذوالجلال ایسے خوش نصیبوں کو ایسے باغات میں داخل کردے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔دنیا کی زندگی تو آزمائش والی زندگی تھی۔بہت سی ایسی چیزوں سے روکا جاتا تھا کہ یہ مت پیو حرام ہے اور یہ مت کھاؤ حرام ہے مگر اب جنت میں چلے جائیں گے تو کسی بھی چیز سے روکا نہیں جائے گا۔لَھُمْ مَا یَشَاؤُوْنَ، جنت ایک ایسی جگہ ہے جہاں کوئی چیز ممنوع نہیں،شراب پیو،ریشم کا لباس پہنو،موج مستی کرو وہ ساری چیزیں کھاؤ جن کے کھانے کو جی چاہتا ہو،وہ ساری چیزیں پیو جن کی طرف دل راغب ہو، جنت تو خواہشات کی تکمیل کی جگہ ہے،تمہاری ہر خواہش کی تکمیل وہاں ہوگی،نعمتوں کی کوئی حد نہیں ہے،شراب کی نہریں تمہارا استقبال کررہی ہیں،دودھ کی نہریں تمہاری نگاہوں کے سامنے ہیں،شہد کی نہریں تمہیں بلا رہی ہے،صاف وشفاف پانی کی نہریں تمہارے انتظار میں ہیں،جَنَّاتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ایسے باغات کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور یہ بشارت صرف چند لمحوں یا گھنٹوں یا دنوں یا مہینوں یا برسوں کے لئے نہیں ہے بلکہ خَالِدِیْنَ فِیْهَا أَبَداً ان باغات میں وہ جنتی ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے،جس جنت میں ایک مرتبہ داخل کردیا گیا وہاں سے نکلنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ایسا نہیں ہوگا کہ جنت میں جنہیں داخل کردیا گیا انہیں چند سالوں کے بعد یہ کہا جائے کہ تمہارا وقت ختم ہو چکا ہے بلکہ جس کو بھی جنت دے دی جائے گی تو سمجھو کہ بس دے دی جائے گی اب اسکی آخری مدت ہی نہیں ہے جنت میں داخلہ کی ابتداء تو ہے مگر اس کی انتہاء نہیں ہے۔یہ وعدہ کسی کمزور انسان کا نہیں ہے کہ کبھی جھوٹا ثابت ہوجائے۔یہ وعدۂ صدق ہے۔یہ اس رب ذوالجلال کا مضبوط وعدہ ہے جو رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْض ہے جو فَعَّالٌ لِّمَایُرِیْد ہے جو قادر،قدیر ومقتدر ہے، جو عزیز وحکیم ہے، جو زبردست ہے اور یہ بتاؤ کہ اللہ سے بڑھ کر سچا کون ہوسکتا ہے؟ سچوں میں سب سے زیادہ سچے رب ذوالجلال ہیں اور اسکے بعد وہ خاتم النبیین سچے ہیں جو صادق الامین ہیں جن کی سچائی پر دشمن کو بھی یقین تھا۔

درس نمبر (۴۳۹) ## اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے النسآء:۱۲۳۔۱۲۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

لَّيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلاَ أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ مَن يَّعْمَلْ سُوءاً يُّجْزَ بِهِ وَلاَ يَجِدْ لَهُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَلِيّاً وَّلاَ نَصِيْراً ○ وَمَن يَّعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتَ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُوْلٰـئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلاَ يُظْلَمُوْنَ نَقِيْراً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَّيْسَ نہیں ہے بِأَمَانِيِّكُمْ (مدار) تمہاری خواہشات پر وَلاَ اور نہ أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ اہلِ کتاب کی خواہشات پر مَن (بلکہ) جو کوئی يَعْمَلْ عمل کرے سُوءاً بُرا يُجْزَ (تو) وہ بدلہ دیا جائے گا بِهِ اس کے ساتھ

وَلاَ اورنہیں يَجِدْ وہ پائے گا لَهُ اپنے لیے مِنْ دُونِ اللّٰهِ اللہ کےسوا وَلِيّاً کوئی دوست وَلاَ اورنہ نَصِيْراً کوئی مددگارO وَمَن اور جوکوئی يَعْمَلْ عمل کرے مِنَ الصَّالِحَاتَ نیک مِن ذَكَرٍ مردہو أَوْ يا أُنثَى عورت وَهُوَ جبکہ وہ مُؤْمِنٌ مومن ہو فَأُوْلٰئِكَ تو یہ لوگ يَدْخُلُونَ داخل ہوں گے الْجَنَّةَ جنت میں وَلاَ اورنہ يُظْلَمُونَ وہ ظلم کیے جائیں گے نَقِيْراً تل برابر(بھی)

ترجمہ: مسلمانو! نجات نہ تو تمہاری آرزوؤں پر ہے اور نہ اہلِ کتاب کی آرزوؤں پر۔ جو شخص برائی کرے گا اسے اسی طرح کا بدلہ دیا جائے گا اور وہ اللہ کے سوا نہ کسی کو حمایتی پائے گا اور نہ مددگارO اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت جبکہ وہ صاحبِ ایمان بھی ہوگا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کی تل برابر بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔

تشریح: ان دوآیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئیں ہیں:

۱۔ نہ تمہاری تمنائیں جنت میں جانے کے لئے کافی ہیں اور نہ اہل کتاب کی آرزوئیں۔

۲۔ جو بھی براعمل کرے گا اسکی سزا پائے گا۔

۳۔ اللہ کے سوا اسے اپنا کوئی یار ومددگار نہیں ملے گا۔

۴۔ جو شخص نیک کام کرے گا چاہے وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

۵۔ کھجور کی گٹھلی کے شگاف کے برابر بھی ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ نجات کا دارومدار ایمان اور اعمال صالحہ پر ہے، کسی بھی انسان کو آخرت میں نجات اور کامیابی اسی وقت مل سکتی ہے جب کہ اسکے پاس ایمان ہو اور اسی کے ساتھ ساتھ اعمالِ صالحہ بھی ہوں محض آرزوؤں اور امیدوں سے نجات کا حصول ناممکن ہے، یہودیوں اور مشرکوں نے اپنے اپنے طور پر امیدیں اور آرزوئیں پیدا کر لی تھیں، یہود و نصاریٰ نے کہا تھا کہ جنت میں تو ہم ہی داخل ہوں گے ہمارے سوا تیسرا کوئی جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا اور مشرکوں نے تو موت کے بعد زندہ کئے جانے کا تصور ہی ختم کر دیا تھا اور صاف کہہ دیا تھا کہ ہم موت کے بعد اٹھائے ہی نہیں جائیں گے جب اٹھائے ہی نہیں جائیں گے تو عذاب کی کوئی صورت ہی پیش نہیں آئے گی، اس پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی کہ لَّيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلا أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ نہ تمہاری تمنائیں جنت میں جانے کیلئے کافی ہیں اور نہ اہل کتاب کی تمنائیں جنت میں جانے کا باعث ہیں،

انسان کو اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ جس رب ذوالجلال نے انسان کو پیدا کیا اور زندگی کے قیمتی لمحات عطا کئے اور پھر اس کو موت دے گا اسی رب نے جزا اور سزا کی بات کہی ہے کہ کفر وشرک کا انجام دوزخ ہے اور ایمان اور اعمالِ صالحہ کی جزاء جنت ہے

اس آیت میں یہ بات واضح طور پر بتلائی گئی کہ جو براعمل کرے گا اس کا بدلہ اس کو دیا جائے گا اور وہ ایسے موقع پر اللہ کے علاوہ کوئی ولی اور مددگار نہ پائے گا جب اللہ تعالیٰ کسی کے برے عمل کا بدلہ دینے کا ارادہ کرلیں تو دنیا کی

کوئی طاقت اس سزا سے اس شخص کو روک نہیں سکتی اور جو نیک اعمال کرے گا چاہے وہ مرد ہو یا عورت شرط یہ ہے کہ اس کے دل میں ایمان ہو پس ایسے لوگوں کو ان کے ایمان اور اعمالِ صالحہ کی وجہ سے جنت میں داخل کر دیا جائے گا، مرد اور عورت کا کوئی فرق نہیں، مرد کو جس طرح اس کے ایمان اور اعمالِ صالحہ پر جزاء دی جائے گی انعامات اور اعزازات دیئے جائیں گے، عورت کو بھی بالکل اسی طرح انعامات واعزازات دیئے جائیں گے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں احسان اور انصاف ہے ظلم کا کوئی ڈپارٹمنٹ ہے ہی نہیں، اس رحمان ورحیم کے دربار میں کھجور کی گٹھلی کے اندر جو ذرا سا گڑھا ہوتا ہے اس کے برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔

درس نمبر (۴۴۰) ملتِ ابراہیمی کی پیروی النسآء: ۱۲۵-۱۲۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ أَحْسَنُ دِيْناً مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لله وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفاً وَّاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلاً O وَلِلّٰهِ مَا فِيْ السَّمَاوَاتِ وَمَا فِيْ الْأَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَ اور مَنْ کون أَحْسَنُ زیادہ اچھا ہے دِيْناً دین میں مِّمَّنْ اس شخص سے جس نے أَسْلَمَ جھکا دیا وَجْهَهُ اپنا چہرہ لِلّٰهِ اللہ کے لیے وَهُوَ اور وہ مُحْسِنٌ نیکی کرنے والا (بھی) ہو وَاتَّبَعَ اور وہ پیروی کرے مِلَّةَ إِبْرَاهِيْمَ ملتِ ابراہیم کی حَنِيْفاً جو صرف حق کا پرستار تھا وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اور اللہ نے بنالیا إِبْرَاهِيْمَ ابراہیم کو خَلِيْلاً خاص دوست O وَلِلّٰهِ اور اللہ ہی کے لیے ہے مَا جو کچھ ہے فِيْ السَّمَاوَاتِ آسمانوں میں وَمَا اور جو کچھ ہے فِيْ الْأَرْضِ زمین میں وَكَانَ اور ہے اللّٰهُ اللہ بِكُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کو مُّحِيْطاً گھیرنے والا

ترجمہ: اور اس شخص سے اچھا کس کا دین ہو سکتا ہے جس نے اللہ کے آگے سر جھکا دیا اور وہ نیکوکار بھی ہے اور ابراہیم کے دین کا پیروکار ہے؟ جو ایک اللہ کے ہو رہے تھے اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا دوست بنایا تھا O اور آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اس سے بہتر کس کا دین ہوگا جس نے اپنے چہرے سمیت سارے وجود کو اللہ کے آگے جھکا دیا ہو؟

۲۔ جبکہ وہ نیکی کا خوگر بھی ہو۔

۳۔ جس نے سیدھے سچے ابراہیم کے دین کی پیروی کی ہو۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خاص دوست بنالیا تھا۔

۵۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اللہ ہی کا ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اپنی قدرت کے احاطہ میں لیا ہوا ہے۔

انسان دنیا میں آتا ہے، ہوش سنبھالتا ہے پھر اپنے اردگرد ساری چیزوں کی جانب متوجہ ہوتا ہے مال و دولت، روپیہ پیسہ، سونا چاندی، ہیرے جواہرات، دوکانات مکانات، تفریحی مقامات، بیوی بچے، دوست واحباب، تجارت وملازت، صنعت وحرفت اور عزت وشہرت، ان ساری چیزوں کی جانب انسان متوجہ ہوجاتا ہے ظاہر ہے کہ یہ ساری چیزیں انسانی زندگی کی ضروریات ہیں لیکن مقصدِ زندگی نہیں ہیں۔ انسان کی زندگی کا مقصد تو صرف اللہ تعالی کی رضا و خوشنودی ہے، عقل مند، باشعور اور سلیم الفطرت انسان وہ ہوتا ہے جو اپنے حقیقی خالق و مالک کی جانب متوجہ ہوتا ہے اور اپنے آپ کو اسی رب کی جانب جھکا دیتا ہے، اس آیت میں اسی شخص کی تعریف کی گئی ہے جو اپنی ذات کو اللہ ہی کے لئے خالص کردیتا ہے، دین کے اعتبار سے اس سے اچھا کون ہوسکتا ہے جس نے اپنی ذات کو اللہ ہی کیلئے خالص کردیا؟ اس کی توجہ ظاہر اور باطن سے، جسم سے اور جان سے صرف اللہ ہی کی طرف ہے۔ وہ بندہ قابلِ تعریف نہیں جو اپنی توجہات کو دنیا اور اسباب دنیا کی جانب رکھتا ہے بلکہ قابل تعریف وہ بندہ ہے جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ رکھتا ہے۔ اپنی جان کو صرف اللہ کیلئے مخصوص اور متعین کردینا اور اپنے اللہ کے سوا کسی کو رب نہ جاننا یہ اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے۔ وَمَنْ أَحْسَنُ دِيناً مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّهُ کا مطلب یہ ہے کہ اپنا چہرہ اللہ تعالی کے لئے سجدہ میں ڈال دینا پھر اپنے اعمال صالحہ کو اسی طریقہ پر ادا کرتے رہنا جس طرح ادا کرنے کا حق ہے، یعنی اچھی طرح نیک اعمال کو انجام دینا۔ جس شخص کو یہ نعمت مل گئی وہ دین کے اعتبار سے بہترین انسان ہے۔ جو اللہ کی محبوبیت کا باعث ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ملت ابراہمی کا اتباع بھی کرے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان یہ تھی کہ انہوں نے تمام باطل دینوں سے پرہیز کیا اور اللہ ہی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی اتباع کرنے کا رسولِ رحمت ﷺ کو اور آپ ﷺ کی امت کو حکم دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی محبت میں وہ کارنامے انجام دیئے جو ناقابل فراموش ہیں۔ ان کی ان قربانیوں اور کارناموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل یعنی دوست بنالیا۔

درس نمبر(۴۴۱) **یتیموں کے ساتھ انصاف** النسآء:۱۲۷

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَيَسْتَفْتُونَکَ فِيْ النِّسَاءِ قُلِ اللّهُ يُفْتِيْكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِيْ الْكِتَابِ فِيْ يَتَامَى النِّسَاءِ الّلاتِيْ لاَ تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَأَنْ تَقُومُواْ لِلْيَتَامَى بِالْقِسْطِ وَمَا تَفْعَلُواْ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّهَ كَانَ بِهِ عَلِيماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَيَسْتَفْتُونَکَ اور وہ فتویٰ پوچھتے ہیں آپ سے فِيْ النِّسَاءِ عورتوں کے بارے میں قُلِ کہہ دیجئے اللّٰهُ اللہ يُفْتِيْكُمْ تمہیں فتویٰ دیتا ہے فِيهِنَّ ان کی بابت وَمَا اور وہ (بھی) جو يُتْلَى پڑھا جاتا ہے عَلَيْكُمْ تم پر فِيْ الْكِتَابِ کتاب میں فِيْ يَتَامَى النِّسَاءِ (ان) یتیم عورتوں کے متعلق الّلاتِيْ وہ کہ لاَ

نہیں تُؤْتُونَهُنَّ تم انہیں دیتے مَا جو كُتِبَ مقرر کیا گیا ہے لَهُنَّ ان کے لیے وَتَرْغَبُونَ اور تم رغبت کرتے ہو أَن یہ کہ تَنكِحُوهُنَّ تم ان سے نکاح کرو وَالْمُسْتَضْعَفِينَ اور کمزوروں (کے بارے) میں مِنَ الْوِلْدَانِ بچوں سے وَأَن اور یہ کہ تَقُومُواْ تم قائم رہو لِلْيَتَامَى یتیموں کے لیے بِالْقِسْطِ انصاف پر وَمَا اور جو تَفْعَلُواْ تم کرو مِنْ خَيْرٍ کوئی اچھائی فَإِنَّ تو تحقیق اللّٰهَ اللہ كَانَ ہے بِهِ اس کو عَلِيماً خوب جاننے والا

ترجمہ: اے پیغمبر! لوگ تم سے یتیم عورتوں کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ اللہ تم کو ان کے ساتھ نکاح کرنے کے معاملے میں اجازت دیتا ہے اور جو حکم اس کتاب میں پہلے دیا گیا ہے وہ ان یتیم عورتوں کے بارے میں ہے جن کو تم ان کا حق تو دیتے نہیں اور خواہش رکھتے ہو کہ ان کے ساتھ نکاح کرلو اور نیز بیچارے بے کس بچوں کے بارے میں اور یہ بھی حکم دیتا ہے کہ یتیموں کے بارے میں انصاف پر قائم رہو اور جو بھلائی تم کرو گے تو بیشک اللہ اس کو جانتا ہے۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں،

۱۔ پیغمبر! لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں شریعت کا حکم پوچھتے ہیں

۲۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تم کو ان کے بارے میں حکم بتاتا ہے

۳۔ اس کتاب یعنی قرآن مجید کی جو آیتیں تم کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ بھی ان یتیم عورتوں کے بارے میں شرعی حکم بتاتی ہیں جن کو تم ان کا مقرر شدہ حق نہیں دیتے اور ان سے تم نکاح کرنا بھی چاہتے ہو۔

۴۔ کمزور بچوں کے بارے میں بھی کتاب حکم بتاتی ہے اور یہ تاکید کرتی ہے کہ تم یتیموں کی خاطر انصاف قائم کرو۔

۵۔ اور تم جو بھلائی کا کام کرو گے اللہ تعالی کو اس کا پورا پورا علم ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں لوگ یتیموں اور عورتوں کو وراثت میں ان کا حصہ نہیں دیا کرتے تھے بعض ظالم ان یتیموں اور عورتوں کے وراثت کے مال کو ناجائز طریقہ سے کھا جاتے تھے بعض لوگ ان یتیم بچیوں سے نکاح کر کے ان کا مہر ہی ادا نہیں کرتے تھے۔ سورۃ النساء کی ابتدائی آیات میں اس جانب توجہ دلائی گئی اور یتیموں اور عورتوں کی وراثت کا حصہ دینے کی ہدایت دی گئی اور ان کے مہر کی ادائیگی کا بھی حکم دیا گیا، ان ہدایات کے بعد بعض لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ عورتیں اور بچے فی نفسہ میراث کے قابل اور حقدار نہیں ہیں۔ کسی وقتی مصلحت کی وجہ سے چند لوگوں کو یہ حکم دیا گیا ہے اور اس بات کے امیدوار بھی تھے کہ یہ حکم منسوخ ہو جائے گا اور یہ طئے ہوا کہ اس سلسلہ میں رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جائے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ میں فتویٰ طلب کیا گیا جس کا تذکرہ اس آیت کے آغاز میں ہے کہ وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ لوگ آپ سے عورتوں کی میراث اور مہر کے مقابلہ میں حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں تم کو وہی سابقہ حکم دیتے ہیں اور وہ آیات بھی تم کو حکم دیتی ہیں جو کہ اس سلسلہ میں اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں اور وہ آیتیں قرآن پاک کے اندر تم کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں جو ان یتیم عورتوں کے صاحبِ مال اور صاحبِ جمال ہیں تو ان سے نکاح کرتے ہو مگر ان کو شریعت کی طرف سے جو وراثت اور مہر کا حق دیا گیا ہے وہ حق تم نہیں دیتے ہو اور اگر خوبصورت نہیں ہیں اور مال والی ہیں تو تم

ان سے خود نکاح کرنے سے نفرت کرتے ہو اور کسی اور سے بھی ان کا نکاح نہیں کرنے دیتے ہو اس خوف سے کہ یہ مال کہیں اور نہ چلا جائے اور جو آیتیں کمزور بچوں کے بارے میں ہیں اور جو آیتیں یتیموں کے بارے میں ہیں یہ بات یاد رکھو کہ ان کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرو، ان عورتوں اور یتیموں کے بارے میں جو ہدایت پہلے بیان کی گئی ہے اب بھی ان کا وہ حکم باقی ہے، تم لوگ ان یتیموں اور عورتوں کے بارے میں جو اچھا کام بھی کرو گے اللہ تعالی اس کو بہتر طور پر جاننے والے ہیں۔

درس نمبر (۴۴۲) **صلح کر لینا ہی بہتر ہے** النسآء:۱۲۸

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزاً أَوْ إِعْرَاضاً فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَن يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحاً وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَ أُحْضِرَتِ الأَنفُسُ الشُّحَّ وَإِنْ تُحْسِنُواْ وَتَتَّقُواْ فَإِنَّ اللّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيْراً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَ اور إِن اگر امْرَأَةٌ کوئی عورت خَافَتْ اندیشہ کرے مِنْ بَعْلِهَا اپنے خاوند سے نُشُوزاً ظلم و زیادتی کا أَوْ یا إِعْرَاضاً اعراض کا فَلاَ تو نہیں جُنَاحَ کوئی گناہ عَلَيْهِمَا ان دونوں پر أَن یہ کہ يُصْلِحَا وہ دونوں صلح کریں بَيْنَهُمَا آپس میں صُلْحاً (کسی طرح) صلح کرنا وَالصُّلْحُ اور صلح خَيْرٌ بہت بہتر ہے وَأُحْضِرَتِ اور حاضر کیے گئے ہیں الأَنفُسُ نفس الشُّحَّ بخل کو وَإِن اور اگر تُحْسِنُواْ تم نیکی کرو وَتَتَّقُواْ اور تقویٰ اختیار کرو فَإِنَّ تو بلاشبہ اللّهَ اللہ كَانَ ہے بِمَا ساتھ اس کے جو تَعْمَلُونَ تم کرتے ہو خَبِيْراً خوب خبردار

ترجمہ: اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رخی کا اندیشہ ہو تو میاں بیوی پر کچھ گناہ نہیں کہ آپس میں کسی قرارداد پر صلح کر لیں اور صلح خوب چیز ہے اور طبیعتیں تو خودغرضی کی طرف مائل ہوتی ہی ہیں اور اگر تم نیکوکاری اور پرہیزگاری کرو گے تو اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں،

(۱) اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے زیادتی یا بیزاری کا اندیشہ ہو تو ان میاں بیوی کے لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ آپس میں اتفاق سے کسی قسم کی صلح کر لیں

(۲) اور صلح کر لینا بہتر ہے

(۳) انسانوں کے دل میں کچھ نہ کچھ لالچ کا مادہ تو رکھ ہی دیا گیا ہے

(۴) اور اگر احسان اور تقویٰ سے کام لو تو جو کچھ تم کرو گے اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے،

میاں بیوی کے درمیان جو زندگی گزرتی ہے اس کو ازدواجی زندگی کہا جاتا ہے، میاں بیوی کا یہ رشتہ حساس ہوتا ہے بعض مرتبہ دونوں میں نااتفاقی پیدا ہو جاتی ہے جس میں کبھی مرد کا قصور ہوتا ہے تو کبھی عورت کی غلطی ہوتی ہے،

اس آیت میں مرد کی جانب سے بے رخی یا بدمزاجی کے اندیشہ کے خدشہ کی وجہ سے جو صورتحال پیش آتی ہے ایسے موقع پر دونوں کے درمیان صلح کر لینے کی بات کہی گئی ہے اور صلح کر لینے کو بہتر صورت قرار دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جھگڑا، تناؤ الجھن، ان ساری صورتوں میں سکون ختم ہو جاتا ہے، سکون، سلامتی اور عافیت اسی میں ہے کہ دونوں کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں اور صلح کر لیں، ابوداؤد کی روایت کے مطابق یہ آیت اس واقعہ کے پس منظر میں نازل ہوئی جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ہے کہ ام المومنین حضرت سودہؓ کو جب یہ محسوس ہوا کہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے جدائی اختیار نہ فرمالیں انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں اپنی باری کا دن عائشہ کو دیتی ہوں اس پر یہ آیت نازل ہوئی، حضرت سعید بن مسیّب تابعیؒ سے منقول ہے کہ محمد بن مسلمہ کی بیٹی حضرت رافع بن خدیج کے نکاح میں تھی۔ شوہر کو بیوی کی کسی بات سے ناگواری ہوئی یا بڑھاپے وغیرہ سے بے رغبتی ہوئی۔ لہٰذا انہوں نے طلاق کا ارادہ کرلیا۔ اس پر ان کی بیوی نے ان سے کہا کہ مجھے طلاق مت دو۔ اس واقعہ کے پس منظر میں یہ آیت نازل ہوئی۔

بعض روایتوں میں ہے کہ یہ آیت ایک ایسے شخص کے بارے میں نازل ہوئی جن کی ایک بیوی تھی جس سے کئی بچے پیدا ہو چکے تھے اس مرد کو خواہش ہوئی کہ اس کو چھوڑ کر کسی دوسری اور عورت سے نکاح کرے اس عورت نے اس سے یہ صلح کر لی کہ وہ اس کو اپنے نکاح میں رکھے اور راتوں کی تقسیم میں اسے شامل نہ کرے۔

وَ أُحۡضِرَتِ الۡأَنفُسُ الشُّحَّ کے ذریعہ یہ بات بتلائی گئی کہ حرص ہر ایک کے اندر ہوتی ہے۔ ازدواجی زندگی میں جب نااتفاقی اور رنجش وغیرہ پیدا ہو جاتی ہے تو مرد کے دل میں الگ قسم کی حرص پیدا ہوتی ہے اور عورت کے دل میں الگ قسم کی حرص پیدا ہوتی ہے، عورت کے دل میں یہ ہوتا ہے کہ اگر اس شوہر نے مجھے آزاد کر دیا تو اولاد برباد ہو جائے گی یا میری زندگی دوسری جگہ تلخ ہو جائے گی اور شوہر کو یہ لالچ ہوتا ہے کہ جب عورت نے اپنا کل مہر یا بعض مہر معاف کر دیا اور دوسرے حقوق کا بھی مطالبہ چھوڑ دیا تو اب اس کو رکھنے میں میرے لئے کیا مشکل ہے؟ اس طرح دونوں کے درمیان مصالحت بھی آسان ہو جاتی ہے۔ مرد کو اگرچہ طلاق کا اختیار ہے مگر چاہئے کہ عورت کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے اور اللہ سے ڈرتے ہوئے معاملہ کرے، اللہ تعالیٰ کو ساری باتوں کا علم ہے۔

درس نمبر (۴۴۳) اصلاح اور تقویٰ پر مغفرت کی بشارت النسآء: ۱۲۹۔۱۳۰

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَلَـنۡ تَسۡتَطِیۡعُواۡ أَنۡ تَعۡدِلُواۡ بَیۡنَ النِّسَاءِ وَلَوۡ حَرَصۡتُمۡ فَلاَ تَمِیۡلُواۡ کُلَّ الۡمَیۡلِ فَتَذَرُوۡهَا کَالۡمُعَلَّقَةِ وَإِنۡ تُصۡلِحُواۡ وَتَتَّقُواۡ فَإِنَّ اللّٰهَ کَانَ غَفُوراً رَّحِیۡماً O وَإِنۡ یَّتَفَرَّقَا یُغۡنِ اللّٰهُ کُلاًّ مِّنۡ سَعَتِهٖ وَکَانَ اللّٰهُ وَاسِعاً حَکِیۡماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلَن اور ہرگز نہیں تَسۡتَطِیۡعُواۡ تم طاقت رکھو گے أَن یہ کہ تَعۡدِلُواۡ تم عدل کرسکو بَیۡنَ درمیان النِّسَاء عورتوں کے وَلَوۡ اگرچہ حَرَصۡتُمۡ تم حرص کرو فَلاَ چنانچہ نہ تَمِیۡلُواۡ تم جھک جاؤ کُلَّ مکمل الۡمَیۡلِ

جھک جانا (ایک کی طرف) فَتَذَرُوهَا کہ چھوڑ دو تم اس (دوسری) کو كَالْمُعَلَّقَةِ مانند (درمیان میں) لٹکی ہوئی کے وَإِن اور اگر تُصْلِحُواْ تم صلح کرو وَتَتَّقُواْ اور تقویٰ اختیار کرو فَإِنَّ تو یقیناً اللّٰهَ اللہ كَانَ ہے غَفُوراً بہت بخشنے والا رَّحِيماً نہایت رحم کرنے والا O وَإِن اور اگر يَتَفَرَّقَا دونوں الگ ہو جائیں يُغْنِ (تو) بے نیاز کردے گا اللّٰهُ اللہ كُلاًّ ہر ایک کو مِّن سَعَتِهِ اپنے فضل سے وَكَانَ اور ہے اللّٰهُ اللہ وَاسِعاً بڑی وسعت والا حَكِيماً خوب حکمت والا

ترجمہ: اور تم خواہ کتنا ہی چاہو بیویوں میں ہرگز عدل نہیں کرسکو گے تو ایسا بھی نہ کرنا کہ ایک ہی کی طرف ڈھل جاؤ اور دوسری کو ایسی حالت میں چھوڑ دو کہ گویا اُدھر میں لٹک رہی ہے اور اگر آپس میں مصالحت کرلو اور پرہیزگاری کرو تو اللہ بخشنے والا ہے بڑا مہربان ہے O اور اگر میاں بیوی ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو اپنی وسعت سے غنی کردے گا اور اللہ کشائش والا ہے حکمت والا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ عورتوں کے درمیان مکمل برابری رکھنا تمہارے بس میں نہیں چاہے اگر تم ایسا چاہتے بھی ہو،

۲۔ البتہ کسی ایک طرف پورے پورے نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو ایسا بنا کر چھوڑ دو جیسے کوئی بیچ میں لٹکی ہوئی چیز

۳۔ اگر تم اصلاح اور تقوی سے کام لوگے تو یقین رکھو کہ اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے

۴۔ اگر دونوں جدا ہی ہو جائیں تو اللہ اپنی قدرت کی وسعت سے دونوں کو ایک دوسرے کی حاجت سے بے نیاز کردے گا۔

۵۔ اللہ تعالی بڑی وسعتوں والا بڑی حکمت والا ہے۔

اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ایک سے زائد نکاح کی اجازت دی ہے، فَانْكِحُوا مَاطَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ تاہم ایک مرد بہ یک وقت چار بیویاں ہی رکھ سکتا ہے، اس سے زائد کی اجازت نہیں ہے، ایک سے زائد بیویاں رکھنے میں صرف ایک شرط قرآن مجید نے رکھی فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اگر دو یا تین یا چار بیویوں کے درمیان انصاف نہ کرنے کا خوف ہے تو بس ایک ہی بیوی پر اکتفاء کیا جائے گا،

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اور عمل سے بیویوں کے درمیان عدل وانصاف اور برابری کی تاکید فرمائی اور اسکی خلاف ورزی پر سخت وعید بھی بیان کی گئی۔ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اپنی ازواجِ مطہرات میں برابری اور انصاف کا پورا پورا اہتمام فرمایا اور اس سلسلہ میں اللہ تعالی کی بارگاہ میں یوں بھی عرض فرمایا اے اللہ! یہ میری منصفانہ تقسیم اور مساوات اس چیز میں ہے جو میرے اختیار میں ہے۔ اس لئے جو چیز آپ کے اختیار میں ہے میرے اختیار میں نہیں، اس میں مجھ سے مواخذہ نہ فرمایئے،

دو بیویوں کے درمیان انصاف کے سلسلہ میں بنیادی بات یہ ہے کہ اس میں دو چیزیں ہیں، ایک اختیاری اور دوسری غیر اختیاری، اختیاری کا تعلق ظاہری چیزوں سے ہے مثلاً دو بیویوں کو برابر اخراجات کا دینا، دونوں کی

خوراک اور پوشاک کا برابر ہونا، دونوں کے مکانات کا برابر ہونا اور دونوں کے ساتھ رات گزارنے میں برابری وغیرہ، یہ اختیاری امور ہیں اس میں تو انصاف بہرصورت لازمی ہے، لیکن بعض چیزیں غیر اختیاری ہوتی ہے، دل کا کسی کی جانب زیادہ رجحان اور میلان ظاہر ہے کہ یہ غیر اختیاری ہے، ظاہر ہے کہ انسان اس معاملہ میں عدل کا مکلّف نہیں ہے جیسا کہ خود رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں ارشاد فرمایا جو میرے اختیار میں نہیں ہے اس میں مجھ سے مواخذہ نہ فرمایئے۔

اس آیت میں اس حقیقت کو بتلایا جارہا ہے کہ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُواْ أَنْ تَعْدِلُواْ بَيْنَ النِّسَاءِ الخ اور تم ہرگز اس بات پر قادر نہیں ہو کہ عورتوں کے درمیان عدل قائم رکھو اگر چہ تم حرص کرو۔ اس میں عدل سے مراد غیر اختیاری امور میں عدل ہے، آگے فرمایا گیا اگر کسی ایک بیوی کی طرف قلبی رجحان اور میلان زیادہ ہو تو اس کی وجہ سے کسی دوسری بیوی کے حقوق تلف نہ کرو جس کی وجہ سے وہ بیوی مظلوم ہو جائے اور وہ درمیان میں لٹک کر رہ جائے۔ رکھنا ہے تو اچھی طرح رکھو، ایسا مت کرو کہ وہ نہ اِدھر کی رہے اور نہ اُدھر کی۔ اگر دونوں میاں بیوی میں کسی طرح موافقت نہ ہو پائے اور خلع یا طلاق کے ذریعہ آپس میں جدائی ہو جائے تو یہ بات یاد رکھو کہ اللہ تعالی اپنی وسعت سے ایک کو دوسرے سے بے نیاز فرمادے گا کوئی بھی یہ نہ سمجھے کہ میرے بغیر کام نہیں چلے گا۔

درس نمبر (۴۴۴) | **اللہ ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے** | النسآء:۱۳۱۔۱۳۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلِلّٰهِ مَا فِيْ السَّمَاوَاتِ وَمَا فِيْ الْأَرْضِ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ أُوتُواْ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُواْ اللّٰهَ وَإِنْ تَكْفُرُواْ فَإِنَّ لِلّٰهِ مَا فِيْ السَّمَاوَاتِ وَمَا فِيْ الْأَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيّاً حَمِيْداً O وَلِلّٰهِ مَا فِيْ السَّمَاوَاتِ وَمَا فِيْ الْأَرْضِ وَكَفَى بِاللّٰهِ وَكِيْلاً O إِنْ يَّشَأْ يُذْهِبْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ وَيَأْتِ بِآخَرِيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلَى ذَلِكَ قَدِيْراً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَلِلّٰهِ اور اللہ ہی کا ہے مَا جو کچھ ہے فِيْ السَّمَاوَاتِ آسمانوں میں وَمَا اور جو کچھ ہے فِيْ الْأَرْضِ زمین میں وَلَقَدْ اور البتہ تحقیق وَصَّيْنَا ہم نے حکم دیا الَّذِيْنَ ان لوگوں کو جو أُوتُواْ دیے گئے الْكِتَابَ کتاب مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے وَإِيَّاكُمْ اور خود تمہیں بھی أَنِ یہ کہ اتَّقُواْ اللّٰهَ تم اللہ سے ڈرو وَإِن اور اگر تَكْفُرُواْ تم کفر کروگے فَإِنَّ تو تحقیق لِلّٰهِ اللہ ہی کے لیے ہے مَا جو کچھ ہے فِيْ السَّمَاوَاتِ آسمانوں میں وَمَا اور جو کچھ ہے فِيْ الْأَرْضِ زمین میں وَكَانَ اور ہے اللّٰهُ اللہ غَنِيّاً خوب بے پروا حَمِيْداً نہایت قابل تعریف O وَلِلّٰهِ اور اللہ ہی کے لیے ہے مَا جو کچھ ہے فِيْ السَّمَاوَاتِ آسمانوں میں وَمَا اور جو کچھ ہے فِيْ الْأَرْضِ زمین میں وَكَفَى اور کافی ہے بِاللّٰهِ اللہ وَكِيْلاً نہایت کارساز O إِن اگر يَشَأْ وہ چاہے

يُذْهِبْكُمْ توتمہیں لے جائے **أَيُّهَا النَّاسُ** اے لوگو! **وَيَأْتِ** اوروہ لے آئے **بِآخَرِيْنَ** دوسروں کو **وَكَانَ** اور ہے **اللّٰهُ** اللہ **عَلَى ذَلِكَ** اس پر **قَدِيْراً** خوب قدرت رکھنے والا

ترجمہ: اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی ان کو بھی اور اے نبی! تم کو بھی ہم نے حکم تاکیدی کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر تم لوگ کفر کروگے تو سمجھ رکھو کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ بے نیاز ہے لائق حمد وثناء ہے O اور پھر سن رکھو کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ ہی کارساز کافی ہے O لوگو! اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کردے اور تمہاری جگہ اور لوگوں کو پیدا کردے اور اللہ اس بات پر پوری طرح قادر ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے۔

۲۔ہم نے تم سے پہلے اہل کتاب کو بھی اور تمہیں بھی یہی تاکید کی ہے کہ اللہ سے ڈرو۔

۳۔اور اگر تم کفر کروگے تو اللہ کا اس میں کیا نقصان ہے؟ کیونکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے۔

۴۔اور اللہ ہر ایک سے بے نیاز ہے اور بذاتِ خود لائق تعریف ہے۔

۵۔اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ کا ہے اور کام بنانے کیلئے اللہ ہی کافی ہے۔

۶۔اگر اللہ چاہے تو اے لوگو! تم سب کو دنیا سے لے جائے اور دوسروں کو تمہاری جگہ لے آئے اللہ اس بات کی پوری قدرت رکھتا ہے۔

رب ذوالجلال نے اپنی قدرت و طاقت سے دنیا جہاں کی چھوٹی بڑی چیزوں کو پیدا کیا، وسیع اور کشادہ زمین،، بلند و بالا بغیر ستون والا آسمان، چمکتا دمکتا روشن سورج، نور وسرور دینے والا چاند، مردہ زمین کو زندگی بخشنے اور نافع بنانے والے گھنے بادل اور بارش، زمین کو پائے ثبات دینے والے اونچے اونچے پہاڑ، ہزاروں میل پر پھیلے یہ اتھاہ سمندر، یہ ہرے ہرے اونچے اونچے خوشگوار پھولوں اور قوت بخش پھلوں سے لدے درخت، یہ جمادات ونبادات، یہ چرند و پرند، یہ بری و بحری ان ان گنت عجیب وغریب مخلوقات، جنگلوں میں رہنے والے ہزاروں قسم کے درندے، یہ نظر نہ آنے والے جنّ، سینکڑوں مخلوقات کو مسخر کرنے والے انسان، یہ بھڑکتی اور دہکتی آگ، یہ سینکڑوں میل کی رفتار سے دوڑنے والی ہوا، یہ پیاس بجھانے والا پانی اور یہ ترکاریاں، میوے، اور غلے اگانے والی مٹی، یہ سونا اور چاندی، یہ تانبا اور پیتل، یہ لوہا اور ربر، یہ ہیرے اور جواہرات، یہ روپیہ اور پیسہ، ان سب کا خالق و مالک اللہ تعالی ہے اسی نے اپنی قدرت سے ان تمام چیزوں کو مختلف اوصاف وخصوصیات کے ساتھ پیدا کیا، کوئی شخص یہ دعوی نہیں کرسکتا کہ ان ساری چیزوں کو اس نے مختلف اوصاف وخصوصیات کے ساتھ پیدا کیا ہے، کوئی شخص یہ دعوی نہیں کرسکتا کہ ان ساری

چیزوں کا وہ خالق و مالک ہے اگر کوئی دعوی کرتا ہے تو اسکے پاس اس کا کوئی معقول ثبوت نہیں ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے وہ سب اللہ کا ہے، اسی کو اختیار ہے کہ وہ ان سب چیزوں کو اپنے اختیار سے جس حالت میں چاہے رکھے وہ چاہے تو زمین کو آسمان بنادے وہ چاہے تو سورج کو چاند بنادے وہ چاہے تو پہاڑ کو سمندر بنادے اس کے ارادہ کو کوئی روک نہیں سکے گا، پوری دنیا حقیقی خالق و مالک کے ارادہ کے تحت گھوم رہی ہے۔

رب ذوالجلال نے اس امت پر اور اس امت سے پہلے جو امتیں گزری ہیں ان سب پر یہ قانون اور حکم لاگو کر رکھا ہے کہ وہ یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ تعالی سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دے رکھا ہے اس سے رک جائیں۔ یہی تقوی ہے اور یہی پرہیز گاری ہے اور اگر ان باتوں کا انکار کرو گے تو اس میں اس رب ذوالجلال کا کوئی نقصان نہیں۔ یہ بات یاد رکھو کہ جس طرح بادشاہ اپنے دربار سے تمام غلاموں اور نوکروں کو بہ یک وقت نکال کر دوسرے نوکروں کو رکھ سکتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی زمین پر موجود لوگوں کو فنا کر دے اور ان کی جگہ دوسروں کو اس روئے زمین میں آباد کرے، رب العالمین اسی کا نام ہے کہ وہ ہر چیز پر قدرت وطاقت رکھتا ہے۔

درس نمبر (۴۴۵) | **اللہ کے پاس دنیا اور آخرت دونوں کا ثواب** | النسآء:۱۳۴

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مَّنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعاً بَصِيْراً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَّن جو کوئی كَانَ ہے يُرِيْدُ ارادہ کرتا ثَوَابَ الدُّنْيَا دنیا کے ثواب کا فَعِنْدَ اللّٰهِ تو اللہ ہی کے ہاں ہے ثَوَابُ الدُّنْيَا دنیا کا وَالآخِرَةِ اور آخرت کا وَكَانَ اور ہے اللّٰهُ اللہ سَمِيْعاً خوب سننے والا بَصِيْراً خوب دیکھنے والا

ترجمہ: جو شخص دنیا ہی کے ثواب کا طالب ہو تو اسے معلوم ہو کہ اللہ کے پاس دنیا اور آخرت دونوں کا ثواب موجود ہے اور اللہ سنتا ہے دیکھتا ہے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو دنیا کا ثواب چاہتا ہو اسے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ کے پاس دنیا اور آخرت دونوں کا ثواب موجود ہے۔

۲۔ اللہ تعالی ہر بات کو سنتا ہے اور ہر چیز کو جانتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ کافروں کا اصل نشانہ دنیا اور دنیا کی یہ مختصر سی زندگی ہے ان کا آخرت سے کوئی لینا دینا نہیں ہوتا، نہ ان کے دل میں مرنے کے بعد جی اٹھنے کا یقین ہوتا ہے اور نہ ہی وہ آخرت کا یقین رکھتے ہیں، ایسے کافروں کیلئے دنیا کی زندگی خوب زینت والی بنائی گئی ہے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۲ میں کہا گیا کہ **زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا** کافروں کیلئے دنیا کی زندگی خوب زینت والی بنائی گئی ہے، اسی لئے وہ ان ایمان والوں سے تمسخر کرتے ہیں جو دنیا

کے مقابلہ میں آخرت کوترجیح دیتے ہیں وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یہ کافر ایمان والوں سے ہنسی مذاق کرتے ہیں چونکہ کافروں کے دلوں میں دنیا کی قیمت غیر معمولی ہے اس لئے وہ صرف دنیا طلب کرتے ہیں اور جن کو صرف دنیا چاہئے اللہ تعالیٰ انہیں دنیا دیدیں گے، مگران کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا جس کی وضاحت سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۰۰ میں کئی گئی کہ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَالَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ جولوگ یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دیجئے ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے لیکن جولوگ دنیا میں اور آخرت دونوں میں بھلائی چاہتے ہیں اور دوزخ کے عذاب سے پناہ چاہتے ہیں وہ یقیناً کامیاب ہیں وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ اوران میں سے بعض وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دیجئے اور آخرت میں بھی اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچائیے۔

ان آیات سے یہ پیغام ملتا ہے کہ مومن ومسلمان کو چاہئے کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی اور کامیابی کا طلبگار رہے۔مومن ومسلمان کو چاہئے کہ دنیا کے مفاد کی خاطر آخرت کی کامیابیوں اور نعمتوں سے محروم نہ رہے، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اس مختصر سی زندگی میں اپنا ہدف اور نشانہ آخرت کو بنائے اور بنیادی طور پر یہ بات ذہن میں رکھے کہ دنیا زندگی کی ضرورت ہے اور آخرت زندگی کا مقصد ہے۔عقلمند وہ ہوتا ہے جو مقصد کیلئے ضرورت کی قربانی دیتا ہے، مگر وہ ضرورت کیلئے مقصد کی قربانی نہیں دے سکتا۔آخرت کے حصول کیلئے دنیا میں کمی بیشی مومن ومسلمان کو منظور ہوسکتی ہے مگر دنیا کی کامیابی اور دنیوی مفاد کیلئے آخرت کی کمی بیشی منظور نہیں ہوسکتی،

اس آیت میں یہی بات بتائی جارہی ہے کہ جو شخص دنیا کے ثواب کا ارادہ کرتا ہے اسے دنیا کا طالب بن کر آخرت کے ثواب سے محروم نہیں ہونا چاہئے۔اللہ تعالیٰ سے آخرت کا ثواب اور آخرت کی بھلائی مانگنی چاہئے جو شخص دنیا کا طلب گار ہوا سے جان لینا چاہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس تو دونوں جہاں کا ثواب ہے۔اللہ تعالیٰ کے پاس دنیا بھی ہے اور آخرت بھی ہے۔ایک مسلمان کو آخرت کا طالب ہونا چاہئے اور ضرورت کی حدتک تو دنیا سے تعلق یقیناً رہے گا مگر مقصدِ حیات کا تعلق تو آخرت ہی سے ہے۔حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جس کا مقصد آخرت ہی بن جائے اللہ تعالیٰ اس کے منتشر امور کو جمع فرمادے گا اور اس کے دل کو غنی کردے گا اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہوکر آئے گی اور جس کی نیت دنیا حاصل کرنا ہوا اللہ تعالیٰ اس کے کاموں کو منتشر کردے گا اور اسکی آنکھوں کے سامنے تنگی کردے گا اور دنیا اسے اتنی ہی ملے گی جتنی اس کے لئے لکھ دی گئی ہے (روح المعانی) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی باتوں کو سن رہا ہے اور ان کے کاموں کو دیکھ رہا ہے جو دنیا کے طلبگار ہیں اور جو صرف دنیا ہی کیلئے جی رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی سن رہا ہے اور دیکھ رہا ہے جو آخرت کی راہ پر ہیں۔

درس نمبر(۴۴۶) **انصاف قائم کرنے والے بنو** النسآء:۱۳۵

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

يَـا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ كُونُواْ قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلَى أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِيْنَ إِنْ يَكُـنْ غَنِيّاً أَوْ فَقَيْراً فَاللّٰهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلاَ تَتَّبِعُواْ الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُواْ وَإِنْ تَلْوُواْ أَوْ تُعْرِضُواْ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيْراً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَـا أَيُّهَـا الَّذِيْنَ اے لوگو جو آمَـنُواْ ایمان لائے ہو! كُـونُواْ تم ہوجاؤ قَـوَّامِيْنَ قائم رہنے والے بِـالْقِسْطِ انصاف پر شُهَدَاء گواہی دینے والے لِـلّٰهِ اللہ کیلئے وَلَوْ اگرچہ عَـلَـى أَنفُسِكُمْ (وہ) تمہاری اپنی جانوں کے خلاف ہو أَوِ یا الْوَالِدَيْنِ والدین کے وَالأَقْرَبِيْنَ اور قرابت داروں کے إِن اگر يَكُنْ وہ (شخص) ہو غَنِيّاً مالدار أَوْ یا فَقَيْراً فقیر فَاللّٰهُ تو اللہ أَوْلَى زیادہ حقدار ہے بِهِمَا ان دونوں کا فَلاَ چنانچہ نہ تَتَّبِعُواْ تم پیروی کرو الْهَوَى خواہش کی أَن تَعْدِلُواْ یہ کہ نہ تم انصاف کرو وَإِن اور اگر تَلْوُواْ تم موڑو زبان کو أَوْ یا تُـعْرِضُواْ تم اعراض کرو فَإِنَّ تو تحقیق اللّٰهَ اللہ كَانَ ہے بِمَا اس کے ساتھ جو تَعْمَلُونَ تم کرتے ہو خَبِيْراً خوب خبردار

ترجمہ: اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور اللہ کے لئے سچی گواہی دو خواہ یہ تمہارے اپنے خلاف یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کے خلاف ہی ہو۔ اگر کوئی امیر ہے یا فقیر تو اللہ ان دونوں کا زیادہ خیر خواہ ہے۔ پس تم خواہش نفس کے پیچھے چل کر عدل کو نہ چھوڑ دینا۔ اگر تم لگی لپٹی بات کہو گے یا سچائی سے پہلو تہی کرو گے تو جان رکھو اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔

تشریح: اس آیت میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں،

۱۔ اے ایمان والو! انصاف قائم کرنے والے بنو،

۲۔ اللہ کی خاطر گواہی دینے والے بنو

۳۔ چاہے وہ گواہی تمہارے اپنے خلاف پڑتی ہو یا اپنے والدین اور رشتہ داروں کے خلاف پڑتی ہو

۴۔ وہ شخص جس کے خلاف گواہی دینے کا حکم دیا جا رہا ہے چاہے امیر ہو یا غریب یہ بات یاد رکھو کہ اللہ تعالی دونوں قسم کے لوگوں کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے

۵۔ ایسی نفسانی خواہش کے پیچھے مت چلو جو تمہیں انصاف کرنے سے روکتی ہو

۶۔ اگر تم توڑ مروڑ کرو گے یعنی غلط گواہی دو گے یا سچی گواہی دینے سے اپنے پہلو بچاؤ گے تو یا رکھو کہ اللہ تمہارے تمام کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔ دنیا میں امن و امان کا قیام عدل وانصاف کے بغیر ناممکن ہے تمام آسمانی کتابوں کی تعلیمات یہ بتلاتی ہیں کہ دنیا میں انسان عدل وانصاف کو قائم رکھنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالی نہ خود ذرہ برابر

ظلم کرتے ہیں اور نہ ہی کسی ظلم کرنے والے کو پسند کرتے ہیں۔انسانی سماج کے لئے عدل وانصاف لازمی ہے۔اس کے بغیر امن وسلامتی کا تصور نہیں کیا جاسکتا، ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ اپنے متعلقین کے درمیان اور اپنے اپنے دائرۂ اختیار میں عدل وانصاف کو قائم رکھے۔حق تلفی، طرفداری، جانبداری، جھوٹی گواہی یہ وہ برائیاں ہیں جن سے انسانی سماج داغدار ہو جاتا ہے، عدل وانصاف سماج کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے''حاکم ہو یا محکوم''امیر ہو یا غریب، مرد ہو یا عورت، بڑا ہو یا چھوٹا، آقا ہو یا غلام سب کو چاہئے کہ انصاف کی بات کریں، سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۸ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ'' یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ کُونُواْ قَوَّامِیْنَ لِلّٰہِ شُھَدَاءَ بِالْقِسْطِ ''الخ اے ایمان والو! ایسے بن جاؤ کہ اللہ کے احکام کی پابندی کیلئے ہر وقت تیار رہو اور انصاف کی گواہی دینے والے ہوجاؤ، کسی قوم کی دشمنی تمہیں ناانصافی کرنے پر آمادہ نہ کرے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسے سماج کا مطالبہ کررہے ہیں کہ دشمن قوم کے درمیان کوئی معاملہ آجائے تو دشمن اپنی جگہ رہے گا مگر ان کے ساتھ بھی کسی معاملہ میں دشمنی نہیں کی جائے گی۔ ایمان والوں کی یہ اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ تمام معاملات میں سچائی پر قائم رہیں اور اگر اقرار کرنے کی یا گواہی دینے کی نوبت آجائے تو اللہ کی رضامندی پانے کے لئے سچی گواہی دینے والے بن جائیں۔اگر اپنے ماں باپ اور رشتہ داروں کے خلاف بھی گواہی دینی پڑے تمہیں دینا ہوگا یہی ایمان کا تقاضا ہے اور یہی حکم ربانی ہے، گواہی دیتے ہوئے یہ مت دیکھو کہ مالدار کے خلاف گواہی دی جائے گی تو مالدار کی ناراضگی مول لینی پڑے گی، یہ بات یادرکھو کہ اللہ تعالی مالدار کے بھی خیر خواہ ہیں اور فقیر وغریب کے بھی خیر خواہ ہیں جھوٹی گواہی دے کر خواہ مخواہ کی خیر خواہی مت کرو اور یہ بات یادرکھو کہ اگر سچی گواہی دینے میں توڑ مروڑ سے یا ٹال مٹول سے کام لوگے تو اللہ تعالی تمہارے اس جرم سے پوری طرح باخبر ہے۔ مفسرین نے اس آیت کے سببِ نزول کے سلسلہ میں یہ بات نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ دشمنوں نے رسولِ رحمت ﷺ کی خدمت میں اپنا مقدمہ پیش کیا ان میں ایک غنی تھا اور ایک فقیر تھا۔رسولِ رحمت ﷺ کا رجحان فقیر کی طرف ہوا اس خیال سے کہ فقیر آدمی مالدار پر کیا ظلم کرے گا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

درس نمبر (۴۴۷) **اے ایمان والو! ایمان لے آؤ** النسآء:۱۳۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ آمِنُواْ بِاللّٰہِ وَرَسُولِہِ وَالْکِتَابِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلَی رَسُولِہِ وَالْکِتَابِ الَّذِیَ أَنزَلَ مِن قَبْلُ وَمَن یَکْفُرْ بِاللّٰہِ وَمَلاَئِکَتِہِ وَکُتُبِہِ وَرُسُلِہِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلاَلاً بَعِیْداً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ اے لوگو جو آمَنُواْ ایمان لائے ہو! آمِنُواْ تم ایمان لاؤ بِاللّٰہِ اللہ کے ساتھ وَرَسُولِہِ اوراس کے رسول کے (ساتھ) وَالْکِتَابِ اوراس کتاب کے (ساتھ) الَّذِیْ جو نَزَّلَ اس نے نازل کی عَلَی رَسُولِہِ اپنے رسول پر وَالْکِتَابِ اوراس کتاب کے (ساتھ) الَّذِیَ جو أَنزَلَ اس نے نازل کی مِن

قَبْلُ پہلے(اس سے) وَمَن اور جوکوئی یَکْفُرْ کفر کرے بِاللّٰہِ اللہ کے ساتھ وَمَلاَئِکَتِہِ اوراس کےفرشتوں (کےساتھ) وَکُتُبِہِ اوراس کی کتابوں(کیساتھ) وَرُسُلِہِ اوراس کے رسولوں(کےساتھ) وَالْیَوْمِ الآخِرِ اور یوم آخرت(کےساتھ) فَقَدْ تو تحقیق ضَلَّ وہ گمراہ ہوگیا ضَلاَلاً گمراہ ہونا بَعِیْداً دور کا

ترجمہ: مومنو! اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جو کتاب اس نے اپنے اس پیغمبر پر نازل کی ہے اور جو کتابیں اس سے پہلے نازل کی تھیں سب پر ایمان رکھو اور جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں اور روزِ قیامت سے کفر کرے وہ راستے بھٹک کر دور جا پڑا۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے ایمان والو! اللہ پر ایمان رکھو اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول پر اتاری ہے اور ہر اس کتاب پر جو اس نے پہلے اتاری۔

۲۔ جو شخص اللہ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کی کتابوں کا، اس کے رسولوں کا اور یوم آخرت کا انکار کرے وہ بھٹک کر گمراہی میں بہت دور جا پڑا ہے۔

اس آیت کے پہلے جزء پر غور فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے ایمان لانے کا حکم دے رہے ہیں۔ بظاہر سوال یہی پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ پہلے سے مومن ہیں انہیں کیوں یہ کہا جا رہا ہے کہ اٰمِنُوْا ایمان لے آؤ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ایمان والوں کو ایمان پر جمے رہنے کا حکم دیا گیا ہے ایک آدمی یقیناً مومن ہے اس کا ایمان یقیناً ایسا ہے کہ جس کی تصدیق کی جائے گی کہ وہ واقعی مومن ہے لیکن اس ایمان کا امتحان بھی ہوسکتا ہے اور حالات ایسے آ بھی سکتے ہیں کہ اس کا ایمان داؤ پر لگ جائے، حالات کا ہمیشہ موافق رہنا ضروری نہیں ہے، جس ملک میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں برسوں سے حالات ہمارے دین کے ایک حد تک موافق تھے، اب ناموافق حالات کا ایک طوفان آ رہا ہے جو ہمارے ایمان کا امتحان لے رہا ہے ایسے ناموافق حالات میں جہاں ہماری شریعت کے خلاف قانون بن جائیں ہماری شناخت کو مٹانے کی سازش ہو رہی ہو۔ ایسے وقت مسلمانوں کا رسمی مومن ہونا کافی نہیں ہے اب ہمیں اپنی توجہ اس جانب مبذول کرنی ہوگی کہ ہم ان حالات میں دین پر کس طرح جمے رہیں؟ دین پر استقامت کے ساتھ رہنے کی تدبیریں کی جائیں، ایمان والوں سے اٰمِنُوْا کا مطالبہ بتلا رہا ہے کہ ایمان والوں کو اپنے ایمان پر جمے رہنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ہمارا ایمان اللہ پر ہو اس طور پر کہ وہی ہمارا کارساز ہے۔ وہی ہمارا محافظ ہے۔ وہی ہمارا ولی اور مددگار ہے۔ وہی ہمارا رازق ہے۔ وہ اکیلا ہے، تن تنہا ہے۔ وہ معبود برحق ہے اور اس کا کوئی مثل نہیں۔ اس رب ذوالجلال کی نازل کردہ اس کتاب پر بھی ایمان لائیں جو کتاب اس نے اپنے آخری نبی رسول عربی محمد مصطفیٰ ﷺ پر اتاری۔ ان کتابوں پر بھی ایمان رکھیں جو اس کتاب سے پہلے نازل کی گئیں یعنی تورات، زبور، انجیل اور دیگر وہ صحیفے جو مختلف انبیاء پر نازل کئے گئے۔ اس کے بعد اس آیت میں اس حقیقت سے بھی باخبر کر دیا گیا کہ جو بدنصیب شخص

اپنے حقیقی خالق اور مالک کا انکار کرے گا اور اس کے ان فرشتوں کا انکار کرے گا جو اس نے اپنی قدرت سے نور کی شکل میں پیدا کیا ہے اور اس کی کتابوں اور رسولوں کا انکار کرے گا اور جو آخرت کے دن کا انکار کرے گا اسے یہ بات جان لینی چاہئے کہ وہ ہدایت سے محروم بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا ہے، جو لوگ صرف قرآن مجید کی ہدایت پر اکتفاء کرتے ہیں اور رسول رحمت ﷺ کے ارشادات کا انکار کرتے ہیں وہ اس بات کو جان لیں کہ وہ مومن نہیں ہیں۔ قرآن مجید خود مطالبہ کر رہا ہے کہ اللہ پر ایمان لازمی ہے، اس کے رسول ﷺ پر بھی اور اس اتری ہوئی کتاب پر بھی ایمان لازمی ہے۔

درس نمبر (۴۴۸) منافقوں کو دردناک عذاب کی بشارت النسآء: ۱۳۷۔۱۳۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الَّـذِيْـنَ آمَنُواْ ثُمَّ كَفَرُواْ ثُمَّ آمَنُواْ ثُمَّ كَفَرُواْ ثُمَّ ازْدَادُواْ كُفْراً لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلاَ لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلاً O بَشِّرِ الْمُنَافِقِيْنَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَاباً أَلِيْماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ الَّذِيْنَ بےشک جو لوگ آمَنُواْ ایمان لائے ثُمَّ پھر كَفَرُواْ انہوں نے کفر کیا ثُمَّ پھر آمَنُواْ وہ ایمان لائے ثُمَّ پھر كَفَرُواْ انہوں نے کفر کیا ثُمَّ پھر ازْدَادُواْ وہ زیادہ ہوگئے كُفْراً کفر میں لَّمْ نہیں يَكُنِ ہے اللّٰهُ اللہ لِيَغْفِرَ کہ بخشے لَهُمْ ان کو وَلاَ اور نہیں ہے لِيَهْدِيَهُمْ کہ ہدایت دے ان کو سَبِيْلاً راستے کی O بَشِّرِ الْمُنَافِقِيْنَ منافقوں کو خوشخبری دے دو بِأَنَّ لَهُمْ کہ ان کے لئے ہے عَذَاباً أَلِيْماً دردناک عذاب

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوگئے، پھر ایمان لائے پھر کافر ہوگئے، پھر کفر میں بڑھتے گئے ان کو اللہ نہ تو بخشے گا اور نہ انہیں سیدھا راستہ دکھائے گا O اے پیغمبر! منافقوں یعنی دورخی لوگوں کو بشارت سنادو کہ ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب تیار ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوگئے پھر کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے اللہ ان کو بخشنے والا نہیں ہے اور نہ انہیں راستے پر لانے والا ہے۔

۲۔ منافقوں کو یہ خوشخبری سنادو کہ ان کے لئے ایک دکھ دینے والا عذاب تیار ہے۔

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دور گزرے ایک مکی دور جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت ملنے کے بعد تیرہ سال رہے اور دوسرا مدنی دور جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے آخری دس سال گزرے۔ مکی دور میں یا تو مسلمان تھے یا کافر و مشرک تاہم مسلمانوں کی تعداد کم اور کافروں اور مشرکوں کی تعداد زیادہ تھی۔ مدنی دور میں مسلمان، یہود و نصاریٰ، کافر و مشرک اور منافق تھے۔ منافق وہ تھے جنہوں نے دنیا کے مفاد کی خاطر ظاہری طور پر اسلام قبول کیا تھا مگر وہ حقیقت میں کافر ہی تھے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی بھی باطل چیز کی حد سے زیادہ محبت آدمی کو اندھا بنادیتی ہے۔ منافقوں کے دل میں دنیا کی محبت

حد درجہ زیادہ تھی، اسی محبت نے ان کو حق کو سمجھنے سے محروم کر دیا تھا اور وہ اس معاملہ میں آنکھ رکھ کر بھی اندھے بن گئے تھے۔ان منافقوں میں سے بعض کو ایمان کی توفیق مل گئی اور وہ ایمان کی راہ میں ترقی کرتے گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو صحابیت کا اونچا درجہ بھی عطا فرمایا، مگر منافقوں کی ایک بڑی جماعت کفر ہی پر رہی، وہ کفر میں اس قدر آگے بڑھ چکے تھے کہ اب ایمان کو سمجھنے کا موقع ان کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ان منافقوں کا انجام یہی ہوا کہ وہ ہدایت اور مغفرت سے محروم ہو گئے اور دوزخ کا ایندھن بن گئے۔ یہ آیت انہی منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی کہ جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے تو اللہ ان کو نہیں بخشے گا اور نہ ان کو راہ دکھائے گا۔اس حقیقت کو بتلائے جانے کے بعد منافقوں کے حق میں یہ صاف وعید بتلا دی گئی کہ پیغمبر! آپ ان منافقوں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔منافقوں کی بیوقوفی کو ظاہر کرنے کیلئے عذاب کی خوشخبری کا لفظ استعمال کیا گیا۔بعض مفسرین نے لکھا کہ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی کہ یہ یہودی پہلے تو ایمان لائے پھر گائے کے بچھڑے کی عبادت کر کے کافر ہو گئے پھر توبہ کر کے مومن ہوئے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کر کے کافر ہو گئے، پھر اسی کفر میں آگے بڑھتے چلے گئے، یہاں تک کہ جانتے بوجھتے رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کر بیٹھے۔اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بار بار کفر کی طرف لوٹنے کی وجہ سے حق بات کو قبول کرنے کی توفیق ختم کر دی جاتی ہے اور آئندہ توبہ کرنے اور ایمان لانے کا موقع ہی نصیب نہیں ہوتا۔

درس نمبر (۴۴۹) | النسآء:۱۳۹

مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِيْنَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِيْنَ أَيَبْتَغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَّذِيْنَ وہ لوگ جو يَتَّخِذُونَ بناتے ہیں الْكَافِرِيْنَ کافروں کو أَوْلِيَاءَ دوست مِن دُونِ سوائے الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے أَيَبْتَغُونَ کیا وہ تلاش کرتے ہیں عِنْدَهُمُ ان کے پاس الْعِزَّةَ عزت فَإِنَّ چنانچہ بیشک الْعِزَّةَ عزت (تو) لِلّٰهِ اللہ ہی کیلئے ہے جَمِيْعاً ساری (کی ساری)

ترجمہ: وہ جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔کیا یہ ان کے ہاں عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں بس عزت تو سب اللہ ہی کی ہے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔وہ منافق جو مسلمانوں کے بجائے کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا یہ ان کے پاس عزت تلاش کر رہے ہیں؟

۲۔عزت ساری کی ساری اللہ ہی کی ہے۔

منافقوں کی چالبازی یہ تھی کہ وہ مسلمانوں میں جا ملتے تو ایسے ظاہر کرتے کہ گویا کہ وہ مسلمانوں کے گہرے دوست ہیں، ان کی دوستی ان مسلمانوں کے ساتھ پکی ہے اور جب کافروں سے یہ منافق جا ملتے تو ان سے بھی اپنی دوستی

کا اس طرح اظہار کرتے کہ ان کی دوستی واقعی پکی ہے، اور ان منافقوں کی حالت یہ تھی کہ یہ لَا اِلٰـی ھٰوُٓلَاءِ وَلَا اِلٰی ھٰـوُٓلَاءِ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں، اور آخرت کی ابدیٔ دائمی نجات اور کامیابی سے محروم ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں سے یہ خاموش کر دینے والا سوال کیا ہے کہ أَيَبْتَغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعاً کیا کافروں کے پاس یہ منافق عزت تلاش کرتے ہیں انہیں یہ حقیقت جان لینا چاہئے کہ عزت تو ساری اللہ ہی کے لئے ہے اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ عزیز و غالب ہے وہی مختار کل اور قادر مطلق ہے اسی کے ہاتھ میں کامیابی و نفع، قوت وصحت، زندگی اور موت، اور عزت و ذلت ہے وہ جس کو چاہے ذلیل کر دے، اس کے ارادے میں رکاوٹ پیدا کرنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو عزت عطا کی اور کافروں کو ذلیل کر دیا مکہ فتح ہوا مسلمانوں کو غلبہ ملا اور کافر ذلیل ورسوا ہو گئے اور منافقوں نے بھی ان کے ساتھ ذلت اٹھائی اس لئے کہ ان منافقوں نے ظاہراً مسلمانوں سے دوستی کی اور حقیقت میں کافروں سے دوستی کی، اس دوستی نے ان کو بدانجامی تک پہنچا دیا، اس سے معلوم یہ ہوا کہ مسلمانوں کے ساتھ دوستی رکھنے میں عزت ہے جو اسلام سے اپنا رشتہ مضبوط رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اپنا محبوب بنالیتا ہے عزت اس کے قدم چومتی ہے اور کامیابی اس کا استقبال کرتی ہے، حالات کا رخ چاہے جدھر بھی ہو ہمارا اپنا رخ تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف اور اسکے نازل کردہ دین کی طرف ہی ہوگا۔

درس نمبر (۴۵۰) دین کا مذاق اڑانے والوں کے پاس مت بیٹھو النسآء:۱۴۰

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِيْ الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلاَ تَقْعُدُواْ مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُواْ فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذاً مِّثْلُهُمْ إِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْكَافِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَقَدْ اور تحقیق نَزَّلَ اس نے نازل کیا عَلَيْكُمْ تم پر فِيْ الْكِتَابِ کتاب میں أَنْ یہ کہ إِذَا جب سَمِعْتُمْ تم سنو آيَاتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتیں يُكْفَرُ (کہ) کفر کیا جارہا ہو بِهَا ان کے ساتھ وَيُسْتَهْزَأُ اور استہزاء کیا جارہا ہو بِهَا ان کے ساتھ فَلاَ تو نہ تَقْعُدُواْ تم بیٹھو مَعَهُمْ ان کے ساتھ حَتَّى یہاں تک کہ يَخُوضُواْ وہ مشغول ہو جائیں فِيْ حَدِيْثٍ کسی اور بات میں غَيْرِهِ اس کے علاوہ إِنَّكُمْ (ورنہ) بلاشبہ تم إِذاً اس وقت مِّثْلُهُمْ ان جیسے ہی ہو گے إِنَّ تحقیق اللّٰهَ اللہ جَامِعُ جمع کرنے والا ہے الْمُنَافِقِيْنَ منافقوں کو وَالْكَافِرِيْنَ اور کافروں کو فِيْ جَهَنَّمَ جہنم میں جَمِيْعاً سب کو

ترجمہ: اور اللہ نے تم مومنوں پر اپنی کتاب میں یہ حکم نازل فرمایا ہے کہ جب تم کہیں سنو کہ اللہ کی آیتوں سے انکار ہو رہا ہے اور ان کی ہنسی اڑائی جارہی ہے تو جب تک وہ لوگ اور باتیں نہ کرنے لگیں ان کے پاس مت بیٹھو ورنہ تم بھی انہی جیسے شمار ہو گے۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ منافقوں اور کافروں سب کو دوزخ میں اکٹھا کرنے والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتائی گئی ہیں:

ا۔اللہ تعالیٰ نے کتاب میں تم پر یہ حکم نازل کیا ہے کہ جب تم اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہوئے اوران آیتوں کا مذاق کرتے ہوئے سنوتو تم ایسے لوگوں کے ساتھ اس وقت تک مت بیٹھو جب تک وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہو جائیں۔

۲۔اگر تم ایسے لوگوں کے ساتھ اس کے باوجود بھی بیٹھے رہوگے تو تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے۔

۳۔یقیناً اللہ تمام منافقوں اور کافروں کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے۔

مکہ کے کافروں اور مشرکوں کا یہ مشغلہ تھا کہ وہ قرآن مجید کی آیتوں کو اپنے لہو ولعب کا ذریعہ بناتے تھے۔ان کی مجلس اسی مشغلہ میں گرم رہتی تھی کہ قرآنی آیتوں کا مذاق اڑایا جائے اور قرآن مجید پر طعن و تشنیع کی جائے۔ایسے موقع پر ایسے خبیث لوگوں کی مجلسوں سے دور رہنے اور ان سے اعراض کرنے کا حکم سورۂ انعام کی اس آیت میں دیا گیا کہ ''وَاِذَا رَأَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْ اٰيَاتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ'' جب تم ان کافروں اور مشرکوں کو دیکھو کہ وہ ہماری آیتوں میں لہو ولعب کے طور پر مشغول ہوتے ہیں تو تم ان سے اعراض کرو یعنی ان کو چھوڑ دو وہاں سے اس وقت تک کے لئے ہٹ جاؤ جب تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول نہ ہو جائیں۔ سورۂ نساء کی اس آیت میں اسی طرح کی بات دوسرے انداز میں کہی گئی ہے کہ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ اللہ نے تم پر کتاب میں یہ حکم نازل فرمایا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جارہا ہے اوران کا مذاق کیا جارہا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں۔ یہاں یہ وعید بھی بتلادی گئی کہ إِنَّكُمْ إِذاً مِّثْلُهُمْ اگر ایسے مذاق اور انکار کی مجلس میں تم بھی ان کے ساتھ بیٹھے رہوگے تو تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے۔

اس آیت سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جس مجلس میں بھی ایسی باتیں ہورہی ہوں جس میں دین وشریعت کا مذاق اڑایا جارہا ہو، اسلامی احکامات کا مذاق اڑایا جارہا ہو یا اللہ اوراس کے رسول کی گستاخی کی جارہی ہو، صحابۂ کرام کی توہین کی جارہی ہو، آیاتِ قرآنی یا احادیث شریفہ کی بیحرمتی کی باتیں ہورہی ہوں تو ایسی مجلسوں سے فوراً اٹھ کھڑے ہوں اور انہیں حکمت و مصلحت، صبر وتحمل اور سنجیدگی کے ساتھ یہ بات بھی بتادیں کہ جو حرکت مجلس میں ہورہی ہے وہ بالکل نا مناسب ہے، ہم اس مجلس میں بیٹھنے کیلئے تیار نہیں ہیں تا کہ انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو۔ ایسی مجلسوں میں جہاں اس قسم کی اوچھی حرکت ہورہی ہو کسی ناراضگی کے اظہار کے بغیر ہمارا بیٹھنا اس بات کی علامت ہے کہ ہم ان کی مجرمانہ باتوں سے متفق ہیں پھر تو ہم اس جرم میں برابر کے شریک سمجھے جائیں گے، آخر میں یہ بات بھی بتلادی گئی کہ نفاق اور کفر کا انجام دوزخ ہے۔

درس نمبر (۴۵۱) **منافق تمہارے انجام کے انتظار میں ہیں** النسآء:۱۴۱

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

اَلَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوٓاْ أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ وَإِنْ كَانَ لِلْكَافِرِيْنَ نَصِيْبٌ قَالُوٓاْ أَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُم مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَن يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: اَلَّذِيْنَ وہ (منافق) جو يَتَرَبَّصُونَ انتظار کرتے ہیں بِكُمْ تمہاری بابت فَإِن پھر اگر كَانَ ہو لَكُمْ تمہارے لیے فَتْحٌ فتح مِّنَ اللّٰهِ اللہ کی طرف سے قَالُوٓاْ (تو) کہتے ہیں أَ کیا لَمْ نہ نَكُن تھے ہم مَّعَكُمْ تمہارے ساتھ وَإِن اور اگر كَانَ ہو لِلْكَافِرِيْنَ کافروں کے لیے نَصِيْبٌ کچھ حصہ (غلبہ) قَالُوٓاْ (تو) کہتے ہیں أَ کیا لَمْ نہ نَسْتَحْوِذْ ہم غالب آنے لگے تھے عَلَيْكُمْ تم پر وَنَمْنَعْكُم اور (کیا نہ) بچایا تھا ہم نے تمہیں مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں سے فَاللّٰهُ چنانچہ اللہ يَحْكُمُ فیصلہ کرے گا بَيْنَكُمْ تمہارے درمیان يَوْمَ الْقِيَامَةِ قیامت کے دن وَلَن اور ہرگز نہیں يَجْعَلَ کرے گا اللّٰهُ اللہ لِلْكَافِرِيْنَ کافروں کے لیے عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں پر سَبِيْلاً کوئی راہ (غلبے کی)

ترجمہ: جو تم کو دیکھتے رہتے ہیں پھر اگر اللہ کی طرف سے تم کو فتح ملے تو کہتے ہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر کافروں کو فتح نصیب ہو تو ان سے کہتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہیں تھے اور تم کو مسلمانوں کے ہاتھ سے بچایا نہیں؟ اب اللہ تم سب میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا اور اللہ کافروں کو مومنوں پر ہرگز غلبہ نہیں دے گا۔

تشریح: اس آیت میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ مسلمانو! یہ منافق وہ ہیں جو تمہارے انجام کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں

۲۔ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح ملے تو تم سے کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟

۳۔ اگر کافروں کو فتح نصیب ہو تو ان سے کہتے ہیں کہ کیا ہم نے تم پر قابو نہیں پا لیا تھا اور کیا اس کے باوجود ہم نے تمہیں مسلمانوں سے نہیں بچایا؟

۴۔ بس اب اللہ ہی قیامت کے دن تمہارے اور ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

۵۔ اور اللہ کافروں کے لئے مسلمانوں پر غالب آنے کا ہرگز کوئی راستہ نہیں رکھے گا۔

خودغرض، مفاد پرست اور لالچی منافقوں کی چاپلوسی اور چالبازی کا انداز یہ تھا کہ یہ مسلمانوں سے بظاہر تو یہ کہتے تھے کہ ہم مسلمان ہیں لیکن چونکہ یہ منافق اندر سے مسلمان نہیں تھے اس لئے وہ اس انتظار میں رہتے تھے کہ مسلمانوں پر کوئی مصیبت آ پڑے۔ جب مسلمان کافروں کے ساتھ لڑتے اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہو جاتی تو یہ منافق مسلمانوں سے یہ کہتے تھے کہ دیکھو! کیا ہم تمہارے

ساتھ نہ تھے؟ جب ہم تمہارے ساتھ تھے تو جو کچھ مالِ غنیمت تمہیں ملا ہے اس میں ہم کو بھی حصہ دو اور اگر کافروں کو مالِ غنیمت کا کوئی حصہ مل جاتا اور ان کافروں کو غلبہ حاصل ہو جاتا تو یہ منافق ان کافروں سے یہ کہتے تھے کہ کیا ہم تمہیں مسلمانوں کے بھید نہیں بتاتے تھے اور کیا ہم نے تم کو مسلمانوں کے ضرر سے نہیں بچایا؟ ہماری محنت ہی سے تو تم کو کامیابی اور غلبہ ملا ہے ہم نے مسلمانوں کو تمہارے خلاف لڑائی سے روکا اس کے باوجود مسلمان تم سے لڑائی کے لئے اٹھ کھڑے ہو گئے تو ہم نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اس طرح تم کامیاب ہو گئے لہٰذا تم اپنے منافع میں ہم کو بھی شریک کرو، منافق اسی لئے نفاق اختیار کرتا ہے کہ دونوں طرف سے فائدہ اٹھائے اور چت بھی انہی کا رہے اور پٹ بھی انہی کا رہے۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور ''دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی'' کر دے گا، مسلمانوں کو جنت میں داخل کرے گا اور منافقوں اور کافروں کو جہنم رسید کرے گا، کافروں اور منافقوں کے لئے یہ چند روزہ زندگی ہے جس میں وہ وقتی طور پر خوش ہیں مگر حقیقی، دائمی اور ابدی خوشی جو خوشی کہ کبھی واپس نہیں لی جائے گی وہ خوشی تو صرف اور صرف ایمان والوں کو نصیب ہوگی، قیامت کے دن جب فیصلے ہوں گے تو اللہ کافروں کو ایمان والوں پر غلبہ نہیں دے گا دنیا میں تو مسلمانوں کی آزمائش کیلئے کبھی کبھی کافروں کو غلبہ ہو جاتا تھا لیکن آخرت میں ہر حیثیت اور ہر اعتبار سے صد فیصد کامیابی یہ مسلمانوں ہی کا نصیبہ ہوگا۔ بعض مفسرین نے **وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلاً** کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو دنیا میں مسلمانوں پر غلبۂ تام نہیں دے گا اس طرح کے سارے ہی مسلمان ایک ایک کر کے ختم ہو جائیں۔

درس نمبر (۴۵۲) منافقوں کی ریاکاری النسآء:۱۴۲۔۱۴۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوْا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوْا كُسَالَى يُرَآؤُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلاً ○ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَا إِلَى هٰؤُلَاءِ وَلَا إِلَى هٰؤُلَاءِ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيْلاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ بلاشبہ الْمُنَافِقِيْنَ منافق يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ اللہ کو فریب دیتے ہیں وَهُوَ اور وہ (بھی) خَادِعُهُمْ ان کو فریب دینے والا ہے وَإِذَا اور جب قَامُوْا وہ کھڑے ہوتے ہیں إِلَى الصَّلَاةِ نماز کے لیے قَامُوْا (تو) کھڑے ہوتے ہیں كُسَالَى کاہلی سے يُرَآؤُوْنَ دکھلاتے ہیں النَّاسَ لوگوں کو وَلَا اور نہیں يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ وہ یاد کرتے اللہ کو إِلَّا مگر قَلِيْلاً بہت تھوڑا○ مُّذَبْذَبِيْنَ متردد ہیں بَيْنَ درمیان ذٰلِكَ اس (کفر و ایمان) کے لَا نہ إِلَى هٰؤُلَاءِ ان کی طرف وَلَا اور نہ إِلَى هٰؤُلَاءِ اُن کی طرف وَمَنْ اور جس کو يُضْلِلِ گمراہ کرے اللّٰهُ اللہ فَلَنْ تو ہرگز نہیں تَجِدَ آپ پائیں گے لَهُ اس کے لیے سَبِيْلاً کوئی راہ

ترجمہ: منافق ان چالوں سے اپنے نزدیک اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں۔ یہ اس کو کیا دھوکہ دیں گے؟ وہ انہی کو دھوکے میں ڈالنے والا ہے اور جب یہ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر صرف لوگوں کے دکھانے کو اور اللہ کو یاد ہی نہیں کرتے مگر بہت کم O ڈانواں ڈول ہو رہے ہیں نہ اِن کی طرف ہوتے ہیں نہ اُن کی طرف اور جس کو اللہ بھٹکا دے تو تم اس کے لیے کبھی بھی راستہ نہ پاؤ گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی کرتے ہیں حالانکہ اللہ نے انہیں دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔

۲۔ جب یہ منافق نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو کسمساتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں، لوگوں کے سامنے دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو تھوڑا ہی یاد کرتے ہیں۔

۳۔ یہ منافق کفر اور ایمان کے درمیان ڈانواڈول ہیں، نہ پورے طور پر ان مسلمانوں کی طرف ہیں نہ ان کافروں کی طرف۔

۴۔ جسے اللہ گمراہی میں ڈال دے تم اس کے لئے ہدایت پر آنے کا راستہ نہیں پاؤ گے۔

سورۃ النساء کی ان آیات میں مسلسل منافقوں کے سلسلہ میں تفصیلات بتلائی جارہی ہیں مزید یہ باتیں ان آیات میں بیان کی جارہی ہیں کہ یہ منافقین بظاہر اللہ کو اور ایمان والوں کو دھوکہ دے رہے ہیں اس طور پر کہ مسلمانوں سے یہ جھوٹی بات کہتے ہیں جو حقیقت کے خلاف ہے) کہ ہم مومن ہیں جبکہ حقیقت میں اندر سے مومن نہیں ہیں اور ''خوبصورتی پر رسولی'' ان نعمتوں اور برکتوں کے آرزومند ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے وہ اس خوش فہمی میں ہیں کہ ان کے برے عقیدہ کا اللہ تعالیٰ کو علم ہی نہیں، یُخَادِعُونَ اللّٰهَ یہ منافق بظاہر اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وَهُوَ خَادِعُهُمْ اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دھوکہ بازی کی سزا ان کو دینے والا ہے ان منافقوں کے نفاق کا یہ عالم ہے کہ جب یہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو انتہائی سستی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں گویا کوئی انہیں پیچھے سے دھکے دے رہا ہو وہ نماز کے لئے اس قدر کاہلی کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں کہ ان کا دل اس نماز کی طرف گویا مائل ہی نہیں ہے ظاہر ہے کہ جن منافقوں کے دل میں ایمان کی چنگاری ہی نہ ہو اللہ تعالیٰ سے عشق و محبت کا جذبہ ہی نہ ہو اسکے دل میں اس کی عبادت کے سلسلہ میں چستی، ذوق وشوق کی کیفیت ہی کہاں رہے گی؟ ایک تو یہ منافق نماز کے لئے سستی اور کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں اور اگر نماز پڑھتے بھی ہیں تو اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے نماز نہیں پڑھتے بلکہ لوگوں کو دکھانے کے لئے نماز پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی یاد بھی کرتے ہیں تو یونہی تھوڑا سا۔ دلجمعی اور یکسوئی سے ایمان والوں کی طرح بکثرت ذکر بالکل نہیں کرتے یہ منافق نماز نہیں پڑھتے بلکہ نماز کی صورت بنالیتے ہیں تا کہ لوگوں میں یہ پیغام پہنچ جائے کہ یہ نمازی ہیں گویا یہ منافق صرف اٹھ

بیٹھ کرتے ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب اس میں زردی آتی ہے اور شیطان کے دونوں سینگھوں کے درمیان ہوتا ہے تو کھڑے ہوکر چار ٹھونگیں مار لیتا ہے اللہ کو تھوڑا سا یاد کر لیتا ہے۔ یہ منافق وہ ہیں کہ نہ ان کو ادھر کا شمار کیا جا سکتا ہے اونہ ہی اُدھر کا بلکہ یہ زیرِ پیش کے درمیان زبر ہیں یعنی اَدھر ہیں۔

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی کیا پیاری مثال پیش فرمائی کہ منافق اس بکری کی طرح ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان ہو کبھی اس ریوڑ کی طرف جاتی ہے کبھی اس ریوڑ کی طرف جاتی ہے تا کہ وہ بکری نر تلاش کرے۔

درس نمبر (۴۵۳) **مسلمانوں کوایک خاص حکم** النسآء:۱۴۴

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَـا أَيُّهَـا الَّـذِيْنَ آمَنُوا لاَ تَتَّخِذُوا الْكَافِرِيْنَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ أَتُرِيْدُوْنَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَاناً مُّبِيْناً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اے لوگو جو آمَنُوا ایمان لائے ہو! لاَ نہ تَتَّخِذُوا تم بناؤ الْكَافِرِيْنَ کافروں کو أَوْلِيَاءَ دوست مِنْ دُوْنِ سوائے الْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کے أَ کیا تُرِيْدُوْنَ تم چاہتے ہو أَنْ یہ کہ تَجْعَلُوا تم (ثابت) کرو لِلّٰهِ اللہ کے لیے عَلَيْكُمْ اپنے خلاف سُلْطَاناً حجت مُّبِيْناً ظاہر

ترجمہ: اے اہلِ ایمان! مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کا صریح الزام لو۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔ اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بناؤ۔

۲۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ کے پاس اپنے خلاف ایک کھلی کھلی وجہ پیدا کر دو؟

منافقوں کا ایک بدترین عمل یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے تھے، ان منافقوں کے سامنے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں اسوۂ حسنہ موجود تھا، با مقصد زندگی کا مکمل دستور اسلام کی شکل میں ان منافقوں کے سامنے تھا یہ منافق رسول عربی ﷺ پر رب ذوالجلال کی طرف سے اترنے والی آیات کو اپنے کانوں سے سنتے تھے ان منافقوں کے سامنے مدنی معاشرہ کی تصویر موجود تھی، جس کا خاکہ آپ ﷺ نے آیات واحکام قرآنی کی روشنی میں اپنے قول وعمل سے تیار کیا تھا۔ ان منافقوں کے سامنے مدنی تہذیب موجود تھی جو بے ضرر اور صاف وشفاف تہذیب تھی، ان منافقوں کے سامنے رسولِ عربی ﷺ کی راست تربیت کی وجہ سے سلجھے ہوئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے جن کے بلند اوصاف ونیک عادات کے تذکرے خود قرآن مجید نے مختلف موقع پر بیان کئے، ان منافقوں کی بدنصیبی اور بدقسمتی کہ یہ اس مقدس جماعت سے رفاقت اور گہری دوستی کرنے کے بجائے تہذیب و پاک عقیدہ سے عاری اور اخلاق و کردار

سے محروم کافروں سے دوستی کئے ہوئے تھے اور مسلمانوں کے بہت سارے راز کافروں تک پہنچاتے تھے، ان منافقوں کا مسلمانوں سے رقابت اختیار کرنا اور کافروں سے رفاقت اختیار کرنا وہ جرم تھا جس جرم میں مبتلا ہونے سے ایمان والوں کو اس آیت کے ذریعہ یوں روکا گیا اور کہا گیا کہ یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ الْكَافِرِیْنَ أَوْلِیَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بنانا منافقوں کا طریقہ ہے، یہ بات یہاں ذہن میں رہے کہ اس آیت میں کافروں کے ساتھ حسن سلوک، ہمدردی، ایثار، نرمی، عفو درگزر، رحمدلی اور انصاف وغیرہ کرنے سے روکا نہیں جارہا ہے بلکہ کفار سے ایسی دوستی کرنے سے منع کیا جارہا ہے کہ اس گہری دوستی کی وجہ سے مسلمانوں کا کوئی راز ان کافروں تک نہ پہنچ جائے اور یہ بات اس پس منظر میں کہی گئی ہے کہ مدنی ماحول میں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جاری کشمکش جنگ وغیرہ کا سلسلہ رہا اور ان جنگی حالات میں کسی بھی قوم کے راز کا تحفظ انتہائی اہم مسئلہ ہوتا ہے ایسے مواقع پر کسی مسلمان کی کافروں سے دوستی اس راز کے فاش ہوجانے کا سبب بھی بن سکتی ہے پھر اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے یہ سوال کررہے ہیں کہ کیا تم لوگ اس دوستی کو اختیار کرکے اپنے آپ کو مجرم اور عذاب کا مستحق بنانے کے لئے اپنے ہی عمل سے اپنے اوپر حجت قائم کررہے ہو؟ تمہارا اس طرح کافروں سے دوستی کرنا اپنے اوپر حجت قائم کرنے کے مترادف ہے، تمہیں ایسی حرکتوں سے بچنا چاہئے۔

درس نمبر (۴۵۴) ## منافقوں پر عذاب النسآء: ۱۴۵۔۱۴۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

إِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ فِیْ الدَّرْکِ الأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْراً O إِلاَّ الَّذِیْنَ تَابُواْ وَأَصْلَحُواْ وَاعْتَصَمُواْ بِاللّٰهِ وَأَخْلَصُواْ دِیْنَهُمْ لِلّٰهِ فَأُوْلٰئِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَسَوْفَ یُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ أَجْراً عَظِیْماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ بلاشبہ الْمُنَافِقِیْنَ منافق فِیْ الدَّرْکِ الأَسْفَلِ سب سے نچلے درجے میں ہوں گے مِنَ النَّارِ آگ کے وَلَن اور ہرگز نہیں تَجِدَ آپ پائیں گے لَهُمْ ان کے لیے نَصِیْراً کوئی مددگار O إِلاَّ سوائے الَّذِیْنَ ان لوگوں کے جنہوں نے تَابُواْ توبہ کی وَأَصْلَحُواْ اور اصلاح کرلی وَاعْتَصَمُواْ اور مضبوط پکڑا بِاللّٰهِ اللہ (کے دین) کو وَأَخْلَصُواْ اور خالص کرلیا دِیْنَهُمْ اپنا دین لِلّٰهِ اللہ کے لیے فَأُوْلٰئِکَ تو یہ لوگ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں کے ساتھ ہوں گے وَسَوْفَ اور عنقریب یُؤْتِ دے گا اللّٰهُ اللہ الْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں کو أَجْراً اجر عَظِیْماً بہت بڑا

ترجمہ: کچھ شک نہیں کہ منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تم ان کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے O ہاں! جنہوں نے توبہ کی اور اپنی حالت کو درست کرلیا اور اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لیا اور خاص اللہ کے حکم بردار ہوگئے تو ایسے لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے اور اللہ عنقریب مومنوں کو بڑا ثواب دے گا۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ یقین جانو کہ منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔

۲۔ ان منافقین کے لئے تم کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔

۳۔ البتہ جو لوگ توبہ کر لیں گے اپنی اصلاح کر لیں گے اللہ کا سہارا مضبوطی سے تھام لیں گے اور اپنے دین کو خالص اللہ کے لئے بنالیں گے تو ایسے لوگ مومنوں کے ساتھ شامل ہو جائیں گے۔

۴۔ اور اللہ مومنوں کو ضرور اجر عظیم عطا کرے گا۔

سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۴۰ میں یہ فیصلہ منافقوں اور کافروں کے بارے میں سنا دیا گیا کہ **إِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْكَافِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعاً** کہ اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو دوزخ میں جمع کرنے والا ہے۔ اس آیت میں منافقوں کے لئے دوزخ میں جو خصوصی مقام دیا جائے گا اس کی وضاحت کی جارہی ہے کہ بالآخر منافقوں کو جہنم کے کس طبقہ میں رکھا جائے گا؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ **إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِيْ الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ** کچھ شک نہیں کہ منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہونگے۔ صاحب روح المعانی تحریر فرماتے ہیں کہ دوزخ کے سات طبقے ہیں پہلے طبقہ کا نام جہنم ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۰۶ میں ہے **فحسبهٗ جَهَنَّمُ** اور دوسرے طبقہ کا نام **لَظٰى** جیسا کہ قرآن مجید میں ہے **كَلَّا إِنَّهَا لَظٰى نَزَّاعَةً لِلشَّوٰى** اور تیسرے طبقہ کا نام **سَعِيْراً** ہے جیسا کہ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۰ میں ہے **سَيَصْلَوْنَ سَعِيْراً** اور پانچویں طبقہ کا نام **سَقَرْ** جیسا کہ سورۂ مدثر کی آیت نمبر ۴۲ میں ہے **فِيْ سَقَرْ** اور چھٹے طبقہ کا نام **جحيم** ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۱۹ میں ہے **اَصْحَابُ الْجَحِيْم** اور ساتویں طبقہ کا نام ہے **هَاوِيَة** جیسا کہ سورہ القارعہ کی آیت نمبر ۹ میں ہے **فَأُمُّهٗ هَاوِيَة** اور کبھی کبھی ان سب کے مجموعہ کو **اَلنَّار** سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جہنم کے یہ سارے طبقے ایک دوسرے کے نیچے ہیں جس طرح درجہ کا لفظ ہر ایک کے اوپر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اسی طرح درک کا لفظ ہر ایک نیچے درجہ کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ منافقوں کیلئے یہاں درک کا لفظ استعمال کیا گیا ہے **إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِيْ الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ** یہ منافقین دوزخ کے بالکل نچلے طبقہ میں ہوں گے۔ کافروں سے بڑھ کر منافقوں کو عذاب دیئے جانے کی وجہ مفسرین نے یہ بتلائی ہے کہ منافق کے پاس کفر بھی ہوتا ہے اور اسی کفر کے ساتھ اس میں یہ جرم بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنی دوغلی پالیسی کی وجہ سے اسلام کا مذاق بھی اڑاتا ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ بھی دیتا ہے یہ منافق ایسے بدنصیب ہیں کہ اس وقت جب ان کے حق میں فیصلہ ہوگا اور انہیں دوزخ کے نچلے طبقہ میں ڈالا جائے گا ان کا وہاں کوئی مددگار بھی نہ ہوگا۔

درس نمبر (۴۵۵) **ایمان اور شکر کی فضیلت** النسآء:۱۴۷

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

مَّا يَفۡعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمۡ إِنۡ شَكَرۡتُمۡ وَآمَنتُمۡ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِراً عَلِيماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: مَّا کیا يَفۡعَلُ کرے گا اللّٰهُ اللہ بِعَذَابِكُمۡ تمہیں عذاب دے کر إِنۡ اگر شَكَرۡتُمۡ تم شکر کرو وَآمَنتُمۡ اور تم ایمان لے آؤ؟ وَكَانَ اور ہے اللّٰهُ اللہ شَاكِراً نہایت قدردان عَلِيماً خوب جاننے والا

ترجمہ: اگر تم لوگ اللہ کے شکر گزار رہو اور اس پر ایمان لے آؤ تو اللہ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا؟ اور اللہ تو قدر شناس ہے اور دانا ہے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اگر تم شکر گزار بنو اور صحیح معنی میں ایمان لے آؤ تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے کر آخر کیا کرے گا؟

۲۔ اللہ تعالیٰ بڑا قدر دان ہے اور سب کے حالات کا پوری طرح علم رکھتا ہے

ان عقلمندوں کیلئے اس آیت میں عذاب سے بچنے کا زبردست فارمولہ دیا گیا ہے جس بندہ کے دل میں عذاب کا خوف اور احساس ہو اور وہ صدق دل سے یہ چاہتا ہو کہ اللہ کے عذاب سے بچ جائے تو اس کیلئے یہ قرآنی فارمولہ دیا گیا کہ وہ دو کاموں کی جانب توجہ دے، ایک ہے صحیح معنی میں ایمان پر قائم ہو جانا اور دوسرے ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر گزار ہو جانا۔

جب بندہ اللہ تعالیٰ پر صحیح معنی میں ایمان لائے گا اور اس کی چھوٹی بڑی نعمتوں کا شکر بجالاتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنے عذاب سے اس بندہ کو محفوظ رکھیں گے، اللہ تعالیٰ خواہ مخواہ کسی پر ظلم کیوں کریں گے؟ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ کہ اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتے، یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر کسی کو سزا اور عذاب دیں گے تو اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی نفع یا فائدہ نہیں ہے اور اللہ کا کوئی کام اس سے لٹکا اور اٹکا ہوا بھی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کفر اور شرک اور کفران نعمت پر سزا دیتے ہیں، خواہ مخواہ کسی کو کوئی سزا نہیں دیتے اللہ تعالیٰ جس کو بھی سزا دیتے ہیں حکمت کے مطابق سزا دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی شکر گزاری کیلئے سب سے پہلے یہ لازم ہے کہ آدمی کفر سے بچے، سب سے بڑا کفرانِ نعمت کفر ہے، شکر گزاری کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ اس رب پر ایمان لایا جائے گا جس نے زندگی دی، زندگی کے اسباب دیئے، عیش وآرام اور زندگی کے تقاضوں کے مطابق وسائل فراہم کئے۔

دوسری بات یہ بتائی گئی کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ایمان کی اور ان کے اعمالِ صالحہ کی قدر دانی فرماتے ہیں۔ شاکرا کا لفظ اگر بندے کی طرف منسوب ہو تو شکر گزاری کرنے والے کے آتے ہیں اور یہی لفظ رب ذوالجلال کی طرف منسوب ہو تو اس کے معنی قدر دانی کرنے والے کے ہوتے ہیں۔

ہم جتنی عبادتیں کر رہے ہیں ان سب کی رب ذوالجلال قدردانی کر رہے ہیں ہمارا نماز پڑھنا، روزہ رکھنا تلاوت قرآن کرنا، صدقہ وخیرات کرنا، حج اور عمرہ کرنا، زکواۃ دینا، جہاد کرنا وغیرہ ان سب اعمال صالحہ کی اللہ تعالیٰ قدردانی کرتے ہوئے پوراپورا اجر عطافرماتے ہیں اور بندوں کے پورے اعمال سے پوری طرح باخبر بھی ہیں۔

درس نمبر(۴۵۶) کسی کی بُرائی کوعلانیہ زبان پرلانااللہ تعالیٰ کوپسند نہیں النساء: ۱۴۸۔۱۴۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَّا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعاً عَلِيْماً O إِنْ تُبْدُوا خَيْراً أَوْ تُخْفُوهُ أَوْ تَعْفُوا عَنْ سُوْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوّاً قَدِيْراً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَّا نہیں يُحِبُّ پسند کرتا اللّٰهُ اللہ الْجَهْرَ اونچی آواز سے بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ برائی کی بات کرنے کو إِلَّا مگر مَن جس پر ظُلِمَ ظلم کیا گیا ہو وَكَانَ اور ہے اللّٰهُ اللہ سَمِيْعاً خوب سننے والا عَلِيْماً خوب جاننے والا O إِن اگر تُبْدُوا تم علانیہ کرو خَيْراً کوئی بھلائی أَوْ یا تُخْفُوهُ اسے خفیہ کرو أَوْ یا تَعْفُوا تم معاف کردو عَنْ سُوْءٍ برائی کو فَإِنَّ اللّٰهَ اللہ (بھی) كَانَ ہے عَفُوّاً بہت معاف کرنے والا قَدِيْراً بڑی قدرت والا

ترجمہ: اللہ اس بات کو پسند نہیں فرماتا کہ کوئی کسی کو علانیہ برا کہے مگر وہ جو مظلوم ہو اور اللہ سب کچھ سنتا ہے جانتا ہے O اگر تم لوگ بھلائی کھلم کھلا کرو گے یا چھپا کر یا برائی سے درگزر کرو گے تو اللہ بھی معاف کرنے والا ہے صاحبِ قدرت ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کسی کی برائی علانیہ زبان پر لائی جائے۔

۲۔البتہ اگر کسی پر ظلم ہوا ہو تو وہ اس ظلم کا تذکرہ لوگوں سے کرسکتا ہے۔

۳۔اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور ہر بات جانتا ہے۔

۴۔اگر تم کوئی نیک کام علانیہ کرو یا خفیہ طور پر کرو یا کسی کی برائی کو معاف کردو تو بہتر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا ہے۔

کسی بھی بُری بات کا پھیلانا اور اس بُری بات کا لوگوں میں تذکرہ کرنا اور کسی بھی بری بات کو سارے لوگوں میں بولتے پھرنا یہ ایسی گھناؤنی حرکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی آفاقی کتاب میں اس عمل سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے اور یہ اعلان کردیا کہ **لَّا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ** کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کسی کی برائی علانیہ زبان پر لائی جائے، بری بات کو پھیلانے میں غیبت اور چغل خوری بھی شامل ہے، اگر کوئی شخص کسی کی غیبت کرتا ہے اور اس کے کسی بُرے عمل کو کسی کے سامنے اس کے غائبانہ میں بیان کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس گھناؤنے عمل کو پسند نہیں کرتے، اگر کوئی شخص کسی پر تہمت یا بہتان لگاتا

ہے یہ بھی جرم ہے اور اللہ تعالیٰ کا اعلان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بالکل ہی پسند نہیں کرتے۔ اگر کوئی شخص کسی کے عیبوں کو اچھالتا ہے اور عیب جوئی کرتا ہے تو یہ بھی جرم ہے اور یہ بھی بری بات کو پھیلانے میں داخل ہے اور اللہ تعالیٰ اس عمل کو بھی ناپسند فرماتے ہیں، اگر کوئی شخص کسی کے عیب کو دیکھ کر اس کا مذاق اڑاتا ہے اور اس کا دل توڑتا ہے تو یہ بھی بری بات کو ظاہر کرنے کے مترادف ہے اور اللہ تعالیٰ اس عمل کو بھی ناپسند فرماتے ہیں۔

رب ذوالجلال نے صاف اور واضح انداز میں اس حقیقت کو مجمل انداز میں بیان کر دیا اور روک لگا دی گئی کہ کسی بھی بری بات کو پھیلانے سے گریز کیا جائے، اگر واقعی اللہ تعالیٰ کے محبوب بننے کا ارادہ ہے تو یہ بات ذہن میں رکھی جائے کہ اللہ تعالیٰ کسی عمل کو ناپسند کرتے ہیں کا حقیقی مطلب یہ ہے کہ جو بھی وہ ناپسند عمل کرے گا اس عمل کا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوگا آج کل لوگ بھرے مجمع میں علی الاعلان اس جرم کا ارتکاب کرتے ہیں، سوشیل میڈیا کے مختلف شعبوں میں آج کل یہ برائی عام ہوگئی ہے، ٹویٹر، انسٹا گرام، فیس بک، مسینجر، یوٹیوب، واٹس ایپ وغیرہ میں گروپ کی شکل میں کسی آدمی کی برائی کو منٹوں میں عام کر دیا جاتا ہے، لوگوں کی عزتوں سے کھیلا جاتا ہے، بری باتیں علانیہ کی جاتی ہیں، واٹس آپ کے گروپوں میں ایک دوسرے کی تذلیل وتحقیر، ایک دوسرے کی عیب جوئی اور دل آزاری عام بات ہوچکی ہے، اللہ تعالیٰ کو یہ بات سخت ناپسند ہے۔

یاد رکھیں کہ اسلام نے مزاح کی اجازت دی ہے لیکن مذاق اڑانے سے منع کیا ہے۔ اِلَّا مَنۡ ظُلِمَ، کہہ کر ایک بات کی وضاحت کر دی گئی کہ اگر کوئی جماعت یا شخص یا ادارہ کسی پر ظلم کرے اور حقیقت میں وہ ظلم ہی ہو تو ایسی صورت میں مظلوم کو اختیار ہوگا کہ وہ ظالم کے ظلم کو متعلقہ افراد کے درمیان بیان کر دے، تاکہ مظلوم کی حمایت بھی ہو اور ظالم کو تنبیہ بھی ہو، اگر کسی برائی کو بیان کرنے سے یکسر روک دیا جائے یہاں تک کہ مظلوم کو بھی ظالم کے ظلم والی بات بیان کرنے سے روک دیا جائے تو پھر تو ظالم کو اور زیادہ شہ ملے گی اور وہ ظلم پر ظلم کرتا جائے گا، اس لئے مظلوم کو اختیار ہے کہ وہ اپنے ظلم کی داستان متعلقہ اشخاص سے بیان کر دے، وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيۡعًا عَلِيۡمًا کہ مومنوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ یہ احساس دلا رہے ہیں کہ تم زندگی کے ہر ہر لمحہ میں یہ احساس پیدا کرلو کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے، سن رہا ہے اور جان رہا ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں؟

درس نمبر (٤٥٧) | **کفر اور ایمان کے درمیان بیچ کی راہ** | النساء: ١٥٠-١٥١

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

إِنَّ الَّـذِيۡـنَ يَـكۡفُرُونَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيۡدُونَ أَن يُّفَرِّقُواۡ بَيۡنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوۡلُوۡنَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَّنَكۡفُرُ بِبَـعۡضٍ وَيُرِيۡدُونَ أَن يَّتَّخِذُواۡ بَيۡنَ ذٰلِكَ سَبِيۡلاً ○ أُوۡلٰـئِكَ هُمُ الۡكَافِرُوۡنَ حَقّاً وَأَعۡتَدۡنَا لِلۡكَافِرِيۡنَ عَذَاباً مُّهِيۡناً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ بے شک الَّذِيۡنَ وہ لوگ جو يَكۡفُرُوۡنَ کفر کرتے ہیں بِـاللّٰهِ اللہ کے ساتھ وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں (کے ساتھ) وَيُرِيۡدُوۡنَ اور وہ چاہتے ہیں أَن یہ کہ يُـفَرِّقُواۡ تفریق کریں بَيۡنَ درمیان الـلّٰهِ اللہ وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں کے وَيَقُوۡلُوۡنَ اور وہ کہتے ہیں نُؤۡمِنُ ہم ایمان لاتے ہیں بِبَعۡضٍ بعض کے ساتھ

وَنَـكْفُرُ اورہم کفرکرتے ہیں بِبَـعْضٍ بعض کےساتھ وَيُـرِيْدُونَ اوروہ چاہتے ہیں أَن یہ کہ يَتَّـخِذُواْ اختیار کریں بَيْنَ ذَلِكَ اس کےدرمیان سَبِيْلاً کوئی راہ O أُوْلَـئِكَ یہ لوگ هُمُ وہی ہیں الْـكَافِرُونَ کافر حَقّاً اصل وَأَعْتَدْنَا اورہم نے تیارکیا ہے لِلْكَافِرِيْنَ کافروں کے لیے عَذَاباً عذاب مُّهِيْناً رُسواکن

ترجمہ: جولوگ اللہ سے اوراس کے پیغمبروں سے کفرکرتے ہیں اوراللہ اوراس کے پیغمبروں میں فرق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کونہیں مانتے اورایمان اور کفر کے بیچ میں ایک راہ نکالنی چاہتے ہیں O وہ یقیناً کافر ہیں اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیارکررکھا ہے۔

تشریح: ان دوآیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں،

ا۔ جولوگ اللہ اوراسکے رسولوں کا انکارکرتے ہیں اوراللہ کے رسولوں کے درمیان فرق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کچھ رسولوں پر ہم ایمان لاتے ہیں اور کچھ کا انکار کرتے ہیں۔

۲۔ وہ چاہتے ہیں کہ کفراورایمان کے درمیان ایک بیچ کی راہ نکال لیں۔

۳۔ ایسے لوگ صحیح معنی میں کافر ہیں۔

۴۔ اورکافروں کیلئے ہم نے ذلت آمیزعذاب تیارکررکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن ومسلمان وہ ہے جواللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے تمام نبیوں اوررسولوں پرایمان لائے ، اس لئے کہ ایمان قبول کرنے میں نبی سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا مقام ہے۔ایسی صورت میں جس کوبھیجا گیا ہے اس سے زیادہ جس نے بھیجا ہے اسکا مقام بلند ہے۔ظاہر ہے کہ جب تمام ہی انبیاء کرام علیہم السلام کواللہ تعالیٰ ہی نے بھیجا ہے تو بھیجنے والے کے مقام ومرتبہ کا تقاضا یہ ہے کہ اس نے جس جس کوبھیجا ہے اس کو مان لیا جائے۔اگرکوئی شخص رب ذوالجلال کی طرف سے بھیجے ہوئے بعض نبیوں کو ماننے اوران پرایمان لائے اوربعض نبیوں کا انکارکرے تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کافر ہے۔یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام اورحضرت عزیر علیہ السلام پرایمان لائے اورحضرت عیسیٰ علیہ السلام اوررسولِ رحمت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکارکیا،توریت پرایمان لائے اورانجیل اورقرآن کے منکر ہوگئے۔ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ جولوگ اللہ اوراسکے رسولوں کے ساتھ کفرکرتے ہیں اوراللہ اوراسکے رسول کے ساتھ اس طور پر تفریق کرتے ہیں کہ بعض نبیوں اورکتابوں پرایمان لاتے ہیں اوربعض نبیوں اورآسمانی کتابوں کا انکارکرتے ہیں۔تمام نبیوں اورتمام آسمانی کتابوں پرایمان لانے کے بجائے بعض نبیوں اوربعض کتابوں پرایمان لاکر درمیانی راہ تجویز کرلیتے ہیں۔یقیناً ایسے لوگ کافر ہیں اورایسے کافروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ذلت کا عذاب تیارکررکھا ہے۔

معلوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہر نبی پرایمان لانا ضروری ہے کسی پرایمان لانے والا اورکسی کا انکار کرنے والا رب ذوالجلال کی نگاہ میں مجرم، گنہگار، کافراورجہنمی ہے،ایسے پکے کافروں کا انجام ذلت والا عذاب ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے ان سب پر ایمان لازمی ہے۔ ہم شریعت محمدی پر عمل کریں گے۔ قرآن مجید کے احکامات کو اختیار کریں گے۔ مگر جہاں تک ایمان کا سوال ہے سارے نبیوں پر ایمان لازمی ہے اور ساری ہی آسمانی کتابوں کو برحق جاننا لازمی ہے۔ اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

درس نمبر (۴۵۸) اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے کا صلہ النساء: ۱۵۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

وَالَّـذِيْـنَ آمَـنُـواْ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُواْ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ أُوْلـٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوراً رَّحِيْماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَالَّـذِيْنَ اور وہ لوگ جو آمَـنُـواْ ایمان لائے بِـاللّٰهِ اللہ کے ساتھ وَرُسُلِهِ اور اس کے رسولوں (کے ساتھ) وَلَمْ اور نہیں يُفَرِّقُواْ انہوں نے تفریق کی بَيْنَ درمیان أَحَدٍ کسی ایک کے مِّنْهُمْ ان میں سے أُوْلـٰئِكَ یہ لوگ سَوْفَ عنقریب يُؤْتِيهِمْ دے گا ان کو (اللہ) أُجُورَهُمْ ان کے اجر وَكَانَ اور ہے اللّٰهُ اللہ غَفُوراً بڑا بخشنے والا رَّحِيْماً نہایت رحم کرنے والا

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی میں فرق نہ کیا یعنی سب کو مانا ایسے لوگوں کو وہ عنقریب ان کی نیکیوں کے صلے عطا فرمائے گا اور اللہ بخشنے والا ہے بڑا مہربان ہے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں اور ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہ کریں تو اللہ ایسے لوگوں کو ان کے اجر عطا کرے گا۔

۲۔ اللہ بہت معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

اس حقیقت کو بتلائے جانے کے بعد کہ جو لوگ اللہ کے بھیجے ہوئے نبیوں میں تفریق سے کام لیتے ہیں اور بعض نبیوں کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے، اس فیصلہ کو بتلا دیئے جانے کے بعد کہ ایسے لوگ کافر ہیں اور ان کا انجام بد یہ ہوگا کہ ذلت والے عذاب کے یہ مستحق ہونگے، یہ بات اس آیت میں بتلائی جا رہی ہے کہ ان سے ہٹ کر جو لوگ اللہ پر اور اسکے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان نبیوں میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے تمام ہی نبیوں پر ایمان لاتے ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک مبعوث سارے ہی نبیوں کو تسلیم کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نہیں عنقریب ان کے اجر عطا فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کی شان ہی ہے کہ وہ اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور ان پر اپنی رحمت کی بارش بھی برساتا ہے، ایمان والوں کو چاہئے کہ سارے ہی نبیوں کی عظمت

اپنے دلوں میں بٹھائیں۔ان انبیاء کرام علیہم السلام کی تاریخ اوران کی سیرت کا مطالعہ کریں، اپنے بیوی بچوں کے درمیان ان نبیوں اور رسولوں کے تذکرے کرتے رہیں ان انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگیوں کے حالات اور قرآن مجید میں ان نبیوں کی زندگی کے اہم ترین واقعات کوخود بھی پڑھیں اور اپنے گھر والوں کوبھی سنائیں، ان نبیوں کے تذکروں کے ذریعہ اپنے بچوں کے دلوں میں ایمان کی تازگی پیدا کریں۔ایک زمانہ تھا سورج غروب ہوتا تھا، گھر کی بڑی بوڑھی عورتیں معصوم بچوں کو اپنے اطراف بٹھا کر کہانیوں کے انداز میں نبیوں اور رسولوں کے قصے سنایا کرتی تھیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء امت کے تذکرے اوران کے بلندترین اوصاف بتلایا کرتی تھیں جس کا نتیجہ تھا کہ معصوم بچوں کے دلوں میں انبیاء کرام علیہم السلام کی محبت قائم ہو جاتی تھی، وہ نبیوں کے تذکرے ذوق وشوق سے سنا کرتے تھے، آج سوشیل میڈیا انٹرنیٹ اور نت نئے طرز کے گیمس اور سیریلس نے ان معصوم بچوں کے دماغوں اور دلوں کو پراگندہ کردیا ہے، آج کے بچے نبیوں کی زندگیوں اوران کے حالات سے ناواقف ہیں۔سرپرستوں اور ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچوں کو اپنے دین سے وابستہ رکھنے کی کوشش اور فکر کریں، اور گھٹیا اور بیحیائی پر مبنی فحش اور بیہودہ باتوں اور کاموں سے اپنی اولاد کو روکیں اور اللہ کے محبوب اور پسندیدہ بندوں اور بندیوں کے تذکروں سے ان کے ایمان کو مضبوط کرنے کی تدبیریں کریں۔

جولوگ اللہ پر اور اسکے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور سارے ہی نبیوں اور رسولوں کی عظمت دلوں میں بٹھاتے ہیں ایسے لوگوں کو انکے رب کی طرف سے اجر ملے گا اور اللہ تعالی کی رحمت اس قدر وسیع ہے کہ وہ گنہگاروں کو معاف کرے گا اوران پر رحمت برسائے گا۔

بنی اسرائیل کی سرکشی اورضد

درس نمبر(۴۵۹) | النساء:۱۵۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتَاباً مِّنَ السَّمَاءِ فَقَدْ سَأَلُواْ مُوسَى أَكْبَرَ مِنْ ذَلِكَ فَقَالُواْ أَرِنَا اللّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُواْ الْعِجْلَ مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذَالِكَ وَآتَيْنَا مُوسَى سُلْطَاناً مُّبِيْناً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَسْأَلُكَ آپ سے سوال کرتے ہیں أَهْلُ الْكِتَابِ اہلِ کتاب أَن یہ کہ تُنَزِّلَ آپ اتار لائیں عَلَيْهِمْ ان پر كِتَاباً ایک کتاب مِّنَ السَّمَاءِ (یک بارگی) آسمان سے فَقَدْ سوتحقیق سَأَلُواْ انہوں نے سوال کیا مُوسَى موسیٰ سے أَكْبَرَ بڑی چیز کا مِنْ ذَلِكَ اس سے (بھی) فَقَالُواْ اورانہوں نے کہا أَرِنَا دکھا ہم کو اللّهَ اللہ جَهْرَةً بالکل سامنے فَأَخَذَتْهُمُ تو پکڑلیاان کو الصَّاعِقَةُ بجلی نے بِظُلْمِهِمْ ان کے ظلم کی وجہ سے ثُمَّ پھر اتَّخَذُواْ انہوں نے بنالیا الْعِجْلَ بچھڑے کو(معبود) مِن بَعْدِ مَا بعداس کے کہ جَاءَتْهُمُ آ چکی تھیں ان کے پاس الْبَيِّنَاتُ واضح دلیلیں فَعَفَوْنَا پھرہم نے معاف کردیا عَنْ ذَالِكَ یہ بھی وَآتَيْنَا اورہم نے

دیا مُوسَی موسیٰ کو سُلْطَاناً غلبہ مُّبِیناً واضح

ترجمہ: اے پیغمبر! اہلِ کتاب تم سے درخواست کرتے ہیں کہ تم ان پر ایک لکھی ہوئی کتاب آسمان سے اتار لاؤ تو یہ موسیٰ سے تو اس سے بھی بڑی بڑی درخواستیں کر چکے ہیں ان سے کہتے تھے ہمیں اللہ کو ظاہر یعنی آمنے سامنے دکھا دو سوان کے گناہ کی وجہ سے ان کو بجلی نے آ پکڑا پھر کھلی نشانیاں آ جانے کے بعد بچھڑے کو معبود بنا بیٹھے تو اس سے بھی ہم نے درگزر کیا اور موسیٰ کو ہم نے کھلی سند دی تھی۔

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

ا۔ اہل کتاب تم سے جو مطالبہ کر رہے ہیں کہ تم ان پر آسمان سے کوئی کتاب نازل کرواؤ تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ تو موسیٰ سے اس سے بھی بڑا مطالبہ کر چکے ہیں۔

۲۔ چنانچہ انہوں نے موسیٰ سے کہا ہمیں اللہ کھلی آنکھ سے دکھاؤ

۳۔ چنانچہ ان کی سرکشی کی وجہ سے ان کو بھی کڑکے نے آ پکڑا تھا

۴۔ پھر ان کے پاس جو کھلی نشانیاں آئیں

۵۔ اس کے بعد بھی انہوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا تھا

۶۔ اس پر بھی ہم نے انہیں معاف کر دیا

۷۔ اور ہم نے موسیٰ کو واضح اقتدار عطا کیا۔

یہودیوں کی ضد، شرارت اور بیجا مطالبات وسوالات کے تذکرے قرآن مجید میں متعدد بار موجود ہیں، یہودیوں کو رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانا نہیں تھا، ان کے دلوں میں ایک شرارت اور ضد تھی، جس کی وجہ سے بار بار مختلف قسم کے بیجا مطالبات اور سوالات کیا کرتے تھے، انہی میں سے ایک مطالبہ یہودیوں کا رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تھا کہ اگر واقعی آپ رسول ہیں تو آپ آسمان سے ایک کتاب اتار دیں، اس طور پر کہ ہم اپنی آنکھوں سے اس کتاب کو آپ پر اترتا ہوا دیکھیں اور وہ کتاب ہمارے ہاتھوں میں آ جائے ہم اس وقت اس کتاب کو پڑھیں گے تو ہمیں اطمینان ہو جائے گا کہ واقعی آپ اللہ کے رسول ہیں، اسی قسم کا مطالبہ مکہ کے مشرکین نے بھی کیا تھا جس کا ذکر سورۂ بنی اسرائیل میں اس طرح ہے کہ لَنْ نُؤْ مِنَ لِرُقِیکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتَاباً نَّقْرَؤُہٗ اور ہم تمہارے آسمان پر چڑھنے کو یعنی واقعۂ معراج کو نہیں مانیں گے یہاں تک کہ تم اتار دو ہمارے اوپر ایک کتاب جسے ہم خود پڑھ لیں، ان مطالبات سے نہ یہودیوں کا مقصد ایمان لانا تھا اور نہ ہی مشرکین مکہ کا مقصد ایمان لانا تھا، محض ایک ضد اور شرارت تھی اور آپ ﷺ کو تکلیف پہنچانا مقصود تھا، اسی کا جواب سورۂ انعام میں دیا گیا کہ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ کِتَابًا فِیْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْہُ بِاَیْدِیْھِمْ لَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنَّ ھٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ اگر ہم آپ پر اتاریں ایک کتاب کاغذ میں پھر وہ اسے چھولیں اپنے ہاتھوں سے تو یہ کافر ضرور یہ کہیں گے کہ یہ تو صرف کھلا ہوا جادو ہے، اسی پس منظر میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی اور رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ آپ سے اس قسم کا جو مطالبہ کیا جا رہا ہے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ان یہودیوں نے تو حضرت موسی علیہ السلام سے اس سے بھی بڑی چیز کا

مطالبہ کیا ہے۔اس زمانہ کے یہودیوں نے تو یہاں تک مطالبہ کیا تھا کہ ہمیں آمنے سامنے اللہ کو دکھا دیں،اس ظالمانہ اور بیجا مطالبہ کا انجام یہ ہوا کہ ایک بجلی نے انہیں پکڑ لیا۔پھران یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بچھڑے کو معبود بنالیا۔حالانکہ ان کے پاس اللہ کی وحدانیت کے دلائل آچکے تھے،پھر بھی ہم نے ان کو معاف کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صریح اور واضح غلبہ عطا فرما دیا،یہودیوں نے اللہ کے دیدار کا مطالبہ کیا جب کہ اس دنیا میں اس کمزور انسان کی یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کر سکے،حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کا مطالبہ کیا تھا،اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر صرف اپنی تجلی دکھائی۔نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بیہوش ہوکر گر پڑے،جب ایک نبی اللہ تعالیٰ کی صرف تجلی کی تاب نہ لا سکے تو عام آدمی کے بس میں کہاں یہ بات ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکے؟اس سے یہ معلوم ہوا کہ بیجا مطالبات اور بے کار سوالات لا حاصل ہیں اور ان کا انجام برا ہوتا ہے۔مومن و مسلمان کا کام سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ہے کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور فرمانبرداری کر لی،یہی ایک بندۂ مومن کی شان ہوتی ہے وہ فرمانبردار غلام جو آقا کے حکم کے آگے جھک جائے اس کی قیمت ایک آقا کے نزدیک ہیرے موتی سے زیادہ ہوتی ہے۔

درس نمبر(۴۶۰) **بنی اسرائیل نے مضبوط عہد کو توڑ دیا** النساء:۱۵۴۔۱۵۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيطَانِ الرَّجِيمِ . بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَرَفَعۡنَا فَوۡقَهُمُ الطُّورَ بِمِيۡثَاقِهِمۡ وَقُلۡنَا لَهُمُ ادۡخُلُواۡ الۡبَابَ سُجَّداً وَقُلۡنَا لَهُمۡ لاَ تَعۡدُواۡ فِيۡ السَّبۡتِ وَأَخَذۡنَا مِنۡهُم مِّيۡثَاقاً غَلِيۡظاً O فَبِمَا نَقۡضِهِم مِّيۡثَاقَهُمۡ وَكُفۡرِهِم بَآيَاتِ اللّهِ وَقَتۡلِهِمُ الأَنۡبِيَاءَ بِغَيۡرِ حَقًّ وَقَوۡلِهِمۡ قُلُوبُنَا غُلۡفٌ بَلۡ طَبَعَ اللّهُ عَلَيۡهَا بِكُفۡرِهِمۡ فَلاَ يُؤۡمِنُونَ إِلاَّ قَلِيۡلاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَرَفَعۡنَا اورہم نے بلند کیا فَوۡقَهُمُ ان پر الطُّورَ طور(پہاڑ) بِمِيۡثَاقِهِمۡ ان سے اقرار لینے کے لئے وَقُلۡنَا اور ہم نے کہا لَهُمُ ان سے ادۡخُلُواۡ تم داخل ہوجاؤ الۡبَابَ دروازے میں سُجَّداً سجدہ کرتے ہوئے وَقُلۡنَا اور ہم نے کہا لَهُمۡ ان سے لاَ نہ تَعۡدُواۡ زیادتی کرو فِيۡ السَّبۡتِ ہفتے کے دن میں وَأَخَذۡنَا اور ہم نے لیا مِنۡهُم ان سے مِّيۡثَاقاً عہد غَلِيۡظاً مضبوطO فَبِمَا پھر(ہم نے ان پر لعنت کی)بسبب نَقۡضِهِم ان کے توڑنے کے مِّيۡثَاقَهُمۡ اپنے عہد کو وَكُفۡرِهِم اوران کے کفر کرنے کے بَآيَاتِ اللّهِ اللہ کی آیتوں کے ساتھ وَقَتۡلِهِمُ اوران کے قتل کرنے کے الأَنۡبِيَاءَ انبیاء کو بِغَيۡرِ حَقًّ ناحق وَقَوۡلِهِمۡ اور(بسبب)ان کے کہنے کے قُلُوبُنَا ہمارے دل غُلۡفٌ پردوں میں ہیں بَلۡ بلکہ طَبَعَ اللّهُ اللہ نے مہر لگادی عَلَيۡهَا ان(کے دلوں)پر بِكُفۡرِهِمۡ بسبب ان کے کفر کے فَلاَ سو نہیں يُؤۡمِنُونَ وہ ایمان لاتے إِلاَّ مگر قَلِيۡلاً تھوڑے ہی

ترجمہ: اوران سے عہد لینے کو ہم نے ان پر کوہ طور اٹھا کھڑا کیا اور انہیں حکم دیا کہ شہر کے دروازے میں داخل ہونا تو سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا اور یہ بھی حکم دیا کہ ہفتے کے دن مچھلیاں پکڑنے میں تجاوز یعنی حکم کے خلاف نہ کرنا۔غرض ہم نے ان سے مضبوط عہد لیاO لیکن انہوں نے عہد کو توڑ ڈالا تو ان کے عہد توڑ دینے اور اللہ کی آیتوں سے کفر کرنے اور انبیاء کو ناحق مار

ڈالنے اور یہ کہنے کے سبب کہ ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے دلوں پر پردے نہیں ہیں بلکہ ان کے کفر کے سبب اللہ نے ان پر مہر کردی ہے تو یہ کم ہی ایمان لاتے ہیں۔

تشریح: اس آیت میں سات باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ ہم نے کوہ طور کو ان پر بلند کر کے ان سے عہد لیا تھا۔

۲۔ ہم نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ شہر کے دروازے میں جھکے ہوئے سروں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

۳۔ ان سے کہا تھا کہ تم ہفتہ کے دن کے بارے میں حد سے نہ گزرو۔

۴۔ ہم نے ان سے بہت پکا عہد لیا تھا۔

۵۔ پھر ان کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ اس لئے کہ انہوں نے اپنا عہد توڑا، اللہ کی آیتوں کا انکار کیا انبیاء کو ناحق قتل کیا اور یہ کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھا ہوا ہے۔

۶۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔

۷۔ وہ تھوڑی سی باتوں کے سوا کسی بات پر ایمان نہیں لاتے۔

بنی اسرائیل کے اوپر کوہِ طور بلند کئے جانے کا ذکر سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۶۳ اور آیت نمبر ۹۳ میں بھی ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان پر نازل شدہ آسمانی کتاب تورات کو بنی اسرائیل کے سامنے پیش کیا اور یہ کہا کہ اس کتاب کو قبول کرو اور اس کے احکام پر عمل کرو تو بنی اسرائیل نے صاف طور پر انکار کر دیا۔ اس جرم کی سزا میں طور نامی پہاڑ کو اپنی جگہ سے اکھاڑ دیا گیا اور بنی اسرائیل کے سروں پر لا کھڑا کیا گیا اور ان سے یہ کہا گیا کہ جو کچھ ہم نے دیا ہے اس کو قبول کرو اور جو اس میں ہے اسے یاد کرو۔ بنی اسرائیل پہاڑ کو اپنے اوپر دیکھ کر گھبرا گئے اور کہنے لگے کہ ہم مان لیتے ہیں اور عہد کرتے ہیں کہ اسی آسمانی کتاب تورات پر عمل کریں گے۔ اس طرح وہ پہاڑ ان پر سے ہٹا دیا گیا۔ مگر بنی اسرائیل نے پھر اپنے عہد کو توڑ دیا۔ بنی اسرائیل کو یہ حکم بھی دیا گیا تھا کہ جس شہر میں داخل ہونے کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے اس شہر میں جھکے ہوئے داخل ہو جاؤ، مگر بنی اسرائیل نے اس حکم کی ادائیگی میں بھی شرارت سے کام لیا۔

بنی اسرائیل کو یہ حکم بھی دیا گیا تھا کہ وہ ہفتہ کے دن کے معاملہ میں حد سے تجاوز نہ کریں یعنی ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار نہ کریں۔ مگر چونکہ ہفتہ کے دن ہی مچھلیاں دریا کے کنارے پر خوب ابھر ابھر کر آتی تھیں اور دوسرے دن غائب ہو جاتی تھیں تو بنی اسرائیل نے یہ حرکت کی کہ دریا کے کنارے حوض بنا دیئے اور ان حوضوں کو بڑی بڑی نالیوں کے ذریعہ سمندر میں ملا دیا۔ جمعہ کے دن بند توڑ دیتے تھے تا کہ ہفتہ کے دن پانی کے بہاؤ کے ساتھ مچھلیاں ان حوضوں میں داخل ہو جائیں۔ پھر وہ اتوار کے دن ان مچھلیوں کو پکڑ لیتے تھے۔ اس طرح ہر حکم میں شرارت اور نافرمانی ان کا مشغلہ بن چکا تھا۔ بنی اسرائیل کئے ہوئے عہد کو توڑ دیتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہے، پردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حقیقت بتلا دی کہ اصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے اوپر مہر لگا دی گئی ہے جس کی وجہ سے وہ ایمان نہیں لاتے۔

درس نمبر (۴۶۱) **حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ قتل کیا گیا اور نہ ہی سولی پر لٹکایا گیا** النساء: ۱۵۶۔۱۵۷۔۱۵۸

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَى مَرْيَمَ بُهْتَاناً عَظِيْماً O وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُواْ فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْناً O بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزاً حَكِيْماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَبِكُفْرِهِمْ اور بسبب ان کے کفر کے وَقَوْلِهِمْ اور ان کے باندھنے کے عَلَى مَرْيَمَ مریم پر بُهْتَاناً بہتان عَظِيْماً بہت بڑا O وَقَوْلِهِمْ (بہ سبب) ان کے کہنے کے (کہ) إِنَّا یقیناً ہم نے قَتَلْنَا قتل کیا الْمَسِيْحَ مسیح عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ عیسیٰ ابن مریم کو رَسُوْلَ اللّٰهِ جو اللہ کے رسول ہیں وَمَا حالانکہ نہ قَتَلُوْهُ انہوں نے ان کو قتل کیا وَمَا اور نہ صَلَبُوْهُ انہوں نے ان کو سولی پر چڑھایا وَلَكِن اور لیکن شُبِّهَ شبہ میں ڈال دیا گیا لَهُمْ ان کو وَإِنَّ اور بیشک الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے اخْتَلَفُواْ اختلاف کیا فِيْهِ اس (عیسیٰ) کے بارے میں لَفِيْ شَكٍّ شک میں ہیں مِّنْهُ ان کی بابت مَا لَهُم نہیں ہے ان کے پاس بِهِ ان کی بابت مِنْ عِلْمٍ کوئی علم إِلَّا سوائے اتِّبَاعَ الظَّنِّ ظن کی پیروی کے وَمَا اور نہیں قَتَلُوْهُ قتل کیا انہوں نے اس کو يَقِيْناً یقینی طور پر O بَل بلکہ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اٹھالیا اس کو اللہ نے إِلَيْهِ اپنی طرف وَكَانَ اور ہے اللّٰهُ اللہ عَزِيْزاً نہایت غالب حَكِيْماً خوب حکمت والا

ترجمہ: اور ان کے کفر کے سبب اور مریم پر ایک بہتان عظیم باندھنے کے سبب O اور یہ کہنے کے سبب کہ ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو جو اللہ کے پیغمبر کہلاتے تھے قتل کر دیا ہے، اللہ نے ان کو ملعون کر دیا حالانکہ انہوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا اور نہ انہیں سولی پر چڑھا پائے لیکن ان لوگوں کو ان کی سی صورت معلوم ہوئی اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ ان کے حال سے شک میں پڑے ہوئے ہیں اور گمان پر چلنے کے سوا ان کو اس کا مطلق علم نہیں اور انہوں نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا O بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اور اس لئے کہ انہوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا اور حضرت مریمؑ پر بڑے بھاری بہتان کی بات کہی۔

۲۔ اور یہ کہا کہ ہم نے اللہ کے رسول عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا تھا۔

۳۔ حالانکہ نہ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو قتل کیا تھا اور نہ انہیں سولی دے پائے تھے بلکہ انہیں اشتباہ ہو گیا تھا۔

۴۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے وہ اس سلسلہ میں شک کا شکار ہیں۔

۵۔ اور یہ بالکل یقینی بات ہے کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کو قتل نہیں کر پائے بلکہ اللہ نے انہیں اپنے پاس اٹھالیا تھا۔

۶۔ اور اللہ بڑا صاحبِ اقتدار اور بڑا حکمت والا ہے۔

حضرت مریم بنت عمران وہ اللہ کی بندی ہیں جن کی عصمت کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔ خواہ مخواہ حضرت مریم علیہا السلام پر بنی اسرائیل نے تہمت لگائی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کی برات ظاہر کردی جبکہ حضرت مریم علیہا السلام کی گود میں حضرت عیسی علیہ السلام شیرخوارگی کے عالم میں تھے تو انہوں نے صاف طور پر بتلادیا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اللہ نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے۔ اس معجزہ کے ذریعہ حضرت مریم علیہا السلام کی برات کا اظہار کیا گیا۔ جنہوں نے ان پر بہتان لگایا تھا انہیں مجرم قرار دیا گیا۔ دوسری بات یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی ان لوگوں کا یہ خیال تھا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کردیا ہے۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ ہی قتل کیا اور نہ ہی ان کو سولی پر چڑھایا، لیکن صرف ان کو اشتباہ ہوگیا۔ اس بارے میں مفسرین نے کئی باتیں لکھی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو ایک جگہ قید کردیا تھا۔ آپ نے ان کے لئے بددعا کی، لہٰذا بندر اور خنزیر بنادیئے گئے۔ جب یہ بات یہودیوں کے سردار کو پہنچی تو اس نے یہودیوں کو جمع کیا اور سب اس بات پر متفق ہوگئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کردیا جائے۔ جب قتل کرنے کے لیے چلے تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو بھیج دیا جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھا لیا۔ یہودیوں میں کا ایک شخص قتل کرنے کے لئے اندر داخل ہوا جس کا نام طیطانوس تھا، وہاں ان کو موجود نہ پایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی صورت حضرت عیسی علیہ السلام کی صورت کے مشابہ بنادی۔ جب وہ باہر نکلا تو یہودیوں نے اسے قتل کرڈالا اور سولی پر چڑھادیا۔ حضرت وہب بن منبہ سے منقول ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ ستر حواری تھے جو ایک گھر میں جمع تھے۔ قتل کرنے والے جب آئے اور گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ہر شخص عیسیٰ کی صورت پر ہے۔ یہ دیکھ کر وہ کہنے لگے کہ تم لوگوں نے ہم پر جادو کردیا تم میں عیسیٰ کون ہے وہ سامنے آجائے ورنہ ہم تم سب کو قتل کردیں گے۔ یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے کہا، تم میں ایسا کونسا شخص ہے جو آج اپنی جان کو جنت کے بدلے میں بیچ دے؟ ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں حاضر ہوں اور اس نے حاضرین سے کہا کہ میں ہی عیسیٰ ہوں۔ لہٰذا انہوں نے اس کو قتل کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا۔

درس نمبر (۴۶۲) قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت گواہ النساء:۱۵۹

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَإِن اور نہیں مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ کوئی اہل کتاب میں سے إِلَّا مگر لَيُؤْمِنَنَّ وہ ضرور ایمان لائے گا بِهِ اس (عیسیٰ) پر قَبْلَ مَوْتِهِ ان کی موت سے پہلے وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ اور قیامت کے دن يَكُونُ وہ ہوں گے عَلَيْهِمْ ان پر شَهِيدًا گواہ

ترجمہ: اور اہل کتاب میں سے کوئی نہیں ہوگا مگر ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔

تشریح: اس آیت میں دو باتیں بتلائی گئی ہیں:

ا۔ اہل کتاب میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مرنے سے پہلے ایمان نہ لائے۔

۲۔ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے۔

یہودی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر ہی تسلیم نہیں کرتے اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا ماننے کے باوجود یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کو سولی پر چڑھا کر قتل کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ اس آیت میں ایک خاص بات یہ فرما رہے ہیں کہ یہ سارے اہل کتاب چاہے وہ یہودی ہوں یا عیسائی ہوں اپنے مرنے سے ذرا پہلے جب عالم برزخ کے مناظر دیکھیں گے اسی وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کے تمام غلط خیالات لے آئیں گے، اس آیت کی یہ ایک تفسیر ہے جس کو بہت سے مستند مفسرین نے ترجیح دی ہے۔ البتہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی جو تفسیر منقول ہے اس کے رو سے آیت کا ترجمہ اس طرح ہوگا ''اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو عیسیٰ کی موت سے پہلے ان پر ضرور بالضرور ایمان نہ لائے۔'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس وقت تو آسمان پر اٹھا لیا ہے جیسا کہ صحیح احادیث میں مروی ہے۔ آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں آئیں گے اور اس وقت تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے قریب ہے کہ تمہارے اندر ابن مریم نازل ہوں گے، جو فیصلے کرنے والے ہوں گے، انصاف کرنے والے ہوں گے، وہ صلیب کو توڑ دیں گے جسے نصرانی پوجتے ہیں اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ ختم کر دیں گے اور مال کو بہا دیں گے یعنی اس قدر سخاوت کریں گے کہ کوئی شخص قبول کرنے والا نہیں ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم چاہو تو وَ اِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ کو پڑھ لو۔ (بخاری)

دوسری بات جو کہی گئی کہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اہل کتاب پر گواہ ہوں گے، یعنی یہودیوں کے بارے میں گواہی دیں گے کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا اور فیصلہ کے بارے میں گواہی دیں گے کہ انہوں نے مجھے اللہ کا بیٹا بتایا۔

درس نمبر (۴۶۳) — النساء: ۱۶۰۔۱۶۱

یہودیوں کے ظلم کی نقد سزا

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

فَبِظُلۡمٍ مِّنَ الَّذِيۡنَ هَادُواْ حَرَّمۡنَا عَلَيۡهِمۡ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتۡ لَهُمۡ وَبِصَدِّهِمۡ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ كَثِيۡراً ○ وَأَخۡذِهِمُ الرِّبَا وَقَدۡ نُهُواْ عَنۡهُ وَأَكۡلِهِمۡ أَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ وَأَعۡتَدۡنَا لِلۡكَافِرِيۡنَ مِنۡهُمۡ عَذَاباً أَلِيۡماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: فَبِظُلْمٍ پھر بسبب ظلم کرنے مِّنَ الَّذِيْنَ ان لوگوں کے جو هَادُوْا یہودی ہوئے حَرَّمْنَا ہم نے حرام کردیا عَلَيْهِمْ ان پر طَيِّبَاتٍ کچھ پاک چیزیں أُحِلَّتْ جو حلال تھیں لَهُمْ ان کے لئے وَبِصَدِّهِمْ اور بسبب ان کے روکنے کے عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ سے كَثِيْراً بہتوں کو O وَأَخْذِهِمُ اور بسبب ان کے لینے کے الرِّبَا سود وَقَدْ حالانکہ تحقیق نُهُوْا وہ روکے گئے تھے عَنْهُ اس سے وَأَكْلِهِمْ اوران کے کھانے کےسبب أَمْوَالَ النَّاسِ لوگوں کے مال بِالْبَاطِلِ ناحق وَأَعْتَدْنَا اور ہم نے تیار کررکھا ہے لِلْكَافِرِيْنَ کافروں کے لئے مِنْهُمْ ان میں سے عَذَاباً عذاب أَلِيْماً بہت دردناک

ترجمہ: پس ہم نے یہودیوں کے ظلموں کے سبب بہت سی پاکیزہ چیزیں جو ان کو حلال تھیں ان پر حرام کردیں اوراس سبب سے بھی کہ وہ اکثر اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکتے تھے O اوراس سبب سے بھی کہ باوجود منع کئے جانے کے سود لیتے تھے اوراس سبب سے بھی کہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے تھے اوران میں سے جو کافر ہیں ان کے لئے ہم نے درد دینے والا عذاب تیار کررکھا ہے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں پانچ باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ یہودیوں کی سنگین زیادتیوں کی وجہ سے ہم نے ان پر وہ پاکیزہ چیزیں حرام کردیں جو پہلے ان کے لئے حلال کی گئی تھیں

۲۔ اوراس وجہ سے بھی حرام کردی گئیں کہ وہ بکثرت لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے تھے

۳۔ اوراس وجہ سے بھی حرام کردی گئیں کہ وہ منع کئے جانے کے باوجود سود کھاتے تھے

۴۔ اوراس وجہ سے بھی حرام کردی گئیں کہ وہ لوگوں کا مال ناحق طور پر کھاتے تھے

۵۔ ہم نے ان کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کررکھا ہے،

جب یہودیوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا ہوگئے، یعنی اللہ تعالی سے کئے ہوئے عہد کو توڑا، انبیاءِ کرام علیہم السلام کو ناحق قتل کیا، اللہ کے راستہ سے لوگوں کو روکا، نبیوں کو جھٹلایا اور خود بھی ان نبیوں کی اتباع سے دور رہے اور دوسروں کو بھی ان کی اتباع سے روکا، سود جیسے بدترین گناہ میں بھی ملوث ہوگئے اور لوگوں کے مال باطل اور ناحق طریقہ سے کھانے لگے اوران یہودیوں کے بڑے لوگ، مذہبی رہنما اور قائدین علماء ومشائخ رشوت لینے لگے اور حرام طریقہ سے لوگوں کا مال کھانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے ان گناہوں کی سزا کے طور پر ان کیلئے جو چیزیں پہلے سے حلال تھیں وہ ان پر حرام کردی گئیں، صاحبِ معالم التنزیل اس آیت کی تفسیر میں یوں لکھتے ہیں کہ ہم نے ان کے برے کرتوتوں کی وجہ سے انہیں یہ سزا دی کہ ان پر پاکیزہ چیزیں حرام کردیں جبکہ وہ پہلے ان پر حلال تھیں، جب کبھی یہ یہودی کوئی بڑا گناہ کرتے ہیں ان چیزوں میں سے کوئی نہ کوئی چیز ان پر حرام کردی جاتی تھی جو ان کے لئے حلال تھی۔

اس آیت میں ان یہودیوں کے چند بڑے گناہوں کا تذکرہ کیا گیا اور یوں کہا گیا کہ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ ہم نے ان پر حرام کردیا طَيِّبٰت پاکیزہ اور حلال چیزیں أُحِلَّتْ لَهُمْ جو ان کیلئے

حلال تھیں وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْراً اوراس وجہ سے بھی ہم نے ان کیلئے حلال چیزیں حرام کر دیں کہ یہ لوگوں کو بکثرت اللہ کی راہ سے روکتے تھے۔ حلال چیزیں حرام کردی گئیں کہ یہ سود کھاتے تھے وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ حالانکہ ان یہودیوں کو سود کھانے سے روک دیا گیا تھا وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ اوراس وجہ سے بھی ان یہودیوں کیلئے حلال چیزیں حرام کردی گئیں کہ یہ لوگوں کے مال ناحق طریقہ سے کھاتے تھے۔ ان ساری باتوں کے بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَاباً أَلِيْماً اور ہم نے ان کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

درس نمبر (۴۶۴) ## بنی اسرائیل کے علماء ## النساء: ۱۶۲

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لٰكِنِ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أُولٰئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ أَجْراً عَظِيْماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لٰكِنِ لیکن الرَّاسِخُونَ جو پکے ہیں فِي الْعِلْمِ علم میں مِنْهُمْ ان میں سے وَالْمُؤْمِنُونَ اور مومن يُؤْمِنُونَ وہ ایمان لاتے ہیں بِمَا اس پر جو أُنْزِلَ نازل کیا گیا إِلَيْكَ آپ کی طرف وَمَا اور جو أُنْزِلَ نازل کیا گیا مِنْ قَبْلِكَ آپ سے پہلے وَالْمُقِيْمِيْنَ اور قائم کرنے والے ہیں الصَّلَاةَ نماز وَالْمُؤْتُونَ اور ادا کرنے والے ہیں الزَّكَاةَ زکوٰۃ وَالْمُؤْمِنُونَ اور ایمان رکھنے والے ہیں بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اور یومِ آخرت کے (ساتھ) أُولٰئِكَ یہ لوگ سَنُؤْتِيْهِمْ عنقریب ہم ان کو دیں گے أَجْراً اجر عَظِيْماً بہت بڑا

ترجمہ: لیکن جو لوگ ان میں سے علم میں پکے ہیں اور جو مومن ہیں وہ اس کتاب پر جو تم پر نازل ہوئی اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل ہوئیں سب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور روزِ آخرت کو مانتے ہیں تو ان کو ہم عنقریب اجرِ عظیم دیں گے۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بنی اسرائیل میں جو لوگ علم میں پکے ہیں اور مومن ہیں وہ اس کلام پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ (ﷺ) پر نازل کیا گیا اور اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا تھا۔

۲۔ قابلِ تعریف وہ لوگ ہیں جو نماز قائم کرنے والے ہیں زکوٰۃ دینے والے ہیں

۳۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم اجرِ عظیم عطا کریں گے

پچھلی آیتوں میں یہودیوں کی خرابیاں، برائیاں، بیماریاں، جرائم اور نقائص وغیرہ کا تذکرہ کیا گیا نیز ان کے ان جرائم کی دنیوی اور اخروی سزا بھی بتلا دی گئی، ظاہر ہے کہ یہودیوں کی ان خرابیوں کو سن کر ہمارے ذہنوں میں یہ بات پیوست ہو سکتی ہے کہ شاید سارے ہی یہودی ان خرابیوں اور برائیوں میں مبتلا تھے اور ان میں کوئی نیک آدمی شاید تھا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے

اس بات کی وضاحت اس آیت میں فرمادی کہ یہ سارے ہی اہل کتاب ان برائیوں اورخرابیوں کے حامل نہیں ہیں ان میں وہ نیک لوگ بھی ہیں جو علم میں بڑے پختہ بھی ہیں اور صاحبِ بصیرت بھی ہیں۔ یہ نیک لوگ ایسے ہیں کہ رسولِ عربی ﷺ پر نازل ہوئی کتاب قرآن مجید پر ایمان بھی رکھتے ہیں اور جو کتابیں قرآن مجید سے پہلے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل ہوئیں ان پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ نماز بھی پابندی سے پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ بھی دیتے ہیں اور اللہ پر اور آخرت کے دن پر بھی ایمان رکھتے ہیں ایسے اہل علم اور صاحبِ عمل افراد کو باوجود اہل کتاب میں ہونے کے گمراہ اور گنہگار یا فاسق و مجرم نہیں سمجھا جائے گا ان کے اعزاز میں اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائیں گے یہ اور بات ہے کہ ان اہل کتاب میں ایسے بہت کم لوگ تھے تعداد میں وہ زیادہ نہیں تھے، حضرت عبداللہ بن سلام اہل کتاب میں سے تھے لیکن رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست پر ایمان لائے صحابیِ رسول کا درجہ پایا نیز ان کے ساتھی بھی تھے جو انہی کی طرح رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے چونکہ ان کا ایمان بھی درست تھا اور انہوں نے اعمال صالحہ بھی اختیار کئے تھے اس لئے اللہ تعالی نے ان کو اجر عظیم عطا کئے جانے کا آفاقی اعلان فرمادیا۔

درس نمبر (۴۶۵) **متعدد پیغمبروں کا ذکر** النساء: ۱۶۳

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيْمَ وَإِسْمَاعِيْلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيْسَى وَأَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهَارُوْنَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُوْراً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّا أَوْحَيْنَا بلاشبہ ہم نے وحی کی إِلَيْكَ آپ کی طرف كَمَا جیسے أَوْحَيْنَا ہم نے وحی کی إِلَى نُوحٍ نوح اور وَالنَّبِيِّيْنَ (دوسرے) نبیوں کی طرف مِنْ بَعْدِهِ اس کے بعد وَأَوْحَيْنَا اور ہم نے وحی کی إِلَى إِبْرَاهِيْمَ طرف ابراہیم وَإِسْمَاعِيْلَ اور اسماعیل وَإِسْحَاقَ اور اسحاق وَيَعْقُوْبَ اور یعقوب وَالْأَسْبَاطِ اور (اسکی) اولاد وَعِيْسَى اور عیسیٰ وَأَيُّوْبَ اور ایوب وَيُوْنُسَ اور یونس وَهَارُوْنَ اور ہارون وَسُلَيْمَانَ اور سلیمان (کی طرف) وَآتَيْنَا اور ہم نے دی دَاوُدَ داؤد کو زَبُوْراً زبور

ترجمہ: اے محمد (ﷺ) ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوح اور ان کے بعد والے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی اور ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولاد یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف بھی ہم نے وحی بھیجی تھی اور داؤد کو ہم نے زبور بھی عنایت کی تھی۔

تشریح: اس آیت میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ ہم نے اے پیغمبر! آپ کے پاس اس طرح وحی بھیجی ہے جیسے نوح اور ان کے بعد دوسرے نبیوں کے پاس بھیجی تھی۔

۲۔ ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق، یعقوب اور ان کی اولاد کے پاس اور عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان علیہم السلام کے پاس بھی وحی بھیجی تھی۔

۳۔اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی تھی

رسولِ رحمت ﷺ نے جب نبوت کا اعلان فرمایا تو مکہ کے مشرکین کو تعجب ہوا اور آپ ﷺ نے اب اللہ تعالیٰ کی آیتیں ان کے سامنے پڑھیں تو اس پر بھی انہیں تعجب ہوا ان مشرکین کے بیجا اظہار تعجب کا جواب اس آیت میں دیا گیا کہ اے پیارے پیغمبر! یہ مکہ کے مشرکین اگر آپ پر اترنے والی وحی پر تعجب کرتے ہیں اور انکار کرتے ہیں تو انہیں بتا دیجئے کہ کسی انسان پر آسمانی وحی کے نازل ہونے کا یہ واقعہ پہلا واقعہ نہیں ہے ہم نے اس سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام پر بھی وحی بھیجی اور ان کے بعد جو انبیاء کرام علیہم السلام اس دنیا میں تشریف لائے ان پر بھی وحی بھیجی، اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کے منہ کو بند کرنے کیلئے وضاحت کے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کا نام لے لے کر بتلایا کہ کن کن نبیوں پر وحی بھیجی گئی؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بھی وحی نازل کی گئی جن کی تاریخ زمزم، صفا، اور کعبۃ اللہ سے جڑی ہوئی ہے۔ ہم نے حضرت اسحٰق پر بھی وحی نازل کی جو حضرت ابرہیم (علیہ السلام) کے بیٹے تھے۔ ہم نے حضرت اسحٰق (علیہ السلام) کے بیٹے حضرت یعقوب (علیہ السلام) پر بھی وحی نازل کی اور ان کی اولاد پر بھی وحی نازل کی، اور ہم نے حضرت عیسیٰ بن مریم پر بھی وحی نازل کی جن کو اللہ تعالی نے اپنی قدرتِ خاص سے بغیر باپ کے پیدا کیا، ہم نے حضرت ایوب صابر پر بھی وحی نازل کی جن کا صبر قیامت تک کے انسانوں کے لئے مثالی صبر تھا، ہم نے حضرت یونس (علیہ السلام) پر بھی وحی نازل کی جن کو اللہ تعالی نے اپنی قدرت سے مچھلی کے پیٹ میں زندہ بچا لیا، ہم نے حضرت ہارون (علیہ السلام) پر بھی وحی نازل کی جو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے وزیر و مددگار رہوئے، ہم نے حضرت سلیمان (علیہ السلام) پر بھی وحی نازل کی جن کو اللہ نے ایک طرف نبوت عطا کی تو دوسری طرف مثالی بادشاہت عطا کی اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو مستقل آسمانی کتاب عطا کی جس کو قرآن مجید میں زبور کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ جب ہم ان تمام نبیوں پر وحی نازل کر سکتے ہیں تو کیا محمد عربی ﷺ پر وحی نازل نہیں کر سکتے؟ وہ انبیاء بھی انسان تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انسان ہیں وحی جب ان نبیوں پر اتر سکتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں نہیں اتر سکتی ہے؟

درس نمبر (۴۶۶) ## پیغمبر بشیر و نذیر بن کر آئے النساء: ۱۶۴۔۱۶۶

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَرُسُلاً قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلاً لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسَى تَكْلِيماً ○ رُّسُلاً مُّبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزاً حَكِيماً ○ لَّكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ وَالْمَلآئِكَةُ يَشْهَدُونَ وَكَفَى بِاللّٰهِ شَهِيداً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: وَرُسُلاً اور (ہم نے بھیجے) کئی رسول قَدْ تحقیق قَصَصْنَاهُمْ ہم نے بیان کیا ان کا حال عَلَيْكَ آپ پر مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے وَرُسُلاً اور کئی رسول لَّمْ نہیں نَقْصُصْهُمْ بیان کیا ہم نے ان کا حال عَلَيْكَ آپ پر

وَكَـلَّمَ اللّٰهُ اورکلام کیااللہ نے مُوسَى موسیٰ سے تَـكْلِيماً (خاص طور پر) کلام O رُّسُلاً (بھیجے)رسول مُّبَشِّرِيْنَ خوشخبری دینے والے وَمُنذِرِيْنَ اورڈرانے والے لِئَلاَّ تا کہ(باقی) نہ يَكُونَ رہے لِلنَّاسِ لوگوں کے لئے عَلَى اللّٰهِ اللہ پر حُجَّةٌ کوئی الزام بَعْدَ الرُّسُلِ رسولوں کے بعد وَكَانَ اور ہے اللّٰهُ اللہ عَزِيْزاً نہایت غالب حَكِيْماً خوب حکمت والاO لَّـكِنِ لیکن اللّٰهُ اللہ يَشْهَدُ گواہی دیتا ہے بِمَا اس کی جو أَنْزَلَ اس نے نازل کیا إِلَيْكَ (کہ) نازل کیا ہے اس کو أَنــزَلَـهُ (کہ) نازل کیا ہے اس کو بِـعِـلْـمِـهِ اپنے علم کے ساتھ وَالْـمَـلآئِـكَةُ اور فرشتے (بھی) يَشْهَدُونَ گواہی دیتے ہیں وَكَفَى اور کافی ہے بِاللّٰهِ اللہ شَهِيْداً گواہ

ترجمہ: اور بہت سے پیغمبر ہیں کہ جن کے حالات ہم تم سے پیشتر بیان کر چکے ہیں اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات ہم نے تم سے بیان نہیں کئے اور موسیٰ سے تو اللہ نے خود کلام فرمایاO سب پیغمبروں کو اللہ نے خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا تھا تا کہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کو اللہ کے خلاف کوئی حجت نہ ملے اور اللہ غالب ہے حکمت والا ہےO لیکن اللہ نے جو کتاب تم پر نازل کی ہے اس کی نسبت اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے اپنے علم سے نازل کی ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور گواہ تو اللہ ہی کافی ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ بہت سے رسول ایسے ہیں کہ ہم نے ان کے واقعات تمہیں اس سے قبل سنائے ہیں۔

۲۔ اور بہت سے رسول ایسے ہیں کہ ہم نے ان کے واقعات تمہیں نہیں سنائے۔

۳۔ اور موسیٰ علیہ السلام سے تو اللہ تعالیٰ براہِ رراست ہم کلام ہوا۔

۴۔ یہ سب رسول وہ تھے جو ثواب کی خوشخبری سنانے اور دوزخ سے ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تھے تا کہ رسولوں کے آنے جانے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے سامنے کوئی عذر باقی نہ رہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کا اقتدار بھی کامل ہے اور حکمت بھی کامل ہے۔

۶۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تم پر نازل کیا ہے اس کے بارے میں جو گواہی دیتا ہے کہ اس نے اسے اپنے علم سے نازل کیا ہے۔

۷۔ اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں۔

۸۔ یوں تو اللہ کی گواہی ہی بالکل کافی ہے۔

پچھلی آیت میں حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت یونس علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت داؤد کا تذکرہ تھا۔ ان نبیوں کے علاوہ سورۂ انعام میں حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت الیاس علیہ السلام، حضرت الیسع علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ سورۂ مریم اور سورۃ الانبیاء میں حضرت ادریس علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ سورۂ ص میں حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام،

اور حضرت شعیب علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ بہت سے انبیاء ایسے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے اور بہت سے ایسے پیغمبر بھی ہیں جن کا تذکرہ قرآن مجید میں نہیں ہے، اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ کسی کے نبی ہونے کے لئے اس کا نام یا تذکرہ قرآن مجید میں ہونا ضروری نہیں ہے، بہت سے پیغمبر ایسے ہیں کہ جن کا تذکرہ قرآن مجید میں نہیں ہے، مگر وہ اللہ کے نبی ہیں، قرآن مجید ہدایت کی کتاب ہے کوئی تاریخی کتاب نہیں ہے کہ ہر ایک کے تذکرہ کو ضروری قرار دیا جائے اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو بیان کیا کہ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ بہت سے رسول ایسے ہیں کہ ان کے واقعات ہم نے آپ کو اس سے قبل سنائے ہیں اور بہت سے رسول ایسے ہیں کہ ان کے واقعات ہم نے تمہیں نہیں سنائے۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھیجے ہیں جن میں سے تین سو تیرہ اصحابِ شریعت رسول تھے (قرطبی) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس طور پر صاحب وحی بنایا کہ ان سے خاص طور پر کلام بھی فرمایا اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو مبشر اور منذر بنا کر بھیجا کہ وہ اپنی اپنی قوموں کو اچھے اچھے کاموں پر خوشخبریاں سناتے تھے اور ان لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے تھے جو اللہ کی زمین میں کفر اور شرک کے ذریعہ بگاڑ اور فساد برپا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان نبیوں کو بشیر و نذیر اس لئے بنا کر بھیجا کہ کل قیامت کے دن کافروں کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ ہم کو کسی نے آگاہ ہی نہیں کیا تھا، جب ہر قوم کو ان کے رسولوں نے ڈرایا ہے تو ان لوگوں کو قیامت کے دن ان نبیوں پر الزام لگانے کا موقع ہی نہیں رہے گا۔

قرآنِ مجید وہ معجزہ والی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کے علمی کمال کا آئینہ دار ہے اور یہ کتاب رسول رحمت ﷺ کی نبوت کی گواہی دیتی ہے، اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ جو کتاب رسول عربی ﷺ پر نازل کی گئی ہے وہ اس کے اہل ہیں اور آپ کی ﷺ نبوت اور قرآن مجید کے آپ پر نازل کئے جانے پر جہاں اللہ تعالیٰ گواہ ہیں وہیں فرشتے بھی گواہ ہیں اور حق بات کو ظاہر کرنے کیلئے اللہ کافی ہے۔

درس نمبر (۴۶۷) | **کفر اور ظلم کی سزا** | النساء: ۱۶۷۔۱۶۸۔۱۶۹

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا O إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا O إِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا

لفظ بہ لفظ ترجمہ: إِنَّ بے شک الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا وَصَدُّوْا اور (لوگوں کو) روکا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ سے قَدْ یقیناً ضَلُّوْا وہ گمراہ ہو گئے ضَلٰلًا گمراہ بَعِيْدًا بہت دور کے O إِنَّ بے شک الَّذِيْنَ وہ لوگ جنہوں نے كَفَرُوْا کفر کیا وَظَلَمُوْا اور ظلم کیا لَمْ نہیں يَكُنِ ہے اللّٰهُ اللہ لِيَغْفِرَ کہ بخش دے لَهُمْ ان کو وَلَا اور نہ لِيَهْدِيَهُمْ (ایسا ہے) کہ دکھلائے ان کو طَرِيْقًا راہ O إِلَّا مگر طَرِيْقَ راہ جَهَنَّمَ جہنم کی خٰلِدِيْنَ وہ ہمیشہ رہیں

گے فِيهَا اس میں أَبَداً ابدتک وَكَانَ اور ہے ذَلِكَ یہ عَلَى اللّٰهِ اللہ پر يَسِيراً بہت آسان

ترجمہ: ان لوگوں نے کفر کیا اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا وہ راستے سے بھٹک کر دور جا پڑے O جو لوگ کافر ہوئے اور ظلم کرتے رہے اللہ ان کو بخشنے والا نہیں اور نہ انہیں راستہ ہی دکھائے گا O ہاں! سوائے دوزخ کے راستے کے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بات اللہ کو آسان ہے۔

تشریح: ان تین آیتوں میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے اور لوگوں کو اللہ سے روکا ہے وہ بھٹک کر گمراہی میں بہت دور نکل گئے ہیں،

۲۔ جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے اور ظلم کیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بخشنے والا نہیں ہے اور نہ ان کو کوئی اور راستہ دکھانے والا ہے۔

۳۔ انہیں تو دوزخ کا رستہ دکھائے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

۴۔ اور یہ بات اللہ کے لئے بہت معمولی بات ہے

یہ محاورہ کافی مشہور ہے ”خود تو ڈوبے صنم دوسروں کو بھی لے ڈوبیں گے“ جو لوگ اس دنیا میں کفر کرتے ہیں، فرشتوں اور آسمانی کتابوں کا انکار کرتے ہیں، آخرت اور تقدیر کا انکار کرتے ہیں اور ظلم بالائے ظلم دوسرے لوگوں کو بھی اللہ کی راہ سے یعنی دین حق اور ایمان سے روکتے ہیں یہ وہ بدنصیب لوگ ہیں جو گمراہی میں چلتے چلتے بہت دور کی گمراہی میں پڑ گئے، ایسے لوگ جنہوں نے کفر کیا اور دوسروں کو بھی دین حق سے روک کر ان کا اخروی اور ابدی نقصان کرتے ہوئے ان پر ظلم کیا اللہ تعالیٰ نے صاف اور واضح الفاظ میں ان کے حق میں وعید بیان کر دی کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی نہیں بخشے گا۔ یہ لوگ کبھی جنت کی راہ نہیں دیکھ پائیں گے۔ ان کی قسمت میں تو صرف اور صرف دوزخ کی راہ ہے جنہیں دکھلائی جائے گی اور وہ جہنم بھی ان کے حصہ میں چند روز کے لئے نہیں ہوگی بلکہ ہمیشہ ہمیشہ اس دوزخ میں رہیں گے۔ اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکنے پر قرآنِ مجید میں جگہ جگہ وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔ سورۂ نحل کی آیت نمبر ۸۸ میں فرمایا گیا الَّذِينَ كَفَرُواْ وَصَدُّواْ عَن سَبِيلِ اللّٰهِ زِدْنَاهُمْ عَذَاباً فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُواْ يُفْسِدُونَ جن لوگوں نے کفر اپنا لیا تھا اور دوسروں کو اللہ کے راستہ سے روکا تھا ان کے عذاب پر ہم مزید عذاب کا اضافہ کرتے رہیں گے کیونکہ وہ فساد مچایا کرتے تھے۔

درس نمبر (۴۶۸) **ایمان باعثِ خیر** النساء: ۱۷۰

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِن رَّبِّكُمْ فَآمِنُواْ خَيْراً لَّكُمْ وَإِن تَكْفُرُواْ فَإِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيماً حَكِيماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! قَدْ تحقیق جَاءَكُمُ آ گیا تمہارے پاس الرَّسُولُ یہ رسول بِالْحَقِّ حق لے کر مِن رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے فَآمِنُواْ تو تم ایمان لاؤ خَيْراً (ہوگا یہ) بہتر لَّكُمْ تمہارے لیے وَإِن اور اگر تَكْفُرُواْ تم کفر کرو گے فَإِنَّ لِلّٰهِ تو بیشک اللہ ہی کا ہے مَا جو کچھ ہے فِي السَّمَاوَاتِ آسمانوں

میں وَالْأَرْضِ اورزمین(میں) وَكَانَ اور ہے اللّٰهُ اللہ عَلِيْماً خوب جاننے والا حَكِيْماً بڑا حکمت والا

ترجمہ: لوگو! یہ پیغمبرتمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے حق بات لے کرآئے ہیں تو ان پر ایمان لاؤ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر کفر کروگے تو جان رکھو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔

تشریح: اس آیت میں چار باتیں بتلائی گئی ہیں۔

۱۔اے لوگو! یہ رسول تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے حق لے کرآ گئے ہیں۔

۲۔اب ان پر ایمان لے آؤ کہ تمہاری بہتری اسی میں ہے۔

۳۔اوراگراب بھی تم نے کفر کی راہ اپنائی تو خوب سمجھ لو کہ تمام آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے۔

۴۔اوراللہ علم اور حکمت دونوں کا مالک ہے۔

اس آیت میں دنیا جہاں کے تمام لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے یہ حقیقت بتلائی جارہی ہے کہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے حق کا پیغام لے کررسول آئے ہیں۔ یہاں پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ رسول عربی ﷺ صرف عرب کے مخصوص علاقہ یا کسی مخصوص خاندان کیلئے یا مخصوص مذہب کے ماننے والوں کیلئے رسول بن کرنہیں آئے ہیں بلکہ(یاایھاالناس) کے ذریعہ بتلایا گیا کہ آپ ساری انسانیت کیلئے رسول بن کرآئے ہیں،جن لوگوں نے آپ ﷺ کورسول تسلیم کرلیااورآپ پرایمان لاچکےاب ان کی ذمہ داری ہے کہ اپنے اپنے زمانہ کے سارے لوگوں تک آپ ﷺ کا یہ پیغامِ حق پہنچائیں ہم مسلمان خوش نصیب ہیں کہ ہم کواللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پراورآپ کے لائے ہوئے دینِ حق پرایمان لانے کی توفیق بخشی،مگر یہ توفیق صرف اس لئے نہیں دی گئی کہ ہم اس توفیق پرمسرور ہوکرمطمئن ہوجائیں بلکہ یہ ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے کہ ہم اس پیغامِ حق کو ان لوگوں تک پہنچائیں جواس آیت کے مخاطب ہیں۔ ہر کالے اور گورے تک، ہر چھوٹے اور بڑے تک، ہر عربی اور عجمی تک، ہر لنگڑے اور لولے تک، ہر مالدار اور غریب تک، ہر حاکم ومحکوم تک' ہرآقاوغلام تک، ہرمردوعورت تک ہر بچے اور بوڑھے تک،اس پیغامِ حق کو پہنچانے کی فکربھی کریں اوراسکے لئے عملاً کوشش اورمنصوبہ بندی بھی کریں۔

اس آیت کا ایک ایک لفظ رسول عربی ﷺ کے نبی برحق ہونے کی گواہی دے رہاہے،رسول عربی ﷺ ایک تو رسول بن کرآئے ہیں،دوسرے حق کے ساتھ آئے ہیں،تیسرے رب ذوالجلال کی طرف سے آئے ہیں۔

ان تمام حقیقتوں کا تقاضا یہ ہے کہ(فــــاٰمــنــوا)ان پرایمان لےآؤ،رسول عربی ﷺ پرتمہاراایمان لانا تمہارے ہی حق میں خیر کا باعث ہے،اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کےمحتاج نہیں ہیں تم سب اللہ تعالیٰ اوراسکے بھیجے ہوئے رسول اوراسکے دیئے ہوئے دینِ حق کےمحتاج ہواوراس پرایمان لاناتمہارے ہی حق میں نفع بخش ہے اوراگرتم نہیں

مانو گے تو اللہ تعالیٰ کو کیا فرق پڑے گا؟ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے وہ سب تو اللہ تعالیٰ ہی کا ہے، اتنے بڑے خالق، مالک، مختارِ کل اور قادرِ مطلق کا تم جیسے کمزوروں کے ایمان نہ لانے سے کیا نقصان ہو جائے گا؟

درس نمبر (۴۶۹) **دین میں غلو مت کرو** النساء: ۱۷۱

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لاَ تَغْلُواْ فِيْ دِيْنِكُمْ وَلاَ تَقُولُواْ عَلَى اللّهِ إِلاَّ الْحَقِّ إِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ فَآمِنُواْ بِاللّهِ وَرُسُلِهِ وَلاَ تَقُولُواْ ثَلاَثَةٌ انتَهُواْ خَيْراً لَّكُمْ إِنَّمَا اللّهُ إِلَـهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَن يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَّهُ مَا فِيْ السَّمَاوَات وَمَا فِيْ الأَرْضِ وَكَفَى بِاللّهِ وَكِيْلاً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَهْلَ الْكِتَابِ اے اہلِ کتاب! لاَ نہ تَغْلُواْ تم غلو (زیادتی) کرو فِيْ دِيْنِكُمْ اپنے دین میں وَلاَ اور نہ تَقُولُواْ تم کہو عَلَى اللّهِ اللہ کے بارے میں إِلاَّ مگر الْحَقِّ حق بات إِنَّمَا بس الْمَسِيْحُ مسیح عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ عیسیٰ ابن مریم (تو) رَسُولُ اللّهِ اللہ کا رسول وَكَلِمَتُهُ اور اس کا کلمہ ہی ہے أَلْقَاهَا جس کو اس نے ڈالا إِلَى مَرْيَمَ مریم کی طرف وَرُوحٌ اور روح ہے مِّنْهُ اس کی طرف سے فَآمِنُواْ چنانچہ تم ایمان لاؤ بِاللّهِ اللہ پر وَرُسُلِهِ اور اس کے رسولوں پر وَلاَ اور نہ تَقُولُواْ کہو تم ثَلاَثَةٌ (کہ الٰہ) تین ہیں انتَهُواْ (اس سے) باز آ جاؤ خَيْراً (ہوگا) بہتر لَّكُمْ تمہارے لیے إِنَّمَا بس اللّهُ اللہ ہی ہے إِلَـهٌ معبود وَاحِدٌ اکیلا سُبْحَانَهُ وہ پاک ہے أَن اس سے کہ يَكُونَ ہو لَهُ اس کی وَلَدٌ کوئی اولاد لَّهُ اسی کا ہے مَا جو کچھ ہے فِيْ السَّمَاوَات آسمانوں میں وَمَا اور جو کچھ ہے فِيْ الأَرْضِ زمین میں وَكَفَى اور کافی ہے بِاللّهِ اللہ وَكِيْلاً کارساز

ترجمہ: اے اہلِ کتاب! اپنے دین کی بات میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو۔ مسیح یعنی مریم کے بیٹے عیسیٰ بس اللہ کے رسول ہی تھے اور اس کا خاص حکم تھے جو اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح تھے تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور یہ نہ کہو کہ خدا تین ہیں، اس اعتقاد سے باز آ ؤ کہ ایسا کرنا تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اللہ ہی معبود واحد ہے اور اس سے پاک ہے کہ اس کی اولاد ہو جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور اللہ ہی کارساز کافی ہے۔

تشریح: اس آیت میں آٹھ باتیں بتلائی گئی ہیں:

۱۔ اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں حق کے سوا کوئی بات نہ کہو۔

۳۔ مسیح عیسیٰ ابن مریمؑ تو محض اللہ کے رسول تھے اور اللہ کا ایک کلمہ تھے جو اس نے مریم تک پہنچایا اور ایک روح تھی جو اسی کی طرف سے پیدا ہوئی تھی۔

۴۔ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آ ؤ۔

۵۔ یہ مت کہو کہ خدا تین ہیں، اس بات سے باز آجاؤ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔
۶۔ اللہ تو ایک ہی معبود ہے وہ اس بات سے بالکل پاک ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔
۷۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اسی کا ہے۔
۸۔ اور اللہ سب کی دیکھ بھال کے لئے کافی ہے۔

دینِ حق میں ہر پہلو سے حدود متعین کئے گئے ہیں اور ہر ایک کے درجات مقرر کئے گئے ہیں، ہمارا عقیدہ آسمانی ہدایات پر مبنی ہے نہ کہ ذاتی خیالات پر، اللہ تعالی کے بارے میں جو عقیدہ ہونا چاہئے وہی عقیدہ رکھا جائے، جس کی تعلیم آسمانی کتابوں میں دی گئی اور نبیوں اور رسولوں نے اس کی تفصیلات بیان کیں، رسولوں اور فرشتوں وغیرہ کے بارے میں وہی عقیدہ قابل قبول ہے جس کی تعلیم آسمانی کتابوں میں دی گئی اور انبیاء کرام علیہم السلام نے اس کی تفصیل بیان کی، اگر ہم اس معاملہ میں حد سے تجاوز کرتے ہیں اور نبی کو نبی تسلیم کرنے کے بجائے اس کو خدا کا درجہ دیتے ہیں یا اس کو خدا کا بیٹا بنا لیتے ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ غلو ہے اور دین میں غلو کی اجازت نہیں ہے، اس آیت میں اسی قسم کے غلو سے منع کیا گیا ہے کہ یَـا أَهْـلَ الْكِتَـابِ لاَ تَـغْلُوا فِيْ دِيْنِكُمْ اے اہل کتاب! تم مبالغہ مت کرو اپنے دین کی بات میں اور اللہ تعالی کی شان میں سوائے حق بات کے اور کوئی بات نہیں کی جائے گی، وَلاَ تَـقُـولُـوا عَـلَى اللّٰهِ إِلاَّ الْحَقَّ کہ اللہ تعالی کی شان میں غلط بات مت کہو، اس طرح کہ حضرت عیسی علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں، اور اللہ صاحب اولاد ہیں، اللہ تعالی کی طرف اولاد کو منسوب کرنا اللہ تعالی کی شان میں گستاخی کرنا ہے اس لئے کہ اللہ تعالی لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَد ہیں کہ وہ نہ کسی کے باپ ہیں اور نہ کسی کے بیٹے۔

حضرت عیسی علیہ السلام کی اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جس کو اللہ تعالی نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ سے پہنچایا تھا، حضرت عیسی علیہ السلام اللہ تعالی کا کلمہ ہیں کا مطلب مفسرین نے مختلف طور پر بیان کیا ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی بچہ کی پیدائش میں دو عامل کارفرما ہوتے ہیں، ایک عامل نطفہ اور دوسرا اللہ تعالی کا کلمۂ کُــــنْ فرمانا جس سے وہ بچہ وجود میں آتا ہے، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں پہلا عامل نہیں ہے صرف کلمۂ کن عامل ہے اس لئے حضرت عیسی علیہ السلام کو کلمۃ اللہ کہا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ حضرت مریم علیہا السلام تک یہ کلمہ پہنچا دیا جس کے نتیجہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ کلمۃ اللہ سے مراد بشارت اللہ مراد ہے کہ اللہ تعالی نے فرشتوں کے ذریعہ حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت عیسی علیہ السلام کی بشارت دی۔

وَلاَ تَـقُـولُـوا ثَلاَثَةٌ کے ذریعہ یہ بات بتائی گئی ہے کہ یہ مت کہو کہ خدا تین ہیں یہاں ہر قسم کے شرک پر بندش لگائی گئی ہے، نزولِ قرآن کے وقت نصاریٰ جن بڑے بڑے فرقوں میں تقسیم تھے تثلیث کے متعلق ان کا عقیدہ تین جدا جدا اصولوں پر مبنی تھا، ایک فرقہ کہتا تھا کہ مسیح عین خدا ہیں اور خدا ہی مسیح کی شکل میں دنیا میں اتر آیا ہے، دوسرا فرقہ یہ کہتا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور تیسرا فرقہ یہ دعویٰ کرتا تھا کہ وحدت کا راز تین میں پوشیدہ ہے۔ باپ، بیٹا اور مریم یعنی اللہ تعالیٰ، عیسیٰ اور

مریم۔(نعوذ باللہ) توحید سے عاری اور شک پر مبنی نصاری کے ان تمام دعوؤں کی تردید اس آیت میں کر دی گئی اور کہا گیا کہ وَلاَ تَقُولُواْ ثَلاَثَةٌ یہ مت کہو کہ خدا تین ہیں اِنتَهُواْ اس بدترین عقیدہ سے باز آ جاؤ، تمہارا اس بدترین عقیدہ سے باز آ جانا اور توحید پر قائم رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ ہی کو معبود برحق سمجھنا اور حضرت مریم علیہا السلام کو اللہ کی بندی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ، رسول اور اللہ کا کلمۃ اور روح سمجھنا ہی تمہارے لئے بہتر ہے، خیر کے اس دائرہ سے نکلو گے تو شرکی دنیا میں پہنچ جاؤ گے، إِنَّمَا اللّهُ إِلَـهٌ وَاحِدٌ اللہ معبود برحق تو بس ایک ہی ہے اللہ کے لائق نہیں کہ اس کی کوئی اولاد ہو، اس کو اولاد کی کیا ضرورت ہے؟ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب تو اسی کا ہے۔ بیوی اور بچوں کی ضرورت تو ہم جیسے کمزور بندوں کو ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات ان سب سے پاک ہے۔

درس نمبر(۴۷۰) | **اللہ کے بندے ہونے میں کوئی عار نہیں** | النساء:۴ :۱۷۲-۱۷۳

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَّن يَسْتَنكِفَ الْمَسِيحُ أَن يَكُونَ عَبْداً لِّلّهِ وَلاَ الْمَلآئِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَن يَسْتَنكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيهِ جَمِيعاً ○ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَيَزيدُهُم مِّن فَضْلِهِ وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَنكَفُواْ وَاسْتَكْبَرُواْ فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَاباً أَلُيماً وَلاَ يَجِدُونَ لَهُم مِّن دُونِ اللّهِ وَلِيّاً وَلاَ نَصِيراً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: لَّن ہرگز نہیں يَسْتَنكِفَ عار محسوس کریں گے الْمَسِيحُ مسیح أَن (اس سے) کہ يَكُونَ وہ ہوں عَبْداً بندے لِّلّهِ اللہ کے وَلاَ اور نہ الْمَلآئِكَةُ فرشتے الْمُقَرَّبُونَ مقرب وَمَن اور جو کوئی يَسْتَنكِفْ عار محسوس کرے عَنْ عِبَادَتِهِ اس (اللہ) کی عبادت سے وَيَسْتَكْبِرْ اور تکبر کرے فَسَيَحْشُرُهُمْ تو یقیناً وہ جمع کرے گا ان کو إِلَيهِ اپنی طرف جَمِيعاً سب کو○ فَأَمَّا لیکن الَّذِينَ وہ لوگ جو آمَنُواْ ایمان لائے وَعَمِلُواْ اور انہوں نے عمل کیے الصَّالِحَاتِ نیک فَيُوَفِّيهِمْ تو وہ پورا دیگا ان کو أُجُورَهُمْ ان کے اجر وَيَزيدُهُم اور زیادہ دے گا ان کو مِّن فَضْلِهِ اپنے فضل سے وَأَمَّا اور لیکن الَّذِينَ وہ لوگ جنہوں نے اسْتَنكَفُواْ عار محسوس کی وَاسْتَكْبَرُواْ اور تکبر کیا فَيُعَذِّبُهُمْ تو وہ ان کو عذاب دے گا عَذَاباً عذاب أَلُيماً بہت دردناک وَلاَ اور نہیں يَجِدُونَ وہ پائیں گے لَهُم اپنے لیے مِّن دُونِ اللّهِ اللہ کے سوا وَلِيّاً کوئی حمایتی وَلاَ اور نہ نَصِيراً مددگار

ترجمہ: مسیح اس بات سے عار نہیں رکھتے کہ اللہ کے بندے ہوں اور نہ مقرب فرشتے عار رکھتے ہیں اور جو شخص اللہ کا بندہ ہونے کو موجب عار سمجھے اور سرکشی کرے تو اللہ سب لوگوں کو اپنے پاس جمع کرلے گا○ اب جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے وہ ان کو ان کا پورا پورا بدلہ دے گا اور اپنے فضل سے کچھ زیادہ بھی عنایت کرے گا اور جنہوں نے بندہ ہونے سے عار و انکار اور تکبر کیا تو ان کو وہ تکلیف دینے والا عذاب دے گا اور وہ اللہ کے سوا اپنا حامی اور مددگار نہ پائیں گے۔

تشریح: ان دو آیتوں میں چھ باتیں بتلائی گئیں ہیں:

۱۔ حضرت عیسی علیہ السلام کبھی اس بات کو عار نہیں سمجھ سکتے کہ وہ اللہ کے بندے ہوں۔

۲۔ اور مقرب فرشتے بھی اس بات کو عار نہیں سمجھ سکتے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں۔

۳۔ جو شخص اپنے رب کی بندگی میں عار سمجھے اور تکبر کا مظاہرہ کرے تو وہ اچھی طرح یہ سمجھ لے کہ اللہ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔

۴۔ پھر جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور انہوں نے نیک عمل کئے ہونگے ان کو ان کا پورا پورا ثواب دے گا اور اپنے فضل سے اس سے زیادہ بھی دے گا۔

۵۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے بندگی کو عار سمجھا ہوگا اور تکبر کا مظاہرہ کیا ہوگا تو ان کو دردناک عذاب دے گا۔

۶۔ اور ان کو اللہ کے سوا کوئی رکھوالا اور مددگار نہیں ملے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے، رسول، کلمہ اور روح ہیں۔ اس کے باوجود انہوں نے اپنے آپ کو اللہ کا بندہ ہی سمجھا۔ اللہ کے بندے بن کر زندگی گزارنے میں انہوں نے کبھی عار محسوس نہیں کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے صاف صاف یہ حقیقت بتلا دی کہ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبُّكُم فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ بے شک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ اسی کی عبادت کرو اور یہ سیدھا راستہ ہے۔ سورۂ مریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس جملہ کا بھی ذکر ہے جو انہوں نے شیر خوارگی کے زمانہ میں گہوارہ میں کہا تھا فَقَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ سورۂ مائدہ میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول جو انہوں نے بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا مذکور ہے کہ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِىْ اِسْرَاءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبَّكُمْ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ یہاں یہ حقیقت بھی بتلا دی گئی ہے کہ جو کوئی ایمان قبول کرے گا اور اس ایمان کے ساتھ نیک اعمال بھی کرے گا اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پورا پورا اجر دے گا اور اپنے فضل سے انہیں اور مزید دے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کو اپنی شان سے دیتے ہیں۔ دنیا میں بادشاہ کا بدلہ اس کی شان کے اعتبار سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو بادشاہوں کے بادشاہ ہیں وہ جب اپنے بندوں کو دینے پر آئیں گے تو اپنی شایانِ شان ہی عطا فرمائیں گے۔ ان کی سخاوت و فیاضی میں ان کا خصوصی فضل شامل ہوتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کو صرف اجر ہی نہیں دیتے بلکہ اپنی طرف سے خصوصی قسم کا فضل بھی عطا فرماتے ہیں۔

جو بندے رب ذوالجلال کی بندگی کو عار سمجھنے لگتے ہیں اور تواضع اور عاجزی کے بجائے غرور اور گھمنڈ کرتے ہیں تو ایسے بدنصیبوں کا انجام یہ ہوگا کہ انہیں دردناک عذاب دیا جائے گا اور دنیا میں تو ایسے لوگوں کا ایسے ویسے کوئی مددگار مل جاتا تھا مگر قیامت کے دن ایسے بدنصیبوں اور مجرموں کا کوئی بھی مددگار نہیں رہے گا اور نہ ہی ان کا کوئی حمایتی دوست رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان پر زندہ رہنے اور نیک اعمال پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درس نمبر(۴۷۱) # کھلی دلیل اور روشنی النساء:۱۷۴۔۱۷۵

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُم بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُوراً مُّبِيناً O فَأَمَّا الَّذِيْنَ آمَنُواْ بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُواْ بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَّيَهْدِيْهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطاً مُّسْتَقِيْماً

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو! قَدْ تحقیق جَاءَكُم آ گئی تمہارے پاس بُرْهَانٌ ایک دلیل مِّن رَّبِّكُمْ تمہارے رب کی طرف سے وَأَنْزَلْنَا اور ہم نے نازل کیا إِلَيْكُمْ تمہاری طرف نُوراً مُّبِيناً ایک واضح نور O فَأَمَّا لیکن الَّذِيْنَ وہ لوگ جو آمَنُواْ ایمان لائے بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ وَاعْتَصَمُواْ اور انہوں نے مضبوط پکڑا بِهِ اس کو فَسَيُدْخِلُهُمْ تو وہ ضرور داخل کرے گا ان کو فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ اپنی رحمت میں وَفَضْلٍ اور فضل (میں) وَيَهْدِيْهِمْ اور بتلا دے گا ان کو إِلَيْهِ اپنے تک (پہنچنے کے لیے) صِرَاطاً راہ مُّسْتَقِيْماً سیدھی

ترجمہ: لوگو! تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک بڑی دلیل آ چکی ہے اور ہم نے کفر اور ضلالت کا اندھیرا دور کرنے کو تمہاری طرف راہ روشن کر دینے والا نور بھیج دیا ہے O پس جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس کے دین کی رسی کو مضبوط پکڑے رہے ان کو وہ اپنی رحمت اور فضل کی بہشتوں میں داخل کرے گا اور اپنی طرف پہنچنے کا سیدھا راستہ دکھائے گا۔

تشریح: اس دو آیتوں میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں

۱۔ اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے کھلی دلیل آ چکی ہے۔

۲۔ ہم نے تمہارے پاس ایک ایسی روشنی بھیج دی ہے جو رسالت کی پوری وضاحت کرنے والی ہے۔

۳۔ جو لوگ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور انہوں نے اسی کا سہارا تھام لیا ہے، اللہ ان کو اپنے فضل اور رحمت میں داخل کرے گا اور انہیں اپنے پاس آنے کے لئے سیدھے راستے تک پہنچائے گا۔

تمہارے پاس دلیل آئی ہے تمہارے رب کی طرف سے تو سوال یہ ہے کہ یہاں دلیل سے کیا مراد ہے؟ اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ برہان سے مراد رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بعض مفسرین نے برہان سے مراد قرآنِ مجید لیا ہے، درمنثور میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ نورِ مبین سے مراد قرآن مجید ہے۔ یہ اختلاف حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم حجت، برہان یعنی دلیل بھی ہیں اور نورِ مبین بھی ہیں اسی طرح قرآن مجید بھی حجت برہان یعنی دلیل بھی ہے اور نورِ مبین بھی۔

درس نمبر (۴۷۲)

کلالہ کی تعریف اور تفصیل

النساء:۱۷۶

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلاَلَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَّلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِن لَّمْ يَكُن لَّهَا وَلَدٌ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ وَإِنْ كَانُواْ إِخْوَةً رِّجَالاً وَّنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللّهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّواْ وَاللّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

لفظ بہ لفظ ترجمہ: يَسْتَفْتُونَكَ وہ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں قُلِ کہہ دیجئے اللّٰهُ الله يُفْتِيكُمْ تمہیں فتویٰ دیتا ہے فِي الْكَلاَلَةِ کلالہ کے بارے میں إِنِ اگر امْرُؤٌ کوئی مرد هَلَكَ مرجائے لَيْسَ نہ ہو لَهُ اس کی وَلَدٌ کوئی اولاد وَلَهُ أُخْتٌ اور اس کی ایک بہن ہو فَلَهَا تو اس کے لیے ہے نِصْفُ آدھا مَا اس کا جو تَرَكَ وہ چھوڑ گیا وَهُوَ اور وہ يَرِثُهَا وارث ہوگا اس (بہن) کا إِن اگر لَّمْ نہ يَكُن ہو لَّهَا اس (بہن) کی وَلَدٌ کوئی اولاد فَإِن پھر اگر كَانَتَا وہ ہوں اثْنَتَيْنِ دو (بہنیں) فَلَهُمَا تو ان دونوں کیلئے ہے الثُّلُثَان دو تہائی مِمَّا اس میں سے جو تَرَكَ وہ چھوڑ گیا وَإِن اور اگر كَانُواْ (وارث) ہوں إِخْوَةً کئی بھائی (بہنیں) رِّجَالاً مرد وَنِسَاءً اور عورتیں فَلِلذَّكَرِ تو مرد کے لیے ہے مِثْلُ مثل حَظِّ الأُنثَيَيْنِ دو عورتوں کے حصے کے يُبَيِّنُ وضاحت کرتا ہے اللّٰهُ الله لَكُمْ تمہارے لیے أَن تاکہ (نہ) تَضِلُّواْ تم گمراہ ہو وَاللّٰهُ اور الله بِكُلِّ شَيْءٍ ہر چیز کو عَلِيْمٌ خوب جاننے والا ہے

ترجمہ: اے پیغمبر! لوگ تم سے کلالہ کے بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ اللہ کلالہ کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا مرد مرجائے جس کی اولاد نہ ہو اور نہ ماں باپ اور اس کی ایک بہن ہو تو اس کو بھائی کے ترکے میں سے آدھا حصہ ملے گا اور اگر بہن مرجائے اور اس کی اولاد نہ ہو تو اس کے تمام مال کا وارث بھائی ہوگا اور اگر مرنے والے بھائی کی دو بہنیں ہوں تو دونوں کو بھائی کے ترکے میں سے دو تہائی اور اگر بھائی اور بہن یعنی مرد اور عورتیں ملے جلے وارث ہوں تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے۔ یہ احکام اللہ تم سے اس لئے بیان فرماتا ہے کہ بھٹکتے نہ پھرو اور اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔

تشریح: اس آیت میں آٹھ باتیں بتلائی گئیں ہیں:

۱۔ لوگ آپ سے کلالہ کا حکم پوچھتے ہیں۔

۲۔ کہہ دیجئے کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں حکم بتاتا ہے۔

۳۔ اگر کوئی شخص اس حال میں مرجائے کہ اس کی اولاد نہ ہو اور اسکی ایک بہن ہو تو وہ اس کے ترکہ میں سے آدھے کی حقدار ہوگی۔

۴۔اور اگر اس کی بہن کی اولا د نہ ہو اور وہ مر جائے اور اسکا بھائی زندہ ہو تو وہ اس بہن کا وارث ہوگا۔

۵۔اور اگر بہنیں دو ہوں تو بھائی کے ترکہ سے وہ دوتہائی کی حق دار ہوں گی۔

۶۔اور اگر مرنے والے کے بھائی بھی ہوں اور بہنیں بھی تو ایک مرد کو دوعورتوں کے برابر حصہ ملے گا۔

۷۔اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے وضاحت کرتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو۔

۸۔اور اللہ ہر چیز کا پورا پورا علم رکھتا ہے۔

سورۂ نساء کی چند آیتوں کے بعد ہی وراثت سے متعلق متعدد باتیں بتلائی گئیں کہ وراثت میں بیٹے کا حق کیا ہے بیٹی کا حق کیا ہے، بیوی اور شوہر کا حق کیا ہے، ماں اور باپ کا حق کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔سورۂ نساء کی اس آخری آیت میں اس کا باقی حصہ بتلایا جارہا ہے، وہ ہے کلالہ کی میراث، کلالہ اس کو کہتے ہیں جس کے نہ ماں باپ حیات ہوں، نہ دادا حیات ہوں اور نہ ہی اس کی کوئی اولاد حیات ہو اور نہ ہی اس کے بیٹے کی کوئی اولاد یا حیات ہو۔

اگر ایسا شخص مر جائے اور اس نے اپنے پیچھے بہن بھائی چھوڑے ہوں تو ایسی صورت میں وراثت کا کیا حکم ہے؟ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے یہ تفصیل جاننا ضروری ہے کہ بہن بھائی تین قسم کے ہوتے ہیں (۱) سگے بھائی بہن (۲) وہ بھائی بہن جو باپ شریک ہوں، یعنی جنکے باپ ایک ہوں اور ماں دونوں کی جدا جدا ہو (۳) وہ بہن بھائی جو صرف ماں شریک ہوں یعنی جن کی ماں ایک ہو اور باپ دونوں کے جدا جدا ہوں۔

جب کسی کلالہ یعنی ایسا مرد یا ایسی عورت کی وفات ہو جائے جس نے ماں شریک ایک بھائی یا ایک بہن اپنے پیچھے چھوڑی ہو تو ہر ایک کو مرنے والے کے مال سے چھٹا چھٹا حصہ ملے گا اور اگر دو بہنیں یا دو بھائی یا اس سے زیادہ چھوڑے ہوں یا ایک بھائی ہو اور بہنیں ایک سے زیادہ ہوں یا ایک بہن ہو اور بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو یہ سب لوگ مرنے والے کے تہائی مال میں برابر برابر کے شریک ہوں گے اور ان میں مرد عورت کا حصہ برابر برابر ہوگا باقی مال دوسرے وارثوں کو پہنچ جائے گا اور اگر ایسا شخص مر جائے جو کلالہ ہو اور اس نے ایک سگی بہن چھوڑی ہو یا باپ شریک بہن چھوڑی ہو تو اس بہن کو کل مال کا آدھا حصہ ملے گا اور اگر کسی ایسی عورت کی وفات ہوگئی جو کلالہ تھی اور اس نے ایک سگے بھائی یا باپ شریک بھائی اپنے پیچھے چھوڑا تو وہ اپنی مذکورہ بہن کے کل مال کا وارث ہوگا، اگر کسی مرد کلالہ نے دو سگی یا باپ شریک بہنیں چھوڑیں تو ان کو مرنے والے کے مال میں سے دو تہائی ملے گا یہ چند مسائل ہیں، اس آیت کے ضمن میں اس کے علاوہ بھی کچھ صورتیں اور شکلیں ہیں جن کو علماء کرام و مفتیان عظام یا دارالافتاء سے رجوع کرتے ہوئے معلوم کرلیا جائے، اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ میں بھٹکنے سے بچانے کے لئے یہ مسائل کھول کھول کر بیان کردیئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا پورا پورا علم ہے۔

الحمدللہ، بتاریخ ۱۵؍رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ م ۹؍مئی ۲۰۲۰ء بروز ہفتہ سورہ النساء کے درس قرآن کی تکمیل ہوئی، الحمدللہ علی ذالک۔اللہ تعالیٰ استقامت کے ساتھ اس علمی کام کو تکمیل تک انجام دینے کے مواقع عطا فرمائے اور میرے سینہ کو اس اہم کام کے لئے کھول دے۔آمین